

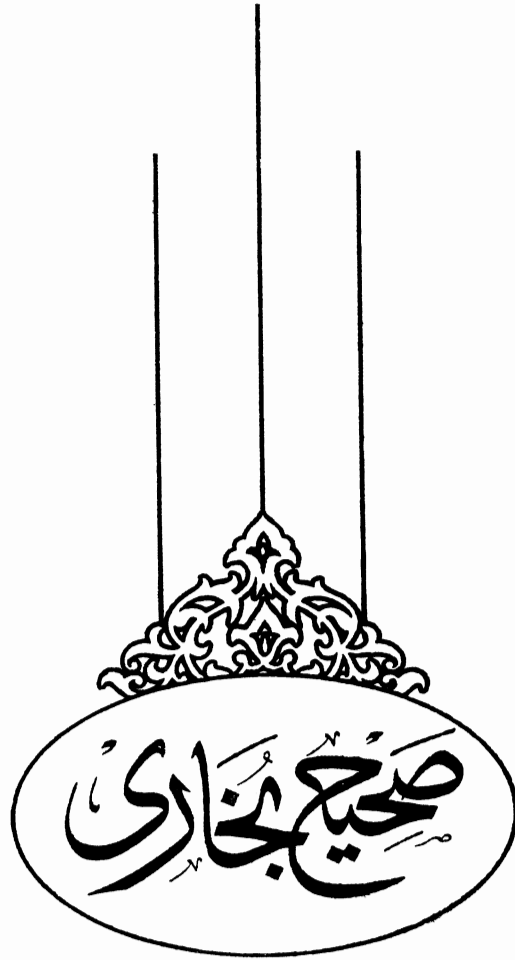
کتابخانه

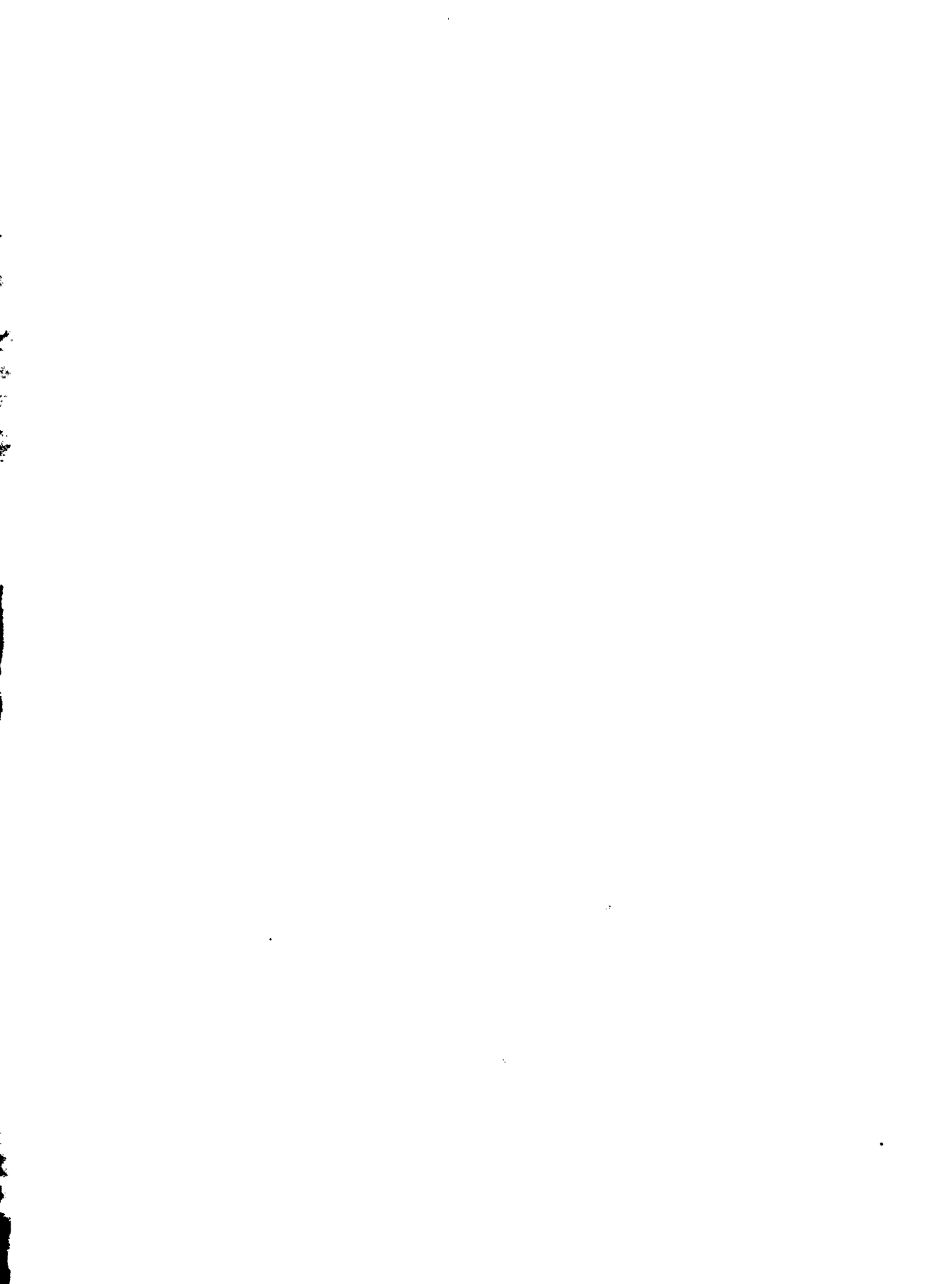
مکتبہ اسلامیہ دارالافتاء دارالحدیث دارالعلوم
مکتبہ اسلامیہ دارالافتاء دارالحدیث دارالعلوم

ترجمہ و تفسیر
حضرت مولانا محمد داؤد رازوی

پہلی بار شائع ہوا ۱۹۸۰ء

کتابخانہ
کتابخانہ
کتابخانہ
کتابخانہ
کتابخانہ
کتابخانہ
کتابخانہ
کتابخانہ





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صَحِيحُ بُخَارِي

جلد سوم

رِوَايَةُ الْأَوْثَانِيَّةِ فِي الْأَدَبِ سَيِّدِ الْفُقَهَاءِ

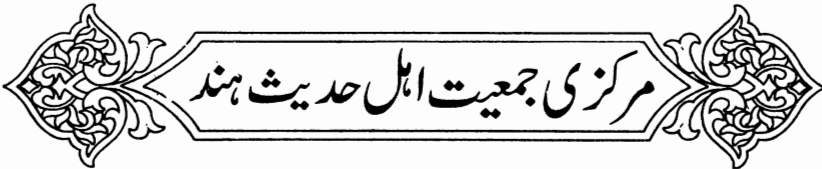
حَضْرَتِ الْأَهْلِ الْأَبْلَغِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بُخَارِي رَحِمَهُ اللَّهُ

تَرْجُمَةٌ وَتَشْرِيحٌ

حَضْرَتِ مَوْلَانَا مُحَمَّدِ دَاوُدِ رَاوِزِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ

نظرياتی

حَضْرَتِ الْعَلَامِ مَوْلَانَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْبُسْتَوِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ





جملہ حقوق بحق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند محفوظ @



صحیح بخاری شریف	:	نام کتاب
حضرت مولانا علامہ محمد داؤد راز رحمہ اللہ	:	مترجم
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند	:	ناشر
۲۰۰۲ء	:	سن اشاعت
۱۰۰۰	:	تعداد اشاعت
	:	قیمت

ملنے کے پتے

- ۱۔ مکتبہ ترجمان، ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
- ۲۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، ریوری تالاب، وارانسی
- ۳۔ مکتبہ نوائے اسلام، ۱۱۶۴، اے، چاہ رہٹ جامع مسجد، دہلی
- ۴۔ مکتبہ مسلم، جمعیت منزل، بربر شاہ سری نگر، کشمیر
- ۵۔ حدیث پبلیکیشن، چارمینار مسجد روڈ، بنگلور۔ ۵۶۰۰۵۱
- ۶۔ مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار منو ناتھ بھنجن، یوپی

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۷	گائے اونٹ وغیرہ قربانی کے جانوروں کے قلاذے.....	۲۱	منیٰ میں نماز پڑھنے کا بیان
۴۸	قربانی کے جانور کا اشعار کرنا	۲۲	عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان
۴۸	اس کے بارے میں جس نے اپنے ہاتھ سے قلاذہ پہنائے	۲۳	صبح کے وقت منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے.....
۴۹	بکریوں کو ہار پہنانے کا بیان	۲۴	عرفات کے دن عین گرمی میں.....
۵۰	اون کے ہار پٹنا	۲۵	عرفات میں جانور پر سوار ہو کر وقف کرنا
۵۱	جو توں کا ہار ڈالنا	۲۵	عرفات میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا
۵۱	قربانی کے جانوروں کے لئے جھول کا ہونا	۲۶	میدان عرفات میں خطبہ مختصر پڑھنا
۵۲	اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی ہدیٰ راستہ میں.....	۲۷	میدان عرفات میں ٹھہرنے کا بیان
۵۳	کسی آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت.....	۲۸	عرفات سے لوٹتے وقت کس چال سے چلے
۵۴	منیٰ میں نبی کریم ﷺ نے جہاں نحر کیا وہاں نحر کرنا	۲۹	عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اترنا
۵۵	اپنے ہاتھ سے نحر کرنا	۳۱	عرفات سے لوٹتے وقت سکون کی ہدایت
۵۵	اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا	۳۱	مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ ملا کر پڑھنا
۵۶	اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا	۳۳	جس نے کہا کہ ہر نماز کے لیے اذان.....
۵۷	قصاب کو مزدوری میں قربانی.....	۳۴	عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ کی رات میں.....
۵۷	قربانی کی کھال خیرات کر دی جائے گی	۳۷	فجر کی نماز مزدلفہ ہی میں پڑھنا
۵۸	قربانی کے جانوروں کے جھول بھی صدقہ کر دیئے جائیں	۳۸	مزدلفہ سے کف چلا جائے؟
۵۹	سورہ حج کی ایک آیت کی تفسیر	۳۹	دسویں تاریخ صبح کو تکبیر اور لبیک کہتے رہنا.....
۵۹	قربانی کے جانوروں میں سے کیا کھائیں.....	۴۰	سورہ بقرہ کی ایک آیت کی تفسیر
۶۰	سر منڈانے سے پہلے ذبح کرنا	۴۱	قربانی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے
۶۳	اس کے متعلق جس نے احرام کے وقت سر کے بالوں کو.....	۴۳	اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھ قربانی کا.....
۶۳	احرام کھولتے وقت بال منڈوانا یا ترشوانا	۴۴	اس شخص کے بارے میں جس نے قربانی کا جانور.....
۶۶	تمتع کرنے والا عمرہ کے بعد بال ترشوائے	۴۵	جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۹	حج کے بعد عمرہ کرنا اور قربانی نہ دینا	۶۷	دسویں تاریخ میں طواف الریاء کرنا
۹۹	عمرہ میں جتنی تکلیف ہو اتنا ہی ثواب ہے	۶۸	کسی نے شام تک رمی نہ کی.....
۱۰۰	عمرہ کرنے والا عمرہ کا طواف کر کے مکہ سے چل دے.....	۶۹	جرمہ کے پاس سوار رہ کر لوگوں کو مسئلہ بتانا
۱۰۱	عمرہ میں ان ہی کاموں کا پرہیز ہے.....	۷۰	منیٰ کے دنوں میں خطبہ سنانا
۱۰۳	عمرہ کرنے والا احرام سے کب نکلتا ہے؟	۷۴	منیٰ کی راتوں میں جو لوگ مکہ میں پانی پلاتے ہیں.....
۱۰۵	حج، عمرہ یا جہاد سے واپسی پر کیا دعا پڑھی جائے؟	۷۵	کنکریاں مارنے کا بیان
۱۰۶	مکہ آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا.....	۷۶	رمی جمار وادی کے نشیب سے کرنے کا بیان
۱۰۶	مسافر کا اپنے گھر میں صبح کے وقت آنا	۷۶	رمی جمار سات کنکریوں سے کرنا.....
۱۰۷	شام میں گھر کو آنا	۷۷	اس بیان میں کہ (حاجی کو) ہر کنکری مارتے وقت.....
۱۰۷	آدمی جب اپنے شہر میں پہنچے تو گھر میں رات میں نہ جائے	۷۸	اس کے متعلق جس نے جرمہ عقبہ کی رمی کی.....
۱۰۷	جس نے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر اپنی سواری تیز کر دی	۷۸	جب حاجی دونوں جرموں کی رمی کر چکے.....
۱۰۸	اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ گھروں میں دروازوں سے.....	۷۹	پہلے اور دوسرے جرمہ کے پاس جا کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا
۱۰۹	سفر بھی گویا ایک قسم کا عذاب ہے۔	۸۳	رمی جمار کے بعد خوشبو لگانا.....
۱۱۰	مسافر جب جلد چلنے کی کوشش کر رہا ہو.....	۸۳	طواف و دایع کا بیان
۱۱۱	محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے بیان میں	۸۴	اگر طواف افاضہ کے بعد عورت حائضہ ہو جائے۔
۱۱۱	اگر عمرہ کرنے والے کو راستے میں روک دیا گیا؟	۸۷	اس کے متعلق جس نے روانگی کے دن عصر کی نماز.....
۱۱۳	حج سے روکے جانے کا بیان	۸۷	وادی محصب کا بیان
۱۱۳	رک جانے کے وقت سر منڈانے سے پہلے قربانی کرنا	۸۸	مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طوی.....
۱۱۵	جس نے کہا کہ روکے گئے شخص پر قضاء ضروری نہیں	۸۹	اس سے متعلق جس نے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے.....
۱۱۷	ایک آیت شریفہ کی تفسیر	۸۹	زمانہ حج میں تجارت کرنا.....
۱۱۷	صدقہ سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا	۹۰	آرام لینے کے بعد وادی محصب سے آخری رات میں چل دینا
۱۱۸	فدیہ میں ہر فقیر کو آدھا صاع غلہ دینا		
۱۱۹	قرآن مجید میں نسک سے مراد بکری ہے		
۱۲۰	سورہ بقرہ میں اللہ کا یہ فرمانا کہ حج میں شہوت.....	۹۱	عمرہ کا وجوب اور اس کی فضیلت
۱۲۰	اللہ تعالیٰ کا سورہ بقرہ میں فرمانا کہ حج میں گناہ اور.....	۹۲	اس شخص کا بیان جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا
۱۲۱	اللہ کا یہ فرمانا سورہ مائدہ میں کہ احرام کی حالت.....	۹۳	نبی کریم ﷺ نے کتنے عمرے کئے ہیں.....
۱۲۱	اگر بے احرام والا شکار کرے.....	۹۵	رمضان میں عمرہ کرنے کا بیان
۱۲۳	احرام والے لوگ شکار دیکھ کر ہنس دیں.....	۹۶	محصب کی رات عمرہ کرنا.....
۱۲۴	شکار کرنے میں احرام والا غیر محرم کی کچھ بھی مدد نہ کرے	۹۷	تعمیم سے عمرہ کرنا

کتاب العمرة

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۹	جو شخص مدینہ سے نفرت کرے	۱۲۵	غیر محرم کے شکار کرنے کے لئے.....
۱۶۰	اس بارے میں کہ ایمان مدینہ کی طرف سمت آئے گا	۱۲۶	اگر کسی نے محرم کے لیے زندہ گور خر تھمہ بھیجا ہو.....
۱۶۰	جو شخص مدینہ والوں کو ستانا چاہے	۱۲۶	احرام والا کون کون سے جانور مار سکتا ہے
۱۶۰	مدینہ کے محلوں کا بیان	۱۲۹	اس بیان میں کہ حرم شریف کے درخت نہ کاٹے جائیں
۱۶۱	دجال مدینہ میں نہیں آسکے گا	۱۳۰	حرم کے شکار ہانکے نہ جائیں
۱۶۳	مدینہ برے آدمی کو نکال دیتا ہے	۱۳۱	مکہ میں لڑنا جائز نہیں ہے
۱۶۴	مدینہ کا وہیران کرنا نبی اکرم ﷺ کو ناگوار تھا	۱۳۲	محرم کا پھینا گلوٹا کیسا ہے؟
	کتاب الصیام	۱۳۵	محرم نکاح کر سکتا ہے
		۱۳۵	احرام والے مرد اور عورت کو خوشبو لگانا منع ہے
۱۶۹	رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان	۱۳۷	محرم کو غسل کرنا کیسا ہے؟
۱۷۰	روزہ کی فضیلت کا بیان	۱۳۸	محرم کو جب جو تیاں نہ ملیں.....
۱۷۱	روزہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے	۱۳۹	جس کے پاس تین بند نہ ہو تو وہ پاجامہ پہن سکتا ہے
۱۷۱	روزہ داروں کے لئے ریان (نامی دروازہ).....	۱۳۹	محرم کا ہتھیار بند ہونا درست ہے
۱۷۳	رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان	۱۴۰	حرم اور مکہ شریف میں بغیر احرام کے داخل ہونا
۱۷۴	جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ.....	۱۴۱	اگر تاواقیفیت سے کوئی کریمہ پہنے ہوئے احرام باندھے
۱۷۵	نبی کریم ﷺ رمضان میں سب سے زیادہ سخاوت.....	۱۴۲	اگر محرم عرفات میں مر جائے
۱۷۵	جو شخص رمضان میں جھوٹ بولنا.....	۱۴۲	جب محرم وفات پا جائے تو اس کا کفن و دفن.....
۱۷۶	کوئی روزہ دار کو اگر گالی دے.....	۱۴۳	میت کی طرف سے حج اور نذر ادا کرنا.....
۱۷۶	جو مجرد ہو اور زنا سے ڈرے تو وہ روزہ رکھے	۱۴۴	اس کی طرف سے حج بدل جس میں.....
۱۷۷	نبی کریم ﷺ کا ارشاد جب تم (رمضان کا) چاند.....	۱۴۴	عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا
۱۷۹	عید کے دنوں میں کم نہیں ہوتے	۱۴۵	بچوں کا حج کرنا
۱۸۰	نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ہم لوگ حساب کتاب.....	۱۴۷	عورتوں کا حج کرنا
۱۸۰	رمضان سے ایک یا دو دن پہلے.....	۱۴۹	اگر کسی نے کعبہ تک پیدل سفر کرنے کی منت مانی
۱۸۱	سورہ بقرہ کی ایک آیت کی تفسیر		
۱۸۲	اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ سحری کھاؤ صبح کی سفید دھاری تک.....		کتاب فضائل المدینہ
۱۸۳	نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے.....	۱۵۰	مدینہ کے حرم کا بیان
۱۸۴	سحری کھانے میں دیر کرنا	۱۵۷	مدینہ کی فضیلت
۱۸۴	سحری اور فجر کی نماز میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا	۱۵۸	مدینہ کا ایک نام طابہ بھی ہے
۱۸۵	سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے	۱۵۸	مدینہ کے دونوں پتھر یلے میدان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۹	نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے.....	۱۸۵	اگر کوئی شخص روزے کی نیت دن میں کرے.....
۲۲۰	مہمان کی خاطر سے نفل روزہ نہ رکھنا	۱۸۶	روزہ دار صبح کو جنابت میں اٹھے تو کیا حکم ہے
۲۲۰	روزہ میں جسم کا حق	۱۸۸	روزہ دار کا اپنی بیوی سے مباشرت.....
۲۲۱	ہمیشہ روزہ رکھنا	۱۸۸	روزہ دار کا روزے کی حالت میں.....
۲۲۲	روزہ میں بیوی اور بال بچوں کا حق	۱۸۹	روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے
۲۲۳	ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا بیان	۱۹۰	اگر روزہ دار بھول کر کھاپی لے تو روزہ نہیں جاتا
۲۲۴	حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ	۱۹۱	روزہ دار کے لئے تریاشنگ مسواک.....
۲۲۶	ایام بیض کے روزے	۱۹۲	نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو ناک.....
۲۲۶	جو شخص کسی کے ہاں بطور مہمان ملاقات کے لیے گیا.....	۱۹۳	اگر کسی نے رمضان میں قصد اجتماع کیا
۲۲۷	مہینے کے آخر میں روزہ رکھنا	۱۹۶	روزہ دار کا بچھنا لگوانا اور تے کرنا کیسا ہے
۲۲۸	جمعہ کے دن روزہ رکھنا	۱۹۷	سفر میں روزہ رکھنا اور افطار کرنا
۲۳۰	روزہ کے لئے کوئی دن مقرر کرنا	۱۹۹	جب رمضان میں کچھ روزے رکھ کر کوئی سفر کرے
۲۳۰	عرفہ کے دن روزہ رکھنا	۲۰۰	سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے
۲۳۱	عید الفطر کے دن روزہ رکھنا	۲۰۱	اصحاب کرام (سفر میں) روزہ رکھتے بھی اور نہ بھی رکھتے
۲۳۲	عید النضحی کے دن روزہ رکھنا	۲۰۱	سفر میں لوگوں کو دکھا کر روزہ افطار کر ڈالنا
۲۳۵	ایام تشریق کے روزے رکھنا	۲۰۲	سورہ بقرہ کی آیت کی تفسیر
۲۳۶	اس باریے میں کہ عاشوراء کے دن کا روزہ کیسا ہے	۲۰۳	رمضان کے قضا روزے کب رکھے جائیں
		۲۰۴	حیض والی عورت نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے
		۲۰۵	اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں
۲۳۹	رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت	۲۰۷	روزہ کس وقت افطار کرے
		۲۰۸	پانی وغیرہ جو چیز بھی پاس ہو اس سے روزہ افطار.....
		۲۱۰	روزہ کھولنے میں جلدی کرنا
۲۴۴	شب قدر کی فضیلت	۲۱۱	ایک شخص نے سورج غروب سمجھ کر روزہ کھول لیا
۲۴۵	شب قدر کو رمضان کی آخری طاق راتوں میں.....	۲۱۲	بچوں کے روزہ رکھنے کا بیان
۲۵۱	رمضان کے آخری عشرہ میں زیادہ محنت کرنا	۲۱۳	بچے درپے ملا کر روزہ رکھنا
		۲۱۵	جو طے کے روزے بہت رکھے.....
		۲۱۶	سحری تک وصال کا روزہ رکھنا
۲۵۱	رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا	۲۱۶	کسی نے اپنے بھائی کو نفل روزہ توڑنے کے لیے قسم دی.....
۲۵۳	اگر حیض والی عورت.....	۲۱۸	ماہ شعبان میں روزہ رکھنے کا بیان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۱	سورہ جمعہ کی آیت کی تشریح	۲۵۴	اعتکاف والا بے ضرورت گھر میں نہ جائے
۲۸۲	اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اپنی پاک کمائی سے خرچ کرو	۲۵۴	اعتکاف والا سر یا بدن دھو سکتا ہے
۲۸۳	جوروزی میں کشادگی چاہتا ہو.....	۲۵۵	صرف رات بھر کے لیے اعتکاف کرنا
۲۸۳	نبی کریم ﷺ کا ادھار خریدنا	۲۵۵	عورتوں کا اعتکاف کرنا
۲۸۴	انسان کا کماتا اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرنا	۲۵۶	مسجدوں میں خیمے لگانا
۲۸۷	خرید و فروخت کے وقت نرمی.....	۲۵۷	کیا مستحکم اپنی ضرورت کے لیے مسجد کے دروازے.....
۲۸۷	جو شخص مالدار کو مہلت دے	۲۵۷	اعتکاف نبوی کا بیان
۲۸۸	جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی.....	۲۵۸	کیا مستحکم عورت اعتکاف کر سکتی ہے؟
۲۸۸	جب خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں صاف.....	۲۵۹	عورت اعتکاف کی حالت میں.....
۲۹۰	مختلف قسم کی بھجور ملا کر بیچنا.....	۲۶۰	اعتکاف والا اپنے اوپر سے کسی بدگمانی.....
۲۹۰	گوشت بیچنے والے	۲۶۱	اعتکاف سے صبح کے وقت باہر آنا
۲۹۱	بیچنے میں جھوٹ بولنے اور.....	۲۶۲	شوال میں اعتکاف کرنے کا بیان
۲۹۱	سود کی ندمت کا بیان	۲۶۲	اعتکاف کے لئے روزہ ضروری نہ ہونا
۲۹۲	سود کھانے والا اور اس پر گواہ.....	۲۶۳	اگر کسی نے جاہلیت میں اعتکاف کی نذرمانی.....
۲۹۳	سود کھلانے والے گناہ	۲۶۳	رمضان کے درمیانی عشرہ میں.....
۲۹۳	اللہ سود کو مٹا دیتا ہے.....	۲۶۴	اعتکاف کا قصد کیا لیکن پھر.....
۲۹۵	خرید و فروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے	۲۶۵	اعتکاف والا سردھونے کے لئے.....
۲۹۶	سناروں کا بیان		
۲۹۷	کارگیروں اور لوہاروں کا بیان		
۲۹۸	درزی کا بیان	۲۶۶	سورہ جمعہ کی ایک آیت کی تشریح
۲۹۹	کپڑا بننے والے کا بیان	۲۷۱	حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی.....
۳۰۰	بڑھئی کا بیان	۲۷۲	ملتی جلتی چیزیں یعنی شبہ والے.....
۳۰۱	اپنی ضرورت کی چیزیں ہر آدمی خود.....	۲۷۵	مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا.....
۳۰۲	چوپایہ جانوروں کی تجارت	۲۷۶	دل میں وسوسہ آنے سے شبہ نہ کرنا چاہئے
۳۰۳	جاہلیت کے بازاروں کا بیان	۲۷۷	سورہ جمعہ میں فرمان الہی
۳۰۴	پیار یا خارشیا اونٹ خریدنا	۲۷۸	جور و پیہ کمانے میں حلال یا حرام کی پرواہ نہ کرے.....
۳۰۵	جب مسلمانوں میں آپس میں فساد نہ ہو.....	۲۷۸	خشکی میں تجارت کرنے کا بیان
۳۰۵	عطر بیچنے والوں اور مشک بیچنے کا بیان	۲۸۰	تجارت کے لیے گھرے باہر نکلنا
۳۰۶	بچھانگانے والے کا بیان	۲۸۰	سمندر میں تجارت کرنے کا بیان

کتاب البیوع

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴۲	اگر کسی نے بیع میں ناجائز شرطیں لگائیں	۳۰۷	ان چیزوں کی سوداگری جن کا بیعتنا.....
۳۴۳	کھجور کو کھجور کے بدلے میں بیچنا	۳۰۸	سامان کے مالک کو قیمت کہنے کا زیادہ حق ہے
۳۴۳	منقح کو منقح کے اور اناج کو اناج کے بدلے بیچنا	۳۰۹	اگر بائع یا مشتری.....
۳۴۴	جو کے بدلے جو کی بیع کا.....	۳۱۰	جب تک خریدنے اور بیچنے والے جدا.....
۳۴۵	سونے کو سونے کے بدلے میں بیچنا	۳۱۵	خرید و فروخت میں دھوکہ دینا مکروہ ہے
۳۴۵	چاندی کو چاندی کے بدلے میں بیچنا	۳۱۵	بازاروں کا بیان
۳۴۶	اشرفی کو اشرفی کے بدلے ادھار بیچنا	۳۱۸	بازار میں شور و غل جمانا مکروہ ہے
۳۴۸	چاندی کو سونے کے بدلے ادھار بیچنا	۳۱۹	ناپ تول کرنیوالے کی مزدوری.....
۳۴۹	بیع مزایہ کا بیان	۳۲۱	اناج کا ناپ تول کرنا مستحب ہے
۳۵۲	درخت پر پھل سونے اور چاندی کے بدلے بیچنا	۳۲۱	نبی کریم ﷺ کے صاع اور مد کی برکت کا بیان
۳۵۳	عریہ کی تفسیر کا بیان	۳۲۲	اناج کا بیچنا اور احتکار کرنا
۳۵۵	پھلوں کی پختگی معلوم ہونے سے پہلے.....	۳۲۳	غلہ کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے.....
۳۵۷	جب تک کھجور پختہ نہ ہو.....	۳۲۵	جو شخص غلہ کا ڈھیر.....
۳۵۸	اگر کسی نے پختہ ہونے سے پہلے ہی.....	۳۲۵	اگر کسی شخص نے کچھ اسباب یا.....
۳۵۹	اناج ادھار خریدنا	۳۲۶	کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی.....
۳۵۹	اگر کوئی شخص خراب کھجور کے بدلے میں اچھی کھجور.....	۳۲۸	نیلام کرنے کا بیان
۳۶۰	جس نے بیوند لگائی ہوئی کھجوریں.....	۳۲۹	بخش یعنی دھوکہ دینے کے لئے قیمت بڑھانا.....
۳۶۲	کھیتی کا اناج جو ابھی درختوں پر ہو.....	۳۳۰	دھوکے کی بیع اور حمل کی بیع.....
۳۶۲	کھجور کے درخت کو جڑ سمیت بیچنا	۳۳۰	بیع ملامتہ کا بیان
۳۶۲	بیع حاضرہ کا بیان	۳۳۱	بیع منابذہ کا بیان
۳۶۳	کھجور کا گابھا بیچنا	۳۳۲	اونٹ یا بکری یا گائے کے تھن میں.....
۳۶۳	خرید و فروخت و اجارے میں.....	۳۳۳	خریدار اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے.....
۳۶۶	ایک صاحبی اپنا حصہ.....	۳۳۴	زانی غلام کی بیع کا بیان
۳۶۷	زمین مکان اسباب کا حصہ.....	۳۳۵	عورتوں سے خرید و فروخت کرنا
۳۶۷	کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لئے.....	۳۳۷	کیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا.....
۳۶۹	مشرکوں اور حربی کافروں کے ساتھ.....	۳۳۸	جنہوں نے اسے مکروہ رکھا.....
۳۷۰	حربی کافر سے غلام لونڈی خریدنا.....	۳۳۸	اس بیان میں کہ کوئی بستی والا.....
۳۷۶	دباغت سے پہلے مردار کی کھال.....	۳۳۹	پہلے سے آگے جا کر.....
۳۷۷	سور کا مار ڈالنا	۳۴۱	قافلے سے کتنی دور آگے جا کر.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰۵	چند قیراط کی مزدوری پر بکریاں چرانا	۳۷۹	مردار کی چربی گلانا.....
۳۰۶	جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے.....	۳۸۰	غیر جاندار چیزوں کی تصویر.....
۳۰۸	کوئی شخص کسی مزدور کو.....	۳۸۱	شراب کی تجارت کرنا حرام ہے
۳۱۰	جہاد میں کسی کو مزدور کر کے لے جانا	۳۸۱	آزاد شخص کو بیچنا کیسا گناہ ہے؟
۳۱۱	ایک شخص کو ایک میعاد کے لئے.....	۳۸۱	یہودیوں کو جلا وطن کرتے وقت.....
۳۱۱	اگر کوئی شخص کسی کو.....	۳۸۲	غلام کے بدلے غلام اور.....
۳۱۲	آدھ دن کے لئے مزدور لگانا	۳۸۳	لوٹڈی غلام بیچنا
۳۱۳	عصر کی نماز تک مزدور لگانا	۳۸۳	مدبر کا بیچنا
۳۱۵	اس امر کا بیان کہ مزدور کی مزدوری مار لینے کا گناہ.....	۳۸۵	اگر کوئی لوٹڈی خریدے.....
۳۱۶	عصر سے لے کر رات تک مزدوری کرانا	۳۸۷	مردار اور بتوں کا بیچنا
۳۱۷	اگر کسی نے کوئی مزدور کیا.....	۳۸۹	کتے کی قیمت کے بارے میں
۳۱۹	جس نے اپنی پیٹھ پر بوجھ.....		
۳۲۰	دلالت کی اجرت لینا		کتاب السلم
۳۲۱	کیا کوئی مسلمان دار الحرب میں.....	۳۹۰	ماپ مقرر کر کے سلم کرنا
۳۲۲	سورۃ فاتحہ پڑھ کر.....	۳۹۱	بیع سلم مقررہ وزن کے ساتھ جائز ہے
۳۲۶	غلام اور لوٹڈی پر روزانہ.....	۳۹۳	اس شخص سے سلم کرنا.....
۳۲۶	پچھتا لگانے والے کی اجرت	۳۹۵	درخت پر جو کھجور لگی ہوئی ہو.....
۳۲۷	اس کے متعلق جس نے کسی غلام کے مالکوں سے.....	۳۹۶	سلم یا قرض میں ضمانت دینا
۳۲۷	رٹڈی اور فاحشہ لوٹڈی.....	۳۹۶	بیع سلم میں گروی رکھنا
۳۲۸	زکی جفتی پر اجرت لینا	۳۹۷	سلم میں میعاد معین ہونی چاہئے
۳۲۸	اگر کوئی زمین کو ٹھیکہ پر لے.....	۳۹۹	بیع سلم میں یہ میعاد لگانا.....
	کتاب الحوات		کتاب الشفعة
۳۳۰	حوالہ یعنی قرض کو.....	۳۹۹	شفعہ کا حق اس جائیداد میں.....
۳۳۱	جب قرض کسی مالدار کے حوالہ.....	۴۰۰	شفعہ کا حق رکھنے والے.....
۳۳۱	اگر کسی میت کا قرض.....	۴۰۱	کون پڑوسی زیادہ حق دار ہے
	کتاب الکفالة		کتاب الاجارة
۳۳۳	قرضوں وغیرہ کی حاضر ضمانت.....	۴۰۲	کسی بھی نیک مرد کو مزدوری.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	کتاب الشركة	۵۷۳	ظالم کو معاف کر دینا
		۵۷۳	ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے
۶۰۳	کھانے اور سفر خرچ اور اسباب میں شرکت.....	۵۷۴	مظلوم کی بددعا سے بچنا.....
۶۰۶	جو مال دوساٹھیوں کے ساتھ کا ہو.....	۵۷۴	اگر کسی شخص نے دوسرے پر.....
۶۰۶	بکریوں کا پاشنا	۵۷۵	جب کسی ظلم کو معاف کر دیا
۶۰۷	دو دو کھجوریں ملا کر کھانا.....	۵۷۶	اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اجازت دے.....
		۵۷۶	اس شخص کا گناہ جس نے کسی کی زمین.....
		۵۷۸	جب کوئی شخص کسی دوسرے کو.....
		۵۷۹	ایک آیت کی تفسیر
		۵۷۹	اس شخص کا گناہ جو جان بوجھ کر.....
		۵۸۰	اس شخص کا بیان کہ جب اس نے جھگڑا.....
		۵۸۱	مظلوم کو اگر ظالم کا مال.....
		۵۸۳	چوپالوں کے بارے میں
		۵۸۳	کوئی شخص اپنے پڑوسی کو
		۵۸۴	راستے میں شراب کا بہا دینا
		۵۸۵	گھروں کے صحن کا بیان
		۵۸۶	راستوں میں کنواں بنانا.....
		۵۸۷	راستے میں سے تکلیف.....
		۵۸۷	اونچے اور پست بالا خانوں.....
		۵۹۳	مسجد کے دروازے پر.....
		۵۹۳	کسی قوم کی کوڑی کے پاس ٹھہرنا.....
		۵۹۵	اس کا ثواب جس نے شاخ یا.....
		۵۹۵	اگر عام راستے میں اختلاف ہو.....
		۵۹۶	مالک کی اجازت کے بغیر.....
		۵۹۷	صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا مارنا
		۵۹۸	کیا کوئی ایسا ملک توڑا جاسکتا ہے
		۵۹۹	جو شخص اپنا مال بچانے کے لئے لڑے
		۶۰۰	جس کسی شخص نے کسی دوسرے.....
		۶۰۱	اگر کسی نے کسی کی دیوار.....

فہرست تشریحی مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۰	تقلید کے لغوی معنی کا بیان	۱۹	تقریظ از مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ
۵۳	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حجاج بن یوسف	۲۰	تقریظ از امام حرم شیخ عبداللہ بن سبیل حفظہ اللہ
۵۳	گائے کی قربانی کے لے ملک کے قانون کا یاد رکھنا.....	۲۱	منی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نماز قصر.....
۵۳	بغیر اجازت کے قربانی جائز نہیں	۲۲	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے اظہار تاسف
۵۶	شینخین کے نزدیک کسی صحابی کا کام مرفوع کے حکم میں ہے	۲۳	عرفہ کے دن روزہ پر ضروری.....
۵۸	چرم قربانی غریب طلباء اسلامیہ کا حق ہے	۲۴	حجاج بن یوسف پر ایک اشارہ
۶۲	یوم النحر میں حاجی کو چار کام کرنے ضروری ہیں	۲۶	علمائے کرام کی خدمت میں ایک ضروری اپیل
۶۲	مفتیان اسلام سے ایک گزارش	۲۷	قریش کے ایک غلط رواج کا بیان
۶۴	محققین کے لئے نگراردعا کا سبب	۲۸	میدان عرفات کی تشریح
۶۵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک تفصیلی بیان	۳۳	حضرت شاہ ولی اللہ کا ایک فلسفیانہ بیان
۷۱	حج کا مقصد عظیم	۳۴	دین میں ایک اصل الاصول کا بیان
۷۱	اللہ کے لئے جہت فوق اور استوی علی العرش ثابت ہے	۳۵	عورتوں اور بچوں کے لئے ایک خاص رعایت کا بیان
۷۳	حج اکبر اور حج اصغر کا بیان	۳۶	حنفیہ اور جمہور علماء کا ایک اختلافی مسئلہ
۷۵	امرائے جور کی اطاعت کا بیان	۳۸	شمیر پہاڑ کا بیان
۷۸	حجاج بن یوسف کے بارے میں	۴۰	تقلید شخصی کا مرض یہودیوں میں پیدا ہوا تھا
۸۰	ناقدین امام بخاریؒ پر ایک بیان	۴۱	ایک قرآنی آیت کی تفسیر
۸۱	حکمت رمی جمار پر ایک بیان	۴۲	زمانہ جاہلیت کے غلط طریقوں کا بیان
۸۳	مقلدین جامدین پر ایک بیان	۴۳	طواف کرتے وقت رٹل کرنے کی حکمت
۸۳	منکرین حدیث کی تردید	۴۵	اشعار اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
۹۰	عہد جاہلیت کی تجارتی منڈیاں	۴۶	تقلید جامد پر کچھ اشارات
۹۱	متنعم سے عمرہ کا احرام	۴۹	حنفیہ کی ایک بہت کمزور دلیل کا بیان
۹۳	حضرت عبداللہ بن مبارک کے کچھ حالات	۴۹	حضرت امام بخاریؒ مجتہد مطلق تھے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۷	شہادت حضرت فاروق اعظم	۱۰۶	حاجیوں کے لئے پھول ہار جاز نہیں
۱۶۸	راقم الحروف اور حاضری مدینہ	۱۰۶	فتح مکہ پر آپ کا مکہ میں شاندار داخلہ
۱۶۸	صوم کے لغوی معانی	۱۰۸	وطن سے محبت شروع ہے
۱۷۳	فضیلت سید ابو بکر صدیق	۱۰۹	آیت شریفہ واتوا للیوت من ابوابہا کی تشریح
۱۷۳	فضیلت رمضان کا فلسفہ	۱۰۹	سفر نمونہ ستر کیوں ہے
۱۷۸	مروجہ تقویم پر احکام شرعی جاری نہیں ہو سکتے	۱۱۳	حالات حضرت محمد بن شہاب زہری
۱۷۹	شہرہ عید لاینقصان کا مطلب	۱۲۰	امام بخاری کی نظر بصیرت کا ایک نمونہ
۱۸۳	نماز فجر کو اول وقت ادا کرنا ہی مسنون ہے	۱۲۵	حضرت امام تاج کے حالات
۱۸۵	حضرت قتادہ کے مختصر حالات	۱۲۸	پانچ موذی جانوروں کے قتل کا حکم کیوں ہے؟
۱۸۹	شریعت ایک آسان جامع قانون ہے	۱۳۰	حالات زندگی حضرت عبداللہ بن زبیر
۱۹۸	روزہ افطار کرنے کی دعا	۱۳۲	مکہ مبارکہ پر ایک علمی مقالہ
۲۰۲	حالات طاؤس بن کیسان	۱۳۲	مکہ تورات کی روشنی میں
۲۰۵	عبادت پر ایک ولی اللہی مقالہ	۱۳۶	حج میں عورتوں کو منہ پر نقاب ڈالنا منع ہے
۲۰۷	حالات حضرت سفیان بن عیینہ	۱۳۷	اونٹ یاریستان کا جہاز
۲۰۹	حالات حضرت مسدود بن مسرہد	۱۳۸	مناظرات صحابہؓ پر ایک روشنی
۲۱۰	روزہ جلد کھولنے کی تشریح	۱۴۱	ابن نطل مردود کا بیان
۲۱۰	شیعہ حضرات کی ایک غلطی کی نشاندہی	۱۴۵	زندہ معذور کی طرف سے حج بدل کا بیان
۲۱۲	بچوں کو عادت ڈالنے کے لئے روزہ رکھوانا	۱۴۷	عورتیں مجاہدین کے ساتھ جاسکتی ہیں
۲۱۳	حضرت عمرؓ کا ایک شرابی حد لگانا	۱۴۸	رمضان میں عمرے کا بیان
۲۱۴	صوم وصال کا بیان	۱۵۲	مدینہ الرسول کے کچھ تاریخی حالات
۲۱۵	ایک معجزہ نبوی کا بیان	۱۵۲	مدینہ شریف کی وجہ تسمیہ
۲۱۶	نفل روزہ کی قضا کا بیان	۱۵۳	بیشرب میں اسلام کیونکر پہنچا
۲۱۷	عبادت الہی کے متعلق کچھ غلط تصورات	۱۵۴	حرم مدینہ شریف کا
۲۱۸	ماہ شعبان کی وجہ تسمیہ	۱۵۵	حرم نبوی کا بیان
۲۲۱	صوم الدہر کے متعلق تفصیلات	۱۵۶	گنبد خضراء کے حالات
۲۲۲	روزہ رکھنے اور ختم قرآن کے بارہ میں	۱۵۷	حالات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
۲۲۵	صوم داؤدی کی تفصیلات	۱۵۷	ذکر خیر حکومت سعودیہ عربیہ
۲۲۶	ایام بیض کی تفصیلات	۱۶۲	دجال ملعون کا بیان
۲۲۷	دعائے نبوی کی ایک برکت کا بیان	۱۶۶	وطنی محبت میں حضرت بلالؓ کے اشعار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۷۸	شان نزول آیت و اذار او تجارة.....	۲۲۸	جمع کے دن روزہ رکھنے کی تفصیلات
۲۷۹	سونے چاندی کی تجارت کے متعلق	۲۲۹	بعض لوگوں کی ایک غلط عادت کی اصلاح
۲۸۳	غیر مسلموں سے لین دین جائز ہے	۲۳۳	تین اہم ترین چیزوں کا بیان
۲۸۳	افضل کسب کون سا ہے	۲۳۳	قبور صالحین کی طرف شد رحال حرام ہے
۲۹۰	سودا گروں کو ضروری ہدایات	۲۳۵	منتہی کاروزہ
۲۹۲	سود خوروں کا عمر تاک انجام	۲۳۷	حضرت امیر معاویہ کا ایک خطبہ
۲۹۶	امام زین العابدین کا ذکر خیر	۲۳۲	لفظ تراویح کی تشریح
۲۹۸	حالات خباب بن ارت رضی اللہ عنہ	۲۳۲	عجیب دلیری
۲۹۹	محبوب ترین سبزی کدو اور اس کے خصائص	۲۳۲	تفہیم البخاری دیوبند کا آٹھ رکعات تراویح پر تبصرہ
۳۰۱	ایک عظیم معجزہ نبوی کا بیان	۲۳۳	تراویح میں رکعات والی روایت کی حقیقت
۳۰۳	آیت قرآنی فشار ہون شرب الیہم کی تفسیر	۲۳۳	فیصلہ از قلم علمائے احناف
۳۰۳	ہدایت برائے تاجران صالحین	۲۳۵	خوابوں کی قدر و منزلت کا بیان
۳۰۶	مشک کی تجارت اور اس کی تمثیل	۲۳۶	وجود لیلۃ القدر برحق ہے
۳۰۷	عورتوں کے مکروہ لباس کا بیان	۲۳۷	دلائل وجود لیلۃ القدر
۳۱۰	باع و مشتری کے معاملہ پر ایک مفصل مقالہ	۲۵۲	اعتکاب کا تفصیلی بیان -
۳۱۰	حالات حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ	۲۵۶	اعتکاف کے متعلق ضروری مسائل
۳۱۶	تمدنی ترقیات کے لئے اسلام ہمت افزائی کرتا ہے	۲۵۷	کسی بھی بدگمانی کا ازالہ ضروری ہے
۳۱۹	بازاروں میں آنے جانے کے آداب	۲۶۰	ایک حدیث کے تفصیلی فوائد
۳۲۲	برکات مدینہ کے لئے دعائے نبوی	۲۶۳	اعتکاف سنت مؤکدہ ہے
۳۲۲	احکام پر تفصیلی مقالہ	۲۶۶	تشریح لفظ بیوع
۳۲۸	نیلام کرنا جائز ہے	۲۶۶	فضائل تجارت
۳۲۹	دھوکہ کی بیع اور اس کی تفصیلات	۲۶۸	قریش تجارت پیشہ تھے
۳۳۲	بیع مصراۃ کی وضاحت	۲۶۸	فضائل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۳۳	کیا حضرت ابو ہریرہ فقیر نہ تھے	۲۷۰	مدینہ کے ایک رئیس التجار صحابی
۳۳۱	بیع پر بیع کا مطلب؟	۲۷۲	لفظ چراگاہ پر ایک تشریح
۳۳۵	ہادوہاء کی لغوی تحقیق	۲۷۲	شبہ کی ایک مثال
۳۳۷	حدیث کے مقابلہ پر رائے قیاس کا چھوڑنا	۲۷۴	الولد للفراش کی وضاحت
۳۳۹	بیع محافلہ کی وضاحت	۲۷۵	شکاری کتے کے بارے میں تفصیلات
۳۵۰	بیع مزایہ کی تشریح	۲۷۶	لفظ وروع پر تفصیلی مقالہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹۷	حالات امام حسن بصریؒ	۳۵۲	بیچ عریا کے بارے میں اہل کوفہ کا مذہب
۳۹۹	شفعہ کی تفصیلات	۳۵۵	بیچ عریا کے بارے میں
۴۰۳	بہ سلسلہ اجارہ حضرت موسیٰ کا ذکر خیر	۳۵۷	”زہو“ کی وضاحت
۴۰۴	دختر حضرت شعیبؑ کا ذکر خیر	۳۵۹	ضرورت کے وقت کوئی چیز گروی رکھنا
۴۰۵	بکریاں چرا کر کوئی مذموم کا نہیں بلکہ سنت انبیاء ہے	۳۶۱	بچوں کا پونڈی بنانا
۴۰۵	وادئ مٹی کی یاد از مترجم	۳۶۶	شفعہ کا بیان
۴۰۷	حضرت علیؑ نے ایک غیر مسلمہ کی مزدوری کی	۳۷۰	حضرت سلمانؓ اور عمارؓ کے کچھ حالات
۴۰۹	جبل ثور کا ذکر اور غار ثور پر حاضری	۳۷۱	حضرت صہیبؓ بن سنان کے حالات
۴۱۱	غزوہ تبوک کا ایک ذکر	۳۷۱	حضرت بلالؓ کے حالات
۴۱۲	حضرت موسیٰ اور حضرت کا ذکر خیر	۳۷۳	حضرت ابراہیمؑ کا سفر کنعان
۴۱۳	نماز عصر کا ایک ضمنی ذکر	۳۷۳	حضرت ہاجرہ لونڈی نہیں تھیں
۴۱۴	اہل بدعت کی افراط تفریط کا بیان	۳۷۴	یہود کے قول باطل کی خود تورات سے تردید
۴۱۵	تین مجرموں کا بیان	۳۷۴	”ہبہ“ کے بارے میں کچھ تفصیلات
۴۱۷	چودھویں صدی کا ایک ذکر	۳۷۶	صہیبؓ رومی کا کچھ ذکر خیر
۴۱۹	وسیلہ کا بیان	۳۷۷	حضرت عیسیٰؑ کا قرب قیامت نازل ہونا
۴۲۱	ناچیز مترجم اصحاب صفہ کے چہوتہ پر	۳۷۸	حیات عیسیٰؑ پر ایک مفصل مقالہ
۴۲۴	سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا	۳۸۰	کتاب الخلیل کی یاد دہانی
۴۲۵	مردجہ تعویذ گنڈوں کی تردید	۳۸۳	حالات حضرت وجیہ کلبیؑ
۴۳۲	مقروض میت کی نماز جنازہ نہیں جب تک.....	۳۸۶	ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کے حالات
۴۳۳	بدعات مردجہ کی تردید	۳۸۸	حرمت خمر وغیرہ پر ایک ولی الی مقالہ
۴۳۷	ایک اسرائیلی امانتدار کا ذکر خیر	۳۹۰	بیچ مسلم کی تعریف
۴۳۷	توکل علی اللہ کی ایک اہم منزل	۳۹۲	حالات حضرت دکنج بن جراحؓ
۴۳۹	عربوں کا ایک جاہلی دستور اور اس کی تردید	۳۹۳	حالات حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ
۴۳۹	مواخاتہ تاریخ اسلامی کا ایک شاندار واقعہ	۳۹۳	حالات امام شعیبؑ کوئی
۴۴۵	صدیق اکبرؓ مالک ابن دغنے کی پناہ میں	۳۹۴	مزید وضاحت بیچ مسلم
۴۴۵	واقعہ ہجرت سے متعلق	۳۹۴	لفظ انباط کی تحقیق
۴۴۹	امیہ بن خلف کافر کے قتل کا واقعہ	۳۹۵	اگر مطلق کھجور میں کوئی مسلم کرے
۴۵۱	عورت کا بیچ	۳۹۷	کھیت کے غلہ میں مسلم کرنا
۴۵۱	سلسلہ پہاڑی کی یاد از مترجم	۳۹۷	شافیہ کی تردید

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲۶	قرضہ ادا کرنے کی فکر ضروری ہے	۴۵۵	غزوہ حنین کا ایک بیان
۵۲۶	قرضہ لے کر خیرات کرنا	۴۵۷	فوائد حدیث جابر رضی اللہ عنہ
۵۲۷	ایک مالدار کی ایک موجب مغفرت نیکی	۴۶۲	حضرت ابو ہریرہؓ اور شیطان کا واقعہ
۵۳۰	ایک معجزہ نبوی کا بیان	۴۶۶	حالات حضرت عائشہ صدیقہؓ
۵۳۲	اسلامی حکومت ہی حقیقی جمہوریت ہے	۴۶۸	زراعت کے فضائل کا بیان
۵۳۷	حلال مال بڑی اہمیت رکھتا ہے	۴۷۰	تطبیق درمدح و ذم زراعت
۵۳۸	مال برباد کرنے کا مطلب	۴۷۲	شکار کے لئے کتابا لانا جائز ہے
۵۳۹	ایک حدیث بابت تمدنی اصل الاصول	۴۷۴	ایک بیل کے گفتگو کرنے کا بیان
۵۴۰	متعصب مقلدین کو نصیحت	۴۷۴	ایک بھیڑیے کے گفتگو کرنے کا بیان
۵۴۲	فضیلت انبیاء پر ایک نوٹ	۴۷۵	ترغیب تجارت
۵۴۳	ایک یہودی ڈاکو کا واقعہ	۴۸۵	بجز زمینوں کو آباد کرنا
۵۴۴	خیرات کب بہتر ہے	۴۸۸	یہود خیبر سے معاملہ اراضی کا بیان
۵۴۶	احترام عدالت کا بیان	۴۸۹	بیانی پر زراعت کرانے کا بیان
۵۴۸	قرات سبعہ پر ایک اشارہ	۴۹۵	مساقاة اور مزراعہ کا فرق
۵۵۰	ایک رئیس عرب کا اسلام قبول کرنا	۴۹۶	بزرگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۵۲	کوفہ کی وجہ تسمیہ	۴۹۷	پانی بھی تقسیم اور ہبہ کیا جاسکتا ہے
۵۵۴	لفظ لفظ کی تشریح	۵۰۰	تین لعنتی شخصوں کی تفصیل
۵۵۵	لفظ کی مزید تفصیلات	۵۰۲	تردید رائے اور قیاس و تقلید جامد
۵۷۱	ظالم کی مدد کس طور پر کرنی چاہئے	۵۰۲	حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری کا جھگڑا
۵۷۲	کاش ہر مسلمان اس حدیث کو یاد رکھے	۵۰۴	پیاسے کتے کو پانی پلانے کا ثواب
۵۷۷	کسی کو زمین ناحق دبا لینے کا گناہ	۵۰۵	ایک لطفہ بابت ترجمہ حدیث
۵۷۷	زمینیں بھی سات ہیں	۵۰۷	چاہے زمین کے بارے میں ایک حدیث
۵۸۰	علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے	۵۱۰	لکڑی اور گھاس بیچنا
۵۸۲	ایک حدیث کی علمی توجیہات	۵۱۲	حضرت امیر حمزہؓ کے بارے میں ایک بیان
۵۸۳	واقعہ سفینہ بنو ساعدہ	۵۱۳	فالٹو زمین پبلک میں تقسیم ہوگی
۵۸۶	آداب الطریق منظوم	۵۱۴	ہندوستان میں شاہان اسلام کے عطایا
۵۸۷	ترقی مدینہ زمانہ سعودی میں		تشریحات مفیدہ از مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈا
۵۹۲	ایک ایمان افروز تقریر	۵۱۶	انگری
۵۹۶	اسلام میں لوٹ مار کی مذمت	۵۲۴	سود لینا دینا حرام ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
		۵۹۷	صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا مارنا
		۵۹۸	نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت احادیث صحیحہ کی روشنی میں
		۵۹۸	گدھے کی گوشت کی حرمت
		۵۹۹	خانہ کعبہ کے چاروں طرف ۳۶۰ بت تھے
		۶۰۱	بنی اسرائیل کے ایک بزرگ جرتن کا بیان
		۶۰۲	والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کا بیان
		۶۰۵	ایک اہم معجزہ نبوی کا بیان
		۶۰۷	اکفست کا غلط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساتواں پارہ

باب منیٰ میں نماز پڑھنے کا بیان

(۱۶۵۵) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر نے اپنے باپ سے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ نے منیٰ میں دو رکعات پڑھیں اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کرتے رہے اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی خلافت کے شروع ایام میں (دو) ہی رکعت پڑھتے تھے۔

۸۴- بَابُ الصَّلَاةِ بِمَنَى

۱۶۵۵- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: اَخْبَرَنِي عَبِيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيهِ قَالَ: ((صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ وَاَبُو بَكْرٍ وَعَمْرُو وَعُمَرَانُ صَدْرًا مِنْ جِلَالَتِهِ)).

[راجع: ۱۰۸۲]

باب کا مطلب یہ کہ منیٰ میں بھی نماز قصر کرنی چاہئے۔ یہ باب صحیح ان احادیث کے پیچھے بھی گذر چکا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے چھ سال منیٰ میں نماز پوری پڑھی۔ لیکن دوسرے صحابہ نے ان کا یہ فعل خلاف سنت سمجھا۔ حضرت عثمان کے پوری پڑھنے کی بہت سی وجوہ بیان کی گئی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ سفر میں قصر کرنا اور پوری نماز پڑھنا ہر دو امر جائز جانتے تھے، اس لئے آپ نے جواز پر عمل کیا۔ منیٰ کی وجہ تسمیہ اور اس کا پورا بیان پہلے گذر چکا ہے۔

(۱۶۵۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابو اسحاق ہمدانی سے بیان کیا اور ان سے حارث بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں ہمیں دو رکعات پڑھائیں، ہمارا شمار اس وقت سب وقتوں سے زیادہ تھا اور ہم اتنے بے ڈر کسی وقت میں نہ تھے (اس کے باوجود ہم کو نماز قصر پڑھائی)

۱۶۵۶- حَدَّثَنَا اَدَمُ بْنُ اَبِيْ اَيَّاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيَّ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخَزَاعِمِيِّ قَالَ: ((صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ اَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُ وَاَمْنُهُ - بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ)). [راجع: ۱۰۸۳]

(۱۶۵۷) ہم سے قیسہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے عبد الرحمن بن یزید نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان

۱۶۵۷- حَدَّثَنَا قَيْصَةُ بْنُ عَقْبَةَ حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ

کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت پڑھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت، لیکن پھر ان کے بعد تم میں اختلاف ہو گیا تو کاش ان چار رکعتوں کے بدلے مجھ کو دو رکعات ہی نصیب ہو تیں جو (اللہ کے ہاں) قبول ہو جائیں۔

عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَكَعَتَيْنِ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَكَعَتَيْنِ، وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمْ الطَّرِيقُ، فَمَا لَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ مُتَقَبَّلَاتٍ)). [راجع: ۱۰۸۴]

تشریح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطور اظہار ناراضگی فرمایا کہ کاش میری دو رکعات ہی اللہ کے ہاں قبول ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے فروع اور اجتہادی اختلاف کی بنا پر کسی کو بھی مورد طعن نہیں بنایا جا سکتا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے کچھ مصلح ہوں گے جن کی بنا پر انہوں نے ایسا کیا ورنہ شروع خلافت میں وہ بھی قصر ہی کیا کرتے تھے۔ قصر کرنا بہر حال اولیٰ ہے کہ یہ رسول کریم ﷺ کی سنت ہے، آپ کی سنت ہر حال میں مقدم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ارشاد کے فیالبت حظی من اربع رکعات متقبلتان کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں والذی یظہر انه قال ذالک علی سبیل التفویض الی اللہ لعدم اطلاعه علی الغیب و هل یقبل اللہ صلواتہ ام لا فتمنی ان یقبل منه من الاربع التی یصلیہا رکعات و لو یقبل الزائد و هو یشرع بان المسافر عندہ مخیر بین القصر والاتمام والرکعتان لا بد منهما و مع ذالک فکان یخاف ان لا یقبل منه شیء فحاصله انه قال انما اتم متابعة لعثمان و لیت اللہ قبل منی رکعتین من الاربع یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا یہ آپ نے اپنا عمل اللہ کو سونپا اس لئے کہ آپ کو غیب پر اطلاع نہ تھی کہ اللہ پاک آپ کی نماز قبول کرتا ہے یا نہیں، اس لئے تمنا فرمائی کہ کاش اللہ میری چار رکعات میں سے دو رکعات کو قبول فرما لے اگرچہ وہ زائد رکعات کو قبول نہ فرمائے اور یہ اس لئے بھی کہ مسافر کو نماز پوری کرنے اور قصر کرنے کا آپ کے نزدیک اختیار تھا اور دو رکعات کے بغیر تو گزارہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ ڈرتے تھے کہ شاید کچھ بھی قبول نہ ہو پس حاصل بحث یہ کہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی متابعت میں نماز کو پورا فرمایا اور یہ کہا کہ کاش اللہ پاک ان چار رکعات میں سے میری دو رکعات ہی کو قبول فرما لے۔ اللہ والوں کی یہی شان ہے کہ وہ کچھ نیکی کریں کتنے ہی تقویٰ شعار ہوں مگر پھر بھی ان کو یہی خطرہ لاحق رہتا ہے کہ ان کی نیکیاں دربار الہی میں قبول ہوتی ہیں یا رد ہو جاتی ہیں۔ ایسے اللہ والے آج کل عقائد ہیں جب کہ اکثریت ریا کاروں بظاہر تقویٰ شعاروں و بیاطن دنیا داروں کی رہ گئی ہے۔

باب عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان

۸۵- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

(۱۶۵۸) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا اور ان سے سالم ابو النصر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ام فضل کے غلام عمیر سے سنا، انہوں نے ام فضل رضی اللہ عنہا سے کہ عرفہ کے دن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا، اس لئے میں نے آپ کے پینے کو کچھ بھیجا جسے آپ نے پی لیا۔

۱۶۵۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ : سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ ((شَكَ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ)).

[أطرافه في : ۱۶۶۱، ۱۹۸۸، ۵۶۰۴،

تَشْرِیح عرفہ کا روزہ بہت ہی بڑا وسیلہ ثواب ہے دوسری احادیث میں اس کے فضائل مذکور ہیں۔ حدیث مذکورہ ام الفضل کے ذیل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ فرماتے ہیں قال الحافظ قوله فی صیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا یشر بان صوم یوم عرفة کان معروفا عندهم معتادا لهم فی الحضر وکان من حزم به بانہ صائم استند الی ما لفہ من العبادة و من حزم بانہ غیر صائم قامت عنده قرینة کونه مسافرا وقد عرف نهبه عن صوم الفرض فی السفر فضلا من النفل (مرعاة) لوگوں میں رسول کریم ﷺ کے روزہ کے متعلق اختلاف ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ ان دنوں ان کے ہاں معروف تھا اور حضر میں اسے بطور عادت سب رکھا کرتے تھے، اس لئے جن لوگوں کو آپ کے روزہ دار ہونے کا یقین ہوا وہ اس بنا پر کہ وہ آنحضرت ﷺ کی عبادت گزاری کی الفت سے واقف تھے اور جن کو نہ رکھنے کا خیال ہوا وہ اس بنا پر کہ آپ مسافر تھے اور یہ بھی مشہور تھا کہ آپ نے سفر میں ایک دفعہ فرض روزہ ہی سے منع فرمایا تھا تو نفل کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اس روایت میں دودھ بھیجنے والی حضرت ام الفضل بتلائی گئی ہیں مگر مسلم شریف کی روایت میں حضرت میمونہ کا ذکر ہے کہ دودھ انہوں نے بھیجا تھا۔ اس پر حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں فیحتمل التعدد و یحتمل انہما ارسلتا معا ففسد ذالک الی کل منہما لانہما کانتا احتین و نکون میمونہ ارسلت بسؤال ام الفضل لہا فی ذالک لکشف الحال فی ذالک و یحتمل العکس (مرعاة) یعنی احتمال ہے کہ ہردو نے الگ الگ دودھ بھیجا ہو اور یہ ہر ایک کی طرف منسوب ہو گیا اس لئے بھی کہ وہ دونوں بمن تھیں اور میمونہ نے اس وقت بھیجا ہو جب کہ ام الفضل نے ان سے تحقیق حال کا سوال کیا اور اس کا عکس بھی محتمل ہے اور دودھ اس لئے بھیجا گیا کہ یہ غذا اور پانی ہردو کا کام دیتا ہے، اسی لئے کھانا کھانے پر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللہم بارک لی فیہ واطعمنی خیرا منہ یا اللہ! مجھ کو اس میں برکت بخش اور اس سے بھی بہتر کھلاؤ اور دودھ پی کر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللہم بارک لی فیہ و رزقنی منہ (یا اللہ! مجھے اس میں برکت عطا فرما اور مجھے زیادہ نصیب فرماؤ۔) ابو قتادہ کی حدیث جسے مسلم نے روایت کیا ہے اس میں مذکور ہے کہ عرفہ کا روزہ اگلے اور پچھلے سالوں کے گناہ معاف کرا دیتا ہے۔ ہردو احادیث میں یہ تطبیق دی گئی ہے کہ یہ روزہ عرفات میں حاجیوں کے لئے رکھنا منع ہے تاکہ ان میں وقوف عرفہ کے لئے ضعف پیدا نہ ہو جو حج کا اصل مقصد ہے اور غیر حاجیوں کے لئے یہ روزہ مستحب اور باعث ثواب مذکور ہے و قال ابن قدامة (ص ۱۷۶) اکثر اهل العلم یستحبون الفطر یوم عرفة بعرفة و کانت عائشة و ابن الزبیر یصومانہ و قال قتادة لا یاس بہ اذا لم یضعف عن الدعاء الخ (مرعاة) یعنی اکثر اہل علم نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے کہ عرفات میں یہ روزہ نہ رکھا جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما یہ روزہ وہاں بھی رکھا کرتے تھے اور قتادہ نے کہا کہ اگر دعا میں کمزوری کا خطرہ نہ ہو تو پھر روزہ رکھنے میں حاجی کے لئے بھی کوئی ہرج نہیں ہے مگر افضل نہ رکھنا ہی ہے۔ حدیث ام فضل کو حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حج اور صیام اور اشریہ میں بھی ذکر فرمایا اس سے متعدد مسائل کو ثابت فرمایا ہے۔

۸۶- بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ إِذَا غَدَا مِنْ مَنِيٍّ إِلَى عَرَفَةَ

باب صبح کے وقت منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے لبیک اور تکبیر کہنے کا بیان

۱۶۵۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ التَّمَقِيٍّ ((أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ - وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مَنِيٍّ إِلَى عَرَفَةَ - كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

(۱۶۵۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے محمد بن ابی بکر ثقفی سے خبر دی کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ دونوں صبح کو منیٰ سے عرفات جا رہے تھے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ آپ لوگ آج کے دن کس طرح کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کوئی ہم میں سے لبیک پکارتا ہوتا، اس پر

کوئی اعتراض نہ کرتا اور کوئی تکبیر کتا، اس پر بھی کوئی انکار نہ کرتا (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی کو اختیار ہے بلکہ پکارتا رہے یا تکبیر کتا رہے)

باب عرفات کے دن عین گرمی میں ٹھیک دوپہر کو
روانہ ہونا

۴۴۰؟ فَقَالَ: كَانَ يُهْلُ مِنَّا الْمُهْلُ فَلَا يُنَكِّرُ عَلَيْهِ، وَيَكْبِرُ مِنَّا الْمَكْبَرُ فَلَا يُنَكِّرُ عَلَيْهِ. [راجع: ۹۷۰]

۸۷- بَابُ التَّهَجُّبِ بِالرَّوَّاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ

یعنی وقوف کیلئے نمرہ سے نکلتا۔ نمرہ وہ مقام ہے جہاں حاجی نویں تاریخ کو ٹھہرتے ہیں وہ حد حرم سے باہر اور عرفات سے متصل ہے۔

(۲۶۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا کہ عبد الملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حج کے احکام میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف نہ کرے۔ سالم نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عرفہ کے دن سورج ڈھلتے ہی تشریف لائے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے حجاج کے خیمہ کے پاس بلند آواز سے پکارا۔ حجاج باہر نکلا اس کے بدن پر ایک کسم میں رنگی ہوئی چادر تھی۔ اس نے پوچھا ابو عبد الرحمن! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا اگر سنت کے مطابق عمل چاہتے ہو تو جلدی اٹھ کر چل کھڑے ہو جاؤ۔ اس نے کہا کیا اسی وقت؟ عبد اللہ نے فرمایا کہ ہاں اسی وقت۔ حجاج نے کہا کہ پھر تھوڑی سی مہلت دیجئے کہ میں اپنے سر پر پانی ڈال لوں یعنی غسل کر لوں پھر نکلتا ہوں۔ اس کے بعد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سواری سے) اتر گئے اور جب حجاج باہر آیا تو میرے اور والد (ابن عمر) کے درمیان چلنے لگانے میں نے کہا کہ اگر سنت پر عمل کا ارادہ ہے تو خطبہ میں اختصار اور وقوف (عرفات) میں جلدی کرنا۔ اس بات پر وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھنے لگا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے۔

۱۶۶۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَ سَالِمٍ قَالَ: ((كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحُجَّاجِ أَنْ لَا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ. فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحُجَّاجِ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مَعْصُفَرَةٌ فَقَالَ: مَا لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ فَقَالَ: الرَّوَّاحُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السَّنَةَ. قَالَ: هَذِهِ السَّاعَةُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْظِرْنِي حَتَّى أَفِيضَ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرَجَ. فَزَلَّ حَتَّى خَرَجَ الْحُجَّاجُ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السَّنَةَ فَأَقْصِرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ. فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَيَّ عَبْدُ اللَّهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: صَدَقَ)). [طرفاه فی: ۱۶۶۶، ۱۶۶۳].

حجاج عبد الملک کی طرف سے حجاز کا حاکم تھا، جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر فتح پائی تو عبد الملک نے اسی کو حاکم بنا دیا۔ ابو عبد الرحمن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے اور سالم ان کے بیٹے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ عین گرمی کے وقت دوپہر کے بعد ہی شروع کر دینا چاہئے۔ اس وقت وقوف کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اور وقوف میں کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے۔ حجاج نے یہ بھی غلطی کی، جہاں اور بہت سی غلطیاں اس سے ہوئی ہیں، خاص طور پر کتنے ہی مسلمانوں کا خون ناحق اس کی گردن پر

ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قتل ناحق بھی ہے جس کے بعد حجاج بیمار ہو گیا تھا اور اسے اکثر خواب میں نظر آیا کرتا تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا خون ناحق اس کی گردن پر سوار ہے۔

۸۸- بَابُ الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

باب عرفات میں جانور پر سوار ہو کر وقوف کرنا

(۱۶۶۱) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قصبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے، ان سے ابوالنضر نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام عمیر نے، ان سے ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہ نے کہ ان کے یہاں لوگوں کا عرفات کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سے متعلق کچھ اختلاف ہو گیا بعض نے کہا کہ آپ (عرفہ کے دن) روزے سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں اس لئے انہوں نے آپ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف فرما رہے تھے آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

۱۶۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ ((عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا اسْتَقَلُّوا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ. فَأُرْسِلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرٍ فَشَرِبَهُ)). [راجع: ۱۶۵۸]

آپ اونٹ پر سوار ہو کر وقوف فرما رہے تھے۔ اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عرفات میں حاجیوں کے لئے روزہ نہ رکھنا سنت نبوی ہے۔

باب عرفات میں دو نمازوں (ظہر اور عصر)

کو ملا کر پڑھنا

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اگر نماز امام کے ساتھ چھوٹ جاتی تو بھی جمع کرتے۔

(۱۶۶۲) لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے عقیل نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ حجاج بن یوسف جس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ میں اترا تو اس موقع پر اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ عرفہ کے دن وقوف میں آپ کیا کرتے ہیں؟ اس پر سالم رضی اللہ عنہ بولے کہ اگر تو سنت پر چلنا چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز دوپہر ڈھلتے ہی پڑھ لیتا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سالم نے حج کما صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ظہر اور عصر ایک ہی

۸۹- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ

بِعَرَفَةَ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا

۱۶۶۲- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: ((أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحُجَّاجَ بْنَ يُوْسُفَ - عَامَ نَزْلِ بَابِنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ: إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: صَدَقَ، إِنَّهُمْ كَانُوا

ساتھ پڑھتے تھے۔ میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ سالم نے فرمایا اور کس کی سنت پر اس مسئلہ میں چلتے ہو۔

يَجْمَعُونَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السَّنَةِ. فَقُلْتُ لِسَالِمٍ: أَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ سَالِمٌ: وَهَلْ تَبْعُونَ فِي ذَلِكَ

[إِلَّا سُنَّتُهُ؟] (راجع: ۱۶۶۰)

یعنی عرفات میں ظہر اور عصر میں جمع کرنا آنحضرت ﷺ ہی کی سنت ہے، آپ کے سوا اور کس کا فعل سنت ہو سکتا ہے اور آپ کی سنت کے سوا اور کس سنت پر تم چل سکتے ہو بعض نسخوں میں تبعون کے بدل بتبعون ہے یعنی آپ کے سوا اور کس کا طریقہ ڈھونڈتے ہیں (وحیدی) محققین اہل حدیث کا یہی قول ہے کہ عرفات میں اور مزدلفہ میں مطلقاً جمع کرنا چاہئے خواہ آدمی مسافر ہو یا نہ ہو، امام کے ساتھ نماز پڑھے یا اکیلے پڑھے۔ چنانچہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اجمع اهل العلم على ان الامام يجمع بين الظهر والعصر بعرفة وكذلك من صلى مع الامام یعنی اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عرفات میں امام ظہر اور عصر میں جمع کرے گا اور جو بھی امام کے ساتھ نمازی ہوں گے سب کو جمع کرنا ہو گا۔ (نیل الاوطار)

باب میدان عرفات میں خطبہ مختصر پڑھنا

(۱۶۶۳) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ نے کہ عبدالملک بن مروان (خليفة) نے حجاج کو لکھا کہ حج کے کاموں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرے۔ جب عرفہ کا دن آیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا، سورج ڈھل چکا تھا، آپ نے حجاج کے ڈیرے کے پاس آکر بلند آواز سے کہا حجاج کہاں ہے؟ حجاج باہر نکلا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا چل جلدی کر وقت ہو گیا۔ حجاج نے کہا ابھی سے! ابن عمر نے فرمایا کہ ہاں۔ حجاج بولا کہ پھر تھوڑی مہلت دے دیجئے، میں ابھی غسل کر کے آتا ہوں۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنی سواری سے) اتر گئے۔ حجاج باہر نکلا اور میرے اور میرے والد (ابن عمر) کے بیچ میں چلنے لگا، میں نے اس سے کہا کہ آج اگر سنت پر عمل کی خواہش ہے تو خطبہ مختصر پڑھ اور وقوف میں جلدی کر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سالم سچ کہتا ہے۔

۹۰۔ بَابُ قَصْرِ الخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

۱۶۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ((أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ يَأْتِمَرَ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ عَرَفَةَ جَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَأَنَا مَعَهُ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ - أَوْ زَالَتْ - فَصَاحَ عِنْدَ لَسَطَاطِهِ: أَيْنَ هَذَا؟ فَخَرَجَ إِلَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: الرُّوَّاحُ. فَقَالَ: الْآنَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: أَنْظِرْنِي أَفِيضُ عَلَيَّ مَاءً. فَتَوَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَتَّى خَرَجَ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقُلْتُ: إِنْ كُنْتُ تُرِيدُ أَنْ تُصِيبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَأَقْصِرِ الخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الوُقُوفَ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ

(صدق)۔ (راجع: ۱۶۶۰)

خطبہ مختصر پڑھنا خطیب کی سمجھ داری کی دلیل ہے، عیدین ہو یا جمعہ پھر حج کا خطبہ تو اور بھی مختصر ہونا چاہئے کہ یہی سنت نبوی ہے جو محترم علمائے کرام خطبات جمعہ و عیدین میں طویل طویل خطبات دیتے ہیں ان کو سنت نبوی کا لحاظ رکھنا چاہئے جو ان کی سمجھ بوجھ کی

دلیل ہوگی۔ وباللہ التوفیق۔

۹۱- بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

۱۶۶۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : ((كُنْتُ أَطْلُبُ بَعِيرًا لِي .))

وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرُو سَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ جَبْرِ عَنْ أَبِيهِ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ : ((أَصَلْتُ بَعِيرًا لِي ، فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَأَقْفًا بِعَرَفَةَ ، فَقُلْتُ : هَذَا وَاللَّهِ مِنَ الْخُمْسِ ، فَمَا شَأْنُهُ هَاهُنَا؟))

باب میدان عرفات میں ٹھہرنے کا بیان

(۱۶۶۴) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جبیر بن مطعم نے، ان سے ان کے باپ نے کہ میں اپنا ایک اونٹ تلاش کر رہا تھا (دوسری سند)

اور ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا کہ ان کے والد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میرا ایک اونٹ کھو گیا تھا تو میں عرفات میں اس کو تلاش کرنے گیا یہ دن عرفات کا تھا، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ میری زبان سے نکلا قسم اللہ کی! یہ تو قریش ہیں پھر یہ یہاں کیوں ہیں۔

جاہلیت میں دوسرے تمام لوگ عرفات میں وقوف کرتے لیکن قریش کہتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اہل و عیال ہیں، اس لئے ہم وقوف کے لئے حرم سے باہر نہیں نکلیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش میں سے تھے مگر آپ اور تمام مسلمان اور غیر قریش کے امتیاز کے بغیر عرفات ہی میں وقوف پذیر ہوئے۔ عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے راوی کو حیرت ہوئی کہ ایک قریش اور اس دن عرفات میں۔ لفظ خمس حماست سے مشتق ہے۔ قریش کے لوگوں کو خمس اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے دین میں حماست یعنی سختی رکھتے تھے۔

(۱۶۶۵) ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مسرر سے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خمس کے سوا بقیہ سب لوگ جاہلیت میں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے، خمس قریش اور اس کی آل اولاد کو کہتے تھے، (اور بنی کنانہ وغیرہ، جیسے خزاعہ) لوگوں کو (خدا واسطے) کپڑے دیا کرتے تھے (قریش) کے مرد دوسرے مردوں کو تاکہ انہیں پن کر طواف کر سکیں اور (قریش کی) عورتیں دوسری عورتوں کو تاکہ وہ انہیں پن کر طواف کر سکیں اور جن کو قریش کپڑا دیتے وہ بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے۔ دوسرے سب لوگ تو عرفات سے واپس ہوتے لیکن قریش مزدلفہ ہی سے (جو حرم میں تھا) واپس ہو جاتے۔

۱۶۶۵- حَدَّثَنَا فَرَوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَسْرَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ عُرْوَةُ : ((كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الْخُمْسَ - وَالْخُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ - وَكَانَتِ الْخُمْسُ يَحْتَسِبُونَ عَلَى النَّاسِ ، يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا ، وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا ، فَمَنْ لَمْ يُعْطِهِ جَمَاعَةٌ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا . وَكَانَ يُفِيضُ حَمَالَةَ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ

ہشام بن عروہ نے کہا کہ میرے باپ عروہ بن زبیر نے مجھے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی کہ ”پھر تم بھی (قریش) وہیں سے واپس آؤ جہاں سے اور لوگ واپس آتے ہیں (یعنی عرفات سے، سورہ بقرہ) انہوں نے بیان کیا کہ قریش مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے اس لئے انہیں بھی عرفات سے لوٹنے کا حکم ہوا۔

وَيُفِيضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ. قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ هَلُمُّ أَيْفُضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ قَالَ: كَانُوا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ فَذَفَعُوا إِلَيَّ عِرْفَاتًا. [طرفہ فی: ۴۵۲۰].

کعبہ شریف سے میدان عرفات تقریباً پندرہ میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ جگہ حرم سے خارج ہے، اس اطراف میں وادی عرفہ، قریہ عرفات، جبل عرفات، مشرقی سڑک واقع ہیں، یہاں سے طائف کے لئے راستہ جاتا ہے۔ جب حضرت جبرئیل ﷺ خلیل اللہ ﷺ کو مناسک سکھاتے ہوئے اس میدان تک لائے تو کہا اہل عرفت آپ نے مناسک حج کو جان لیا؟ اس وقت سے اس کا نام میدان عرفات ہوا۔ (در منثور) یہ جگہ ملت ابراہیمی میں ایک اہم تاریخی جگہ ہے اور اس میں وقوف کرنا ہی حج کی جان ہے اگر کسی کا یہ وقوف فوت ہو جائے تو اس کا حج نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا فقوا علی مشاعرکم فانکم علی ارض ایکم ابراہیم یعنی میدان عرفات میں تم جہاں اتر چکے ہو وہاں پر ہی وقوف کرو، تم سب اپنے باپ ابراہیم ﷺ کی موروذ زمین پر ہو، آنحضرت ﷺ نے اسلام کے قانون اساسی کا اعلان اسی مقام پر فرمایا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کا مشہور خطبہ عرفات اسی کی یادگار ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کنت ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات لرفع یدہ یدعو فمالت ناقضہ فسقط خطامہا فتناول الخطام باحدی یدہ یدہ وھو رافع یدہ یدہ الاخری (رواہ النسائی) یعنی عرفات میں آنحضرت ﷺ کی اونٹنی پر میں آپ کے پیچھے سوار تھا، آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعائیں مانگ رہے تھے، اچانک آپ کی اونٹنی جھک گئی اور آپ کے ہاتھ سے اس کی ٹیکل چھوٹ گئی، آپ نے اپنا ایک ہاتھ اس کے اٹھانے کے لئے نیچے جھکا دیا اور دوسرا ہاتھ دعاؤں میں بدستور اٹھائے رکھا۔ میدان عرفات میں یہی وقوف یعنی کھڑا ہونا اور شام تک دعاؤں کے لئے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہی حج کی روح ہے، یہ فوت ہوا تو حج فوت ہو گیا اور اگر اس میں کوئی شخص شریک ہو گیا اس کا حج ادا ہو گیا۔

جمہور کے نزدیک عرفات کا یہ وقوف ظہر عصر کی نماز جمع کر کے نہرہ میں ادا کر لینے کے بعد ہونا چاہئے۔ حضرت علامہ شوکانی فرماتے ہیں انہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدين بعده لم يقفوا الا بعد الزوال ولم ينقل عن احد انه وقف قبله (نیل) یعنی آنحضرت ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین سب کا یہی عمل رہا ہے کہ زوال کے بعد ہی عرفات کا وقوف کیا ہے، زوال سے پہلے وقوف کرنا کسی سے بھی ثابت نہیں ہے۔ وقوف سے ظہر و عصر ملا کر پڑھ لینے کے بعد میدان عرفات میں داخل ہونا اور وہاں شام تک کھڑے کھڑے دعائیں کرنا مراد ہے، یہی وقوف حج کی جان ہے، اس مبارک موقع پر جس قدر بھی دعائیں کی جائیں کم ہیں کیونکہ آج اللہ پاک اپنے بندوں پر فخر کر رہا ہے جو دور دراز ملکوں سے جمع ہو کر آسمان کے نیچے ایک کھلے میدان میں اللہ پاک کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعائیں کر رہے ہیں اللہ پاک حاجی صاحبان کی دعائیں قبول کرے اور ان کو حج مبرور نصیب ہو آمین۔ جو حاجی میدان عرفات میں جا کر بھی حقہ بازی کرتے رہتے ہیں وہ بڑے بد نصیب ہیں خدا ان کو ہدایت بخشنے۔ (آمین)

باب عرفات سے لوٹنے وقت کس چال سے چلے

۹۲- بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَاتٍ

یعنی دھیمی چال سے یا جلدی چونکہ مزدلفہ میں آکر مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھتے ہیں عرفات سے لوٹنے وقت جلد چلنا

سنون ہے جیسے حدیث آگے موجود ہے۔

(۱۲۶۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے ہشام بن عروہ سے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا (میں بھی وہیں موجود تھا) کہ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس ہونے کی چال کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ پاؤں اٹھا کر چلتے تھے ذرا تیز لیکن جب جگہ پاتے (ہجوم نہ ہوتا) تو تیز چلتے تھے، ہشام نے کہا کہ عنق تیز چلنا اور نص عنق سے زیادہ تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ فجوة کے معنی کشادہ جگہ اس کی جمع فجوات اور فجاء ہے جیسے زکوٰۃ مفرد زکاء اسکی جمع اور سورہ ص میں مناص کا جو لفظ آیا ہے اسکے معنی بھانپنا ہیں۔

تو اس سے نص مشتق نہیں ہے جو حدیث میں مذکور ہے، یہ تو ایک ادنیٰ آدمی بھی جس کی عربیت سے ذرا سی استعداد ہو سمجھ سکتا ہے کہ مناص کو نص سے کیا علاقہ، نص مضاعف ہے اور مناص متعل ہے۔ اب یہ خیال کرنا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مناص کو نص سے مشتق سمجھا ہے اس لیے یہاں اس کے معنی بیان کر دیئے جسے معنی نے نقل کیا ہے یہ بالکل کم فہمی ہے اور اصل یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے اور جن نسخوں میں موجود ہے ان کی توجیہ یوں ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو کم استعدادی سے یہ وہم ہوا ہو گا کہ مناص اور نص کا مادہ ایک ہی ہے امام بخاری نے مناص کی تفسیر کر کے اس وہم کا رد کیا ہے۔

باب عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اترنا

(۱۲۶۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے موسیٰ ابن عقبہ نے ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریم نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس ہوئے تھے تو آپ (راہ میں) ایک گھائی کی طرف مڑے اور وہاں قضاء حاجت کی پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا (آپ مغرب کی) نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا نماز آگے چل کر پڑھی جائے گی۔ (یعنی عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے قضاء حاجت وغیرہ کے لئے راستہ میں رکنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۲۶۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر

۱۶۶۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: ((سَبِلَ أَسَامَةُ وَأَنَا جَالِسًا: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا رَجَدَ فَجَوَّةَ نَصٍّ)). قَالَ هِشَامٌ: وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ. فَجَوَّةٌ: مُسَعٌ، وَالْجَمْعُ فَجَوَاتٌ وَفَجَاءٌ، وَكَذَلِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ. مَنَاصٌ لَيْسَ حِينَ لِرَاكٍ.

[طرفاء فی: ۲۹۹۹، ۴۴۱۳].

۹۳- بَابُ النُّزُولِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

۱۶۶۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَقْبَةَ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَيْثُ أَقَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ إِلَى الشَّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَوَضًا. فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْصَلِي؟ فَقَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَانَةٌ)). [راجع: ۱۳۹]

۱۶۶۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ عَبْدُ

رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں آکر نماز مغرب اور عشاء ملا کر ایک ساتھ پڑھتے، البتہ آپ اس گھاٹی میں بھی مڑتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مڑے تھے۔ وہاں آپ قضاء حاجت کرتے پھر وضو کرتے لیکن نماز نہ پڑھتے نماز آپ مزدلفہ میں آکر پڑھتے تھے۔

اللَّهُ بْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشَّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَيَدْخُلُ فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ وَلَا يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ)). [راجع: ۱۰۹۱]

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کمال متابعت سنت تھی حالانکہ آنحضرت ﷺ بہ ضرورت حاجت بشری اس گھاٹی پر ٹھہرے تھے کوئی حج کارکن نہ تھا مگر عبداللہ رضی اللہ عنہما بھی وہاں ٹھہرتے اور حاجت وغیرہ سے فارغ ہو کر وہاں وضو کر لیتے جیسے آنحضرت ﷺ نے کیا تھا۔ (وحیدی)

(۱۶۶۹) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن حرمہ نے ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ میں عرفات سے رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ مزدلفہ کے قریب بائیں طرف جو گھاٹی پڑتی ہے جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو آپ نے اونٹ کو ہٹایا پھر پیشاب کیا اور تشریف لائے تو میں نے آپ پر وضو کا پانی ڈالا۔ آپ نے ہلکا سا وضو کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اور نماز! آپ نے فرمایا کہ نماز تمہارے آگے ہے۔ (یعنی مزدلفہ میں پڑھی جائے گی) پھر آپ سوار ہو گئے جب مزدلفہ میں آئے تو (مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر) پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح (یعنی دوسویں تاریخ) کو رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سوار ہوئے۔

۱۶۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَةَ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: ((رَدِفْتُ رَسُولَ اللَّهِ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشَّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ آتَاخَ قِبَالَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوءَ تَوَضَّأُ وَضُوءًا خَفِيفًا، فَقُلْتُ: الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَّا مَكَّ)). فَكَرِبَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى آتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى، ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَدَاةً جَمْعًا)).

[راجع: ۱۳۹]

(۱۶۷۰) کریب نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فضل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر لہیک کہتے رہے تا آنکہ جمرہ عقبہ پر پہنچ گئے (اور وہاں آپ نے نکلیں ماریں)

۱۶۷۰ - قَالَ كُرَيْبٌ: فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْفَضْلِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى بَلَغَ الْحِمْزَةَ)). [راجع: ۱۰۴۴]

ہلکا وضو یہ کہ اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھویا یا پانی کم ڈالا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ وضو کرنے میں دوسرے آدمی سے مدد لینا بھی درست ہے نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ظاہر ہوا کہ حاجی جب ری جمار کے لئے جمرہ عقبہ پر پہنچے اس

وقت سے لیک پکارنا موقوف کرے۔

۹۴- بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِينَةِ
عِنْدَ الْإِفَاضَةِ، وَإِشَارَتِهِ إِلَيْهِمْ
بِالسُّوْطِ

باب عرفات سے لوٹتے وقت رسول کریم ﷺ
کالوگوں کو سکون و اطمینان کی ہدایت کرنا
اور کوڑے سے اشارہ کرنا

(۱۶۷۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے
ابراہیم بن سوید نے بیان کیا، کہا مجھ سے مطلب کے غلام عمرو بن ابی
عمرو نے بیان کیا، انہیں والیہ کوفی کے غلام سعید بن جبیر نے خبر دی،
ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عرفہ
کے دن (میدان عرفات سے) وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
آ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سخت شور (اونٹ
ہانکنے کا) اور اونٹوں کی مار دھاڑ کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف
اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا لوگو! آہستگی و وقار اپنے اوپر لازم
کر لو (اونٹوں کو) تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں
کہ (سورہ بقرہ میں) اوضعا کے معنی ریشہ دو انیاں کریں خلالکم کا
معنی تمہارے بیچ میں اسی سے (سورہ کف) میں آیا ہے فجرنا
خلالما یعنی ان کے بیچ میں۔

۱۶۷۱- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ
أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ
بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى وَالِيَةِ الْكُوفِيِّ حَدَّثَنِي ابْنُ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ
ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَرَاءَهُ
رَجْرًا شَدِيدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلإِبِلِ، فَأَشَارَ
بِسُوْطِهِ إِلَيْهِمْ وَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ،
عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ
بِالإِبْطَاعِ)). أَوْضَعُوا: أَسْرَعُوا. خِلَالَكُمْ
مِنَ التَّحَلُّلِ بَيْنَكُمْ. ﴿وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا﴾:
بَيْنَهُمَا.

چونکہ حدیث میں 'ابضاع کا لفظ آیا ہے تو امام بخاری نے اپنی عادت کے موافق قرآن کی اس آیت کی تفسیر کر دی جس میں ولا
اوضعا خلالکم آیا ہے اور اس کے ساتھ ہی خلالکم کے بھی معنی بیان کر دیئے پھر سورہ کف میں بھی خلالکم کا لفظ آیا تھا اس کی
بھی تفسیر کر دی (وحیدی) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ چاہتے ہیں کہ احادیث میں جو الفاظ قرآنی مصادر سے آئیں ساتھ ہی آیات قرآنی سے
ان کی بھی وضاحت فرمادیں تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو حدیث اور قرآن پر پورا پورا عبور حاصل ہو سکے۔ جزاء اللہ خیرا عن سائر

المسلمین

باب مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ
ملا کر پڑھنا

۹۵- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ
بِالْمُزْدَلِفَةِ

(۶۷۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے کہا، انیس موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں کرب نے انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ میدان عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو کر گھاٹی میں اترے (جو مزدلفہ کے قریب ہے) وہاں پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور پورا وضو نہیں کیا (خوب پانی نہیں بہایا ہلکا وضو کیا) میں نے نماز کے متعلق عرض کی تو فرمایا کہ نماز آگے ہے۔ اب آپ مزدلفہ تشریف لائے وہاں پھر وضو کیا اور پوری طرح کیا پھر نماز کی تکبیر کہی گئی اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ ڈیروں پر بٹھادیئے پھر دوبارہ نماز عشاء کے لئے تکبیر کہی گئی اور آپ نے نماز پڑھی آپ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (سنت یا نفل) نماز نہیں پڑھی تھی۔

۱۶۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عَقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ ((دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ، فَنَزَلَ الشَّعْبَ قَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْتَبِحِ الْوُضُوءَ. فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ. فَقَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)). فَجَاءَ الْمَزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَاسْتَبَحَ، ثُمَّ أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ آخَا كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا)).

[راجع: ۱۳۹]

اس حدیث سے مزدلفہ میں جمع کرنا ثابت ہوا جو باب کا مطلب ہے اور یہ بھی نکلا کہ اگر دو نمازوں کے بیچ میں جن کو جمع کرنا ہو آدی کوئی تھوڑا سا کام کر لے تو قیاحت نہیں۔ یہ بھی نکلا کہ جمع کی حالت میں سنت وغیرہ پڑھنا ضروری نہیں یہ جمع شافعیہ کے نزدیک سفر کی وجہ سے ہے اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک حج کی وجہ سے ہے۔

باب مغرب اور عشاء مزدلفہ میں ملا کر پڑھنا اور سنت وغیرہ

۹۶- بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ

نہ پڑھنا

يَتَطَوَّعُ

(۶۷۳) ہم سے آدم بن ابی العلاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مزدلفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں تھیں ہر نماز الگ الگ تکبیر کے ساتھ نہ ان دونوں کے پہلے کوئی نفل و سنت پڑھی تھی اور نہ ان کے بعد۔

۱۶۷۳- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ. كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا، وَلَا عَلَىٰ إِبْرٍ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا)).

[راجع: ۱۰۹۱]

یعنی نے اس سلسلہ میں علماء کے چھ قول نقل کئے ہیں آخری قول یہ کہ پہلی نماز کے لئے اذان کے اور دونوں کے لئے الگ الگ تکبیر کے۔ شافعیہ اور حنبلیہ کا یہی قول ہے اسی کو ترجیح ہے۔

(۶۷۴) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

۱۶۷۴- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا

سلیمان بن بلال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن یزید عظمیٰ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں آکر مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ ملا کر پڑھا تھا۔

سَلِيمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْعَظْمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ لِي حَجَّةَ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ)).

[طرفہ بی : ۴۴۱۴].

مزدلفہ کو جمع کہتے ہیں کیونکہ وہاں آدم اور حواء جمع ہوئے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہاں دو نمازیں جمع کی جاتی ہیں، ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کے بیچ میں نفل و سنت نہ پڑھے۔ ابن منذر نے کہا جو کوئی بیچ میں سنت یا نفل پڑھے گا تو اس کا جمع صحیح نہ ہو گا۔ (وحیدی)

حجۃ الندر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واما جمع بین الظهر والعصر و بین المغرب والعشاء لان للناس يومئذ اجتماعاً لم يعهد في غير هذا الموطن والجماعة الواحدة المطلوبة ولا بد من اقامتها في مثل هذا الجمع ليراه من هنالك ولا يسر اجتماعهم في وقتين و ايضا فلان للناس اشتعلاً بالذكر والدعاء و هما و طيفه هذا اليوم و رعاية الاقامت و طيفه جميع السنة و انما يرجع في مثل هذا الشئ الابدع النادر ثم ركب حتى اتى الموقف و استقبل القبلة فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس و ذهبت الصفرة قلبلا ثم دفع (حجۃ اللہ البالغۃ) یوم عرفات میں ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھا اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو اس روز ان مقامات مقدسہ میں لوگوں کا ایسا اجتماع ہوتا ہے جو بجز اس مقام کے اور کہیں نہیں ہوتا اور شارع کو ایک جماعت کا ہونا مطلوب ہے اور ایسے اجتماع میں ایک جماعت کا قائم کرنا ضروری ہے تاکہ سب لوگ اس کو دیکھیں اور دو وقتوں میں سب کا مجتمع ہونا مشکل تھا نیز اس روز لوگ ذکر اور دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور وہ اس روز کا وظیفہ ہیں اور اوقات کی پابندی تمام سال کا وظیفہ ہے اور ایسے وقت میں بدیع اور نادر چیز کو ترجیح دی جاتی ہے۔ پھر آپ وہاں سے (نمرہ سے نماز ظہر و عصر سے فارغ ہو کر) عرفات میں موقف میں تشریف لائے، پس آپ وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا اور زردی کم ہو گئی پھر وہاں سے مزدلفہ کو لوٹے۔ خلاصہ یہ کہ یہاں ان مقامات پر ان نمازوں کو ملا کر پڑھنا شارع کو عین محبوب ہے۔ پس جس کام سے محبوب راضی ہوں وہی کام دعویٰ اران محبت کو بھی بذوق و شوق انجام دینا چاہیے۔

۹۷- بَابُ مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا

چاہئے، اس کی دلیل

(۱۶۷۵) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبدالرحمن بن یزید سے سنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا، آپ کے ساتھ تقریباً عشاء کی اذان کے وقت ہم مزدلفہ میں بھی آئے، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے اذان تکبیر کہی اور آپ

۱۶۷۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ: ((حَجَّ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرَيْتَنَا مِنْ ذَلِكَ، فَأَمَرَ

نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر دو رکعت (سنت) اور پڑھی اور شام کا کھانا منگوا کر کھایا۔ میرا خیال ہے (راوی حدیث زہیر کا) کہ پھر آپ نے حکم دیا اور اس شخص نے اذان دی اور تکبیر کی عمرو (راوی حدیث) نے کہا میں یہی سمجھتا ہوں کہ شک زہیر (عمرو کے شیخ) کو تھا، اس کے بعد عشاء کی نماز دو رکعت پڑھی۔ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اس نماز (فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا اور کبھی اس وقت (طلوع فجر ہوتے ہی) نہیں پڑھتے تھے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ صرف دو نمازیں (آج کے دن) اپنے معمولی وقت سے ہٹا دی جاتی ہیں۔ جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو مغرب کی نماز (عشاء کے ساتھ ملا کر) پڑھی جاتی ہے اور فجر کی نماز طلوع فجر کے ساتھ ہی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ، وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بَعَثَانِهِ فَتَعَشَى، ثُمَّ أَمَرَ - أَرَى - فَأَذَّنَ وَأَقَامَ)) قَالَ عُمَرُو : لَا أَعْلَمُ الشُّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ ((ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكَعَتَيْنِ . فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ : لَا يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : هُمَا صَلَاتَانِ نُحْوِلَانِ عَنْ وَفْتِهِمَا : صَلَاةَ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ، قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ)).

[طرفاء فی : ۱۶۸۲، ۱۶۸۳].

اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ نمازوں کا جمع کرنے والا دونوں نمازوں کے بیچ میں کھانا کھا سکتا ہے یا اور کچھ کام کر سکتا ہے اس حدیث میں جمع کے ساتھ نفل پڑھنا بھی مذکور ہے۔ فجر کے بارے میں یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز اسی دن تاریکی میں پڑھی اور شاید مراد ان کی یہ ہو کہ اس دن بہت تاریکی میں پڑھی یعنی صبح صادق ہوتے ہی ورنہ دوسرے بہت صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی عادت بہت تھی کہ آپ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عالموں کو پروانہ لکھا کہ صبح کی نماز اس وقت پڑھا کرو جب تارے گئے ہوں یعنی اندھیری ہو اور یہ بھی صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سوا اس مقام کے اور کہیں جمع نہیں کیا اور دوسرے صحابہ نے سفر میں آپ سے جمع کرنا نقل کیا ہے۔ (وشیدی)

آپ نے نماز مغرب اور عشاء کے درمیان نفل بھی پڑھے مگر رسول کریم ﷺ سے نہ پڑھنا ثابت ہے، لہذا ترجیح فعل نبوی ہی کو ہوگی۔ ہاں کوئی شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح پڑھ بھی لے تو غالباً وہ گنہگار نہ ہو گا اگرچہ یہ سنت نبوی کے مطابق نہ ہو گا۔ انما الاعمال بالنیات

دین میں اصل الاصول یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا بہر حال مقدم رکھی جائے۔ جہاں جس کام کے لیے حکم فرمایا جائے اس کام کو کیا جائے اور جہاں اس کام سے روک دیا جائے وہاں رک جائے، اطاعت کا یہی مفہوم ہے، اسی میں خیر اور بھلائی ہے۔ اللہ سب کو دین پر قائم رکھے۔

باب عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ کی رات میں آگے منی روانہ کر دینا، وہ مزدلفہ میں ٹھہریں اور دعا کریں اور چاند

۹۸- بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضِعْفَةَ أَهْلِهِ

بَلِيلٍ، فَيَقْفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُونَ،

وَيُقَدِّمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ

۱۶۷۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَأَلِمُ : ((وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقْدُمُ ضَعْفَةَ أَهْلَهُ فَيَقْفُونَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بَلِيلٍ فَيَذْكُرُونَ اللَّهَ مَا بَدَأَهُمْ ثُمَّ يَزْجَعُونَ قَبْلَ أَنْ يَيْقِفَ الْإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَنْدَفِعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدُمُ مَنَى لَصَلَاةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدُمُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَإِذَا قَدِمُوا رَمَوْا الْجَمْرَةَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: أَرْخَصَ فِي أَوْلَيْكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ)).

ڈوبتے ہی چل دیں
۱۶۷۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے یونس سے بیان کیا اور ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزوروں کو پہلے ہی بھیج دیا کرتے تھے اور وہ رات ہی میں مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس آکر ٹھہرتے اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتے تھے، پھر امام کے ٹھہرنے اور لوٹنے سے پہلے ہی (منیٰ) آجاتے تھے، بعض تو منیٰ فجر کی نماز کے وقت پہنچتے اور بعض اس کے بعد، جب منیٰ پہنچتے تو کنکریاں مارتے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں کے لئے یہ اجازت دی ہے۔

یعنی عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ میں تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے جانے کی اجازت دی ہے ان کے سوا، اور دوسرے سب لوگوں کو رات میں مزدلفہ رہنا چاہئے۔ شجعی اور نخعی اور علقمہ نے کہا کہ جو کوئی رات کو مزدلفہ میں نہ رہے اس کا حج فوت ہوا اور

عطا اور زہری کہتے ہیں کہ اس پر دم لازم آجاتا ہے اور آدمی رات سے پہلے وہاں سے لوٹا درست نہیں ہے۔ (وحیدی)

۱۶۷۷- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ جَمْعِ بَلِيلٍ)). [طرفاه فی: ۱۶۷۸، ۱۸۵۶].

۱۶۷۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصَةَ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعْفَةِ أَهْلِهِ)).

۱۶۷۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے مزدلفہ سے رات ہی میں منیٰ روانہ کر دیا تھا۔

۱۶۷۸) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبید اللہ بن ابی یزید نے خبر دی، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر کے کمزور لوگوں کے ساتھ مزدلفہ کی رات ہی میں منیٰ بھیج دیا تھا۔

۱۶۷۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ ((أَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعِ

۱۶۷۹) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید بن قتان نے، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ ان سے اسماء کے غلام عبداللہ نے بیان کیا کہ ان سے اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے کہ وہ رات کی

رات میں ہی مزدلفہ پہنچ گئیں اور کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر تک نماز پڑھنے کے بعد پوچھا بیٹے! کیا چاند ڈوب گیا! میں نے کہا کہ نہیں! اس لئے وہ دوبارہ نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر بعد پھر پوچھا کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا ہاں، انہوں نے کہا کہ اب آگے چلو (منیٰ کو) چنانچہ ہم ان کے ساتھ آگے چلے وہ (منیٰ میں) رمی جمرہ کرنے کے بعد پھر واپس آگئیں اور صبح کی نماز اپنے ڈیرے پر پڑھی میں نے کہا جناب! یہ کیا بات ہوئی کہ ہم نے اندھیرے ہی میں نماز صبح پڑھی۔ انہوں نے کہا بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی۔

عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ فَقَامَتْ تُصَلِّي، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ: يَا بُنَيُّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ: لَا. فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ: هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَتْ: فَأَرْتَحِلُوا؛ فَأَرْتَحِلْنَا وَمَضَيْنَا حَتَّى رَمَتِ الْجَمْرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِهَا. قُلْتُ لَهَا: يَا هُنْتَا، مَا أَرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَسْنَا. قَالَتْ: يَا بُنَيُّ، إِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ (أَذِنَ لِلظُّعْنِ)).

معلوم ہوا کہ سورج نکلنے سے پہلے بھی کنکریاں مار لینا درست ہے، لیکن حنفیہ نے اس کو جائز نہیں رکھا اور امام احمد اور اسحاق اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ صبح صادق سے پہلے درست نہیں اگر کوئی اس سے پہلے مارے تو صبح ہونے کے بعد دوبارہ مارنا چاہئے اور شافعی کے نزدیک صبح سے پہلے کنکریاں مار لینا درست ہے۔ (وحیدی)

(۱۶۸۰) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن قاسم نے بیان کیا، ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے مزدلفہ کی رات عام لوگوں سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت چاہی آپؐ بھاری بھر کم بدن کی عورت تھیں تو حضور ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

۱۶۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ - عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: اسْتَأْذَنْتِ سَوْدَةَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ جَمْعٍ - وَكَانَتْ نَقِيَّةً نَبْطَةً - فَأَذِنَ لَهَا)).

[طرفہ بی: ۱۶۸۱].

(۱۶۸۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے افلح بن حمید نے، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب ہم نے مزدلفہ میں قیام کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو لوگوں کے اثر دھام سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت دے دی تھی، وہ بھاری بھر کم بدن کی خاتون تھیں، اس لئے آپ نے اجازت دے دی چنانچہ وہ اثر دھام سے پہلے روانہ ہو گئیں۔ لیکن ہم لوگ وہیں ٹھہرے رہے اور صبح کو آپ کے ساتھ گئے اگر میں بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ صلی

۱۶۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ، فَاسْتَأْذَنْتِ النَّبِيَّ ﷺ سَوْدَةَ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ - وَكَانَتْ امْرَأَةً بَطِينَةً - فَأَذِنَ لَهَا، فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَأَقَمْنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ، فَلَأَنْ أَكُونَ اسْتَأْذَنْتِ رَسُولَ اللَّهِ

اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیتی تو مجھ کو تمام خوشی کی چیزوں میں یہ بہت ہی پسند ہوتا۔

كَمَا اسْتَأذَنْتَ سَوْدَةَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَفْرُوحٍ بِهِ)).

باب فجر کی نماز مزدلفہ ہی میں پڑھنا

(۱۶۸۲) ہم سے عمرو بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمارہ نے عبدالرحمن بن یزید سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود بنیہ نے کہ دو نمازوں کے سوا میں نے نبی کریم ﷺ کو اور کوئی نماز بغیر وقت نہیں پڑھتے دیکھا، آپ نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھیں اور فجر کی نماز بھی اس دن (مزدلفہ میں) معمولی وقت سے پہلے ادا کی۔

۹۹- بَابُ مَنْ يُصَلِّي الْفَجْرَ بِيَجْمَعُ ۱۶۸۲- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: ((مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَاةً بَغَيْرِ مِيقَاتِهَا، إِلَّا صَلَاتَيْنِ: جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا)). [راجع: ۱۶۷۵]

یعنی بہت اول وقت یہ نہیں کہ صبح صادق ہونے سے پہلے پڑھ لی جیسے بعض نے گمان کیا اور دلیل اس کی آگے کی روایت ہے جس میں صاف یہ ہے کہ صبح کی نماز فجر طلوع ہوتے ہی پڑھی۔ (وحیدی)

(۱۶۸۳) ہم سے عبداللہ بن رجاہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے، ان سے عبدالرحمن بن یزید نے کہ ہم عبداللہ بن مسعود بنیہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلے (حج شروع کیا) پھر جب ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہر نماز ایک الگ اذان اور ایک الگ اقامت کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان میں کھایا، پھر طلوع صبح کے ساتھ ہی آپ نے نماز فجر پڑھی، کوئی کہتا تھا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہو گئی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود بنیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا یہ دونوں نمازیں اس مقام سے ہٹادی گئی ہیں، یعنی مغرب اور عشاء، مزدلفہ میں اس وقت داخل ہوں کہ اندھیرا ہو جائے اور فجر کی نماز اس وقت۔ پھر عبداللہ اجالے تک وہیں مزدلفہ میں ٹھہرے رہے اور کہا کہ اگر امیر المؤمنین حضرت عثمان بنیہ اس وقت چلیں تو یہ سنت کے مطابق ہو گا۔ (حدیث کے راوی عبدالرحمن بن یزید نے کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ ان کی زبان سے پہلے نکلے یا حضرت عثمان بنیہ کی رواگئی

۱۶۸۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: ((حَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ: كُلَّ صَلَاةٍ وَحَدَمًا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، وَالْعِشَاءَ بَيْنَهُمَا. ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ - وَقَائِلٌ يَقُولُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ - ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حَوَّلْنَا عَنْ وَاقِعِهِمَا لِي هَذَا الْمَكَانِ: الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فَلَا يَفْزَعُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى يُعْتَمُوا، وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةَ)). ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى أَسْفَرَ ثُمَّ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ. لَمَا أَذْرِي أَقْوَلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفَعَ عَنَّمَا

رَضِيََ اللهُ عَنْهُ، فَلَمَّ يَزِلْ يُلْمِي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ)).
پہلے شروع ہوئی، آپ دسویں تاریخ تک جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر لیک پکارتے رہے۔

[راجع: ۱۶۷۵]

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مزدلفہ سے لوٹے سنت یہی ہے کہ مزدلفہ سے فجر کی روشنی ہونے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے لوٹے۔ فجر کی نماز سے متعلق اس حدیث میں جو وارد ہے کہ وہ ایسے وقت پڑھی گئی کہ لوگوں کو فجر کے ہونے میں شبہ ہو رہا تھا، اس کی وضاحت مسلم شریف کی حدیث میں موجود ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب اور عشاء کو ملا کر ادا کیا پھر آپ سو گئے ثم اضطجع حتى طلع الفجر فصلی الفجر حين تبين له الصبح باذان و القامة الى اخر الحدیث پھر سو کر آپ کھڑے ہوئے جب کہ فجر طلوع ہو گئی۔ آپ نے صبح کھل جانے پر نماز فجر کو ادا فرمایا اور اس کے لئے اذان اور اقامت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ پچھلی حدیث میں راوی کی مراد یہ ہے کہ آپ نے فجر کی نماز کو اندھیرے میں بہت اول وقت یعنی فجر ظاہر ہوتے ہی فوراً ادا فرمایا، یوں آپ ہمیشہ ہی نماز فجر فلس یعنی اندھیرے میں ادا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے مگر یہاں اور بھی اول وقت طلوع فجر کے فوراً بعد ہی آپ نے نماز فجر کو ادا فرمایا۔

باب مزدلفہ سے کب چلا جائے؟

۱۰۰- بابُ مَتَى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ
۱۶۸۴- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ يَقُولُ: ((شَهِدْتُ عَمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى بِجَمْعِ الصُّبْحِ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُولُونَ: أَشْرُقُ نَبِيرُ. وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ)).

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، انہوں نے عمرو بن ميمون کو یہ کہتے سنا کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا، نماز کے بعد آپ ٹھہرے اور فرمایا کہ مشرکین (جاہلیت میں یہاں سے) سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے کہتے تھے اے شیر! تو چمک جا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے۔

[طرفہ فی : ۳۸۳۸].

شیر ایک پہاڑ کا نام ہے مزدلفہ میں جو منیٰ کو آتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں جبل معروف ہنای و هو علی بساتر الذاہب الی منیٰ و هو اعظم جبال مکة عرف بہ جبل من ہذیل اسمہ نبیر دفن فیہ یعنی شیر مکہ کا ایک عظیم پہاڑ ہے جو منیٰ جاتے ہوئے بائیں طرف پڑتا ہے اور یہ ہذیل کے ایک آدمی شیر نامی کے نام پر مشہور ہے جو وہاں دفن ہوا تھا۔ مزدلفہ سے صبح سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کے لئے چل دینا سنت ہے۔ مسلم شریف میں حدیث جابر رضی اللہ عنہما سے مزید تفصیل یوں ہے۔ ثم ركب القصواء حتى اتى المشعرا الحرام فاستقبل القبلة فدعا الله تعالى وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر فدفع قبل ان تطلع الشمس یعنی عرفات سے لوٹتے وقت آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے، یہاں سے مزدلفہ میں مشعر الحرام میں آئے اور وہاں آکر قبلہ رو ہو کر تکبیر و تہلیل کہی اور آپ خوب اجالا ہونے تک ٹھہرے رہے، مگر سورج طلوع ہونے سے پہلے آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ عمد جاہلیت میں مکہ والے سورج نکلنے کے بعد یہاں سے چلا کرتے تھے، اسلام میں سورج نکلنے سے پہلے چلنا قرار پایا۔

باب دسویں تاریخ صبح کو تکبیر اور لبیک کہتے رہنا
جرمہ عقبہ کی رمی تک اور چلتے ہوئے
(سواری پر کسی کو) اپنے پیچھے بٹھالینا۔

۱۰۱- بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ عَدَاةَ
النَّحْرِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ،
وَالْإِرْتِدَافِ فِي السَّيْرِ

تشریح دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں جا کر نماز فجر سے فارغ ہو کر سورج نکلنے کے بعد رمی جمار کرنا ضروری ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قال ابن المنذر السنة ان لا يرمي الا بعد طلوع الشمس كما فعل النبي صلى الله عليه وسلم ولا يجوز الرمي قبل طلوع الفجر لان فاعله مخالف للسنة ومن رمى حينئذ لا اعاد عليه الا لا اعلم احدا قال لا يجوزنه (فتح) یعنی ابن منذر نے کہا کہ سنت یہی ہے کہ رمی جمار سورج نکلنے کے بعد کرے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے فعل سے ثابت ہے اور طلوع فجر سے پہلے رمی جمار درست نہیں اس کا کرنے والا سنت کا مخالف ہو گا۔ ہاں اگر کسی نے اس وقت رمی جمار کر لیا تو پھر اس پر دوبارہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس نے اسے غیر کافی کہا ہو۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے رات میں رمی جمار کرنا بھی منقول ہے جیسا کہ اس کو خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی نقل فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کمزور مردوں اور عورتوں کے لئے اجازت ہے کہ وہ رات ہی میں مزدلفہ سے کوچ کر کے منیٰ آجائیں اور آنے پر خواہ رات ہی کیوں نہ ہو، رمی جمار کر لیں۔ آنحضرت ﷺ نے مزدلفہ کی رات میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اذهب بضغفاءنا ونساءنا فليصلوا الصبح بمئى ويروا جمرَةَ الْعَقَبَةِ قَبْلَ ان تَصِيبَهُمْ دَفْعَةُ النَّاسِ (فتح الباری) یعنی آپ ہمارے ضعیفوں اور عورتوں وغیرہ کو مزدلفہ سے رات ہی میں منیٰ لے جائیے تاکہ وہ صبح کی نماز منیٰ میں ادا کر لیں اور لوگوں کے اڑھام سے پہلے پہلے جرمہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۶۸۵) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں عطاء نے، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے (مزدلفہ سے لوٹتے وقت) فضل (بن عباس رضی اللہ عنہما) کو اپنے پیچھے سوار کرایا تھا۔ فضل رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ آنحضرت ﷺ رمی جرمہ تک برابر لبیک پکارتے رہے۔

۱۶۸۵- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَزْدَفَ الْفَضْلَ، فَأَخْبَرَ الْفَضْلُ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يَلْمِي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ)).

[راجع: ۱۵۲۴]

(۱۶۸۶، ۱۶۸۷) ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، ان سے وہب بن جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے یونس ابلی نے، ان سے زہری نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما عرفات سے مزدلفہ تک نبی کریم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ نے مزدلفہ سے منیٰ جاتے وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھالیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جرمہ عقبہ کی سواری تک مسلسل

۱۶۸۶، ۱۶۸۷- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ((أَنَّ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ رَدَفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَزْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مَنَى، فَقَالَ فِكْلَاهُمَا قَالَا: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ

يَلْبِي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ)).

[راجع: ۱۵۴۳، ۱۵۴۴]

باب

﴿وَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةَ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ، ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

باب

سورہ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں پس جو شخص تمتع کرے حج کے ساتھ عمرہ کا یعنی حج تمتع کر کے فائدہ اٹھائے تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے اور اگر کسی کو قربانی میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے ایام حج میں اور سات دن کے روزے گھر واپس ہونے پر رکھے، یہ پورے دس دن (کے روزے) ہوئے یہ آسانی ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد کے پاس نہ رہتے ہوں۔

(۱۶۸۸) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہیں نصر بن شہیل نے خبر دی، انہیں شعبہ نے خبر دی، ان سے ابو جمرہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے اس کے کرنے کا حکم دیا، پھر میں نے قربانی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تمتع میں ایک اونٹ، یا ایک گائے یا ایک بکری (کی قربانی واجب ہے) یا کسی قربانی (اونٹ یا گائے بھینس کی) میں شریک ہو جائے، ابو جمرہ نے کہا کہ بعض لوگ تمتع کو ناپسندیدہ قرار دیتے تھے۔ پھر میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص پکار رہا ہے یہ حج مبرور ہے اور یہ مقبول تمتع ہے۔ اب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ اکبر! یہ تو ابو القاسم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ کہا کہ وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے عمرہ متقبلہ و حج مبرور (اس میں عمرہ کا ذکر پہلے ہے یعنی یہ عمرہ مقبول اور حج مبرور ہے)

۱۶۸۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْمُنْتَعَةِ فَأَمَرَنِي بِهَا، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ فَقَالَ فِيهَا جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ. قَالَ: كَأَنَّ نَاسًا كَرِهُوهَا، فَبِمَنْتُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ إِنْسَانًا يُنَادِي: حَجٌّ مَبْرُورٌ، وَمُنْتَعَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ. فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ رضی اللہ عنہ)).

قَالَ: وَقَالَ آدَمُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ((عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، وَحَجٌّ مَبْرُورٌ)).

[راجع: ۱۵۶۷]

حضرت عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے تمتع کی کراہیت منقول ہے لیکن ان کا قول احادیث صحیحہ اور خود نص قرآنی کے برخلاف ہے، اس لئے ترک کیا گیا اور کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ جب حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی رائے جو خلفائے راشدین میں سے ہیں حدیث کے خلاف مقبول نہ ہو تو اور مجتہد یا مولوی کس شمار میں ہیں، ان کا فتویٰ حدیث کے خلاف لہجہ اور پوچ ہے۔ (وحیدی) اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ صحیح مرفوع احادیث کے مقابلہ پر قول امام کو ترجیح دیتے ہیں

اور سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے یہی کافی ہے پس اللہ کے ہاں جس دن حساب کے لئے کھڑے ہوں گے ان کا کیا جواب ہو سکے گا۔ صد افسوس کہ یہود و نصاریٰ میں تقلید شخص کی بیماری تھی جس نے مسلمانوں کو بھی پھلا لیا اور وہ بھی ﴿اتَّخَذُوا آخِيَارَهُمْ وَزُهْنَاهُمْ أَزْبَانًا مِّنْ ذَوْنِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۱) کے مصداق بن گئے یعنی ان لوگوں نے اپنے مولویوں و رویشوں کو خدا کے سوا اپنا رب ٹھہرا لیا، یعنی خدا کی طرح ان کی فرمانبرداری کو اپنے لئے لازم قرار دے لیا۔ اسی کا نام تقلید جامد ہے جو سب بیماریوں کی جڑ ہے۔

۱۰۳- باب رُكُوبِ الْبِذَنِ

باب قربانی کے جانور پر سوار ہونا (جائز ہے)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ حج میں فرمایا ”ہم نے قربانیوں کو تمہارے لئے اللہ کے نام کی نشانی بنایا ہے، تمہارے واسطے ان میں بھلائی ہے سو پڑھو ان پر اللہ کا نام قطار باندھ کر، پھر وہ جب گر پڑیں اپنی کروٹ پر (یعنی ذبح ہو جائیں) تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے دونوں طرح کے فقیروں کو، اسی طرح تمہارے لئے حلال کر دیا ہم نے ان جانوروں کو تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا خون، لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ اس طرح ان کو بس میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی کرو اس بات پر کہ تم کو اس نے راہ دکھائی اور بشارت سادے نیکی کرنے والوں کو۔ مجاہد نے کہا کہ قربانی کے جانور کو بدنہ اس کے موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے، قانع سائل کو کہتے ہیں اور معتر جو قربانی کے جانور کے سامنے سائل کی صورت بنا کر آجائے خواہ غنی ہو یا فقیر، شعائر کے معنی قربانی کے جانور کی عظمت کو ملحوظ رکھنا اور اسے موٹا بنانا ہے۔ عتیق (خانہ کعبہ کو کہتے ہیں) بوجہ ظالموں اور جاہلوں سے آزاد ہونے کے جب کوئی چیز زمین پر گر جائے تو کہتے ہیں وجبت۔ اسی سے وجبت الشمس آتا ہے یعنی سورج ڈوب گیا۔

لِقَوْلِهِ: ﴿وَالْبِذَنُ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ، فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ، فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرِ، كَذَلِكَ سَخَرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ. لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاؤَهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ، كَذَلِكَ سَخَرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ﴾ [الحج: ۳۶]. قال مجاهد: سُمِّيَتْ الْبِذَنُ لِبِدْنِهَا. وَالْقَانِعُ: السَّائِلُ وَالْمُعْتَرِ، الَّذِي يَغْتَرُّ بِالْبِذَنِ مِنْ غَنِيِّ أَوْ فَقِيرٍ. وَشَعَائِرُ اللَّهِ: اسْتِعْظَامُ الْبِذَنِ وَاسْتِحْسَانُهَا. وَالْعَتِيقُ: عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ. وَيُقَالُ وَجَبَتْ سَقَطَتْ إِلَى الْأَرْضِ، وَمِنْهُ وَجَبَتْ الشَّمْسُ.

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قولہ والقانع السائل والمعتر الذی یعتر بالبدن من غنی او فقیر ای بطیف بہا متعرضا لها و هذا التعلیق اخرجہ ایضا عبد بن حمید من طریق عثمان ابن الاسود قلت لمجاهد ما القانع؟ قال جارک الذی ینظر ما دخل بینک و المعتر الذی یعتر ببابک و یریک نفسہ و لا یسألک شیئا و اخرج ابن ابی حاتم من طریق سفیان بن عیینہ عن ابن ابی نجیح عن مجاہد فی القانع هو الطامع و قال مرة هو السائل و من ینسألک و من طریق الثوری عن فرات عن سعید بن جبیر المعتر الذی یعتر بیک یرورک و لا ینسألک و من طریق ابن جریر عن مجاہد المعتر الذی یعتر بالبدن من غنی او فقیر وقال الخلیل فی العین القنوع المعتر للسانہ قنع ینہ مال و خضع و هو السائل و المعتر الذی یعترض و لا یسأل و یقال قنع بکسر النون اذارضی و قنع بفتحها اذا سأل و قر الحسن المعترى و هو بمعنى المعتر (فتح الباری) یعنی قانع سے سائل مراد ہے اور (لغات الحدیث) میں قنوع کے ایک معنی مانگنا بھی نکلتا ہے اور معتر وہ غنی

فقیر جو دل سے طالب ہو کر وہاں گھومتا رہے تاکہ اس کو گوشت حاصل ہو جائے زبان سے سوال نہ کرے معتر وہ فقیر جو سامنے آئے اس کی صورت سوالی ہو لیکن سوال نہ کرے لغات الحدیث اس تعلیق کو عبد بن حمید نے طریق عثمان بن اسود سے نکالا ہے میں نے مجاہد رحمہ اللہ سے قانع کی تحقیق کی کہا قانع وہ ہے جو انتظار کرتا رہے کہ تیرے گھر میں کیا کیا چیزیں آئی ہیں۔ (اور کاش ان میں سے مجھ کو بھی کچھ مل جائے) معتر وہ ہے جو وہاں گھومتا رہے اور تیرے دروازے پر امید دار بن کر آئے جائے مگر کسی چیز کا سوال نہ کرے اور مجاہد سے قانع کے معنی طامع یعنی لالچی کے بھی آئے ہیں اور ایک دفعہ بتلایا کہ مسائل مراد ہے اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور سعید بن جبیر سے معتر کے وہی معنی نقل ہوئے جو اوپر بیان ہوئے اور مجاہد نے کہا کہ معتر وہ جو غنی ہو یا فقیر خواہش کی وجہ سے قربانی کے جانور کے ارد گرد پھرتا رہے (اور غلیل نے قنوع کے معنی وہ بتایا جو ذلیل ہو کر سوال کرے فتح الیہ کے معنی مال وہ اس کی طرف جھکا وفتح الیہ اور اُس نے اس کی طرف جس سے کچھ چاہتا ہے چالوسی کی مراد آگے مسائل ہے اور قنوع بکسر نون رضی کے معنی کے ہے اور قنوع فتح نون کے ساتھ اذا سال کے معنی میں اور حسن کی قرأت میں یہاں لفظ معتری پڑھا گیا ہے وہ بھی معتری کے معنی میں ہے۔

۱۶۸۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْوَجِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً
فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ.
فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)) فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ:
((ارْكَبْهَا وَتِلْكَ)) فِي النَّالِيَةِ أَوْ فِي
النَّائِيَةِ.

۱۶۸۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جانے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے، آپ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جانا۔ اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے تو آپ نے پھر فرمایا افسوس! سوار بھی ہو جاؤ (ویلک آپ نے) دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا۔

الطائفية.

[أطرافه في : ۱۷۱۶، ۲۷۵۵، ۶۱۶۰].

زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ سائبہ وغیرہ جو جانور مذہبی نیاز نذر کے طور پر چھوڑ دیتے ان پر سوار ہونا معیوب جانا کرتے تھے قربانی کے جانوروں کے متعلق بھی جو کعبہ میں لے جانی جائیں ان کا ایسا ہی تصور تھا۔ اسلام نے اس فظ تصور کو ختم کیا اور آنحضرت ﷺ نے باصرار حکم دیا کہ اس پر سواری کرو تاکہ راستہ کی ٹھکن سے بچ سکو۔ قربانی کے جانور ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے معطل کر کے چھوڑ دیا جائے۔ اسلام اسی لئے دین فطرت ہے کہ اس نے قدم قدم پر انسانی ضروریات کو ملحوظ نظر رکھا ہے اور ہر جگہ عین ضروریات انسانی کے تحت احکامات صادر کئے ہیں خود عرب میں اطراف مکہ سے جو لاکھوں حاجی آج کل بھی حج کے لئے مکہ شریف آتے ہیں ان کے لئے یہی احکام ہیں باقی دور دراز ممالک اسلامیہ سے آنے والوں کے لئے قدرت نے ریل موٹر جہاز وجود پزیر کر دیئے ہیں۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ آج کل سفر حج بے حد آسان ہو گیا ہے پھر بھی کوئی دولت مند مسلمان حج کو نہ جائے تو اس کی بد بختی میں کیا شبہ ہے۔

۱۶۹۰- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا
هِشَامٌ وَشُعْبَةُ فَلَا حَدَّثَنَا قَادَةَ عَنْ أَنَسِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا

۱۶۹۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام اور شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا

بَدَنَةً لِيَسُوقَهَا فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا وَتِلْكَ)) فِي النَّالِيَةِ أَوْ فِي النَّائِيَةِ.

بَدَنَةً لِيَسُوقَهَا فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا وَتِلْكَ)) فِي النَّالِيَةِ أَوْ فِي النَّائِيَةِ.

جا رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا اس نے کہا کہ یہ تو قریانی کا جانور ہے آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جا اس نے پھر عرض کیا کہ یہ تو قریانی کا جانور ہے۔ لیکن آپ نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا کہ سوار ہو جا۔

[طرفہ فی : ۲۷۵۴، ۶۱۵۹]۔ آپ کے بار بار فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ قریانی کے اونٹ پر سوار ہونا اس کے شعارِ اسلام ہونے کے منافی نہیں ہے۔

باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھ قریانی کا جانور لے جائے۔

۱۰۴- بَابُ مَنْ سَاقَ الْبَدْنَ مَعَهُ

۱۶۹۱- ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبد اللہ نے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے پھر حج کیا اور آپ ذی الحلیفہ سے اپنے ساتھ قریانی لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کے لئے احرام باندھا، پھر حج کے لئے لبیک پکارا۔ لوگوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے حج کیا، لیکن بہت سے لوگ اپنے ساتھ قریانی کا جانور لے گئے تھے اور بہت سے نہیں لے گئے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو لوگوں سے کہا کہ جو شخص قریانی ساتھ لایا ہو اس کے لئے حج پورا ہونے تک کوئی بھی ایسی چیز حلال نہیں ہو سکتی جسے اس نے اپنے اوپر (احرام کی وجہ سے) حرام کر لیا ہے لیکن جن کے ساتھ قریانی نہیں ہے تو وہ بیت اللہ کا طواف کر لیں اور صفا اور مردہ کی سعی کر کے بال ترشوالیں اور حلال ہو جائیں، پھر حج کے لئے (از سر نو آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھیں) ایسا شخص اگر قریانی نہ پائے تو تین دن کے روزے حج ہی کے دنوں میں اور سات دن کے روزے گھر واپس آ کر رکھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم مکہ پہنچے تو سب سے پہلے آپ نے طواف کیا پھر حجر اسود کو بوسہ دیا تین چکروں میں آپ نے رمل کیا اور باقی چار میں معمولی رفتار سے چلے، پھر بیت اللہ کا طواف پورا کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو

يَسُوقُ بَدْنَةً لِّقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). قَالَ: إِنَّهَا بَدْنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا)). قَالَ: إِنَّهَا بَدْنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا)) ثَلَاثًا.

۱۶۹۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((تَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْخَلِيفَةِ، وَبَدَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَهْلُ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهْلُ بِالْحَجِّ، فَتَمَعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَهْدِ. فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَجِلُّ لِشَيْءٍ حَرَمٍ مِنْهُ حَتَّى يَفْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطْفُ بِالنِّبْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيَقْصِرْ وَلْيَحْلَلْ ثُمَّ لِيَهْلُ بِالْحَجِّ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لِي الْحَجِّ وَسَبْعَةَ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ)). فَطَافَ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ، وَاسْتَلَمَ الرَّسْمَ أَوَّلَ شَيْءٍ. ثُمَّ

رکعت نماز پڑھی سلام پھیر کر آپ صفا پہاڑی کی طرف آئے اور صفا اور مروہ کی سعی بھی سات چکروں میں پوری کی۔ جن چیزوں کو (احرام کی وجہ سے اپنے پر) حرام کر لیا تھا ان سے اس وقت تک آپ حلال نہیں ہوئے جب تک رجب بھی پورا نہ کر لیا اور یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں قریانی کا جانور بھی ذبح نہ کر لیا۔ پھر آپ (مکہ واپس) آئے اور بیت اللہ کا جب طوافِ افاضہ کر لیا تو ہر وہ چیز آپ کے لئے حلال ہو گئی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی جو لوگ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے تھے انہوں نے بھی اسی طرح کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

(۱۶۹۲) عروہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں آنحضرت ﷺ کے حج اور عمرہ ایک ساتھ کرنے کی خبر دی کہ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا تھا، بالکل اسی طرح جیسے مجھے سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی تھی۔

نودی نے کہا کہ تمتع سے یہاں قرآن مراد ہے، ہوا یہ کہ پہلے آپ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کیا اس میں شریک کر لیا اور قرآن کو بھی تمتع کہتے ہیں۔ (وحیدی) اسی حدیث میں آنحضرت ﷺ کے خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں رمل کا ذکر بھی آیا ہے یعنی اکڑ کر مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے چلنا۔ یہ طواف کے پہلے تین پھیروں میں کیا اور باقی چار میں معمولی چال سے چلے یہ اس واسطے کیا کہ مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا تھا کہ مدینہ کے بخار سے وہ ناتواں ہو گئے ہیں تو پہلی باریہ فعل ان کا خیال غلط کرنے کے لیے کیا گیا تھا، پھر ہمیشہ یہی سنت قائم رہی۔ (وحیدی) حج میں ایسے بہت سے تاریخی یادگاری امور ہیں جو پچھلے بزرگوں کی یادگاریں ہیں اور اسی لئے ان کو ارکان حج سمجھیں اور اس سے سبق حاصل کریں، رمل کا عمل بھی ایسا ہی تاریخی عمل ہے۔

۱۰۵- بَابُ مَنْ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ

الطَّرِيقِ

(۱۶۹۳) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے کہا، جب وہ حج کے لئے نکل رہے تھے کہ آپ نہ جائیے کیونکہ میرا خیال ہے کہ (بد امنی کی وجہ سے) آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر

حَبْ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعًا، فَرَكِعَ حِينَ لَقِيَ طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَأَنْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا، فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةَ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَخْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرَمٍ مِنْهُ حَتَّى لَقِيَ حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرَمٍ مِنْهُ، وَقَعَلَ، وَمِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ).

۱۶۹۲- وَعَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ).

نودی نے کہا کہ تمتع سے یہاں قرآن مراد ہے، ہوا یہ کہ پہلے آپ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کیا اس میں شریک کر لیا اور قرآن کو بھی تمتع کہتے ہیں۔ (وحیدی) اسی حدیث میں آنحضرت ﷺ کے خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں رمل کا ذکر بھی آیا ہے یعنی اکڑ کر مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے چلنا۔ یہ طواف کے پہلے تین پھیروں میں کیا اور باقی چار میں معمولی چال سے چلے یہ اس واسطے کیا کہ مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا تھا کہ مدینہ کے بخار سے وہ ناتواں ہو گئے ہیں تو پہلی باریہ فعل ان کا خیال غلط کرنے کے لیے کیا گیا تھا، پھر ہمیشہ یہی سنت قائم رہی۔ (وحیدی) حج میں ایسے بہت سے تاریخی یادگاری امور ہیں جو پچھلے بزرگوں کی یادگاریں ہیں اور اسی لئے ان کو ارکان حج سمجھیں اور اس سے سبق حاصل کریں، رمل کا عمل بھی ایسا ہی تاریخی عمل ہے۔

نودی نے کہا کہ تمتع سے یہاں قرآن مراد ہے، ہوا یہ کہ پہلے آپ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کیا اس میں شریک کر لیا اور قرآن کو بھی تمتع کہتے ہیں۔ (وحیدی) اسی حدیث میں آنحضرت ﷺ کے خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں رمل کا ذکر بھی آیا ہے یعنی اکڑ کر مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے چلنا۔ یہ طواف کے پہلے تین پھیروں میں کیا اور باقی چار میں معمولی چال سے چلے یہ اس واسطے کیا کہ مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا تھا کہ مدینہ کے بخار سے وہ ناتواں ہو گئے ہیں تو پہلی باریہ فعل ان کا خیال غلط کرنے کے لیے کیا گیا تھا، پھر ہمیشہ یہی سنت قائم رہی۔ (وحیدی) حج میں ایسے بہت سے تاریخی یادگاری امور ہیں جو پچھلے بزرگوں کی یادگاریں ہیں اور اسی لئے ان کو ارکان حج سمجھیں اور اس سے سبق حاصل کریں، رمل کا عمل بھی ایسا ہی تاریخی عمل ہے۔

۱۰۵- بَابُ مَنْ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ

الطَّرِيقِ

۱۶۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَأَبِيهِ: أَقِمْ لِنَبِيِّي لَأَمْسُهَا أَنْ تُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ. قَالَ: إِذَا فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَقَدْ

میں بھی کام کروں گا جو (ایسے موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے“ میں اب تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے، چنانچہ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ نکلے اور جب بیداء پہنچے توج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا اور فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں تو ایک ہی ہیں اس کے بعد قدید پہنچ کر ہدی خریدی پھر مکہ آکر دونوں کے لئے طواف کیا اور درمیان میں نہیں بلکہ دونوں سے ایک ہی ساتھ حلال ہوئے۔

باب جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قلاوہ پہنایا پھر احرام باندھا!

اور نافع نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے کر جاتے تو ذوالحلیفہ سے اسے ہار پہنا دیتے اور اشعار کر دیتے اس طرح کہ جب اونٹ اپنا منہ قبلہ کی طرف کئے بیٹھا ہوتا تو اس کے داہنے کوہان میں نیزے سے زخم لگا دیتے۔

(۹۵/۱۶۹۳) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو عمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، اور ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما اور مروان نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے تقریباً اپنے ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ (حج کے لئے نکلے) جب ذی الحلیفہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہار پہنایا اور اشعار کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا۔

[أطرافہ فی : ۲۷۱۱، ۲۷۳۲، ۴۱۵۷،

[۴۱۷۹، ۴۱۸۰].

قَالَ اللَّهُ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ فَإِنَّا أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أُوجِبْتُ عَلَى نَفْسِي الْعُمْرَةَ. فَأَهْلُ بِالْعُمْرَةِ. قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ أَهْلًا بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَإِلَّا وَاحِدًا. ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ، ثُمَّ قَدِمَ لَطَافَ لِهَمَّا طَوَافًا وَاحِدًا، فَلَمْ يَجِلْ حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا)). [راجع: ۱۶۳۹]

۱۰۶- بَابُ مَنْ أَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِدْيَ الْخُلَيْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا أَهْدَى مِنَ الْمَدِينَةِ قَلْدَهُ وَأَشْعَرَ بِدْيَ الْخُلَيْفَةِ يَطْعَنُ فِي شِقِّ سَنَامِهِ الْأَيْمَنِ بِالشُّفْرَةِ، وَوَجْهَهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةَ.

۱۶۹۴، ۱۶۹۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ قَالَا: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي بَعْضِ عَشْرَةِ مِائَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِدْيَ الْخُلَيْفَةِ قَلَّدَ النَّبِيُّ ﷺ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ)).

[أطرافہ فی : ۱۸۱۱، ۲۷۱۲، ۲۷۳۱،

[۴۱۷۸، ۴۱۸۱].

اشعار کے معنی قربانی کے اونٹ کے دائیں کوہان میں نیزے سے ایک زخم کر دینا، اب یہ جانور بیت اللہ میں قربانی کے لئے نشان زدہ ہو جاتا تھا اور کوئی بھی ڈاکو چور اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اب بھی یہ اشعار رسول کریم ﷺ کی سنت ہے۔ بعض لوگوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے جو سخت غلطی اور سنت نبوی کی بے ادبی ہے۔ امام ابن حزم نے کہا کہ حضرت امام ابو حنیفہ

کے سوا اور کسی سے اس کی کراہیت منقول نہیں، طحاوی نے کہا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہا بلکہ اس میں مبالغہ کرنے کو مکروہ کہا ہے جس سے اونٹ کی ہلاکت کا ڈر ہو اور ہمارا یہی گمان حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے جو مسلمانوں کے پیشوا ہیں، یہی ہے۔ اصل اشعار کو وہ کیسے مکروہ کہہ سکتے ہیں اس کا سنت ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (وحیدی) قلاوہ جو تینوں کا ہار جو قربانی کے جانوروں کے گلے میں ڈال کر گویا اسے بیت اللہ میں قربانی کے لئے نشان لگا دیا جاتا تھا، قلاوہ اونٹ بکری گائے سب کے لئے ہے اور اشعار کے بارے میں حضرت علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ و فیہ مشروعیۃ الاشعار و هو ان یکشط جلد البدنۃ حتی یسبل دم ثم یسلقہ فیکون ذالک علامۃ علی کونہا ہدیٰ و بذالک قال الجمهور من السلف و الخلف و ذکر الطحاوی فی اختلاف العلماء کراہتہ عن ابی حنیفۃ و ذهب غیرہ الی استحبابہ للاتباع حتی صاحبہ ابو یوسف و محمد فقلا ہو حسن قال و قال مالک یختص الاشعار بمن لہا سنم قال الطحاوی ثبت عن عائشۃ و ابن عباس التخییر فی الاشعار و ترکہ فدل علی انہ لیس بنسک لکنہ غیر مکروہ لثبوت فعلہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اخرہ (فتح الباری) یعنی اس حدیث سے اشعار کی مشروعیت ثابت ہے وہ یہ کہ ہدی کے چمڑے کو ذرا سا زخمی کر کے اس سے خون بہا دیا جائے بس وہ اس کے ہدی ہونے کی علامت ہے اور سلف اور خلف سے تمام جمہور نے اس کی مشروعیت کا اقرار کیا ہے اور امام طحاوی نے اس بارے میں علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور دوسرے لوگ اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہردو شاگردان رشید حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ بھی اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اشعار ان جانوروں کے ساتھ خاص ہے جن کے کوہان ہیں۔ طحاوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ اس کے لئے اختیار ہے کہ یا تو اشعار کرے یا نہ کرے، یہ اسی امر کی دلیل ہے کہ اشعار کوئی حج کے مناسک سے نہیں ہے لیکن وہ غیر مکروہ ہے اس لئے کہ اس کا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ مطلقاً اشعار کو مکروہ کہنے پر بہت سے متقدمین نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات امام طحاوی نے دیئے ہیں، ان میں سے یہ بھی کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً اشعار کا انکار نہیں کیا بلکہ ایسے مبالغہ کے ساتھ اشعار کرنے کو مکروہ بتلایا ہے جس سے جانور ضعیف ہو کر ہلاکت کے قریب ہو جائے۔ جن لوگوں نے اشعار کو مثلہ سے تشبیہ دی ہے ان کا قول بھی غلط ہے۔ اشعار صرف ایسا ہی ہے جیسے کہ ختنہ اور حجامت اور نشانی کے لئے بعض جانوروں کے کان چیر دینا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سب مثلہ کے ذیل میں نہیں آسکتے، پھر اشعار کیونکہ آسکتا ہے۔ اسی لئے ابو صائب کہتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں امام و کعب کے پاس تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ امام نخعی سے اشعار کا مثلہ ہونا منقول ہے۔ امام و کعب نے خنکی کے لہجہ میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا اور تو کہتا ہے کہ ابراہیم نخعی نے ایسا کہا، حق تو یہ ہے کہ تجھ کو قید کر دیا جائے (فتح) قرآن مجید کی آیت شریفہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ...﴾ (الحجرات: ۱) کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول سے کوئی امر صحیح طور پر ثابت ہو وہاں ہرگز قبل و قال و اقوال و آراء کو داخل نہ کیا جائے کہ یہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبی ہے۔ مگر صد اقسوس ہے کہ امت کا جم غفیر اسی بیماری میں مبتلا ہے، اللہ پاک سب کو تقلید جلد سے شغفے کا ل عطا فرمائے آمین۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ جب کسی ہدی کا اشعار کرتے تو اسے قبلہ رخ کر لیتے اور بسم اللہ و اللہ اکبر کہہ کر اس کے کوہان کو زخمی کیا کرتے تھے۔

(۱۶۹۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے افع نے بیان کیا، ان

سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے ہار میں نے اپنے ہاتھ سے خود بٹھے تھے، پھر آپ نے

۱۶۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنْ

الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ:

(رَفَعْتُ قَلْبِي بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ، ثُمَّ

فَلَدَهَا، وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا، فَمَا حَرَمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أَحِلَّ لَهُ)).

[أطرافه في : ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠،

١٧٠١، ١٧٠٢، ١٨٠٣، ١٧٠٤

[١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦]

یہ واقعہ ہجرت کے نویں سال کا ہے، جب آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو حاجیوں کا سردار بنا کر مکہ روانہ کیا تھا، ان کے ساتھ قریبی کے اونٹ بھی آپ نے بھیجے تھے۔ نووی نے کہا کہ اس حدیث سے یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص خود مکہ کو نہ جا سکے تو قریبی کا جانور وہاں بھیج دینا مستحب ہے اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ صرف قریبی روانہ کرنے سے آدمی محرم نہیں ہوتا جب تک خود احرام کی نیت نہ کرے۔ (وحیدی)

باب گائے اونٹ وغیرہ قریبی کے جانوروں کے قلاوے بننے کا بیان۔

١٠٧- بَابُ قَتْلِ الْقَلَابِدِ لِلْبُذْنِ وَالْبَقَرِ

(١٦٩٤) ہم سے مسدو نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے کہ مجھے نافع نے خبر دی انیس ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہا میں نے کہا! یا رسول اللہ! اور لوگ تو حلال ہو گئے لیکن آپ حلال نہیں ہوئے، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بالوں کو جمالیا ہے اور اپنی ہڈی کو قلاوہ پسنایا ہے، اس لئے جب تک حج سے بھی حلال نہ ہو جاؤں میں (درمیان میں) حلال نہیں ہو سکتا، (گووند لگا کر سر کے بالوں کو جمالینا اس کو تلبید کہتے ہیں۔)

١٦٩٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَتْ: ((قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَكَمْ تَحْلِلُ أَنْتَ؟ قَالَ: ((إِنِّي لَبَدْتُ رَأْسِي وَقَلَدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنْ الْحَجِّ)). [راجع: ١٥٦٦]

(١٦٩٨) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبد الرحمن نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ مدینہ سے ہدی ساتھ لے کر چلتے تھے اور میں ان کے قلاوے بنا کرتی تھی پھر بھی آپ (احرام باندھنے سے پہلے) ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے تھے جن سے ایک محرم پرہیز کرتا ہے۔

١٦٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ، فَأَقْبَلُ قَلَابِدَ هَدْيِهِ، ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ)). [راجع: ١٦٩٦]

دونوں حدیثوں میں قریبی کا لفظ ہے وہ عام ہے اونٹ اور گائے دونوں کو شامل ہے تو باب کا مطلب ثابت ہو گیا یعنی قرآن کے

اونٹ اور گایوں کے لئے ہار بٹنا یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے یہ ہار بنا کرتی تھیں پس عورتوں کے لئے اس قسم کے صنعتِ حرفت کے کام کرنا کوئی امر معیوب نہیں ہے جیسا کہ نام نہاد شرفاء اسلام کے تصورات ہیں جو عورتوں کے لئے اس قسم کے کاموں کو اچھا نہیں جانتے یہ انتہائی کم فہمی کی دلیل ہے۔

باب قربانی کے جانور کا اشعار کرنا

اور عروہ نے مسور سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہار پہنایا اور اس کا اشعار کیا، پھر عمرہ کے لئے احرام باندھا تھا۔

(۱۶۹۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اقل بن حمید نے بیان کیا، ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے قلاذے خود بٹے تھے، پھر آپ نے انہیں اشعار کیا اور ہار پہنایا، یا میں نے ہار پہنایا پھر آپ نے بیت اللہ کے لئے انہیں بھیج دیا اور خود مدینہ میں ٹھہر گئے لیکن کوئی بھی ایسی چیز آپ کے لئے حرام نہیں ہوئی جو آپ کے لئے حلال تھی۔

لوئی شخص اپنے وطن سے کسی کے ہمراہ مکہ شریف میں قربانی کا جانور بھیج دے تو وہ حلال ہی رہے گا اس پر احرام کے احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

باب اس کے بارے میں جس نے اپنے ہاتھ سے (قربانی کے جانوروں کو) قلاذہ پہنائے۔

(۱۷۰۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے خبر دی، انہیں عمرہ بنت عبد الرحمن نے خبر دی کہ زیاد بن ابی سفیان نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جس نے ہدی بھیج دی اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو ایک حاجی پر حرام ہوتی ہیں تا آنکہ اس کی ہدی کی قربانی کر دی جائے، عمرہ نے کہا کہ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ کہا مسئلہ اس طرح نہیں ہے، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے قلاذے اپنے ہاتھوں سے خود بٹے ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و

۱۰۸- بَابُ إِشْعَارِ الْبُذْنِ

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمَسْوَرِ ((قَلَدَ النَّبِيُّ الْهَدْيَ وَالشَّعْرَةَ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ)).

۱۶۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ

حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنِ

عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((قَلَدْتُ

قَلَابِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ أَشْعَرْتُهَا وَقَلَدْتُهَا

- أَوْ قَلَدْتُهَا - ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ

وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ فَمَا حَرَّمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ

لَهُ حَالًا)). [راجع: ۱۶۹۶]

۱۰۹- بَابُ مَنْ قَلَدَ الْقَلَابِدَ بِيَدِهِ

۱۷۰۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ

عُمَرُو بْنِ حَزْمٍ عَنِ عُمَرَ بِنْتِ عَبْدِ

الرُّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ ((أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي

سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَيَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا:

إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

قَالَ: مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حَرَّمَ عَلَيْهِ مَا يُحْرَمُ

عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ. قَالَتْ

عُمَرَةُ: فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا:

لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

سلم نے اپنے ہاتھوں سے ان جانوروں کو قلاوہ پہنایا اور میرے والد محترم (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ انہیں بھیج دیا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کیا جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کی تھی، اور ہدی کی قربانی بھی کر دی گئی۔

أَنَا فَتَلْتُ قَلَابِدَ هَذِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِيَدِي، ثُمَّ قَلَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدِي، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا أَحَلَّهُ اللَّهُ حَتَّى نُحْرَ الْأَهْذِي. [راجع: ۱۶۹۶]

یہ ۹ھ کا واقعہ ہے اس سال رسول کریم ﷺ نے اپنے نائب کی حیثیت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لئے بھیجا تھا، آئندہ سال حجۃ الوداع کیا گیا۔ اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ درست نہ تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ نے اس کی تردید کر دی۔ معلوم ہوا کہ غلطیوں کا امکان بڑی شخصیتوں سے بھی ہو سکتا ہے ممکن ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خیال سے بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امر حق جسے بھی معلوم ہو ظاہر کر دینا چاہئے اور اس بارے میں کسی بھی بڑی شخصیت سے مرعوب نہ ہونا چاہئے کیونکہ الحق یعلو ولا یعلیٰ یعنی امر حق ہمیشہ غالب رہتا ہے اسے مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔

باب بکریوں کو ہار پہنانے کا بیان

۱۱۰ - بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ

(لیکن بکریوں کا اشعار کرنا بالاتفاق جائز نہیں)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قال ابن المنذر انكر مالك واصحاب الراي تقليد ما زاد غيره و كانهم لم يبلغهم الحديث ولم نجد لهم حجة الاقول بعضهم انها تضعف عن التقليد و هي حجة ضعيفة لان المقصود من التقليد العلامة و قد انفقوا انها لا تشعر لانها تضعف عنه فتقلد بما لا يضعفها والحنفية في الاصل يقولون ليست الغنم من الهدى فالحديث حجة عليهم من جهة اخزي الخ (فتح الباری) یعنی ابن منذر نے کہا کہ امام مالک اور اصحاب الرائے نے بکریوں کے لئے ہار سے انکار کیا ہے گویا کہ ان کو حدیث نبوی پہنچی ہی نہیں ہے اور ہم نے ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں پائی سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ بکری ہار لٹکانے سے کمزور ہو جائے گی۔ یہ بہت ہی کمزور دلیل ہے کیونکہ ہار لٹکانے سے اس کو نشان زدہ برائے قربانی حج کرنا مقصود ہے، بکری کا متفقہ طور پر اشعار جائز نہیں ہے۔ اسی سے وہ فی الواقع کمزور ہو سکتی ہے اور ہار لٹکانے سے کمزور ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے اور حنفیہ اصولاً کہتے ہیں کہ بکری ہدی ہی نہیں ہے پس یہ حدیث ان پر دوسرے طریق سے بھی حجت ہے۔ بعض نے کہا کہ بکری ہدی اس لئے نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ شریف کو بکری بطور ہدی نہیں بھیجی یہ خیال غلط ہے کیونکہ حدیث باب دلیل ہے کہ آپ نے حج سے قبل قطعی طور پر بکری کو بطور ہدی بھیجا پس یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے۔

غالباً حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ایسے ہی حضرات کے خیال کی اصلاح کے لئے باب تقلید الغنم منعقد فرمایا ہے جو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی علمی اصلاحی بصیرت کاملہ کی دلیل ہے۔ اللہ پاک ایسے امام حدیث کو فردوس بریں میں بہترین جزائیں عطا فرمائے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور جو لوگ ایسے امام کی شان میں گستاخانہ کلمات منہ سے نکالتے ہیں اللہ پاک ان کو نیک سمجھ عطا فرمائے کہ وہ اس دریدہ وہنی سے باز آئیں یا جو حضرات ان کی شان اجتہاد کا انکار کرتے ہیں اللہ ان کو توفیق دے کہ وہ اپنے اس غلط خیال پر نظر ثانی کر سکیں۔

(۱۷۰۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا

۱۷۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے قریانی کے لئے (بیت اللہ) بکریاں بھیجی تھیں۔

گو اس حدیث میں بکریوں کے گلے میں ہار لٹکانے کا ذکر نہیں ہے جو باب کا مطلب ہے لیکن آگے کی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

(۱۷۰۲) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، ان سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے اعلمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نبی کریم ﷺ کے قریانی کے جانوروں کے لئے قلاوے خود بنا کرتی تھی، آنحضرت ﷺ نے بکری کو بھی قلاوہ پہنایا تھا اور آپ خود اپنے گھر اس حال میں مقیم تھے کہ آپ حلال تھے۔

(۱۷۰۳) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، ان سے حماد نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتمر نے (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہیں سفیان نے خبر دی، انہیں منصور نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی بکریوں کے قلاوے خود بنا کرتی تھی، آنحضرت ﷺ انہیں (بیت اللہ کے لئے) بھیج دیتے اور خود حلال ہی ہونے کی حالت میں اپنے گھر ٹھہرے رہتے۔

(۱۷۰۴) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زکریا نے بیان کیا، ان سے عامر نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قریانی کے لئے خود قلاوے بنے ہیں۔ ان کی مراد احرام سے پہلے کے قلاووں سے تھی۔

اللہ عنها قالت: ((أهدى النبي ﷺ مرة غنماً)). [راجع: ۱۶۹۶]

۱۷۰۲- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كُنْتُ أَقْبِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَيُقْلَدُ الْغَنَمَ وَيَقِيمُ فِي أَهْلِهِ حَلَالًا)).

[راجع: ۱۶۹۶]

۱۷۰۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ. ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كُنْتُ أَقْبِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَيَنْعَثُ بِهَا، ثُمَّ يَمَكْتُ حَلَالًا)). [راجع: ۱۶۹۶]

۱۷۰۴- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((قَلَّتْ لِي هَدْيِي النَّبِيِّ ﷺ - نَعْنِي الْقَلَائِدَ - قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ)).

[راجع: ۱۶۹۶]

تقلید کہتے ہیں قریانی کے جانوروں کے گلوں میں جوتیوں وغیرہ کا ہار بنا کر ڈالنا، یہ عرب کے ملک میں نشان تھا ہدی کا۔ ایسے جانور کو عرب لوگ نہ کوٹتے تھے نہ اس سے متعرض ہوتے اور اشعار کے معنی خود کتاب میں مذکور ہیں یعنی اونٹ کا کوہان داہنی طرف سے ذرا سا چیر دینا اور خون بہا دینا یہ بھی سنت ہے اور جس نے اس سے منع کیا اس نے غلطی کی ہے۔

باب اون کے ہار بیٹنا

(۱۷۰۵) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معاذ

۱۱۱- بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِهْنِ

۱۷۰۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا

بن معاذ نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے بیان کیا، ان سے قاسم نے بیان کیا، ان سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس جو اون تھی اس کے ہار میں نے قریانی کے جانوروں کے لئے خود بٹے تھے۔

مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنِ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((قَلْتُ فَلَا جِدْمَا مِنْ عِيْنِ كَانَ عِنْدِي)). [راجع: ۱۶۹۶]

اس سے بھی ثابت ہوا کہ قریانی کے جانوروں کے گلوں میں اون کی رسیوں کے ہار ڈالنا سنت ہے اور یہ اونٹ گائے بکری سب کے لئے ہے جو جانور بھی قریانی کئے جاتے ہیں۔

باب جو تلوں کا ہار ڈالنا

۱۱۲ - بَابُ تَقْلِيدِ النَّعْلِ

(۱۷۰۶) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں یحییٰ بن ابی کثیر نے، انہیں عکرمہ نے، انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قریانی کا اونٹ لئے جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا، اس نے کہا کہ یہ تو قریانی کا ہے تو آپ نے پھر فرمایا کہ سوار ہو جا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل رہا ہے اور جوتے (کا ہار) اس اونٹ کی گردن میں ہے۔ اس روایت کی متابعت محمد بن بشار نے کی ہے۔

۱۷۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنِ مَعْمَرٍ عَنِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ الْقَلَابِدِ مِنَ الْعِيْنِ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً قَالَ: ((ارْكَبْهَا))، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا))، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا يُسَافِرُ النَّبِيُّ ﷺ وَالنَّعْلُ لِي عِنْدَهَا)). تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ.

ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، ہم کو علی بن مبارک نے خبر دی، انہیں یحییٰ نے انہیں عکرمہ نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے (مثل سابق حدیث کے)۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ يَحْيَى عَنِ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ۱۶۸۹]

اس حدیث میں اشارہ بھی ہے کہ ایک جوتی بھی لٹکانا کافی ہے اور رد ہے اس کا جو کہ کم سے کم دو جوتیاں لٹکانا ضروری کتا ہے اور مستحب یہی ہے کہ دو جوتیاں ڈالے (وحیدی) مگر ایک بھی کافی ہو جاتی ہے۔

باب قریانی کے جانوروں کے لئے جھول کا ہونا۔

۱۱۳ - بَابُ الْجَلَالِ لِلْبُذْنِ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف کوہان کی جگہ کے جھول کو پھاڑتے اور جب اس کی قریانی کرتے تو اس ڈر سے کہ کہیں اسے خون خراب نہ کر دے جھول اتار دیتے اور پھر اس کو بھی صدقہ کر دیتے۔

وَكَانَ ابْنُ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجَلَالِ إِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جَلَالَهَا مَخَافَةَ أَنْ يَفْسِدَهَا الدَّمُ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا

(۱۷۰۷) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نَجِیح نے، ان سے مجاہد نے، ان سے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چمڑے کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا جن کی قربانی میں نے کر دی تھی۔

[۲۲۹۹]

معلوم ہوا کہ قربانی کے جانوروں کی ہر چیز حتیٰ کہ جھول تک بھی صدقہ کر دی جائے اور قصائی کو ان میں سے اجرت میں کچھ نہ دیا جائے، اجرت علیحدہ دینی چاہئے۔

باب اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی ہدیٰ راستہ میں خریدی اور اسے ہارپنایا

(۱۷۰۸) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو ضمیر نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں حجۃ المحرورہ کے سال حج کا ارادہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ لوگوں میں باہم قتل و خون ہونے والا ہے اور ہم کو خطرہ اس کا ہے کہ آپ کو (مفسد لوگ حج سے) روک دیں، آپ نے جواب میں یہ آیت سنائی کہ ”تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔“ اس وقت میں بھی وہی کام کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے پر عمرہ واجب کر لیا ہے، پھر جب آپ بیدار کے بالائی حصہ تک پہنچے تو فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ میں نے حج کو بھی جمع کر لیا ہے، پھر آپ نے ایک ہدیٰ بھی ساتھ لے لی جسے ہارپنایا گیا تھا۔ آپ نے اسے خرید لیا یہاں تک کہ آپ مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا جو چیزیں (احرام کی وجہ سے ان پر) حرام تھیں ان میں سے کسی سے قربانی کے دن تک وہ حلال نہیں ہوئے، پھر سر منڈوایا

۱۷۰۷- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ أَبِي نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبَدَنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَبِجُلُودِهَا)).

[أطرافه في : ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸]

۱۱۴- بَابُ مَنْ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيقِ وَقَلَدَهَا

۱۷۰۸- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا الْحَجَّ، غَامَ حَجَّةِ الْحَرُورِيَّةِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ النَّاسَ كَاتِبِينَ بَيْنَهُمْ قِتَالًا وَنَحَافًا أَنْ يَصُدُّوكَ، فَقَالَ: «لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ»، إِذَا أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً. حَتَّى كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ، قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ، أَشْهَدُكُمْ أَنِّي جَمَعْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَةٍ. وَأَهْدَى هَذَا مُقَلَّدًا اشْتَرَاهُ، حَتَّى قَدِمَ فُطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرَمَ مِنْهُ حَتَّى يَوْمِ النَّحْرِ، فَحَلَّقَ وَنَحَرَ، وَرَأَى أَنْ

قَدْ قَضَى طَوَافَهُ وَالْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ بِطَوَافِهِ
 الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: كَذَلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ
 ﷺ. [راجع: ۱۶۳۹]

اور قربانی کی وجہ یہ سمجھتے تھے کہ اپنا پہلا طواف کر کے انہوں نے حج
 اور عمرہ دونوں کا طواف پورا کر لیا ہے پھر آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ
 نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

اس روایت میں حجۃ الحورہ سے مراد امت کے طائفی حجاج کی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف فوج کشی ہے۔ یہ ۳۷ھ کا
 واقعہ ہے، حجاج خود خارجی نہیں تھا لیکن خارجیوں کی طرح اس نے بھی دعوائے اسلام کے باوجود حرم اور اسلام دونوں کی حرمت پر
 تاخت کی تھی۔ اس لئے راوی نے اس کے اس حملہ کو بھی خارجیوں کے حملہ کے ساتھ مشابہت دی اور اس کو بھی ایک طرح سے
 خارجیوں ہی کا حملہ تصور کیا کہ اس نے امام حق یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف چڑھائی کی۔ حجۃ الحورہ کہنے سے ہجو اور
 خوارج کے سے عمل کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ خارجیوں نے ۶۲ھ میں حج کیا تھا، احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان ہر
 دو سالوں میں حج کیا ہو۔ باب اور حدیث میں مطابقت یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے راستہ میں قربانی کا جانور خرید لیا اور
 عمرہ کے ساتھ حج کو بھی جمع فرمایا اور فرمایا کہ اگر مجھ کو حج سے روک دیا گیا تو آنحضرت ﷺ کو بھی مشرکوں نے حدیبیہ کے سال حج سے
 روک دیا تھا اور آپ نے اسی جگہ احرام کھول کر جانوروں کو قربان کر دیا تھا، میں بھی ویسا ہی کر لوں گا۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
 کے ساتھ ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ نے بروقت جملہ ارکان حج کو ادا فرمایا۔

۱۱۵- بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقْرَ عَنْ
 نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ

باب کسی آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت
 بغیر گائے کی قربانی کرنا

(۱۷۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک
 رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، ان سے عمرہ بنت
 عبدالرحمن نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے
 بتلایا کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ (حج کے لئے) نکلے تو ذی قعدہ
 میں سے پانچ دن باقی رہے تھے ہم صرف حج کا ارادہ لے کر نکلے تھے،
 جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جن
 لوگوں کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ جب طواف کر لیں اور صفا مروہ کی
 سعی بھی کر لیں تو حلال ہو جائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ
 قربانی کے دن ہمارے گھر گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا کہ یہ کیا
 ہے؟ (لانے والے نے بتلایا) کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کی
 طرف سے یہ قربانی کی ہے، یحییٰ نے کہا کہ میں نے عمرہ کی یہ حدیث
 قاسم سے بیان کی انہوں نے کہا عمرہ نے یہ حدیث ٹھیک ٹھیک بیان کی
 ہے۔

۱۷۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ
 أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ
 عُمَرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَتْ: سَمِعْتُ
 عَائِشَةَ تَقُولُ: ((حَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
 ﷺ لِخَمْسِ بَقَرَاتٍ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرَى
 إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ
 اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ
 وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَجْلُ.
 قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ
 بَقْرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: نَحَرَ رَسُولُ
 اللَّهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُهُ
 لِلْقَاسِمِ فَقَالَ: أَتَيْتُكَ بِالْحَدِيثِ عَلَى
 وَجْهِهِ)). [راجع: ۲۹۴]

یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ ترجمہ باب میں تو گائے کا ذبح کرنا مذکور ہے اور حدیث میں نحر کا لفظ ہے تو حدیث باب سے مطابق نہیں ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں نحر سے ذبح مراد ہے چنانچہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں جو آگے مذکور ہو گا ذبح کا لفظ ہے اور گائے کا نحر کرنا بھی جائز ہے مگر ذبح کرنا علماء نے بہتر سمجھا ہے اور قرآن شریف میں بھی ﴿أَنْ تَذْبَحُوا بَقْرَةً﴾ (البقرہ: ۶۷) وارد ہے۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر نے متعدد روایات نقل کی ہیں جن سے ثابت ہے رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی تمام ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی تھی، گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں جیسا کہ مسلمہ ہے، حج کے موقع پر تو یہ ہر مسلمان کر سکتا ہے مگر عید الاضحیٰ پر یہاں اپنے ہاں کے ٹکی قانون (بھارتی قانون) کی بنا پر بہتر یہی ہے کہ صرف بکرے یا دنبہ کی قربانی کی جائے اور گائے کی قربانی نہ کی جائے جس سے یہاں بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے ﴿لَا يَكْفِلُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسْمَهَا﴾ قرآنی اصول ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اما التعبير بالذبح مع ان حدیث الباب بلفظ النحر فاشارة الى ماورد فی بعض طرقہ بالذبح وسیاتی بعد سبعة ابواب من طریق سلیمان بن بلال عن یحییٰ بن سعید و نحر البقر جائز عند العلماء الا ان الذبح مستحب عندهم لقوله تعالى ان الله يا مكرم ان تذبحوا بقرة وخالف الحسن بن صالح فاستحب نحرها و اما قوله من غير امره فاخذہ من استفهام عائشة عن اللحم لما دخل به عليها و لو كان ذبحه بعلمها لم تحتج الى الاستفهام لكن ليس ذالك داعيا لاحتمال فيجوز ان يكون علمها بذالك تقدم بن يكون استاذنهن فی ذالك لكن لما ادخل اللحم عليها احتمال سندھا ان يكون هو الذی وقع الاستیذان فيه و ان يكون غير ذالك فاستفهمت عنه لذالك (ح) یعنی حدیث الباب میں لفظ نحر کو ذبح سے تعبیر کرنا حدیث کے بعض دیگر طرق کی طرف اشارہ کرنا ہے جس میں بجائے نحر کے لفظ ذبح ہی وارد ہوا ہے جیسا کہ عنقریب وہ حدیث آئے گی۔ گائے کا نحر کرنا بھی علماء کے نزدیک جائز ہے مگر مستحب ذبح کرنا ہے کیونکہ بمطابق آیت قرآنی ”بے شک اللہ تمہیں گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے“ یہاں لفظ ذبح گائے کے لئے استعمال ہوا ہے، حسن بن صالح نے نحر کو مستحب قرار دیا ہے اور باب میں لفظ من غیر امرہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استفہام سے لیا گیا ہے کہ جب وہ گوشت آیا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کیسا گوشت ہے اگر ان کے علم سے ذبح ہوتا تو استفہام کی حاجت نہ ہوتی، لیکن اس توجیہ سے احتمال دفع نہیں ہوتا، پس ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے ہی اس کا علم ہو جب کہ ان سے اجازت لے کر ہی یہ قربانی ان کی طرف سے کی گئی ہو گی۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ یہ وہی اجازت والی قربانی کا گوشت ہے یا اس کے سوا اور کوئی ہے اسی لئے انہوں نے دریافت فرمایا، اس توجیہ سے یہ اعتراض بھی دفع ہو گیا کہ جب بغیر اجازت کے قربانی جائز نہیں جن کی طرف سے کی جا رہی ہے تو یہ قربانی ازواج النبی ﷺ کی طرف سے کیونکر جائز ہو گی۔ پس ان کی اجازت ہی سے کی گئی مگر گوشت آتے وقت انہوں نے تحقیق کے لئے دریافت کیا۔

باب منیٰ میں نبی کریم ﷺ نے جہاں نحر کیا

وہاں نحر کرنا

۱۱۶- بَابُ النَّحْرِ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ

بِسْمِ

آنحضرت ﷺ کے نحر کا مقام منیٰ میں جبرہ عقبہ کے نزدیک قریب مسجد نبی کے پاس تھا، ہر چند سارے منیٰ میں کہیں بھی نحر کرنا درست ہے مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اتباع سنت میں بڑا تشدد تھا وہ ڈھونڈ کر ان ہی مقامات میں نماز پڑھا کرتے تھے جہاں آنحضرت ﷺ نے پڑھی تھی اور اسی مقام میں نحر کرتے جہاں آنحضرت ﷺ نے نحر کیا تھا۔ (وحیدی)

۱۷۱۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
سَمِعَ خَالِدَ بْنَ النَّحَّارِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ
بُنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ: ((أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ
خالد بن حارث سے سنا، کہا ہم سے عبید اللہ ابن عمر نے بیان کیا، انہوں نے
سے نافع نے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نحر کرنے کی جگہ نحر کرتے تھے،

عبداللہ نے بتایا کہ مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نحر کرنے کی جگہ سے تھی۔

(۱۷۱۱) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قرآنی کے جانور کو مزدلفہ سے آخر رات میں منیٰ بھجوادیتے، یہ قرباتیاں جن میں حاجی لوگ نیز غلام اور آزاد دونوں طرح کے لوگ ہوتے، اس مقام میں لے جاتے جہاں آنحضرت ﷺ نحر کیا کرتے تھے۔

يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ. قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: مَنْحَرُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ۹۸۲]

۱۷۱۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقَبَةَ عَنْ نَافِعٍ: ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهِ مِنْ جَمْعٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ حَتَّى يُدْخَلَ بِهِ مَنْحَرَ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ حُجَّاجٍ فِيهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوكُ)).

[راجع: ۹۸۲]

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرباتیاں لے جانے کے لیے کچھ آزاد لوگوں کی تخصیص نہ تھی بلکہ غلام بھی لے جاتے۔

باب اپنے ہاتھ سے نحر کرنا

(۱۷۱۲) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابو قلابہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے مختصر حدیث بیان کی اور یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کئے اور مدینہ میں دو چیت کبرے سینگ دار مینڈھوں کی قرباتی کی۔

۱۱۷ - بَابُ مَنْ نَحَرَ بِيَدِهِ

۱۷۱۲ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدُنٍ قِيَامًا، وَصَحَى بِالْمَدِينَةِ كَبَشِينَ أَمْلَحِينَ أَفْرَنِينَ، مُخْتَصِرًا)). [راجع: ۱۰۸۹]

مقصد باب یہ کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے اونٹوں کو نحر کیا اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا۔

باب اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا

(۱۷۱۳) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے زیاد بن جبیر نے کہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے جو اپنا اونٹ بٹھا کر نحر کر رہا تھا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے کھڑا کر اور باندھ دے، پھر نحر کر کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ شعبہ نے یونس سے بیان کیا کہ مجھے زیاد نے خبر دی۔

۱۱۸ - بَابُ نَحْرِ الْإِبِلِ مُقَيَّدَةً

۱۷۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جَبْرِ قَالَ: ((رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا آتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ آنَخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا، قَالَ: ابْتَعْتَهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سَنَةً مُحَمَّدًا ﷺ)). وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ يُونُسَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ.

معلوم ہوا کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا ہی افضل ہے اور حنفیہ نے کھڑا اور بیٹھا دونوں طرح نحر کرنا برابر رکھا ہے اور اس حدیث

سے ان کا رد ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص پر انکار نہ کرتے اس شخص کا نام معلوم نہیں ہوا۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وفيه ان قول الصحابي من السنة كذا مرفوع عند الشيخين لاحتجاجهما بهذا الحديث في صحيحين (فتح) یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی صحابی کا کسی کام کے لئے یہ کہنا کہ یہ سنت ہے یہ شیخین کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اس لئے کہ شیخین نے اس سے حجت پکڑی ہے اپنی صحیح ترین کتابوں بخاری و مسلم میں۔

باب اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (سورہ حج میں) جو آیا ہے فاذكروا اسم الله عليها صواف کے معنی یہی ہیں کہ وہ کھڑے ہوں صفیص باندھ کر۔

(۱۷۱۴) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت۔ رات آپ نے وہیں گزاری، پھر جب صبح ہوئی تو آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تھلیل و تسبیح کرنے لگے۔ جب بیدار ہوئے تو آپ نے دونوں (حج اور عمرہ) کے لئے ایک ساتھ تلبیہ کہا جب مکہ پہنچے (اور عمرہ ادا کر لیا) تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ حلال ہو جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے کر کے نحر کئے اور مدینہ میں دو چت کبرے سنگوں والے مینڈھے ذبح کئے۔

۱۹- بَابُ نَحْرِ الْبُذْنِ قَائِمَةً

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: سُنَّةُ مُحَمَّدٍ ﷺ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ﴿صَوَّافٌ﴾ قِيَامًا.

۱۷۱۴- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْخَلِيفَةِ رَكَعَتَيْنِ قَبَاتَ بَهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَجَعَلَ يَهْلُلُ وَيُسَبِّحُ. فَلَمَّا عَلَا عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبَّى بِهِمَا جَمِيعًا. فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحْلُوا، وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ يَدِهِ سَبْعَ بُذْنٍ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبَشْنِينَ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ)).

[راجع: ۱۰۸۹]

یہی حدیث مختصراً ابھی پہلے گذر چکی ہے حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

(۱۷۱۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی تھیں۔ ایوب نے ایک شخص کے واسطے سے بروایت انس رضی اللہ عنہ کہا پھر آپ نے وہیں رات گزاری۔ صبح ہوئی تو فجر کی نماز پڑھی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے، پھر جب مقام بیداء پہنچے تو عمرہ اور حج دونوں کا

۱۷۱۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْخَلِيفَةِ رَكَعَتَيْنِ)). وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ فَصَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءُ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ

نام لے کر لیک پکارا۔

[وَحَجَّةٍ] (راجعہ: ۱۰۸۹)

ایوب کی روایت میں راوی مجہول ہے اگر امام بخاری نے متابعت کے طور پر اس سند کو ذکر کیا تو اس کے مجہول ہونے میں قباحت نہیں بعض نے کہا کہ یہ شخص ابو قلابہ ہیں۔ (وحیدی)

باب قصاب کو بطور مزدوری اس قربانی کے جانور میں سے کچھ نہ دیا جائے۔

۱۲۰- بَابُ لَا يُعْطَى الْجَزَارَ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

(۱۷۱۶) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، کہا مجھ کو ابن ابی نجیح نے خبر دی، انہیں مجاہد نے، انہیں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے (قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کے لئے) بھیجا۔ اس لئے میں نے ان کی دیکھ بھال کی، پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے گوشت تقسیم کئے، پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے جھول اور چمڑے بھی تقسیم کر دیئے۔ سفیان نے کہا کہ مجھ سے عبد اللکریم نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کروں اور ان میں سے کوئی چیز قصائی کی مزدوری میں نہ دوں۔

۱۷۱۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَسَمْتُ عَلَى الْبَدَنِ، فَأَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُومَهَا ثُمَّ أَمَرَنِي فَسَمْتُ جَلَالَهَا وَجُلُودَهَا)). قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَقُومَ عَلَى الْبَدَنِ، وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا)).

[راجعہ: ۱۷۰۷]

جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ قصائی کی اجرت میں کھال یا اوجھڑی یا سری پائے حوالہ کر دیتے ہیں بلکہ اجرت اپنے پاس سے دینی چاہیے البتہ اگر قصاب کو نقد کوئی چیز قربانی میں دیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (وحیدی) صحیح مسلم میں حدیث جاہلہ میں ہے کہ اس دن رسول کریم ﷺ نے تریسٹھ اونٹ نحر فرمائے پھر باقی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مامور فرما دیا تھا۔

باب قربانی کی کھال خیرات کر دی

۱۲۱- بَابُ يُصَدَّقُ بِجُلُودِ

جائے گی۔

الْهَدْيِ

(۱۷۱۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حسن بن مسلم اور عبد اللکریم جزری نے خبر دی کہ مجاہد نے ان دونوں کو خبر دی، انہیں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی، انہیں علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ آپ کی قربانی

۱۷۱۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ وَعَبْدُ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُمَا أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ:

(رَأَى النَّبِيَّ ﷺ أَمْرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُذْبُذِهِ، وَأَنْ يَفْسِمَ بُذْبُذَهُ كُلَّهَا لِحُومِهَا وَجُلُودِهَا وَجِلَالِهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا)).

کے اونٹوں کی نگرانی کریں اور یہ کہ آپ کے قربانی کے جانوروں کی ہر چیز گوشت چمڑے اور جھول خیرات کر دیں اور قصائی کی مزدوری اس میں سے نہ دیں۔

[راجع: ۱۷۰۷]

یہ وہ اونٹ تھے جو آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع میں قربانی کیلئے لے گئے تھے، دوسری روایت میں ہے کہ یہ سو اونٹ تھے ان میں سے تریسٹھ اونٹوں کو تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے نخر کیا، باقی اونٹوں کو آپ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نخر کر دیا۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں لم اعطى عليا فنحر ماعبروا شرکه فی ہدیہ لم امر من کل بدنة بیضعة فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمها وشربا من مرقها یعنی آپ نے بتایا اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیئے اور انہوں نے ان کو نخر کیا اور آپ نے ان کو اپنی ہدی میں شریک کیا پھر ہر ہر اونٹ سے ایک ایک بوٹی لے کر ہانڈی میں اسے پکایا گیا پس آپ دونوں نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ یہ کل سو اونٹ تھے جن میں سے آنحضرت ﷺ نے تریسٹھ اونٹ نخر فرمائے باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نخر کئے۔ قال البغوی فی شرح السنہ واما اذا اعطى اجرتہ کاملہ ثم تصدق علیہ اذا کان فقیرا کما تصدق علی الفقراء فلا باس بذانک۔ (فتح) یعنی امام بغوی نے شرح السنہ میں کہا کہ قصائی کو پوری اجرت دینے کے بعد اگر وہ فقیر ہے تو بطور صدقہ قربانی کا گوشت دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وقد انفقوا علی ان لحمها لا یباع للذالک الجلود و الجلال واجازہ الاوزاعی واحمد و اسحاق و ابونور (فتح) یعنی اس پر اتفاق ہے کہ قربانی کا گوشت بچا نہیں جا سکتا اس کے چمڑے اور جھول کا بھی یہی حکم ہے مگر ان چیزوں کو امام اوزاعی اور احمد و اسحاق اور ابو ثور نے جائز کہا ہے کہ چمڑا اور جھول بیچ کر قربانی کے مستحقین میں خرچ کر دیا جائے۔

۱۲۲- بَابُ يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُذْنِ بَابُ قِرْبَانِي كَے جانوروں کے جھول بھی صدقہ کر دیئے

جائیں۔

۱۷۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّهُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: ((أَهْدَى النَّبِيُّ ﷺ مِائَةَ بُذْبُذَةٍ، فَأَمَرَنِي بِلِحُومِهَا فَفَسَمْتُهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلَالِهَا فَفَسَمْتُهَا، ثُمَّ بِجُلُودِهَا فَفَسَمْتُهَا)). [راجع: ۱۷۰۷]

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، ان سے سیف بن ابی سلیمان نے بیان کیا، کہا میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی لیلی نے بیان کیا اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) سو اونٹ قربان کئے، میں نے آپ کے حکم کے مطابق ان کے گوشت بانٹ دیئے، پھر آپ نے ان کے جھول بھی تقسیم کرنے کا حکم دیا اور میں نے انہیں بھی تقسیم کیا، پھر چمڑے کے لئے حکم دیا اور میں نے انہیں بھی بانٹ دیا۔

قربانی کے جانور کا چمڑا، اس کا جھول سب غریاء و مساکین میں اللہ تقسیم کر دیا جائے یا ان کو فروخت کر کے مستحقین کو ان کی قیمت دے دی جائے، چمڑے کا خود اپنے استعمال میں مصلی یا ڈول وغیرہ بنانے کے لئے لانا بھی جائز ہے۔ آج کل مدارس اسلامیہ کے غریب طلباء بھی اس مد سے امداد کئے جانے کے مستحق ہیں جو اپنا وطن اور متعلقین کو چھوڑ کر دور دراز مدارس اسلامیہ میں خالص دینی تعلیم

حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں اور جن میں اکثریت غرامہ کی ہوتی ہے، ایسے مد سے ان کی امداد بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔

باب (سورہ حج) میں

۱۲۳- باب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب ہم نے بتلادیا ابراہیم کو ٹھکانا اس گھر کا اور کہہ دیا کہ شریک نہ کر میرے ساتھ کسی کو، اور پاک رکھ میرا گھر طواف کرنے والوں اور کھڑے رہنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے اور پکار لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیدل اور سوار ہو کر، دبلے پتلے اونٹوں پر، چلے آتے راہوں دور دراز سے کہ پہنچیں اپنے فائدوں کی جگہوں پر اور یاد کریں اللہ کا نام کئی دنوں میں جو مقرر ہیں، چوپائے جانوروں پر جو اس نے دیئے ہیں، سو ان کو کھاؤ اور کھلاؤ برے حال فقیر کو، پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی نذریں اور طواف کریں اس قدم گھر (کعبہ) کا، یہ سن چکے اور جو کوئی اللہ کی عزت دی ہوئی چیزوں کی عزت کرے تو اس کو اپنے مالک کے پاس بھلائی پہنچے گی۔

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا، وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ. وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ، لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ، وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ، فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ، ثُمَّ لِيُقْضَىٰ أَفْئَتُهُمْ وَلِيُؤْفُوا نَذْوَرَهُمْ وَيُطَوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ. ذَلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾

[الحج : ۲۶-۳۰].

اس باب میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف آیت قرآنی پر اختصار کیا اور کوئی حدیث بیان نہیں کی، شاید ان کی شرط پر اس باب کے مناسب کوئی حدیث ان کو نہ ملی ہو یا ملی ہو اور کبھی کا اتفاق نہ ہوا ہو، بعض نسخوں میں اس کے بعد کا باب مذکور نہیں بلکہ یوں عبارت ہے وما یأکل من البدن وما یتصدق بہ وادعطف کے ساتھ اس صورت میں آگے جو حدیثیں بیان کی ہیں وہ اسی باب سے متعلق ہوں گی۔ گویا پہلی آیت قرآنی سے ثابت کیا کہ قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھانا درست ہے، پھر حدیثوں سے بھی ثابت کیا۔ (وحیدی) مقصود باب آیت کا کھلا ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ (الحج : ۲۸) ہے یعنی قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور غریب و مساکین کو کھلاؤ۔

باب قربانی کے جانوروں میں سے کیا کھائیں

۱۲۴- باب مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُذْنِ وَ

اور کیا خیرات کریں

مَا يَتَصَدَّقُ

اور عبید اللہ نے کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی اور انیس ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ احرام میں کوئی شکار کرے اور اس کا بدلہ دینا پڑے تو بدلہ کے جانور اور نذر کے جانور سے خود کچھ نہ کھائے اور باقی سب میں سے کھا لے اور عطاء نے کہا تمتع کی قربانی میں سے کھائے اور کھلائے۔ (۱۷۱۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے، ان سے

وَقَالَ عَبِيدُ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ. وَقَالَ عَطَاءٌ : يَأْكُلُ وَيَطْعَمُ مِنَ الْمُتَمَتِّعِ. ۱۷۱۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ

ابن جریج نے، ان سے عطاء نے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی قربانی کا گوشت منیٰ کے بعد تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے، پھر آنحضرت ﷺ نے ہمیں اجازت دے دی اور فرمایا کہ کھاؤ بھی اور توشہ کے طور پر ساتھ بھی لے جاؤ، چنانچہ ہم نے کھایا اور ساتھ بھی لائے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کیا جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے، انہوں نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں فرمایا۔

یعنی جابر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے مدینہ پہنچنے تک اس گوشت کو توشہ کے طور پر رکھا، لیکن مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ عطاء نے منیٰ کے بدلے ہاں کہا، شاید عطاء بھول گئے ہوں پہلے نہیں کہا ہو پھر یاد آیا تو ہاں کہنے لگے۔ اس حدیث سے وہ حدیث منسوخ ہے جس میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (وحیدی)

(۱۷۲۰) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن ہلال نے بیان کیا، کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، کہا مجھ سے عمرہ نے بیان کیا، کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ ہم مدینہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو ذی قعدہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے، ہمارا ارادہ صرف حج ہی کا تھا، پھر جب مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ بیت اللہ کا طواف کر کے حلال ہو جائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس بقر عید کے دن گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس وقت معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے اس حدیث کا قاسم بن محمد سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ عمرہ نے تم سے ٹھیک ٹھیک حدیث بیان کر دی ہے۔ (ہر دو احادیث سے مقصد باب ظاہر ہے) کہ قربانی کا گوشت کھانے اور بطور توشہ رکھنے کی عام اجازت ہے، خود قرآن مجید میں فکلو امنھا کا صیغہ موجود ہے کہ اسے غراء مساکین کو بھی تقسیم کرو اور خود بھی کھاؤ۔

باب سرمنڈانے سے پہلے ذبح کرنا۔

(۱۷۲۱) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے بیان کیا، ان سے شمیم

ابن جریج حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ أَمْي، فَرَحِصَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((كُلُوا وَتَزَوَّدُوا)) فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَقَالَ حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ؟ قَالَ: لَا. [أطرافه في: ۲۹۸۰، ۵۴۲۴، ۵۵۶۷].

سَلِيمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِخَمْسِ بَقَيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ، حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُحِلُّ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَدَخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ فَقِيلَ ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِّي (أُزَوِّجُهُ)). قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيثَ لِلْقَاسِمِ فَقَالَ: أَتَأْتِكُ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ. [راجع: ۲۹۴]

۱۷۲۵- بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

۱۷۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

بن بشر نے بیان کیا، انہیں منصور بن ذاذان نے خبر دی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی سرمنڈوالے، تو آپ نے فرمایا کوئی قباحت نہیں، کوئی قباحت نہیں۔ (ترجمہ اور باب میں موافقت ظاہر ہے)

۱۷۲۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم کو ابو بکر بن عیاش نے خبر دی، انہیں عبدالعزیز بن رفیع نے، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ حضور! رمی سے پہلے میں نے طواف زیارت کر لیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، پھر اس نے کہا اور حضور قربانی کرنے سے پہلے میں نے سرمنڈوا لیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، پھر اس نے کہا اور قربانی کو رمی سے بھی پہلے کر لیا آنحضرت ﷺ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اور عبدالرحیم رازی نے ابن خثیم سے بیان کیا، کہا کہ عطاء نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے اور قاسم بن یحییٰ نے کہا کہ مجھ سے ابن خثیم نے بیان کیا، ان سے عطاء نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے۔ عفان بن مسلم صغار نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہیب بن خالد سے روایت ہے کہ ابن خثیم نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے اور حماد نے قیس بن سعد اور عباد بن منصور سے بیان کیا، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر بن جبر نے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔

۱۷۲۳) ہم سے محمد بن ثقی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ شام ہونے کے بعد میں نے رمی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ ساکن نے کہا کہ قربانی کرنے سے پہلے میں نے سر

حَوْشِبٍ حَدَّثَنَا هُثَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ وَنَحْوَهُ فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ، لَا حَرَجَ)). [راجع: ۸۴]

۱۷۲۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رَفِيعٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: ذُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ)). قَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: ((لَا حَرَجَ)). قَالَ: ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ((لَا حَرَجَ)). وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ الرَّازِيُّ عَنْ ابْنِ خُثَيْمٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عَفَّانُ: أَرَاهُ عَنْ وَهَيْبِ حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبَادِ بْنِ مَنْصُورٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۱۷۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ التَّمْتِئِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ، فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ)). قَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ

أَنْحَرُوا، قَالَ : ((لَا حَوْجَ)). [راجع: ۸۴]

منذُ الیاءِ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔
 قطلانی نے کباری کرنے کا افضل وقت زوال تک ہے اور غروب آفتاب سے قبل تک بھی عمدہ ہے اور اس کے بعد بھی
 جائز ہے اور حلق اور قصر اور طواف الریارۃ کا وقت معین نہیں، لیکن یوم النحر سے ان کی تاخیر کرنا مکروہ ہے اور ایام تشریق
 سے تاخیر کرنا سخت مکروہ ہے۔ غرض یوم النحر کے دن حاجی کو چار کام کرنے ہوتے ہیں رمی اور قربانی اور حلق یا قصر ان چاروں میں
 ترتیب سنت ہے، لیکن فرض نہیں اگر کوئی کام دوسرے سے آگے پیچھے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں جیسے کہ ان حدیثوں سے نکلا ہے۔
 امام مالک اور شافعی اور اسحاق اور ہمارے امام احمد بن حنبل سب کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اس پر دم لازم آئے
 گا اور اگر قارن ہے تو دو دم لازم آئیں گے۔ (وحیدی) جب شارع علیہ السلام نے خود ایسی حالتوں میں لاجرح فرما دیا تو ایسے مواقع پر
 ایک یا دو دم لازم کرنا صحیح نہیں ہے آج کل مطمئن حاجیوں کو ان بہانوں سے جس قدر پریشان کرتے ہیں اور ان سے روپیہ اٹھتے ہیں یہ
 سب حرکتیں سخت ناپسندیدہ ہیں۔ فی الواقع کوئی شرعی کوتاہی قتل دم ہو تو وہ تو اپنی جگہ پر ٹھیک ہے مگر خواہ مخواہ ایسی چیزیں از خود پیدا
 کرنا بہت ہی معیوب ہے۔

اس حدیث سے مفتیان اسلام کو بھی سبق ملتا ہے جہاں تک ممکن ہو فتویٰ دریافت کرنے والوں کے لیے کتاب و سنت کی روشنی
 میں آسانی و نرمی کا پہلو اختیار کریں مگر حدود شرعیہ میں کوئی بھی نرمی نہ ہونی چاہیے۔

۱۷۲۴- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي
 عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ
 بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 قَالَ: ((قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ
 بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ: ((أَحْبَبْتُ؟)) قُلْتُ:
 نَعَمْ. قَالَ: ((بِمَا أَهَلَّتْ؟)) قُلْتُ: لَيْلِكَ
 يَا هَلَالُ كَاهِلَالِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: أَحْسَنْتَ،
 أَنْطَلِقُ فَطَلْتُ بِالْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.
 ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ فَفَلَّتْ
 رَأْسِي، ثُمَّ أَهَلَّتْ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ أَفْهِي
 بِهِ النَّاسَ حَتَّى خِلَافَةَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ، فَذَكَرْتُهُ فَقَالَ: إِنْ نَأَخُذَ بِكِتَابِ اللَّهِ
 لَفَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالنَّمَامِ، وَإِنْ نَأَخُذَ بِسُنَّةِ
 رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ
 يَجْعَلْ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ)).

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ عثمان
 نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں قیس بن مسلم نے، انہیں طارق
 بن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول
 اللہ ﷺ کی خدمت میں جب حاضر ہوا تو آپ بطحاء میں تھے۔ (جو مکہ
 کے قریب ایک جگہ ہے) آپ نے پوچھا کیا تو نے حج کی نیت کی ہے؟
 میں نے کہا کہ ہاں، آپ نے دریافت فرمایا کہ تو نے احرام کس چیز کا
 باندھا ہے میں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے احرام کی طرح احرام باندھا
 ہے، آپ نے فرمایا کہ تو نے اچھا کیا اب جا۔ چنانچہ (مکہ پہنچ کر) میں
 نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی، پھر میں بنو قیس کی
 ایک خاتون کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سر کی جوئیں نکالی۔ اس
 کے بعد میں نے حج کی لیک پکاری۔ اس کے بعد میں عمر رضی اللہ عنہ کے عہد
 خلافت تک اسی کا فتویٰ دیتا رہا پھر جب میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر
 کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر بھی عمل کرنا چاہیے اور
 اس میں پورا کرنے کا حکم ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت پر بھی عمل
 کرنا چاہیے اور آنحضرت ﷺ قربانی سے پہلے حلال نہیں ہوئے
 تھے۔

ہوا یہ کہ ابو موسیٰؓ کے ساتھ قربانی نہ تھی۔ جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ تھی گو انہوں نے میقات سے حج کی نیت کی تھی مگر آنحضرت ﷺ نے حج کو فتح کر کے ان کو عمرہ کر کے احرام کھولنے کا حکم دیا اور فرمایا اگر میرے ساتھ میں ہدی نہ ہوتی تو میں بھی ایسا ہی کرتا، ابو موسیٰؓ اسی کے مطابق فتویٰ دیتے رہے کہ تمتع کرنا درست ہے اور حج کو فتح کر کے عمرہ بنا دینا درست ہے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے تمتع سے منع کیا۔ (وحیدی) اس روایت سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ جب آنحضرت ﷺ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہیں پہنچ گئی یعنی منیٰ میں ذبح یا نحر نہیں کی گئی تو معلوم ہوا کہ قربانی حلق پر مقدم ہے اور باب کا یہی مطلب تھا۔ حضرت عمرؓ نے اللہ کی کتاب سے یہ آیت مراد لی ﴿وَأَتَمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ (البقرة: ۱۹۶) اور اس آیت سے استدلال کر کے انہوں نے حج کو فتح کر کے عمرہ بنا دینا اور احرام کھول ڈالنا ناجائز سمجھا حالانکہ حج کو فتح کر کے عمرہ کرنا آیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد حج کا احرام باندھ کر اس کو پورا کرتے ہیں اور حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ آنحضرت ﷺ ہدی ساتھ لائے تھے اور جو شخص ہدی ساتھ لائے اس کو بے شک احرام کھولنا اس وقت تک درست نہیں جب تک ذبح نہ ہو لے لیکن کلام اس شخص میں ہے جس کے ساتھ ہدی نہ ہو۔ (وحیدی) و مطابقہ للتوجمة من قول عمر فیہ لم یحل حتی بلغ الہدی محلہ لان بلوغ الہدی محلہ بدل علی ذبح الہدی فلو تقدم الحلق علیہ لصار متحللا قبل بلوغ الہدی محلہ وهذا هو الاصل و هو تقديم الذبح علی الحلق و اما تاخیرہ فهو رخصة (حج)

۱۲۷- بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ
الإِحْرَامِ وَحَلَّقَ

باب اس کے متعلق جس نے احرام کے وقت سر کے بالوں کو جمالیا اور احرام کھولتے وقت سر منڈالیا

یعنی گوند وغیرہ سے تاکہ گرد اور غبار سے محفوظ رہیں اس کو عربی زبان میں تلید کہتے ہیں۔

۱۷۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّهَا قَالَتْ: ((بِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟)) قَالَ: ((إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَذِي، فَلَا أَجِلُ حَتَّى أَنْحَى)). [راجع: ۱۵۶۶]

۱۷۲۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہوئی کہ اور لوگ تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے اور آپ نے عمرہ کر لیا اور حلال نہ ہوئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بال جمالے تھے اور قربانی کے گلے میں قلادہ پہنا کر میں (اپنے ساتھ) لایا ہوں، اس لئے جب تک میں نحر نہ کر لوں گا میں احرام نہیں کھولوں گا۔

۱۷۲۸- بَابُ الْإِحْلَالِ وَالْتَقْصِيرِ عِنْدَ
الإِحْلَالِ

باب احرام کھولتے وقت بل منڈانا یا ترشوانا۔

۱۷۲۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((حَلَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِي حَجَّتَهُ)).

۱۷۲۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی، ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجت الوداع کے موقع پر اپنا سر منڈایا تھا۔

[طرفہ فی : ۴۴۱۰، ۴۴۱۱]

معلوم ہوا کہ سرمنڈانا یا بال کتروانا بھی حج کا ایک کام ہے۔

۱۷۲۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ)). قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ)). قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ)). وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ: ((رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ)). قَالَ: وَقَالَ غَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ: ((وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ)).

(۱۷۲۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! سرمنڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اور کتروانے والوں پر؟ آنحضرت ﷺ نے اب بھی دعا کی اے اللہ سرمنڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر عرض کی اور کتروانے والوں پر؟ اب آپ ﷺ نے فرمایا اور کتروانے والوں پر بھی، لیث نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اللہ نے سرمنڈوانے والوں پر رحم کیا ایک یا دو مرتبہ، انہوں نے بیان کیا کہ عبید اللہ نے کہا مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ چوتھی مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ کتروانے والوں پر بھی۔

یعنی لیث کو اس میں شک ہے کہ آپ نے سرمنڈانے والوں کے لئے ایک بار دعا کی یا دو بار، اور اکثر راویوں کا اتفاق امام مالک کی روایت پر ہے کہ آپ نے سرمنڈانے والوں کے لیے دو بار دعا کی اور تیسری بار کتروانے والوں کو بھی شریک کر لیا عبید اللہ کی روایت میں ہے کہ چوتھی بار میں کتروانے والوں کو شریک کیا۔ بہر حال حدیث سے یہ نکلا کہ سرمنڈانا یا بال کتروانے سے افضل ہے، امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ سارا سرمنڈانے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی سرمنڈانا کافی ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک تین بال منڈانا کافی ہیں بعض شافعیہ نے ایک بال منڈانا بھی کافی سمجھا ہے اور عورتوں کو بال کتروانا چاہئیں ان کو سر منڈانا منع ہے۔ (وحیدی) سرمنڈانے یا بال کتروانے کا واقعہ حجۃ الوداع سے متعلق ہے اور حدیبیہ سے بھی جب کہ مکہ والوں نے آپ کو عمرہ سے روک دیا تھا، آپ نے میدان حدیبیہ ہی میں حلق اور قربانی کی اب بھی جو لوگ راستے میں حج عمرہ سے روک دیئے جاتے ہیں ان کے لئے یہی حکم ہے۔

حافظ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں واما السبب فی تکریر الدعاء للمحلّقين فی حجة الوداع فقال ابن اثیر فی النهاية كان اكثر من حج مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يسق الهدى فلما امرهم ان يفسخوا الحج الى العمرة ثم يتحللوا منها و يحلقوا ورواهم شق عليهم ثم لما لم يكن لهم بد من الطاعة كان التقصير في انفسهم اخف من الحلق ففعله اكثرهم فرجع النبي صلى الله عليه وسلم فعل من حلق لكونه يبين في امثال الامر انتهى محلّقين یعنی سرمنڈوانے والوں کے لئے آپ نے بکثرت دعا فرمائی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اکثر حالتی وہ تھے جو اپنے ساتھ ہدی لے کر نہیں آئے تھے پس جب آنحضرت ﷺ نے ان کو حج کے فتح کرنے اور عمرہ کر لینے اور احرام کھول دینے اور سرمنڈوانے کا حکم فرمایا تو یہ امر ان پر بارگذا را پھر ان کے لیے امتثال امر بھی ضروری تھا اس لئے ان کو حلق سے تقصیر میں کچھ آسانی نظر آئی، پس اکثر نے یہی کیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے سرمنڈوانے والوں کے فعل کو ترجیح فرمائی اس لئے کہ یہ امتثال امر میں زیادہ ظاہر بنت تھی عربوں کی عادت بھی اکثر بالوں کو بڑھانے ان سے زینت حاصل کرنے کی تھی اور سرمنڈانے کا رواج ان میں کم

تھا وہ بالوں کو بھیموں کی شہرت کا ذریعہ بھی گردانتے اور ان کی نقل اپنے لئے باعث شہرت سمجھتے تھے، اس لئے ان میں سے اکثر سر منڈانے کو کمزور جاننے اور بال کتروانے پر کفایت کرنا پسند کرتے تھے۔ حدیث بالا سے ایسے لوگوں کے لئے دعا کرنا بھی ثابت ہوا جو بہتر سے بہتر کاموں کے لئے آمادہ ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امر مروج پر عمل کرنے والوں کے لئے بھی دعائے خیر کی درخواست کی جا سکتی ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ حلق کی جگہ تقصیر بھی کافی ہے مگر بہتر حلق ہی ہے۔

۱۷۲۸- حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ حَدَّثَنَا عَمَّارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ)) قَالُوا وَلِلْمُقَصِّرِينَ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ))، قَالُوا وَلِلْمُقَصِّرِينَ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهَا ثَلَاثًا. قَالَ: ((وَلِلْمُقَصِّرِينَ)).

۱۷۲۸) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، ان سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا، ان سے ابو زرعة نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کے لئے بھی (یہی دعا فرمائیے) لیکن آنحضرت ﷺ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت کر۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کی بھی! تیسری مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور کتروانے والوں کی بھی مغفرت فرما۔

۱۷۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ: ((حَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَطَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَرَ بَعْضُهُمْ)).

۱۷۲۹) ہم سے عبد اللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے، ان سے نافع نے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ اور آپ کے بہت سے اصحاب نے سر منڈوایا تھا لیکن بعض نے کتروایا بھی تھا۔

[راجع: ۱۶۳۹]

۱۷۳۰- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((قَصُرَتْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَشْقَصٍ)).

۱۷۳۰) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے حسن بن مسلم نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے بیان کیا، ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال قچی سے کاٹے تھے۔

ارکان حج کی بجا آوری کے بعد حاجی کو سر کے بال منڈانے ہیں یا کتروانے، ہر دو صورتیں جائز ہیں، مگر منڈانے والوں کے لیے آپ ﷺ نے تین بار مغفرت کی دعا فرمائی اور کتروانے والوں کے لئے ایک بار، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عند اللہ اس موقع پر بالوں کا منڈوانا زیادہ محبوب ہے۔ اس روایت میں حضرت معاویہ کا بیان وارد ہوتا ہے، اس کے وقت کی تعیین کرنے میں شارحین کے مختلف اقوال ہیں۔ یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے متعلق نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہو کیونکہ اصحاب سیر کے بیان کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ہجرت سے پہلے بھی حج کئے ہیں۔ علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وقد اخرج ابن

عساکر فی تاریخ دمشق من ترجمة معاوية تصريح معاوية بانه اسلم بين الحديبية و القضية و انه كان يخفى اسلامه خوفاً من ابويه و كان النبي صلى الله عليه وسلم لما دخل في عمرة القضية مكة خرج اكثر اهلها عن ها حتى لا ينظرونه و اصحابه يطوفون بالبيت فلعل معاوية كان ممن تخلف بمكة لسبب اقتضاه و لا يعارضه ايضا قول سعد بن ابى وقاص رضى الله عنه فيما اخرجه مسلم وغيره فعلناها يعني العمرة في الشهر الحج و هذا يؤمنذ كافر بالعرش بضمين يعني بيوت مكة يشير الى معاوية لانه يحمل على انه اخبر بما استصحب من خاله و لم يطلع على اسلامه لكونه كان يخفيه و ينكر على ماجوزوه ان تقصيره كان في عمره الجعراثة ان النبي صلى الله عليه وسلم ركب من الجعراثة بعد ان احرم بعمره و لم يستصحب احدا معه الا بعض اصحابه المهاجرين فقدم مكة فطاف وسعى و حلق و رجع الى الجعراثة فاصبح بها كباثت فخفيت عمرته على كثير من الناس كذا اخرجه الترمذى وغيره و لم يعد معاوية فيمن كان صحبه حينئذ و لا كان معاوية فيمن تخلف عنه بمكة في غزوة حنين حتى يقال لعله وجده بمكة بل كان مع القوم و اعطاه مثل ما اعطى اياه من الغنيمة مع جملة المولفة و اخرج الحاكم في الاكليل في اخر قصة غزوة حنين ان الذي حلق راسه صلى الله عليه وسلم في عمرته التي اعتمرها من الجعراثة ابو هند عبد بنى بياضة فان ثبت هذا و ثبت ان معاوية كان حينئذ معه او كان بمكة فقصر عنه بالمروة امكن الجمع بان يكون معاوية قصر عنه اولاً و كان احلاق غائباً في بعض حاجته ثم حضر فامر ان يكمل ازالة الشعر بالحلق لانه افضل لفعل و ان ثبت ان ذلك كان في عمرة القضية و ثبت انه صلى الله عليه وسلم حلق فيها جاء هذا الاحتمال بعينه و حصل التوفيق بين الاخبار كلها و هذا مما فتح الله عليّ به في هذا الفتح و لله الحمد ثم لله الحمد ابداً (فتح الباري)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سالِ حدیبیہ اور سالِ عمرۃ القضاء کے درمیان اسلام لاپچکے تھے، مگر وہ والدین کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کر رہے تھے، عمرۃ القضاء میں جب کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب طواف کعبہ میں مشغول تھے تمام کفار مکہ شرمچھوڑ کر باہر چلے گئے تاکہ وہ اہل اسلام کو دیکھ نہ سکیں اس موقع پر شاید حضرت معاویہؓ مکہ شریف ہی میں رہ گئے ہوں (اور ممکن ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ بھی اسی وقت سے تعلق رکھتا ہو) اور سعد بن وقاصؓ کا وہ قول جسے مسلم نے روایت کیا ہے اس کے خلاف نہیں ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت معاویہؓ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ شریف کے کسی گھر میں پھت پر چھپے ہوئے تھے۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنے اسلام کو اپنے رشتہ داروں سے ابھی تک پوشیدہ رکھے ہوئے تھے اور جس نے اس واقعہ کو عمرہ جعرانہ سے متعلق بتلایا ہے وہ بھی درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس موقع پر جو صحابہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے ان میں حضرت معاویہؓ کا شمار نہیں ہے اور غزوة حنین کے موقع پر تو انہوں نے اپنے والد کے ساتھ مالِ غنیمت سے مؤلفین میں شامل ہو کر حصہ لیا تھا۔ غزوة حنین کے قصہ کے آخر میں حاکم نے نقل کیا ہے کہ اس موقع پر آپ کا سر مونڈنے والا ہی بیاضہ کا ایک غلام تھا جس کا نام ابو ہند تھا، اگر یہ ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ حضرت معاویہؓ اس دن آپ کے ساتھ تھے یا مکہ میں موجود تھے تو یہ امکان ہے کہ انہوں نے پہلے آپ کے بالِ قینچی سے کترے ہوں اور حلاق اس وقت غائب ہو پھر اس کے آجانے پر اس سے کرایا ہو کیونکہ حلق افضل ہے اور اگر یہ عمرۃ التقیہ میں ثابت ہو جب کہ وہاں بھی آپ کا حلق ثابت ہے تو یہ احتمال صحیح ہے کہ اس موقع پر انہوں نے یہ خدمت انجام دی ہو۔ مختلف روایات میں تطبیق کی یہ توفیق محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوئی ہے، و اللہ الحمد۔

۱۲۸- بَابُ تَقْصِيرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ

باب تمتع کرنے والا عمرہ کے بعد

بال ترشوائے۔

الْعُمْرَةِ

۱۲۳۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ (۱۷۳۱) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے فضیل بن سلیمان

نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن عقبہ نے انہیں کرب نے خبر دی ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مرہ کی سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیں پھر سر منڈوا لیں یا بال کتر والیں۔

حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحْلُوا وَيَحْلِفُوا أَوْ يَقْصُرُوا)). [راجع: ۱۵۴۵]

آپ نے ہر دو کے لئے اختیار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں امور جائز ہیں۔

باب دسویں تاریخ میں طواف الزیارة کرنا۔

اور ابو الزبیر نے حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف الزیارة میں اتنی دیر کی کہ رات ہو گئی اور ابو حسان سے منقول ہے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف الزیارة منیٰ کے دنوں میں کرتے۔

۱۲۹- بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ
وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ)) وَيُذَكِّرُ عَنْ أَبِي حَسَّانٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَزُورُ أَلْبَيْتَ أَيَّامَ مِنِيَّ)).

ابو الزبیر والی روایت کو ترمذی اور ابو داؤد اور امام احمد نے وصل کیا ہے۔ مذکورہ ابو حسان کا نام مسلم بن عبد اللہ عدی ہے اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے وصل کیا ہے۔

(۱۷۳۲) اور ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا ان سے سفیان نے بیان کیا ان سے عبید اللہ نے ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف ایک طواف الزیارة کیا پھر سویرے سے منیٰ کو آئے ان کی مراد دسویں تاریخ سے تھی۔ عبدالرزاق نے اس حدیث کا رفع (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک) بھی کیا ہے۔ انہیں عبید اللہ نے خبر دی۔

۱۷۳۲- وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ غَيْبِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَاحِدًا، ثُمَّ ثُمَّ يَقِيلُ ثُمَّ يَأْتِي مِنِيَّ)) يَعْنِي يَوْمَ النَّحْرِ. وَرَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا غَيْبُ اللَّهِ.

(۱۷۳۳) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا ان سے لیث نے بیان ان سے جعفر بن ربیعہ نے ان سے اعرج نے کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو دسویں تاریخ کو طواف الزیارة کیا لیکن صفیہ رضی اللہ عنہا حاضرہ ہو گئیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہی چاہا جو شوہر اپنی بیوی سے چاہتا

۱۷۳۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَبِيرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَلْفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ فَأَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْهَا مَا

ہے، تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ حائضہ ہیں، آپ نے اس پر فرمایا کہ اس نے تو ہمیں روک دیا پھر جب لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! انہوں نے دسویں تاریخ کو طواف الزیارة کر لیا تھا، آپ نے فرمایا پھر چلے چلو۔

يُرِيذُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّهَا حَائِضٌ. قَالَ: ((حَابِسْتُنَا هِيَ؟)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ. قَالَ: ((اُخْرُجُوا)).

[راجع: ۲۹۴]

قاسم، عروہ اور اسود سے بواسطہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ صفیہ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے دسویں تاریخ کو طواف الزیارة کیا تھا۔

وَيَذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ وَعُرْوَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ)).

اس کو طواف الافاضہ اور طواف الصدر اور طواف الرکن بھی کہا گیا ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے یہ طواف دن میں کیا تھا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو حسان کی حدیث لاکر احادیث مختلفہ میں اس طرح تطبیق دی کہ جابر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان یوم اول سے متعلق ہے اور حضرت ابن عباس کی حدیث کا تعلق بقایا دنوں سے ہے، یہاں تک بھی مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یزور البیت کل لیلۃ ما اقام بمنی یعنی ایام منی میں آپ ہر رات مکہ شریف آکر طواف الزیارة کیا کرتے تھے۔ (فتح الباری)

باب کسی نے شام تک رمی نہ کی یا قربانی سے پہلے

بھول کر یا مسئلہ نہ جان کر سرمنڈا لیا

تو کیا حکم ہے؟

۱۳۰- بَابُ إِذَا رَمَى بَعْدَمَا أَمْسَى،

أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ، نَاسِيًا أَوْ

جَاهِلًا

(۱۷۳۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کرنے، سرمنڈانے، رمی جمار کرنے اور ان میں آگے پیچھے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

۱۷۳۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قِيلَ لَهُ لِمَ الذَّبْحُ وَالْحَلْقُ وَالرَّمْيُ وَالْتَقْدِيمُ وَالْتَأْخِيرُ فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ)). [راجع: ۸۴]

(۱۷۳۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم نحر میں مسائل پوچھے جاتے اور آپ فرماتے جاتے کہ کوئی حرج نہیں، ایک شخص نے پوچھا تھا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سرمنڈا لیا ہے تو آپ

۱۷۳۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمَنْى لَيَقُولُ: ((لَا حَرَجَ)). فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ:

نے اس کے جواب میں بھی یہی فرمایا کہ جاؤ قربانی کر لو کوئی حرج نہیں اور اس نے یہ بھی پوچھا کہ میں نے کنکریاں شام ہونے سے بعد ہی مار لی ہیں، تو بھی آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

آپ نے ان صورتوں میں نہ کوئی گناہ لازم کیا نہ فدیہ۔ اہل حدیث کا یہی مذہب ہے اور شافعیہ اور حنابلہ کا یہی مذہب ہے اور مالکیہ اور حنفیہ کا قول ہے کہ ان میں ترتیب واجب ہے اور اس کا خلاف کرنے والوں پر دم لازم ہوگا، ظاہر ہے کہ ان حضرات کا یہ قول حدیث ہذا کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل توجہ نہیں کیونکہ

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار

باب جمرہ کے پاس سوار رہ کر لوگوں کو

مسئلہ بتانا۔

(۱۷۳۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عیسیٰ بن طلحہ نے، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ آپ سے مسائل معلوم کئے جا رہے تھے، ایک شخص نے کہا حضور مجھ کو معلوم نہ تھا اور میں نے قربانی کرنے سے پہلے ہی سمرند الیا، آپ نے فرمایا اب قربانی کر لو کوئی حرج نہیں، دوسرا شخص آیا اور بولا حضور مجھے خیال نہ رہا اور رمی جمار سے پہلے ہی میں نے قربانی کر دی، آپ نے فرمایا اب رمی کر لو کوئی حرج نہیں، اس دن آپ سے جس چیز کے آگے پیچھے کرنے کے متعلق سوال ہوا آپ نے یہی فرمایا اب کر لو کوئی حرج نہیں۔

حَلَفْتُ قَبْلَ أَنْ أُذْبِحَ، قَالَ: ((أَذْبِحْ وَلَا حَرَجَ)). وَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ، فَقَالَ: لَا ((لَا حَرَجَ)). [راجع: ۸۴]

۱۳۱- بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

۱۷۳۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ: لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَفْتُ قَبْلَ أَنْ أُذْبِحَ، قَالَ: ((أَذْبِحْ وَلَا حَرَجَ)). فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَتَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ((أَرِمْ وَلَا حَرَجَ))، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا آخَرَ إِلَّا قَالَ: ((الْفَعْلُ وَلَا حَرَجَ)).

[راجع: ۸۳]

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما تھے اور مسائل بتلا رہے تھے۔

(۱۷۳۷) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عیسیٰ بن طلحہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دسویں تاریخ کو منیٰ میں خطبہ دے رہے تھے تو وہ وہاں موجود تھے۔ ایک شخص نے اس وقت کھڑے ہو کر پوچھا میں اس خیال میں تھا کہ فلاں کام فلاں

۱۷۳۷- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ ((أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ

سے پہلے ہے پھر دوسرا کھڑا ہوا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ فلاں کام فلاں سے پہلے ہے، چنانچہ میں نے قربانی سے پہلے سرمندا لیا، رمی جمار سے پہلے قربانی کر لی، اور مجھے اس میں شک ہوا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اب کر لو۔ ان سب میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کے دوسرے سوالات بھی آپ سے کئے گئے آپ ﷺ نے ان سب کے جواب میں یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں اب کر لو۔

(۱۷۳۸) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، ان سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر ٹھہرے رہے، پھر پوری حدیث بیان کی اس کی متابعت معمر نے زہری سے روایت کر کے کی ہے۔

أَنْ كَذَا قَبْلَ كَذَا، ثُمَّ قَامَ آخَرَ فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ أَنْ كَذَا، حَلَفْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِي، وَأَشْبَاهَ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَفْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَهِنَّ كُلُّهُنَّ))، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: ((أَفْعَلْ وَلَا حَرَجَ)). [راجع: ۸۳] ۱۷۳۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عَيْسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍوَ بْنَ الْعَاصِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَقَفَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى نَاقَتِهِ.. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ)). تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[راجع: ۸۳]

شریعت کی اس سادگی اور آسانی کا اظہار مقصود ہے جو اس نے تعلیم، تعلم، افتاء و ارشاد کے سلسلہ میں سامنے رکھی ہے۔ بعض روایتوں میں ایسا بھی ہے کہ آپ اس وقت سواری پر نہ تھے بلکہ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کو مسائل بتا رہے تھے۔ سو تطبیق یہ ہے کہ کچھ وقت سواری پر بیٹھ کر ہی آپ نے مسائل بتلائے ہوں، بعد میں آپ اتر کر نیچے بیٹھ گئے ہوں۔ جس راوی نے آپ کو جس حال میں دیکھا بیان کر دیا۔

۱۳۲ - بَابُ الْخُطْبَةِ أَيَّامَ مِنِّي

باب منیٰ کے دنوں میں خطبہ سنانا۔ (۱۷۳۹) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے فضل بن غزوان نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ دسویں تاریخ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ دیا، خطبہ میں آپ نے پوچھا لوگو! آج کونسا دن ہے؟ لوگ بولے یہ حرمت کا دن ہے، آپ نے پھر پوچھا اور یہ شہر کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا شہر ہے، آپ نے پوچھا یہ مہینہ کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا مہینہ ہے، پھر آپ نے فرمایا بس تمہارا

۱۷۳۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا فَضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمَ حَرَامٍ. قَالَ: ((فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟)) قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٍ. قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٍ. قَالَ:

خون تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر اور اس مینہ کی حرمت ہے، اس کلمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار دہرایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ! کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچا دیا اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لئے ہے کہ حاضر (اور جاننے والے) غائب (اور ناواقف لوگوں کو اللہ کا پیغام) پہنچادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا، دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافرنہ بن جانا۔

((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا)). فَأَعَادَهَا مِرَارًا. ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتُ؟ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتُ؟)) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: لَوْ أَلَذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهَا لَوْ صَبَّحَتْهُ إِلَى أُمَّتِهِ فَلْيَبْلُغِ الشَّاهِدَ الْغَائِبَ، ((لَا تَرَجِعُوا بَعْدِي كَفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)).

[طرفہ فی : ۷۰۷۹].

یہ خطبہ یوم النحر کے دن سنانا سنت ہے اس میں رمی وغیرہ کے احکام بیان کرنا چاہیے اور یہ حج کے چار خطبوں میں سے تیسرا خطبہ ہے اور سب نماز عید کے بعد ہیں مگر عرفہ کا خطبہ نماز سے پہلے ہے اس دن دو خطبے پڑھنے چاہئیں۔ قسطلانی (وحیدی) حج کا مقصد عظیم دنیائے اسلام کو خدا ترسی اور اتفاق باہمی کی دعوت دینا ہے اور اس کا بہترین موقع یہی خطبات ہیں، لہذا خطیب کا فرض ہے کہ مسائل حج کے ساتھ ساتھ وہ دنیائے اسلام کے مسائل پر بھی روشنی ڈالے اور مسلمانوں کو خدا ترسی، کتاب و سنت کی پابندی اور باہمی اتفاق کی دعوت دے کہ حج کا یہی مقصد عظیم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ میں اللہ پاک کو پکارنے کے لیے آسمان کی طرف سر اٹھایا، اس سے اللہ پاک کے لئے جنت فوق اور استوی علی العرش ثابت ہے۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو یوم النحر / آٹھویں کو یوم الترویہ نویں کو یوم عرفہ اور گیارہویں کو یوم القرا اور بارہویں کو یوم النفر اول اور تیرہویں کو یوم النفر الثانی کہتے ہیں۔ اور دسویں گیارہویں بارہویں تیرہویں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

(۱۷۴۰) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن زید سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بتلایا کہ میدان عرفات میں رسول کریم ﷺ کا خطبہ میں نے خود سنا تھا۔ اس کی متابعت ابن عبینہ نے عمرو سے کی ہے۔

۱۷۴۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنِ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بَعْرَفَاتٍ : تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو .

[أطرافہ فی : ۱۸۱۲ ، ۱۸۴۱ ، ۱۸۴۲]

[۱۸۴۳ ، ۵۸۰۴ ، ۵۸۵۳].

یہ یوم عرفہ کا خطبہ ہے اور منیٰ کا خطبہ بعد والا ہے، جو دسویں تاریخ کو دیا تھا اس میں صاف یوم النحر کی وضاحت موجود ہے۔

تشریح

فهذا الحديث الذي وقع في الصحيح انه صلى الله عليه وسلم خطب به يوم النحر وقد ثبت انه خطب به قبل ذلك يوم عرفة (بخ
الباري) يعني صحيح بخاری کی حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آپ نے یوم النحر میں خطبہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس سے پہلے آپ نے
یہی خطبہ یوم عرفات میں بھی پیش فرمایا تھا۔

۱۷۴۱- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ
حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
سَيْرِينَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، وَرَجُلٍ أَفْضَلُ
فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَمِيدُ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: ((حَطَبْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ:
(أَتَذُرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَعْلَمُ. فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ
بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: ((أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟))
قُلْنَا بَلَى. قَالَ ((أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللَّهُ
وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ
سَيَسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ: ((أَلَيْسَ ذُو
الْحِجَّةِ؟)) قُلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((أَيُّ بَلَدٍ
هَذَا؟)) قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ
حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ:
(أَلَيْسَتْ بِالْبَلَدَةِ الْحَرَامِ؟)) قُلْنَا: بَلَى.
قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ
حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ
هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ
رَبَّكُمْ، أَلَا هَلْ تَلْفَتُ؟)) قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ:
(اللَّهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيَبْلُغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ،
فَرُبُّ مُبْلَغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوا
بِعَدِي كَفَارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ

(۱۷۴۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عامر نے
بیان کیا، ان سے قرہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے کہا کہ مجھے
عبدالرحمن بن ابی بکر نے اور ایک اور شخص نے جو میرے نزدیک
عبدالرحمن سے بھی افضل ہے یعنی حمید بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ
ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ نے دسویں تاریخ کو منیٰ میں
خطبہ سنایا، آپ نے پوچھا لوگو! معلوم ہے آج یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے
عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ اس پر خاموش ہو
گئے اور ہم نے سمجھا کہ آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن
آپ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم بولے ہاں ضرور ہے،
پھر آپ نے پوچھا یہ مہینہ کون سا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول
زیادہ جانتے ہیں۔ آپ اس مرتبہ بھی خاموش ہو گئے اور ہمیں خیال
ہوا کہ آپ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے، لیکن آپ نے فرمایا کیا
یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم بولے کیوں نہیں، پھر آپ نے پوچھا
یہ شہر کون سا ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے
ہیں، اس مرتبہ بھی آپ اس طرح خاموش ہو گئے کہ ہم نے سمجھا کہ
آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ حرمت
کا شہر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی کیوں نہیں ضرور ہے، اس کے بعد
آپ نے ارشاد فرمایا بس تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح
حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں ہے، تا
آنکہ تم اپنے رب سے جا ملو۔ کو کیا میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟
لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا اے اللہ! تو گواہ رہنا اور ہاں! یہاں
موجود غائب کو پہنچا دین کیونکہ ہمت سے لوگ جن تک یہ پیغام پہنچے گا
سننے والوں سے زیادہ (پیغام کو) یاد رکھنے والے ثابت ہوں گے اور
میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی (ناحق) گردنیں مارنے

گلو۔

[بعض]۔ [راجع: ۶۷]

یہ حجۃ الوداع میں آپ کا وہ عظیم الشان خطبہ ہے جسے اساس الاسلام ہونے کی سند حاصل ہے اور یہ کافی طویل ہے جسے مختلف راویوں نے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب کے تحت یہ روایات یہاں نقل کی ہیں، پورے خطبے کا احصار مقصد نہیں ہے۔ و اراد البخاری الرد علی من زعم ان یوم النحر لا خطبة فیہ للحجاج وان المذكور فی ہذا الحدیث من قبیل الوصایا العامة لا علی انہ من شعار الحج فاراد البخاری ان یبین ان الراوی سماھا خطبة کما سمی اللہی وقعت فی وفات خطبة (نح) یعنی کچھ لوگ یوم نحر کے خطبہ کے قائل نہیں ہیں اور یہ خطبہ وصایا سے تعبیر کرتے ہیں، امام بخاری نے ان کا رد کیا اور بتلایا کہ راوی نے اسے لفظ خطبہ سے ذکر کیا ہے، کہ عرفات کے خطبہ کو خطبہ کہا ایسا ہی اسے بھی، لہذا یوم النحر کو بھی خطبہ سنت نبوی ہے۔

(۱۷۴۲) ہم سے محمد بن شعیب نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، کہا ہم کو عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی، انہیں ان کے باپ نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا کہ تم کو معلوم ہے! آج کون سادن ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرمت کا دن ہے اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ یہ کونسا شر ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا شر ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہے یہ کونسا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرمت کا مہینہ ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا خون! تمہارا مال اور عزت ایک دوسرے پر (ناحق) اس طرح حرام کر دی ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شر میں ہے۔ ہشام بن غازی نے کہا کہ مجھے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں دسویں تاریخ کو جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ یہ دیکھو (یوم النحر) اکبر کا دن ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانے لگے کہ اے اللہ! گواہ رہنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر چونکہ لوگوں کو رخصت کیا تھا (آپ سمجھ گئے کہ وفات کا زمانہ آن پہنچا) جب سے لوگ اس حج کو حجۃ الوداع کہنے لگے۔

۱۷۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِي : ((أَتَذَرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟)) اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ: ((لَيْلَانِ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، أَتَذَرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ((شَهْرٌ حَرَامٌ)). قَالَ: ((لَيْلَانِ اللَّهُ حَرَمٌ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحَرَمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا)) وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْعَازِ: ((أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا)) وَقَفَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمْرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ بِهَذَا، وَقَالَ: هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ. فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ اشْهَدْ)). وَوَدَّعَ النَّاسَ فَقَالُوا : هَذِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ)).

[أطرافه في : ۴۴۰۳، ۶۰۴۳، ۶۱۶۶،

[۶۷۸۰، ۶۸۶۸، ۷۰۷۷].

حج اکبر حج کو کہتے ہیں اور حج اصغر عمرہ کو اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ نویں تاریخ جمعہ کو آجائے تو وہ حج اکبر ہے، اس کی سند صحیح حدیث سے کچھ نہیں البتہ چند ضعیف حدیثیں اس حج کی زیادہ فضیلت میں وارد ہیں، جس میں نویں تاریخ جمعہ کو ان پڑے۔ بعضوں نے کہا یوم الحج الاصح نویں تاریخ کو اور یوم الحج الاکبر دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان ہی دنوں میں آپ پر سورۃ اذا جاء نصر الله نازل ہوئی اور آپؐ سمجھ گئے کہ اب دنیا سے روانگی قریب ہے، اب ایسے اجتماع کا موقع نہ مل سکے گا اور بعد میں ایسا ہی ہوا، فیہ دلیل لمن يقول ان یوم الحج الاکبر هو یوم النحر یعنی اس حدیث میں اس شخص کی دلیل موجود ہے جو کہتا ہے کہ حج اکبر کے دن سے مراد دسویں تاریخ ہے بس عوام میں جو مشہور ہے کہ اگر جمعہ کے دن حج واقع ہو تو اسے حج اکبر کہا جاتا ہے، یہ خیال قوی نہیں ہے، انہ نہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخطبة المذكورة علی تعظیم یوم النحر و علی تعظیم شہر ذی الحجۃ و علی تعظیم البلد الحرام یعنی آنحضرتؐ اس خطبہ میں یوم النحر اور ماہ ذی الحجہ اور مکہ المکرمہ کی عظمتوں پر تنبیہ فرمائی کہ امت ان اشیاء مقدسہ کو یاد رکھے اور جو نصلح و وصایا آپؐ دئے جا رہے ہیں امت ان کو تابہ فراموش نہ کرے۔

باب منیٰ کی راتوں میں جو لوگ مکہ میں
پانی پلاتے ہیں یا اور کچھ کام کرتے ہیں
وہ مکہ میں رہ سکتے ہیں۔

۱۳۳- بَابُ هَلْ يَبِيْتُ اصْحَابُ
السَّقَايَةِ اَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيْلِي
مِنِي؟

(۱۷۴۳) ہم سے محمد بن عبید بن میمون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ (دوسری سند)

۱۷۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبِيدِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عَبِيدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ)). ح.

[راجع: ۱۶۳۴]

(۱۷۴۴) اور ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن بکر نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہیں عبید اللہ نے، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

۱۷۴۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبِيدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَدِنَ ح.)).

[راجع: ۱۶۳۴]

(۱۷۴۵) اور ہم سے محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں (حاجیوں) کو پانی پلانے کے لئے مکہ میں رہنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ اس

۱۷۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبِيدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلِيَتِ بِمَكَّةَ لَيْلِي مَنِي مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ،

فَأَذِنَ لَهُ)). تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ . روايت کی متابعت محمد بن عبداللہ کے ساتھ ابو اسامہ عقبہ بن خالد وأبو ضمرّة. [راجع: ۱۶۳۴]

معلوم ہوا کہ جس کو کوئی عذر نہ ہو اس کو منیٰ کی راتوں میں منیٰ میں رہنا واجب ہے، شافعیہ اور حنابلہ اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور بعض کے نزدیک یہ واجب نہیں سنت ہے۔ (وحیدی) وہی الحدیث دلیل علی وجوب المبيت بمنی وانه من مناسک الحج لان التعمیر بالرخصة يقتضى ان مقابلها وان الاذن وقع لليلة المذكورة و اذا لم توجد او ما فی معناها لم يحصل الاذن و بالوجوب قال الجمهور (رح) یعنی منیٰ میں رات گزارنا واجب اور مناسک حج سے ہے، جمہور کا یہی قول ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عتق مذکورہ کی وجہ سے مکہ میں رات گزارنے کی اجازت ہی دلیل ہے کہ جب ایسی کوئی علت نہ ہو تو منیٰ میں رات گزارنا واجب ہے اور جمہور کا یہی قول ہے۔

باب کنکریاں مارنے کا بیان

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو چاشت کے وقت کنکریاں ماری تھیں اور اس کے بعد کی تاریخوں میں سورج ڈھل جانے پر۔

(۱۷۴۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے وبرہ نے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کنکریاں کس وقت ماروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تمہارا امام مارے تو تم بھی مارو، لیکن دوبارہ میں نے ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم انتظار کرتے رہتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو کنکریاں مارتے۔

۱۳۴ - بَابُ رَمَى الْجِمَارِ

وَقَالَ جَابِرٌ: رَمَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ ضَحْيً، وَرَمَى بَعْدَ ذَلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

۱۷۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْقَرٌ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَتَى أَرْمَى الْجِمَارَ؟ قَالَ: إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَارْمِهِ. فَأَعِدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ، قَالَ: كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ رَمَيْنَا)).

افضل وقت کنکریاں مارنے کا یہی ہے کہ یوم النحر کو چاشت کے وقت مارے اور جائز ہے، دسویں شب کی آدمی رات کے بعد سے اور غروب آفتاب تک دسویں تاریخ کو اس کا آخری وقت ہے اور گیارہویں یا بارہویں کو زوال کے بعد مارنا افضل ہے، ظہر کی نماز سے پہلے کنکریاں سات سے کم نہ ہوں، جمہور علماء کا یہی قول ہے وہیہ دلیل علی ان السنة ان يرمى الجمار في غير يوم الاضحى بعد الزوال و به قال الجمهور (رح الباری) یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ دسویں تاریخ کے بعد سنت یہ ہے کہ رمی جمار زوال کے بعد ہو اور جمہور کا یہی فتویٰ ہے جب امام مارے تم بھی مارو، یہ ہدایت اس لئے فرمائی تاکہ امرائے وقت کی مخالفت کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچ سکے، اگر امرائے جور ہوں تو ایسے احکام میں مجبور آنا کی اطاعت کرنی ہے جیسا کہ نماز کے لئے فرمایا کہ ظالم امیر اگر دیر سے پڑھیں تو ان کے ساتھ بھی ادا کر لو اور ان کو نفل قرار دے لو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس دور میں حجاج بن یوسف جیسے سفاک ظالم کا زمانہ تھا اس بنا پر آپ نے ایسا فرمایا، نیک عادل امراء کی اطاعت نیک کاموں میں بہر حال فرض ہے اور موجب ثواب ہے اور یہ چیز امراء ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نیک امر میں ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی بھی اطاعت لازم ہے۔ وان كان عبدا حبشيا کا یہی مطلب ہے۔

باب رمی جمار وادی کے نشیب سے کرنے کا بیان۔

(۱۷۴۷) محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم نے اور ان سے عبد الرحمن بن زید نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود نے وادی کے نشیب (بطن وادی) میں کھڑے ہو کر کنکری ماری تو میں نے کہا، اے ابو عبد الرحمن! کچھ لوگ تو وادی کے بالائی علاقہ سے کنکریاں مارتے ہیں، اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہی (بطن وادی) ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے (رمی کرتے وقت) جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی ﷺ۔ عبد اللہ بن ولید نے بیان کیا کہ ان سے سفیان ثوری نے اور ان سے اعمش نے یہی حدیث بیان کی۔

باب رمی جمار سات کنکریوں سے کرنا۔ اس کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

(۱۷۴۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم بن عتبہ نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے عبد الرحمن بن زید نے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچے تو کعبہ کو آپ نے بائیں طرف کیا اور منیٰ کو دائیں طرف پھر سات کنکریوں سے رمی کی اور فرمایا کہ جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے بھی اسی طرح رمی کی تھی۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ)

۱۳۵- بَابُ رَمِي الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي

۱۷۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: ((رَمَى عَبْدُ اللَّهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّ نَاسًا يَرْمُونَهَا مِنْ لَوْفِهَا، فَقَالَ: وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ، هَذَا مَقَامُ الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﷺ)). وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا.

[اطرافہ فی: ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰].

۱۳۶- بَابُ رَمِي الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصِيَا

بَدْرَةَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ۱۷۴۸- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنَى عَنْ يَمِينِهِ، وَرَمَى بِسَبْعٍ وَقَالَ: هَكَذَا رَمَى الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﷺ)).

[راجع: ۱۷۴۷]

حافظ صاحب فرماتے ہیں واستدل بهذا الحديث على اشراط رمي الجمارات واحدة واحدة لقوله يكبر مع كل حصاة وقد قال صلى الله عليه وسلم خذوا عني مناسككم وخالف في ذلك عطاء وصاحبه ابو حنيفة فقالا لو رمى السبع دفعة واحدة اجزاه الخ (فتح) یعنی اس حدیث سے دلیل لی گئی ہے کہ رمی جمرات میں شرط یہ ہے کہ ایک ایک کنکری الگ الگ پھینکی جانے کے بعد ہر کنکری پر تکبیر کی جائے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے مناسک حج سیکھو اور آپ کا یہی طریقہ تھا کہ آپ ہر کنکری پر تکبیر کہا کرتے تھے۔ مگر عطاء اور آپ کے صاحب امام ابو حنیفہ نے اس کے خلاف کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ سب کنکریوں کا ایک دفعہ ہی مار دینا کافی ہے۔

(مگر یہ قول درست نہیں ہے)

باب اس شخص کے متعلق جس نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو
بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف کیا۔

۱۳۷- بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ
فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ

(۱۷۴۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم بن عقیبہ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے ان سے عبد الرحمن بن یزید نے کہا کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا انہوں نے دیکھا کہ جمرہ عقبہ کی سات کنکریوں کے ساتھ رمی کے وقت آپ نے بیت اللہ کو تو اپنی بائیں طرف اور منیٰ کو دائیں طرف کر لیا پھر فرمایا کہ یہی ان کا بھی مقام تھا جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۷۴۹- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ ((أَنَّ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَرَأَاهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرَى بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ، فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمَنَى عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ: هَذَا مَقَامُ الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ)). [راجع: ۱۷۴۷]

تذکرہ
قطلانی نے کہا کہ یہ دسویں تاریخ کی رمی ہے گیارہویں بارہویں تاریخ کو اوپر سے مارنا چاہیے اور جمرہ عقبہ جس کو آج کل عوام بڑا شیطان کہتے ہیں چار باتوں میں اور جمرات سے بہتر ہے، ایک تو یہ کہ یوم النحر کو فقط اسی کی رمی ہے دوسرے یہ کہ اس کی رمی چاشت کے وقت ہے، تیسرے یہ کہ نشیب میں اس کو مارنا ہے، چوتھے یہ کہ دعا وغیرہ کے لئے اس کے پاس نہیں ٹھہرنا چاہیے اور دوسرے جمروں کے پاس رمی کے بعد ٹھہر کر دعا کرنا مستحب ہے۔ جمرات کی رمی کرنا یہ اس وقت کی یادگار ہے جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برکانے کے لئے ان مقامات پر شیطان ظاہر ہوا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ارشاد الہی کی تعمیل سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ ان تینوں مقامات پر بطور نشان پتھروں کے پتھر لگائے گئے ہیں اور ان ہی پر مقررہ شرائط کے ساتھ کنکریاں مار کر گویا شیطان مردود کو رجم کیا جاتا ہے اور حاجی گویا اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ شیطان مردود کی مخالفت اور ارشاد الہی کی اطاعت میں پیش پیش رہے گا اور تا عمر اس یادگار کو فراموش نہ کرے اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا سچا پیروکار ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ جمرہ عقبہ کو جمرہ کبریٰ بھی کہتے ہیں اور یہ جہت مکہ میں منیٰ کی آخری حد پر واقع ہے آپ نے ہجرت کے لئے انصار سے اسی جگہ بیعت لی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللهم اجعله حجاً مبروراً وذنباً مغفوراً

۱۳۸- بَابُ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ.

باب اس بیان میں کہ (حاجی کو) ہر کنکری مارتے وقت اللہ

اکبر کہنا چاہیے۔

اس کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ

ﷺ

(۱۷۵۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد مصری نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے حجاج سے سنا۔ وہ منبر پر سورتوں کا یوں نام لے رہا تھا وہ سورہ جس میں

۱۷۵۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ

حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: ((سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ

يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: السُّورَةُ الَّتِي يُدَكِّرُ

بقرہ (گائے) کا ذکر آیا ہے، وہ سورہ جس میں آل عمران کا ذکر آیا ہے، وہ سورہ جس میں نساء (عورتوں) کا ذکر آیا ہے، اعمش نے کہا میں نے اس کا ذکر حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن یزید نے بیان کیا کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو وہ ان کے ساتھ تھے، اس وقت وہ وادی کے نشیب میں اتر گئے اور جب درخت کے (جو اس وقت وہاں پر تھا) برابر نیچے اس کے سامنے ہو کر سات کنکریوں سے رمی کی ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے جاتے تھے۔ پھر فرمایا قسم ہے اس کی کہ جس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیں وہ ذات بھی کھڑی ہوئی تھی جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ﷺ۔

فِيهَا الْبَقَرَةُ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذَكَّرُ فِيهَا آلُ
عِمْرَانَ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذَكَّرُ فِيهَا النِّسَاءُ.
قَالَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْرَاهِيمَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ
مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ رَمَى جَمْرَةَ
الْعَقَبَةِ، فَاسْتَبَطْنَ الْوَادِيَّ، حَتَّى إِذَا حَادَى
بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا فَرَمَى بِسَبْعِ حَصَيَّاتٍ،
يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ: مِنْ هَا هُنَا
- وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ - قَامَ الَّذِي أَنْزَلَتْ
عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﷻ۔

[راجع: ۱۷۴۷]

معلوم ہوا کہ کنکری جدا جدا مارنی چاہیے اور ہر ایک کے مارتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ روایت میں حجاج بن یوسف کا ذکر ہے کہ وہ سورتوں کے مجوزہ ناموں کا استعمال چھوڑ کر اضانی ناموں سے ان کا ذکر کرتا تھا جیسا کہ روایت مذکور ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر کیا کہ وہ سورتوں کے مجوزہ نام ہی لیتے تھے اور یہی ہونا چاہیے اس بارے میں حجاج کا خیال درست نہ تھا، امت اسلامیہ میں یہ شخص سفاک بے رحم ظالم کے نام سے مشہور ہے کہ اس نے زندگی میں خدا جانے کتنے بے گناہوں کا خون ناحق زمین کی گردن پر بہایا ہے اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے قال ابن المنیر خص عبداللہ سورۃ البقرۃ بالذكر لانہا التی ذکر اللہ فیہا الرمی فاشاد الی ان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم مبین لمراد کتاب اللہ تعالیٰ الخ (فتح الباری) یعنی ابن مزیر نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خصوصیت کے ساتھ سورہ بقرہ کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اس میں اللہ نے رمی کا ذکر فرمایا ہے پس آپ نے اشارہ کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے عمل سے کتاب اللہ کی مراد کی تفسیر پیش کر دی گویا یہ بتلایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں آنحضرت ﷺ پر احکام منسک کا نزول ہوا۔ اس میں یہاں تشبیہ ہے کہ احکام حج تو قیفی ہیں جس طرح شارح علیہ السلام نے ان کو بتلایا، اسی طرح ان کی ادائیگی لازم ہے کی بیشی کی کسی کو مجال نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

باب اس کے متعلق جس نے جمرہ عقبہ کی رمی کی اور وہاں ٹھہرا نہیں۔ اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (یہ حدیث اگلے باب میں آ رہی ہے)

باب جب حاجی دونوں جمروں کی رمی کر چکے تو ہموار زمین پر قبلہ رخ کھڑا ہو جائے۔

۱۳۹- بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ
وَلَمْ يَقِفْ، قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۱۴۰- بَابُ إِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ
يَقُومُ وَيُسْهَلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

(۱۷۵۱) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم

۱۷۵۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

سے طلحہ بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے یونس نے زہری سے بیان کیا، ان سے سالم نے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، پھر آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر پہنچ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے اسی طرح دیر تک کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی کرتے، پھر بائیں طرف بڑھتے اور ایک ہموار زمین پر قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے، یہاں بھی دیر تک کھڑے کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے رہتے، اس کے بعد والے نشیب سے جمرہ عقبہ کی رمی کرتے اس کے بعد آپ کھڑے نہ ہوتے بلکہ واپس چلے آتے اور فرماتے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ يُكَبِّرُ عَلَىٰ إِبْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّىٰ يُسَهِّلَ فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَيَدْعُوا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَىٰ، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشَّمَالِ فَيَسْتَهْلُ وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا وَيَدْعُوا، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعُقْبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُولُ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهَا)).

[طرفاہ فی : ۱۷۵۲، ۱۷۵۳].

یہ آخری رمی گیارہویں تاریخ میں سب سے پہلے رمی جمرہ کی ہے یہ جمرہ مسجد نبوت سے قریب پڑتا ہے یہاں نہ کھڑا ہونا ہے نہ دعا کرنا، ایسے مواقع پر عقل کا دخل نہیں ہے، صرف شارع ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ ایمان اور اطاعت اسی کا نام ہے جہاں جو کام منقول ہوا ہے وہاں وہی کام سرانجام دینا چاہیے اور اپنی ناقص عقل کا دخل ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

باب پہلے اور دوسرے جمرہ کے پاس جا کر
دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

۱۴۱ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ
الْجَمْرَتَيْنِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطَىٰ

جمہور علماء کے نزدیک ہاتھ اٹھا کر جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کے پاس دعاء مانگنا مستحب ہے، ابن قدامہ نے کہا کہ میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں پاتا مگر امام مالک سے اس کے خلاف منقول ہے قال ابن المنذر لا اعلم احداً انكر رفع اليدين في الدعاء عند الجمره الا محاكاه ابن القاسم عن مالك انتهى (فتح)

(۱۷۵۲) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے بھائی (عبد الحمید) نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے بیان کیا، ان سے یونس بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، اس کے بعد آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر

۱۷۵۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ، يُكَبِّرُ عَلَىٰ إِبْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَسَهِّلُ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا

قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، دعائیں کرتے رہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر جمرہ وسطیٰ کی ری بھی اسی طرح کرتے اور بائیں طرف آگے بڑھ کر ایک نرم زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، سمت دیر تک اسی طرح کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہتے، پھر جمرہ عقبہ کی ری بطن وادی سے کرتے لیکن وہاں ٹھہرتے نہیں تھے، آپ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

یہ حدیث کئی جگہ نقل ہوئی ہے اور اس سے حضرت مجتہد مطلق امام بخاری، رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مسائل کا اخراج فرمایا ہے جو آپ کے تفقہ کی دلیل ہے ان لوگوں پر بے حد افسوس جو ایسے فقیہ اعظم فاضل مکرم امام معظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تنقیص کرتے ہوئے آپ کی نقاہت اور درایت کا انکار کرتے ہیں اور آپ کو محض ناقل مطلق کہہ کر اپنی ناسمجھی یا تعصب باطنی کا ثبوت دیتے ہیں۔ بعض علمائے احناف کا رویہ اس بارے میں انتہائی تکلیف دہ ہے جو محدثین کرام خصوصاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں اپنی زبان بے لگام چلا کر خود ائمہ دین مجتہدین کی تنقیص کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے جو مقام عظمت عطا فرمایا ہے وہ ایسی وادی تباہی باتوں سے گرایا نہیں جاسکتا ہاں ایسے کور باطن نام نماد علماء کی نشان دہی ضرور کر دیتا ہے۔

باب دونوں جمروں کے پاس دعا کرنے کے بیان میں

(دونوں جمروں سے جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ مراد ہیں)

(۱۷۵۳) اور محمد بن بشار نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انیس یونس نے خبر دی اور انیس زہری نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جمرہ کی ری کرتے جو منیٰ کی مسجد کے نزدیک ہے تو سات کنکریوں سے ری کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ بکبیر کہتے، پھر آگے بڑھتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے تھے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے پھر جمرہ ثانیہ (وسطیٰ) کے پاس آتے یہاں بھی سات کنکریوں سے ری کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، پھر بائیں طرف نالے کے قریب اتر جاتے اور وہاں بھی قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور ہاتھوں کو اٹھا کر دعائیں کرتے رہتے، پھر جمرہ عقبہ کے پاس آتے اور یہاں بھی سات کنکریوں سے ری کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، اس کے بعد واپس ہو جاتے یہاں آپ دعا کے لیے ٹھہرتے نہیں تھے۔ زہری نے کہا کہ میں نے سالم سے سنا وہ بھی اسی طرح اپنے والد (ابن

طویلًا، فَيَذَعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ. ثُمَّ يَوْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطَىٰ كَذَلِكَ، فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشَّمَالِ فَيَسْهَلُ، وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا: فَيَذَعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ. ثُمَّ يَوْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقْبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ، وَيَقُولُ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ)). [راجع: ۱۷۵۱]

۱۷۴۲ - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ

الْجَمْرَتَيْنِ

۱۷۵۳ - وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَمَرَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلِي مَسْجِدَ مِنَى يَرْفَعُ يَدَيْهِ بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ تَقَدَّمَ أَمَامَهَا فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، رَافِعًا يَدَيْهِ يَذَعُو، وَكَانَ يُطِيلُ الْوُقُوفَ. ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْبَيْتِ مِمَّا يَلِي الْوَادِي، فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَذَعُو. ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقْبَةِ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ، يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا

يَقِفُ عِنْدَهَا) قَالَ الزُّهْرِيُّ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ بِمِثْلِ هَذَا عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ. عمر رضی اللہ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

[راجع: ۱۷۵۱]

حافظ صاحب فرماتے ہیں و فی الحدیث مشروعۃ التکبیر عند رمی کل حصاة و قد اجمعوا علی ان من ترکہ لا یلزمہ شی الا الثوری فقال یطعم و ان جبرہ بدم احب الی و علی الرمی بسبع و قد تقدم ما فیہ و علی استقبال القبلة بعد الرمی و القیام طویلا و قد وقع تفسیرہ فیما رواہ ابن ابی شیبۃ باسناد صحیح عن عطاء کان ابن عمر یقوم عند الجمرتین مقدار ما یقرأ سورۃ البقرۃ و فیہ التباعد من موضع الرمی عند القیام للدعاء حتی لا یصیب رمی غیرہ و فیہ مشروعۃ رفع الیدین فی الدعاء و ترک الدعاء و القیام عند جمرۃ العقبة (فتح الباری)

یعنی اس حدیث میں ہر کنکری کو مارتے وقت تکبیر کہنے کی مشروعیت کا ذکر ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے اسے ترک کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا مگر ثوری کہتے ہیں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا اور اگر دم دے تو زیادہ بہتر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سات کنکریوں سے رمی کرنا مشروع ہے اور وہ بھی ثابت ہوا کہ رمی کے بعد قبلہ رخ ہو کر کافی دیر تک کھڑے کھڑے دعا مانگنا بھی مشروع ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہجرتین کے نزدیک اتنی دیر تک قیام فرماتے جتنی دیر میں سورہ بقرہ ختم کی جاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقام رمی سے ذرا دور ہو کر دعا کے لئے قیام کرنا مشروع ہے تاکہ کسی کی کنکری اس کو نہ لگ سکے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا بھی مشروع ہے اور یہ بھی کہ جمرہ عقبہ کے پاس نہ تو قیام کرنا ہے نہ دعا کرنا وہاں سے کنکریاں مارتے ہی واپس ہو جانا چاہیے۔

مزید ہدایات: گیارہ ذی الحجہ تک یہ تاریخیں ایام تشریق کہلاتی ہیں، طواف افاضہ جو دس کو کیا ہے اس کے بعد سے تاریخوں میں منیٰ کے میدان میں مستقل پڑاؤ رکھنا چاہیے۔ یہ دن کھانے پینے کے ہیں، ان میں روزہ رکھنا بھی منع ہے۔ ان دنوں میں ہر روز زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے تینوں شیطانوں کو کنکریاں ماریں ہوں گی جیسا کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں قالت افاض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من آخر یومہ حین صلی الظہر ثم رجع الی منیٰ فمکث بہا لیالی ایام التشریق یرمی الجمرۃ اذا زالت الشمس کل جمرۃ بسبع حصیات یکبر مع کل حصاة و یقف عند الاولی و الثانیۃ فیطیل القیام و یتفرغ و یرمی الثالثۃ فلا یقف عندها (رواہ ابوداؤد) یعنی نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز تک طواف افاضہ سے فارغ ہو گئے پھر آپ منیٰ واپس تشریف لے گئے اور ایام تشریق میں آپ نے منیٰ میں ہی شب کو قیام فرمایا۔ زوال شمس کے بعد آپ روزانہ رمی جمار کرتے ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری پر نعرہ تکبیر بلند کرتے۔ جمرہ اولیٰ جمرہ ثانیہ کے پاس بہت دیر تک آپ قیام فرماتے اور باری تعالیٰ کے سامنے گریہ و زاری فرماتے۔ جمرہ ثالثہ پر کنکری مارتے وقت یہاں قیام نہیں فرماتے تھے۔ پس تیرہ ذی الحجہ کے وقت زوال تک منیٰ میں رہنا ہو گا۔ ان ایام میں تکبیرات بھی پڑھنی ضروری ہیں، کنکریاں بعد نماز ظہر بھی ماری جاسکتی ہیں۔

رمی جمار کیا ہے؟

کنکریاں مارنا، صفا و مروہ کی سعی کرنا، یہ عمل ذکر اللہ کو قائم رکھنے کے لیے ہیں جیسا کہ ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروفا مروی ہے۔ کنکریاں مارنا شیطان کو رجم کرنا ہے، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی ہے آپ جب مناسک حج ادا کر چکے تو جمرہ عقبہ پر آپ کے سامنے شیطان آیا آپ نے اس پر سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھسنے لگا۔ پھر جمرہ ثانیہ پر وہ آپ کے سامنے آیا

تو آپ نے وہاں بھی سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھسنے لگا۔ پھر جمرہء خالصہ پر آپ کے سامنے آیا تو بھی آپ نے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھسنے لگا۔ یہ اسی واقعہ کی یادگار ہیں۔

کنکریاں مارنے سے ملک ترین گناہوں میں سے ایک گناہ معاف ہوتا ہے نیز کنکریاں مارنے والے کے لیے قیامت کے روز وہ کنکری باعث روشنی ہوگی۔ جو کنکریاں باری تعالیٰ کے دربار میں درجہ قبولیت کو پہنچتی ہیں، وہ وہاں سے اٹھ جاتی ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو پہاڑوں کے ڈھیر لگ جاتے (مشکوٰۃ مجمع الرواۃ) اب ہر سہ جمرات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ لکھی جاتی ہے۔

جرمہ اولیٰ

یہ پہلا منارہ ہے جس کو پہلا شیطان کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد نبیت کی طرف بازار میں ہے۔ گیارہ تاریخ کو اسی سے کنکریاں مانی شروع کریں، کنکریاں مارتے وقت قبلہ شریف کو بائیں طرف اور منیٰ دائیں ہاتھ کرنا چاہیے۔ اللہ اکبر کہہ کر ایک ایک کنکری پیچھے ہٹانے طریقے سے پھینکیں۔ جب ساتوں کنکریاں مار چکیں تو قبلہ کی طرف چند قدم بڑھ جائیں اور قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر تسبیح، تحمید و تہلیل و تکبیر پکارتیں اور خوب دعائیں مانگیں۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ اتنی دیر تک یہاں دعا مانگیں اور ذکر اذکار کریں جتنی دیر سورہ بقرہ کی تلاوت میں لگتی ہے اتنا نہ ہو سکے تو جو کچھ ہو سکے اس کو غنیمت جانیں۔

جرمہ وسطیٰ

یہ درمیانی منارہ ہے جس طرح جرمہ اولیٰ کو کنکریاں ماری تھیں اسی طرح اس کو بھی ماریں اور چند قدم بائیں طرف ہٹ کر خیبہ میں قبلہ رو کھڑے ہو کر مثل سابق کے دعائیں مانگیں اور بقدر تلاوت سورہ بقرہ کے حمد و ثنائے الہی میں مشغول رہیں۔ (بخاری)

جرمہ عقبیٰ

یہ منارہ بیت اللہ کی جانب ہے اس کو بڑے شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کو بھی اسی طرح کنکریاں ماریں۔ ہاں اس کو کنکریاں مار کر یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے اور نہ یہاں ذکر اذکار اور دعائیں ہونی چاہئیں۔ (بخاری)

یہ تیسرے ذی الحجہ کے زوال تک کا پروگرام ہے یعنی ۱۳ کی زوال تک منیٰ میں رہ کر روزانہ وقت مقررہ پر ری جمار کرنا چاہیے ہاں ضرورت مندوں مثلاً اونٹ چرانے والوں اور آب زمزم کے خادموں اور ضروری کام کاج کرنے والوں کے لئے اجازت ہے کہ گیارہ تاریخ ہی کو گیارہ کے ساتھ بارہ تاریخ کی بھی اکٹھی چودہ کنکریاں مار کر چلے جائیں، پھر تیسرے ذی الحجہ کی کنکریاں مار کر منیٰ سے رخصت ہونا چاہیے اگر کوئی بارہ ہی کو ۱۳ کی بھی مار کر منیٰ سے رخصت ہو جائے تو درجہ جواز میں ہے مگر بہتر نہیں ہے۔ دوران قیام منیٰ میں نماز باجماعت مسجد نبیت میں ادا کرنی چاہیے۔ یہاں نماز جمع نہیں کر سکتے ہاں قصر کر سکتے ہیں۔

جمروں کے پاس والی مسجدوں کی داغ بیل اور ان کا طواف کرنا بدعت ہے، منیٰ سے تیسروں تاریخ کو زوال کے بعد تینوں شیطانوں کو کنکریاں مار کر مکہ شریف کو واپسی ہے، کنکریاں مارتے ہوئے سیدھے وادی حصب کو چلے جائیں یہ مکہ شریف کے قریب ایک گھاٹی ہے جو ایک سنگریزہ زمین ہے حصب البطحاء اور خطم اور نبیت بنی کنانہ بھی اسی کے نام ہیں، یہاں اتر کر نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا کریں اور سو رہیں۔ صبح سویرے مکہ شریف میں ۱۳ کی فجر کے بعد داخل ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا اگر کوئی اس وادی میں نہ ٹھہرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، مگر سنت سے محرومی رہے گی یہاں ٹھہرنا ارکان حج میں سے نہیں ہے لیکن ہماری کوشش ہمیشہ یہ ہونی چاہیے جہاں تک ہو سکے سنت ترک نہ ہو، جیسا کہ ایک شاعر سنت فرماتے ہیں

مسک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

۱۴۳ - بَابُ الطَّيِّبِ بَعْدَ رَمِي الْجَمَارِ، وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ

باب رمی جمار کے بعد خوشبو لگانا اور طواف الازیارة سے پہلے سر منڈانا

امام بخاری نے باب کی حدیث سے یہ مضمون اس طرح پر نکالا کہ دوسری روایت سے یہ ثابت ہے کہ آپ جب مزدلفہ سے لوٹے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ نہ تھیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ جمرہ عقبہ کی رمی تک سوار رہے۔ پس لا محالہ انہوں نے رمی کے بعد آپ کے خوشبو لگائی ہوگی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ رمی اور حلق کے بعد خوشبو وغیرہ اور سٹے ہوئے کپڑے درست ہو جاتے ہیں صرف عورتوں سے محبت کرنا درست نہیں ہوتا، طواف الازیارة کے بعد وہ بھی درست ہو جاتا ہے۔ یہی نے یہ مضمون مرفوعاً روایت کیا ہے گو وہ حدیث ضعیف ہے اور نسائی کی حدیث یوں ہے اذ ارمیت الجمرۃ فقد حل لکم الا النساء یعنی جب تم جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو گئے گو اب عورتوں کے سوا ہر چیز تمہارے لئے حلال ہو گئی۔

۱۷۵۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ - وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ - يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((طَبِيتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ جِئِنِ أَحْرَمَ، وَلِحَلِّهِ جِئِنِ أَحَلَّ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ. وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا)).

۱۷۵۳) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن قاسم نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے، جب آپ نے احرام باندھنا چاہا، خوشبو لگائی تھی اس طرح احرام کھولتے وقت بھی جب آپ نے طواف الازیارة سے پہلے احرام کھولنا چاہا تھا (آپ نے ہاتھ پھیلا کر خوشبو لگانے کی کیفیت بتائی)

[راجع: ۱۰۳۹]

۱۴۴ - بَابُ طَوَافِ الْوُدَاعِ

باب طواف وداع کا بیان

اس کو طواف الصدر بھی کہتے ہیں اکثر علماء کے نزدیک یہ طواف واجب ہے اور امام مالک وغیرہ اس کو سنت کہتے ہیں مگر صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حیض نفاس کے عذر سے اس کا ترک کر دینا اور وطن کو چلے جانا جائز ہے۔

۱۷۵۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَمَرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونُوا آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالنَّبِيِّ، إِلَّا أَنَّهُ خَفَّفَ عَنِ الْحَائِضِ)). [راجع: ۳۲۹]

۱۷۵۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن طاووس نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگوں کو اس کا حکم تھا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہو (یعنی طواف وداع کریں) البتہ حائضہ سے یہ معاف ہو گیا تھا۔

کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ حائضہ اور نساء عورتوں کے متعلق پہلے یہ تھا کہ وہ حیض اور نفاس کا خون بند ہونے تک انتظار کریں اور پاک ہونے پر طواف وداع کر کے رخصت ہوں، مگر جب ان کو نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے اس مسلک سے رجوع کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام دستور العمل یہی تھا کہ وہ حدیث صحیح کے سامنے اپنے خیالات کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور اپنے مسلک سے رجوع کر لیا کرتے تھے، نہ جیسا کہ بعد کے مقلدین

جامدین کا دستور بن گیا ہے کہ حدیث صحیح جو ان کے مزعومہ مسلک کے خلاف ہو اسے بڑی بے باکی کے ساتھ رد کر دیتے ہیں اور اپنے مزعومہ امام کے قول کو ہر حالت میں ترجیح دیتے ہیں۔ آیت کریمہ ﴿اتَّخِذُوا أَسْبَابَ هُمْ وَزِينَتَهُمْ أَزْوَاجًا مِّنْ ذُنُوبِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۱) کے مصداق درحقیقت یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث مرحوم نے فرمایا ہے کہ احادیث صحیحہ کو رد کر کے اپنے امام کے قول کو ترجیح دینے والے اس دن کیا جواب دیں گے جس دن دربار الہی میں پیشی ہوگی۔ (حجتہ اللہ البالغہ)

۱۷۵۶- حَدَّثَنَا اصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهَبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ قَنَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحْصَبِ، ثُمَّ رَكَبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ)). تَابَعَهُ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي خَالِدٌ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَنَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۱۷۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَسْبٍ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ، حَاصَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ((أَحَابِسْتَنَا هِيَ؟)) قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: ((فَلَا إِذَا)). [راجع: ۲۹۴]

۱۷۵۶- ہم سے اصبح بن فرج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن وہب نے خبر دی، انہیں عمرو بن حارث نے، انہیں قنادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھی، پھر تھوڑی دیر محصب میں سو رہے، اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور وہاں طواف زیارۃ عمرو بن حارث کے ساتھ کیا، اس روایت کی متابعت لیث نے کی ہے، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے سعید نے، ان سے قنادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

باب اگر طواف افاضہ کے بعد

عورت حائضہ ہو جائے؟

۱۷۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَسْبٍ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ، حَاصَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ((أَحَابِسْتَنَا هِيَ؟)) قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: ((فَلَا إِذَا)). [راجع: ۲۹۴]

۱۷۵۷- ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عبدالرحمن بن قاسم نے، انہیں ان کے والد نے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ صفیہ بنت حبیبہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) حائضہ ہو گئیں تو میں نے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا، آپ نے فرمایا کہ پھر تو یہ ہمیں روکیں گی، لوگوں نے کہا کہ انہوں نے طواف افاضہ کر لیا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ پھر کوئی فکر نہیں۔

۱۴۵- بَابُ إِذَا حَاصَتْ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

۱۷۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَسْبٍ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ، حَاصَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ((أَحَابِسْتَنَا هِيَ؟)) قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: ((فَلَا إِذَا)). [راجع: ۲۹۴]

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک روایت میں پہلے گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ سے صحبت کرنی چاہی تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ وہ حائضہ ہیں پس اگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ طواف الزیارۃ کر چکی ہیں، جیسے اس روایت سے نکلتا ہے تو پھر آپ نے ان سے صحبت کرنے کا ارادہ کیونکر کیا اور اس کا جواب یہ ہے کہ صحبت کا قصد کرتے وقت یہ سمجھے ہوں گے کہ اور بیویوں کے ساتھ وہ بھی طواف الزیارۃ کر چکی ہیں کیونکہ آپ نے سب بیویوں کو طواف کا اذن دیا تھا اور چلتے وقت

آپ کو اس کا خیال نہ رہا یا آپ کو یہ خیال آیا کہ شاید طواف الزیارة سے پہلے ان کو حیض آیا تھا تو انہوں نے طواف الزیارة بھی نہیں کیا۔ (وحیدی) بہر حال اس صورت میں ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، احادیث صحیحہ مختلفہ میں باہم صورت تطبیق و باہمی مناسب ہے نہ کہ ان کو رد کرنے کی کوشش کرنا جیسا کہ آج کل منکرین احادیث دستور سے اپنی ناقص عقل کے تحت احادیث کو پرکھنا چاہتے ہیں ان کی عقلوں پر خدا کی مار ہو کہ یہ کلام رسول ﷺ کی گہرائیوں کو سمجھنے سے اپنے کو قاصر یا کر ضلالت و غوایت کا یہ خطرناک راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اس ٹمک و شبہ کے لئے ایک ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں ہے کہ احادیث صحیحہ کا انکار کرنا، قرآن مجید کا انکار کرنا ہے، بلکہ اسلام اور اس جامع شریعت کا انکار کرنا ہے، اس حقیقت کے بعد منکرین حدیث کو اگر دائرہ اسلام اور روزمرہ اہل ایمان سے قطعاً خارج قرار دیا جائے تو یہ فیصلہ عین حق بجانب ہے۔ واللہ علی ما نقول وکفیل۔

(۱۷۵۸، ۱۷۵۹) - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ
سے عکرمہ نے کہ مدینہ کے لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے متعلق پوچھا کہ جو طواف کرنے کے بعد حائضہ ہو گئی تھیں، آپ نے انہیں بتایا کہ (انہیں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں بلکہ) چلی جائیں۔ لیکن پوچھنے والوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے کہ آپ کی بات پر عمل تو کریں اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کی بات چھوڑ دیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم مدینہ پہنچ جاؤ تو یہ مسئلہ وہاں (اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے) پوچھنا۔ چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو پوچھا، جن اکابر سے پوچھا گیا تھا ان میں ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور انہوں نے (ان کے جواب میں وہی) صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی اس حدیث کو خالد اور قتادہ نے بھی عکرمہ سے روایت کیا ہے۔

۱۷۵۸، ۱۷۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ
سے عکرمہ نے کہ مدینہ کے لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے متعلق پوچھا کہ جو طواف کرنے کے بعد حائضہ ہو گئی تھیں، آپ نے انہیں بتایا کہ (انہیں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں بلکہ) چلی جائیں۔ لیکن پوچھنے والوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے کہ آپ کی بات پر عمل تو کریں اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کی بات چھوڑ دیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم مدینہ پہنچ جاؤ تو یہ مسئلہ وہاں (اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے) پوچھنا۔ چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو پوچھا، جن اکابر سے پوچھا گیا تھا ان میں ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور انہوں نے (ان کے جواب میں وہی) صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی اس حدیث کو خالد اور قتادہ نے بھی عکرمہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۷۶۰) ہم سے مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عورت کو اس کی اجازت ہے کہ اگر وہ طواف افاضہ (طواف زیارت) کر چکی ہو اور پھر (طواف) وداع سے پہلے حیض آجائے تو (اپنے گھر) واپس چلی جائے۔

۱۷۶۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ
سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عورت کو اس کی اجازت ہے کہ اگر وہ طواف افاضہ (طواف زیارت) کر چکی ہو اور پھر (طواف) وداع سے پہلے حیض آجائے تو (اپنے گھر) واپس چلی جائے۔

(۱۷۶۱) کہا میں نے ابن عمر کو کہتے سنا کہ اس عورت کے لیے واپس نہیں۔ اس کے بعد میں نے ان سے سنا آپ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

۱۷۶۱ - قَالَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ
یَقُولُ: إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدَ:
إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لَهُنَّ. [راجع: ۳۳۰]

ایسی معذور عورتوں کے لئے طواف وداع معاف ہے، اور وہ اس کے بغیر اپنے وطن لوٹ سکتی ہیں۔

(۱۷۶۲) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے

۱۷۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو

بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے، ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ پھر جب نبی کریم ﷺ (مکہ) پہنچے تو آپ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مردہ کی سعی کی، لیکن آپ نے احرام نہیں کھولا کیونکہ آپ کے ساتھ قربانی تھی آپ کے ساتھ آپ کی بیویوں نے اور دیگر اصحاب نے بھی طواف کیا اور جن کے ساتھ قربانی نہیں تھی انہوں نے (اس طواف و سعی کے بعد) احرام کھول دیا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائفہ ہو گئی تھیں، سب نے اپنے حج کے تمام مناسک ادا کر لئے تھے، پھر جب لیلۃ حصہ یعنی رواجی کی رات آئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کے تمام ساتھی حج اور عمرہ دونوں کر کے جا رہے ہیں صرف میں عمرہ سے محروم ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جب ہم آئے تھے تو تم (حیض کی وجہ سے) بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکی تھیں؟ میں نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (اور عمرہ کر) ہم تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے، چنانچہ میں اپنے بھائی (عبدالرحمنؓ) کے ساتھ تنعیم گئی اور وہاں سے احرام باندھا۔ اسی طرح صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا بھی حائفہ ہو گئی تھیں نبی کریم ﷺ نے انہیں (ازراہ محبت) فرمایا عقری حلقی، تو تو ہمیں روک لے گی، کیا تو نے قربانی کے دن طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ وہ بولیں کہ کیا تھا، اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں، چلی چلو۔ میں جب آپ تک پہنچی تو آپ مکہ کے بالائی علاقہ پر چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں چڑھ رہی تھی اور حضور ﷺ اتر رہے تھے۔ مسدد کی روایت میں (رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر) ہاں کے بجائے نہیں ہے، اس کی متابعت جریر نے منصور کے واسطے سے ”نہیں“ کے ذکر میں کی ہے۔

عقری کے لفظی ترجمہ بانجھ اور حلقی کا ترجمہ سرمٹھی ہے یہ الفاظ آپ نے محبت میں استعمال فرمائے، معلوم ہوا کہ ایسے مواقع پر

ایسے لفظوں میں خطاب کرنا جائز ہے۔

عَوَانَةَ عَنِ مَنصُورٍ عَنِ اِبْرَاهِيمَ عَنِ
الْأَسْوَدِ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا
قَالَتْ: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نَرَى
إِلَّا الْحَجَّ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ
وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَجْعَلْ، وَكَانَ
مَعَهُ الْهَدْيُ فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ
بَنَاتِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَحَلَّ مِنْهُمَنْ لَمْ يَكُنْ
مَعَهُ الْهَدْيُ، فَحَاضَتْ هِيَ، فَسَكْنَا
مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجَّنَا. فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةَ
الْحَصْبَةِ لَيْلَةَ الْفَجْرِ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ
كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِهِ.
قَالَ: ((مَا كُنْتُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ لِيَأْتِيَ
قَدِمْنَا؟)) قُلْتُ: لَا. قَالَ: ((فَاخْرُجِي مَعَ
أَخِيكَ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلِي بِعُمْرَةٍ،
وَمَوْعِدُكَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا)). فَخَرَجْتُ
مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ
بِعُمْرَةٍ. وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حَيْثٍ، فَقَالَ
النَّبِيُّ ﷺ: ((عَقْرَى حَلَقِي، إِنَّكَ لَحَابِسْتَنَا
أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قَالَتْ: بَلَى،
قَالَ: ((فَلَا بَأْسَ أَنْفِرِي)). فَلَقِيْتُهُ مُصْعِدًا
عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ، أَوْ أَنَا
مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ)). قَالَ مُسَدَّدٌ
((قُلْتُ: لَا)). تَابَعَهُ جَرِيرٌ عَنِ مَنصُورٍ فِي
قَوْلِهِ ((لَا)). [راجع: ۲۹۴]

باب اس سے متعلق جس نے روانگی کے دن عصر کی نماز
ابح میں پڑھی۔

(۱۷۶۳) ہم سے محمد بن شعیب نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحاق بن یوسف نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز بن رفیع نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے پوچھا، مجھے وہ حدیث بتائیے جو آپ کو رسول اللہ ﷺ سے یاد ہو کہ انہوں نے آنسوؤں ذی الحجہ کے دن ظہر کی نماز کمال پڑھی تھی، انہوں نے کہا منیٰ میں، میں نے پوچھا اور روانگی کے دن عصر کمال پڑھی تھی انہوں نے فرمایا کہ ابلح میں اور تم اسی طرح کرو جس طرح تمہارے حاکم لوگ کرتے ہوں۔ (تاکہ فتنہ واقع نہ ہو)

(۱۷۶۴) ہم سے عبد المتعال بن طالب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اور تھوڑی دیر کے لئے محصب میں سو رہے، پھر بیت اللہ کی طرف سوار ہو کر گئے اور طواف کیا۔ (یہاں طواف الزیارة مراد ہے)

۱۷۶۶- بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ
النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ

۱۷۶۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا
إِسْحَاقُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ الثَّوْرِيُّ
عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رَفِيعٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ
أَنْسَ بْنَ مَالِكٍ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ
النَّبِيِّ ﷺ أَنَّنِ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟
قَالَ: بَعْنِي. قُلْتُ: فَأَيَّنَ صَلَّى الْعَصْرَ
يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ، أَفْعَلُ كَمَا يَفْعَلُ
أَمْرَاؤُكَ)). [راجع: ۱۶۵۳]

۱۷۶۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَعَالِ بْنِ طَالِبٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي
عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ
أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنْ
النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ
وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَرَقَدَ رَقْدَةً
بِالْمُحْصَبِ، ثُمَّ رَكَبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ
بِهِ)). [راجع: ۱۷۵۶]

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

امر	علی	الديار	ديار	ليلی
و	ما	حب	الديار	شغفن
اقبل	ذا	جدار	و	ذا
و	لكن	حب	من	سكن
				الديارا

باب واوی محصب کا بیان

۱۷۶۷- بَابُ الْمُحْصَبِ

محصب ایک کھلمیدان مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے اس کو ابلح اور بطحا اور نبعث بنی کنانہ بھی کہتے ہیں۔

(۱۷۶۵) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے

۱۷۶۵- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ
عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ منیٰ سے کوچ کر کے یہاں محب میں اس لئے اترے تھے تاکہ آسانی کے ساتھ مدینہ کو نکل سکیں۔ آپ کی مراد بلخ میں اترنے سے تھی۔

(۱۷۶۱) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ محب میں اترنا حج کی کوئی عبادت نہیں ہے، یہ تو صرف رسول اللہ ﷺ کے قیام کی جگہ تھی۔

محب میں ٹھہرنا کوئی حج کا رکن نہیں۔ آپ وہاں آرام کے لئے اس خیال سے کہ مدینہ کی روانگی وہاں سے آسان ہوگی ٹھہر گئے تھے چنانچہ عمر بن و مغیر بن آپ نے وہیں ادا کیں، اس پر بھی جب آپ وہاں ٹھہرے تو یہ ٹھہرنا مستحب ہو گیا اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں ٹھہرا کرتے تھے۔

باب مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں قیام کرنا
اور مکہ سے واپسی میں ذی الحلیفہ کے کنکر لیلے میدان میں
قیام کرنا۔

(۱۷۶۷) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ضمروہ انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ جاتے وقت ذی طویٰ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان رات گزارتے تھے اور پھر اس پہاڑی سے ہو کر گزرتے جو مکہ کے اوپر کی طرف ہے اور جب مکہ میں حج یا عمرہ کا احرام باندھنے آتے تو اپنی اونٹنی مسجد کے دروازہ پر لاکر بٹھاتے پھر حجر اسود کے پاس آتے اور یہیں سے طواف شروع کرتے، طواف سات چکروں میں ختم ہوتا جس کے شروع میں رمل کرتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے، طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے پھر ڈیرہ پر واپس ہونے سے پہلے صفا اور مروہ کی دوڑ کرتے۔ جب حج یا عمرہ کر کے مدینہ واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کے میدان میں سواری بٹھاتے، جہاں نبی کریم ﷺ بھی (مکہ سے مدینہ

عَنْهَا قَالَتْ : ((إِنَّمَا كَانَ مَنْزِلَ بَنِي النَّبِيِّ ﷺ لِيَكُونَ أَسْمَحَ لِمَخْرُوجِهِ)) يَعْنِي بِالْأَبْطَحِ.

۱۷۶۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرُو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((لَيْسَ التَّخَصُّيبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلَ نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ)).

۱۷۶۸- بَابُ النَّزُولِ بِذِي طَوَى قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَالنُّزُولُ بِالْبَطْحَاءِ النَّبِيِّ بِذِي الْحَلِيفَةِ إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

۱۷۶۷- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبِيتُ بِذِي طَوَى بَيْنَ الشَّيْبَيْنِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ النَّبِيِّ النَّبِيِّ بِأَعْلَى مَكَّةَ. وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ يُبْغِ نَاقَتَهُ إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ قِيَامِي الرُّمْنِ الْأَسْوَدَ قَبْلَ أَنْ يَبْدَأَ بِهِ، ثُمَّ يَطُوفُ سَبْعًا: ثَلَاثًا سَعْيًا، وَأَرْبَعًا مَشْيًا. ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوْ

واپس ہوتے ہوئے) اپنی سواری بٹھایا کرتے تھے۔

الْعُمْرَةَ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِلَدِي الْخَلِيفَةِ
الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُبَيْعُ بِهَا)).

[راجع: ۴۹۱]

(۱۷۶۸) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبید اللہ سے صحب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے صحب میں قیام فرمایا تھا۔

۱۷۶۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ
الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ:
سُئِلَ عَبِيدُ اللَّهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ، فَحَدَّثَنَا
عَبِيدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((نَزَلَ بِهَا رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ وَعُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ)).

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحب میں ظہر اور عصر پڑھتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے مغرب (پڑھنے کا بھی) ذکر کیا، خالد نے بیان کیا کہ عشاء میں مجھے کوئی شک نہیں۔ اس کے پڑھنے کا ذکر ضرور کیا پھر تھوڑی دیر کے لئے وہاں سو رہتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ: ((إِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا - يَعْنِي الْمُحَصَّبَ
- الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ - أَحْسِبُهُ قَالَ:
وَالْمَغْرِبَ - قَالَ خَالِدٌ: لَا أَشْكُ لِي
الْعِشَاءِ، وَيَهْجَعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذَلِكَ عَنِ
النَّبِيِّ ﷺ)).

باب اس سے متعلق جس نے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے

۱۷۶۹- بَابُ مَنْ نَزَلَ بِلَدِي طَوًى

ذی طوئی میں قیام کیا

إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

(۱۷۶۹) اور محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے مکہ آتے تو ذی طوئی میں رات گزارتے اور جب صبح ہوتی تو مکہ میں داخل ہوتے۔ اسی طرح مکہ سے واپسی میں بھی ذی طوئی سے گذرتے اور وہیں رات گزارتے اور فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۱۷۶۹- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا
حَمَادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ
بَاتَ بِلَدِي طَوًى، حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ،
وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِلَدِي طَوًى وَبَاتَ بِهَا حَتَّى
يُصْبِحَ. وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ
يَفْعَلُ ذَلِكَ)). [راجع: ۴۹۱]

آج کل یہ مقام شہری آبادی میں آیا ہے الحمد للہ ۵۲ کے سورج میں حمل کرنے کا موقعہ ملا تھا) والحمد لله على ذلك

باب زمانہ حج میں تجارت کرنا اور جاہلیت کے بازاروں میں

۱۵۰- بَابُ التَّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسَمِ

خرید و فروخت کا بیان۔

وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

(۱۷۷۰) ہم سے عثمان بن یثیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ذوالحجاز اور عکاظ عمد جاہلیت کے بازار تھے جب اسلام آیا تو گویا لوگوں نے (جاہلیت کے ان بازاروں میں) خرید و فروخت کو برا خیال کیا اس پر (سورہ بقرہ کی) یہ آیت نازل ہوئی ”تمہارے لئے کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل کی تلاش کرو، یہ حج کے زمانہ کے لیے تھا۔

۱۷۷۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَثِيمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظُ مَنْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامَ كَانَهُمْ كَرَهُوا ذَلِكَ حَتَّى نَزَلَتْ [البقرة : ۱۹۸] ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْفُوا فُضُلًا مِّنْ رَبِّكُمْ﴾ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ)).

[أطرافه في : ۲۰۵۰، ۲۰۹۸، ۴۵۱۹].

جاہلیت کے زمانہ میں چار منڈیاں مشہور تھیں عکاظ، ذوالحجاز، نجد اور حبشہ، اسلام کے بعد بس حج کے دنوں میں ان منڈیوں میں خرید و فروخت اور تجارت جائز رہی۔ اللہ نے خود قرآن شریف میں اس کا جواز اتارا ہے کہ تجارت کے ذریعے نفع حاصل کرنے کو اپنا فضل قرار دیا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے واضح ہے۔ تجارت کرنا اسلاف کا بہترین شغل تھا جس کے ذریعہ وہ اطراف عالم میں پہنچے، مگر انہوں نے اس سے توجہ ہٹائی جس کا نتیجہ افلاس و ذلت کی شکل میں ظاہر ہے۔

باب (آرام کر لینے کے بعد) وادی محصب سے آخری رات میں چل دینا۔

۱۵۱- بَابُ الْإِدْلَاجِ مِنَ الْمُحْصَبِ

(۱۷۷۱) ہم سے عمرو بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے بیان کیا، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مکہ سے روانگی کی رات صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں، انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے میں ان لوگوں کے روکنے کا باعث بن جاؤں گی پھر نبی کریم ﷺ نے کہا عقری حلیٰ کیا تو نے قربانی کے دن طواف الزیارة کیا تھا؟ اس نے کہا کہ جی ہاں کر لیا تھا، آپ نے فرمایا کہ پھر چلو۔

۱۷۷۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((حَاضَتُ صَفِيَّةَ لَيْلَةَ النَّفْرِ فَقَالَتْ: مَا أَرَانِي إِلَّا حَابِسَتُكُمْ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَقْرَى حَلَقَى أَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قِيلَ: نَعَمْ. قَالَ ((فَأَنْفَرِي)). (راجع: ۲۹۴)

(۱۷۷۲) ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا، محمد بن سلام نے (اپنی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے حاضر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حجۃ الوداع) میں مدینہ سے نکلے تو ہماری زبانوں پر صرف حج کا ذکر تھا۔ جب ہم مکہ پہنچے

۱۷۷۲- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ،

فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمْرًا أَنْ نَحِلَّ. فَلَمَّا كَانَتْ
لَيْلَةُ النَّفَرِ حَاصَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُصَيْنٍ، فَقَالَ
النَّبِيُّ ﷺ ((حَلَفِي عَقْرِي، مَا أَرَاهَا إِلَّا
حَابِسَتَكُمْ)). قَالَ: ((كُنْتُ طَلَفْتُ يَوْمَ
النَّحْرِ؟)) قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَانْفِرِي)).
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَمْ أَكُنْ حَلَلْتُ.
إِل: فَاعْتَمِرِي مِنَ التَّعْنِيمِ. فَخَرَجَ مَعَهَا
خَوْهَا، فَلَقَيْنَاهُ مُدَلِّجًا. فَقَالَ: ((مَوْعِدُكَ
مَكَانَ كَذَا وَكَذَا)). [راجع: ۲۹۴]

گئے تو آپ نے ہمیں احرام کھول دینے کا حکم دیا (افعال عمرہ کے بعد جن کے ساتھ قربانی نہیں تھی) روانگی کی رات صفیہ بنت حنی بنی عقیلہ کے ساتھ ہو گئیں، آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا عقری، حلقی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمیں روکنے کا باعث بنو گی، پھر آپ نے پوچھا کیا قربانی کے دن تم نے طواف الزیارة کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر چل چلو! (عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے منطلق کہا کہ) میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے احرام نہیں کھولا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تنیم سے عمرہ کا احرام باندھ لو (اور عمرہ کر لو) چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بھائی گئے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) فرمایا کہ ہم رات کے آخر میں واپس لوٹ رہے تھے کہ آپ سے ملاقات ہوئی، آپ نے فرمایا تھا کہ ہم تمہارا انتظار فلاں جگہ کریں گے۔

معلوم ہوا کہ صحب سے آخر رات میں کوچ کرنا مستحب ہے۔ عقری کا لفظی ترجمہ بانجھ اور حلقی کا سرمندی، آپ نے ازراہ محبت یہ لفظ استعمال فرمائے جیسا کہ دیا کرتے ہیں سرمندی، یہ بول چال کا عام محاورہ ہے۔ یہ حدیث بھی بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، خاص طور پر صنف نازک کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ کے قلب مبارک میں کس قدر رافت اور رحمت تھی کہ آپ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذرا سی دل شکنی بھی گوارا نہیں فرمائی بلکہ ان کی دل جوئی کے لیے ان کو تنیم جا کر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا اور ان کے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا، جس سے ظاہر ہے کہ صنف نازک کو تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ ہر حال کوئی ذمہ دار نگران ہونا ضروری ہے۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حلقہ ہو جانے کی خبر سن کر آپ نے ازراہ محبت ان کے لیے عقری حلقی کے الفاظ استعمال فرمائے اس سے بھی صنف نازک کے لیے آپ کی شفقت چلتی ہے، نیز یہ بھی کہ مفتی حضرات کو اسوۂ حسنہ کی پیروی ضروری ہے کہ حدود شریعہ میں ہر ممکن نرمی اختیار کرنا اسوۂ نبوت ہے۔

۲۶- کتاب العمرة

کتاب عمرہ کے مسائل کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب عمرہ کا وجوب اور اس کی

۱- بَابُ الْعُمْرَةِ. وَجُوبُ الْعُمْرَةِ.

نبی ﷺ سے پوچھا پھر یہی حدیث بیان کی۔

ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، ان سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، ان سے عکرمہ بن خالد نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا پھر یہی حدیث بیان کی۔

خَالِدٍ ((سَأَلْتُ ابْنَ عَمَرَ . مِنْهُ)). حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ ((سَأَلْتُ ابْنَ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا . مِنْهُ)).

حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی ہیں۔ بنی حنظلہ کے آزاد کردہ ہیں، ہشام بن عروہ، امام مالک، ثوری، شعبہ اور اوزاعی اور ان کے ماسواہت سے لوگوں سے حدیث کو سنا اور ان سے سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن سعید اور یحییٰ بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں، ان علماء میں سے ہیں جن کو قرآن مجید میں علمائے ربانین سے یاد کیا گیا ہے، اپنے زمانہ کے امام اور پختہ کار فقیہ اور حافظ حدیث تھے، ساتھ ہی زاہد کمال اور قابل فخر تھی اور اخلاق فاضلہ کے مجسمہ تھے، اسماعیل بن عیاش نے کہا کہ روئے زمین پر ان کے زمانہ میں کوئی ان جیسا باخدا عالم مسلمانوں میں نہ تھا۔ خیر کی کوئی ایسی خصلت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نہ بخشی ہو، ان کے شاگردوں کی بھی کثیر تعداد ہے عرصہ تک بغداد میں درس حدیث دیا۔ ان کا سال پیدائش ۱۱۸ھ ہے اور ۱۸۱ھ میں وفات پائی، اللہ پاک فردوس بریں میں آپ کے بہترین مقامات میں اضافہ فرمائے اور ہم کو ایسے بزرگوں کے ساتھ محشور کرے، آمین۔ صد افسوس کہ آج ایسے بزرگوں اور باخدا حضرات سے امت محروم ہے، کاش! اللہ پاک پھر ایسے بزرگ پیدا کرے اور امت کو پھر ایسے بزرگوں کے علوم سے نور اریقان عطا کرے آمین۔

۳- بَابُ كَمِ اغْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟ باب نبی کریم ﷺ نے کتنے عمرے کئے ہیں

کسی روایت میں چار عمرے مذکور ہیں، کسی میں دو ان میں جمع یوں کیا ہے کہ اخیر کی روایت میں وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔ اسی طرح وہ عمرہ جس سے آپ رد کئے گئے تھے شمار نہیں کیا۔ سعید بن منصور نے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے تین عمرے کئے دو تو ذی قعدہ میں اور ایک شوال میں اور دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ آپ نے تینوں عمرے ذی قعدہ میں کئے تھے۔

(۱۷۷۵) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے، وہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لوگ مسجد نبوی میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عبداللہ بن عمر سے ان لوگوں کی اس نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بدعت ہے، پھر ان سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ چار، ایک ان میں سے رجب میں کیا تھا لیکن ہم نے پسند نہیں کیا کہ ان کی اس بات کی تردید کریں۔

۱۷۷۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: ((دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جَالِسًا إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، وَإِذَا أَنَاسٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الصُّحَى، قَالَ: فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ: بِدْعَةٌ. ثُمَّ قَالَ لَهُ: كَمْ اغْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعٌ، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. فَكَرِهْنَا أَنْ نُؤَدَّ عَلَيْهِ)). [طرفه بي: ۴۲۵۳].

(۱۷۷۶) مجاہد نے بیان کیا کہ ہم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ

۱۷۷۶- وَقَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِئْثَانَ عَائِشَةَ أُمَّ

سے ان کے سواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے پوچھا اے میری ماں! اے ام المؤمنین! ابو عبدالرحمن کی بات آپ سن رہی ہیں؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہہ رہے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے چار عمرے کئے تھے جن میں سے ایک رجب میں کیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ ابو عبدالرحمن پر رحم کرے! آنحضرت ﷺ نے تو کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ خود موجود نہ رہے ہوں، آپ نے رجب میں تو کبھی عمرہ ہی نہیں کیا۔

الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ: يَا أُمَّهُ، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَتْ: مَا يَقُولُ؟ قَالَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، اغْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ إِخْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. قَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا اغْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدَةٌ، وَمَا اغْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ)).

[طرفاہ فی: ۱۷۷۷، ۴۲۵۴]۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک اشراق کی نماز سے متعلق معلومات نہ ہوں گی اس لئے انہوں نے اسے بدعت کہہ دیا حالانکہ یہ نماز احادیث میں مذکور ہے یا آپ نے اس نماز کو مسجد میں پڑھنا بدعت قرار دیا جیسا کہ ہر نماز گھر میں پڑھنے ہی سے متعلق ہے۔ جسور کے نزدیک اس نماز کو مسجد یا گھر جگہ پڑھا جا سکتا ہے۔ عمرہ نبوی کے بارے میں ماہ رجب کا ذکر صحیح نہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا۔ آپ عروہ کی خالہ ہیں اس لئے آپ نے ان کو یا ماہ کہہ کر پکارا۔

(۱۷۷۷) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا تھا۔

۱۷۷۷- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُرْوَةَ بِنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا اغْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي رَجَبٍ)). [راجع: ۱۷۷۶]

(۱۷۷۸) ہم سے حسان بن حسان نے بیان کیا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کتنے عمرے کئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ چار، عمرہ حدیبیہ ذی قعدہ میں جہاں پر مشرکین نے آپ کو روک دیا تھا، پھر آئندہ سال ذی قعدہ ہی میں ایک عمرہ تھا جس کے متعلق آپ نے مشرکین سے صلح کی تھی اور تیسرا عمرہ جعرانہ جس موقع پر آپ نے غنیمت غالباً حنین کی تقسیم کی تھی چوتھا حج کے ساتھ میں نے پوچھا اور آنحضرت ﷺ نے حج کتنے کئے؟ فرمایا کہ ایک۔

۱۷۷۸- حَدَّثَنَا حَسَانُ بْنُ حَسَّانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ ((سَأَلْتُ أَنَسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَمْ اغْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ أَرْبَعٌ: عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُونَ، وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الْجَعْرَانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيمَةَ بَادٍ - حَنِينٍ. قُلْتُ كَمْ حَجٌّ؟ قَالَ: وَاحِدَةً)).

[اصحہ میں: ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۳۰۶۶، ۴۱۵۸]۔

(۱۷۷۹) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا تھا۔

۱۷۷۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ:

سے آنحضرت ﷺ کے عمرہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عمرہ وہاں کیا جہاں سے آپ کو مشرکین نے واپس کر دیا تھا اور دوسرے سال (اسی) عمرہ حدیبیہ (کی قضاء) کی تھی اور ایک عمرہ ذی قعدہ میں اور ایک اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: ((اغْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رَدُّوهُ، وَمِنْ الْقَابِلِ عُمْرَةَ النُّحْدَيْبِيَّةِ، وَعُمْرَةَ لِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةَ مَعَ حَجَّتِهِ)).

[راجع: ۱۷۷۸]

جن راویوں نے حدیبیہ میں آپ کے احرام کھولنے اور قربانی کرنے کو عمرہ قرار دیا انہوں نے آپ کے چار عمرے بیان کئے اور جنہوں نے اسے عمرہ قرار نہیں دیا انہوں نے تین عمرے بیان کئے اور روایات میں اختلاف کی وجہ صرف یہی ہے اور ان توجیہات کی بنا پر کسی بھی روایت کو غلط نہیں کہا جاسکتا۔

(۱۷۸۰) ہم سے ہدیہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، اس روایت میں یوں ہے کہ جو عمرہ آنحضرت ﷺ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا اس کے سوا تمام عمرے ذی قعدہ ہی میں کئے تھے۔ حدیبیہ کا عمرہ اور دوسرے سال اس کی قضا کا عمرہ کیا تھا۔ (کیونکہ آپ نے قرآن کیا تھا اور حجۃ الوداع سے متعلق ہے) اور جعرانہ کا عمرہ جب آپ نے جنگ حنین کی غنیمت تقسیم کی تھی۔ پھر ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

۱۷۸۰ - حَدَّثَنَا هُدَيْبَةُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَقَالَ: ((اغْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ لِي ذِي الْقَعْدَةِ، إِلَّا أَلْبِي اغْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ: عُمْرَتَهُ مِنَ الْحُنْدَيْبِيَّةِ وَمِنْ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، وَمِنْ الْجِعْرَانَةِ حَتَّى قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ، وَعُمْرَةَ مَعَ حَجَّتِهِ)). [راجع: ۱۷۷۸]

(۱۷۸۱) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابواسحاق نے بیان کیا کہ میں نے مسروق، عطاء اور مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو ان سب حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے ذی قعدہ ہی میں عمرے کئے تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذی قعدہ میں حج سے پہلے دو عمرے کئے تھے۔

۱۷۸۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَفَّانَ حَدَّثَنَا شَرِيحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلْتُ مَسْرُوقًا وَعَطَاءً وَمُجَاهِدًا فَقَالُوا: ((اغْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَخُجَّ. وَقَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: اغْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَخُجَّ مَرَّتَيْنِ)).

[أطرافه في : ۱۸۴۴، ۲۶۹۸، ۲۶۹۹]

[۲۷۰۰، ۳۱۸۴، ۴۲۰۱]

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں اسکی فضیلت کی تشریح نہیں کی اور شاید انہوں نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا جو دار قطنی نے نکالی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے عمرے میں نکلی، آپ نے اظہار کیا اور میں نے روزہ رکھا۔ آپ نے قصر کیا، میں نے پوری نماز پڑھی بعض نے کہا یہ روایت غلط ہے کیونکہ آپ نے رمضان میں کوئی عمرہ نہیں کیا، حافظ نے کہا شاید مطلب یہ ہو کہ میں رمضان میں عمرہ کیلئے مدینہ سے نکلی یہ صحیح ہے کیونکہ حج مکہ کا سفر رمضان ہی میں ہوا تھا۔ (دحیدی)

(۱۷۸۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطنان نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون (ام سنان رضی اللہ عنہا) سے (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا نام بتایا تھا لیکن مجھے یاد نہ رہا) پوچھا کہ تو ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کرتی؟ وہ کہنے لگی کہ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ابو فلاں (یعنی اس کا خاوند) اور اس کا بیٹا سوار ہو کر حج کے لیے چل دیئے اور ایک اونٹ انہوں نے چھوڑا ہے، جس سے پانی لایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان کا عمرہ ایک حج کے برابر ہوتا ہے یا اسی جیسی کوئی بات آپ نے فرمائی۔

۱۷۸۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُولُ : ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ - سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَمَّيْتُ اسْمَهَا - (مَا مَنَعَكَ أَنْ تَحْجِيَنِي مَعَنَا؟)) قَالَتْ : كَانَ لَنَا نَاصِحٌ ، فَرَكِبَهُ أَبُو فَلَانٍ وَأَبْنُهُ - لِزَوْجِهَا وَأَبِيهَا - وَتَرَكَ نَاصِحًا تَنْضَحُ عَلَيْهِ . قَالَ : ((فَإِذَا كَانَ رَمَضَانَ اخْتَمِرِي لِيهِ ، فَإِنَّ عُمْرَةً لِي فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ)) أَوْ نَحْوًا بِمِثْلِ ذَلِكَ . [طرفہ بی : ۱۸۶۳]۔

امام بخاری کی دوسری روایت میں اس عورت کا نام ام سنان رضی اللہ عنہا مذکور ہے، بعض نے کہا وہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں جیسے ابن حبان کی روایت میں ہے اور نسائی نے نکالا ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت معقل نے کہا میں نے حج کا قصد کیا لیکن میرا اونٹ بیمار ہو گیا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تو رمضان میں عمرہ کر لے رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔ حافظ نے کہا اگر یہ عورت ام سنان تھی تو اس کے بیٹے کا نام سنان ہو گا اور اگر ام سلیم تھی تو اس کا بیٹا ہی کوئی ایسا نہ تھا جو حج کے قتل ہوتا۔ ایک انس تھے وہ چھوٹی عمر میں تھے اور شاید ان کے خاوند ابو طلحہ کا بیٹا مراد ہو وہ بھی گویا ام سلیم کا بیٹا ہوا کیونکہ ابو طلحہ ام سلیم کے خاوند تھے۔

باب مہذب کی رات عمرہ کرنا یا اس کے علاوہ کسی دن بھی عمرہ کرنے کا بیان۔

۵- بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرَهَا

(۱۷۸۳) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے نکلے تو ذی الحجہ کا چاند نکلنے والا تھا، آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حج کا احرام باندھنا چاہتا ہے تو وہ حج کا باندھ لے اور

۱۷۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُوَالِفِينَ لِهَيْلَالِ ذِي الْحِجَّةِ ، فَقَالَ لَنَا : ((مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ

اگر کوئی عمرہ کا باندھنا چاہتا ہے تو وہ عمرہ کا باندھ لے۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم میں بعض نے تو عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، لیکن عرفہ کا دن آیا تو میں اس وقت حائضہ تھی، چنانچہ میں نے اس کی حضور ﷺ سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ پھر عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول دے اور اس میں کنگھا کر لے پھر حج کا احرام باندھ لینا۔ (میں نے ایسا ہی کیا) جب محصب کے قیام کی رات آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن کو میرے ساتھ تنعیم بھیجا، وہاں سے میں نے عمرہ کا احرام اپنے اس عمرہ کے بدلہ میں باندھا۔ (جس کو توڑ ڈالا تھا)

باب تنعیم سے عمرہ کرنا

یہ خاص حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے کیا تھا باقی کسی صحابی سے منقول نہیں کہ اس نے عمرہ کا احرام تنعیم سے باندھا ہو نہ آنحضرت ﷺ نے کبھی ایسا کیا، امام ابن قیم نے زاد المعاد میں ایسا ہی کہا ہے۔ حافظ نے کہا کہ جب حضرت عائشہ نے بحکم نبوی ایسا کیا تو اسکا مشروع ہونا ثابت ہو گیا اگرچہ اس میں شک نہیں کہ عمرہ کیلئے بھی خاص اپنے ملک سے سفر کر کے جانا افضل اور اعلیٰ ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ ہر سال ایک عمرہ سے زیادہ کر سکتے ہیں یا نہیں، امام مالک نے ایک سے زیادہ کرنا مکروہ جانا ہے اور جمہور علماء نے ان کا خلاف کیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے عرفہ اور یوم النحر اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ رکھا ہے۔ (وحیدی)

(۱۷۸۴) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے عمرو بن اوس سے سنا، ان کو عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر لے جائیں اور تنعیم سے انہیں عمرہ کرا لائیں۔ سفیان بن عیینہ نے کہیں یوں کہا میں نے عمرو بن دینار سے سنا۔ کہیں یوں کہا میں نے کئی بار اس حدیث کو عمرو بن دینار سے سنا۔

(۱۷۸۵) ہم سے محمد بن ثقی نے بیان کیا، ان سے عبدالوہاب بن عبدالمجید نے، ان سے حبیب معلم نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اور

يُهَلُّ بِالْحَجِّ فَلْيُهَلِّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَلَوْ لَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ)). قَالَتْ : فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَأَطَّلَنِي يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَسَكَوتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ارْقُضِي عُمْرَتِكَ، وَانْقُضِي رَأْسَكَ وَامْتَشِطِي، وَأَهْلِي بِالْحَجِّ)). فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِيَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي)). [راجع: ۲۹۴]

۶- بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيمِ

۱۷۸۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ مَسَعٍ عُمَرُو بْنُ أَوْسٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يُزِدَ عَائِشَةَ وَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ)). قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: سَمِعْتُ عُمَرَا، كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ عُمَرُو. [طرفه بي: ۲۹۸۵].

۱۷۸۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ عَنْ حَبِيبِ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَطَاءِ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ

آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا تھا اور آنحضرت ﷺ اور طلحہ رضی اللہ عنہما کے سوا قربانی کسی کے پاس نہیں تھی۔ ان ہی دنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تو ان کے ساتھ بھی قربانی تھی، انہوں نے کہا کہ جس چیز کا احرام رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے میرا بھی احرام وہی ہے، آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو (مکہ میں پہنچ کر) اس کی اجازت دے دی تھی کہ اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر دیں اور بیت اللہ کا طواف اور صفامروہ کی سعی کر کے بال ترشوا لیں اور احرام کھول دیں، لیکن وہ لوگ ایسا نہ کریں جن کے ساتھ قربانی ہو۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ہم منیٰ سے حج کے لیے اس طرح سے جائیں گے کہ ہمارے ذکر سے منیٰ ٹپک رہی ہو۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ جو بات اب ہوئی اگر پہلے سے معلوم ہوتی تو میں اپنے ساتھ ہدیٰ نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ ہدیٰ نہ ہوتی تو (افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد میں بھی احرام کھول دیتا) عائشہ رضی اللہ عنہا (اس حج میں) حاضرہ ہو گئی تھیں اس لیے انہوں نے اگرچہ تمام مناسک ادا کئے لیکن بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ پھر جب وہ پاک ہو گئیں اور طواف کر لیا تو عرض کی یا رسول اللہ! سب لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں، آپ نے اس پر عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ انہیں ہمراہ لے کر تنعیم جائیں اور عمرہ کرالائیں، یہ عمرہ حج کے بعد ذی الحجہ کے ہی مہینہ میں ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ جب جمرہ عقبہ کی رمی کر رہے تھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ (عمرہ اور حج کے درمیان احرام کھول دینا) صرف آپ ہی کے لئے ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

اللَّهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهْلًا وَأَصْحَابَهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلْحَةَ، وَكَانَ عَلِيُّ قَدِيمٍ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالَ: أَهَلَلْتُ بِمَا أَهْلُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ لِأَصْحَابِهِ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً يَطُوفُوا ثُمَّ يَقْصِرُوا وَيَحْلُوا، إِلَّا مَنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالُوا: نَنْطَلِقُ إِلَىٰ مِنَىٰ وَذَكَرُوا أَحَدِنَا يَقْطُرُ. فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوْ اسْتَفْلَتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْ لَا أَنْ مَعِيَ الْهَدْيُ لَأَخْلَلْتُ)). وَأَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَاضَتْ فَسَكَتَ الْمَنَاسِكُ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطْفُ بِالنَّبِيِّ. قَالَ: فَلَمَّا طَهَّرَتْ وَطَافَتْ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْتَ تَطْلِقُونَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَنْتَ تَطْلِقُ بِالْحَجِّ؟ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِي ذِي الْحِجَّةِ. وَأَنَّ سَرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جَعْشَمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ بِالْعَقَبَةِ وَهُوَ يَرْمِيهَا، فَقَالَ: أَلَا كُمْ هَدْيٌ خَاصَّةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ)). [راجع: ۱۰۵۷]

یزید کی روایت میں یوں ہے کیا یہ حکم خاص ہمارے لیے ہے، امام مسلم کی روایت میں یوں ہے سراقہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ کیا یہ حکم خاص اسی سال کے لیے ہے۔ آپ نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا اور دوبار فرمایا عمرہ حج میں ہمیشہ کے لئے شریک ہو گیا۔ نووی نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا درست ہو اور جاہلیت کا قاعدہ ٹوٹ گیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ قرآن یعنی حج اور عمرے کو جمع کرنا درست ہو اس باب کے لانے سے امام

بخاری کی غرض یہ ہے کہ تمتع، جس میں قربانی ہے وہ یہ ہے کہ حج سے پہلے عمرہ کرے اور جو لوگ حج کے مہینوں میں سارے ذی الحجہ کو شامل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذی الحجہ میں حج کے بعد بھی عمرہ کرے تو وہ بھی تمتع ہے اور اس میں قربانی یا روزے واجب نہیں، وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کی تھی۔ جیسے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے قربان کی اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے قربانی دی اور شاید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر نہ ہو۔

باب حج کے بعد عمرہ کرنا اور قربانی

نہ دینا۔

(۱۷۸۶) ہم سے محمد بن شعیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی کہ کہا کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ذی الحجہ کا چاند نکلنے والا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے حج کیلئے چلے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا باندھ لے اور جو حج کا باندھنا چاہے وہ حج کا باندھ لے، اگر میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا ہی احرام باندھتا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور بہتوں نے حج کا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مگر میں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حائفہ ہو گئی، عرفہ کا دن آ گیا اور ابھی میں حائفہ ہی تھی، اس کارونا میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے روئی۔ آپ نے فرمایا کہ عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول لے اور کنگھا کر لے پھر حج کا احرام باندھ لینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد جب مہذب کی رات آئی تو آنحضرت ﷺ نے میرے ساتھ عبدالرحمن کو تنعیم بھیجا وہ مجھے اپنی سواری پر پیچھے بٹھا کر لے گئے وہاں سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرے کے بجائے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی حج اور عمرہ دونوں ہی پورے کر دیئے نہ تو اس کیلئے انہیں قربانی لانی پڑی نہ صدقہ دینا پڑا اور نہ روزہ رکھنا پڑا۔

باب عمرہ میں جتنی تکلیف ہوا اتنا ہی

ثواب ہے۔

۷- بَابُ الْاِعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ

هَدْيٍ

۱۷۸۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنِي هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُوَأْفِينَ لِهَلَالِ ذِي الْحِجَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهَلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهَلِّ بِعُمْرَةٍ، وَلْيُهَلِّ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهَلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهَلِّ وَلَوْ لَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لِأَهْلَتِي بِعُمْرَةٍ)). فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ مِنْهُمْ مَنْ أَهَلَ بِحَجَّةٍ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ، فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ، فَأَذْرَكَنِي يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ ((دَعِي عُمْرَتَكَ وَأَنْقِضِي رَأْسَكَ وَامْتَشِطِي، وَأَهْلِي بِالْحَجِّ))، فَفَعَلْتُ. فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِيَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَرَدْتُهَا، فَأَهَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا، فَقَضَى اللَّهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتِهَا، وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٍ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا صَوْمٌ)). [راجع: ۲۹۴]

۸- بَابُ أَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ

النَّصَبِ

(۱۷۸۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے بیان کیا، الہ سے قاسم بن محمد نے اور دوسری (روایت میں) ابن عون، ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور وہ اسود سے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! لوگ تو دونسک (حج اور عمرہ) کر کے واپس ہو رہے ہیں لہذا میں نے صرف ایک نسک (حج) کیا ہے؟ اس پر ان سے کہا گیا کہ پھر انتظار کریں اور جب پاک ہو جائیں تو تعیم جا کر وہاں سے (عمرہ کا) احرام باندھیں، پھر ہم سے فلاں جگہ آئیں اور یہ کہ اس عمرہ کا ثواب تمہارے خرچ اور محنت کے مطابق ملے گا۔

۱۷۸۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَا: ((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ؟ فَقِيلَ لَهَا: ((انْتَظِرِي، فَإِذَا طَهَّرْتَ فَأَخْرُجِي إِلَيَّ التَّعِيمِ فَأَهْلِي، ثُمَّ انْتَبْنَا بِمَكَانٍ كَذَا، وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكَ أَوْ نَصَبِكَ)).

[راجع: ۲۹۴]

ابن عبد السلام نے کہا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بعضی عبادتوں میں دوسری عبادتوں سے تکلیف اور مشقت کم ہوتی ہے لیکن ثواب زیادہ ملتا ہے، جیسے شب قدر میں عبادت کرنا رمضان کی کئی راتوں میں عبادت کرنے سے ثواب میں زیادہ ہے یا فرض نماز یا فرض زکوٰۃ کا ثواب نفل نمازوں اور نفل صدقوں سے بہت زیادہ ہے۔

باب (حج کے بعد) عمرہ کرنے والا عمرہ کا طواف کر کے مکہ سے چل دے تو طواف وداع کی ضرورت ہے یا نہیں ہے۔

۹- بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ، هَلْ يُجْزِيهِ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ؟

(۱۷۸۸) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے اقلح بن حمید نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حج کے مہینوں اور آداب میں ہم حج کا احرام باندھ کر مدینہ سے چلے اور مقام سرف میں پڑاؤ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور وہ چاہے کہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ سے بدل دے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض مقدور والوں کے ساتھ قربانی تھی، اس لیے ان کا احرام صرف عمرہ کا نہیں رہا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے تو میں رو رہی تھی آپ نے دریافت فرمایا کہ رو کیوں رہی ہو؟ میں نے کہا آپ نے اپنے

۱۷۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا أَقْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجْنَا مُهَلِّينَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُرْمِ الْحَجِّ، فَتَزَلْنَا سَرِفَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَاحْبَبْ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيُفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَا))، وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَرِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ذَوِي قُوَّةٍ الْهَدْيُ فَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ عُمْرَةً. فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ:

اصحاب سے جو کچھ فرمایا میں سن رہی تھی اب تو میرا عمرہ ہو گیا آپ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی، حیض کی وجہ سے) آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، تو بھی آدم کی بیٹیوں میں سے ایک ہے اور جو ان سب کے مقدر میں لکھا ہے وہی تمہارا بھی مقدر ہے، اب حج کا احرام باندھ لے شاید اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ بھی نصیب کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھ لیا پھر جب ہم (حج سے فارغ ہو کر اور) منیٰ سے نکل کر محصب میں اترے تو آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمن کو بلایا اور ان سے کہا کہ اپنی بہن کو حد حرم سے باہر لے جا (تعمیم) تاکہ وہ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ لیں، پھر طواف وسعی کرو، ہم تمہارا انتظار یہیں کریں گے۔ ہم آدھی رات کو آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے پوچھا کیا فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ بیت اللہ کا طواف وداع کرنے والے لوگ صبح کی نماز سے پہلے ہی روانہ ہو گئے اور مدینہ کی طرف چل دیئے۔

حافظ نے کہا اس روایت میں غلطی ہو گئی ہے صحیح یوں ہے لوگ چل کھڑے ہوئے پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ امام مسلم

مُوجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ)). [راجع: ۲۹۴]

اور ابوداؤد کی روایتوں میں ایسا ہی ہے۔

باب عمرہ میں ان ہی کاموں کا پرہیز ہے جن سے حج میں

پرہیز ہے۔

(۱۷۸۹) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ جعرانہ میں تھے، تو آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جبہ پہنے ہوئے اور اس پر خلوق یا زردی کا نشان تھا۔ اس نے پوچھا مجھے اپنے عمرہ میں آپ کس طرح کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل کی اور آپ پر کپڑا ڈال دیا گیا، میری بڑی آرزو تھی کہ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو تو میں آپ

((مَا يَنْكِحُكَ؟)) قُلْتُ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ لِأَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ، لَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ: ((وَمَا شَأْنُكَ؟)) قُلْتُ: لَا أَصَلِّي. قَالَ: ((فَلَا يَضُرُّكَ، أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ، كُتِبَ عَلَيْكَ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكَ، عَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا)).

قَالَتْ: فَكُنْتُ، حَتَّى نَفَرْنَا مِنْ مِنِّي فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: ((اخْرُجْ بِأَخِيكَ الْحَرَمَ، فَتَهْلُ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا، أَنْتَظِرُ كَمَا هَهُنَا)). فَآتَيْنَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، فَقَالَ: ((فَرَعْنَا؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. فَنَادَى بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، وَمَنْ طَافَ بِالنِّبْتِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ خَرَجَ مُوجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ)). [راجع: ۲۹۴]

۱۰- بَابُ يَفْعَلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ

فِي الْحَجِّ

۱۷۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ يَغْنِي عَنْ أَبِيهِ ((أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِالْجَعْرَانَةِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ أَثَرُ الْخَلْقِ - أَوْ قَالَ صَفْرَةٌ - فَقَالَ: كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَسُتِرَ بِثَوْبٍ، وَوَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَقَدْ أَنْزَلَ

عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا. زَادَ سُنَيَانُ وَأَبُو

مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ: مَا آتَمَ اللَّهُ حَجَّ

أَمْرِيءَ وَلَا عُمْرَتَهُ مَا لَمْ يَطُفَ بَيْنَ الصَّفَا

وَالْمَرْوَةِ. [راجع: ۱۶۴۳]

یہ اس لئے کہ اللہ پاک نے صفا اور مروہ پہاڑیوں کو بھی اپنے شعائر قرار دیا ہے اور اس سعی سے ہزار ہا سال قبل کے اس واقعہ کی یاد تازہ ہوتی ہے جب کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اپنے نور نظر اسماعیل علیہ السلام کے لئے یہاں پانی کی تلاش میں پکر لگائے تھے اور اس موقع پر چشمہ زمزم کا ظہور ہوا تھا۔

باب عمرہ کرنے والا احرام سے کب نکلتا ہے؟

۱۱- بَابُ مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ؟

اور عطاء بن ابی رباح نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ حج کے احرام کو عمرہ سے بدل دیں اور طواف (بیت اللہ اور صفا مروہ) کریں پھر بال ترشوا کر احرام سے نکل جائیں۔

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ

((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوا

عُمْرَةً وَيَطُوفُوا، ثُمَّ يَقْضُوا وَيَحِلُّوا)).

ابن بطال نے کہا میں تو علماء کا اختلاف اس باب میں نہیں جانتا کہ عمرہ کرنے والا اس وقت حلال ہوتا ہے جب طواف اور سعی سے فارغ ہو جائے، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شاذ قول منقول ہے کہ صرف طواف اور سعی کرنے سے حلال ہو جاتا ہے اور اسحاق بن راہویہ (استاذ امام بخاری رحمہ اللہ) نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام بخاری نے یہ باب لا کر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کی طرف اشارہ کیا اور قاضی عیاض نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ عمرہ کرنے والا جہاں حرم میں پہنچا وہ حلال ہو گیا گو طواف اور سعی نہ کرے مگر صحیح بات وہی ہے جو باب اور حدیث سے ظاہر ہے۔

شرح

(۱۷۹۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے جریر نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے عبد اللہ بن ابی اوفی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ بھی کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ کیا، چنانچہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے پہلے (بیت اللہ کا) طواف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی طواف کیا، پھر صفا اور مروہ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ آئے۔ ہم آپ کی مکہ والوں سے حفاظت کر رہے تھے کہ کہیں کوئی کافر تیر نہ چلا دے، میرے ایک ساتھی نے ابن ابی اوفی سے پوچھا کیا آنحضرت ﷺ کعبہ میں اندر داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

۱۷۹۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ

جَرِيرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي

أَوْفَى قَالَ: ((اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

وَاعْتَمَرْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ

وَطُفْنَا مَعَهُ، وَأَتَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَأَتَيْنَاهَا

مَعَهُ، وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَرِيَهُ

أَحَدًا. فَقَالَ لَهُ صَاحِبٌ لِي: أَكَانَ دَخَلَ

الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: لَا)). [راجع: ۱۶۰۰]

(۱۷۹۲) کہا انہوں نے پھر پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کچھ فرمایا تھا؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا

۱۷۹۲- قَالَ فَحَدَّثَنَا مَا قَالَ لِخَدِيجَةَ

قَالَ: ((بَشُرُوا خَدِيجَةَ بِنَيْتِ فِي الْجَنَّةِ

تھا ”خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک موتی کے گھر کی بشارت ہو، جس میں نہ کسی قسم کا شور و غل ہو گا نہ کوئی تکلیف ہوگی۔“

(۱۷۹۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف تو کرتا ہے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا، کیا وہ (صرف) بیت اللہ کے طواف کے بعد (اپنی بیوی سے ہم بستر ہو سکتا ہے؟ انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ نبی کریم ﷺ (مکہ) تشریف لائے اور آپ نے بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کیا، پھر مقام ابراہیم کے قریب دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد صفا اور مروہ کی سات مرتبہ سعی کی ”اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔“

(۱۷۹۴) انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جانا چاہیے۔

(۱۷۹۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے بیان کیا، ان سے طارق بن شہاب نے بیان کیا، اور ان سے ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطحاء میں حاضر ہوا آپ وہاں (حج کے لئے جاتے ہوئے) اترے ہوئے تھے، آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارا حج ہی کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا اور احرام کس چیز کا باندھا ہے؟ میں نے کہا میں نے اسی کا احرام باندھا ہے، جس کا نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا ہو، آپ نے فرمایا تو نے اچھا کیا، اب بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کر لے پھر احرام کھول ڈال، چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی، پھر میں بنو قیس کی

مِنْ قَصَبٍ، لَا صَحْبَ فِيهِ وَلَا نَصَبٍ))۔

[طرفہ بی : ۳۸۱۹]۔

۱۷۹۳- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ : ((سَأَلْنَا ابْنَ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَّتِي امْرَأَتُهُ؟ فَقَالَ : قَدِيمَ النَّبِيِّ ﷺ لَطَافٍ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا، ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾۔

[راجع: ۳۹۵]

۱۷۹۴- قَالَ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ : ((لَا يَفْرَبْنَهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ))۔

[راجع: ۳۹۶]

۱۷۹۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُنِيخٌ فَقَالَ : ((أَحْبَبْتُ؟)) قُلْتُ : نَعَمْ. قَالَ : ((بِمَا أَهْلَلْتُ؟)) قُلْتُ : لَيْكَ يَا هَلَالٍ كَمَا هَلَالِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ : ((أَحْسَنْتُ))، طُفَّ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحَلَّ. فَطُفَّتْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَلَقْتُ رَأْسِي، ثُمَّ

ایک عورت کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سر کی جو کس نکالیں، اس کے بعد میں نے حج کا احرام باندھا۔ میں (آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد) اسی کے مطابق لوگوں کو مسئلہ بتایا کرتا تھا، جب عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر عمل کرنا چاہیے کہ اس میں ہمیں (حج اور عمرہ) پورا کرنے کا حکم ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنا چاہیے کہ اس وقت آپ نے احرام نہیں کھولا تھا جب تک ہدی کی قربانی نہیں ہو گئی تھی۔ لہذا ہدی ساتھ لانے والوں کے واسطے ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔

(۱۷۹۶) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، انہیں عمرو نے خبر دی، انہیں ابو الاسود نے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے غلام عبد اللہ نے ان سے بیان کیا، انہوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے سنا تھا، وہ جب بھی حجون پہاڑ سے ہو کر گذرتیں تو یہ کہتیں ”رحمتیں نازل ہوں اللہ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ہم نے آپ کے ساتھ یہیں قیام کیا تھا، ان دنوں ہمارے (سلمان) بہت ہلکے پھلکے تھے سواریاں اور زاد راہ کی بھی کمی تھی، میں نے میری بہن عائشہ رضی اللہ عنہا نے زبیر اور فلاں فلاں رضی اللہ عنہما نے عمرہ کیا اور جب بیت اللہ کا طواف کر چکے تو (صفا اور مروہ کی سعی کے بعد) ہم حلال ہو گئے، حج کا احرام ہم نے شام کو باندھا تھا۔

باب حج عمرہ یا جماد سے واپسی پر
کیا دعا پڑھی جائے۔

(۱۷۹۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج و عمرہ سے واپس ہوتے تو جب بھی کسی بلند جگہ کا چڑھاؤ ہوتا تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور یہ دعاء پڑھتے ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور حمد اسی کے لئے

أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ أَقْبَىٰ بِهِ. حَتَّىٰ كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ قَوْلٌ : إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالْحَمَامِ، وَإِنْ أَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ يَجْعَلْ حَتَّىٰ يَبْلُغِ الْهَدْيُ مَجْلَهُ. (راجع: ۱۰۰۹)

۱۷۹۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَىٰ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ مَوْلَىٰ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ (رَأَىٰ أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ تَقُولُ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُّونِ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ، لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هَاهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ، قَلِيلٌ ظَهْرُنَا، قَلِيلَةٌ أَرْوَادُنَا. فَاعْتَمَرْتُ أَنَا وَأَخِي عَائِشَةَ وَالزُّبَيْرَ وَقُلَانٌ وَقُلَانٌ، فَلَمَّا مَسَخْنَا الْبَيْتَ أَهْلَلْنَا ثُمَّ أَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ. (راجع: ۱۶۱۵)

۱۲- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ أَوْ الْغَزْوِ؟

۱۷۹۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (رَأَىٰ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَىٰ كُلِّ شَرْفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ : (لَا إِلَهَ إِلَّا

ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم واپس ہو رہے ہیں، توبہ کرتے ہوئے، عبادت کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور اس کی حمد کرتے ہوئے، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور سارے لشکر کو تنہا شکست دے دی۔ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔

اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. آيُونَ، قَائِمُونَ، غَابِدُونَ، سَاجِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ)).

[أطرافه في: ۲۹۹۵، ۳۰۸۴، ۴۱۱۶، ۶۳۸۵].

باب مکہ آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا اور تین آدمیوں کا ایک سواری پر چڑھنا۔

۱۳- بَابُ اسْتِيقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِينَ، وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

(۱۷۹۸) ہم سے معلى بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو بنو عبدالمطلب کے چند بچوں نے آپ کا استقبال کیا، آپ نے ایک بچے کو (اپنی سواری کے) آگے بٹھالیا اور دوسرے کو پیچھے۔

۱۷۹۸- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ اسْتَقْبَلْتَهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَحَمِلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ)).

[طرفاه في: ۵۹۶۵، ۵۹۶۶].

معلوم ہوا کہ حاجی کا آگے جا کر استقبال کرنا بھی سنت ہے مگر ہار پھول کا مروجہ رواج ایسا ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور اس سے ریا، نمود، عجب کا بھی خطرہ ہے۔ لہذا اچھے حاجی کو ان چیزوں سے ضرور پرہیز کرنا لازم ہے ورنہ خطرہ ہے کہ سفر حج کے لئے جو قربانیاں دی ہیں وہ رائیگاں جائیں اور بجائے ثواب کے حج الٹا باعث عذاب بن جائے کیونکہ ریا، نمود، عجب ایسی بیماریاں ہیں جن سے نیک اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اونٹ وغیرہ پر بشرطیکہ ان جانوروں میں طاقت ہو بیک وقت تین آدمی سواری کر سکتے ہیں، بنو عبدالمطلب کے لڑکے آپ ﷺ کے استقبال کو آئے اس سے خاندانی محبت جو فطری چیز ہے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ نوجوانان خاندان عبدالمطلب کے لئے اس سے بڑھ کر کیا خوشی کیا ہو سکتی ہے کہ آج ان کے ایک بزرگ ترین فرد رسول معظم، سردار بنی آدم، فخر و عالم ﷺ کی شان میں مکہ شریف میں داخل ہو رہے ہیں۔ آج وہ قسم پوری ہوئی جو قرآن مجید میں ان لفظوں میں بیان کی گئی تھی لاقسم بهذا البلد توراة کا وہ نوشتہ پورا ہوا جس میں ذکر ہے کہ فاران سے ہزار ہا قدسیوں کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بچوں سے پیار محبت شفقت کا برتاؤ کرنا بھی سنت نبوی ہے۔

باب مسافر کا اپنے گھر میں صبح کے وقت آنا۔

۱۴- بَابُ الْقُدُومِ بِالْغَدَاةِ

(۱۷۹۹) ہم سے احمد بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے انس

۱۷۹۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ

بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لے جاتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے۔ اور جب واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے۔ آپ صبح تک ساری رات وہیں رہتے۔

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِوَيْدِي الْحَلِيفَةِ بَطْنِ الْوَادِي، وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ)). [راجع: ٤٨٤]

پھر مدینہ میں دن میں تشریف لاتے لہذا مناسب ہے کہ مسافر خاص طور پر سفر حج سے واپس ہونے والے دن میں اپنے گھروں میں تشریف لائیں کہ اس میں بھی شارع ﷺ نے بہت سے مصالح کو مد نظر رکھا ہے۔

باب شام میں گھر کو آنا۔

(۱۸۰۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہام نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ (سفر سے) رات میں --- گھر نہیں پہنچتے تھے یا صبح کے وقت پہنچ جاتے یا دوپہر بعد (زوال سے لے کر غروب آفتاب تک کسی بھی وقت تشریف لاتے۔

باب آدمی جب اپنے شہر میں پہنچے تو گھر میں رات میں نہ جائے۔

(۱۸۰۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر سے) گھر رات کے وقت اترنے سے منع فرمایا۔

۱۵- بَابُ الدُّخُولِ بِالْعَشِيِّ

۱۸۰۰- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ، كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غَدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً)).

۱۶- بَابُ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

۱۸۰۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَطْرُقَ أَهْلَهُ لَيْلًا)). [راجع: ٤٤٣]

یہ اس لئے کہ گھر میں بیوی صاحبہ نہ معلوم کس حالت میں ہوں، اس لئے ادب کا تقاضہ ہے کہ دن میں گھر میں داخل ہوتا کہ بیوی کو گھر کے صاف کرنے، خود صاف بننے کا موقع حاصل رہے، اچانک رات میں داخل ہونے سے بہت سے مفاسد کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ حدیث جابر میں فرمایا لتمنشط الشعنة تاکہ پریشان بال والی اپنے بالوں میں کنگھی کر کے ان کو درست کر لے اور اندرونی صفائی کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر لے۔

باب جس نے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر اپنی سواری تیز کر دی (تاکہ جلد سے جلد اس پاک شہر میں داخلہ نصیب ہو)

۱۷- بَابُ مَنْ أَسْرَعَ نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

(۱۸۰۲) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، کہا کہ مجھے حمید طویل نے خبر دی انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر سے مدینہ واپس ہوتے اور مدینہ کے بالائی علاقوں پر نظر پڑتی تو اپنی اونٹنی کو تیز کر دیتے، کوئی دوسرا جانور ہوتا تو اسے بھی ایڑ لگاتے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا کہ حارث بن عمیر نے حمید سے یہ تلفظ زیادہ کئے ہیں کہ ”مدینہ سے محبت کی وجہ سے سواری تیز کر دیتے تھے۔“

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے (درجات کے بجائے) جد رات کہا، اس کی متابعت حارث بن عمیر نے کی۔

۱۸۰۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَأَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ نَاقَتَهُ، وَإِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَكَهَا)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عَمِيرٍ عَنْ حُمَيْدٍ ((حَرَكَهَا مِنْ حَيْهًا)). حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((جُدْرَاتٍ)). تَابَعَهُ الْحَارِثُ بْنُ عَمِيرٍ.

[طرفہ فی : ۱۸۸۶]

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اس طرز عمل سے وطن کی محبت کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، اس جگہ سے محبت ایک فطری جذبہ ہے، سفر میں بھی اپنے وطن کا اشتیاق باقی رہتا ہے۔ الغرض وطن سے محبت ایک قدرتی بات ہے اور اسلام میں یہ مذموم نہیں ہے مشہور مقولہ ہے حب الوطن من الایمان وطنی محبت بھی ایمان میں داخل ہے۔

جدرات یعنی مدینہ کے گھروں کی دیواروں پر نظر پڑتی تو آپ سواری تیز فرما دیتے تھے۔ بعض روایتوں میں دو حات کا لفظ آیا ہے یعنی مدینہ کے درخت نظر آنے لگتے تو آپ اپنے وطن کی محبت میں سواری تیز کر دیتے۔ آپ حج کے یا جملہ وغیرہ کے جس سفر سے بھی لوٹتے اسی طرح اظہار محبت فرمایا کرتے تھے۔

باب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو۔

(۱۸۰۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی انصار جب حج کے لئے آئے تو (احرام کے بعد) گھروں میں دروازوں سے نہیں جاتے بلکہ دیواروں سے کود کر (گھر کے اندر) داخل ہوا کرتے تھے پھر (اسلام لانے کے بعد) ایک انصاری شخص آیا اور دروازے سے گھر میں داخل ہو گیا اس پر لوگوں نے لعنت ملامت کی تو یہ وحی نازل ہوئی کہ ”یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ گھروں میں پیچھے سے (دیواروں پر چڑھ کر)

۱۸ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿هُوَ أَتَوْا﴾ [البقرة: ۱۸۹]

۱۸۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا، كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجَّوْا فَبَجَّأُوا لَمْ يَدْخُلُوا مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ، وَلَكِنْ مِنْ ظُهُورِهَا، فَبَجَّاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهِ، لَكَأَنَّهُ غَيَّرَ بِذَلِكَ، فَنَزَلَتْ: ﴿هُوَ أَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا، وَلَكِنْ

الْبُرِّ مِنَ اتَّقَى، وَاتَّقُوا النَّيُّوتَ مِنْ أَوْلَ بَلْكَ نَيْكٍ وَهُ فَخْصٌ هُوَ جُو تَقْوَى اِخْتِيَارِ كَرِّهِ اَوْرُ كُھروں مِیں اِن اَبُو اِبْهَاتِ))۔ [طرفہ فی : ۴۰۱۲]۔
کے دروازوں سے آیا کرو۔“

عمد جاہلیت میں قریش کے علاوہ عام غریب لوگ حج سے واپس ہوتے وقت گھروں کے دروازوں سے آنا معیوب سمجھتے اور دروازے کا سایہ سر پر پڑنا محسوس جانتے، اس لئے گھروں کی دیواروں سے پھاند کر آتے۔ قرآن مجید نے اس غلط خیال کی تردید کی۔ وہ آنے والا انصاری جس کا روایت میں ذکر ہے قلبہ بن عامر انصاری تھا۔ ابن خزیمہ اور حاکم کی روایت میں اس کی مراحات ہے اس کا نام رقصہ بن تابوت بتایا ہے۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بہت سے اسلامی اساسی امور کے بیان پر مشتمل ہے۔ آنے والے بزرگ کی تفصیلات کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر کا بیان یہ ہے فی صحیحہما من طریق عمار ابن زریق عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر قال كانت قریش تدعی الحمس و كانوا یدخلون من الابواب فی الاحرام و كانت الانصار و سائر العرب لا یدخلون من الابواب فیینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بستان فخرج من بابہ فخرج معہ قطبہ بن عامر الانصاری فقالوا یا رسول اللہ ان قطبہ رجل فاجر فانه خرج معک من الباب فقال ما حملک علی ذالک فقال راہبک فلعنہ ففعلت کما فعلت قال انی احسب قال فان دینی دینک فانزل اللہ الایۃ الخ (فتح الباری) یعنی قریش کو محس کے نام سے پکارا جاتا تھا اور صرف وہی حالت احرام میں اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل ہو سکتے تھے، ایسا عمد جاہلیت کا خیال تھا اور انصار بلکہ تمام اہل عرب اگر حالت احرام میں اپنے گھروں کو آتے تو دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے کی دیوار پھاند کر گھر آیا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک باغ کے دروازے سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ یہ قلبہ بن عامر انصاری بھی دروازے سے ہی آگئے۔ اس پر لوگوں نے ان کو لعن طعن شروع کی بلکہ فاجر تک کہہ دیا، آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے بھی ایسا کیا کیوں تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ آپ نے کیا تو آپ کی اتباع میں میں نے بھی ایسا کیا، آپ نے فرمایا میں تو محس ہوں انہوں نے کہا کہ حضور دین اسلام جو آپ کا ہے وہی میرا ہے۔ اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔

۱۹- بَابُ السَّفَرِ قِطْعَةً مِنَ

باب سفر بھی گویا ایک قسم کا

العذاب

عذاب ہے

ابن تیمیہ نے کہا اس باب کو لا کر امام بخاری نے اشارہ کیا کہ گھر میں رہنا مجاہدہ سے افضل ہے، حافظ نے کہا اس پر اعتراض ہے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہو کہ حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر آدمی اپنے گھر واپس ہونے کے لیے جلدی کرے۔ گھر والوں سے زیادہ دن تک غیر حاضر ہو کر رہنا اچھا نہیں۔

(۱۸۰۴) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے بھی نے، ان سے ابوصالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، آدمی کو کھانے پینے اور سونے (ہر ایک چیز) سے روک دیتا ہے، اس لئے جب کوئی اپنی ضرورت پوری کر چکے تو فوراً گھر واپس آ جائے۔

۱۸۰۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيِّ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ: يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ. لِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيَمْجَلْ إِلَى أَهْلِهِ)).

[طرفہ فی : ۳۰۰۱، ۳۰۴۲۹]۔

یہ اس زمانہ میں فرمایا گیا جب گھر سے باہر نکل کر قدم قدم پر بے حد تکالیف اور خطرات کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ آج کل سفر میں بہت

سی آسانیاں مہیا ہو گئی ہیں مگر پھر بھی رسول برحق ﷺ کا فرمان اپنی جگہ پر حق ہے، ہوائی جہاز موٹر جس میں بھی سفر ہو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بہت سے ناموافق حالات سامنے آتے ہیں جن کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکل پڑتا ہے، سفر بالواقع عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ سفر عذاب کا ٹکڑا کیوں ہے فوراً جواب دیا لان فیہ فراق الاحباب اس لئے کہ سفر میں احباب سے جدائی ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایک طرح سے روحانی عذاب ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء باب یہ ہے کہ حاجی کوچ کے بعد جلد ہی وطن کو واپس ہونا چاہیے۔

باب مسافر جب جلد چلنے کی کوشش کر رہا ہو اور اپنے اہل میں جلد پہنچنا چاہے۔

(۱۸۰۵) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا کہ انہیں (اپنی بیوی) صفیہ بنت ابی سعید کی سخت بیماری کی خبر ملی اور وہ نہایت تیزی سے چلنے لگے، پھر جب سرخی غروب ہو گئی تو سواری سے نیچے اترے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں، اس کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب جلدی چلنا ہوتا تو مغرب میں دیر کر کے دونوں (عشاء اور مغرب) کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔

۲۰- بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا جَدَّ بِهِ

السَّيْرِ يُعَجِّلُ إِلَىٰ أَهْلِهِ

۱۸۰۵- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَلَبَّغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدِ شَدَّةَ وَجَعٍ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ، حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشْمَةَ - جَمَعَ بَيْنَهُمَا - ثُمَّ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرَ أُخْرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا)).

[راجع: ۱۰۹۱]

یہ اس لئے کہ اسلام سرا سردین فطرت ہے، زندگی میں بسا اوقات ایسے مواقع آجاتے ہیں کہ انسان وقت پر نماز ادا کرنے سے سرا سر مجبور ہو جاتا ہے ایسی حالت میں یہ سہولت رکھی گئی کہ دو نمازیں ملا کر پڑھ لی جائیں، اگلی نماز مثلاً عشاء کو پہلی یعنی مغرب میں ملا لیا جائے یا پھر پہلی نماز کو دیر کر کے اگلی یعنی عشاء میں ملا لیا جائے ہر دو امر جائز ہیں مگر یہ سخت مجبوری کی حالت میں ہے ورنہ نماز کا ادا کرنا اس کے مقررہ وقت ہی پر فرض ہے۔ ارشاد باری ہے ﴿ان الصلوة كانت على المومنین كتابا موقوتا﴾ اہل ایمان پر نماز کا بروقت ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

مسائل و احکام حج کے سلسلہ میں آداب سفر پر روشنی ڈالنا ضروری تھا۔ جب کہ حج میں از اول تا آخر سفر ہی سفر سے سابقہ پڑتا ہے، اگرچہ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے مگر سفر وسیلہ ظفر بھی ہے جیسا کہ سفر حج ہے۔ اگر عند اللہ یہ قبول ہو جائے تو حاجی اس سفر سے اس حالت میں گھر واپس ہوتا ہے کہ گویا وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ اس سفر ہی کی برکت ہے کہ مغفرت الہی کا عظیم خزانہ نصیب ہوا بہر حال آداب سفر میں سب سے اولین ادب فرض نماز کی محافظت ہے۔ پس مرد مسلمان کی یہ عین سعادت مندی ہے کہ وہ سفر و حضر میں ہر جگہ نماز کو اس کے آداب و شرائط کے ساتھ بجالائے، ساتھ ہی اسلام نے اس سلسلہ میں بہت سی آسانیاں بھی

دیں تاکہ سفر و حضر میں ہر جگہ یہ فرض آسانی سے ادا کیا جاسکے، مثلاً ہر نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے مگر پانی نہ ہو تو مٹی سے تیمم کیا جاسکتا ہے، مسلمانوں کے لئے ساری زمین کو قابل عبادت قرار دیا گیا کہ جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہ اسی جگہ نماز ادا کر سکیں حتیٰ کہ دریاؤں میں پھاڑوں کی چوٹیوں پر، تق و دق بیابانوں میں، زمین کے چپے چپے پر نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی آسانی دی گئی جس پر مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں اشارہ فرمایا ہے کہ مسافر خواہ وہ حج ہی کے لئے کیوں نہ سفر کر رہا ہو دو نمازوں کو بیک وقت ملا کر ادا کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث باب میں مذکور ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ محترمہ کی بیماری کی خبر سنی تو سواری کو تیز کر دیا تاکہ جلد سے جلد گھر پہنچ کر مریضہ کی تیمار داری کر سکیں، نیز نماز مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا کر لیا، ساتھ ہی یہ بھی بتلادیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سفر میں نمازوں کو اس طرح ملا کر ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک ایسے دین میں جو تاقیامت عالمگیر شان کے ساتھ باقی رہنے کا وعیدار ہو ایسی جملہ آسانیوں کا ہونا ضروری تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ان کی جلالت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت صفیہ بنت ابوعبید بنو ثقیف سے تعلق رکھتی ہیں، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور آپ کے ارشادات طیبات سننے کا موقعہ ان کو بارہا ملا۔ آپ کی مرویات حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے توسط سے ہیں اور حضرت نافع جو حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ ان سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

باب محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ

دینے کے بیان میں۔

۲۷- کتاب الْمُحْصِرِ

وَجَزَاءُ الصَّيْدِ وَقَوْلُهُ اللَّهُ: [البقرة: ۱۹۶].
 ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، وَلَا تَخْلِفُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ﴾.
 وَقَالَ عَطَاءٌ: الْإِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَخْبَسُهُ.
 قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: حَصُورًا: لَا يَأْتِي النِّسَاءَ.
 اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”پس تم اگر روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو وہ مکہ بھیجو اور اپنے سراس وقت تک نہ منڈاؤ (یعنی احرام نہ کھولو، جب تک قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے (یعنی مکہ پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے) اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو چیز بھی روکے اس کا یہی حکم ہے۔“

لفظ محصر اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا مصدر احصار ہے جو لغت میں رکاوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، وہ رکاوٹ مرض کی وجہ سے ہو یا دشمن کی وجہ سے سفر حج میں اگر کسی کو کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو کعبہ میں جانے سے روک دیا گیا تھا اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ایسی حالت کے لئے یہ حکم بیان فرمایا گیا بعض دفعہ دوران سفر میں موت بھی واقع ہو جاتی ہے ایسے حاجی صاحبان قیامت کے دن لیک پکارتے ہوئے کھڑے ہوں گے اور عند اللہ ان کو حاجیوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا۔ حضرت عطاء کا قول لانے سے امام بخاری کا مقصد ظاہر ہے کہ احصار عام ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال صحیح نہیں انہوں نے احصار کو دشمن کے ساتھ خاص کیا ہے احصار بعض دفعہ بیماری موت جیسے اہم حوادث کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

۱- بَابُ إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ

باب اگر عمرہ کرنے والے کو راستے میں روک دیا گیا؟

تو وہ کیا کرے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو محصر کے لئے حلال ہونا حج کے ساتھ خاص کرتے ہیں، حدیث باب میں سن

موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور آپ نے حدیبیہ میں احصار کی وجہ سے وہ کھول دیا۔

(۱۸۰۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں عمرہ کرنے کے لئے جب مکہ جانے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے کعبہ شریف پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم لوگوں نے کیا تھا چنانچہ آپ نے بھی صرف عمرہ کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیبیہ کے سال صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

(۱۸۰۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے نافع سے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ جن دنوں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر حجاج کی لشکر کشی ہو رہی تھی تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے کہا (کیونکہ آپ مکہ جانا چاہتے تھے) کہ اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ ڈر اس کا ہے کہ کہیں آپ کو بیت اللہ پہنچنے سے روک نہ دیا جائے۔ آپ بولے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے اور کفار قریش ہمارے بیت اللہ تک پہنچنے میں حائل ہو گئے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی قربانی نحر کی اور سر منڈا لیا، عبد اللہ نے کہا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے بھی انشاء اللہ عمرہ اپنے پر واجب قرار دے لیا ہے۔ میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بیت اللہ تک پہنچنے کا راستہ مل گیا تو طواف کروں گا، لیکن اگر مجھے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو نبی کریم ﷺ نے کیا تھا، میں اس وقت بھی آپ کے ساتھ موجود تھا چنانچہ آپ نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا پھر تھوڑی دور چل کر فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی ہیں، اب میں بھی تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج بھی اپنے اوپر واجب قرار دے لیا ہے، آپ نے حج اور عمرہ دونوں سے ایک ساتھ فارغ ہو کر ہی دسویں ذی الحجہ کو احرام کھولا اور قربانی کی۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تک حاجی مکہ پہنچ کر ایک طواف زیارت نہ کر لے پورا احرام نہ

۱۸۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ : ((أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حِينَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا لِي الْفَيْتَةِ قَالَ : إِنْ صُدِدْتُ عَنْ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . فَأَهْلُ بَعْمُرَةَ ، مِنْ أَجْلِ أَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَهْلَ بَعْمُرَةَ عَامَ الْحَدِيثِ)).

۱۸۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَاهُ ((أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لِيَالِي نَزَلَ الْجَيْشُ بِأَبْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ : لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ الْعَامَ ، وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ . فَقَالَ : ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ ، فَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدْيَهُ ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ . وَأَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ، أَنْطَلِقُ ، فَإِنْ خَلَى بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ ، وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ . فَأَهْلُ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحَلِيفَةِ ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّمَا شَأْنُهُمَا وَاحِدٌ ، أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةَ مَعَ عُمْرَتِي . فَلَمْ يَحِلْ مِنْهُمَا حَتَّى حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَهْدَى ، وَكَانَ يَقُولُ : لَا يَحِلُّ حَتَّى يَطُوفَ طَوَافًا وَاحِدًا يَوْمًا

کھولنا چاہیے۔

يَدْخُلُ مَكَّةَ)). [راجع: ۱۶۳۹]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حجاج کی لشکر کشی اور اس سلسلہ میں بہت سے مسلمانوں کا خون ناحق حتیٰ کہ کعبہ شریف کی بے حرمتی یہ اسلامی تاریخ کے وہ دردناک واقعات ہیں جن کے تصور سے آج بھی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کا خمیازہ پوری امت آج تک بھگت رہی ہے، اللہ اہل اسلام کو سمجھ دے کہ وہ اس دور تاریک میں اتحاد باہمی سے کام لے کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں جن کی ریشہ دوانیوں نے آج بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نکال لیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللهم انصر الاسلام والمسلمین آمین۔

(۱۸۰۸) ہم سے موسیٰ ابن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کسی بیٹے نے ان سے کہا تھا کاش آپ اس سال رک جاتے (تو اچھا ہوتا۔ اسی اوپر والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

۱۸۰۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ : (أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَهُ: لَوْ أَقَمْتَ هَذَا)).

[راجع: ۱۶۳۹]

(۱۸۰۹) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ کے سال مکہ جانے سے روک دیئے گئے تو آپ نے حدیبیہ ہی میں اپنا سر منڈایا اور ازواج مطہرات کے پاس گئے اور قریانی کو نحر کیا، پھر آئندہ سال ایک دوسرا عمرہ کیا۔

۱۸۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((قَدْ أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَحَلَقَ رَأْسَهُ، وَجَامَعَ نِسَاءَهُ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ، حَتَّى اغْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا)).

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے اگلے عمرے کی قضاء کی بلکہ آپ نے سال آئندہ دوسرا عمرہ کیا اور بعض نے کہا کہ احصار کی حالت میں اس حج یا عمرے کی قضا واجب ہے اور آپ کا یہ عمرہ اگلے عمرے کی قضا کا تھا۔

باب حج سے روکے جانے کا بیان

۲- بَابُ الْإِحْصَارِ فِي الْحَجِّ

آنحضرت ﷺ کا احصار صرف عمرہ سے تھا، لیکن علماء نے حج کو بھی عمرہ پر قیاس کر لیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی مطلب ہے کہ آپ نے جیسا عمرے سے احصار کی صورت میں عمل کیا تم حج سے احصار ہونے میں بھی اسی پر چلو۔

(۱۸۱۰) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی، کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کیا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سنت کافی نہیں ہے کہ اگر کسی کو حج سے روک دیا جائے تو ہو سکے تو وہ بیت اللہ کا طواف کر لے اور صفا اور مروہ کی سعی، پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے، یہاں تک کہ وہ دوسرے سال حج کر

۱۸۱۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((أَلَيْسَ حَسْبَكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ

لے پھر قربانی کرے، اگر قربانی نہ ملے تو روزہ رکھے، عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہمیں معمر نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی پہلی روایت کی طرح بیان کیا۔

[راجع: ۱۶۳۹]

شرح بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک حج یا عمرہ کے احرام میں شرط لگانا درست نہ تھا، شرط لگانا یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت یوں کہہ لے کہ یا اللہ! میں جہاں رک جاؤں تو میرا احرام وہیں کھولا جائے گا، جمہور صحابہ اور تابعین نے اسے جائز رکھا ہے اور امام احمد اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ (وحیدی) اور ایسی حالت میں مثل سامنے ہے آج بھی ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں پس شارع ﷺ کی سنت مستقبل میں آنے والی امت مسلمہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ احصار کی تفصیل پیچھے بھی گذر چکی ہے۔ حضرت محمد بن شہاب زہری بن کلاب کی طرف منسوب ہیں، کنیت ابو بکر ہے، ان کا نام محمد ہے، عبد اللہ بن شہاب کے بیٹے۔ یہ بڑے فقیہ اور محدث ہوئے ہیں اور تابعین سے بڑے جلیل القدر تابعی ہیں، مدینہ کے زبردست فقیہ اور عالم ہیں، علوم شریعت کے مختلف فنون میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے جن میں سے قتادہ اور امام مالک بن انس ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میں ان سے زیادہ عالم جو اس زمانہ میں گذرا ہے ان کے سوا اور کسی کو نہیں پاتا کھول سے دریافت کیا گیا کہ ان علماء میں سے جن کو آپ نے دیکھا ہے کون زیادہ عالم ہے فرمایا کہ ابن شہاب ہیں، پھر دریافت کیا گیا کہ ان کے کون ہے، فرمایا کہ ابن شہاب ہیں۔ پھر کہا گیا کہ ابن شہاب کے بعد، فرمایا کہ ابن شہاب ہی ہیں۔ ۳۳ھ میں ماہ رمضان المبارک وفات پائی رحمہ اللہ رحمۃً واسعہ (المن)

باب رک جانے کے وقت سر منڈانے سے پہلے قربانی کرنا۔

۳- بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَضَرِ

(۱۸۱۱) ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد الرزاق نے خبر دی، کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور انہیں مسور رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قربانی سر منڈانے سے پہلے کی تھی اور آپ نے اصحاب کو بھی اسی کا حکم دیا تھا۔

۱۸۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عُرْوَةَ عَنِ الْمَسْوَرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ)). [راجع: ۱۴۹۴]

معلوم ہوا کہ پہلے قربانی کرنا پھر سر منڈانا ہی مسنون ترتیب ہے۔

(۱۸۱۲) ہم سے محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابودر شجاع بن ولید نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر بن محمد عمری نے بیان کیا اور ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبد اللہ اور سالم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے گفتگو کی، (کہ وہ اس سال مکہ نہ

۱۸۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا أَبُو بَدْرٍ شَجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنِ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ. قَالَ: وَحَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ وَسَالِمًا كَلَّمَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا: ((وَحَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُعْتَمِرِينَ فَحَالَ كُفَارُ قُرَيْشٍ ذُونَ الْبَيْتِ، فَتَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَدَنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ)). [راجع: ۱۶۳۹]

جائیں) تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر گئے تھے اور کفار قریش نے ہمیں بیت اللہ سے روک دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو نحر کیا اور سرمنڈایا۔

اس حدیث سے جمہور علماء کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ احصار کی صورت میں جہاں احرام کھولے وہیں قربانی کر لے خواہ حل میں ہو یا حرم میں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قربانی حرم میں بھیج دی جائے اور جب وہاں ذبح ہو لے تب احرام کھولے فقال الجمهور بذبح المحصر الهدى حيث يحل سواء كان في الحل او في الحرم الخ (فتح) یعنی جسے حج سے روک دیا جائے وہ جہاں احرام کھولے حل میں ہو یا حرم میں اسی جگہ اپنی قربانی کر ڈالے۔

۴- بَابُ مَنْ قَالَ: لَيْسَ عَلَيَّ الْمُحْضَرِ بَدَلًا

باب جس نے کہا کہ روکے گئے شخص پر قضاء ضروری نہیں۔

ای قضاء لما احصر فيه من حج او عمرة وهذا هو قول الجمهور (فتح) یعنی جب وہ حج یا عمرہ سے روک دیا گیا ہو اور جمہور کا قول یہی ہے جو حضرت امام بخاری کا توٹی ہے کہ عمر کے لئے قضاء ضروری نہیں۔

وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ شَيْبَةَ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا الْبَدَلُ عَلَى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِاللَّدُو، فَأَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عَذْرٌ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَزِجُّ، وَإِنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْضَرٌ نَحْرَهُ إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَبْعَثَ، وَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ لَمْ يَحِلُّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَجْلَهُ. وَقَالَ مَالِكٌ وَغَيْرُهُ: يَنْحَرُ هَدْيَهُ وَيَحْلِقُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ بِالْحُدَيْبِيَّةِ نَحَرُوا وَحَلَقُوا وَحَلُّوا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ الطَّوَافِ وَقَبْلَ أَنْ يَصِلَ الْهَدْيُ إِلَى الْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ يَذْكُرْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَحَدًا أَنْ يَقْضُوا شَيْئًا وَلَا يُؤَدُّوا لَهُ. وَالْحُدَيْبِيَّةُ خَارِجٌ مِنَ

اور روح نے کہا، ان سے شبل بن عباد نے، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قضاء اس صورت میں واجب ہوتی ہے جب کوئی حج میں اپنی بیوی سے جماع کر کے نیت حج کو توڑ ڈالے لیکن کوئی اور عذر پیش آگیا یا اس کے علاوہ کوئی بات ہوئی تو وہ حلال ہوتا ہے، قضاء اس پر ضروری نہیں اور اگر ساتھ قربانی کا جانور تھا اور وہ عمر ہوا اور حرم میں اسے نہ بھیج سکا تو اسے نحر کر دے، (جہاں پر بھی اس کا قیام ہو) یہ اس صورت میں جب قربانی کا جانور (قربانی کی جگہ) حرم شریف میں بھیجنے کی اسے طاقت نہ ہو لیکن اگر اس کی طاقت ہے تو جب تک قربانی وہاں ذبح نہ ہو جائے احرام نہیں کھول سکتا۔ امام مالک وغیرہ نے کہا کہ (محرر) خواہ کہیں بھی ہو اپنی قربانی وہیں نحر کر دے اور سرمنڈالے۔ اس پر قضا بھی لازم نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے حدیبیہ میں بغیر طواف اور بغیر قربانی کے بیت اللہ تک پہنچے ہوئے نحر کیا اور سرمنڈایا اور وہ ہر چیز سے حلال ہو گئے، پھر کوئی نہیں کہتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی قضا کا یا کسی بھی چیز کے دہرانے کا حکم دیا ہو

الْحَرَمِ

اور حدیبیہ حد حرم سے باہر ہے۔

موطا میں امام مالک کی روایت یوں ہے انہ بلغہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حل ہو و اصحابہ بالحدیبیۃ فنحروا الہدی و حلقوا و رسمہ و حلوا من کل شینی قبل ان یطوفوا بالبیت و قبل ان یصل الیہ الہدی ثم لم نعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر احدا من اصحابہ و لا ممن کان معہ ان یقضوا شینا و لا ان یعودوا لشینی و سنل مالک عن احصر بعدو فقال یحل من کل شینی و یحرق ہدیہ و یحلق راسہ حیث حبس و لیس علیہ قضاء (فتح الباری) یعنی ان کو یہ خبر ملی ہے کہ رسول کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام حدیبیہ میں حلال ہو گئے تھے پس انہوں نے اپنی قریباتوں کو نحر کر دیا اور سروں کو منڈا لیا اور وہ بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے ہی ہر چیز سے حلال ہو گئے اس سے بھی پہلے کہ کعبہ تک ان کی ہدی پہنچ سکے، پھر ہم نہیں جانتے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے کسی بھی صحابی کو کسی بھی چیز کے قضاء کرنے کا حکم دیا ہو اور نہ کسی کام کے دوبارہ کرنے کا حکم دیا اور امام مالکؒ اسے اس کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی دشمن کی طرف سے روک دیا جائے آپ نے فرمایا کہ وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے اور اپنی قربانی کو نحر کر دے اور سر منڈا لے جہاں بھی اس کو روکا گیا ہے اس پر کوئی قضاء لازم نہیں۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں قبل غرض المصنف بہذہ الترجمة الرد علی من قال التحلل بالاحصار خاص بالاحاج بخلاف المعتمہ فلا یتحلل بذالک بل یستمر علی احرامہ حتی یطوف بالبیت لان السنة کلھا وقت للعمرة فلا یخشی فواتھا بخلاف الحج الخ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے اس شخص کی تردید کرنی ہے جس نے کہا کہ روکنے کی صورت میں حلال ہونا حاجیوں کے ساتھ خاص ہے اور معتمر کے لئے یہ رخصت نہیں ہے پس وہ حلال نہ ہو بلکہ جب تک وہ بیت اللہ کا طواف نہ کر لے اپنی حالت احرام پر قائم رہے اس لئے کہ سارے سال عمرہ کا وقت ہے اور حج کے خلاف عمرہ کے وقت کے فوت ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ احصار کی صورت میں حاجی اور عمرہ کرنے والا سب کے لئے حلال ہونے کی اجازت ہے۔

(۱۸۱۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ فتنہ کے زمانہ میں جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ کے ارادے سے چلے تو فرمایا کہ اگر مجھے بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو (حدیبیہ کے سال) میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیبیہ کے سال عمرہ ہی کا احرام باندھا تھا۔ پھر آپ نے کچھ غور کر کے فرمایا کہ عمرہ اور حج تو ایک ہی ہے، اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے بھی یہی فرمایا کہ یہ دونوں تو ایک ہی ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ اب حج بھی اپنے لئے میں نے واجب قرار دے لیا ہے پھر (مکہ پہنچ کر) آپ نے دونوں کے لئے ایک ہی طواف کیا۔ آپ کا خیال تھا کہ یہ کافی ہے اور آپ قربانی کا جانور بھی ساتھ لے گئے تھے۔

۱۸۱۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ خِرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ: ((إِنْ صُدِدْتُ عَنْ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَهْلُ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنْ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَهْلًا بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ - ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ نَظَرَ فِي أَمْرِهِ فَقَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ. فَالْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ. ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا. وَرَأَى أَنْ ذَلِكَ مُجْزِيًا عَنْهُ، وَأَهْدَى)). [راجع: ۱۶۳۹]

جسور علماء اور اہل حدیث کا یہی قول ہے کہ قارن کو ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا فرمان

کہ اگر تم میں کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں (جوڑوں کی) کوئی تکلیف ہو تو اسے روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ دینا چاہیے یعنی اسے اختیار ہے اور اگر روزہ رکھنا چاہے تو تین دن روزہ رکھے۔

۵- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ [البقرة: ۱۹۶] . وَهُوَ مُخَيَّرٌ ، فَأَمَّا الصَّوْمُ فَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

(۱۸۱۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید بن قیس نے، انہیں مجاہد نے، انہیں عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے اور انہیں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، غالباً جوڑوں سے تم کو تکلیف ہے، انہوں نے کہا کہ جی ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنا سرمٹا اٹالے اور تین دن کے روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ایک بکری ذبح کر

۱۸۱۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : ((لَعَلَّكَ آذَاكَ هَوَامُكَ؟)) قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اخْلِقْ رَأْسَكَ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمِ سِتَّةَ مَسَاكِينَ أَوْ أَنْسُكْ بِشَاةٍ)).

[أطرافه في : ۱۸۱۵ ، ۱۸۱۶ ، ۱۸۱۷ ، ۱۸۱۸ ، ۴۱۵۹ ، ۴۱۹۰ ، ۴۱۹۱ ، ۴۵۱۷ ، ۵۶۶۵ ، ۵۷۰۳ ، ۶۸۰۸] .

باب اللہ تعالیٰ کا قول ”یا صدقہ“ (دیا جائے) یہ صدقہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

(۱۸۱۵) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے مجاہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا، ان سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں میرے پاس آکر کھڑے ہوئے تو جوئیں میرے سر سے برابر گر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ جوئیں تو تمہارے لئے

۶- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَأَوْ صَدَقَةٍ﴾ وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِينَ

۱۸۱۵- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ: ((وَقَفَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْحَدَيْبِيَّةِ وَرَأْسِي يَتَهافتُ أَمْلًا، فَقَالَ:

تکلیف دینے والی ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا پھر سر منڈا لے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ لفظ فرمایا کہ منڈا لے۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی کہ ”اگر تم میں کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو“ آخر آیت تک پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دن کے روزے رکھ لے یا ایک فرق غلہ سے چھ مسکینوں کو کھانا دے یا جو میسر ہو اس کی قربانی کر دے۔

ایک فرق غلہ کا وزن تین صاع یا سولہ رطل ہوتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو ایک صاع کا وزن آٹھ رطل بتلاتے ہیں۔ قربانی جو آسان ہو یعنی بکرا ہو یا اور کوئی جانور جو بھی آسانی سے مل سکے قربان کر دو۔

باب فدیہ میں ہر فقیر کو آدھا صاع

غلہ دینا

(۱۸۱۶) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن اصبہانی نے، ان سے عبداللہ بن معقل نے بیان کیا کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے فدیہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ (قرآن شریف کی آیت) اگرچہ خاص میرے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن اس کا حکم تم سب کے لئے ہے۔ ہوا یہ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو جو میں سر سے میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ نے (یہ دیکھ کر فرمایا) میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمہیں اتنی زیادہ تکلیف ہوگی یا (آپ نے یوں فرمایا کہ) میں نہیں سمجھتا تھا کہ جہد (مشقت) تمہیں اس حد تک ہوگی، کیا تجھ کو ایک بکری کا مقدور ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر تین دن کے روزے رکھ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا، ہر مسکین کو آدھا صاع کھلاؤ۔

((يُؤْذِنُكَ هَوَامُكَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاخْلِقْ رَأْسَكَ - أَوْ قَالَ: ((اخْلُقْ)) - قَالَ: فِي نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿هُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ﴾ إِلَى آخِرِهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةِ، أَوْ أَنْسُكْ بِمَا تَيْسَّرُ)). [راجع: ۱۸۱۴]

۷- بَابُ الإِطْعَامِ فِي الْفِدْيَةِ نِصْفُ صَاعٍ

صاع

۱۸۱۶- حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: ((جَلَسْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِدْيَةِ، فَقَالَ: نَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةٌ. حُمِلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالْقَمَلُ يَتَنَاوَرُ عَلَيَّ وَجْهِي، فَقَالَ: ((مَا كُنْتُ أَرَى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى. أَوْ مَا كُنْتُ أَرَى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى. تَجِدُ شَاةً؟)) فَقُلْتُ: لَا. فَقَالَ: ((فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ لِكُلِّ مَسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ)). [راجع: ۱۸۱۴]

یہ بھی اسی صورت میں کہ میسر ہو ورنہ آیت کریمہ ﴿لَا يَكْتَلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة: ۲۸۶) کے تحت پھر تو توبہ استغفار بھی کفارہ ہو جائے گا، ہاں مقدور کی حالت میں ضرور ضرور حکم شرعی بجا لانا ضروری ہو گا، ورنہ حج میں نقص رہنا یعنی ہے۔ حافظ فرماتے ہیں ای لکل مسکین من کل شیئی یشیر بذالک الی الرد علی من فرق فی ذالک بین القمح و غیرہ قال ابن عبدالبر قال ابو حنیفة و الکوفیون نصف صاع من قمح و صاع من تمر و عن احمد روایة تضا هی قولهم قال عیاض و هذا الحدیث یرد علیہم (فتح

الباری) و فی حدیث کعب بن عجرہ من الفوائد ما تقدم ان السنة مینة لمجمل الكتاب لاطلاق الفدية فی القرآن و تقییدها فی السنة و تحریم حلق الراس علی المحرم و الرخصة فی حلقها اذا اذاه القمل او غيره من الازواج و فيه تطف الكیبر باصحابه و عنايته باحوالهم و تفقده لهم و اذا رای ببعض اتباعه ضررا سال عنه و ارشده الی المخرج منه یعنی ہر مسکین کے لئے ہر ایک چیز سے اس میں اس شخص کے اوپر رد کرنا مقصود ہے جس نے اس بارے میں گندم وغیرہ کا فرق کیا ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اہل کوفہ کہتے ہیں کہ گندم کا نصف صلح اور کھجوروں کا ایک صلح ہونا چاہیے۔ امام احمد کا قول بھی تقریباً اسی کے مشابہ ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ حدیث کعب بن عجرہ ان کی تردید کر رہی ہے اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن کے کسی اجمالی حکم کی تفصیل سنت رسول بیان کرتی ہے۔ قرآن مجید میں مطلق فدیہ کا ذکر قحط نے اسے مقید کر دیا اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ محرم کے لئے سر منڈانا حرام ہے اور جب اسے جوڑوں وغیرہ کی تکلیف ہو تو وہ منڈا سکتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ بڑے لوگوں کو بیش اپنے ساتھیوں پر نظر عنایت رکھتے ہوئے ان کے دکھ تکلیف کا خیال رکھنا چاہیے کسی کو کچھ بیماری وغیرہ ہو جائے تو اس کے علاج کے لئے ان کو نیک مشورہ دینا چاہیے۔

باب قرآن مجید میں نسک سے مراد بکری ہے۔

۸- بَابُ النَّسْكِ شَاةً

یعنی آیت کریمہ ففدية من صيام او صدقة او نسك میں بکری مراد ہے۔

(۱۸۱۷) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے روح نے بیان کیا، ان سے شبل بن عباد نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں، آپ نے پوچھا کیا ان جوڑوں سے تمہیں تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنا سر منڈالیں۔ وہ اس وقت حدیبیہ میں تھے۔ (صلح حدیبیہ کے سال) اور کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ حدیبیہ ہی میں رہ جائیں گے بلکہ سب کی خواہش یہ تھی کہ مکہ میں داخل ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ چھ مسکینوں کو ایک فرق (یعنی تین صلح غلہ) تقسیم کر دیا جائے یا ایک بکری کی قربانی کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔

۱۸۱۷- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شَيْبَلٌ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَاةً وَإِنَّهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ الْقَمَلُ، فَقَالَ: ((أَيُّذِيكَ هَوَأْمُكُ؟)) قَالَ: نَعَمْ. فَأَمَرَهُ أَنْ يَخْلُقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ، وَلَمْ يَتَّيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَجْلُونَ بِهَا، وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ. فَانزَلَ اللَّهُ الْفِدْيَةَ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً، أَوْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ)).

[راجع: ۱۸۱۷]

(۱۸۱۸) اور محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ ہم کو ورقاء نے بیان کیا، ان سے ابن نجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا، انہیں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی اور انہیں کعب بن عجرہ رضی اللہ

۱۸۱۸- وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ ابْنِ نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ

عنے نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو جوئیں ان کے چہرہ پر گر رہی تھی، پھر یہی حدیث بیان کی۔

كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رَضِيََ اللَّهُ عَنْهُ: ((رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ زَاةً وَقَمَلُهُ يَسْقُطُ عَلَى

وَجْهِهِ)) مِثْلَهُ. [راجع: ۱۸۱۴]

یعنی آیت قرآنی میں مذکور نسک سے بکری کی قرآنی مراد ہے۔

باب سورۃ بقرہ میں اللہ کا یہ فرمانا کہ حج میں شہوت کی باتیں نہیں کرنا چاہیے۔

۹- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَلَا

رَفَثَ﴾ [البقرة: ۱۹۷]۔

(۱۸۱۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اس گھر (کعبہ) کا حج کیا اور اس میں نہ رفث یعنی شہوت کی بات منہ سے نکالی اور نہ کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

۱۸۱۹- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ رَضِيََ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتِ فَلَمْ يَرَفَثْ

وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))۔

[راجع: ۱۵۲۱]

یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو کر لوٹے گا۔ قرآن مجید میں رفث کا لفظ ہے۔ رفث جماع کو کہتے ہیں یا جماع کے متعلق شہوت انگیز باتیں کرنے کو (فحش کلام کو) سرج سراج ریاضت و مجاہدہ (نفس کشی کا سفر) ہے۔ لہذا اس میں جماع کرنے بلکہ جماع کی باتیں کرنے سے شہوت برا بھلا ہو ان سے پرہیز لازم ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا سورۃ بقرہ میں فرمانا کہ

۱۰- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا

فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

[البقرة: ۱۹۷]۔

حج میں گناہ اور جھگڑانہ کرنا۔

چاہیے۔

(۱۸۲۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اس گھر کا حج کیا اور نہ شہوت کی فحش باتیں کیں، نہ گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

۱۸۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا

سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ رَضِيََ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ

: ((مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتِ فَلَمْ يَرَفَثْ وَلَمْ

يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))۔

[راجع: ۱۵۲۱]

باب کی حدیث میں جھگڑے کا ذکر نہیں ہے، اس کیلئے امام بخاری نے آیت پر اکتفا کیا اور فسق کی مذمت کیلئے حدیث کو نقل فرمایا، بس آیت اور حدیث ہر دو کو ملا کر آپ نے مضمون باب کو مدلل فرمایا اس سے حضرت امام رحمہ اللہ کی دقت نظر بھی ثابت ہوتی ہے۔ صد افسوس ان لوگوں پر جو ایسے با بصیرت امام کی فتاہمت اور فراست سے انکار کریں اور اس وجہ سے ان کی تنقیص کر کے گنہگار بنیں۔

۲۸- کتاب جزاء الصيد

۱- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

هَلَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ، وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ أَلَمْ يَأْتِ قَوْلُهُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿المائدة: ۹۵﴾.

باب اللہ کا یہ فرمانا سورہ مائدہ میں کہ احرام کی حالت میں شکار نہ مارو۔ اور جو کوئی تم میں سے اس کو جان کر مارے گا تو اس پر اس مارے ہوئے شکار کے برابر بدلہ ہے مویشیوں میں سے جو تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کر دیں اس طرح سے کہ وہ جانور بدلہ کا بطور نیاز کعبہ پہنچایا جائے یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر روزے تاکہ اپنے کئے کی سزا چکھے اللہ تعالیٰ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس سے لے گا اور اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے، حالت احرام میں دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے کے واسطے حلال ہوا اور سب مسافروں کے لئے اور حرام ہو۔ تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہو گے۔“

اس باب میں امام بخاری نے صرف آیت پر اکتفا کیا اور کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ شاید ان کو اپنی شرط کے موافق کوئی حدیث اس باب میں نہیں ملی۔ ابن بطلان نے کہا اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر محرم شکار کے جانور کو عمداً یا سہواً قتل کرے ہر حال میں اس پر بدلہ واجب ہے اور اہل ظاہر نے سہواً قتل کرنے میں بدلہ واجب نہیں رکھا اور حسن اور مجاہد سے اس کے برعکس منقول ہے، اس طرح اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کو اختیار ہے چاہے کفارہ دے چاہے بدلہ دے دے ٹوری نے کہا اگر بدلہ نہ پائے تو کھانا کھلائے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو روزے رکھے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں قبل السبب فی نزول هذه الآية ان ابا اليسرة قتل حمار وحش وهو محرم في عمرة الحديبية فنزلت حکماہ مقاتل فی تفسیره و لم يذكر المصنف فی رواية ابي ذر فی هذه الترجمة حديثا و لعله اشار الى انه لم يثبت على شرطه فی جزاء الصيد حديث مرفوع قال ابن بطلان اتفق ائمة الفتوى من اهل الحجاز والعراق وغيرهم على ان المحرم اذا قتل الصيد عمداً او خطأ فعليه الجزاء الخ (فتح الباری) یعنی یہ آیت ایک شخص ابوالیسرہ کے بارے میں نازل ہوئی جس نے عمرہ حدیبیہ کے موقع پر احرام کی حالت میں ایک جنگلی گدھے کو مار دیا تھا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ شاید ان کا یہ اشارہ ہے کہ ان کی شرط پر اس بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملی، ابن بطلان نے کہا کہ ثوبی دینے والے اماموں کا اتفاق ہے جو حجاز اور عراق وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ محرم جان کر یا غلطی سے اگر کسی جانور کا شکار کرے تو اس پر جزا لازم آتی ہے۔

باب اگر بے احرام والا شکار کرے اور احرام والے کو تحفہ بھیجے تو وہ کھا سکتا ہے۔

۲- بَابُ إِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى

لِلْمُحْرَمِ أَكَلَهُ

اور انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم (محرم کے لئے) شکار کے سوا دوسرے جانور مثلاً اونٹ، بکری، گائے، مرغی اور گھوڑے کے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قرآن میں لفظ عدل (منع عین) محل کے

وَلَمْ يَرِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَّسٌ بِالذَّبْحِ نَاسًا. وَهُوَ غَيْرُ الصَّيْدِ، نَحْوُ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالذَّجَاجِ وَالْخَيْلِ يُقَالُ عَدَلْتُ ذَلِكَ: مِثْلُ.

معنی میں بولا گیا ہے اور عدل (عین کو) جب زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو وزن کے معنی میں ہوگا، قیاما تو اما (کے معنی میں ہے، قیم)۔ حد لون کے معنی ہیں مثل بنانے کے۔

(۱۸۲۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ ابن کثیر نے، ان سے عبد اللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا کہ میرے والد صلح حدیبیہ کے موقع پر (دشمنوں کا پتہ لگانے) نکلے۔ پھر ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھ لیا لیکن (خود انہوں نے ابھی) نہیں باندھا تھا (اصل میں) نبی کریم ﷺ کو کسی نے یہ اطلاع دی تھی کہ مقام غیتہ میں دشمن آپ کی تاک میں ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے (ابو قتادہ اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کی تلاش میں) روانہ کیا میرے والد (ابو قتادہ) اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے (میرے والد نے بیان کیا کہ) میں نے جو نظراٹھائی تو دیکھا کہ ایک جنگلی گدھا سامنے ہے۔ میں اس پر جھپٹا اور نیزے سے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد چاہی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا، پھر ہم نے گوشت کھایا۔ اب ہمیں یہ ڈر ہوا کہ کہیں (رسول اللہ ﷺ سے) دور نہ رہ جائیں چنانچہ میں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا کبھی اپنے گھوڑے تیز کر دیتا اور کبھی آہستہ، آخر رات گئے بنو غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جب میں آپ سے جدا ہوا تو آپ مقام تمھن میں تھے اور آپ کا ارادہ تھا کہ مقام سقیما میں پہنچ کر دوپہر کا آرام کریں گے۔ غرض میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتے ہیں۔ انہیں یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ بہت پیچھے نہ رہ جائیں۔ اس لئے آپ ٹھہر کر ان کا انتظار کریں، پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا تھا اور اس کا کچھ بچا ہوا گوشت اب بھی میرے پاس موجود ہے، آپ ﷺ نے لوگوں سے کھانے کے لئے فرمایا حالانکہ وہ سب

لَإِذَا كَسِرَتْ عِدْلًا فَهُوَ زِنَةٌ ذَلِكَ. قِيَامًا :
قَوَامًا يَغْدِلُونَ : يَجْعَلُونَ عِدْلًا.

۱۸۲۱- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: ((انطلق أبي عامَ الحُدَيْبِيَّةِ، فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمِ. وَحَدَّثَ النَّبِيُّ ﷺ أَن عَدُوًّا يَغْزُوهُ، بِغَيْفَةٍ فَأَنْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ، فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِي تَضَحِكُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَظَنَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِحِمَارٍ وَخَشٍ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَطَمَنَتْهُ فَأَثْبَتَهُ، وَاسْتَعْنَتْ بِهِمْ فَأَبَوْا أَن يُعِينُونِي. فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ، وَحَشِينَا أَن نُقَطَّعَ، فَطَلَبْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَرْزَعُ فَرَسِي شَاوَا وَأَسِيرُ شَاوَا، فَلَقَيْتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، قُلْتُ: أَيْنَ تَرَكْتَ النَّبِيَّ ﷺ؟ قَالَ: تَرَكْتُهُ بِتَمْعِنٍ، وَهُوَ قَائِلُ السَّقِيَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَهْلَكَ يَقْرَأُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ، إِنَّهُمْ قَدْ خَشَوْا أَن يُقَطَّعُوا دُونَكَ، فَانْتَظِرْهُمْ.

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصَبْتُ حِمَارًا وَخَشٍ وَعِنْدِي مِنْهُ فَاصِلَةٌ. فَقَالَ لِلْقَوْمِ: ((كُلُوا)). وَهُمْ مُعْجِرُونَ.

[اطرافہ فی : ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۲۵۷۰، ۲۹۱۴، ۴۱۴۹، ۵۳۰۶، ۵۴۰۷، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲.]

احرام باندھے ہوئے تھے۔

باب احرام والے لوگ شکار دیکھ کر ہنس دیں اور بے احرام والا سمجھ جائے پھر شکار کرے تو وہ احرام والے بھی کھا سکتے

ہیں۔

۱۸۲۲- ہم سے سعید بن ربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے عبد اللہ بن ابی قتادہ نے، کہ ان سے ان کے باپ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم صلح حیدریہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ چلے ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھ لیا تھا لیکن ان کا بیان تھا کہ میں نے احرام نہیں باندھا تھا ہمیں غیثہ میں دشمن کے موجود ہونے کی اطلاع ملی اس لیے ہم ان کی تلاش میں (نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق نکلے پھر میرے ساتھیوں نے گور خر دیکھا اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے میں نے جو نظر اٹھائی تو اسے دیکھ لیا گھوڑے پر (سوار ہو کر) اس پر جھپٹا اور اسے زخمی کر کے ٹھنڈا کر دیا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کچھ ادا چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر ہم سب نے اسے کھلایا اور اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مار ہوا (پہلے) ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں ہم آنحضرت ﷺ سے دور نہ رہ جائیں اس لیے میں کبھی اپنا گھوڑا تیز کر دیتا اور کبھی آہستہ آخر میری ملاقات ایک بنی غفار کے آدمی سے آدھی رات میں ہوئی میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں آپ سے صحن نامی جگہ میں الگ ہوا تھا اور آپ کا ارادہ یہ تھا کہ دوپہر کو مقام سقیہ میں آرام کریں گے پھر جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور انہیں ڈر ہے کہ کہیں دشمن آپ کے اور ان کے درمیان حائل نہ ہو جائے اس لیے آپ ان کا انتظار کیجئے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا میں نے یہ بھی عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے ایک گور خر کا شکار کیا اور کچھ

۳- بَابُ إِذَا رَأَى الْمُخْرَمُونَ صَيْدًا فَضَحِكُوا فَفَطِنَ الْحَلَائِلُ

۱۸۲۲- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: ((انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ، فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أَحْرَمِ، فَأَنْبَتْنَا بَعْدُ بِغَيْقَةٍ، فَتَوَجَّهْنَا نَحْوَهُمْ، فَبَصُرَ أَصْحَابِي بِحِمَارٍ وَخَشِيَ، فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَيَّ بَعْضٌ، فَنَظَرْتُ فَرَأَيْتُهُ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ الْفَرَسَ، فَطَعَنَتْهُ فَأَنْبَتَهُ، فَاسْتَعْتَبَهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي، فَأَكَلْنَا مِنْهُ. ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَخَشِينَا أَنْ نَقْطَعَ، أَرْفَعُ فَرَسِي شَاوًا وَاسِيرٌ عَلَيْهِ شَاوًا. فَلَلَقَيْتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ: أَيْنَ تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ: تَرَكْتُهُ بِبَعْضِهِمْ، وَهُوَ قَائِلُ السُّقْيَا. فَلَحِقْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى آتَيْتُهُ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَصْحَابَكَ أَرْسَلُوا يَقْرَؤُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ، وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشَوْا أَنْ يَقْطِعَهُمُ الْعَدُوُّ ذُنُوكَ، فَاَنْظُرْهُمْ، فَفَعَلَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا أَصَدْنَا حِمَارَ وَخَشِيَ، وَإِنْ عِنْدَنَا مِنْهُ فَاصِلَةٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ:

بچا ہوا گوشت اب بھی موجود ہے اس پر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کھاؤ حالانکہ وہ سب احرام باندھے ہوئے تھے۔

باب شکار کرنے میں احرام والا غیر محرم کی کچھ بھی مدد نہ کرے۔

(۱۸۲۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا، ان سے ابو محمد نے، ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہما کے غلام نافع نے، انہوں نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ سے تین منزل دور مقام قاحہ میں تھے۔ (دوسری سند امام بخاری نے) کہا کہ ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا، ان سے ابو محمد نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مقام قاحہ میں تھے، بعض تو ہم سے محرم تھے اور بعض غیر محرم میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی ایک دوسرے کو کچھ دکھا رہے ہیں، میں نے جو نظر اٹھائی تو ایک گور خر سامنے تھا، ان کی مراد یہ تھی کہ ان کا کوڑا گر گیا، (اور اپنے ساتھیوں سے اسے اٹھانے کے لئے انہوں نے کہا)، لیکن ساتھیوں نے کہا کہ ہم تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے کیونکہ ہم محرم ہیں) اس لئے میں نے وہ خود اٹھایا اس کے بعد میں اس گور خر کے نزدیک ایک ٹیلے کے پیچھے سے آیا اور اسے شکار کیا، پھر میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لایا، بعض نے تو یہ کہا کہ (ہمیں بھی) کھالینا چاہیے لیکن بعض نے کہا کہ نہ کھانا چاہیے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ہم سے آگے تھے، میں نے آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے بتایا کہ کھالو یہ حلال ہے۔ ہم سے عمرو بن دینار نے کہا کہ صالح بن کیسان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس حدیث اور اس کے علاوہ کے متعلق پوچھ سکتے ہو اور وہ ہمارے پاس یہاں آئے تھے۔

((كُلُوا، وَهُمْ مُخْرِمُونَ)).

[راجع: ۱۸۲۲]

۴- بَابُ لَا يُعِينُ الْمُخْرِمُ الْحَلَالَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ

۱۸۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعِ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحَةِ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى ثَلَاثٍ)) ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحَةِ، وَمِنَّا الْمُخْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُخْرِمِ)). فَرَأَيْتُ أَصْحَابِي يَتَرَاءُونَ شَيْئًا، فَظَنَرْتُ فَإِذَا جِمَارٌ وَخَش - يَعْنِي وَقَعَ سَوَطُهُ - فَقَالُوا: لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، إِنَّا مُخْرِمُونَ، فَتَسَاءَلْتُهُ فَأَخَذْتُهُ، ثُمَّ أَتَيْتُ الْجِمَارَ مِنْ وَرَاءِ أَكْمَةِ فَعَقَرْتُهُ، فَاتَيْتُ بِهِ أَصْحَابِي، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: كُلُوا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَأْكُلُوا. فَاتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ أَمَامَنَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: ((كُلُوهُ حَلَالٌ)). قَالَ لَنَا عَمْرُو: اذْهَبُوا إِلَى صَالِحٍ فَسَلُّوهُ عَنْ هَذَا وَغَيْرِهِ. وَقَدِّمِ عَلَيْنَا هَا هُنَا.

[راجع: ۱۸۲۱]

ساتھیوں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہما کا کوڑا اٹھانے میں بھی مدد نہ کی اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا کہ حالت احرام میں کسی غیر محرم شکاری کی یہ سلسلہ شکار کوئی مدد نہ کی جائے۔ اسی صورت میں اس شکار کا گوشت احرام والوں کو بھی کھانا درست ہے، اس سے

حالت احرام کی روحانی اہمیت اور بھی ظاہر ہوتی ہے۔ آدمی محرم بننے کے بعد ایک خالص مخلص فقیر الی اللہ بن جاتا ہے۔ پھر شکار یا اس کے متعلق اور اس سے اس کو کیا واسطہ۔ جو جیسے ہی نیک جذبات کے ساتھ ہو گا وہی حج مبرور ہے۔

نافع بن مرجمس عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں۔ یہ دیلمی تھے اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان سے بہت سے اکابر علمائے حدیث نے روایت کی ہے جن میں امام زہری، امام مالک بن انس شامل ہیں۔ حدیث کے بارے میں یہ بہت ہی مشہور فن ہیں۔ نیز ان فقہ راویوں میں سے ہیں جن کی روایت مشک و شبہ سے بلا ہوتی ہے اور جن کی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمر کی حدیث کا بڑا حصہ ان پر موقوف ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ میں جب نافع کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سن لیتا ہوں تو کسی اور راوی سے سننے سے بے فکر ہو جاتا ہوں۔ ۷۱ھ میں وفات پائی سرجس میں سین مہملہ اول مفتوح را ساکن اور جمیم کمور ہے۔

باب غیر محرم کے شکار کرنے کے لئے احرام والا شکار کی طرف اشارہ بھی نہ کرے۔

۵- بَابُ لَا يُشِيرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلَالُ

۱۸۲۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ بْنُ غَثَمَانَ - هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ - قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ : ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجُوا مَعَهُ، فَصَرَفَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ : ((خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى نَلْتَقِيَ))، فَأَخَذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ، فَلَمَّا انصَرَفُوا أَخْرَمُوا كُلَّهُمْ إِلَّا أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمِ. فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيرُونَ إِذَا رَأَوْا حُمْرَ وَخَشٍ، فَحَمَلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمْرِ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا، فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا وَقَالُوا: أَنَا كُلُّ لَحْمٍ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِ الْأَتَانِ. فَلَمَّا أَتَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا أَخْرَمْنَا، وَقَدْ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمِ، فَرَأَيْنَا حُمْرَ وَخَشٍ، فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا

۱۸۲۴- ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے عثمان بن مویب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبد اللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد ابو قتادہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ (حج کا) ارادہ کر کے نکلے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کو جس میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ ہدایت دے کر راستے سے واپس بھیجا کہ تم لوگ دریا کے کنارے کنارے ہو کر جاؤ، (اور دشمن کا پتہ لگاؤ) پھر ہم سے آلو۔ چنانچہ یہ جماعت دریا کے کنارے کنارے چلی، واپسی میں سب نے احرام باندھ لیا تھا لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ یہ قافلہ چل رہا تھا کہ کئی گور خرد کھائی دیئے، ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک مادہ کا شکار کر لیا، پھر ایک جگہ ٹھہر کر سب نے اس کا گوشت کھایا اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ چنانچہ جو کچھ گوشت بچا وہ ہم ساتھ لائے اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی یا رسول اللہ! ہم سب لوگ تو محرم تھے لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا پھر ہم نے گور خرد کیجئے اور ابو قتادہ نے ان پر حملہ کر کے ایک مادہ کا شکار کر لیا، اس کے بعد ایک جگہ ہم نے قیام کیا اور

اس کا گوشت کھایا پھر خیال آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ اس لئے جو کچھ گوشت باقی بچا ہے وہ ہم ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو شکار کرنے کے لیے کہا تھا؟ یا کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟ سب نے کہا نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر بچا ہوا گوشت بھی کھا لو۔

[راجع: ۱۸۲۱] معلوم ہوا کہ حالت احرام والوں کے واسطے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ شکاری کو اشاروں سے اس شکار کے لئے رہ نمائی کر سکیں۔

باب اگر کسی نے محرم کے لئے زندہ گور خر تحفہ بھیجا ہو تو اسے قبول نہ کرے

(۱۸۲۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے، انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں صعب بن جشمہ لیثی رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ ابواء یا ودان میں تھے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک گور خر کا تحفہ دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا تھا، پھر جب آپ نے ان کے چروں پر ناراضگی کا رنگ دیکھا تو آپ نے فرمایا واپسی کی وجہ صرف یہ ہے کہ احرام باندھے ہوئے ہیں۔

آتَانَا، فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهَا، ثُمَّ قُلْنَا : أَنَا كُلُّ لَحْمٍ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا. قَالَ: ((أَمِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟)) قَالُوا: لَا، قَالَ: ((فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا)).

۶- بَابُ إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَخَشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

۱۸۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جِشْمَةَ اللَّيْثِيِّ ((أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِمَارًا وَخَشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ - أَوْ بِوَدَانَ - فَرُوذَةٌ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى مَا لِي وَجْهِهِ قَالَ: إِنَّا لَمْ نَرُوذُهُ إِلَّا أَنَا حُرْمًا)).

[طرفاہ فی: ۲۰۷۳، ۲۰۹۶].

ابن خزیمہ اور ابو عوانہ کی روایت میں یوں ہے کہ گور خر کا گوشت بھیجا، مسلم کی روایت میں ران کا ذکر ہے یا پٹھے کا جن میں سے خون نچک رہا تھا۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ صعب نے جنگلی گدھے کا پٹھا بھیجا، آپ مجھ میں تھے۔ آپ نے اس میں سے فوراً کھلایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ بیہقی نے کہا اگر روایت محفوظ ہو تو شاید پہلے صعب نے زندہ گور خر بھیجا ہو گا آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر اس کا گوشت بھیجا تو آپ نے اسے لے لیا۔ ابواء ایک پہاڑ کا نام ہے اور ودان ایک موضع ہے جحفہ کے قریب۔ حافظ نے کہا کہ ابواء سے جحفہ تک تیس میل اور ودان سے جحفہ تک آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ باب کے ذریعہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس شکار کو واپس کرنے کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ وہ زندہ تھا، حضرت امام نے دوسرے قرآن کی روشنی میں یہ تظہیر دی ہے۔

باب احرام والا کون کون سے جانور

مار سکتا ہے؟

۷- بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

(۱۸۲۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم

۱۸۲۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ

کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے خبر دی، اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں محرم کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔

(دوسری سند) اور امام مالک نے عبد اللہ بن دینار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جو اوپر مذکور ہوا)

(۱۸۲۷) (تیسری سند) اور ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے زید بن جبیر نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ کی بعض بیویوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا محرم (پانچ جانوروں کو) مار سکتا ہے (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے)

(۱۸۲۸) (چوتھی سند) اور ہم سے اصحٰب نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا اور ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں کوئی گناہ نہیں کو، چیل، چوہا، بچھو اور کاکٹ کھانے والا کتا۔

(۱۸۲۹) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے خبر دی، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جو سب کے سب موزی ہیں اور انہیں حرم میں بھی مارا جا سکتا ہے کو، چیل، بچھو، چوہا اور کاکٹے والا کتا۔ [طرفہ فی : ۳۳۱۴]

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ)).

ح: عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: . [طرفہ فی : ۳۳۱۵]

۱۸۲۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((حَدَّثَنِي إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ .)). [طرفہ فی : ۱۸۲۸]

۱۸۲۸- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ حَفْصَةُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ: الْفَرَابُ وَالْحِدَاةُ وَالْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ)).

۱۸۲۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ يَقْتُلُهُنَّ فِي الْحَرَمِ: الْفَرَابُ وَالْحِدَاةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ)).

یہ پانچوں جانور جس قدر بھی موذی ہیں ظاہر ہے ان کی ہلاکت کے حکم سے شارع ﷺ نے بنی نوع انسان کے مالی، جسمانی، اقتصادی، غذائی بہت سے مسائل کی طرف رہ نمائی فرمائی ہے کوا اور جیل ڈاکہ زنی میں مشہور ہیں اور بچھو اپنی نیش زنی (ڈنک مارنے میں) چوہا انسانی صحت کے لئے معزز، پھر غذاؤں کے ذخیروں کا دشمن اور کانٹے والا کتا صحت کے لئے انتہائی خطرناک۔ یہی وجہ ہے جو ان کا قتل ہر جگہ جائز ہو۔

(۱۸۳۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے اسود سے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ کے غار میں تھے کہ آپ پر سورہ والمرسلات نازل ہوئی شروع ہوئی۔ پھر آپ اس کی تلاوت کرنے لگے اور میں آپ کی زبان سے اسے سیکھنے لگا، ابھی آپ نے تلاوت ختم بھی نہیں کی تھی کہ ہم پر ایک سانپ گرا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے مار ڈالو چنانچہ ہم اس کی طرف لپکے لیکن وہ بھاگ گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح سے تم اس کے شر سے بچ گئے وہ بھی تمہارے شر سے بچ کر چلا گیا۔ حضرت ابو عبد اللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ منیٰ حرم میں داخل ہے اور صحابہ نے حرم میں سانپ مارنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا۔

۱۸۳۰- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَارِ بَيْئِي إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ ﴿وَالْمُرْسَلَاتُ﴾ وَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا، وَإِنِّي لَأَتَلَقَاهَا مِنْ فَمِهِ، وَإِنْ فَاهُ لَرَطَّبَ بِهَا، إِذْ وَكَبْتُ عَلَيْنَا حَيْثُ لَقَاكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اقْتُلُوهَا)). فَابْتَدَرْنَاَهَا فَذَهَبَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَقَيْتُ شَرَّكُمْ كَمَا وَقَيْتُمْ شَرَّهَا)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ إِنَّمَا أَرَدْنَا بِهَذَا أَنْ يَمُنَى مِنَ الْحَرَمِ وَإِنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ حَيْثُ بَأَسَا.

[أطرافه في: ۳۳۱۸، ۴۹۳۰، ۴۹۳۱،

۴۹۳۴].

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث سے باب کا مطلب نہیں نکلتا کیونکہ حدیث میں یہ کہاں ہے کہ صحابہ احرام باندھے ہوئے تھے اور اس کا جواب یہ ہے کہ اسماعیل کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ یہ واقعہ عرفہ کی رات کا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہوں گے۔ پس باب کا مطلب نکل آیا قال ابو عبد اللہ الخ یہ عبارت اکثر نسخوں میں نہیں ہے ابوالوقت کی روایت میں ہے۔ اس عبارت سے بھی وہ اشکال رفع ہو جاتا ہے جو اوپر بیان ہوا۔

(۱۸۳۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو موذی کہا تھا لیکن میں نے آپ سے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اسے مارنے کا بھی حکم دیا تھا۔

۱۸۳۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِلْوَزَغِ: ((فَوَيْسِقُ))، وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمْرًا بِقَتْلِهِ)).

[طرفہ فی : ۳۳۰۶].

ابن عبد البر نے کہا اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ چھپلی مار ڈالنا حل اور حرم دونوں جگہ درست ہے، واللہ اعلم۔ حافظ نے کہا کہ ابن عبد الحکم نے امام مالک سے اس کے خلاف نقل کیا کہ اگر محرم چھپلی کو مارے تو صدقہ دے کیونکہ وہ ان پانچ جانوروں میں نہیں ہے جن کا قتل جائز ہے اور ابن ابی شیبہ نے عطا سے نکالا کہ بچھو وغیرہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے اور حل و حرم میں اسے مارنا بھی درست کہا جاسکتا ہے۔

باب اس بیان میں کہ حرم شریف کے درخت نہ کاٹے جائیں (اور) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ حرم کے کاٹنے نہ کاٹے جائیں۔

(۱۸۳۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعید نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید مقبری نے، ان سے ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ نے کہ جب عمرو بن سعید مکہ پر لشکر کشی کر رہا تھا تو انہوں نے کہا امیر اجازت دے تو میں ایک ایسی حدیث سناؤں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی، اس حدیث مبارک کو میرے ان کانوں نے سنا اور میرے دل نے پوری طرح اسے یاد کر لیا تھا اور جب آپ ارشاد فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے اللہ کی حمد اور اس کی ثنائیاں کی، پھر فرمایا کہ مکہ کی حرمت اللہ نے قائم کی ہے لوگوں نے نہیں! اس لئے کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز اور حلال نہیں کہ یہاں خون بہائے اور کوئی یہاں کا ایک درخت بھی نہ کاٹے لیکن اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قتال (فتح مکہ کے موقع پر) سے اس کا جواز نکالے تو اس سے یہ کہہ دو کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے اجازت دی تھی لیکن تمہیں اجازت نہیں ہے اور مجھے بھی تھوڑی سی دیر کے لئے اجازت ملی تھی پھر دوبارہ آج اس کی حرمت ایسی ہی قائم ہو گئی جیسے پہلے تھی اور ہاں جو موجود ہیں وہ غائب کو (اللہ کا یہ پیغام) پہنچادیں، ابو شریح سے کسی نے پوچھا کہ پھر عمرو بن سعید نے (یہ حدیث سن کر) آپ کو کیا جواب دیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ عمرو نے کہا ابو شریح! میں یہ حدیث تم سے بھی زیادہ جانتا ہوں مگر حرم

۸- بَابُ لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يُعْضَدُ شَوْكَةٌ)).

۱۸۳۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي شَرِيحِ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرٍو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ: ((أَذِنَ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أَحَدُنْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْفَتْحِ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعْتُهُ أَدْنَايَ وَوَعَاةَ قَلْبِي وَأَبْصَرْتُهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ، أَنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مَكَّةَ حَرَمٌ لِلَّهِ وَلَمْ يُحْرَمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِأَمْرِيءٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يُعْضَدَ بِهَا شَجَرَةٌ. فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَدِنَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَدِنَ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَنْسِ، وَتَلْبَغِ الشَّاهِدِ الْغَائِبِ)). فَقِيلَ لِأَبِي شَرِيحٍ: مَا قَالَ لَكَ عَمْرٍو؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شَرِيحٍ، إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعْضَدُ غَاصِيًا، وَلَا فَارًا بِدَمٍ وَلَا فَارًا

بِخُرُوبَةٍ)) خُرُوبَةٌ : بَلِيَّةٌ. [راجعہ: ۱۰۴]

کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کر کے اور نہ کسی جرم کر کے بھاگنے والے کو پناہ دیتا ہے۔ خربہ سے مراد خربہ بلیہ ہے۔

شرح حدیث ہذا میں عمرو بن سعید کی فوج کشی کا ذکر ہے جو خلافت اموی کا ایک حاکم تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ پر مکہ شریف میں جنگ کرنے کے لئے فوج بھیج رہا تھا اس موقع پر مکہ حن بلند کرنے کے لئے حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ اسے سن کر شاید عمرو بن سعید اپنے اس اقدام سے رک جائے مگر وہ رکنے والا کمال تھا۔ انا حدیث کی تاویل کرنے لگا اور الٹی سیدھی باتوں سے اپنے فعل کا جواز ثابت کرنے لگا جو سراسر اس کا فریب نفس تھا۔ آخر اس نے مکہ شریف پر فوج کشی کی اور حرمت کعبہ کو پامال کر کے رکھ دیا۔ ابو شریح نے اس لئے سکوت نہیں کیا کہ عمرو بن سعید کا جواب معقول تھا بلکہ اس کا جواب سراسر نامعقول تھا۔ بحث تو یہ تھی کہ مکہ پر لشکر کشی اور جنگ جائز نہیں لیکن عمرو بن سعید نے دوسرا مسئلہ چھیڑ دیا کہ کوئی حدی جرم کا مرتکب ہو کر حرم میں بھاگ جائے تو اس کو حرم میں پناہ نہیں ملتی۔ اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے مگر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے تو کوئی حدی جرم بھی نہیں کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی کنیت ابو بکر ہے، یہ اسدی قریشی ہیں ان کی یہ کنیت ان کے نانا جان حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی کنیت پر خود آنحضرت ﷺ نے رکھی تھی۔ مدینہ میں ماجرین میں یہ سب سے پہلے بچے تھے جو اہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے ان کے کان میں اذان کہی، مقام قبا میں پیدا ہوئے اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دعائے برکت کے واسطے لے کر حاضر ہوئیں، آپ نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا اور دہن مبارک میں ایک کھجور چبا کر اس کا لعاب ان کے منہ میں ڈالا اور ان کے تالو سے لگایا، گویا سب سے پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آنحضرت ﷺ کا لعاب مبارک تھا۔ پھر آپ نے ان کے لیے دعاء برکت فرمائی، بالغ ہونے پر یہ بہت ہی بھاری بھر کم بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ بکثرت روزہ رکھنے والے، نوافل پڑھنے والے اور حق و صداقت کے علم بردار تھے، تعلقات اور رشتہ کے قائم رکھنے والے، لحاظ و مروت کے پیکر، مجسمہ اخلاق حسنة تھے۔ ان کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے نانا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما تھے۔ ان کی دادی صفیہ آنحضرت ﷺ کی سگی چھو بھی ہوئی ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ ان کی خالہ ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس جنگ میں جس کا یہاں ذکر ہے حجاج بن یوسف نے ان کو مکہ شریف میں قتل کیا اور ۱۷ جمادی الثانی بروز منگل ۷۳ھ میں ان کی لاش کو سولی پر لٹکایا، جس کے کچھ دنوں بعد حجاج بھی بڑی زلت و خواری کی موت مرا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لئے ۶۳ھ میں بیعت خلافت لی گئی، جس پر بیشتر اہل حجاز یمن، عراق اور خراسان والوں کا اتفاق تھا۔ حضرت عبداللہ نے اپنی عمر میں آٹھ مرتبہ حج کیا ان سے ایک بڑی جماعت روایت حدیث کرتی ہے۔ مختلف مسائل کے استنباط کے لئے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہما اپنی جامع الصحیح میں بہت سے مقامات پر اس حدیث کو لائے ہیں۔

باب حرم کے شکار ہانکنے نہ جائیں

۹- بَابُ لَا يُنْفَرُ صَيْدُ الْحَرَمِ

۱۸۳۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ حَرَمَ مَكَّةَ، فَلَمْ تَجُلْ لِأَحَدٍ حَرَمَ وَالَا بَنِيَا هِيَ مَجْهُدٌ مِّنْ مَّجْهُدٍ يَوْمَئِذٍ))

ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے مجھ سے پہلے بھی یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا

۱۸۳۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ حَرَمَ مَكَّةَ، فَلَمْ تَجُلْ لِأَحَدٍ حَرَمَ وَالَا بَنِيَا هِيَ مَجْهُدٌ مِّنْ مَّجْهُدٍ يَوْمَئِذٍ))

اس لئے میرے بعد بھی وہ کسی کے لئے حلال نہیں ہو گا۔ میرے لئے صرف ایک دن گھڑی بھر حلال ہوا تھا اس لئے اس کی گھاس نہ اکھاڑی جائے اور اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، اس کے شکار نہ بھڑکائے جائیں اور نہ وہاں کی کوئی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے، ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ (تا کہ اصل مالک تک پہنچا دے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! ازخری اجازت دیجئے کیونکہ یہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لئے کام آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ازخری اجازت ہے۔ خالد نے روایت کیا کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھڑکانے سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اگر کہیں کوئی جانور سایہ میں بیٹھا ہوا ہے تو) اسے سایہ سے بھگا کر خود وہاں قیام نہ کرے۔

معلوم ہوا کہ حرم محترم کا مقام یہ ہے جس میں کسی جانور تک کو بھی سٹانا، اس کو اس کے آرام کی جگہ سے اٹھا دینا، خود اس جگہ پر قبضہ کر لینا یہ جملہ امور حرم شریف کے آداب کے خلاف ہیں۔ ایام حج میں ہر حاجی کا فرض ہے کہ وہاں دوسرے بھائیوں کے آرام کا ہر وقت خیال رکھے۔

باب مکہ میں لڑنا جائز نہیں ہے۔

اور ابو شریح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا کہ وہاں خون نہ بہایا جائے

(۱۸۳۴) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب ہجرت فرض نہیں رہی لیکن (اچھی) نیت اور جہاد اب بھی باقی ہے اس لئے جب تمہیں جہاد کیلئے بلایا جائے تو تیار ہو جانا۔ اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت عطاء کی تھی جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے، اس لئے یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حرمت کی وجہ سے محترم ہے یہاں کسی کیلئے بھی مجھ سے پہلے لڑائی جائز نہیں تھی اور مجھے بھی صرف ایک دن گھڑی بھر کے لئے (فتح مکہ کے دن اجازت ملی تھی) اب ہمیشہ یہ شہر اللہ کی قائم کی ہوئی حرمت کی

قَبْلِي، وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا أَحَلَّتْ لِي سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ، لَا يُحْتَلَى خَلَاءَهَا، وَلَا يُغْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنْفَرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعْرَفٍ)). وَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِلَّا الْإِذْحَرَ لِصَاحِبَاتِنَا وَقُبُورِنَا. فَقَالَ: ((إِلَّا الْإِذْحَرَ)). وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: هَلْ تَذَرِي ((مَا لَا يُنْفَرُ صَيْدُهَا؟)) هُوَ أَنْ يُنْحِيَهُ مِنَ الظِّلِّ يَنْزِلُ مَكَانَهُ.

۱۰۔ بَابُ لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

وَقَالَ أَبُو شَرِيحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا)).

۱۸۳۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ مَكَّةَ: ((لَا هِجْرَةَ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَبَيْتَةٌ، وَإِذَا اسْتَفْرَغْتُمْ فَاَنْفِرُوا، فَإِنَّ هَذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللَّهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلِّ الْقِتَالَ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلِّ لِي إِلَّا سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَيَّ يَوْمَ

وجہ سے قیامت تک کے لئے حرمت والا ہے۔ پس اس کا کاشا کاشا جائے نہ اس کے شکار ہانکے جائیں اور اس شخص کے سوا جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے اور نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے۔ عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یا رسول اللہ! اذخر (ایک گھاس) کی اجازت تو دے دیجئے کیونکہ یہاں یہ کاری گروں اور گھروں کے لئے ضروری ہے تو آپ نے فرمایا کہ اذخر کی اجازت ہے۔

الْقِيَامَةَ، لَا يُعْضَدُ شَوْكَةً، وَلَا يُنْفَرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا، وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا)). قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِيُوتِيَهُمْ. قَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)).

[راجع: ۱۳۴۹]

عمد رسالت میں ہجرت کا سلسلہ فتح مکہ پر ختم ہو گیا تھا کیونکہ اب خود مکہ شریف ہی دارالاسلام بن گیا اور مسلمانوں کو آزادی سے رہنا نصیب ہو گیا لیکن یہ حکم قیامت تک کے لئے باقی ہے کہ کسی زمانہ میں کہیں بھی دارالحرب سے بوقت ضرورت مسلمان دارالاسلام کی طرف ہجرت کر سکتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اپنے دین ایمان کو ہر حال محفوظ رکھنے کے لئے حسن نیت رکھنا ہر زمانہ میں ہر جگہ ہر وقت باقی ہے۔ ساتھ ہی سلسلہ جہاد بھی قیامت تک کے لئے باقی ہے جب بھی کسی جگہ کفر اور اسلام کی معرکہ آرائی ہو اور اسلامی سربراہ جہاد کے لئے اعلان کرے تو ہر مسلمان پر اسکے اعلان پر لبیک کہنا فرض ہو جاتا ہے؛ جب مکہ شریف فتح ہوا تو تھوڑی دیر کیلئے مدافعتانہ جنگ کی اجازت ملی تھی جو وہاں استحکام امن کے لئے ضروری تھی بعد میں وہ اجازت جلد ہی ختم ہو گئی اور اب مکہ شریف میں جنگ کرنا ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔ مکہ سب کے لئے دارالامن ہے جو قیامت تک اسی حیثیت میں رہے گا۔

بکہ مبارکہ: روایت مذکورہ میں مقدس شہر مکہ کا ذکر ہے جسے قرآن مجید میں لفظ بکہ سے بھی یاد کیا گیا ہے اس سلسلہ کی کچھ تفصیلات ہم مولانا ابوالجلال صاحب ندوی کے قلم سے اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ مولانا ندوہ کے ان فضلاء میں سے ہیں جن کو قدیم عبرانی و سریانی زبانوں پر عبور حاصل ہے اور اس موضوع پر ان کے متعدد علمی مقالات علمی رسائل میں شائع شدہ موجود ہیں ہم بکہ مبارکہ کے عنوان سے آپ کے ایک علمی مقالہ کا ایک حصہ معارف ص ۲ جلد نمبر ۶ سے اپنے قارئین کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ امید ہے کہ اہل علم اسے بغور مطالعہ فرمائیں گے۔ صاحب مقالہ مرحوم ہو چکے ہیں اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے آمین۔

توراة کے اندر مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے جب اپنا آبائی وطن چھوڑا تو ارض کنعان میں شکم کے مقام سے مورہ تک سفر کرتے رہے، (تکوین ۶۱۳) شکم اسی مقام کا نام تھا جسے ان دنوں نابلس کہتے ہیں، مورہ کا مقام بحث طلب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب سفر کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تو یہاں ان کو خداوند عالم کی تجلی نظر آئی۔ مقام تجلی پر انہوں نے خدا کے لئے ایک قریان گاہ بنائی (تکوین ۱۳: ۷)۔ توراة کے بیان کے مطابق اس مقام کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹوں پوتوں نے اور مقامات کو بھی عبادت گاہ مقرر کیا لیکن قدامت کے لحاظ سے اولین معبد یہی مورہ کے پاس والا تھا۔ مورہ نام کے بائبل میں دو مقامات کا ذکر ہے ایک مورہ بلجال کے مقابل کنعانیوں کی سرزمین میں پرون کے پار مغرب جانب واقع تھا جہاں قاضی جدعون کے زمانہ میں بنو اسرائیل اور بنو مدین سے جنگ ہوئی تھی (استثناء ۱۱: ۳۰ و قاصیوں ۷: ۱۰)

دوسرے مورہ کا ذکر زبور میں وارد ہے بائبل کے مترجموں نے اس مورہ کے ذکر کو پردہ خفائیں رکھنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ لیکن حقیقت کا چھپانا نہایت ہی مشکل کام ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے اشارہ کا اردو میں حسب ذیل ترجمہ کیا ہے۔

”اے لشکروں کے خداوند! تیرے مسکن کیا ہی دلکش ہیں، میری روح خداوند کے بارگاہوں کے لئے آرزو مند ہے، بلکہ گداز ہوتی

ہے، میرا من اور تن زندہ خدا کے لئے لکارتا ہے۔ گورے نے بھی اپنا گھونلا بنایا، اور ابابیل نے اپنا آشیانہ پایا جہاں وہ اپنے بچے رکھیں، تیری قربان گاہوں کو اے لشکروں کے خداوند! میرے بادشاہ میرے خدا۔ مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے ہیں، وہ سدا تیری ستائش کرتے رہیں گے، سلاہ۔ مبارک ہیں وہ انسان جن کی قوت تجھ سے ہیں۔ ان کے دل میں تیری راہیں ہیں، وہ بکا کی وادی میں گذرتے ہوئے اسے ایک کنواں بناتے ہیں، پہلی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔ وہ قوت سے قوت تک ترقی کرتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ خدا کے آگے صیہون میں حاضر ہوتے ہیں۔ (زبور نمبر ۸۴)

چھٹی اور ساتویں آیت کا ترجمہ انگریزی میں بھی تقریباً یہی کیا گیا ہے اور غالباً مترجمین نے ترجمہ میں ارادۂ غلطی سے کام لیا ہے، صحیح ترجمہ حسب ذیل ہے۔

عبری بمعنی ہبکہ۔ معین بسیتو ہو۔ گم برکوف یعطنہ مودہ۔ بلکو محیل ال حیل یراء ال الوہم یصیون۔ وہ بکہ کے بطحا میں چلتے ہیں، ایک کنویں کے پاس پھرتے ہیں، جمیع برکتیں، مورہ کی ڈھانپ لیتی ہیں، وہ قوت سے قوت تک چلتے ہیں، خدائے صیہون سے ڈرتے ہوئے۔

مورہ در حقیقت وہی لفظ ہے، جسے قرآن کریم میں ہم بصورت مرودہ پاتے ہیں۔ خدا نے فرمایا ﴿ان الصفا والمروة من شعائر اللہ﴾ یقیناً صفا اور مرودہ اللہ کے مشاعر میں سے ہیں۔

زبور نمبر ۸۴ سے ایک بیت اللہ، ایک کنویں، اور ایک مرودہ کا وادی بکہ میں ہونا صراحت کے ساتھ ثابت ہے، اس سے خانہ کعبہ کی بڑی عظمت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے، ہمارے پادری صاحبان کے نزدیک مناسب نہیں ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کعبہ کا احترام پیدا ہو، اس لئے انہوں نے زبور نمبر ۸۴ کے ترجمے میں دانستہ غلطی سے کام لیا، بہر حال بائبل کے اندر مورہ نام کے دو مقامات کا ذکر ہے، جن میں سے ایک بلجال کے پاس یعنی ارض فلسطین تھا اور ایک وادی بکہ میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا معبد کس مورہ کے پاس تھا؟ ۹ھ میں نجران کے نصرانیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا، ان نصرانیوں نے جیسا کہ سورۃ ال عمران کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے، یہود مسلمانوں اور مشرکین کے ساتھ مذہبی بحثیں کی تھیں، ان بحثوں کے درمیان یہ سوال بھی اٹھا تھا کہ ملت ابراہیم کا اولین معبد کون تھا؟ اس کے جواب میں خدا نے ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ - فِيهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهٖمَ وَ مَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا وَاِنَّا عَلٰى النَّاسِ حٰجِجُ النَّبِيِّتِ مِنْ اِسْتِظْحٰعِ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَّ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفِيْرٌ عَنِ الْغٰلِبِيْنَ﴾ (آل عمران ۹۶) بلاشبہ پہلا خانہ خدا جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے، جو بکہ میں واقع ہے، مبارک ہے اور سارے لوگوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں، یعنی مقام ابراہیم ہے، جو اس میں داخل ہوا اس نے امان پائی، اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج فرض ہے بشرطیکہ راستہ چلنا ممکن ہو، اور اگر کوئی کافر کما نہیں مانتا، یاد رہے اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

بلجال کے قریب جو مورہ تھا اس کے پاس کسی مقدس معبد کا پوری تاریخ یہود کے کسی عہد میں سراغ نہیں ملتا، اس لئے یقینی طور پر ملت ابراہیم کا پہلا معبد وہی ہے، جس کا ذکر زبور میں ہے اور یہی خانہ کعبہ ہے۔

خانہ کعبہ جس شہر یا علاقہ میں واقع ہے اس کا معروف ترین نام بکہ نہیں بلکہ مکہ ہے، قرآن پاک میں ایک جگہ مکہ کے نام سے بھی اس کا ذکر آیا ہے، زیر بحث آیت میں شہر کے معروف تر نام کی جگہ غیر مشہور نام کو ترجیح دی گئی ہے، اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اہل کتاب کو یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ مورہ جس کے پاس توراہ کے اندر مذکور معبد اول کو ہونا چاہیے، بلجال کے پاس نہیں، بلکہ اس وادی بکہ میں واقع ہے، جس کا زبور میں ذکر ہے، دوسری یہ ہے کہ مکہ دراصل بکہ کے نام کی بدلی ہوئی صورت ہے، تحریری نام اس شہر کا بکہ تھا، لیکن عوام کی زبان نے اسے مکہ بنا دیا۔

سب سے قدیم نوشتہ جس میں ہم کو ”کعبہ“ کا نام ملتا ہے، وہ قرآن مجید ہے لیکن کعبہ کا نام قرآن سے پیشتر زبور میں ملتا ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف جب ۳۵ برس کی تھی تو قریش نے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی، اس زمانہ میں خانہ کعبہ کی بنیاد کے اندر سے چند پتھر ملے، جن پر کچھ عبارتیں منقوش تھیں، قریش نے یمن سے ایک یودی اور ایک نصرانی راہب کو بلا کر وہ تحریریں پڑھوائیں ایک پتھر کے پہلو پر لکھا ہوا تھا کہ انا اللہ ذوبکۃ میں ہوں اللہ کعبہ کا حاکم، حفظہا بسبعة املاک حنفاء میں نے اس کی حفاظت کی سات خدا پرست فرشتوں سے، ﴿بارکت لاهلہا فی الماء واللحم﴾، اس کے باشندوں کے لئے پانی اور گوشت میں برکت دی مختلف روایات میں کچھ اور الفاظ بھی ہیں، لیکن ہم نے جتنے الفاظ نقل کئے ہیں ان پر سب روایتوں کا اتفاق ہے، روایات کے مطابق یہ نوشتہ کعبہ کی بنائے ابراہیم کے اندر ملا تھا۔ سچ ہے

یہی گھر ہے کہ جس میں شوکت اسلام پنہاں ہے
اسی سے صاحب فاران کی عظمت نمایاں ہے

(ران)

باب محرم کا پچھنا لگوانا کیسا ہے؟

اور محرم ہونے کے باوجود ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے لڑکے کے داغ لگایا تھا اور ایسی دوا جس میں خوشبو نہ ہو اسے محرم استعمال کر سکتا ہے

اس لڑکے کا نام واقعہ تھا۔ اس کو سعید بن منصور نے مجاہد کے طریق سے وصل کیا۔ دوا والا جملہ حضرت امام بخاری کا کلام ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر میں داخل نہیں ہے۔

(۱۸۳۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہ عمرو بن دینار نے بیان کیا پہلی بات میں نے جو عطاء بن ابی رباح سے سنی تھی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب محرم تھے اس وقت آپ نے پچھنا لگوا دیا تھا۔ پھر میں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طاؤس نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ شاید انہوں نے ان دونوں حضرات سے یہ حدیث سنی ہوگی (متکلم عمرو ہیں اور دونوں حضرات سے مراد عطاء اور طاؤس رضی اللہ عنہما ہیں)

۱۱- بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

وَكَوَى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ.
وَيَعْدَاوَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طَيْبٌ.

۱۸۳۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ: قَالَ عَمْرُو: أَوْلَ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ: ((سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: أَحْتَجِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ)). ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((حَدَّثَنِي طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ)) فَقُلْتُ: لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهَا.

[أطرافه في: ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۳، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱].

(۱۸۳۶) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے علقمہ بن ابی علقمہ نے، ان سے عبد الرحمن اعرج نے اور ان سے ابن بجمینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے

۱۸۳۶- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ ابْنِ

بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((اِخْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرَمٌ بِلُحْيِ جَمَلٍ لِي وَسَطٍ رَأْسِهِ)). [طرفه في : ٥٦٩٨].

جب کہ آپؐ محرم تھے اپنے سر کے بچ میں مقام لُحیٰ جمل میں بچھنا لگوا یا تھا۔

یہ مقام مکہ اور مدینہ کے بچ میں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت محرم بچھنا لگوا سکتا ہے مروجہ اعمالِ جرائی کو بھی بوقت ضرورت شدید اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

باب محرم نکاح کر سکتا ہے

۱۲- بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ

۱۸۳۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةَ عَبْدُ الْقُدُوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرَمٌ)).

(۱۸۳۷) ہم سے ابوالمغیرہ عبدالقدوس بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میمونہ رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تو آپ محرم تھے۔

[أطرافه في : ٤٢٥٨، ٤٢٥٩، ٥١١٤].

شاید امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اہل کوفہ سے متفق ہیں کہ محرم کو عقد نکاح کرنا درست ہے لیکن جماعت بالاتفاق درست نہیں ہے اور جمہور علماء کے نزدیک نکاح بھی احرام میں جائز نہیں۔ امام مسلم نے حضرت عثمان سے مرفوعاً نکالا ہے کہ محرم نہ نکاح کرے اپنا نہ دو سرا کوئی اس کا نکاح کرے نہ نکاح کا پیام دے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ محرم کو جماع کے لئے لونڈی خریدنا درست ہے تو نکاح بھی درست ہو گا۔ حافظ نے کہا یہ قیاس بھی جو خلاف نص کے ہے قائل قبول نہیں (وحیدی)

باب احرام والے مرد اور عورت کو

خوشبو لگانا منع ہے

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ محرم عورت ورس یا زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

(۱۸۳۸) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حالت احرام میں ہمیں کون سے کپڑے پہننے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قیص پہنوں نہ پاجامے، نہ عماسے اور نہ برنس۔ اگر کسی کے

۱۳- بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيبِ

لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَا تَلْبَسُ الْمَحْرَمَةُ ثَوْبًا بَوْرَسٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ

۱۸۳۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْإِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا

پاس جوتے نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ اسی طرح کوئی ایسا لباس نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہو۔ احرام کی حالت میں عورتیں منہ پر نقاب نہ ڈالیں اور دستاں بھی نہ پہنیں۔ لیٹ کے ساتھ اس روایت کی متابعت موسیٰ بن عقبہ اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستاں کے ذکر کے سلسلے میں کی ہے۔ عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ”ولاورس“ کا لفظ بیان کیا وہ کہتے تھے کہ احرام کی حالت میں عورت منہ پر نہ نقاب ڈالے اور نہ دستاں استعمال کرے۔ اور امام مالک نے نافع سے بیان کیا اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ احرام کی حالت میں عورت نقاب نہ ڈالے اور لیٹ بن ابی سلیم نے مالک کی طرح روایت کی ہے۔

الْعَمَائِمِ وَلَا الْبِرَائِسِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْحَقِيْنَ وَيَقْطَعْ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا الْوَرَسُ. وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةَ، وَلَا تَلْبَسِ الْقَفَازِينَ)). تَابَعَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ وَجُوَيْرِيَةُ وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النَّقَابِ الْقَفَازِينَ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: وَلَا وَرْسٌ. وَكَانَ يَقُولُ: ((لَا تَنْتَقِبُ الْمُحْرِمَةَ وَلَا تَلْبَسِ الْقَفَازِينَ)). وَقَالَ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: لَا تَنْتَقِبُ الْمُحْرِمَةَ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

[راجع: ۱۳۴]

باب میں خوشبو لگانے کی ممانعت کا ذکر تھا مگر حدیث میں اور بھی بہت سے مسائل کا ذکر موجود ہے، احرام کی حالت میں سلا **لشیرح** ہوا لباس منع ہے اور عورتوں کے لئے منہ پر نقاب ڈالنا بھی منع ہے، ان کو چاہیے کہ اس حالت میں اور بھی زیادہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں حیا و شرم و خوف خدا و آداب حج کا پورا پورا خیال رکھیں۔ مردوں کے لئے بھی یہی سب امور ضروری ہیں۔ حیا و شرم ملحوظ نہ رہے تو جلال و ابال جان بن سکتا ہے۔ آج کل کچھ لوگ عورتوں کے منہ پر پنکھوں کی شکل میں نقاب ڈالتے ہیں، یہ تکلیف بالکل غیر شرعی ہے، احکام شرع پر بلا چون و چرا عمل ضروری ہے۔

۱۸۳۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَقَصَّتْ بَرُّجُلٌ مُحْرِمٍ نَاقَتَهُ لَقَتَلَتْهُ، فَأَتَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((اغْسِلُوهُ وَكَفَّنُوهُ وَلَا تَغْفُوا رَأْسَهُ وَلَا تَقْرَبُوهُ طَبِيبًا، لِإِنَّهُ يُنْعَثُ يُهْلُ)).

(۱۸۳۹) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے حکم نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک محرم شخص کے اونٹ نے جنتہ الوداع کے موقع پر اس کی گردن (گرا کر) توڑ دی اور اسے جان سے مار دیا، اس شخص کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ انہیں غسل اور کفن دے دو لیکن ان کا سر نہ ڈھکو اور نہ خوشبو لگاؤ کیونکہ (قیامت میں) یہ لیکر کہتے ہوئے اٹھے گا۔

مطلب یہ ہے کہ اس کا احرام باقی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس کا منہ نہ ڈھاکو، حافظ نے کہا مجھے اس شخص کا نام نہیں معلوم ہوا۔ اس بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ملی، اس سے بھی حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ ثابت فرمایا کہ محرم کو خوشبو لگانا منع ہے کیونکہ آپ نے مرنے والے کو محرم گردان کر اس کے جسم پر خوشبو لگانے سے منع فرمایا۔ حدیث سے عمل حج کی اہمیت بھی ثابت

ہوئی کہ ایسا شخص روز قیامت میں حالی ہی کی شکل میں پیش ہو گا بشرطیکہ اس کا حج عند اللہ مقبول ہو اور جملہ آداب و شرائط کو سامنے رکھ کر ادا کیا گیا ہو۔ حدیث سے اونٹ کی فطری طینت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اپنے مالک سے اگر یہ جانور خفا ہو جائے تو موقع پانے پر اسے ہلاک کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ اس جانور میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں مگر اس کی کینہ پروری بھی مشہور ہے قرآن مجید میں اللہ نے اونٹ کا بھی ذکر فرمایا ہے ﴿إِلَىٰ الْأَيْلِ كَيْفَ خَلَقْتَ﴾ (الغاشیہ: ۱۷) یعنی اونٹ کی طرف دیکھو وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے جسم کا ہر حصہ شان قدرت کا ایک بہترین نمونہ ہے، اللہ نے اسے ریگستان کا جانا بنایا ہے، جمل اور سب گھبرا جاتے ہیں مگر یہ ریگستانوں میں خوب جھوم جھوم کر سفر طے کرتا ہے۔

باب محرم کو غسل کرنا کیسا ہے؟

۱۴- بَابُ الْإِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ وَلَمْ يَزِ ابْنُ عَمْرٍو وَعَائِشَةُ بِالْحَاكِ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم (غسل کے لیے) حمام میں جا سکتا ہے۔ ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما بدن کو کھلانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

ابن منذر نے کہا محرم کو غسل جنابت بلاجماع درست ہے لیکن غسل مغائی اور پاکیزگی میں اختلاف ہے امام مالک نے اس کو مکروہ جانا ہے اور محرم اپنا سر پانی میں ڈبانے اور موٹا میں ناغ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام کی حالت میں اپنا سر نہیں دھوتے تھے لیکن جب احلام ہوتا تو دھوتے۔

۱۸۴۰- ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے، انہیں ابراہیم بن عبداللہ بن حنین نے، انہیں ان کے والد نے کہ عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کا مقام ابواء میں (ایک مسئلہ پر) اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں (مسئلہ پوچھنے کے لئے) بھیجا، میں جب ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ کنوئیں کی دو لکڑیوں کے بیچ میں غسل کر رہے تھے، ایک کپڑے سے انہوں نے پردہ کر رکھا تھا، میں نے پہنچ کر سلام کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبداللہ بن حنین ہوں، آپ کی خدمت میں مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے یہ دریافت کرنے کے لئے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سر مبارک کس طرح دھوتے تھے۔ یہ سن کر انہوں نے کپڑے پر (جس سے پردہ تھا) ہاتھ رکھ کر اسے پیچے کیا۔ اب آپ کا سر دکھائی دے رہا تھا، جو شخص ان کے بدن پر پانی ڈال رہا تھا اس سے انہوں نے پانی ڈالنے کے لئے کہا۔ اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے

۱۸۴۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنِينٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَالْمَسُورَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، وَقَالَ الْمَسُورُ: لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ. فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِبُوبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَنِينٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَسْأَلُكَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثُّوبِ لِقَطَاطَةٍ حَتَّى بَدَأَ لِي رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ

يَصُبُّ عَلَيْهِ : اصْتَبَّ . فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ، ثُمَّ حَرَكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ . وَقَالَ : هَكَذَا رَأَيْتُهُ ﷺ يَفْعَلُ .

سر کو دونوں ہاتھ سے ہلایا اور دونوں ہاتھ آگے لے گئے اور پھر پیچھے لائے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (احرام کی حالت میں) اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

مشیح حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وفي الحديث من الفوائد مناظرة الصحابة في الاحكام ورجوعهم الى النصوص وقبولهم لخبر الواحد ولو كان تابعا وان قول بعضهم ليس بحجة على بعض الخ یعنی اس حدیث کے فوائد میں سے صحابہ کرام کا باہمی طور پر مسائل احکام سے متعلق مناظرہ کرنا، پھر نص کی طرف رجوع کرنا اور ان کا خبر واحد کو قبول کر لینا بھی ہے اگرچہ وہ تابعی ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ ان کے بعض کا کوئی محض قول بعض کے لئے حجت نہیں گردانا جاتا تھا۔ انہیں سطروں کو لکھتے وقت ایک صاحب جو یو بیو بند مسلک رکھتے ہیں ان کا مضمون پڑھ رہا ہوں جنہوں نے بزور قلم ثابت فرمایا ہے کہ صحابہ کرام تقلید محض کیا کرتے تھے، لہذا تقلید محض کا جواز بلکہ وجوب ثابت ہوا اس دعویٰ پر انہوں نے جو دلائل واقعات کی شکل میں پیش فرمائے ہیں وہ متنازعہ تقلید محض کی تعریف میں بالکل نہیں آتے مگر تقلید محض کے اس حاشیہ بزرگ کو قدم قدم پر یہی نظر آ رہا ہے کہ تقلید محض صحابہ میں عام طور پر مروج تھی۔ حافظ ابن حجر کا مذکورہ بیان ایسے کمزور دلائل کے جواب کے لئے کافی وافی ہے۔

باب محرم کو جب جو تیاں نہ ملیں

تو وہ موزے پہن سکتا ہے

۱۵- بَابُ ثَبَسِ الْخُفَيْنِ لِلْمُحْرِمِ

إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

(۱۸۴۱) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی۔ انہوں نے جابر بن زید سے سنا، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے سنا تھا کہ جس کے پاس احرام میں جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ پاجامہ پہن لے۔

۱۸۴۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بَعْرَفَاتٍ: ((مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَتَّبَسِ الْخُفَيْنِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ إِزَارًا فَلْيَتَّبَسِ سَرَاوِيلَ الْمُحْرِمِ)))).

[راجع: ۱۷۴۰]

امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کر کے حکم دیا ہے کہ جس محرم کو تہبند نہ ملے وہ پاجامہ اور جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزہ پہن لے اور پاجامہ کا پھاڑنا اور موزوں کا کاٹنا ضروری نہیں اور جمہور علماء کے نزدیک ضروری ہے اگر اسی طرح پہن لے گا تو اس پر فدیہ لازم ہو گا یہاں جمہور کا یہ فتویٰ محض قیاس پر مبنی ہے جو حجت نہیں۔

(۱۸۴۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

۱۸۴۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : سئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ

محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قمیص، عمامہ، پاجامہ اور برنس (کن ٹوپ یا باران کوٹ) نہ پہنے اور نہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جس میں زعفران یا ورس لگی ہو اور اگر جو تیاں نہ ہوں تو موزے پہن لے، البتہ اس طرح کاٹ لے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

النَّيَابِ؟ فَقَالَ: ((لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعَمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ)).

[راجع: ۱۳۴]

ان جملہ لباسوں کو چھوڑ کر صرف سیدھی سادھی دو سفید چادریں ہونی ضروری ہیں جن میں سے ایک تہبند ہو اور ایک کرتے کی جگہ ہو کیونکہ حج میں اللہ پاک کو یہی فقیرانہ ادا پسند ہے۔

باب جس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ پاجامہ پہن سکتا ہے

۱۶- بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ
فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ

(۱۸۴۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے جابر بن زید نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو میدان عرفات میں وعظ سنایا، اس میں آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو احرام کے لئے تہبند نہ ملے تو وہ پاجامہ پہن لے اور اگر کسی کو جو تے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے۔

۱۸۴۳- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ: ((مَنْ لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ النُّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَيْنِ)). [راجع: ۱۷۴۰]

مطلب آپ کا یہ تھا کہ احرام میں نہ بند کا ہونا اور پیروں میں جو توں کا ہونا ہی مناسب ہے لیکن اگر کسی کو یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو مجبوراً پاجامہ اور موزے پہن سکتا ہے کیونکہ اسلام میں ہر ہر قدم پر آساتیوں کو ملحوظ رکھا ہے، امام احمد نے اسی حدیث کے ظاہر فتویٰ دیا ہے۔

باب محرم کا ہتھیار بند ہونا درست ہے

۱۷- بَابُ نَبَسِ السَّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر دشمن کا خوف ہو اور کوئی ہتھیار باندھے تو اسے فدیہ دینا چاہیے لیکن عکرمہ کے سوا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ فدیہ دے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبَسَ السَّلَاحَ وَافْتَدَى. وَلَمْ يُتَابَعِ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

حافظ نے کہا عکرمہ کا یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا۔ ابن منذر نے حسن بھری سے نقل کیا انہوں نے محرم کو گوارا باندھنا مکروہ سمجھا۔ ہتھیار بند ہونا اسی وقت درست ہے جب کسی دشمن کا خوف ہو جیسا کہ باب سے ظاہر ہے۔

(۱۸۴۴) ہم سے عبید اللہ بن موصلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسرائیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا

۱۸۴۴- حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ رَضِيَ اللَّهُ

اور ان سے براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کیا تو مکہ والوں نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، پھر ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ ہتھیار نیام میں ڈال کر مکہ میں داخل ہوں گے۔

باب حرم اور مکہ شریف میں بغیر احرام کے

داخل ہونا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے احرام کے بغیر داخل ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے احرام کا حکم ان ہی لوگوں کو دیا جو حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں۔ اس کے لئے لکڑی بیچنے والوں وغیرہ کو ایسا حکم نہیں دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ کو امام مالک نے مؤطا میں نافع سے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قدید میں پہنچے تو انہوں نے فساد کی خبر سنی۔ وہ لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ باب کا مطلب حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یوں نکالا کہ حدیث میں ذکر ہے جو لوگ حج اور عمرے کا ارادہ رکھتے ہوں ان پر لازم ہے کہ مکہ میں با احرام داخل ہوں یہاں جو لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مکہ شریف آتے جاتے رہتے ہیں ان کے لئے احرام واجب نہیں۔ امام شافعی کا یہی مسلک ہے مگر حنفیہ مکہ شریف میں ہر داخل ہونے والے کے لئے احرام ضروری قرار دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر نے کہا اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں مگر روایت اور روایت کی بنا پر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ ہی کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

(۱۸۴۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات بنایا، نجد والوں کے لئے قرن منازل کو اور یمن والوں کے لئے یلملم کو۔ یہ میقات ان ملکوں کے باشندوں کے لئے ہے اور دوسرے ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے ہو کر مکہ آئیں اور حج اور عمرہ کا بھی ارادہ رکھتے ہوں، لیکن جو لوگ ان حدود کے اندر ہوں تو ان کی میقات وہی جگہ ہے جہاں سے وہ اپنا سفر شروع کریں یہاں تک کہ مکہ والوں کی میقات مکہ ہی ہے۔

(۱۸۴۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے

عَنْهُ: ((وَأَعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَتَى أَهْلَ مَكَّةَ أَنْ يَدْعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاصَاتِهِمْ: لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ)). [راجع: ۱۷۸۱]

۱۸- بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ

بِغَيْرِ إِحْرَامٍ. وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا

وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ. وَلَمْ يَذْكَرْ لِلْحَطَّائِينَ وَغَيْرِهِمْ.

بِشَيْخِ

بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یوں نکالا کہ حدیث میں ذکر ہے جو لوگ حج اور عمرے کا ارادہ رکھتے ہوں ان پر لازم ہے کہ مکہ میں با احرام داخل ہوں یہاں جو لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مکہ شریف آتے جاتے رہتے ہیں ان کے لئے احرام واجب نہیں۔ امام شافعی کا یہی مسلک ہے مگر حنفیہ مکہ شریف میں ہر داخل ہونے والے کے لئے احرام ضروری قرار دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر نے کہا اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں مگر روایت اور روایت کی بنا پر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ ہی کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

۱۸۴۵- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحَلِيفَةِ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ لَمِنْ حَيْثُ أُنشِأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ)). [راجع: ۱۰۲۴]

۱۸۴۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

نے آکر خبر دی کہ فتح مکہ کے دن رسول کریم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ جس وقت آپ نے اتارا تو ایک شخص نے خبر دی کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹک رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔

مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: ((اقْتُلُوهُ)).

[أطرافه في: ٣٠٤٤، ٤٢٨٦، ٥٨٠٨].

ابن خطل کا نام عبد اللہ تھا یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ نے ایک صحابی کو اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا، جس کے ساتھ ایک مسلمان غلام بھی تھا۔ ابن خطل نے اس مسلمان غلام کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور خود سو رہا، پھر جاگا تو اس مسلمان غلام نے کھانا تیار نہیں کیا تھا، غصہ میں آن کر اس نے اس غلام کو قتل کر ڈالا اور خود اسلام سے پھر گیا۔ دو گانے والی لونڈیاں اس نے رکھی تھیں اور ان سے آنحضرت ﷺ کی بھوکے گیت گویا کرتا تھا۔ یہ بد بخت ایسا ازلی دشمن ثابت ہوا کہ اسے کعبہ شریف کے اندر ہی قتل کر دیا گیا۔ ابن خطل کو قتل کرنے والے حضرت ابو ہریرہ اسلمی تھے بعض نے حضرت زبیر کو بتلایا ہے۔

۱۹- بَابُ إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ

باب اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کرتہ پہننے ہوئے احرام باندھے؟

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبَسَ جَاهِلًا أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا ناواقفیت میں یا بھول کر اگر کوئی محرم شخص خوشبو لگائے، سلاہوا کپڑا پہن لے تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

امام شافعی کا یہی قول ہے اور امام مالک نے کہا اگر اسی وقت اتار ڈالے یا خوشبو دھو ڈالے تو کفارہ نہ ہو گا، ورنہ کفارہ لازم ہو گا دلائل کی رو سے امام بخاری رحمہ اللہ کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

۱۸۴۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَبِهِ أَرُ صُفْرَةٌ أَوْ نَحْوُهُ، كَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِي: تُحِبُّ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوُحْيُ أَنْ تَرَاهُ؟ نَزَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: ((اصْنَعْ لِي عُمَرُكَ مَا تَصْنَعُ لِي حَبْلَكَ)). [راجع: ۱۵۳۶]

(۱۸۴۷) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا ہم سے عطاء نے بیان کیا، کہا مجھ سے صفوان بن یعلیٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص جو جبہ پہنے ہوئے تھا حاضر ہوا اور اس پر زردی یا اسی طرح کی کسی خوشبو کا نشان تھا۔ عمر بیٹھ مجھ سے کہا کرتے تھے کیا تم چاہتے ہو کہ جب آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہونے لگے تو تم آنحضرت ﷺ کو دیکھ سکو؟ اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی پھر وہ حالت جاتی رہی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس طرح اپنے حج میں کرتے ہو اسی طرح عمرو میں بھی کرو۔

۱۸۴۸- وَعَضُ رَجُلٌ - يَغْنِي فَاَنْتَزَعُ نَيْتَهُ - فَاَبْطَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ.

(۱۸۴۸) ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ میں دانت سے کاٹا تھا دوسرے نے جو اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کا دانت اکھڑ گیا نبی کریم ﷺ نے اسے

نے اس کا کوئی بدلہ نہیں دلوا یا۔

[أطرافه في : ٢٢٦٥ ، ٢٩٧٣ ، ٤٤١٧ ،

٦٨٩٣]

باب اگر محرم عرفات میں مرجائے

اور نبی کریم ﷺ نے یہ حکم نہیں کیا کہ حج کے باقی ارکان اس کی طرف سے ادا کئے جائیں۔

(۱۸۳۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میدان عرفات میں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے اسے غسل دو اور احرام ہی کے دو کپڑوں کا کفن دو لیکن خوشبو نہ لگانا۔ اس کا سر چھپانا کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لپیک کتے ہوئے اٹھائے گا۔

۲۰- بَابُ الْمُحْرَمِ يَمُوتُ بِعَرَفَةَ،
وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُؤَدَّى عَنْهُ
بَقِيَّةَ الْحَجِّ

۱۸۴۹- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ
سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ : ((بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ
ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رِجْلَيْهِ فَوَقَصَتْهُ -
أَوْ قَالَ فَاقْصَعَتْهُ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ
(اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ
- أَوْ قَالَ فِي ثَوْبَيْهِ - وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا
تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
يَلْبَسِي)).

(۱۸۵۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس نے اس کی گردن توڑ دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری سے غسل دے کر دو کپڑوں (احرام والوں ہی میں) کفنا دو لیکن خوشبو نہ لگانا نہ سر چھپانا اور نہ حنوط لگانا کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لپیک پکارتے ہوئے اٹھائے گا۔

۱۸۵۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ
ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((بَيْنَا
رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ
عَنْ رِجْلَيْهِ فَوَقَصَتْهُ - أَوْ قَالَ فَاقْصَعَتْهُ -
فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ،
وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تَمْسُوهُ طَبِيبًا، وَلَا
تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، فَإِنَّ اللَّهَ
يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَلْبَسًا)).

باب جب محرم وفات پا جائے تو اس کا کفن دفن کس طرح

۲۱- بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرَمِ إِذَا مَاتَ

مسنون ہے

(۱۸۵۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشتم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو بشر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن جبیر نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں تھا کہ اس کے اونٹ نے گرا کر اس کی گردن توڑ دی۔ وہ شخص محرم تھا اور مر گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت دی کہ اسے پانی اور پیری کا غسل اور (احرام کے) دو کپڑوں کا کفن دیا جائے البتہ اس کو خوشبو نہ لگاؤ نہ اس کا سر چھپاؤ کیونکہ قیامت کے دن وہ بلیک کتا ہوا اٹھے گا۔

۱۸۵۱- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَوَقَفْتُهُ نَاقَتَهُ وَهُوَ مُخْرِمٌ فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا تَمْسُوهُ بِطَيْبٍ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، لِإِنَّهُ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبَّيًّا)).

باب میت کی طرف سے حج اور نذر ادا کرنا اور مرد کی عورت کے بدلہ میں حج کر سکتا ہے

۲۲- بَابُ الْحَجِّ وَالنَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ، وَالرَّجُلِ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

تفسیر سے دوسرا حکم باب کی حدیث سے نہیں نکلتا کیونکہ باب کی حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورت نے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کو پوچھا تھا تو ترجمہ باب یوں ہوتا تھا کہ عورت کا عورت کی طرف سے حج کرنا اور حافظ صاحب سے اس مقام پر سہو ہوا انہوں نے کہا باب کی حدیث میں ہے کہ عورت نے اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کو پوچھا جانے پر یہ مطلب اس باب کی حدیث میں نہیں ہے، بلکہ آئندہ باب کی حدیث میں ہے۔ ابن بطلان نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں امر کے صیغے سے یعنی اَفْضُوا اللّٰهَ سے خطاب کیا اس میں مرد عورت سب آگئے اور مرد کا عورت کی طرف سے اور عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا سب کے نزدیک جائز ہے، اس عورت کے نام میں اختلاف ہے۔ نسائی کی روایت میں سنان بن سلمہ کی بیوی مذکور ہے اور امام احمد کی روایت میں سنان بن عبد اللہ کی بیوی بتلایا گیا ہے۔ طبرانی کی روایت سے یہ نکلتا ہے کہ ان کی پھوپھی تھی مگر ابن ہند نے صحابیات میں نکالا کہ یہ عورت عانیہ یا عافیہ نامی تھی، ابن طاہر نے سمات میں اسی پر جزم کیا ہے۔

(۱۸۵۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ و ضاح - شکر کی نے بیان کیا، ان سے ابو بشر جمعہ بن ایاس نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے توجہ کر۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق

۱۸۵۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمَّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أَمَلِكِ دِينَ أَكُنْتَ قَاضِيَتَهُ؟ أَفْضُوا اللَّهَ،

ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

باب اس کی طرف سے حج بدل جس میں سواری پر بیٹھے رہنے کی طاقت نہ ہو۔

(۱۸۵۳) ہم سے ابو عاصم نے ابن جریج سے بیان کیا، انہوں نے کہا ان سے ابن شہاب نے، ان سے سلیمان بن یسار نے، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے کہ ایک خاتون ---

(۱۸۵۴) (دوسری سند سے امام بخاری نے) کہا ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن یسار نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ حج جو اس کے بندوں پر ہے اس نے میرے بوڑھے باپ کو بھی پالیا ہے لیکن ان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ سواری پر بھی بیٹھ سکیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں تو ان کا حج ادا ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

باب عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

(۱۸۵۵) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابن شہاب زہری نے، ان سے سلیمان بن یسار نے، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی۔ فضل رضی اللہ عنہ اس کو دیکھنے لگے اور وہ فضل بیٹھے کو دیکھنے لگی۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے لگے، اس

فَاِنَّهُ اَحَقُّ بِالْوَقَاءِ))۔

[طرفہ فی : ۱۶۹۹، ۷۳۱۵]۔

۲۳- بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

۱۸۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنِ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً . ح .

۱۸۵۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ شَهَابٍ عَنِ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ قَرِئْتَهُ اللَّهُ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَذْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَثِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يُقْضَى عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ))۔

[راجع: ۱۰۱۳]

۲۴- بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

۱۸۵۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي شَهَابٍ عَنِ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَيَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشَّقِّ

الْآخِرِ، فَقَالَتْ: إِنَّ لَوَيْصَةَ اللَّهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَنْتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، وَأَفَاحُجُ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ)). [راجع: ۱۰۱۳]

عورت نے کہا کہ اللہ کے فریضہ (حج) نے میرے بوڑھے والد کو اس حالت میں پالیا ہے کہ وہ سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں، آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ حجتہ الوداع کا واقع ہے۔

اس عورت کا نام معلوم نہیں ہوا اس حدیث سے یہ نکلا کہ زندہ آدمی کی طرف سے بھی اگر وہ معذور ہو جائے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ایسا حج بدل مرد کی طرف سے عورت بھی کر سکتی ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں و فی هذا الحديث من الفوائد جواز الحج من الغير و استدلال الكوفيين بمومه على جواز صحة حج من لم يحج لباية عن غيره و خالفهم الجمهور لخصوصه بمن حج عن نفسه و استدلو بما في السنن و صحيح ابن خزيمة و غيره من حديث ابن عباس ايضا ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى رجلا يلبس عن شبرمة فقال احججت من نفسك فقال لا هذه من نفسك ثم احجج عن شبرمة الخ (فتح الباری) یعنی اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ غیر کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور کوفیوں نے اس کے عموم سے دلیل لی ہے کہ نیابت میں اس کا حج بھی درست ہے جس نے پہلے اپنا حج نہ کیا ہو اور جمہور نے ان کے خلاف کہا ہے انہوں نے اس کے لئے اسی کو خاص کیا ہے جو پہلے اپنا ذاتی حج کر چکا ہو اور انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے جسے اصحاب سنن اور ابن خزیمہ وغیرہ نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ شبرمہ کی طرف سے لپیک پکار رہا ہے۔ آپ نے فرمایا شبرمہ کون ہے اس نے اس کو بتلایا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تو پہلے اپنا ذاتی حج کر چکا ہے، اس نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا پہلے اپنا حج کر پھر شبرمہ کا حج کرنا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل جس سے کرایا جائے ضروری ہے کہ وہ شخص پہلے اپنا حج کر چکا ہو حافظ ابن حجر فرماتے ہیں و فیہ ان من مات و علیہ حج و جب علی ولیہ ان یجہز من یحج عنہ من راس مالہ کما ان علیہ قضاء دیونہ فقد اجمعوا علی ان دین الادمی من راس المال فکذا لک ما شبہ به فی القضاء و یلتحق بالحج کل حق ثبت فی ذمتہ کفارة او نذر او زکوة او غیر ذالک الخ (فتح الباری) یعنی اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص وفات پائے اور اس پر حج واجب ہو تو وارثوں کا فرض ہے کہ اس کے اصل مال سے کسی دوسرے کو حج بدل کے لئے تیار کر کے بھیجیں۔ یہ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ اس کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے اور کفارہ اور نذر اور زکوٰۃ وغیرہ کی جو اس کے ذمہ واجب ہو۔

باب بچوں کا حج کرنا

۲۵- بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ

(۱۸۵۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ کی رات منیٰ میں سامان کے ساتھ آگے بھیج دیا تھا۔

۱۸۵۶- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبِيدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((بَعَثَنِي - أَوْ قَدَّمَنِي - النَّبِيُّ ﷺ لِي فِي النَّفْلِ مِنْ جَمْعِ بَيْلِي)).

امام بخاری رضی اللہ عنہ اس باب میں وہ صریح حدیث نہیں لائے جسے امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے اپنا بچہ اٹھایا اور کہنے لگی یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اور تجھ کو بھی ثواب ملے گا۔ حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ بچہ کا حج مشروع ہے اور اس کا احرام صحیح ہے لیکن یہ حج اس کے فرض حج کو ساقط نہ کرے گا بلوغ

کے بعد فرض حج ادا کرنا ہو گا اور یہ حج نفل رہے گا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان دنوں نابالغ تھے باوجود اس کے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب اسی سے ثابت فرمایا ہے۔

(۱۸۵۷) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، ان سے ان کے بھتیجے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں اپنی ایک عتبہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر (منیٰ میں آیا) اس وقت میں جوانی کے قریب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔ میں پہلی صف کے ایک حصہ کے آگے سے ہو کر گذرا، پھر سواری سے نیچے اتر آیا اور اسے چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں کے ساتھ صف میں شریک ہو گیا، یونس نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا کہ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کا واقعہ ہے۔

۱۸۵۷- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَقْبَلْتُ - وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلْمَ - أَسِيرٌ عَلَى آتَانِ لِي، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمَنَى، حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَوَتَعْتُ، فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)). وَقَالَ يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ((بِمَعْنَى حَجَّةِ الْوَدَاعِ)).

[راجع: ۷۶]

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان دنوں نابالغ تھے باوجود اس کے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب اسی حدیث سے ثابت کیا ہے۔

(۱۸۵۸) ہم سے عبدالرحمن بن یونس نے بیان کیا، ان سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے محمد بن یوسف نے اور ان سے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرایا گیا تھا۔ میں اس وقت سات سال کا تھا۔

۱۸۵۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُونُسَ عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حُجَّجْتُ بِمَعِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ)).

۱۸۵۹- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْجَعْفِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَرَ بْنَ عَبْدِ الْقُرَيْظِ يَقُولُ لِسَائِبِ بْنِ يَزِيدَ وَكَانَ قَدْ حُجَّجَ بِهِ لِي لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ)).

(۱۸۵۹) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں قاسم بن مالک نے خبر دی، انہیں جمید بن عبدالرحمن نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے سائب رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے ساتھ (یعنی بال بچوں میں) حج کرایا گیا تھا۔

[طرفہ فی: ۲۷۱۲، ۷۲۳۰]

دوسری روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سائب بن یزید سے مدد کے بارے میں پوچھا تھا۔ حضرت سائب بن یزید

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم ﷺ کے سامان کے ساتھ تھے اور وہ اس وقت نابالغ تھے۔ اس سے بھی بچے کا حج کرنا ثابت ہو گیا۔

باب عورتوں کا حج کرنا۔

۲۶- بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ

۱۸۶۰ (۱۸۶۰) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے احمد بن محمد نے کہا کہ ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ) نے کہ حضرت عمر رحمہ اللہ نے اپنے آخری حج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو حج کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ کو بھیجا تھا۔

۱۸۶۰- وَقَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ: ((أَدِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ لِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا، فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ)).

آنحضرت ﷺ کی سب بیویاں حج کو گئیں مگر حضرت سودہ اور حضرت زینب رحمہ اللہ وفات تک مکان سے نہ نکلیں۔ پہلے حضرت عمر رحمہ اللہ کو تردد ہوا تھا کہ آپ کی بیویوں کو حج کیلئے نکالیں یا نہیں۔ پھر انہوں نے اجازت دی اور تمکینی کیلئے حضرت عثمان رحمہ اللہ کو ساتھ کر دیا، پھر حضرت معاویہ رحمہ اللہ کی خلافت میں بھی امات المؤمنین نے حج کیا، غودوں پر سوار تھیں، ان پر چادریں پڑی ہوئی تھیں (وحیدی) ۱۸۶۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَّاحِدِ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا نَفْرُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ: ((لَكِنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلُهُ الْحَجُّ حَجٌّ مَبْرُورٌ)). فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَا أَدْعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذِ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)). [راجع: ۱۵۲۰]

آنحضرت ﷺ کا مقصد تھا کہ جہاد کے لئے نکلنا تم پر واجب نہیں جیسے مردوں پر واجب ہے اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں مجاہدین کے ساتھ نہ جائیں بلکہ جاسکتی ہیں کیونکہ ام عطیہ کی حدیث میں ہے کہ ہم جہاد میں نکلتے تھے اور زخمیوں کی دوا وغیرہ کرتے تھے اور آپ نے ایک عورت کو بشارت دی تھی کہ وہ مجاہدین کے ساتھ شہید ہوگی۔ (وحیدی)

۱۸۶۲ (۱۸۶۲) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے ابن عباس رحمہ اللہ کے غلام ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے محرم رشتہ دار

۱۸۶۲- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ

کے بغیر سفر نہ کرے اور کوئی شخص کسی عورت کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک وہاں ذی رحم محرم موجود نہ ہو۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میں تو فلاں لشکر میں جہاد کے لئے نکلتا چاہتا ہوں لیکن میری بیوی کا ارادہ حج کا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جا۔

إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ)). وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ)). فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَيْشٍ كَذَا وَكَذَا، وَأَمْرَائِي يُرِيدُ الْحَجَّ، فَقَالَ: ((اَخْرُجْ مَعَهَا)).

[أطرافه في: ۳۰۰۶، ۳۰۶۱، ۵۲۳۳].

اس روایت میں مطلق سفر مذکور ہے دوسری روایتوں میں تین دن اور دو دن اور ایک دن کے سفر کی تصریح ہے۔ ہر حال ایک دن رات کی راہ کے سفر پر عورت بغیر محرم کے جا سکتی ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو خاوند یا دوسرا کوئی محرم رشتہ دار نہ ملے تو اس پر حج واجب نہیں ہے حنفیہ کا بھی یہی قول ہے لیکن شافعیہ اور مالکیہ معتبر اور رفیقوں کے ساتھ حج کے لئے جانا جائز رکھتے ہیں۔ (وحیدی)

۱۸۶۳- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا حَبِيبُ الْمُعَلَّمِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حَجَّتِهِ قَالَ لَأَمْ مِثَانِ الْأَنْصَارِيَّةِ: ((مَا مَنَعَكَ مِنَ الْحَجِّ؟)) قَالَتْ: أَبُو فَلَانٍ - تَعْنِي زَوْجَهَا كَانَ لَهُ- نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَيَّ أَحَدِهِمَا، وَالْآخَرُ يَسْتَقِي أَرْضَنَا نَا. قَالَ: ((فَإِنْ عُمْرَةٌ لِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِي)) رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی، کہا ہم کو حبیب معلم نے خبر دی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپ نے ام شان انصاریہ عورت رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ توج کرنے نہیں گئی؟ انہوں نے عرض کی کہ فلاں کے باپ یعنی میرے خاوند کے پاس دو اونٹ پانی پلانے کے تھے ایک پر تو وہ خود حج کو چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے، اس روایت کو ابن جریج نے عطاء سے سنا، کہا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبید اللہ نے عبد الکریم سے روایت کیا، ان سے عطاء نے ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

[راجع: ۱۷۸۲]

عبید اللہ عن عبد الکریم کی روایت کو ابن ماجہ نے وصل کیا ہے امام بخاری کا مطلب ان سندوں کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ راویوں نے اس میں عطاء پر اختلاف کیا ہے ابن ابی مطی اور یعقوب ابن عطاء نے بھی حبیب معلم اور ابن جریج کی طرح روایت کی ہے معلوم ہوا کہ عبد الکریم کی روایت شاذ ہے جو اعتبار کے قائل نہیں۔ حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے وہ ام شان رضی اللہ عنہا ہے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کرنے سے محروم رہ گئی تھیں۔ حج ان پر فرض بھی نہ تھا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ رمضان میں اگر وہ عمرہ کر لیں تو اس محرومی کا کفارہ ہو جائے گا، اس سے رمضان میں عمرہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی۔

(۱۸۶۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے عبد الملک بن عمر نے، ان سے زیاد کے غلام قزعمہ نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جملہ کئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے چار باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں یا یہ کہ وہ یہ چار باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے اور کہتے تھے کہ یہ باتیں مجھے انتہائی پسند ہیں یہ کہ کوئی عورت دو دن کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی زورم محرم نہ ہو، نہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ روزے رکھے جائیں نہ عصر کی نماز کے بعد غروب ہونے سے پہلے اور نہ صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز پڑھی جائے اور نہ تین مساجد کے سوا کسی کے لئے کجاوے باندھے جائیں مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

باب اگر کسی نے کعبہ تک پیدل سفر کرنے کی

منت مانی؟

(۱۸۶۵) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہمیں مروان فزاری نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لئے چل رہا ہے، آپ نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں۔ پھر آپ نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔

تو اس پر اس منت کا پورا کرنا واجب ہے یا نہیں حدیث سے یہ لگتا ہے کہ ایسی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں کیونکہ حج سوار ہو کر کرنا پیدل کرنے سے افضل ہے یا آپ نے اس لئے سوار ہونے کا حکم دے دیا کہ اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔

(۱۸۶۶) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن

۱۸۶۴- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزْعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ - غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِنْتِي عَشْرَةَ غَزْوَةً - قَالَ : أَرْتَبُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - أَوْ قَالَ يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ - فَأَعَجَبْتَنِي وَأَنْقَنِي : أَنْ ((لَا تَسَافِرْ امْرَأَةٌ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ. وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى. وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَفْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى)). [راجع: ۵۸۶]

۲۷- بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى

الْكَعْبَةِ

۱۸۶۵- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفِزَارِيُّ عَنْ حَمِيدِ الطَّوِيلِ قَالَ : حَدَّثَنِي ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى شَيْخًا يُهَادِي بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ : ((مَا بَالُ هَذَا؟)) قَالُوا : نَذَرْنَا أَنْ يَمْشِيَ. قَالَ : ((إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعْلِيْبِ هَذَا نَفْسَهُ لَفِي)). وَأَمْرَةٌ أَنْ يَرْكَبَ.

[أطرافه في: ۶۷۰۱].

۱۸۶۶- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى

یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی، انہیں یزید بن حبیب نے خبر دی، انہیں ابوالخیر نے خبر دی کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھ لو چنانچہ میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔ یزید نے کہا ابوالخیر ہمیشہ عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتے تھے۔

ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے یحییٰ بن ایوب نے، ان سے یزید نے ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ رضی اللہ عنہ نے پھر یہی حدیث بیان کی۔

أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: ((نَلَدْتُ أُخْتِي أَنْ تَمَشِيَ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ، وَأَمَرْتَنِي أَنْ اسْتَفْقِيَ لَهَا النَّبِيَّ ﷺ، فَاسْتَفْقَيْتُهُ، فَقَالَ ﷺ: ((لَتَمَشِيَ وَتَتْرَكَبِ)) قَالَ: وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ.

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ. . فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

۲۹- کتاب فضائل المدینة

کتاب مدینہ کے فضائل کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب مدینہ کے حرم کا بیان

(۱۸۶۷) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، ان سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابو عبد الرحمن احوط عاصم نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ حرم ہے فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک (یعنی جبل عیر سے ثور تک) اس حد میں کوئی درخت نہ کاٹا جائے نہ کوئی بدعت کی جائے اور جس نے بھی یہاں کوئی بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔

۱- باب حرم المدینة

۱۸۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَخْوَلُ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا، لَا يُقَطَّعُ شَجَرُهَا، وَلَا يُحَدَّثُ فِيهَا حَدَثٌ. مَنْ أَخَذَتْ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)). [ظرفه في : ۷۳۰۶].

حرم مدینہ کا بھی وہی حکم ہے جو مکہ کے حرم کا ہے صرف جزا لازم نہیں آتی۔ امام مالک اور امام شافعی اور احمد اور اہل تشیع حدیث کا یہی مذہب ہے۔ شعبہ اور ہمدانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے یا کسی بدعتی کو جگہ دے دے۔ معاذ اللہ بدعت ایسی بری بلا ہے کہ آدمی بدعتی کو جگہ دینے سے ملعون ہو جاتا ہے۔

۱۸۶۸- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ، وَأَمَرَ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَارِ تَامِنُونِي)). فَقَالُوا: لَا نَطْلُبُ مِنْهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى. فَأَمَرَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِّسَتْ، ثُمَّ بِالْحَرَبِ فَسُوِّتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقَطَّعَ، فَصَفَّرُوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ)).

۱۸۶۸) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ابوالتیاح نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (نبی کریم ﷺ جب مدینہ (ہجرت کر کے) تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا، آپ نے فرمایا اے بنو نجار تم (اپنی اس زمین کی) مجھ سے قیمت لے لو لیکن انہوں نے عرض کی کہ ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے مشرکین کی قبروں کے متعلق فرمایا اور وہ اکھاڑ دی گئیں، ویرانہ کے متعلق حکم دیا اور وہ برابر کر دیا گیا۔ کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے اور وہ درخت قبلہ کی طرف بچھادیئے گئے۔

[واجع: ۲۳۴]

اس سے بعض حنفیہ نے دلیل لی ہے کہ اگر مدینہ حرم ہوتا تو وہاں کے درخت آپ کیوں کٹواتے؟ ان کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل ضرورت سے واقع ہوا یعنی مسجد نبوی بنانے کے لئے اور آنحضرت ﷺ نے جو کیا بحکم الہی کیا۔ آپ نے تو مکہ میں بھی قتال کیا۔ کیا حنفیہ بھی اس کو کسی اور کے لئے جائز کہیں گے۔ مسلم کی روایت میں ہے آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے گردا گرد بارہ میل تک حرم کی حد قرار دی۔

۱۸۶۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثَيْبِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((حُرْمٌ مَا بَيْنَ لَابَتِي الْمَدِينَةَ عَلَى لِسَانِي)). قَالَ: وَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ بَنِي حَارِثَةَ فَقَالَ: ((أَرَأَيْتُمْ يَا بَنِي حَارِثَةَ لَقَدْ حَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ)). ثُمَّ التَفَّتْ فَقَالَ: ((بَلْ أَنْتُمْ فِيهِ)).

۱۸۶۹) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبد الحمید نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے، ان سے عبید اللہ نے، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں میں جو زمین ہے وہ میری زبان پر حرم ٹھہرائی گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ بنو حارثہ کے پاس آئے اور فرمایا بنو حارثہ! میرا خیال ہے کہ تم لوگ حرم سے باہر ہو گئے ہو، پھر آپ نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا کہ نہیں بلکہ تم لوگ حرم کے اندر ہی ہو۔

[طرفہ بی: ۱۸۷۳]

۱۸۷۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ، وَأَمَرَ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَارِ تَامِنُونِي)). فَقَالُوا: لَا نَطْلُبُ مِنْهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى. فَأَمَرَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِّسَتْ، ثُمَّ بِالْحَرَبِ فَسُوِّتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقَطَّعَ، فَصَفَّرُوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ)).

۱۸۷۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن مدنی نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے اعمش نے، ان سے ان کے والد یزید بن شریک نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہما نے بیان

کیا کہ میرے پاس کتاب اللہ اور نبی کریم ﷺ کے اس صحیفہ کے سوا جو نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے ہے اور کوئی چیز (شرعی احکام سے متعلق) لکھی ہوئی صورت میں نہیں ہے۔ اس صحیفہ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مدینہ عازر پہاڑی سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے، جس نے اس حد میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل اور آپ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں سے کسی کا بھی عمد کافی ہے اسلئے اگر کسی مسلمان کی (دی ہوئی امان میں) دوسرے مسلمان نے) بد عمدی کی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اسکی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل اور جو کوئی اپنے مالک کو چھوڑ کر اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو مالک بنائے، اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اسکی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل۔

اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ وَهَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ إِلَيَّ كَذَا، مَنْ أَخَذَتْ فِيهَا حَدًّا أَوْ آوَى مُحَدِّثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ)). وَقَالَ: ((ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، لِمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ. وَمَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بغيرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ)).

[راجع: ۱۱۱]

مدینہ الرسول کے کچھ تاریخی حالات

مدینہ منورہ یا مدینۃ الرسول جسے طیبہ بھی کہتے ہیں، سطح سمندر سے تقریباً ۶۱۹ میٹر بلند اور وہ مشرق کی جانب ۳۹ درجہ ۵۵ دقیقہ کے طول پر اور شمال کو خط استوا سے ۲۴ درجہ اور ۱۵ دقیقہ کے عرض پر واقع ہے، موسم گرما میں اس کی حرارت ۲۸ درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور سرما میں دن کو صفر کے اوپر دس درجہ تک اور رات کو صفر کے نیچے ۵ درجہ تک آتی ہے، سردی کے ایام میں صبح کے وقت اکثر پانی برتنوں میں جم جاتا ہے۔

یہ شہر مکہ المکرمہ سے جانب شمال دو سو ساٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور ملک عرب کے صوبہ حجاز میں بلحاظ آبادی دوسرے نمبر پر ہے۔ مکہ المکرمہ کے بعد دنیائے اسلام کا سب سے پیارا با برکت مقدس شہر ہے، جہاں اللہ کے آخری رسول حضرت سید الانبیاء سند الاتقیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ آرام فرما ہیں۔

وجہ تسمیہ: ہجرت سے پہلے یہ شہر یثرب کے نام سے موسوم تھا، قرآن مجید میں بھی یہ نام آیا ہے ﴿وَ إِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا هٰذَا يَثْرِبَ لَا مَقَامَ لَكُمْ فِيْهِ﴾ (الاحزاب: ۱۳) بقول زجاج یہ شہر یثرب بن قانیه بن ملاءیل بن ارم بن عمیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کا آباد کیا ہوا ہے اس لئے یثرب کے نام سے موسوم ہوا۔ بعض مورخین کے بیان کے مطابق اس کو یثرب اس لئے کہتے ہیں کہ ایک شخص یثرب نامی مملتی نے اس شہر کو بسایا تھا، آخر میں یہودیوں بنو نضیر و بنو قریظہ و بنو قینقاع کے ہاتھ آ گیا۔

۶۳۰ء میں بنو ازد کے دو قبائل اوس و خزرج نے اس کی سرحد میں سکونت اختیار کی اور ۶۳۲ء میں اس پر قابض ہو گئے۔ مدینہ سے شمال و مشرق میں اب بھی ایک بستی ہے جس کا نام یثرب ہے جب نہیں کہ پہلی آبادی اسی جگہ ہو اور اوس و خزرج نے یہودیوں سے جدا رہنا پسند کر کے یہاں رہائش اختیار کی ہو اور اس لئے اس حصہ کو بھی یثرب ہی سے پکارا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ

یثرب مصری کلمہ اتریں سے بگڑ کر بنا ہے اگر یہ صحیح ہو تو ثابت ہوتا ہے کہ عمالقہ نے مصر سے نکلنے کے بعد مدینہ کو بسایا۔ اس کی یسویت کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ نے فلسطین کو جاتے ہوئے ایک جماعت کو بھیجا تاکہ وہ اس جانب کے حالات معلوم کرے۔ جب وہ لوگ اس طرف پہنچے اور ان کو حضرت موسیٰ کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے شہر اتریں بنا کر اس میں اقامت اختیار کی اس قول کی بنا پر مدینہ کی آبادی سولہ سو سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔

یثرب میں اسلام کیونکر پہنچا؟ مدینہ منورہ میں بسنے والے قبائل بیشتر یہودی المذہب تھے مگر کبر و حمیت کی بنا پر ان میں باہم اتنے نزاع تھے کہ گویا ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اوس و خزرج کی خانہ جنگی کو ایک صدی کا زمانہ گزر چکا تھا کہ سید عالم ﷺ کی نبوت و تبلیغ کا چرچہ مکہ و نواح میں پھیلا، اسی دوران میں خاندان عبدالاشہل کے چند آدمی قریش کو اپنا حلیف بنانے کی غرض سے مکہ آئے اور اسلام کا چرچا سنا، آنحضرت ﷺ نے تمہائی میں ان کو اسلام کی پاک تعلیم سے آگاہ کیا اور قرآن پاک کی چند آیات سنائیں۔ ان میں ایاس بن معاذ پر اس تلقین کا بہت اثر ہوا اور مسلمان ہونے کا ارادہ کیا مگر امیر وفد انس بن رافع نے کہا کہ جلدی نہ کرو ابھی حالات کا مطالعہ کرو۔ چنانچہ یہ لوگ یونسی واپس ہو گئے۔

۱۰ نبوی میں قبیلہ خزرج کے چھ آدمی موسم حج میں مکہ آئے تو عقبہ یعنی اس پہاڑی گھاٹی میں جو منیٰ جانے والے ہائیں ہاتھ پر چڑھائی کی بیڑیوں سے ذرا ورے پڑتی ہے، شب کے وقت آنحضرت ﷺ ان سے ملے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، چنانچہ یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہو گئے اور اس کا نام عقبہ اونٹ ہوا۔ ان کے ذریعہ سے مدینہ میں اسلام کا چرچا پھیلا۔

دوسرے سال بارہ سربر آوردہ اصحاب آئے اور اس عقبی میں آنحضرت ﷺ سے تمہائی میں گفتگو کرنے کا وقت معین کر لیا، چنانچہ خوب کھل کر باتیں ہوئیں اور انہوں نے یہ اطمینان کر کے کہ بیشک آپ رسول ہیں، اسلام قبول کر لیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مبلغ اسلام بنا کر ان کے ہمراہ کر دیا اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ اب دار بنی ظفر میں اسلامی مشن کا دفتر قائم کر دیا گیا۔ جو حضرات اسلام لاپکے تھے وہ مذہبی تعلیم پاتے اور جو نئے آتے ان کو وعظ سنایا جاتا تھا۔ اس مخلصانہ پرہا کے بہترین نتائج نکلے اور رفتہ رفتہ یثرب کے نامور قبیلہ عبدالاشہل کا ہر مرد وزن حلقہ گوش اسلام ہو گیا۔ اب یثرب میں ایک کثیر جماعت اسلام کی نصرت اور پیغمبر اسلام کے ہمینہ کی جگہ خون بہانے کے لئے تیار ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد آنحضرت ﷺ بھی یثرب میں ہجرت فرما کر تشریف لے آئے۔ اس وقت سے یثرب کو مدینۃ الرسول بننے کا شرف حاصل ہوا۔ مدینۃ الرسول کا چرچہ چھ مسلمانان عالم کے لئے ہاٹ صد احترام ہے۔ اس مقدس شہر میں وہ مبارک مسجد ہے جس میں بیٹھ کر سید الانبیاء ﷺ نے اسلام کی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیا اور اس مبارک شہر میں وہ مقدس جگہ ہے جہاں سرتاج الانبیاء ﷺ آرام فرما رہے ہیں اور آپ کے لاکھوں غلام جہاں کی مٹی کے اندر سوئے ہوئے ہیں علاوہ ازیں چند تاریخی یادداشتیں مسافرن مدینہ کے لئے بطور ہدیہ پیش کی جاتی ہیں۔

ہجرت میں تشریف آوری کے وقت آنحضرت ﷺ مدینہ سے جنوبی سمت قبا میں قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے مہمان ہوئے تھے۔ کلثوم بن ہدم کا گھر آپ کا قیام گاہ بنا اور سعد بن خیشمہ کا گھر آپ کی مردانہ نشست گاہ، یہ دونوں گھر نزول قدم نبوی کے سبب بڑی شان رکھتے ہیں۔ مسجد قبا کے جنوب میں بہ سمت قبلہ ۴۰ فٹ فاصلے پر دو قبے بیضوی شکل کے ہیں، ان میں ایک قبہ جو مقام العہدہ کے نام سے مشہور ہے، یہی کلثوم بن ہدم کا مکان تھا اور اس سے ملا ہوا قبہ جو بیت فاطمہ کہلاتا ہے یہ سعد بن خیشمہ کا گھر تھا، مسجد قبا کے صحن میں جو قبہ مبارک ناقد کہلاتا ہے یہاں حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی جہاں اس وقت مسجد قبا ہے وہ حضرت کلثوم کا مرید تھا کہ کعبہ میں خشک کرنے کے لیے وہاں پھیلاتے تھے، مدینہ منورہ میں آپ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر اترے تھے، یہ مکان عمدہ زنتی الجہ میں مسجد کی صورت میں اب موجود ہے، جس میں محراب بھی ہے۔ اور قبہ بھی اس کی بیرونی دیوار پر ایک پتھر نصب ہے جس میں

آب زر سے یہ لکھا ہوا ہے ہذا بیت ابو ایوب الانصاری الخ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کی جنوبی سمت حضرت جعفر صادقؑ کا مکان تھا جو اس وقت دار نائب الحرم کہلاتا ہے۔ مسجد کے مشرق میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دو چھوٹے بڑے مکان تھے۔ بوقت شہادت آپ کی سکونت بڑے مکان میں تھی، اس مکان کی جالی کے اوپر اب بھی مثل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے، بقیع کے راستہ سے شمالی جانب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان تھا جس میں آپؐ کی وفات ہوئی، زاویۃ السمان سے ملحق شمالی جانب انبیاؑ چھوٹا سا قبر ہے وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہیر اسلام کا مکان تھا، رباط خالد کے پیچھے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کا مکان تھا، مسجد کے غربی جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دو سرا مکان تھا یہ اب باب السلام کے شمال میں ایک کھڑکی کی شکل میں ہے اس پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ لا یبقین فی المسجد خوۃ احد الا خوۃ ابی بکر

حرم مدینہ شریف کا بیان: اندازاً بارہ میل تک مدینہ منورہ کی حد حرم ہے، جس کے اندر شکار کرنا، درخت اکھاڑنا، گھاس اکھاڑنی حرام ہے۔ ہاں جانوروں کے لئے گھاس یا پتے وغیرہ توڑنے جائز ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللهم ان ابراهیم خلیلک و نیکک و انک حرمت مکة علی لسان ابراهیم اللهم و انا عبدک و نیکک و انی احرم ما بین لا بیہا الخ (ابن ماجہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! حضرت ابراہیمؑ تیرے خلیل اور پیغمبر تھے جن کی زبان پر تو نے مکہ کو بلد الحرام قرار دیا۔ اے اللہ! میں تیرا بندہ اور پیغمبر ہوں اور مدینہ کو اس کے دونوں پتھر لیلے کناروں کے درمیان تک حرم قرار دیتا ہوں۔ نبی ﷺ نے مدینہ شریف کے بارے میں یہ دعا فرمائی اللهم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکة او اشد یعنی اے اللہ! مدینہ کو ہمیں مکہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ (بخاری) ایک روایت میں مدینہ کی حدود حرم حیر سے ٹور تک بیان کی گئی ہیں، یہ اطراف مدینہ کے پہاڑوں کے نام ہیں۔ مدینہ شریف کے فضائل میں بہت سی احادیث آئی ہیں چند حدیثیں یہاں درج کی جاتی ہیں عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع ان یموت بالمدينة فلیمت بها فانی اضع لمن یموت بها۔ رواہ احمد والترمذی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ شریف میں رہے اور مدینہ ہی میں اس کو موت آئے میں اس کی سفارش کروں گا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ایک شخص آل خطاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص خالص پاک نیت کے ساتھ میری زیارت کے لیے آیا، قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہوگا اور جو مدینہ شریف میں رہ کر صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزارتا رہا میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہ اور سفارشی ہوں گا اور جو حرمین شریفین میں موت پائے گا وہ قیامت کے دن امن پانے والوں میں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس مدینہ شریف لوٹے تو مکانات مدینہ کی دیواروں کو دیکھ کر گمن ہو جاتے اور سواری کو تیز کر دیتے۔ (بخاری) یہ بھی آیا ہے کہ مدینہ شریف کے دروازوں پر فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ اس پاک شہر میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے۔

حرم نبوی کا بیان: حرم نبوی سے مراد نبی ﷺ کی پاک و مبارک مسجد اور اس کا ماحول ہے، یہ سر تا پا نور عمارت شہر مدینہ منورہ کے درمیان میں کسی قدر مشرق کو جھکی ہوئی ہے یہاں کی فضا لطیف منظر جمیل اور بیت مستطیل ہے، قدیم مسجد کی کل عمارت سرخ پتھر کی ہے اس کا طول شمال سے جنوب تک اوسطاً ۳ / ۱۶۱ میٹر ہے (فرائسی پیمانہ ہے جو ۳۰ انچ کے برابر ہوتا ہے)۔ اس لحاظ سے قدیم حرم شریف کا طول ایک سو انتیس گز سے کچھ زیادہ ہے۔ اس کا عرض مشرق سے مغرب تک قبلہ کی طرف ۸۶ میٹر اور ۳۵ سنٹی میٹر یعنی ۹۶ گز ہے، باب شامی کی طرف سے عرض ۶۶ میٹر اور ۲ گز رہ جاتا ہے۔ بناوٹ کے لحاظ سے حرم نبوی دو حصوں میں منقسم ہو سکتا ہے مسجد اور صحن۔ حدود مسجد کی ابتداء اس جگہ سے ہوتی ہے جہاں کعبہ ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھنا کرتے تھے یعنی قبلہ رخ دیوار سے صحن ایک طرف اور باب رحمت اور باب النساء کے درمیان مسجد ہی مسجد ہے۔ یہ سارا حصہ گنبدوں سے ڈھکا

ہوا ہے جو محرابوں پر قائم ہیں ان محرابوں کو ایک قسم کے سخت پتھر کے ستونوں پر کھڑا کیا گیا ہے ان پر سنگ مرمر کی تہ چڑھی ہوئی ہے اور اوپر سونے کے پانی سے پچی کاری کر دی گئی ہے، دو سرا صحن ہے جس کا نام حصوہ ہے اس کی شکل شامی دروازہ سے مستطیل ہے اس کے گرد تین طرف تین دالان احاطہ کئے ہوئے ہیں برآمدوں میں ستون ہیں جن کے اوپر محراب اور محرابوں کے اوپر گنبد سربلند اور بادلوں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، حرم شریف کے کل ستونوں کی تعداد جو دیواروں کے ساتھ ملتی ہیں تین سو ستائیس تک پہنچ جاتی ہے، ان میں سے ۲۲ حجرہ شریف کے اندر ہیں شامی دروازے کی ڈیوڑھی میں مدرسہ مجید یہ واقع ہے اسی وجہ سے حرم شریف میں داخل ہونے کے راستہ کے اندرونی حصے یعنی ڈیوڑھی کا نام باب التوسل رکھا گیا ہے، جنت مغرب کی طرف خواجہ سراؤں کے بیٹھنے کی جگہ ہے جو بڑھ فروشی کے زمانہ میں خصی شدہ غلاموں کی شکل میں حرم نبوی کی خدمت کے لئے نذر کر دیئے جاتے تھے۔ اب یہ ظالمانہ طریقہ موقوف ہو چکا ہے پچھلی طرف شرقی برآمدے کی لمبائی کے ساتھ ساتھ شیشم کی لکڑی کا ایک جالی دار شیڈ ہے جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے، حرم شریف کے اندر عورتیں بیٹھتی ہیں اور یہیں نماز ادا کرتی ہیں۔ اسے قفس النساء کہا جاتا ہے۔ اس برآمدے کے جنوب میں ایک چبوترہ ہے جو پلیٹ فارم کی شکل میں ساڑھے تیرہ گز لمبا اور نو گز چوڑا ہے اور زمین سے قریباً سولہ انچ بلند ہے، یہاں نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم بیٹھا کرتے تھے، یہ ناوار طلباء اسلامیہ کی جماعت تھی جنہیں کھانا کپڑا اور دیگر ضروریات دارالعلوم محمدیہ سے پہنچ جایا کرتی تھیں۔ اس چبوترے کے جنوب میں ایک اور چبوترہ ہے جو اس سے چھوٹا ہے یہ چبوترہ مقصورہ شریف سے متصل شمال کی جانب ہے اس جگہ نبی ﷺ نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے، روضہ شریف مقصورہ شریف کے مغرب میں ہے، رسول اللہ ﷺ کے منبر شریف اور روضہ شریف کے درمیان یہی وہ جگہ ہے جس کو آپ نے جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بتلایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ ٹکڑا سارا جنت میں رکھا جائے گا۔

اس مبارک زمین کا طول اندازاً اپنے ستائیس گز اور عرض اندازاً اپنے سترہ گز ہے، روضہ شریف کے ساتھ پیتل کا جنگلہ ہے جس سے متصل وہ اضافے ہیں جو اس حرم شریف میں حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ایام میں کئے گئے تھے، یہ دونوں اضافے جنوب کی طرف ہیں، پیتل کے جنگلے کی اونچائی ایک گز دو گزہ ہے۔ روضہ شریف اپنے شرف مرتبت کے لحاظ سے ہر وقت نذایان رسول ﷺ سے بھرا رہتا ہے۔ روضہ شریف کے مغربی جانب وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ نماز پڑھایا کرتے تھے جو اپنی کمال بھجت اور جمال صنعت کے لحاظ سے اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور یہ قبلہ کی طرف مقصورہ شریف کی سیدھ میں ہے، حضور علیہ السلام نے اس کی بنیاد ہجرت مبارک کے دوسرے سال شعبان کی پندرھویں تاریخ روز سہ شنبہ کو رکھی تھی، یہ اس دن کا واقعہ ہے جب اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا قبلہ کے مغرب کی طرف منبر شریف ہے جو سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اس پر سونے کے پانی سے نہایت اعلیٰ درجے کے نقش و نگار کئے گئے ہیں۔ یہ بے حد خوبصورت اور صنعت کا بہترین نمونہ ہے، اسے ترکی سلطان مراد ثالث مرحوم نے ۹۹۸ھ میں حرم شریف کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا تھا یہی وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کا منبر رکھا تھا حرم شریف کے فرش مبارک پر انواع و اقسام کے بیش قیمت سجاوے بچھے ہوئے ہیں، قالین بھی متعدد کثیر موجود ہیں بالخصوص روضہ شریف میں تو بیش قیمت اشیاء کی کثرت ہے۔ حرم شریف کے پانچ دروازے ہیں، صدر دروازے باب الاسلام اور باب الرحمۃ دونوں مغرب کی طرف ہیں۔ باب مجیدی شمال کی جانب، باب النساء اور باب جبرئیل دونوں مشرق کی طرف ہیں عشاء کے بعد ان دروازوں کو بند کر کے قفل لگا دیا جاتا ہے۔ پھر تہجد کی اذان کے وقت کھول دیا جاتا ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے یہ چلا آ رہا ہے۔

موجودہ حکومت سعودیہ عربیہ نے حرم مسجد نبوی کی توسیع اس قدر کی ہے کہ بیک وقت ہزاروں نمازی نماز ادا کرتے ہیں اور تعمیر جدید پر کروڑ ہا روپیہ بڑی فراخ دلی کے ساتھ خرچ کر کے نہ صرف مسجد نبوی بلکہ اطراف کے جملہ علاقے کو وسیع تر بنا کر صحن سحرئی کا

ایسا نور نمونہ پیش کیا ہے کہ دیکھ کر دل سے دعائیں نکلتی ہیں اللہ پاک اس حکومت کو دشمنوں کی نظر سے بچائے اور خدمتِ حرمین شریفین کے لئے ہمیشہ قائم رکھے، آمین۔

گنبدِ خضراء کے حالات: نبی کریم ﷺ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یومِ دو شنبہ کو حجرہ عائشہ میں انتقال فرمایا، اسی جگہ گنبدِ شریف میں آپ کے جسم اطہر کو لٹایا گیا ہے، آپ کا سر مبارک بجانبِ غرب اور روئے - بارک بجانبِ جنوب ہے، زمین کا یہ ٹکڑا بھی اپنی سعادتِ ابدی پر جتنا ناز کرے بجا ہے۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۱۳ھ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ آنحضرت ﷺ کی پشت کی جانب دفن کئے گئے۔ ان کا سر حضور ﷺ کے شانہ مبارک کے مقابل یعنی قریب ایک فٹ نیچے سرکا ہوا رہا، پھر ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو بدھ کے روز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ باجواز صدیقہ یہاں دفن ہوئے، آپ کا سر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے شانہ کے مقابل یعنی ذرا نیچے سرکا ہوا رہا۔

عمر فاروقی میں حجرہ شریفہ کی دیواریں سابق بنیادوں پر دوبارہ کچی اینٹوں سے بنوادی گئی تھیں۔ علامہ سمودی نے پیمائش بھی کی ہے، جنوبی دیوار اندر سے ۲/۳ - ۱۰ ہاتھ، شمالی ۱۳/۵ - ۱۱ ہاتھ، شرقی و غربی ہر دو دیواریں ۸/۵ - ۱۷ اونچائی ۱۵ ہاتھ تھی۔ پھر امیر مدینہ عمر بن عبدالعزیز نے حجرہ شریفہ کو بحالما قائم رکھا اور اس کے گرد بہت عمیق بنیادیں کھود کر پتھر کی ایک محض دیوار قائم کر دی، حجرہ شریفہ کی چھت لکڑی کی بناوی اور اوپر تلے تختوں کو کیلوں سے جڑ دیا، اس کے اوپر موسمِ جامہ بچھا دیا تاکہ بارش کا پانی اندر نہ جائے نہ چھت پر اثر کرے، بعد میں سلاطین اسلام نے اس کی حفاظت و مرمت کے لئے بہت کچھ تجدید و اصلاح کی۔ ۵۵۷ھ میں سلطان نور الدین زنگی شہید نے جب کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگِ عظیم میں مشغول تھا خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ دو گربہ چشم آدمیوں کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ ”انجلی و انقلنی من ہدین“ چونکہ سلطان کی آنکھ کھل گئی اور فوراً تیز رو سائز نیاں منگا کر چند ہمراہی ساتھ لئے۔ نہ دن دیکھا نہ رات۔ روال دواں سولہ دن میں مصر سے مدینہ پہنچا اور جتنے بھی بیرونی باشندے مدینہ میں مقیم تھے سب کی دعوت کی یہ میدان اب بھی دارالضیافۃ کے نام سے مشہور ہے، سلطان نے ان پر ایک گہری نگاہ ڈالی مگر وہ دو شخص نظر نہ آئے جو خواب میں دکھائے گئے تھے، پوچھا کیا اور کوئی بھی باقی ہے؟ معلوم ہوا کہ دو مغربی درویش گوشہ نشین باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ بلوائے گئے ان کو دیکھتے ہی سلطان نے پہچان لیا کہ انہیں کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ ان کو لئے ہوئے سلطان ان کی قیام گاہ پر آیا دیکھا کہ ادھر ادھر چند کتاہیں پڑی ہوئی ہیں زمین پر ایک معمولی ٹاٹ پڑا اور اس پر مصلیٰ بچھا ہوا ہے اور چند برتن رکھے ہیں جن میں کچھ اناج ہے۔ بادشاہ خاموش سوچ رہا تھا کہ خواب کا کیا مقصد ہے، حیران تھا کچھ سمجھ نہ سکا دفعتاً اس کے قلب میں القا ہوا اور اس نے بچھا ہوا ٹاٹ اور مصلیٰ اٹھا لیا۔ دیکھا تو اس کے نیچے گڑھا ہے جس پر پتھر رکھا ہوا ہے پتھر اٹھایا تو دیکھا کہ گھونس کی طرح سرنگ کھودی گئی ہے اور وہ سرنگ اندر ہی اندر جسم انور کے قریب پہنچ گئی ہے۔

یہ دیکھ کر سلطان ﷺ غصہ سے لرزے لگا اور سختی سے تفتیش حال کرنے لگا، آخر دونوں نے اقرار کیا کہ وہ نصرانی ہیں جو اسلامی وضع میں یہاں آئے ہیں اور ان کے عیسائی بادشاہ نے جسدِ محمدی ﷺ نکال لانے کے لئے ان کو بھیجا ہے۔ ان حالات کو سن کر بادشاہ ﷺ کی عجیب کیفیت ہوئی وہ تھر تھر کانپنے اور رونے لگا۔ آخر ان دونوں کو اپنے سامنے قتل کرا دیا اور محض دیوار کے گرد گرد آتی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر لاکھوں من سیسہ پھلوا کر اس میں ڈلوا دیا اور سطح زمین تک سیسہ کی ایک زمین دوز ٹھوس دیوار قائم کر دی کہ کسی رخ جسدِ مطہر تک کوئی دشمن رسائی نہ پاسکے۔

سلطان محمود بن عبدالحمید عثمانی کے زمانہ میں قہ شریفہ میں کچھ شکاف آ گیا تھا چنانچہ ۱۳۳۳ھ میں سلطان نے اس کی تجدید بہ کراہی اور کا حصہ اتارا کہ از سر نو تعمیر کیا گیا اور اس پر گہرا سبز روشن پھیرا گیا جس کی وجہ سے اس کا نام قہ خضراء ہوا اس کے بعد دھوپ اور

بارش سے جب اس کا رنگ ہلکا ہوا تو یہی سبز رنگ کا روغن چڑھا کر اس کو پختہ اور روشن کیا جاتا رہا۔ دیوار محبس کے گرد گردنحرابیوں میں جلیاں لگی ہوئی ہیں، یہ جلیاں ۸۸۸ھ میں سلطان قاطبانی کی طرف سے محل مصری کے ساتھ ستر اونٹوں پر لہ کر آئیں، چالی کے ساتھ دنیا کا وہ بے مثل مصحف بھی مستقل ایک اونٹ پر محمول ہو کر آیا تھا جو شاہین نوری خوشنویس نے لکھا تھا، جالیدار مقصورہ اور دائرہ محبس کے درمیان ہر چار طرف سات اور دس فٹ کے درمیان برآمدہ چھوٹا ہوا ہے جس پر سنگ مرمر کا فرش ہے۔

مواجہ شریف میں بیتل کی جالی لگی ہوئی ہے، باقی تین طرف تانبہ اور اس پر گمرا پختہ سبز روغن چڑھا ہوا ہے اس کا نام شباک ہے، یہ شکل مستطیل ہے اور اس کا جنوبی و شمالی ہر ضلع ساڑھے سترہ گز اور شرقی و غربی ضلع ساڑھے سولہ گز ہے، یہ شباک مع اپنے اندرون کے مقصورہ کہلاتا ہے اللہم صلی علی محمد و علی آل محمد موجودہ حکومت سعودیہ عربیہ نے ان تمام حصوں کے استحکام میں جس قدر کوششیں کی ہیں بلکہ سارے شہر مدینہ کی ترقی اور آبادی کے لئے جو مساعی کام میں لائی جا رہی ہیں ان کی تفصیلات کے لئے یہاں موقع نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ اس حکومت نے خدمت حرمین شریفین کا حق ادا کر دیا ہے مدینہ منورہ سے متصل ہی ایک بڑا زبردست دارالعلوم جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورہ کے نام قائم کیا ہے، جس میں تمام دنیائے اسلام کے سینکڑوں نوجوان حکومت سعودیہ کے خرچ پر تحصیل علوم کے اندر مشغول ہیں۔ اللہ پاک اس حکومت کی بیشہ مدد فرمائے اور اسے زیادہ سے زیادہ مستحکم کرے۔ موجودہ شاہ فیصل کی عمر دراز کرے جو حرمین شریفین کی خدمت کے لئے جملہ وسائل ممکنہ وقف کئے ہوئے ہیں اللہم ایدہ بنصرہ العزیز۔ امین

۲- بَابُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ وَأَنَّهَا تَنْفِي

باب مدینہ کی فضیلت اور بے شک مدینہ (برے) آدمیوں کو

النَّاسِ

(۱۸۷۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو الجباب سعید بن یسار سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسے شہر (میں ہجرت) کا حکم ہوا ہے جو دوسرے شہروں کو کھالے گا۔ (یعنی سب کا سردار بنے گا) منافقین اسے یرثہ کہتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے وہ (برے) لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جس طرح بھی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

۱۸۷۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحَبَابِ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمْرٌ بِقَرْتَبَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى، يَقُولُونَ: يَغْرِبُ، وَهِيَ الْمَدِينَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ حَبَّتِ الْحَدِيدِ)).

حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ ائمہ اربعہ میں سے ایک مشہور ترین امام ہیں، جو انس بن مالک بن ابی عامر کے بیٹے اور اصحابی ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ طیبہ میں بھمبر ۸۳ سال ۷۹ھ میں وفات پائی، آپ نہ صرف حجاز کے امام تھے بلکہ حدیث و فقہ میں تمام مسلمانوں کے مقتداء تھے آپ کے فخر کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ امام شافعی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، آپ نے زہری، یحییٰ بن سعید، یحییٰ بن سعید، محمد بن مسلمہ، ہشام بن عروہ، یزید ابن اسلم، ربیعہ بن ابو عبدالرحمن اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے اس قدر مخلوق نے روایت کی جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ کے شاگرد پورے ملک کے امام بنے جن میں امام شافعی، محمد بن ابراہیم بن دینار، ابو ہاشم عبدالعزیز بن ابی حازم شامل ہیں جو اپنے علم و عمل کے لحاظ سے آپ کے شاگردوں میں بے نظیر مانے گئے ہیں علاوہ ازیں معین بن عیسیٰ، یحییٰ بن یحییٰ، عبداللہ بن مسلمہ، قسبی، عبداللہ بن

وہب جیسے لوگوں کا شمار نہیں یہی امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن مین محمد شین کرام کے اساتذہ ہیں۔ جب حدیث کا درس دیتے تو وضو فرما کر مسند پر تشریف لاتے۔ داڑھی میں کنگھا کرتے، خوشبو استعمال فرماتے اور نہایت باوقار اور پر ہیئت ہو کر بیٹھے اور فرمایا کرتے کہ میں یہ اہتمام حدیث نبوی کی عظمت کرنے کے لئے کرتا ہوں۔ ابو عبد اللہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں، لوگ ارد گرد ہیں اور امام مالک حضور ﷺ کے سامنے مؤدبانہ کھڑے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے منگ کا ڈھیر رکھا ہوا ہے اور آپ مٹھیاں بھر بھر کر وہ منگ عمر امام مالک کو دے رہے ہیں۔ اور امام مالک اسے لوگوں پر چمڑک رہے ہیں۔ مطرف نے کہا کہ میں نے اس کی تعبیر علم حدیث کی خدمت اور اتباع سنت سمجھی، امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام مالک کے مکان کے دروازے پر کچھ خراسان کے گھوڑوں کی جماعت اور کچھ مصر کے ٹھچروں کے غول دیکھے جن سے بہتر میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ میں نے امام سے عرض کیا کہ یہ کیسے اچھے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ! یہ تمام میری جانب سے آپ کے لئے تحفہ ہیں، قبول فرمائیے۔ میں نے گزارش کی اپنی سواری کے لئے کوئی جانور رکھ لیجئے۔ جواب دیا کہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین کو رسول اللہ ﷺ کی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہے میں اسے کسی جانور کے کھروں سے روند کر گزاروں۔ آپ کے مناقب کے لئے دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة (آمین)

باب مدینہ کا ایک نام طلبہ بھی ہے۔

۳- بَابُ الْمَدِينَةِ طَابَةٌ

(۱۸۷۲) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عباس ابن سہل بن سعد نے اور ان سے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ ہم غزوہ تبوک سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس ہوتے ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہ طلبہ آگیا۔

۱۸۷۲- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سَلِيمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ تَبُوكَ حَتَّى أَشْرَقْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ: ((هَلِهِ طَابَةٌ)). [راجع: ۱۴۸۱]

طاب اور طیب دونوں مدینہ المنورہ کے نام ہیں جو لفظ طیب سے مشتق ہیں جس کے معنی پاکیزگی کے ہیں یعنی یہ شہر ہر لحاظ سے پاکیزہ ہے۔ یہ اسلام کا مرکز ہے، یہاں پیغمبر اسلام ہادی اعظم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ حکومت سعودیہ عربیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی صفائی ستمرائی پاکیزگی آباد کاری میں وہ خدمات انجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار عالم رہیں گی۔

باب مدینہ کے دونوں پتھریلے میدان

۴- بَابُ لَا بَيْتِ الْمَدِينَةِ

(۱۸۷۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے، انہیں سعید بن مسیب نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میں مدینہ میں ہرن چرتے ہوئے دیکھوں تو انہیں کبھی نہ چھیڑوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مدینہ کی زمین دونوں پتھریلے میدانوں کے بیچ میں حرم ہے۔

۱۸۷۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَوْ رَأَيْتُ الظَّبَاءَ بِالْمَدِينَةِ تَرْتَعُ مَا دَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا بَيْنَ لَا بَيْتِهَا حَرَامٌ)).

[راجعہ: ۱۸۶۹]

وہاں شکار جائز نہیں۔ اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ مدینہ حرم ہے۔ تعجب ہے ان حضرات پر جو مدینہ کے حرم ہونے کا انکار کرتے ہیں جب کہ جرم مدینہ کے متعلق صراحت کے ساتھ کئی ہی احادیث نبویہ موجود ہیں۔

باب جو شخص مدینہ سے نفرت کرے

(۱۸۷۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہمیں شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں چھوڑ جاؤ گے پھر وہ ایسا اجاڑ ہو جائے گا کہ پھر وہاں وحشی جانور، درند اور پرند بسنے لگیں گے اور آخر میں مزینہ کے دو چرواہے مدینہ آئیں گے تاکہ اپنی بکریوں کو ہانک لے جائیں لیکن وہاں انہیں صرف وحشی جانور نظر آئیں گے آخر ثنیۃ الوداع تک جب پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔

۵- بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِينَةِ
۱۸۷۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ
عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ
الْمُسَيْبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:
(تَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرٍ مَا كَانَتْ، لَا
يَنْشَاهَا إِلَّا الْأَعْرَافُ - يُرِيدُ عَوَاقِبَ السَّبَاعِ
وَالطَّيْرِ - وَآخِرُ مَنْ يُخْشَرُ رَاعِيَانِ مِنَ
مُزَيْنَةَ يُرِيدَانِ الْمَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بَيْنَهُمَا
فَيَجِدَانِهَا وَخَشَا، حَتَّى إِذَا بَلَغَا نِيَّةَ
الْوَدَاعِ خَرَا عَلَى وُجُوهِمَا)).

یہ پیش گوئی قرب قیامت سے متعلق ہے۔ ہر کمالے را زوالے اصول قدرت ہے۔ تو قرب قیامت ایسا ہونا بھی بعید نہیں ہے اور فرمان نبوی اپنی جگہ بالکل حق ہے۔

(۱۸۷۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ یمن فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھروں کو اور ان کو جو ان کی بات مان جائیں گے سوار کر کے مدینہ سے (واپس یمن کو) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لئے بہتر تھا اور عراق فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو تیز دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھروں کو اور جو ان کی بات مانیں گے اپنے ساتھ (عراق واپس) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم

۱۸۷۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سَفْيَانَ بْنِ أَبِي
زُهَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((يُفْتَحُ الْيَمَنُ،
فَيَأْتِي قَوْمٌ يَسُونُ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ
وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ
كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الشَّامُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ
يَسُونُ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ،
وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ.
وَيُفْتَحُ الْعِرَاقُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يَسُونُ،

فَيَحْمِلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ اطَّاعَهُمْ، هُوَ تَاكَمَدِينَةَ عِيَانِ ان كَلِّئَ مَبْتَرَتَا۔
وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ))۔

آنحضرت ﷺ کی بشارت بالکل صحیح ثابت ہوئی، مدینہ ایک مدت تک ایران، عرب، مصر اور شام توران کا پایہ تخت رہا اور خلفائے راشدین نے مدینہ میں رہ کر دور دور اطراف عالم میں حکومت کی، پھر بنو امیہ نے اپنا پایہ تخت شام کو قرار دیا اور عباسیہ کے وقت میں بغداد اسلام کی راجد حالی قرار پایا۔ آخری خلیفہ معتمد باللہ ہوا اور اس کے زوال سے اسلامی خلافت مٹ گئی مسلمان گروہ گروہ تقسیم ہو کر ہر جگہ مغلوب ہو گئے، اب تک یہی حال ہے کہ عربوں کی ایک بڑی تعداد ہے، ان کی حکومتیں ہیں، باہمی اتحاد نہ ہونے کا نتیجہ ہے، کہ قبلہ اول مسجد اقصیٰ پر یہود قابض ہیں۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ اللهم انصر الاسلام والمسلمين واخذل الكفرة والفجرة واليهود والملحدین (المن)

باب اس بارے میں کہ ایمان مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا
(۱۸۷۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ضبیب بن عبدالرحمن نے، ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قیامت کے قریب) ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ آئے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آ جلیا کرتا ہے۔

۶ بَابُ الْإِيمَانِ يَأْرُرُ إِلَى الْمَدِينَةِ
۱۸۷۶- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبِيدُ اللَّهِ عَنْ ضُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْإِيمَانَ تَأْرُرُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرُرُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا))۔

اسی طرح اخیر زمانہ میں سچے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں چلے جائیں گے۔ حافظ نے کہا یہ آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانوں میں تھا، قیامت کے قریب پھر ایسا ہی دور پلٹ کر آئے گا و ما ذالک علی اللہ بعزیز

باب جو شخص مدینہ والوں کو ستانا چاہے

۷- بَابُ إِيْمَانٍ مَن كَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

اس پر کیا وبال پڑے گا۔

(۱۸۷۷) ہم سے حسین بن حریش نے بیان کیا، کہا ہمیں فضل بن موسیٰ نے خبر دی، انہیں سعید بن عبدالرحمن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جلیا کرتا ہے۔

۱۸۷۷- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْشٍ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَالِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَكِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا أَمَاعٌ كَمَا يَنْمَاعُ الْمَلْحُ فِي الْمَاءِ))۔

باب مدینہ کے مخلوں کا بیان

۸- بَابُ أَطَامِ الْمَدِينَةِ

(۱۸۷۸) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب زہری نے، کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی اور انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے محلات میں سے ایک محل یعنی اونچے مکان پر چڑھے پھر فرمایا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تمہیں بھی نظر آ رہا ہے؟ میں بوندوں کے گرنے کی جگہ کی طرح تمہارے گھروں میں فتنوں کے نازل ہونے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس روایت کی متابعت معمر اور سلیمان بن کثیر نے زہری کے واسطے سے کی ہے۔

۱۸۷۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَطْمٍ مِنْ أَطَامِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟ إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ)) تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[أطرافه في : ۲۶۶۷، ۳۵۹۷، ۷۰۶۰].

یہ دیکھنا بطریق کشف کے تھا اس میں تاویل کی ضرورت نہیں اور آپ کا یہ فرمانا پورا ہوا کہ مدینہ ہی میں حضرت عثمان بن عفان شہید ہوئے پھر زید کی طرف سے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ پر کیا کیا آئیں۔

باب دجال مدینہ میں نہیں آسکے گا۔

(۱۸۷۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا نے اور ان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ پر دجال کا رعب بھی نہیں پڑے گا اس دور میں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

۹- بَابُ لَا يَدْخُلُ الدَّجَالُ الْمَدِينَةَ
۱۸۷۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُغْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانٌ)).

[طرفاه في : ۷۱۲۵، ۷۱۲۶].

یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ہوئی کہ زمانہ نبوی میں نہ مدینہ کی فصیل تھی نہ اس میں دروازے۔ اب فصیل بھی بن گئی ہے اور سات دروازے بھی ہیں پیش گوئی کا باقی حصہ آئندہ بھی صحیح ثابت ہو گا حکومت سعودیہ خلد با اللہ تعالیٰ نے اس پاک شہر کو جو رونق اور ترقی دی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اللہ پاک اس حکومت کو ہمیشہ قائم رکھے آمین۔ حال ہی میں زیارت مدینہ سے مشرف ہو کر یہ چند حروف لکھ رہا ہوں۔

(۱۸۸۰) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نعیم بن عبداللہ الحکمری نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ کے راستوں پر فرشتے ہیں نہ اس میں طاعون

۱۸۸۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُخَمَّرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ

مَلَائِكَةً، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونَ وَلَا آسَكْتَا بِهِ دَجَالَ.

(الدُّجَالُ)). [طرفاه فی : ۵۷۳۱، ۷۱۳۳].

یعنی عام طاعون جس سے ہزاروں آدمی مر جاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے مدینہ منورہ کو ان عافیتوں سے محفوظ رکھا ہے۔

(۱۸۸۱) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے ولید نے بیان کیا، ان سے ابو عمرو و اوزاعی نے بیان کیا، ان سے اسحاق نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شہر نہیں ملے گا جسے دجال پامال نہ کرے گا، سوائے مکہ اور مدینہ کے، ان کے ہر راستے پر صدف بستہ فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کھینچے گی جس سے ایک ایک کافر اور منافق کو اللہ تعالیٰ اس میں سے باہر کر دے گا۔

۱۸۸۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَانِئٍ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطُرُهُ الدُّجَالُ، إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ، لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقَبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِينَ يَخْرُسُونَهَا. ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةَ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيُخْرِجُ اللَّهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ)).

[أطرفاه فی : ۷۱۲۴، ۷۱۳۴، ۷۴۷۳].

یعنی خود دجال اپنی ذات سے ہر بڑے شہر میں داخل ہو گا، امام ابن حزم کو یہ مشکل معلوم ہوا کہ دجال ایسی تھوڑی مدت میں دنیا کے ہر شہر میں داخل ہو تو انہوں نے یوں تاویل کی کہ دجال داخل ہونے سے اس کے اتباع اور جنود کا داخل ہونا مراد ہے۔ قطلانی نے کہا کہ ابن حزم نے اس پر خیال نہیں کیا جو صحیح مسلم میں ہے کہ دجال کا ایک ایک دن ایک ایک برس کے برابر ہو گا۔ (وحیدی) میں کہتا ہوں کہ آج کے دجالہ عصری ایجادات کے ذریعہ چند گھنٹوں میں ساری دنیا کا چکر لٹ لیتے ہیں، پھر حقیقی دجال جس زمانہ میں آئے گا اس وقت خدا جانے ایجادات کا سلسلہ کہاں تک پہنچ جائے گا۔ لہذا تھوڑی سی مدت میں اس کا تمام شہروں میں پھر جانا کوئی بعید امر نہیں ہے۔

(۱۸۸۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبید اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق ایک لمبی حدیث بیان کی، آپ نے اپنی حدیث میں یہ بھی فرمایا تھا کہ دجال مدینہ کی ایک کھاری شور زمین تک پہنچے گا اس پر مدینہ میں داخلہ تو حرام ہو گا۔ (مدینہ سے) اس دن ایک شخص اس کی طرف نکل کر بڑھے گا۔ یہ لوگوں میں ایک بہترین

۱۸۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلِ بْنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبِيدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدُّجَالِ، فَكَانَ فِيهَا حَدِيثًا بِهِ أَنْ قَالَ: ((يَأْتِي الدُّجَالُ - وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ يَنْزُلُ - بَعْضَ

نیک مرد ہو گا یا (یہ فرمایا کہ) بزرگ ترین لوگوں میں سے ہو گا وہ شخص کسے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی تھی دجال کسے گا کیا میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر ڈالوں تو تم لوگوں کو میرے معاملہ میں کوئی شبہ رہ جائے گا؟ اس کے حواری کہیں گے نہیں، چنانچہ دجال انہیں قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا، جب دجال انہیں زندہ کر دے گا تو وہ بندہ کے گاجند اب تو مجھ کو پورا حال معلوم ہو گیا کہ تو ہی دجال ہے دجال کسے گا۔ لاؤ اسے پھر قتل کر دوں لیکن اس مرتبہ وہ قابو نہ پاسکے گا۔

السَّبَاحُ النَّبِيُّ بِالْمَدِينَةِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ - أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ - يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَدِيثَهُ.

يَقُولُ الدَّجَالُ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا نَمَّ أَحْسِنُهُ هَلْ تَشْكُرُونَ فِي الْأَمْرِ؟ يَقُولُونَ: لَا. فَيَقْتُلُهُ نَمَّ يُحْيِيهِ، يَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ: وَاللَّهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ. يَقُولُ الدَّجَالُ: أَقْتُلُهُ فَلَا يَسْلُطُ عَلَيْهِ).

[طرفہ فی : ۷۱۳۲].

حقیقت میں دجال کی یہ مجال نہیں کسی کو مار کر پھر جلا سکے، یہ تو خاص صفت الہی ہے۔ مگر اللہ پاک ایمان والوں کو آزمانے کے لئے دجال کے ہاتھ پر یہ نشانی ظاہر کر دے گا۔ نادان لوگ دجال کی خدائی کے قائل ہو جائیں گے لیکن جو سچے ایمان دار ہیں اور اپنے معبود حقیقی کو پہچانتے ہیں وہ اس سے متاثر نہ ہوں گے بلکہ اس کے کافر دجال ہونے پر ان کا ایمان اور بڑھ جائے گا۔

بابِ مَدِينَةِ بَرِّ أَدْمِي كُوْنَالِ دِيْتَا هِي

(۱۸۸۳) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے محمد بن مسکدر نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ نے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی، دوسرے دن آیا تو اسے بخار چڑھا ہوا تھا کہنے لگا کہ میری بیعت کو توڑ دیجئے! تین بار اس نے یہی کہا، آپ ﷺ نے انکار کیا پھر فرمایا کہ مدینہ کی مثال بھٹی کی سی ہے کہ میل کچیل کو دور کر کے خالص جوہر کو نکھار دیتی ہے۔

۱۰- بَابُ الْمَدِينَةِ تَنْفِي الْحَبَثِ

۱۸۸۳- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سَفْيَانٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَبَاغَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَجَاءَ مِنَ الْعَدُوِّ مَحْمُومًا فَقَالَ: أَقْلَنِي، فَأَبَى - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - فَقَالَ: ((الْمَدِينَةُ كَالْكَبِيرِ تَنْفِي حَبْثَهَا، وَيَنْصَعُ طَبِئَهَا)).

[أطرافه في : ۷۲۰۹، ۷۲۱۱، ۷۲۱۶،

۷۳۲۲].

حافظ نے کہا کہ اس گوار کا نام مجھ کو معلوم نہیں اور زحشری نے غلطی کی جو اس کا نام قیس بن ابی حازم بتایا وہ تو تابعی ہیں۔

(۱۸۸۴) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا کہ میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ

۱۸۸۴- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ

جب نبی کریم ﷺ جنگِ احد کے لئے نکلے تو جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ لوگ واپس آگئے۔ (یہ منافقین تھے) پھر بعض نے تو یہ کہا کہ ہم چل کر انہیں قتل کر دیں گے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ قتل نہ کرنا چاہئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنِينَ الْخِ وَالْخِ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ (برے) لوگوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ میل کچیل دور کر دیتی ہے۔

(۱۸۸۵) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انہوں نے یونس بن شہاب سے سنا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! جتنی مکہ میں برکت عطا فرمائی ہے مدینہ میں اس سے دوگنی برکت کر۔ جریر کے ساتھ اس روایت کی متابعت عثمان بن عمر نے یونس کے واسطے کے ساتھ کی ہے۔

(۱۸۸۶) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب کبھی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری تیز فرما دیتے اور اگر کسی جانور کی پشت پر ہوتے تو مدینہ کی محبت میں اسے ایڑ لگاتے۔

رسول اللہ ﷺ کی تھے آپ کا آبائی وطن مکہ تھا مگر مدینہ تشریف لے جانے کے بعد آپ نے اسے اپنا حقیقی مستقر بنا لیا اور اس کی آبادی و ترقی میں اس قدر کوشاں ہوئے کہ اہل مدینہ کے رگ و ریشہ میں آپ کی محبت بس گئی اور اہل مدینہ اوس اور خزرج نے کبھی تصور بھی نہیں کیا کہ آپ ایک دوسری جگہ کے باشندے ہیں اور مہاجر کی شکل میں یہاں تشریف لائے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ اپنے پیارے رسول ﷺ کی اقتداء میں جس ملک میں بھی گئے۔ اسی کے باشندے ہو گئے اور اس ملک میں اپنی مسماں سے چار چاند لگا دیئے اور ہمیشہ کے لئے اسی ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔ ایسے صد ہا نمونے آج بھی موجود ہیں۔

بابِ مدینہ کا ویران کرنا نبی اکرم ﷺ
کوناگوار تھا

اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَحَدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَتْ لِرِوَقَةَ: نَقْتُلُهُمْ، وَقَالَتْ لِرِوَقَةَ: لَا نَقْتُلُهُمْ، فَزَلَّتْ: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنِينَ﴾ [النساء: ۸۸] وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارَ حَيْثُ الْحَدِيدُ)).

[طرفاہ فی : ۴۰۵۰، ۴۰۸۹].

۱۸۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفِي مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَاتِ)).

تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ يُونُسَ.

۱۸۸۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جُدْرَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ رَأْسَهُ، وَإِنْ كَانَ عَلَى ذَابِيَةِ حَوْكَمَهَا، مِنْ حُبِّهَا)).

[راجع: ۱۸۰۲]

۱۱- بَابُ كِرَاهِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ تُغْرَى الْمَدِينَةُ

(۱۸۸۷) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے خبر دی اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنو سلمہ نے چاہا کہ اپنے دور والے مکانات چھوڑ کر مسجد نبوی سے قریب اقامت اختیار کر لیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ پسند نہیں کیا کہ مدینہ کے کسی حصہ سے بھی رہائش ترک کی جائے، آپ نے فرمایا، اے بنو سلمہ! تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے، چنانچہ بنو سلمہ نے (اپنی اصلی اقامت گاہ ہی میں) رہائش باقی رکھی۔

۱۸۸۷- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَرَادَ بَنُو سَلْمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُغْرَى الْمَدِينَةُ وَقَالَ: ((يَا بَنِي سَلْمَةَ أَلَا تَخْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ؟)) فَأَقَامُوا. [راجع: ۶۵۰]

تشریح آپ کا مطلب یہ تھا کہ مدینہ کی آبادی سب طرف سے قائم رہے اور اس میں ترقی ہوتی جائے تاکہ کافروں اور منافقوں پر رعب پڑے، حضرت امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مدینہ کی اقامت ترک کرنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے بلکہ یہ اس مسلمان کی عین سعادت ہے جس کو وہاں اطمینان کے ساتھ سکونت مل جائے۔

باب

۱۲- بَاب

(۱۸۸۸) ہم سے مسد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عمر نے بیان کیا کہ مجھ سے خبیب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض (کوثر) پر ہوگا۔

۱۸۸۸- حَدَّثَنَا مُسَدُّ بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمَنْبَرِي عَلَى حَوْضِي)).

[راجع: ۱۱۹۶]

تشریح گھر سے مراد حضرت عائشہ کا حجرہ ہے، جہاں آپ آرام فرما ہیں۔ ابن عساکر کی روایت میں یوں ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان ایک کیاری ہے جنت کی کیاریوں میں سے۔ اور طبرانی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکلا اس میں بھی قبر کا لفظ ہے اللہ پاک نے آپ کو پہلے ہی سے آگاہ فرمایا تھا کہ آپ اس حجرہ میں قیامت تک آرام فرمائیں گے۔ بیان کردہ مبارک قطعہ حقیقتاً جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ بعض نے کہا اس کی برکت اور خوبی کی وجہ سے مجازاً ایسا کہا گیا اس لئے کہ وہاں عبادت کرنا خصوصی طور پر دخول جنت کا ذریعہ ہے منبر کے بارے میں جو فرمایا قدرت خداوندی سے یہ بھی بعید نہیں کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر اس منبر کو دوبارہ میرا کر کے آپ کے لئے رکھ دیا جائے۔ (واللہ اعلم بمراده) باب کا مقصد یہاں سکونت مدینہ کی ترغیب دلانا ہے۔

(۱۸۸۹) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب رسول کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ابو بکر

۱۸۸۹- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ

اور بلال رضی اللہ عنہ بخار میں مبتلا ہو گئے، ابو بکر رضی اللہ عنہ جب بخار میں مبتلا ہوئے تو یہ شعر پڑھتے۔

ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے حالانکہ اس کی موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اترتا تو آپ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے۔

”کاش! میں ایک رات مکہ کی وادی میں گذار سکتا اور میرے چاروں طرف ازخراور حلیل (گھاس) ہوتیں۔“

کاش! ایک دن میں مجننہ کے پانی پر پینچتا اور کاش! میں شامہ اور طفیل (پھاڑوں) کو دیکھ سکتا۔

کما کہ اے میرے اللہ! شبیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف مردودوں پر لعنت کر۔ انہوں نے ہمیں اپنے وطن سے اس وبا کی زمین میں نکالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی طرح پیدا کر دے جس طرح مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ! اے اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما اور مدینہ کی آب و ہوا ہمارے لئے صحت خیز کر دے یہاں کے بخار کو جحیفہ میں بھیج دے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ آئے تو یہ خدا کی سب سے زیادہ وبا والی سرزمین تھی۔ انہوں نے کہا مدینہ میں بطحان نامی ایک نالہ سے ذرا ذرا بد مزہ اور بد بو دار پانی بہا کرتا تھا۔

اللَّهُ الْمَدِينَةَ وَعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٍ،
فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَى يَقُولُ :

كُلُّ أَمْرِيءٍ مُصَبِّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَذْنِي مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَتْ عَنْهُ الْحُمَى يَرْفَعُ
عَقَبِيَّتَهُ يَقُولُ:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِينُنْ لَيْلَةَ

بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْ خَرْتُ وَجَلِيلُ

وَهَلْ أَرِدُنْ يَوْمًا مِيَاةً مَجْبِيَّةً

وَهَلْ يَبْدُونُ لِي شَامَةً وَطَفِيلُ

قَالَ: ((اللَّهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بِنَ رَبِيعَةَ وَعُقْبَةَ

بِنَ رَبِيعَةَ وَأُمَيَّةَ بِنَ خَلْفٍ، كَمَا أَخْرَجُونَا

مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ)). ثُمَّ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اللَّهُمَّ حَبِّبْ لَنَا الْمَدِينَةَ

كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ. اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي

صَاعِنَا وَفِي مُدَّنَا، وَصَحِّحْهَا لَنَا، وَأَنْفِلْ

حُمَاهَا إِلَى الْجَحْفَةِ. قَالَتْ: وَقَدِمْنَا

الْمَدِينَةَ وَهِيَ أَوْبًا أَرْضِ اللَّهِ، قَالَتْ:

فَكَانَ بَطْحَانٌ يَجْرِي نَجْلًا. تَعْنِي مَاءٌ

آجِنًا)).

[أطرافه في : ٣٩٢٦، ٥٦٥٤، ٥٦٧٧،

٦٣٧٢].

وطن کی محبت انسان کا ایک فطری جذبہ ہے، صحابہ کرام مہاجرین رضی اللہ عنہم اگرچہ برضا و رغبت اللہ و رسول ﷺ کی رضا کی خاطر اپنے وطن، اپنے گھر و در سب کو چھوڑ کر مدینہ آ گئے تھے، مگر شروع شروع میں ان کو وطن کی یاد آیا ہی کرتی تھی اور اس لئے بھی کہ ہر لحاظ سے اس وقت مدینہ کا ماحول ان کے لئے ناسازگار تھا، خاص طور پر مدینہ کی آب و ہوا ان دنوں کے موافق نہ تھی۔ اسی لئے وہ بخار میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے درد انگیز اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ مکہ شریف کا ماحول وہاں کے پہاڑ حتیٰ کہ وہاں کی گھاس تک ان کو کس قدر محبوب تھی مگر اللہ و رسول ﷺ کی محبت ان کے لئے سب سے زیادہ قیمتی تھی، حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ذکر کردہ جلیل اور ازخردو قسم کی گھاس ہیں جو اطراف مکہ میں بکثرت پیدا ہوتی ہیں اور شامہ اور طفیل مکہ سے تیس میل کے فاصلے پر دو پہاڑ ہیں۔ مجنہ مکہ سے چند میل مراظہران کے قریب ایک مقام ہے جہاں کا پانی بے حد شیریں ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے ان اشعار میں ان ہی سب کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم نے بلالی اشعار کا اردو ترجمہ اشعار میں یوں فرمایا ہے۔

الا لیت شعری هل ایبتن لیلۃ
کاش! پھر مکہ کی دادی میں رہوں میں ایک رات
بود و حولی۔ ازخرد و جلیل
سب طرف میرے آگے ہوں واں جلیل ازخرد نبت
وہل اردن یوما میاہ مجنہ
اور پیوں پانی مجنہ کے جو آب حیات
وہل یبدون لی شامہ وطفیل
کاش! پھر دیکھوں میں شامہ کاش! پھر دیکھوں طفیل

اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی دعا قبول فرمائی کہ مدینہ نہ صرف آب و ہوا بلکہ ہر لحاظ سے ایک جنت کا نمونہ شہر بن گیا اور اللہ نے اسے ہر قسم کی برکتوں سے نوازا اور سب سے بڑا شرف جو کائنات عالم میں اسے حاصل ہے وہ یہ کہ یہاں سرکار دو عالم رسول اکرم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ سچ ہے۔

دار الکرامۃ بقعة الزوراء (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱۸۹۰) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے خالد بن یزید نے، ان سے سعید بن ابی ہلال نے، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا کرتے تھے اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا کر اور میری موت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مقدر کر دے۔ ابن زریج نے روح بن قاسم سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے اپنی والدہ سے، انہوں نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح سنا تھا، ہشام نے بیان کیا، ان سے زید نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا پھر یہی حدیث روایت کی۔

اخترت بین اماکن الغبراء

۱۸۹۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَجَعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ ﷺ. وَقَالَ ابْنُ زُرَيْجٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: سَمِعْتُ عُمَرَ نَحْوَهُ. وَقَالَ هِشَامُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ حَفْصَةَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

اللہ پاک نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہر دو دعاؤں کو قبول فرمایا، ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ ہجری کا دن تھا کہ فجر میں آپ امامت کر رہے تھے ظالم ابولولو جو جوسی نے آپ کو زہر الود نخجراما، زخم کاری تھا چند دن بعد آپ کا انتقال ہو گیا اور کیم محرم

۲۳ھ بروز ہفتہ تدفین عمل میں آئی۔ اللہ پاک نے آپ کی دوسری دعا بھی اس شان کے ساتھ قبول فرمائی کہ عین حجرہ نبوی پہلوئے رسالت مآب ﷺ میں دفن کئے گئے۔ ﴿و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم﴾

الحمد للہ بے حد خوشی کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ ۱۳۸۹ھ میں مجھ کو تیسری مرتبہ پھر یہاں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور بار بار آنحضرت ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھنے کے مواقع نصیب ہوئے، یہ سفر بنگلور کے ایک مشہور محترم مرحوم بھائی محمد علی عرف بلاری پیار و قریشی رضی اللہ عنہ کے حج کے بدل کے سلسلہ میں کیا گیا اللہ پاک اسے قبول فرمائے اور مرحوم کے لئے اجر و ثواب ثابت فرمائے اور میرے لئے اور میری آل و اولاد کے لئے بھی اس مبارک سفر کی دعاؤں کے نتیجہ میں ترقیات دارین عطا فرمائے اور میرے ان جملہ محترم بھائیوں کے لئے بھی جو بہ سلسلہ بخاری شریف مترجم اردو مجھے اپنے ہر ممکن تعاون سے نواز رہے ہیں، اللہ پاک ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سارے مسلمانان عالم کو سربلندی و رفعت عطا کرے۔ (آمین یا رب العالمین) ابواب العرۃ ختم شدہ بفضلہ تعالیٰ۔

۳۰۔ کتاب الصوم

کتاب مسائل روزہ کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صوم لغت میں روکنے کو کہتے ہیں، شرعاً ایک عبادت کا نام ہے جس میں ایک مسلمان مرد عورت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رک جاتا ہے، سال میں ایک مہینہ ایسا روزہ رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، عورتوں کے لئے اور مریض مسافر کے لئے کچھ رعایت ہیں جو مذکور ہوں گی۔ اس مہینہ کو رمضان کہا جاتا ہے جو رمض سے مشتق ہے جس کے معنی جلنے کے ہیں جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے وہ سخت گرمی کا مہینہ تھا اس لئے لفظ رمضان سے موسوم ہوا۔ بعض نے کہا اس ماہ میں روزہ رکھنے والوں کے گناہ جل جاتے ہیں۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ مجتہد اعظم امام بخاری رضی اللہ عنہما یہاں آیت قرآنی لائے ہیں۔ جو شخص رمضان کے روزوں کی فرضیت کا انکار کرے وہ بلا اتفاق کافر ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں الصیام فی اللغة الامساک و فی الشرع امساک مخصوص فی زمن مخصوص بشرائط مخصوصة و کان فرض صوم شہر رمضان فی السنة الثانية من الهجرة (نبیل) یعنی روزہ لغت میں رک جانا اور شریعت میں مخصوص شرائط کے ساتھ ایک مخصوص وقت میں مخصوص طور پر رک جانا اور ماہ رمضان کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے۔

باب رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ تم گناہوں سے بچو۔“

(۱۸۹۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابو سہیل نے، ان سے ان کے والد مالک نے اور ان سے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک اعرابی پریشان حال پال بکھرے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! بتائیے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں، یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو، پھر اس نے کہا بتائیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روزے کتنے فرض کئے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے مہینے کے، یہ اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفل روزے اور بھی رکھ لو، پھر اس نے پوچھا اور بتائیے زکوٰۃ کس طرح مجھ پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے؟ آپ ﷺ نے اسے شرع اسلام کی باتیں بتادیں۔ جب اس اعرابی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی! نہ میں اس میں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے کچھ بڑھاؤں گا اور نہ گھٹاؤں گا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ مراد کو پہنچایا (آپ نے یہ فرمایا کہ) اگر سچ کہا ہے تو جنت میں جائے گا۔

۱- باب وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳].

۱۸۹۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُيَيْدٍ اللَّهِ: ((أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطْوَعُ شَيْئًا)). فَقَالَ: أَخْبِرْنِي مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ؟ فَقَالَ: ((شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطْوَعُ شَيْئًا)). فَقَالَ: أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ؟ فَقَالَ: ((فَأَخْبِرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ)). قَالَ: وَاللَّيْلِ أَكْرَمَكَ، لَا أَتَطْوَعُ شَيْئًا وَلَا أَنْقُضُ بِمَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ شَيْئًا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ. أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ)). [راجع: ۴۶]

اس دیہاتی کا نام حمام بن ثعلبہ تھا، اس حدیث سے رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوئی۔ حضرت امام بخاری نے اس مقصد کے تحت یہاں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس دیہاتی نے نفلوں کا انکار نہیں کیا، کمی یا بیشی نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ مستحق بشارت نبوی ہوا۔

(۱۸۹۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشورہ کا روزہ

۱۸۹۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((صَامَ النَّبِيُّ ﷺ عَاشُورَاءَ

رکھا تھا اور آپ نے اس کے رکھنے کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابتداء اسلام میں حکم دیا تھا، جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کا روزہ بطور فرض چھوڑ دیا گیا، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھتے مگر جب ان کے روزے کا دن ہی یوم عاشورہ آن پڑتا۔

یعنی جس دن ان کو روزہ رکھنے کی عادت ہوتی مثلاً پیر یا جمعرات اور اس دن عاشورہ کا دن بھی آ پڑتا تو روزہ رکھ لیتے تھے۔ یوم عاشورہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو کہا جاتا ہے، یہ قدیم زمانے سے ایک تاریخی دن چلا آ رہا ہے۔

(۱۸۹۳) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی حبیب نے اور ان سے عراق بن مالک نے بیان کیا، انہیں عروہ نے خبر دی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزہ کا حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا جی چاہے یوم عاشورہ کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

باب روزہ کی فضیلت کا بیان

(۱۸۹۳) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ دوزخ سے بچنے کے لئے ایک ڈھال ہے، اس لئے (روزہ دار) نہ بخش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گلی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں، (یہ الفاظ) دو مرتبہ (کہہ دے) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوات میرے لئے چھوڑتا ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے۔

وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ. وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَصُومُهُ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صَوْمَهُ. [طرفاء فی: ۴۵۰، ۲۰۰۰].

۱۸۹۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرْ)). [راجع: ۱۵۹۲]

- بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

۱۸۹۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الصَّيَامُ جَنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثُ وَلَا يَجْهَلُ. وَإِنْ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ - مَرَّتَيْنِ - وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، الصَّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا)).

[طرفاء فی: ۱۹۰۴، ۵۹۲۷، ۷۴۹۲]

جہالت کی باتیں مثلاً ٹھکانا، بیہودہ جموٹ اور لغو باتیں اور چیخنا چلانا، غل مچانا۔ سعید بن منصور کی روایت میں یوں ہے کہ جس نہ کہے نہ کسی سے جھگڑے۔ ابوالشیخ نے ایک ضعیف حدیث میں نکالا کہ روزہ دار جب قبروں میں سے انھیں گے تو اپنے منہ کی بو سے پہچان لئے جائیں گے اور ان کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوگی۔ ابن علام نے کہا کہ دنیا ہی میں روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے اور روزہ ایک ایسا عمل ہے جس میں ریا نمود کو دخل نہیں ہوتا۔ آدمی خالص خدا ہی کے ڈر سے اپنی تمام خواہشیں چھوڑ دیتا ہے۔ اس وجہ سے روزہ خاص اس کی عبادت ہے اور اس کا ثواب ہمت ہی بڑا ہے بشرطیکہ روزہ حقیقی روزہ ہو۔

باب روزہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

۳- بَابُ الصَّوْمِ كَفَّارَةٌ

۱۸۹۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: ((قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَنْ يَحْفَظُ حَدِيثَنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ؟ قَالَ حُذَيْفَةُ: أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكْفَرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ)). قَالَ: لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ ذُو، إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ النَّبِيِّ تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ قَالَ: وَإِنْ دُونَ ذَلِكَ بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ: فَيُفْتَحُ أَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ. قَالَ: ذَلِكَ أَجْدَرُ أَنْ لَا يُغْلَقَ إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ: سَلْهُ، أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مِنَ الْبَابِ؟ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: نَعَمْ، كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ عَبْدِ اللَّيْلَةِ)).

۱۸۹۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے جامع بن راشد نے بیان کیا، ان سے ابودائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت عمرؓ نے پوچھا فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ انسان کے لئے اس کے بال بچے، اس کا مال اور اس کے پڑوسی فتنہ (آزمائش و امتحان) ہیں جس کا کفارہ نماز روزہ اور صدقہ بن جاتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کے متعلق نہیں پوچھتا میری مراد تو اس فتنہ سے ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح امنڈ آئے گا۔ اس پر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے (یعنی آپ کے دور میں وہ فتنہ شروع نہیں ہو گا) عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ دروازہ کھل جائے گا توڑ دیا جائے گا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ توڑ دیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تو قیامت تک کبھی بند نہ ہو پائے گا۔ ہم نے مسروق سے کہا آپ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھئے کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے، چنانچہ مسروق نے پوچھا تو آپ نے فرمایا ہاں! بالکل اس طرح (انہیں علم تھا) جیسے رات کے بعد دن کے آنے کا علم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں نماز کے ساتھ روزہ کو بھی گناہوں کا کفارہ کہا گیا ہے، یہی باب کا مقصد ہے، یہاں جن فتنوں کی طرف اشارہ ہے ان سے وہ فتنے مراد ہیں جو خلافت راشدہ ہی میں شروع ہو گئے تھے اور آج تک ان فتنوں کے خطرناک اثرات امت میں افتراق کی شکل میں باقی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراسات کی بنا پر جو کچھ فرمایا تھا وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ اللہم صل و سلم علی حبیبک و علی صاحبیہ و اغفر لنا و ارحمنا یا ارحم الراحمین

[راجع: ۵۲۵]

۴- بَابُ الرِّيَانِ لِلصَّائِمِينَ

باب روزہ داروں کے لئے ریان (نامی ایک دروازہ جنت)

باب روزہ داروں کے لئے ریان (نامی ایک دروازہ جنت)

۴- بَابُ الرِّيَانِ لِلصَّائِمِينَ

میں بنایا گیا ہے اس کی تفصیل کا بیان)

(۱۸۹۶) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ ابن دینار نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد سلمی نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہیں داخل ہو گا۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں اندر جانے پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اندر نہ جاسکے گا۔

[طرفہ بی : ۳۲۵۷۔]
لفظ ریان ری سے مشتق ہے جس کے معنی سیرابی کے ہیں چونکہ روزہ میں پیاس کی تکلیف ایک خاص تکلیف ہے جس کا بدل ریان ہی ہو سکتا ہے جس سے سیرابی حاصل ہو اس لئے یہ دروازہ خاص روزہ داروں کے لئے ہو گا جس میں داخل ہو کر وہ سیراب اور قطعی سیراب ہو جائیں گے پھر وہ تا ابد پیاس محسوس نہیں کریں گے وجعلنا اللہ منہم آمین

(۱۸۹۷) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہو گا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا، جو مجاہد ہو گا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو روزہ دار ہو گا اسے ”باب ریان“ سے بلایا جائے گا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہو گا اسے زکوٰۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا، اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے

۱۸۹۶- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سَلِيمَانَ بْنَ بِلَالٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ سَلَمِيُّ قَالَ : ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرِّيَانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَتَيْنَ الصَّائِمُونَ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أَغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ)).

۱۸۹۷- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ : يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرِّيَانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ)). فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : يَا أَبَايَ أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا عَلَيَّ مِنْ دُعِيٍّ مِنْ بِلِكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ،

فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟
قَالَ: ((نَعَمْ، وَأَرْجُوا أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ)).

[أطرافه في: ۲۸۴۱، ۳۲۱۶، ۳۶۶۶].

اس حدیث سے جہاں اور بہت سی باتیں معلوم ہوئیں وہاں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور زبان رسالت مآب ﷺ نے ان کو اعلیٰ درجہ کا جنتی قرار دیا ہے۔ تفہیم ان لوگوں پر جو اسلام کے اس مایہ ناز فرزند کی شان میں گستاخی کریں۔ ہدایہ اللہ آمین۔

باب رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان؟

اور جن کے نزدیک دونوں لفظوں کی گنجائش ہے۔
اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور آپ نے فرمایا کہ رمضان سے آگے روزہ نہ رکھو۔

۵- بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانَ أَوْ شَهْرُ

رَمَضَانَ، وَمَنْ رَأَى كُتْلَهُ وَاسِعًا

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ))

وَقَالَ: ((لَا تَقْدُمُوا رَمَضَانَ)).

یہ باب لا کر امام بخاری نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا جسے ابو عدی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا ہے کہ رمضان مت کہو۔ رمضان اللہ کا ایک نام ہے، اس کی سند میں ابو معشر ہے، وہ ضعیف الحدیث ہے۔ لفظ رمضان نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوا اور شہر رمضان خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ دونوں طرح سے اس مہینہ کا نام لیا جاسکتا ہے ان ہر دو احادیث کو خود امام بخاری نے وصل کیا ہے۔

(۱۸۹۸) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابو سہل نافع بن مالک نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۱۸۹۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ

جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

قَالَ: ((إِذَا جَاءَ رَمَضَانَ فَتُحْتَأَبْوَابُ

الْجَنَّةِ)). [طرفاه في: ۱۸۹۹، ۳۲۷۷].

یہاں بھی خود آنحضرت ﷺ نے لفظ رمضان استعمال فرمایا۔ حدیث اور باب میں یہی مطابقت ہے۔
(۱۸۹۹) مجھ سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ مجھے بنو تمیم کے مولیٰ ابو سہیل ابن ابی انس نے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جبر دیا جاتا ہے۔

۱۸۹۹- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي

اللَيْثُ عَنْ عَقِيلِ بْنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ:

أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ مَوْلَى التَّمِيمِيِّينَ أَنَّ

أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا

دَخَلَ رَمَضَانَ فَتُحْتَأَبْوَابُ السَّمَاءِ،

وَعُغِّلَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ

الشَّيَاطِينُ)). [راجع: ۱۸۹۸]

آنحضرت ﷺ نے شہرِ رمضان کا لفظ استعمال فرمایا اس سے باب کا مقصد ثابت ہو گیا۔

۱۹۰۰- ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جب رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ شروع کر دو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزہ انظار کر دو اور اگر ابر ہو تو اندازہ سے کام کرو۔ (یعنی تیس روزے پورے کر لو اور بعض نے لیث سے بیان کیا کہ مجھ سے عقیل اور یونس نے بیان کیا کہ ”رمضان کا چاند“ مراد ہے۔

۱۹۰۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَافْطِرُوا. فَإِنَّ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَقْدَرُوا لَهُ)). وَقَالَ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ وَيُونُسُ ((لِلْهَلَالِ رَمَضَانَ)).

[طرفاہ فی : ۱۹۰۶، ۱۹۰۷].

مقصود یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزے شروع کرنے اور عید الفطر منانے ہر دو کے لئے رویت ہلال ضروری ہے، اگر ہر دو مرتبہ ۲۹ تاریخ میں رویت ہلال یقینی نہ ہو تو تیس دن پورے کرنے ضروری ہیں، عید کے چاند میں لوگ بہت سی بے اعتدالیاں کر جاتے ہیں جو نہ ہونی چاہئیں۔

باب جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت کر کے رکھے اس کا ثواب

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ لوگوں کو قیامت میں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

۱۹۰۱- ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۶- بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاخْتِسَابًا وَرِيَّةً

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((يُنْتَعُونَ عَلَيَّ نِيَاتِهِمْ)).

۱۹۰۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ((قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاخْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاخْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

ہر عمل کے لئے نیت کا درست ہونا ضروری ہے، روزہ بھی بہترین عمل ہے۔ بشرطیکہ خلوص دل کے ساتھ محض رضائے الہی کی نیت سے رکھا جائے اور حکم الہی پر یقین ہونا بھی شرط ہے کہ محض ادائیگی رسم نہ ہو پھر نہ ثواب ملے گا جو یہاں مذکور ہے۔ اس حدیث من صام الخ کے ذیل میں استاذ الکمل حضرت شاہ ولی اللہ محدث مرحوم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ

ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے میں قوت ملکی کے غالب ہونے اور قوت بہیمی کے مغلوب ہونے کے لئے یہ مقدار کافی ہے کہ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔

باب نبی کریم ﷺ رمضان میں سب سے زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے

۷- بَابُ أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ

۱۹۰۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عُنَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتَيْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ، يَغْرُضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْفَرَّانَ، فَإِذَا لَقِيَهِ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ)). [راجع: ۶]

۱۹۰۳- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ

باب جو شخص رمضان میں جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا نہ چھوڑے

۸- بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ

۱۹۰۳- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ يَدَعْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)). [طرفه في: ۶۰۵۷].

۱۹۰۳- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ يَدَعْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)). [طرفه في: ۶۰۵۷].

معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ اور دغا بازی نہ چھوڑنے والا انسان روزہ کی توہین کرتا ہے اس لئے اللہ کے یہاں اس کے روزے کا کوئی وزن نہیں قال البیضاوی لیس المقصود من شرعية الصوم نفس الحووع والعطش بل ما ينشع من كسر الشهوات وخطوب النفس الامارة للنفس المظمنة فاذا لم يحصل ذلك لا ينظر الله اليه نظر القبول فتح ليعني روزہ سے محض جھوٹ و پھاس مراد نہیں ہے

بلکہ مراد یہ بھی ہے کہ شہوات نفسانی کو ترک کیا جائے، نفس امارہ کو اطاعت پر آمادہ کیا جائے تاکہ وہ نفس مطمئنہ کے پیچھے لگ سکے۔ اگر یہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے تو اللہ پاک اس روزہ پر نظر قبول نہیں فرمائے گا۔ روزہ دار کے منہ کی بدبو خدا کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ عبادت کے پسندیدہ ہونے سے اس کا اثر بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے اور عالم مثال میں بجائے عبادت کے وہ اثر متمثل ہو جاتا ہے، اسی لئے آپ نے اس کے سبب سے ملائکہ کو خوشی پیدا ہونے اور اللہ پاک کی رضامندی کو ایک پلہ میں اور بنی آدم کو مشک کے سونگھنے پر جو سرور حاصل ہوتا ہے اس کو ایک پلہ میں رکھا تاکہ یہ رمز غیبی ان کے لئے ظاہر ہو جائے۔ (حجۃ اللہ الباقی)

۹- بَابُ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا

باب کوئی روزہ دار کو اگر گلی دے تو اسے یہ کہنا چاہئے کہ

شَيْمٌ

میں روزہ سے ہوں؟

(۱۹۰۴) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی، انہیں ابو صالح (جو روغن زیتون اور گھی بیچتے تھے) نے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لئے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہ کرنی چاہئے اور نہ شور مچائے۔ اگر کوئی شخص اس کو گلی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہو گا۔

۱۹۰۴- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُسُفَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ أَبِي صَالِحِ الزُّبَايَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَالَ اللَّهُ: كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ لِي، إِلَّا الصَّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصَّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمَ صَوْمٍ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْتَفِئْ وَلَا يَصْنَحْ، فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمَسْكَ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ)).

[راجع: ۱۸۹۴]

یعنی دنیا میں بھی آدمی نیک عمل سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھاتا ہے گو اس کی ریا کی نیت نہ ہو مثلاً لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہیں مگر روزہ ایسی مخفی عبادت ہے جس کا صلہ اللہ دے گا بندوں کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

باب جو مجرد ہو اور زنا سے ڈرے

تو وہ روزہ رکھے

۱۰- بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلَى

نَفْسِهِ الْغُرُوبَةَ

(۱۹۰۵) ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابو حمزہ نے، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے بیان کیا کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا اگر کوئی صاحب طاقت والا ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نظر کو سنبھالنے اور شرمگاہ کو بد فعلی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزے رکھو۔ اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزے رکھنا چھوڑ دو

اور صلہ نے عمارؓ سے بیان کیا کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے حضرت ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی۔

(۱۹۰۶) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ تعنی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جب تک چاند نہ دیکھو روزہ شروع نہ کرو، اسی طرح جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ موقوف نہ کرو اور اگر ابر چھا جائے تو تیس دن پورے کر لو۔

۱۹۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ
قَالَ: بَيْنَا أَنَا وَأُمِّسِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ فَقَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ
اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضُ
لِلْبَصَرِ، وَأَخْصَنُ لِلْفَرْجِ. وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ
فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ)).
[طرفاه فی: ۵۰۶۵، ۵۰۶۶].

۱۱- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا
رَأَيْتُمُ الْهَيْلَالَ فَصُومُوا، وَإِذَا آتَيْتُمُوهُ
فَأَفْطِرُوا))

وَقَالَ صِلَةَ عَنْ عَمَّارٍ: ((مَنْ صَامَ يَوْمَ
الشُّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ)).

۱۹۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ
مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((لَا تَصُومُوا حَتَّى
تَرَوْا الْهَيْلَالَ، وَلَا تَفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ،
فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَقْدِرُوا لَهُ)).

[راجع: ۱۹۰۰]

معلوم ہوا کہ ماہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند میں شک ہو جائے کہ ہو یا نہ ہو تو اس دن روزہ رکھنا منع ہے بلکہ ایک حدیث میں ایسا روزہ رکھنے والوں کو حضرت ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کا نافرمان بتلایا گیا ہے۔ اسی طرح عید کا چاند بھی اگر ۲۹ تاریخ کو نظر نہ آئے یا بادل وغیرہ کی وجہ سے شک ہو جائے تو پورے تیس دن روزے رکھ کر عید منانی چاہئے۔ حجتہ السنہ حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں چونکہ روزے کا زمانہ قمری مہینہ کے ساتھ رویت ہلال کے اعتبار سے منضبط تھا اور وہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے لہذا اشتباہ کی صورت میں اس اصل کی طرف رجوع کرنا ہوا۔

۱۹۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ
(۱۹۰۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک نے،

ان سے عبد اللہ بن دینار نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ کبھی انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لئے (انتیس پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ شروع کرو اور اگر ابر ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کر لو۔

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الشَّهْرُ بَسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ)).

[راجع: ۱۹۰۰]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قال فی المواہب و ہذا مذہبنا و مذہب مالک و ابی حنیفہ و جمہور السلف و الخلف و قال بعضهم ان المراد تقدیر منازل القمر و ضبط حساب النجوم حتی یعلم ان الشهر ثلاثون او تسع و عشرون و هذا القول غیر سدید فان قول المنجمین لا یعمد علیہ (لمعات) یعنی جمہور علمائے سلف اور خلف کا اسی حدیث پر عمل ہے بعض لوگوں نے حدیث بلا میں لفظ فاقد روا سے حساب نجوم کا ضبط کرنا مراد لیا ہے یہ قول درست نہیں ہے اور اہل نجوم کا قول اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ آج کل تقویم میں جو تاریخ بتلائی جاتی ہے اگرچہ ان کے مرتب کرنے والے پوری کوشش کرتے ہیں مگر شرعی امور کے لئے محض ان کی تحریرات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا خاص طور پر رمضان اور عیدین کے لئے رویت ہلال یا دو معتبر گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔

(۱۹۰۸) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جہلہ بن سحیم نے بیان کیا، کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہینہ اتنے دنوں اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے۔ تیسری مرتبہ کہتے ہوئے آپ نے انگوٹھے کو دبا لیا۔

۱۹۰۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُهَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا، وَخَسَّ الْإِنْبَهَامَ فِي الثَّالِثَةِ)).

[اطرافہ فی: ۱۹۱۳، ۵۳۰۲۔]

مراد یہ کہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا مہینہ ہوتا ہے۔

(۱۹۰۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، کہا میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، یا ایہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند ہی دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند ہی دیکھ کر روزہ موقوف کرو اور اگر ابر ہو جائے تو تیس دن پورے کر لو۔

۱۹۰۹- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ- أَوْ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ- ((صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَافْطَرُوا لِرُؤْيَيْهِ، فَإِنْ غَمِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ)).

(۱۹۱۰) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی نے، ان سے عکرمہ بن عبد الرحمن نے اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج سے

۱۹۱۰- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ

ایک مہینہ تک جدا رہے پھر انیس دن پورے ہو گئے تو صبح کے وقت یا شام کے وقت آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اس پر کسی نے کہا آپ نے تو عمد کیا تھا کہ آپ ایک مہینہ تک ان کے یہاں تشریف نہیں لے جائیں گے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ انیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آتَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضَى بَسْعَةً وَعِشْرُونَ يَوْمًا غَدَا - أَوْ رَاحَ - فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ خَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخَلَ شَهْرًا فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ بَسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا)).

[طرفہ فی : ۵۲۰۲]

(۱۹۱۱) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں سے جدا رہے تھے، آپ کے پاؤں میں موج آگئی تھی تو آپ نے بلاخانہ میں انیس دن قیام کیا تھا، پھر وہاں سے اترے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا۔ جواب میں آپ نے فرمایا کہ مہینہ انیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

۱۹۱۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: آتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ، وَكَانَتْ انْفَكَّت رِجْلُهُ، فَأَقَامَ فِي مَشْرَبَةٍ بَسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ آتَيْتَ شَهْرًا، فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ بَسْعًا

وَعِشْرِينَ)). [راجع: ۳۷۸]

باب عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اسحاق بن راہویہ نے (اس کی تشریح میں) کہا کہ اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی (اجر کے اعتبار سے) تیس دن کا ثواب ملتا ہے محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے کہا (مطلب یہ ہے) کہ دونوں ایک سال میں ناقص (انیس انیس دن کے) نہیں ہو سکتے۔

۱۲ - بَابُ شَهْرًا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِسْحَاقُ: وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَمَامٌ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَجْتَمِعَانِ كِلَاهُمَا نَاقِصًا.

حضرت امام بخاری نے اسحاق اور ابن سیرین کے قول نقل کر کے اس حدیث کی تفسیر کر دی، امام احمد نے فرمایا ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر رمضان ۲۹ دن کا ہو تو ذی الحجہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے، اگر ذی الحجہ ۳۰ دن کا ہو تو رمضان ۳۰ دن کا ہوتا ہے مگر اس تفسیر میں بہ قاعدہ نجوم شبہ رہتا ہے۔ بعض سال ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رمضان اور ذی الحجہ ۲۹ دن کے ہوتے ہیں اس لئے صحیح اسحاق بن راہویہ کی تفسیر ہے۔ امام بخاری نے اسی لئے اس کو پہلے بیان فرمایا کہ راجح یہی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شرعاً عید لا ینقصان بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ انیس انیس دنوں کے نہیں ہوتے بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ تیس و انیس کا اجر برابر ہی ملتا ہے اور یہ اخیر معنی قواعد شرعیہ کے لحاظ سے زیادہ چسپاں ہوتے ہیں۔ گویا آپ نے اس بات کا دفع کرنا چاہا کہ کسی کے دل میں کسی بات کا وہم نہ گذرے۔

(۱۹۱۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر بن سلمان نے بیان

۱۹۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ

کیا، کہا کہ میں نے اسحاق سے سنا، انہوں نے عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھے مسدد نے خبر دی، ان سے معتمر نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں میں ناقص نہیں رہتے۔
مراد رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے ہیں۔

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ہم لوگ حساب کتاب نہیں جانتے

(۱۹۱۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اسود بن قیس نے بیان کیا، ان سے سعید بن عمرو نے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہم ایک بے پڑھی لکھی قوم ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب کرتا۔ مہینہ یوں ہے اور یوں ہے۔ آپ کی مراد ایک مرتبہ انتیس (دونوں سے) تھی اور ایک مرتبہ تیس سے۔ (آپ نے دسوں انگلیوں سے تین بار بتلایا)

باب رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزے نہ رکھے جائیں

(۱۹۱۴) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھے۔

قَالَ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ يَعْنِي ابْنَ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. ح وَحَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ، شَهْرًا عِيدِ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ)).

۱۳- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا نَكْتَبُ وَلَا نَحْسِبُ))

۱۹۱۳- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَةٌ لَا نَكْتَبُ وَلَا نَحْسِبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا)). يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ.

[راجع: ۱۹۰۸]

۱۴- بَابُ لَا يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ

۱۹۱۴- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ)).

مثلاً کوئی ہر ماہ میں پیر یا جمعرات کا یا کسی اور دن کا روزہ ہر ہفتہ رکھتا رہتا ہے اور اتفاق سے وہ دن شعبان کی آخری تاریخوں میں آ گیا تو وہ یہ روزہ رکھ لے، نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت اس لئے بھی وارد ہوئی ہے تاکہ رمضان کے لئے طاقت قائم رہے اور کمزوری لاحق نہ ہو۔ الغرض ہر ہر قدم پر شریعت کے امر و نہی کو سامنے رکھنا یہی دین اور یہی عبادت اور یہی اسلام ہے اور یہی ایمان، ہر ہر جگہ اپنی عقل کا دخل ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہئے۔

باب اللہ عزوجل کا فرمانا کہ

حلال کر دیا گیا ہے تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، اللہ نے معلوم کیا کہ تم چوری سے ایسا کرتے تھے۔ سو معاف کر دیا تم کو اور درگزر کی تم سے پس اب صحبت کرو ان سے اور ڈھونڈو جو لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں۔ (اولاد سے)

۱۵- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ :
هُاجِلٌ لَكُمْ لَيْلَةَ الصَّيَامِ الرَّفْتُ إِلَى نِسَائِكُمْ، هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لِهِنَّ، عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ، فَلَا تَأْتُوا بَشْرُوهُمْ وَأَبْتُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ﴿١٨٧﴾
[البقرة : ۱۸۷]

(۱۹۱۵) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے، ان سے ابواسحاق نے اور ان سے براء بن عتبہ نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) حضرت محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب روزہ سے ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار سے پہلے بھی سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی، پھر ایسا ہوا کہ قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا (اس وقت تو کچھ) نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں کہیں سے لاؤں گی، دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لئے آنکھ لگ گئی جب بیوی واپس ہوئیں اور انہیں (سوتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا افسوس تم محروم ہی رہے! لیکن دوسرے دن وہ دوپہر کو بے ہوش ہو گئے جب اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی ”حلال کر دیا گیا تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا“ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی ”کھاؤ بیویاں تک کہ ممتاز ہو جائے تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری (صبح صادق)

۱۹۱۵- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارَ فَتَمَّ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتَّى يُنْسِيَ. وَإِنْ قَيْسَ بْنِ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ كَانَ صَائِمًا، فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارَ أَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ لَهَا: أَعِنْدَكَ طَعَامٌ؟ قَالَتْ: لَا، وَلَكِنْ أَنْطَلِقُ فَأَطْلُبُ لَكَ، وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ، فَلَعَلَّتْهُ عَيْنَاهُ، فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةَ لَكَ، فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارَ غَشِيَ عَلَيْهِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿هُاجِلٌ لَكُمْ لَيْلَةَ الصَّيَامِ الرَّفْتُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ فَفَرَحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا، وَنَزَلَتْ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبَيِّنَ لَكُمْ التَّخِيطُ﴾

سیاہ دھاری (صبح کاذب) سے۔

الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ ﴿﴾

[طرفہ فی : ۴۰۸]۔

نسائی کی روایت میں یہ مضمون یوں ہے کہ روزہ دار جب شام کا کھانا کھانے سے پہلے سو جائے، رات بھر کچھ نہیں کھا پی سکتا تھا یہاں تک کہ دوسری شام ہو جاتی اور ابو الشیخ کی روایت میں یوں ہے کہ مسلمان افطار کے وقت کھاتے پیتے عورتوں سے صحبت کرتے، جب تک سوتے نہیں۔ سونے کے بعد پھر دوسرا دن ختم ہونے تک کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ ابتداء میں تھا بعد میں اللہ پاک نے روزہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور جملہ مشکلات کو آسان فرمایا۔

باب (سورہ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ ”سحری کھاؤ اور پیو“ یہاں تک کہ کھل جائے تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری (صبح صادق) سیاہ دھاری یعنی صبح کاذب سے پھر پورے کرو اپنے روزے سورج چھپنے تک (اس سلسلے میں) براء بنی شیبہ کی ایک روایت بھی نبی کریم ﷺ سے مروی ہے

۱۶- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ

الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ

مِنَ الْفَجْرِ، ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى

اللَّيْلِ﴾ فِيهِ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۹۱۶) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حصین بن عبد الرحمن نے خبر دی اور ان سے شعبی نے، ان سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ”تَا أَتَكَه كَهْل جَائے تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے۔ تو میں نے ایک سیاہ دھاگہ لیا اور ایک سفید اور دونوں کو تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور رات میں دیکھتا رہا مجھ پر ان کے رنگ نہ کھلے، جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے تو رات کی تاریکی (صبح کاذب) اور دن کی سفیدی (صبح صادق) مراد ہے۔

۱۹۱۶- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا

هَشِيمٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿حَتَّى

يَتَبَيَّنَ لَكُمْ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ

الْأَسْوَدِ﴾ عَمَدْتُ إِلَى عِقَالِ أَسْوَدٍ وَإِلَى

عِقَالِ أَبِيضٍ فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وَسَادَتِي،

فَجَعَلْتُ أَنْظُرَ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِينُ لِي.

فَعَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ

ذَلِكَ فَقَالَ: ((إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ

وَبَيَاضُ النَّهَارِ)).

[طرفہ فی : ۴۰۹، ۴۱۰]۔

عدی بن حاتم کو آپ کے بتلانے پر حقیقت سمجھ میں آئی کہ یہاں صبح کاذب اور صبح صادق مراد ہیں۔

(۱۹۱۷) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے سہل

۱۹۱۷- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ

بن سعد نے (دوسری سند امام بخاری) نے کہا اور مجھ سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا ان سے ابو غسان محمد بن مطرف نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت نازل ہوئی ”کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری، سیاہ دھاری سے کھل جائے“ لیکن من الفجر (صبح کی) کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ جب روزے کا ارادہ ہوتا تو سیاہ اور سفید دھاگے لے کر پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دینے لگتے کھانا پینا بند نہ کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کے الفاظ نازل فرمائے پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔

بْنِ سَعْدٍ. وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: ((أَنْزَلَتْ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبَيِّنَ لَكُمْ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ وَأَمَّ يَنْزِلُ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدَهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ، وَكَمْ يَزَلُ يَأْكُلُ حَتَّى يَبَيِّنَ لَهُ رُؤْيُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ بَعْدُ: ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوا أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْني اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ)).

[طرفہ فی : ۴۵۱۱].

تشریح | ابتداء میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض لوگوں نے طلوع فجر کا مطلب نہیں سمجھا اس لئے وہ سفید اور سیاہ دھاگے سے فجر معلوم کرنے لگے مگر جب من الفجر کے لفظ نازل ہوئے تو ان کو حقیقت کا علم ہوا۔ سیاہ دھاری سے رات کی اندھیری اور سفید دھاری سے صبح کا اجالا مراد ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے

(۱۹، ۱۹۱۸) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور (عبید اللہ ابن عمر نے یہی روایت) قاسم بن محمد سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔ قاسم نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور ام مکتوم رضی اللہ عنہما) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے اترتے۔

۱۷- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحْرِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ))
۱۹۱۸، ۱۹۱۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أَسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ عُمَرَ، وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ بِلَالَ كَانَ يُؤذِّنُ بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ لَا يُؤذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ)). قَالَ الْقَاسِمُ: وَكَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا)).

[راجع: ۶۱۷]

علامہ قسطلانی نے نقل کیا کہ صحابہؓ کی سحری بہت قلیل ہوتی تھی، ایک آدھ کھجور یا ایک آدھ لقمہ اس لئے یہ قلیل فاصلہ بتلایا گیا۔ حدیث ہذا میں صاف مذکور ہے کہ بلالؓ صبح صادق سے پہلے اذان دیا کرتے تھے یہ ان کی سحری کی اذان ہوتی تھی اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ فجر کی اذان اس وقت دیتے جب لوگ ان سے کہتے کہ فجر ہو گئی ہے کیونکہ وہ خود ناپیتا تھے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں والمعنی فی الجمیع ان بلا لکان یوذن قبل الفجر ثم یربص بعد للدعاء ونحوہ ثم یرقب الفجر فاذا اقارب طلوعہ نزل فاحبر ابن ام مکتوم الخ یعنی حضرت بلالؓ فجر سے قبل اذان دے کر اس جگہ دعاء کے لئے ٹھہرے رہتے اور فجر کا انتظار کرتے جب طلوع فجر قریب ہوتی تو وہاں سے نیچے اتر کر ابن ام مکتومؓ کو اطلاع کرتے اور وہ پھر فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔ ہر دو کی اذان کے درمیان قلیل فاصلہ کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے آیت قرآنیہ ﴿حَتَّىٰ يَبِیِّنَ لَکُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ﴾ (البقرة: ۱۸۷) سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صبح صادق نمایاں ہو جانے تک سحری کھانے کی اجازت ہے۔ جو لوگ رات رہتے ہوئے سحری کھا لیتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت سحری وہی ہے کہ اس سے فارغ ہونے اور فجر کی نماز شروع کرنے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہو جتنا کہ پچاس آیات کے پڑھنے میں وقت صرف ہوتا ہے طلوع فجر کے بعد سحری کھانا جائز نہیں ہے۔

باب سحری کھانے میں دیر کرنا

۱۸- بَابُ تَعَجِيلِ السُّحُورِ

(۱۹۲۰) ہم سے محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تاکہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے۔

۱۹۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبِيدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي، ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَتِي أَنْ أَذْرِكَ السُّجُودَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

ﷺ)). [راجع: ۵۷۷]

یعنی سحری وہ بالکل آخر وقت کھایا کرتے تھے پھر جلدی سے جماعت میں شامل ہو جاتے کیونکہ آنحضرت ﷺ فجر کی نماز ہمیشہ طلوع فجر کے بعد اندھیرے ہی میں پڑھا کرتے تھے ایسا نہیں جیسا کہ آج کل حنفی بھائیوں نے معمول بنا لیا ہے کہ نماز فجر بالکل سورج نکلنے کے وقت پڑھتے ہیں، ہمیشہ ایسا کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے۔ نماز فجر کو اول وقت ادا کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

باب سحری اور فجر کی نماز میں

کتنا فاصلہ ہوتا تھا

۱۹- بَابُ قَدْرِ كَمَ بَيْنَ السُّحُورِ

وَصَلَاةِ الْفَجْرِ

(۱۹۲۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انسؓ نے اور ان سے زید بن ثابتؓ نے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم نے سحری کھائی، پھر آپ ﷺ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے موافق فاصلہ ہوتا تھا۔

۱۹۲۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ نَابِتٍ قَالَ: ((تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ. قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسُّحُورِ؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً)). [راجع: ۵۷۵]

سند میں حضرت قتادہ بن عامر کا نام آیا ہے، ان کی کنیت ابو الخطاب السدوسی ہے، نابینا اور قوی الحافظ تھے، بکر بن عبد اللہ مزنی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ قوی الحافظ بزرگ کی زیارت کرے وہ قتادہ کو دیکھ لے۔ خود قتادہ کہتے ہیں کہ جو بات بھی میرے کان میں پڑتی ہے اسے قلب فوراً محفوظ کر لیتا ہے۔ عید اللہ بن سرجس اور انس رضی اللہ عنہما اور بہت سے دیگر حضرات سے روایت کرتے ہیں، ۷۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہما (آمین)

باب سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے

کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے پے در پے روزے رکھے اور ان میں سحری کا ذکر نہیں ہے۔

(۱۹۲۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے ”صوم وصال“ رکھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رکھا لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے دشواری ہو گئی۔ اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر عرض کی کہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تو برابر کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔

۲۰- بَابُ بَرَكَاتِ السُّحُورِ عَنْ غَيْرِ إِيجَابٍ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ وَاصَلُوا وَلَمْ يُذْكَرِ السُّحُورُ

۱۹۲۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاصَلَ، فَوَاصَلَ النَّاسُ، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَهَاهُمْ، قَالُوا: إِنَّكَ تَوَاصَلُ، قَالَ: ((لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَظَلُّ أَطْعَمُ وَأَسْقَى)). [طرفہ فی: ۱۹۶۲].

صوم وصال متواتر کئی دن سحری و انظار کے بغیر روزہ رکھنا اور رکھے چلے جانا، بعض دفعہ آنحضرت ﷺ ایسا روزہ رکھا کرتے تھے مگر صحابہ کو آپ نے مشقت کے پیش نظر ایسے روزے سے منع فرمایا بلکہ سحری کھانے کا حکم دیا تاکہ دن میں اس سے قوت حاصل ہو۔ امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ سحری کھانا سنت ہے، مستحب ہے مگر واجب نہیں ہے کیونکہ صوم وصال میں صحابہ نے بھی بہر حال سحری کو ترک کر دیا تھا، باب کا مقصد ثابت ہوا۔

(۱۹۲۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز بن صہیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔

۱۹۲۳- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَسْحَرُوا، فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَاتٌ)).

سحری کھانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہودیوں کے ہاں سحری کھانے کا چلن نہیں ہے، پس ان کی مخالفت میں سحری کھانی چاہئے اور اس سے روزہ پورا کرنے میں مدد بھی ملتی ہے، سحری میں چند کھجور اور پانی کے گھونٹ بھی کافی ہیں اور جو اللہ میسر کرے۔ بہر حال سحری چھوڑنا سنت کے خلاف ہے۔

باب اگر کوئی شخص روزے کی نیت

دن میں کرے تو درست ہے۔ اور ام درداء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ

۲۱- بَابُ إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا وَقَالَتْ أُمُّ الدُّرْدَاءِ: كَانَ أَبُو الدُّرْدَاءِ

ابو درداء رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے کیا کچھ کھانا تمہارے پاس ہے؟ اگر ہم جواب دیتے کہ کچھ نہیں تو کہتے پھر آج میرا روزہ رہے گا۔ اسی طرح ابو طلحہ، ابو ہریرہ، ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ عنہم نے بھی کیا۔

(۱۹۲۳) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع نے کہ نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کے دن ایک شخص کو یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ جس نے کھانا کھالیا ہے وہ اب (دن ڈوبنے تک روزہ کی حالت میں) پورا کرے یا (یہ فرمایا کہ) روزہ رکھے اور جس نے نہ کھلایا ہو (تو وہ روزہ رکھے) کھانا نہ کھائے۔

يَقُولُ: عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِنْ قُلْنَا لَا، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا. وَفَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَحَذِيفَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

۱۹۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: ((أَنْ مَنْ أَكَلَ فَلْيُصِّمْ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ)).

[طرفاہ فی : ۲۰۰۷، ۷۲۶۵].

مقتصد اب یہ ہے کہ کسی شخص نے فجر کے بعد سے کچھ نہ کھلایا پیا ہو اور اسی حالت میں روزہ کی نیت دن میں بھی کر لے تو روزہ ہو جائے گا مگر یہ اجازت نفل روزہ کے لئے ہے فرض روزہ کی نیت رات ہی میں سحری کے وقت ہونی چاہئے۔ حدیث میں عاشورہ کے روزہ کا ذکر ہے جو رمضان کی فرضیت سے قبل فرض تھا۔ بعد میں محض نفل کی حیثیت میں رہ گیا۔

باب روزہ دار صبح کو جنابت میں اٹھے تو کیا حکم ہے

(۱۹۲۵/۲۶) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے غلام سہی نے بیان کیا، انہوں نے ابو بکر بن عبد الرحمن سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا (دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ) اور ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام نے خبر دی، انہیں ان کے والد عبد الرحمن نے خبر دی، انہیں مروان نے خبر دی اور انہیں عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ (بعض مرتبہ) فجر ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ جنبی ہوتے تھے، پھر آپ غسل کرتے اور آپ روزہ سے ہوتے تھے اور مروان بن حکم نے عبد الرحمن بن حارث سے کہا میں

۲۲ - بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنْبًا

۱۹۲۶، ۱۹۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَمِيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرٍ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ((كُنْتُ أَنَا وَأَبِي حِينَ دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلْمَةَ ح)).

وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَ مَرْوَانَ أَنَّ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلْمَةَ أَخْبَرَتَاهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْدِرُكَهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنْبٌ مِنْ أَهْلِهِ،

تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو تم یہ حدیث صاف صاف سنا دو۔ (کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اس کے خلاف تھا) ان دنوں مروان، امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ ابو بکر نے کہا کہ عبدالرحمن نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ اتفاق سے ہم سب ایک مرتبہ ذوالحلیفہ میں جمع ہو گئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی وہاں کوئی زمین تھی، عبدالرحمن نے ان سے کہا کہ آپ سے ایک بات کہوں گا اور اگر مروان نے اس کی مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں کبھی آپ کے سامنے اسے نہ چھیڑتا۔ پھر انہوں نے عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہا (میں کیا کروں) کہا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی تھی (اور وہ زیادہ جاننے والے ہیں) کہ ہمیں ہمام اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو جو صبح کے وقت جنبی ہونے کی حالت میں اٹھا ہو انظار کا حکم دیتے تھے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی یہ روایت زیادہ معتبر ہے۔

ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ. وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ: أَقْسِمُ بِاللَّهِ لَتَقْرَعَنَّ بِهَا أَبَا هُرَيْرَةَ، وَمَرْوَانُ يَوْمئِذٍ عَلَى الْمَدِينَةِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَكِرَةٌ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ. ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا أَنْ نَجْتَمِعَ بِدِي الْخَلِيفَةِ - وَكَانَتْ لِأَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ أَرْضٌ - فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ أَمْزًا، وَلَوْلَا مَرْوَانُ أَقْسَمَ عَلَيَّ فِيهِ لَمْ أَذْكُرْ لَكَ. فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَ: كَذَلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ أَعْلَمُ)). وَقَالَ هَمَّامُ وَابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ)) وَالْأَوَّلُ أَسْنَدُ.

[طرفہ فی : ۱۹۳۰، ۱۹۳۱]۔

[طرفہ فی : ۱۹۳۲]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے فضل کی حدیث سن کر اس کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ مروان کا یہ مطلب تھا کہ عبدالرحمن ان کو پریشان کریں لیکن عبدالرحمن نے یہ منظور نہ کیا اور خاموش رہے پھر موقعہ پا کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے اس مسئلے کو ذکر کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سن کر کہا کہ وہ خوب جانتی ہیں گویا اپنے فتویٰ سے رجوع کیا۔ (وحیدی)

علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں مثلاً علماء کا امراء کے ہاں جا کر علمی مذاکرات کرنا، مقولات میں اگر ذرا بھی شک ہو جائے تو اپنے سے زیادہ عالم کی طرف رجوع کر کے اس سے امر حق معلوم کرنا، ایسے امور جن پر عورتوں کو بہ نسبت مردوں کے زیادہ اطلاع ہو سکتی ہے، کی بابت عورتوں کی روایات کو مردوں کی مرویات پر ترجیح دینا، اسی طرح بالعکس جن امور پر مردوں کو زیادہ اطلاع ہو سکتی ہے ان کے لئے مردوں کی روایات کو عورتوں کی مرویات پر ترجیح دینا، بہر حال ہر امر میں آنحضرت ﷺ کی اقتداء کرنا، جب تک اس امر کے متعلق خصوص نبوی نہ ثابت ہو اور یہ کہ اختلاف کے وقت کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا اور خبر واحد مرد سے مروی ہو یا عورت سے اس کا حجت ہونا، یہ جملہ فوائد اس حدیث سے نکلتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے جنہوں نے حق کا اعتراف فرما کر اس کی طرف رجوع کیا۔ (فتح الباری)

باب روزہ دار کا اپنی بیوی سے مباشرت یعنی بوسہ مساس وغیرہ درست ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روزہ دار پر بیوی کی شرمگاہ حرام ہے۔

(۱۹۲۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے حکم نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے سے ہوتے لیکن (اپنی) ازواج کے ساتھ تمہیل (بوسہ لینا) و مباشرت (اپنے جسم سے لگانا) بھی کر لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے، بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (سورہ طہ میں جو مارب کا لفظ ہے وہ) حاجت و ضرورت کے معنی میں ہے، طاؤس نے کہا کہ لفظ اولی الاربعہ (جو سورہ نور میں ہے) اس احمق کو کہیں گے جسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہ ہو۔

باب روزہ دار کا روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور جابر بن زید نے کہا اگر روزہ دار نے شہوت سے دیکھا اور منی نکل آئی تو وہ اپنا روزہ پورا کر لے۔
(۱۹۲۸) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے (دوسری سند امام بخاری نے کہا کہ) اور ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بعض ازواج کا روزہ دار ہونے کے باوجود بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ پھر آپ نہیں۔

(۱۹۲۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن ابی عبد اللہ نے، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب نے اور ان سے

۲۳- بَابُ الْمَبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ
وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

۱۹۲۷- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْبَلُ وَيَبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ، وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِزَيْدٍ)).
وَقَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «مَارِبٌ» حَاجَةٌ. وَقَالَ طَاؤُسٌ: «أُولَى الْإِرْبَعَةِ» الْأَحْمَقُ لَا حَاجَةَ لَهُ لِي النِّسَاءِ.

۲۴- بَابُ الْقِيلَةِ لِلصَّائِمِ
وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ: إِنْ نَظَرَ قَامَتِي يُتِمُّ صَوْمَهُ. [طرفه في: ۱۹۲۸].

۱۹۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ ضَحِكَتْ)).

[راجع: ۱۹۲۷]

۱۹۲۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ

ان کی والدہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں (لیٹی ہوئی) تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ اس لئے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنا حیض کا کپڑا پہن لیا۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ کیا حیض آگیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، پھر میں آپ کے ساتھ اسی چادر میں چلی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل (جنابت) کیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ روزے سے ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لیتے تھے۔

شریعت ایک آسان جامع قانون کا نام ہے جس کا زندگی کے ہر گوشے سے تعلق ضروری ہے، میاں بیوی کا تعلق جو بھی ہے ظاہر ہے اس لئے حالت روزہ میں اپنی بیوی کے ساتھ بوس و کنار کو جائز رکھا گیا ہے بشرطیکہ بوسہ لینے والوں کو اپنی طبیعت پر پورا قابو حاصل ہو، اسی لئے جوانوں کے واسطے بوس و کنار کی اجازت نہیں۔ ان کا نفس غالب رہتا ہے ہل یہ خوف نہ ہو تو جائز ہے۔

۲۵- بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ نَوْبًا فَلَقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ. وَذَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَتَّعَمَ الْعِنْدَ أَوْ الشَّيْءِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ بِالْمُضْمَضَةِ وَالتَّبْرَدِ لِلصَّائِمِ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا كَانَ صَوْمٌ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ ذَهِنًا مُتَرَجِّلًا. وَقَالَ أَنَسٌ: إِنْ لِي أَبْرْنَا أَتَفَحُّمُ فِيهِ وَأَنَا صَائِمٌ. وَيَذَكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: يَسْتَاكَ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ. وَلَا يَتْلَعُ وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ اذْهَرَدَ رِيْقَهُ لَا أَوْلَ يُفْطِرُ. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَا بَأْسَ بِالسَّوَاكِ الرُّطْبِ. قِيلَ: لَهُ طَعْمٌ. قَالَ: وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ وَأَنْتَ تُمْضِغُ بِهِ وَلَمْ يَرَ أَنَسَ وَالْحَسَنَ وَإِبْرَاهِيمَ بِالْمُكْحَلِ

باب روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تر کر کے اپنے جسم پر ڈالا حالانکہ وہ روزے سے تھے اور شعبی رضی اللہ عنہ نے حمام میں (غسل کے لئے) گئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہانڈی یا کسی چیز کا مزہ معلوم کرنے میں (زبان پر رکھ کر) کوئی حرج نہیں۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ٹھنڈ حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کسی کو روزہ رکھنا ہو تو وہ صبح کو اس طرح اٹھے کہ تیل لگا ہوا ہو اور کنگھا کیا ہوا ہو اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ایک آبرن (حوض پتھر کا بنا ہوا) ہے جس میں میں روزے سے ہونے کے باوجود غوطے مارتا ہوں، نبی کریم ﷺ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے روزہ میں مسواک کی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دن میں صبح اور شام (ہر وقت) مسواک کیا کرتے اور روزہ دار تھوک نہ نلگے اور عطاء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تھوک نکل گیا تو میں یہ نہیں کستا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کسی نے کہا کہ اس میں جو ایک مزا ہوتا ہے اس پر آپ نے کہا کیا پانی میں مزا نہیں ہوتی؟ حلائی نے اس

اللصائم بآسا۔ سے کلی کرتے ہو۔ انس، حسن اور ابراہیم نے کہا کہ روزہ دار کے لئے سرمہ لگانا درست ہے۔

تشیخ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر مذکورہ فی الباب کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے، ابن مزین نے کہا امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس کا رد کیا جس نے روزہ دار کے لئے غسل کمروہ رکھا ہے کیونکہ اگر منہ میں پانی جانے کے ڈر سے کمروہ رکھا ہے تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے سے بھی اس کا ڈر رہتا ہے۔ اس لئے اگر کمروہ رکھا ہے کہ روزہ میں زیب و زینت اور آرائش اچھی نہیں تو سلف نے نکلی کرنا، تیل ڈالنا روزہ دار کے لئے جائز رکھا ہے۔ حافظ نے یہ بیان نہیں کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر کو کس نے وصل کیا نہ قطلانی نے بیان کیا۔ (وحیدی)

(۱۹۳۰) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ ابن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ اور ابو بکر نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رمضان میں فجر کے وقت نبی کریم ﷺ احلام سے نہیں (بلکہ اپنی ازواج کے ساتھ صحبت کرنے کی وجہ سے) غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے (معلوم ہوا کہ غسل جنابت روزہ دار فجر کے بعد کر سکتا ہے)

(۱۹۳۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے غلام سہی نے، انہوں نے ابو بکر بن عبد الرحمن سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میرے باپ عبد الرحمن مجھے ساتھ لے کر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح جنبی ہونے کی حالت میں کرتے احلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے! پھر آپ روزے سے رہتے (یعنی غسل فجر کی نماز سے پہلے سحری کا وقت نکل جانے کے بعد کرتے)۔

(۱۹۳۲) اس کے بعد ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی۔

اس حدیث سے بھی ہر دو مسئلے ثابت ہوئے روزہ دار کیلئے غسل کا جائز ہونا اور بحالت روزہ غسل جنابت فجر ہونے کے بعد کرنا چونکہ شریعت میں ہر ممکن آسانی پیش نظر رکھی گئی ہے اسلئے آنحضرت ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے عملیہ آسانیاں پیش کی ہیں۔

باب اگر روزہ دار بھول کر کھاپی لے

۱۹۳۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ لِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلْمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ)). [راجع: ۱۹۲۵]

۱۹۳۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرٍ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ((كُنْتُ أَنَا وَأَبِي، فَذَهَبَتْ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنْبًا مِنْ جَمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُهُ)). [راجع: ۱۹۲۵]

۱۹۳۲- حَدَّثَنَا ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ. [راجع: ۱۹۲۶]

۲۶- بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ

شَرِبَ نَاسِيًا

وَقَالَ عَطَاءٌ : إِنْ اسْتَشْرَفَ فَدَخَلَ الْمَاءَ فِي حَلْفِهِ لَا بَأْسَ إِنْ لَمْ يَمْلِكْ رَدُّهُ .
وَقَالَ الْحَسَنُ : إِنْ دَخَلَ حَلْفَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ . وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ :
إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ .

۱۹۳۳- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ حَدَّثَنَا ابْنُ سَبْرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلَيْتِمُ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ)).

[طرفہ فی : ۶۶۶۹].

تو روزہ نہیں جاتا۔

اور عطاء نے کہا کہ اگر کسی روزہ دار نے ناک میں پانی ڈالا اور وہ پانی حلق کے اندر چلا گیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر اس کو نکال نہ سکے اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی گئی تو اس کا روزہ نہیں جاتا اور امام حسن بصری اور مجاہد نے کہا کہ اگر بھول کر جماع کر لے تو اس پر قضاء واجب نہ ہوگی۔

(۱۹۳۳) ہم سے عبدان نے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی، ان سے هشام نے بیان کیا، ان سے ابن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھاپی لیا تو اسے چھاپیے کہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا۔

امام حسن بصری اور مجاہد کے اس اثر کو عبدالرزاق نے وصل کیا، انہوں نے کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے کہا اگر کوئی آدمی رمضان میں بھول کر اپنی عورت سے محبت کرے تو کوئی نقصان نہ ہو گا اور ثوری سے روایت کی، انہوں نے ایک شخص سے، انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے کہا بھول کر جماع کرنا بھی بھول کر کھانے پینے کے برابر ہے۔ (وحیدی) یہ فتویٰ ایک مسئلہ کی وضاحت کے لئے ہے ورنہ یہ شاذ و نادر ہی ہے کہ کوئی روزہ دار بھول کر ایسا کرے، کم از کم اسے یاد نہ رہا ہو تو عورت کو ضرور یاد رہے گا اور وہ یاد دلا دے گی اسی لئے بحالت روزہ قصداً جماع کرنا سخت ترین گناہ قرار دیا گیا جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا کفارہ پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔

باب روزہ دار کے لئے تریا خشک مسواک استعمال کرنی

۲۷- بَابُ السُّوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَاسِ

درست ہے

لِلصَّائِمِ

اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں بے شمار دفعہ وضو میں مسواک کرتے دیکھا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان کی کہ اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتی تو میں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم وجوباً دے دیتا۔ اسی طرح کی حدیث جابر اور زید بن خالد بن حبیب کی بھی نبی کریم ﷺ سے منقول ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ نے روزہ دار وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں کی۔

وَيَذَكَّرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أَحْصِي أَوْ أَعْدُّ)). وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَوْ لَا أَنْ أَشَقُّ عَلَى أُمَّتِي لِأَمْرِهِمْ بِالسُّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ)). وَيُرْوَى نَحْوَهُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَالِدِ بْنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ يَخْصُ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا کہ (مسواک) منہ کو پاک رکھنے والی اور رب کی رضا کا سبب ہے اور عطاء اور قنادر نے کہا روزہ دار اپنا تھوک نکل سکتا ہے۔

ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو عمر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عطاء بن زید نے، ان سے حمران نے، انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، آپ نے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک دھویا، پھر بایاں ہاتھ کہنی تک دھویا، پھر تین مرتبہ دھویا، پھر تین مرتبہ بایاں پاؤں دھویا، آخر میں کہا کہ جس طرح میں نے وضو کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے، پھر آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے میری طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز (تحتیہ الوضو) اس طرح پڑھی کہ اس نے دل میں کسی قسم کے خیالات و وساوس گزرنے نہیں دیئے تو اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو ناک

میں پانی ڈالے

اور آنحضرت ﷺ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار میں کوئی فرق نہیں کیا اور امام حسن بصری نے کہا کہ ناک میں (دوا وغیرہ) چڑھانے میں اگر وہ حلق تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں ہے اور روزہ دار سرمہ بھی لگا سکتا ہے۔ عطاء نے کہا کہ اگر کلی کی اور منہ سے سب پانی نکال دیا تو کوئی نقصان نہیں ہو گا اور اگر وہ اپنا تھوک نہ نکل جائے اور جو اس کے منہ میں (پانی کی تری) رہ گئی اور مصطلکی نہ چبانی چاہئے۔ اگر کوئی مصطلکی کا تھوک نکل گیا تو میں نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن

وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((السَّوَاكُ مَطَهْرَةٌ لِلْفَمِّ، مَرْضَاءٌ لِلرَّبِّ)). وَقَالَ عَطَاءٌ وَقَنَادَةُ: يَتَلَعُ رِيْقَهُ.

۱۹۳۴- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ حُمْرَانَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ: فَأَلْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضَّمَصَّ وَاسْتَنْفَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوئِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوئِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا بِشَيْءٍ غَفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

۲۸- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا

تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْجَرِدِ الْمَاءِ))

وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ بِالسُّعُوطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْفِهِ وَيَكْتَجِلْ. وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ تَمَضَّمَصَّ ثُمَّ أَلْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيرُهُ إِنْ لَمْ يَزْدَرِدْ رِيْقَهُ، وَمَاذَا بَقِيَ فِي فِيهِ؟ وَلَا يَمَضُّعُ الْعِلْكَ، فَإِنْ أزدَرَدَ رِيْقَ الْعِلْكَ لَا أَقُولُ إِنَّهُ يَفْطِرُ

ولٰكِنْ يُنْهَىٰ عَنْهُ فَإِنَّ اسْتَنْتَرَ فَدَخَلَ الْمَاءَ
خَلْفَهُ لَا بَأْسَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْ.

منع ہے اور اگر کسی نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی (غیر اختیاری طور پر)
حلق کے اندر چلا گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ چیز اختیار
سے باہر تھی۔

ابن منذر نے کہا اس پر اجماع ہے کہ اگر روزہ دار اپنے تھوک کے ساتھ دانتوں کے درمیان جو رہ جاتا ہے جس کو نکال
نہیں سکا نکل جائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر روزہ دار کے دانتوں میں گوشت رہ گیا
ہو اس کو چبا کر قصد اٹھا جائے تو اس پر قضا نہیں اور جہور کہتے ہیں قضا لازم ہوگی اور انہوں نے روزے میں مصطلک چبانے کی اجازت
دی اگر اس کے اجزاء نہ نکلیں اور نگلیں اور نگل جائے تو جہور علماء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتح الباری) بہر حال روزہ کی حالت
میں ان تمام شک و شبہ کی چیزوں سے بھی بچنا چاہئے جس سے روزہ خراب ہونے کا احتمال ہو۔

باب جان بوجھ کر اگر رمضان میں کسی نے جماع کیا؟

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ اگر کسی نے رمضان
میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہیں رکھا تو
ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ نہ ہوں گے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ
کا بھی یہی قول ہے اور سعید بن مسیب، شعبی اور ابن جبیر اور ابراہیم
اور قتادہ اور حماد رحمہم اللہ نے بھی فرمایا کہ اس کے بدلہ میں ایک دن
روزہ رکھنا چاہئے۔

۲۹- بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ
وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ ((مَنْ أَفْطَرَ
يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عَذْرٍ وَلَا مَرَضٍ
لَمْ يَقْضِهِ صِيَامَ الذَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ)) وَبِهِ
قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ. وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ
الْمُسَيْبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَابْرَاهِيمُ
وَقَتَادَةُ وَحَمَادٌ: يَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ.

۱۹۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْبَرٍ سَمِعَ
يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ هُوَ ابْنُ
سَعِيدٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ الْقَاسِمِ أَخْبَرَهُ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ
بْنِ خُوَيْلِدٍ عَنْ عُبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا تَقُولُ: ((إِنَّ رَجُلًا آتَى النَّبِيَّ ﷺ
فَقَالَ إِنَّهُ اخْتَرَقَ، قَالَ: ((مَا لَكَ؟)) قَالَ:
أَصَبْتُ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ. فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ
بِمَكْتَلٍ يُدْعَى الْفَرْقَ. فَقَالَ: ((أَيْنَ
الْمُخْرِقُ؟)) قَالَ: أَنَا. قَالَ: ((صَدَقَ
بِهَذَا)). [طرفه بی : ۶۸۲۲].

ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا کہ ہم نے یزید بن
ہارون سے سنا، ان سے یحییٰ نے، (جو سعید کے صاحبزادے ہیں) کہا،
انہیں عبد الرحمن بن قاسم نے خبر دی، انہیں محمد بن جعفر بن زبیر بن
عوام بن خویلید نے اور انہیں عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی
کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک شخص رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دوزخ میں چل
چکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا کہ
رمضان میں میں نے (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہم بستری
کر لی، تھوڑی دیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (کھجور کا) ایک
تھیلہ جس کا نام عرق تھا، پیش کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں
چلنے والا شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ حاضر ہوں، تو آپ نے فرمایا
کہ لے تو اسے خیرات کر دے۔

کہ لے تو اسے خیرات کر دے۔

آگے یہی واقعہ تفصیل سے آرہا ہے جس میں آپ نے اس شخص کو بطور کفارہ پے در پے دو ماہ کے روزوں کا حکم فرمایا تھا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جرم ایک سنگین جرم ہے، جس کا کفارہ یہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے تلا دیا اور سعید بن مسیب وغیرہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سزا مذکورہ کے علاوہ یہ روزہ بھی اسے مزید لازماً رکھنا ہو گا۔ امام اوزاعی نے کہا کہ اگر دو ماہ کے روزے رکھے تو تفضل لازم نہیں ہے۔

باب اگر کسی نے رمضان میں قصداً جماع کیا!

اور اس کے پاس کوئی چیز خیرات کے لیے بھی نہ ہو پھر اس کو کہیں سے خیرات مل جائے تو وہی کفارہ میں دے دے۔

(۱۹۳۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حمید بن عبد الرحمن نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں تو تباہ ہو گیا، آپ نے دریافت فرمایا کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو؟ اس نے کہا نہیں، پھر آپ نے دریافت فرمایا کیا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی کہ نہیں، پھر آپ نے پوچھا کیا تم کو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟ اس نے اس کا جواب بھی انکار میں دیا، راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا (عرق نامی) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق تھیلے کو کتے ہیں (جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اسل کماں ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا کہ اسے لے لو اور صدقہ کر دو، اس شخص نے کہا کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کر دوں؟ بخدا ان دونوں پتھر لے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے، اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کے آگے کے دانت دیکھے جاسکے۔ پھر آپ

۳۰- بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ فَتَصَدَّقَ عَلَيْهِ

فَلْيُكْفَرْ

۱۹۳۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلَكْتُ، قَالَ: ((مَا لَكَ؟)) قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَابَعَيْنِ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: فَمَكَثَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ - وَالْعَرَقُ: الْمِكْتَلُ - قَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ؟)) فَقَالَ أَنَا. قَالَ: ((خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ)). فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعْلَى أَلْفَرَّ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَوَ اللَّهُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا - يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ - أَهْلُ بَيْتِ أَلْفَرَّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي. فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَثْنَابُهُ ثُمَّ لَقَالَ: ((أَطْعِمْنَا أَهْلَكَ)).

[أطرافه في : ١٩٣٧، ٢٦٠٠، ٥٣٦٨، نے ارشاد فرمایا کہ اچھا جا اپنے گھروالوں ہی کو کھلا دے۔

٦٠٨٧، ٦١٦٤، ٦٧٠٩، ٦٧١٠

[٦٧١١-٦٨٢١]

صورت مذکور میں بطور کفارہ پہلی صورت غلام آزاد کرنے کی رکھی گئی، دوسری صورت پے در پے دو مہینہ روزہ رکھنے کی، تیسری صورت ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی۔ اب بھی ایسی حالت میں یہ تینوں صورتیں قائم ہیں چونکہ شخص مذکور نے ہر صورت کی ادائیگی کے لیے اپنی مجبوری ظاہر کی آخر میں ایک صورت آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے نکالی تو اس پر بھی اس نے خود اپنی مسکین کا اظہار کیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی حالت زار پر رحم آیا اور اس رحم و کرم کے تحت آپ نے وہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اب بھی کوئی ایسی صورت سامنے آجائے تو یہ حکم باقی ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے اس شخص کے ساتھ خاص قرار دے کر اب اس کو منسوخ قرار دیا ہے مگر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان اس بات سے ظاہر ہے۔

باب رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ قصداً ہم بستر ہونے والا شخص کیا کرے؟ اور کیا اس کے گھروالے محتاج ہوں تو وہ ان ہی کو کفارہ کا کھانا کھلا سکتا ہے؟

٣١- بَابُ الْمَجَامِعِ فِي رَمَضَانَ
هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكُفَّارَةِ إِذَا كَانُوا
مَحَاوِنِجَ؟

(١٩٣٧) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے زہری نے، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ بد نصیب رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ ایک غلام آزاد کر سکو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا، کیا تم پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا تمہارے اندر اتنی طاقت ہے کہ ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اب بھی اس کا جواب نفی میں تھا۔ راوی نے بیان کیا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک تھمیل لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں، ”عرق زنبیل کو کہتے ہیں۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جا اور اپنی طرف سے (محتاجوں کو) کھلا دے، اس شخص نے کہا میں اپنے سے بھی زیادہ محتاج کو حالانکہ دو میدانوں کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر جا اپنے گھروالوں ہی کو کھلا دے۔

١٩٣٧- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ فَقَالَ: إِنَّ الْآخِرَ وَقَعَ عَلَيَّ أَمْرًا بِهِ لِي رَمَضَانَ. فَقَالَ: ((أَتَجِدُ مَا تُحَرِّزُ رَقَبَةً؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَابَعَيْنِ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((أَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهِ سِتِينَ مَسْكِينًا؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ - وَهُوَ الزَّبِيلُ - قَالَ: ((أَطْعِمْ هَذَا عَنكَ))، قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا؟ مَا بَيْنَ لَأَبْنَاهَا أَهْلٌ يَنْتَ أَحْوَجَ مِنَّا. قَالَ: ((فَأَطْعِمَهُ أَهْلَكَ)). [راجع: ١٩٣٦]

اس سے بعض نے یہ نکالا کہ مفلس پر سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اور جمہور کے نزدیک مفلس کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا، اب رہا اپنے گھروالوں کو کھلانا تو زہری نے کہا یہ اس مرد کے ساتھ خاص تھا بعض نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ جس روزے کا کفارہ دے اس کی قضا بھی لازم ہے یا نہیں۔ شافعی اور اکثر علماء کے نزدیک قضا لازم نہیں اور اوزاعی نے کہا اگر کفارے میں دو مہینے کے روزے رکھے تب قضا لازم نہیں۔ دوسرا کوئی کفارہ دے تو قضا لازم ہے اور حنفیہ کے نزدیک ہر حال میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (وحیدی)

۳۲- بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقِيَاءِ لِلصَّائِمِ

وَقَالَ لِي يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا قَاءَ فَلَا يَفْطُرُ، إِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُؤَلِّجُ. وَيَذَكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ يَفْطُرُ، وَالأَوَّلُ أَصَحُّ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ: الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَخْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ تَرَكَهُ، فَكَانَ يَخْتَجِمُ بِاللَّيْلِ. وَاخْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا. وَيَذَكُرُ عَنْ سَعْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ وَأُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهُمْ اخْتَجَمُوا صِيَامًا. وَقَالَ بَكَيْرٌ عَنْ أُمِّ عَلْقَمَةَ: كُنَّا نَخْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا تَنْهَى. وَيُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوعًا فَقَالَ: ((أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَخْجُومُ)). وَقَالَ لِي عِيَّاشٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهُ، قِيلَ لَهُ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ. ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ.

باب روزہ دار کا پچھنا لگوانا اور قے کرنا کیسا ہے

اور مجھ سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عمر بن حکم بن ثوبان نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب کوئی قے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے تو چیز باہر آتی ہے اندر نہیں جاتی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اور ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ روزہ ٹوٹتا ہے ان چیزوں سے جو اندر جاتی ہیں ان سے نہیں جو باہر آتی ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی روزہ کی حالت میں پچھنا لگواتے لیکن بعد میں دن کو اسے ترک کر دیا تھا اور رات میں پچھنا لگوانے لگے تھے اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی میں پچھنا لگوایا تھا اور سعد بن ابی وقاص اور زید بن ارقم اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا، بکیر نے ام علقمہ سے کہا کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں (روزہ کی حالت میں) پچھنا لگوایا کرتے تھے اور آپ ہمیں روکتی نہیں تھیں اور حسن بصری رضی اللہ عنہ کئی صحابہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے (دونوں کا) روزہ ٹوٹ گیا اور مجھ سے عیاش بن ولید نے بیان کیا اور ان سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا اور ان سے حسن بصری نے ایسی ہی روایت کی جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ سے روایت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر کہنے لگے اللہ بہتر جانتا ہے۔

اس کلام سے اس حدیث کا ضعف نکلتا ہے گو متعدد صحابہ سے مروی ہے مگر ہر توثیق میں کلام ہے امام احمد نے کہا کہ ثوبان

اور شہاد سے یہ حدیث صحیح ہوئی اور ابن خزیمہ نے بھی ایسا ہی کہا اور ابن معین کا یہ کہنا کہ اس باب میں کچھ ثابت نہیں یہ ہٹ دھرمی ہے اور امام بخاری اس کے بعد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے اور یہ اشارہ کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث از روئے سند قوی ہے۔ (وحیدی) تھے اور پچھنا لگانا ان ہردو مسئلوں میں سلف کا اختلاف ہے جسور کا قول یہ ہے کہ اگر تھے خود بخود ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور جو عدا تھے کرے ٹوٹ جاتا ہے اور پچھنا لگانے میں بھی جسور کا قول یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں جاتا اب اسی پر فتویٰ ہے جس حدیث میں روزہ ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ منسوخ ہے جیسا کہ دوسری جگہ یہ بحث آ رہی ہے۔

۱۹۳۸- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا
وَهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ
ﷺ اخْتَجَمَ وَهُوَ مُخْرِمٌ، وَاخْتَجَمَ وَهُوَ
صَائِمٌ)). [راجع: ۱۸۳۵]

۱۹۳۸) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، ان سے وصیب نے، وہ ایوب سے، وہ عکرمہ سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنا لگوا یا۔

۱۹۳۹- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((اخْتَجَمَ
النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ)).

۱۹۳۹) ہم سے ابو معمر عبد اللہ بن عمری نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوارث بن سعید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوا یا۔

تذکرہ صحیح
تظانی فرماتے ہیں و هو ناسخ الحديث افطر الحاجم والمجحوم انه جاء في بعض طرقه ان ذلك كان في حجة الوداع الخ
یعنی یہ حدیث جس میں پچھنا لگانے کا ذکر یہاں آیا ہے یہ دوسری حدیث جس میں ہے کہ پچھنا لگوانے اور لگانے والے ہردو کا روزہ ٹوٹ گیا کی ناسخ ہے۔ اس کا تعلق فتح مکہ سے ہے اور دوسری ناسخ حدیث کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے جو فتح مکہ کے بعد ہوا لہذا امر ثابت اب یہی ہے جو یہاں مذکور ہوا کہ روزہ کی حالت میں پچھنا لگانا جائز ہے۔

۱۹۴۰- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ يَسْأَلُ
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَلَا تَكْرَهُونَ
الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا
مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ)) وَزَادَ شَبَابَةُ: ((حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ: عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ)).

۱۹۴۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے سنا، انہوں نے انس بن مالک بن سنان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ لوگ روزہ کی حالت میں پچھنا لگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں البتہ کمزوری کے خیال سے (روزہ میں نہیں لگواتے تھے) شبابہ نے یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی کریم ﷺ کے عہد میں (کرتے تھے)

باب سفر میں روزہ رکھنا
اور افطار کرنا

۳۳- بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ
وَالْإِفْطَارِ

(۱۹۴۱) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق شیبانی نے، انہوں نے عبد اللہ بن ابی اوفیؓ سے سنا کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے (روزہ کی حالت میں) آنحضرت ﷺ نے ایک صاحب (بلالؓ) سے فرمایا کہ اتر کر میرے لیے ستو گھول لے، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ابھی تو سورج باقی ہے، آپ نے پھر فرمایا کہ اتر کر ستو گھول لے! اب کی مرتبہ بھی انہوں نے وہی عرض کی یا رسول اللہ! ابھی سورج باقی ہے، لیکن آپ کا حکم اب بھی یہی تھا کہ اتر کر میرے لئے ستو گھول لے، پھر آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ رات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہئے۔ اس کی متابعت جریر اور ابو بکر بن عیاش نے شیبانی کے واسطے سے کی ہے اور ان سے ابو اوفیؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ کے ساتھ سفر میں تھا۔

۱۹۴۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ: ((انزِلْ فَاجِدْخْ لِي)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ الشَّمْسُ، قَالَ: ((انزِلْ فَاجِدْخْ لِي)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ الشَّمْسُ، قَالَ: ((انزِلْ فَاجِدْخْ لِي))، فَنَزَلَ فَجَدَّخَ لَهُ فَشَرِبَ، ثُمَّ رَمَى بِيَدِهِ هَا هُنَا ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)). تَابَعَهُ جَرِيرٌ وَأَبُو بَكْرٍ بْنُ عِيَّاشٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ)).

[أطرافه في : ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۸،

۵۲۹۷.]

تَشْرِيحُ یعنی یا اللہ! میں نے یہ روزہ تیری رضا کے لئے رکھا تھا اور اب تیرے ہی رزق پر اسے کھولا ہے۔ اس کے بعد یہ کلمات پڑھے ذہب الظما وابتلت العروق و ثبت الاجران شاء الله یعنی اللہ کا شکر ہے کہ روزہ کھولنے سے پیاس دور ہو گئی اور رگیں سیراب ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اس کے پاس اس کا ثواب عظیم لکھا گیا۔ حدیث للصائم فرحتان الخ یعنی روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں پر حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں پہلی خوشی طبعی ہے کہ رمضان کے روزہ افطار کرنے سے نفس کو جس چیز کی خواہش تھی وہ مل جاتی ہے اور دوسری روحانی فرحت ہے اس واسطے کہ روزہ کی وجہ سے روزہ دار حجاب جسمانی سے علیحدہ ہونے اور عالم بالا سے علم الیقین کا فیضان ہونے کے بعد تقدس کے آثار ظاہر ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔ جس طرح نماز کے سبب سے تجلی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغة)

(۱۹۴۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے عائشہؓ نے کہ حمزہ بن عمرو اسلمیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں سفر میں لگاتار روزے رکھتا ہوں۔

۱۹۴۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ : ((أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍوَ الْأَسْلَمِيَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ)). ح وَ

[طرفه في : ۱۹۴۳.]

(۱۹۴۳) (دوسری سند امام بخاری نے کہا کہ) اور ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد نے اور انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ حمزہ بن عمرو سلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ روزے بکثرت رکھا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر جی چاہے تو روزہ رکھ اور جی چاہے انظار کر۔

۱۹۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ - وَكَانَ كَثِيرَ الصِّيَامِ - فَقَالَ : ((إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِن)). [راجع: ۱۹۴۲]

اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا سفر میں اگر روزہ رکھے گا تو اس سے فرض روزہ ادا نہ ہو گا پھر قضا کرنا چاہئے اور جمہور علماء جیسے امام مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے اگر طاقت ہو اور کوئی تکلیف نہ ہو اور ہمارے امام احمد بن حنبل اور اوزاعی اور اسحاق اور اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ بعض نے کہا دونوں برابر ہیں روزہ رکھے یا انظار کرے، بعض نے کہا جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے (وحیدی) حافظ ابن حجر نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نفل روزوں کے بارے میں نہیں بلکہ رمضان شریف کے فرض روزوں کے ہی بارے دریافت کیا تھا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هي اخصصة من الله فمن اخذ بها فحسن و من احب ان يصوم فلا جناح عليه (فتح الباری) یعنی آنحضرت ﷺ نے اس کو جواب دیا کہ یہ ال کے طرف سے رخصت ہے جو اسے قبول کرے پس وہ بہتر ہے اور جو روزہ رکھنا ہی پسند کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ حضرت علامہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ رخصت واجب ہی کے مقابلہ پر بولا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ ابوداؤد اور حاکم کی روایت میں موجود ہے کہ اس نے کہا تمہیں سفر میں رہتا ہوں اور ماہ رمضان حالت سفر ہی میں میرے سامنے آ جاتا ہے اس سوال کے جواب میں ایسا فرمایا جو مذکور ہوا۔

باب جب رمضان میں کچھ روزے

رکھ کر کوئی سفر کرے

(۱۹۴۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تلمیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ کے موقع پر) مکہ کی طرف رمضان میں چلے تو آپ روزہ سے تھے لیکن جب کدید پہنچے تو روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ کو دیکھ کر روزہ چھوڑ دیا۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عسفان اور قدید کے درمیان کدید ایک تالاب ہے۔

۳۴- بَابُ إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

۱۹۴۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عْتَبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ، حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ أَفْطَرَ، فَأَفْطَرَ النَّاسُ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَالْكَدِيدُ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقَدِيدٍ.

[أطرافه في : ١٩٤٨ ، ٢٩٥٣ ، ٤٢٧٥ ، ٤٢٧٦ ، ٤٢٧٧ ، ٤٢٧٨ ، ٤٢٧٩].

امام بخاری نے یہ باب لا کر اس روایت کا ضعف بیان کیا جو حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ جب کسی شخص پر رمضان کا چاند حالت اقامت میں آجائے تو پھر وہ سفر میں افطار نہیں کر سکتا، جمہور علماء اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول مطلق ہے ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة: ١٨٣) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کدید میں پہنچ کر پھر روزہ نہیں رکھا حالانکہ آپ دسویں رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اب اگر کوئی شخص اقامت میں روزہ کی نیت کر لے پھر دن کو کسی وقت سفر میں نکلے تو اس کو روزہ کھول ڈالنا درست ہے یا پورا کرنا چاہئے اس میں اختلاف ہے مگر ہمارے امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ روزہ افطار کرنے کو درست جانتے ہیں اور مزنی نے اس کے لئے اس حدیث سے حجت لی حالانکہ اس حدیث میں اس کی کوئی حجت نہیں کیونکہ کدید مدینہ سے کئی منزل پر ہے (وحیدی)

۱۹۴۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حَمَزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّ الدُّدَاءِ عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍ حَتَّى يَضَعُ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا لَيْنَا صَائِمِينَ، إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنِ رَوَاحَةَ)).

۱۹۴۵- ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن یزید بن جابر نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن عبید اللہ نے بیان کیا اور ان سے ام درداء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کر رہے تھے۔ دن انتہائی گرم تھا۔ گرمی کا یہ عالم کہ گرمی کی سختی سے لوگ اپنے سروں کو پکڑ لیتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی شخص روزہ سے نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ اگر شروع سفر رمضان میں کوئی مسافر روزہ بھی رکھ لے اور آگے چل کر اس کو تکلیف معلوم ہو تو وہ بلا تردد روزہ ترک کر سکتا ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا فرمانا اس شخص کے لیے جس پر شدت گرمی کی وجہ سے سایہ کر دیا گیا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے

۲۶- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِمَنْ

ظَلَّلَ عَلَيْهِ وَأَشْتَدَّ الْحَرُّ:

(لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ)

۱۹۴۶- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو بْنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ

۱۹۴۶- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو بْنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ

فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظَلَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) فَقَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: ((لَيْسَ مِنْ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ)).

رکھا ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے، آپ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا کچھ اچھا کام نہیں ہے۔

اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی جو سفر میں افطار ضروری سمجھتے ہیں۔ مخالفین یہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے وہی ہے جب سفر میں روزے سے تکلیف ہوتی ہو اس صورت میں تو بالاتفاق افطار افضل ہے۔

تَشْرِيحُ

۳۷- بَابُ لَمْ يَعْيبَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ

باب نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم (سفر میں) روزہ رکھتے یا نہ رکھتے وہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کیا کرتے تھے

۱۹۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يَعْيبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ)).

۱۹۴۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (رمضان میں) سفر کیا کرتے تھے۔ (سفر میں) بہت سے روزے سے ہوتے اور بہت سے بے روزہ ہوتے) لیکن روزہ دار بے روزہ دار پر اور بے روزہ دار روزے دار پر کسی قسم کی عیب جوئی نہیں کیا کرتے تھے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے اور یہ بھی کہ سفر میں کوئی روزہ نہ رکھے تو رکھنے والوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اس پر زبان طعن دراز کریں۔ وہ شرعی رخصت پر عمل کر رہا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں وہ اسے شرعی رخصت سے روک سکے اور ہر شرعی رخصت کے لئے یہ بطور اصول کے ہے۔

باب سفر میں لوگوں کو دکھا کر روزہ افطار کر ڈالنا

۳۸- بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

۱۹۴۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ فح میں) مدینہ سے مکہ کے لئے سفر شروع کیا تو آپ روزے سے تھے، جب آپ عسفان پہنچے تو پانی منگوایا اور اسے اپنے ہاتھ سے (منہ تک) اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ لیں پھر آپ نے روزہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ مکہ پہنچے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا۔ اس لئے جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ

۱۹۴۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عَسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ

رکھے۔

[فطر]۔ [راجع: ۱۹۴۴]

یہ اصحاب فتویٰ و قیادت کے لئے ہے کہ ان کا عمل دیکھ کر لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو جائے اور پھر وہ بھی اس کے مطابق عمل کریں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل سے دکھلایا۔ سفر میں روزہ رکھنا نہ رکھنا یہ خود مسافر کے اپنے حالات پر موقوف ہے۔ شارع علیہ السلام نے ہر دو عمل کے لئے اسے مختار بنایا ہے، طاؤس بن کیسان فارسی الاصل خولانی ہمدانی یمانی ہیں۔ ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے زہری جیسے اجلہ روایت کرتے ہیں۔ علم و عمل میں بہت اونچے تھے، مکہ شریف میں ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلمین۔

باب سورۃ بقرہ کی اس آیت کا بیان ﴿وَعَلَى الَّذِينَ﴾

﴿يُطِيقُونَهُ﴾ الْآيَةَ

ابن عمر اور سلمہ بن اکوع نے کہا کہ اس آیت کو اس کے بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا جو یہ ہے ”رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا لوگوں کے لئے ہدایت بن کر اور راہ یابی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کے روشن دلائل کے ساتھ! پس جو شخص بھی تم میں سے اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا مسافر تو اس کو چھوٹے ہوئے روزوں کی گنتی بعد میں پوری کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی اس بات پر بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم احسان مانو، ابن نمیر نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے بیان کیا کہ رمضان میں (جب روزے کا حکم) نازل ہوا تو بہت سے لوگوں پر بڑا دشوار گذرا، چنانچہ بہت سے لوگ جو روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے تھے انہوں نے روزے چھوڑ دیئے حالانکہ ان میں روزے رکھنے کی طاقت تھی، بات یہ تھی کہ انہیں اس کی اجازت بھی دے دی گئی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ پھر اس اجازت کو دوسری آیت و ان تصوموا الخ یعنی ”تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم روزے رکھو“ نے منسوخ کر دیا اور اس طرح لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم ہو گیا۔

۳۹- بَابُ ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ﴾

﴿الْبَقْرَةَ: ۱۸۴﴾

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلْمَةُ بْنُ الْأَخْوَعِ: نَسَخَتْهَا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ، فَمَن شَهِدَ مِّنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ، يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ، وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۵].

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ ((نَزَلَ رَمَضَانَ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْكُمْ يَوْمَ مَسْكِينًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيقُهُ، وَرُحِمَ لَهُمْ فِي ذَلِكَ، فَسَخَتْهَا ﴿وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ فَأَمَرُوا بِالصَّوْمِ)).

۱۹۴۹) ہم سے عیاش نے بیان کیا، ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (آیت مذکور بالا) ﴿فَدِيَةٌ طَعَامِ مَسْكِينٍ﴾ پڑھی اور فرمایا یہ منسوخ ہے۔

۱۹۴۹- حَدَّثَنَا عِيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَرَأَ ﴿فَدِيَةٌ طَعَامِ مَسْكِينٍ﴾ قَالَ: هِيَ مَنْسُوخَةٌ.

[طرفہ بی: ۴۵۰۶].

پورا ترجمہ آیت کا یوں ہے ”اور جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں، لیکن روزہ رکھنا نہیں چاہتے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں پھر جو شخص خوشی سے زیادہ آدمیوں کو کھلائے اور اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا جو لوگوں کو دین کی سچی راہ سمجھاتا ہے اور اس میں کھلی کھلی ہدایت کی باتیں اور صحیح کو غلط سے جدا کرنے کی دلیلیں موجود ہیں، پھر اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے اور جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرے، اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا اور اس حکم کی غرض یہ ہے کہ تم گنتی پوری کر لو اور اللہ نے جو تم کو دین کی سچی راہ بتلائی اس کے شکر یہ میں اس کی بڑائی کرو اور اس لیے کہ تم اس کا احسان مانو۔“ شروع اسلام میں ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ﴾ (البقرہ: ۱۸۳) اترا تھا اور مقدور والے لوگوں کو اختیار تھا وہ روزہ رکھیں خواہ فدیہ دیں پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور صحیح جسم مقیم پر روزہ رکھنا ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ﴾ (البقرہ: ۱۸۵) سے واجب ہو گیا۔ (وحیدی) بعض نے کہا ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ﴾ کے معنی یہ ہیں جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے گو مقیم اور سدرست ہیں مثلاً ضعیف بوڑھے لوگ تو وہ ہر روزے کے بدل ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہ ہو گی اور تفصیل اس مسئلہ کی تفسیروں میں ہے (وحیدی)

باب رمضان کے قضا روزے کب رکھے جائیں۔

۴۰- بَابُ مَتَى يُقْضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ؟

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان کو متفرق دنوں میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم صرف یہ ہے کہ ”گنتی پوری کر لو دوسرے دنوں میں“

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يُفْرَقَ، لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرہ: ۱۸۵].

اور سعید بن مسیب نے کہا کہ (ذی الحجہ کے) دس روزے اس شخص کے لیے جس پر رمضان کے روزے واجب ہوں (اور ان کی قضا بھی تک نہ کی ہو) رکھنے بہتر نہیں ہیں بلکہ رمضان کی قضا پہلے کرنی چاہئے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ اگر کسی نے کو تاہی کی (رمضان کی قضا میں) اور دوسرا رمضان بھی آگیا تو دونوں کے روزے رکھے اور اس پر فدیہ واجب نہیں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرسلہ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ (مسکینوں) کو کھانا بھی کھلائے۔ اللہ

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ: لَا يَصْلِحُ حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ. وَقَالَ ابْرَاهِيمُ: إِذَا فَرَطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانَ آخَرَ يَصُومُهُمَا، وَلَمْ يَرِ عَلَيْهِ طَعَامًا. وَيَذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا، وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ، وَلَمْ يَذْكَرِ اللَّهُ الْإِطْعَامَ، إِنَّمَا قَالَ: ﴿فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ

تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا (قرآن میں) ذکر نہیں کیا بلکہ اتنا ہی فرمایا کہ دوسرے دنوں میں کتنی پوری کی جائے۔

(۱۹۵۰) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ فرماتیں کہ رمضان کا روزہ مجھ سے چھوٹ جاتا۔ شعبان سے پہلے اس کی قضا کی تو تین نہ ہوتی۔ یحییٰ نے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے تھا۔

۱۹۵۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيهِ إِلَّا فِي شَعْبَانَ)) قَالَ يَحْيَى: الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ بِالنَّبِيِّ ﷺ.

یہاں جو قول ابراہیم نخعی کا اوپر مذکور ہوا ہے اس کو سعید بن منصور نے وصل کیا مگر جنہو صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے یہ مروی ہے کہ اگر کسی نے رمضان کی قضا نہ رکھی یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ قضا بھی رکھے اور ہر روزے کے بدلے فدیہ بھی دے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جمہور کے خلاف ابراہیم نخعی کے قول پر عمل کیا ہے اور فدیہ دینا ضروری نہیں رکھا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شاذ روایت یہ بھی ہے کہ اگر رمضان کی قضا نہ رکھے اور دوسرا رمضان آن پہنچا تو دوسرے رمضان کے روزے رکھے اور پہلے رمضان کے ہر روزے کے بدلے فدیہ دے اور روزہ رکھنا ضروری نہیں اس کو عبد الرزاق اور ابن منذر نے نکالا۔ یحییٰ بن سعید نے کہا حضرت عمرؓ سے اس کے خلاف مروی ہے اور قتادہ سے یہ منقول ہے کہ جس نے رمضان کی قضا میں انظار کر ڈالا تو وہ ایک روزہ کے بدلے دو روزے رکھے۔ اب جمہور علماء کے نزدیک رمضان کی قضاء پے در پے رکھنا ضروری نہیں الگ الگ بھی رکھ سکتا ہے یعنی متفرق طور سے اور ابن منذر نے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ پے در پے رکھنا واجب ہے بعض اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ آیت اتری تھی۔ ﴿لَعَدَةُ مِنَ اِيَّامِ اِخْرَمْتَابَعَاتِ﴾ ابن ابی کعب کی بھی قرأت یوں ہی ہے۔ (وحیدی) مگر اب قرأت مشہورہ میں یہ لفظ نہیں ہیں اور اب اسی قرأت کو ترجیح حاصل ہے۔

باب حیض والی عورت نہ نماز پڑھے

اور نہ روزے رکھے

اور ابو الزناد نے کہا کہ دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی ضروری ہوتی ہے ان ہی میں سے ایک یہ حکم بھی ہے کہ حائضہ روزے تو قضا کر لے لیکن نماز کی قضا نہ کرے

۴۱- بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ

وَالصَّلَاةَ

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: إِنَّ السُّنْنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ، فَلَا يَجِدُ الْمُسْلِمُونَ بُدًّا مِنْ اتِّبَاعِهَا، مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ.

یعنی پاک ہونے پر اس کو روزہ کی قضا کرنا ضروری ہے مگر نماز کی نہیں

(۱۹۵۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن جعفر

۱۹۵۱- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا

نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عیاض نے اور ان سے ابو سعید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز اور روزے نہیں چھوڑ دیتی؟ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ فَذَلِكَ نَقْصَانٌ دِينِهَا)).

[راجع: ۳۰۴]

مقصود یہ ہے کہ معیار صداقت ہماری ناقص عقل نہیں بلکہ فرمان رسالت ﷺ ہے۔ خواہ وہ بظاہر عقل کے خلاف بھی نظر آئے مگر حق و صداقت وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ اسی کو مقدم رکھنا اور عقل ناقص کو چھوڑ دینا ایمان کا تقاضا ہے۔ ابو زناد کے قول کا بھی یہی مطلب ہے۔

باب اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں اور حسن بصریؒ نے کہا کہ اگر اسکی طرف سے (رمضان کے تیس روزوں کے بدلہ میں) تیس آدمی ایک دن روزے رکھ لیں تو جائز ہے۔

۴۲- بَابُ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ

وَقَالَ الْحَسَنُ : إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُونَ رَجُلًا يَوْمًا وَاحِدًا جَازَ.

(۱۹۵۲) ہم سے محمد بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن موسیٰ ابن امین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے عمرو بن حارث نے، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے، ان سے محمد بن جعفر نے کہا، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمے روزے واجب ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ دے، موسیٰ کے ساتھ اس حدیث کو ابن وہب نے بھی عمرو سے روایت کیا اور یحییٰ بن ایوب نے بھی ابن ابی جعفر سے۔

۱۹۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَمْرٍو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ غُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ)). تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو. وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ.

اہل حدیث کا مذہب باب کی حدیث پر ہے کہ اس کا ولی اسکی طرف سے روزے رکھے اور شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے، امام شافعی سے بیہقی نے یہ سند صحیح روایت کیا کہ جب کوئی صحیح حدیث میرے قول کے خلاف مل جائے تو اس پر عمل کرو اور میری تقلید نہ کرو، امام مالک اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نے اس حدیث صحیح کے برخلاف یہ اختیار کیا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ (وحیدی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ: مرنے والے کی طرف سے روزہ رکھنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں دو عید ہیں ایک میت کے اعتبار سے کیونکہ میت سے نفوس جو اپنے ابدان سے مفارقت کرتے ہیں ان کو اس بات کا اور اک رہتا ہے کہ

عبادت میں سے کوئی عبادت جو ان پر فرض تھی اور اس کے ترک کرنے سے ان سے مواخذہ کیا جائے گا اس سے فوت ہو گئی ہے، اس لئے وہ نفوس رنج و الم کی حالت میں رہتے ہیں اور اس سبب سے ان پر وحشت کا دروازہ کھل جاتا ہے ایسے وقت میں ان پر بڑی شفقت یہ ہے کہ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ اس میت کا قریبی ہے اس کا سا عمل کرے اور اس بات کا قصد کرے کہ میں یہ عمل اسکی طرف سے کرتا ہوں اس شخص کے قریبی کو مفید ثابت ہوتا ہے یا وہ شخص کوئی اور دو سرا کام مثل اسی کام کے کرتا ہے اور ایسا ہی اگر ایک شخص نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ بغیر صدقہ کئے مر گیا تو اسکے وارث کو اسکی طرف سے صدقہ کرنا چاہئے۔ (حجۃ اللہ

الباذ)

(۱۹۵۳) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے مسلم بن طہین نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور ان کے ذمے ایک مہینے کے روزے باقی رہ گئے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے قضا رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور، اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کر دیا جائے۔ سلیمان اعمش نے بیان کیا کہ حکم اور سلمہ نے کہا جب مسلم بن طہین نے یہ حدیث بیان کی تو ہم سب وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نے مجاہد سے بھی سنا تھا کہ وہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے۔ ابو خالد سے روایت ہے کہ اعمش نے بیان کیا ان سے حکم، مسلم بن طہین اور سلمہ بن کبیل نے، ان سے سعید بن جبیر، عطاء اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری ”بسن“ کا انتقال ہو گیا ہے پھر یہی قصہ بیان کیا، یحییٰ اور سعید اور ابو معاویہ نے کہا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے مسلم نے، ان سے سعید نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور عبید اللہ نے بیان کیا، ان سے زید ابن ابی انیسہ نے، ان سے حکم نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری ماں کا انتقال

۱۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ مُسْلِمِ بْنِ طَهِيْنٍ عَنِ سَعِيْدِ بْنِ جَبِيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمَّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمٌ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيْهِ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: ((لَدَيْنُ اللهُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى)). قَالَ سُلَيْمَانُ: فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ جَمِيْعًا جُلُوسٌ حِينَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هَذَا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْحَكَمِ وَمُسْلِمِ بْنِ طَهِيْنٍ وَسَلْمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ سَعِيْدِ بْنِ جَبِيْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ)). وَقَالَ يَحْيَى وَأَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنِ سَعِيْدِ بْنِ عَبَّاسٍ: ((قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمَّي مَاتَتْ)). وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أَنْسَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ سَعِيْدِ بْنِ جَبِيْرٍ عَنِ ابْنِ

ہو گیا ہے اور ان پر نذر کا ایک روزہ واجب تھا اور ابو حریزہ عبد اللہ بن حسین نے بیان کیا، کہا ہم سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور ان پر پندرہ دن کے روزے واجب تھے۔

عَبَّاسٍ: (قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمَّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمٌ نَذْرٌ). وَقَالَ أَبُو حَرِيرَةَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ (قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: مَاتَتْ أُمَّي وَعَلَيْهَا صَوْمٌ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا).

ان سندوں کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں بہت سے اختلافات ہیں، کوئی کہتا ہے پوچھنے والا مرد تھا، کوئی کہتا ہے عورت نے پوچھا تھا، کوئی ایک مہینے کے کوئی پندرہ دن کے روزے کہتا ہے کوئی نذر کا روزہ کہتا ہے۔ اسی لیے نذر کا روزہ امام احمد اور لیث نے میت کی طرف سے رکھنا درست کہا ہے اور رمضان کا روزہ رکھنا درست نہیں رکھا (جبکہ یہ قول صحیح نہیں۔ میت کی طرف سے باقی روزے رکھنے ضروری ہیں) میں کہتا ہوں ان اختلافات سے حدیث میں کوئی نقص نہیں آتا۔ جب اس کے راوی ثقہ ہیں ممکن ہے یہ مختلف واقعات ہوں اور پوچھنے والے متعدد ہوں۔ (وحیدی)

باب روزہ کس وقت افطار کرے؟

اور جب سورج کا گردہ ڈوب گیا تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روزہ افطار کر لیا (اس اثر کو سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے) (۱۹۵۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عاصم بن عمر بن خطاب سے سنا، ان سے ان کے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب رات اس طرف (مشرق) سے آئے اور دن ادھر مغرب میں چلا جائے کہ سورج ڈوب جائے تو روزہ کے افطار کا وقت آگیا۔

۴۳ - بَابُ مَتَى يَجِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ؟

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ حِينَ غَابَ فِرْصُ الشَّمْسِ

۱۹۵۴ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي

يَقُولُ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ

الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ

هَاهُنَا، وَأَذْبَرَ النَّهَارَ مِنْ هَاهُنَا، وَغَرَبَتِ

الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)).

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ جو یہاں بھی سند میں آئے ہیں ۷ ماہ میں ماہ شعبان میں کوفہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ امام عالم زاہد، پرہیز گار تھے، ان پر جملہ محدثین کا اجماع تھا۔ جن کا متفقہ قول ہے کہ اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم نابود ہو جاتا۔ ۱۹۸ھ میں یکم رجب کو مکہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہوا اور حجون میں دفن کئے گئے انہوں نے سترج کئے تھے۔ رحمہم اللہ المعین۔ (آمین)

تَشْرِيحٌ

(۱۹۵۵) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان

کیا، ان سے سلیمان شیبانی نے، ان سے عبد اللہ بن ابی اوفیٰ جویشی نے

بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (غزوہ فتح جو رمضان میں ہوا)

سفر میں تھے اور آنحضرت ﷺ روزہ سے تھے، جب سورج غروب ہوا

۱۹۵۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا

خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْفَى

أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ

اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ

گیا تو آپؐ نے ایک صحابی (بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اے فلاں! میرے لیے اٹھ کے ستو گھول، انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپؐ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپؐ نے فرمایا، اتر کر ہمارے لئے ستو گھول، اس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے آنحضرت ﷺ نے پھر وہی حکم دیا کہ اتر کر ہمارے لئے ستو گھول لیکن ان کا اب بھی خیال تھا کہ ابھی دن باقی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس مرتبہ پھر فرمایا کہ اتر کر ہمارے لئے ستو گھول چنانچہ اترے اور ستو انہوں نے گھول دیا اور رسول اللہ ﷺ نے پیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آگئی تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہئے۔

الشمسُ قالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ : ((يَا فَلَانُ قُمْ فَاجِدْخَ لَنَا))، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمْسَيْتَ، قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجِدْخَ لَنَا))، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَوْ أَمْسَيْتَ! قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجِدْخَ لَنَا))، قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجِدْخَ لَنَا)).. فَنَزَلَ فَجَدَّخَ لَهُمْ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)). [راجع: ۱۹۴۱]

مخاطب حضرت بلالؓ تھے جن کا خیال تھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا ہے، حالانکہ وہ غروب ہو چکا تھا۔ بہر حال خیال کے مطابق یہ کہا۔ کیونکہ عرب میں پہاڑوں کی کثرت ہے اور ایسے علاقوں میں غروب کے بعد بھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی سورج باقی ہے مگر حقیقت میں افطار کا وقت ہو گیا تھا اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو ستو گھولنے کے لیے حکم فرمایا اور روزہ کھولا گیا۔ حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ جب بھی غروب کا یقین ہو جائے تو روزہ کھول دینا چاہئے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اس حدیث سے اظہار خیال کی بھی آزادی ثابت ہوئی اگرچہ وہ خیال درست بھی نہ ہو۔ مگر ہر شخص کو حق ہے کہ اپنا خیال ظاہر کرے، بعد میں وہ خیال غلط ثابت ہو تو اس پر اس کا تسلیم حق کرنا بھی ضروری ہے۔

باب پانی وغیرہ جو چیز بھی پاس ہو اس سے روزہ افطار کر لینا

۴۴- بَابُ يُفْطَرُ بِمَا تَيْسَّرَ عَلَيْهِ

چاہئے۔

بِالْمَاءِ وَغَيْرِهِ

(۱۹۵۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے، آپؐ روزے سے تھے جب سورج غروب ہوا تو آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اتر کر ہمارے لئے ستو گھول، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! تھوڑی دیر اور ٹھہریئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتر کر ہمارے لئے ستو گھول انہوں نے پھر یہی کہا کہ یا رسول اللہ! ابھی تو دن باقی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اتر کر ستو ہمارے لئے گھول، چنانچہ انہوں نے اتر کر ستو گھولا۔ آنحضرت ﷺ

۱۹۵۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجِدْخَ لَنَا))، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمْسَيْتَ، قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجِدْخَ لَنَا))، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجِدْخَ لَنَا))، فَنَزَلَ فَجَدَّخَ، ثُمَّ قَالَ:

((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ. وَأَشَارَ بِيَاصْبِعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ)). [راجع: ۱۹۴۱]

نے پھر فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ رات کی تاریکی ادھر سے آگئی تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہئے، آپ نے اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ ستوپانی میں گھولے گئے تھے اور اس وقت یہی حاضر تھا تو پانی وغیرہ ماحضر سے روزہ کھولنا ثابت ہوا۔ ترمذی نے مرفوعاً نکالا کہ کھجور سے روزہ افطار کرے اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے۔ (وحیدی)

حضرت مسدود بن مسہد امام بخاری کے جلیل القدر اساتذہ میں سے ہیں اور جامع الصحیح میں ان سے بکثرت روایات ہیں۔ یہ بصرہ کے باشندے تھے۔ حماد بن زید اور ابو عوانہ وغیرہ سے حدیث کی سماعت فرمائی۔ ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین نے روایت کی ہے۔ ۲۲۸ھ میں انتقال ہوا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیم الجمعین (آمین)

الحمد للہ پارہ نمبر ۷ مکمل ہوا۔



اوتی بڑھنے کے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ آپ روزے سے تھے، جب شام ہوئی تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ (اونٹ سے) اتر کر میرے لیے ستو گھول۔ اس نے کہا! حضور اگر شام ہونے کا کچھ اور انتظار فرمائیں تو بہتر ہو۔ آپ نے فرمایا، اتر کر میرے لیے ستو گھول (وقت ہو گیا ہے) جب تم یہ دیکھ لو کہ رات ادھر مشرق سے آگئی تو روزہ دار کے روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا۔

أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ فِي سَفَرٍ، فَصَامَ حَتَّى أَمْسَى، قَالَ لِرَجُلٍ : ((انزِلْ فَاجِدْ لِي)) قَالَ: لَوْ أَنْتَظَرْتُ حَتَّى تُمْسِيَ، قَالَ: ((انزِلْ فَاجِدْ لِي))، إِذَا رَأَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)).

[راجع: ۱۹۴۱]

یا روزہ کھل گیا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ جب افطار کا وقت آجائے تو خود بخود روزہ کھل جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے کیونکہ اگر وقت آنے سے روزہ خود بخود کھل جاتا ہے تو آنحضرت ﷺ ستو گھولنے کے لیے کیوں جلدی فرماتے۔ اسی طرح دوسری حدیثوں میں روزہ جلدی کھولنے کی ترغیب کیوں دیتے۔ اور اگر وقت آنے سے روزہ خود بخود ختم ہو جاتا تو پھر طے کے روزے سے کیوں منع فرماتے۔ یہی حدیث پیچھے اسحاق واسطی کی سند سے بھی گذر چکی ہے۔ آپ نے جس کو ستو گھولنے کا حکم فرمایا تھا وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے روشنی دیکھ کر خیال کیا کہ ابھی سورج غروب ہونے میں کسر ہے۔ اسی لیے انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے ایسا عرض کیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں و فیہ تذکرۃ العالم بما یحشی ان ینکون نسبیہ و ترک المراجعة له بعد ثلاث یعنی اس حدیث میں واقعہ مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی عالم کو ایک عالمی بھی تین بار یاد دہانی کرا سکتا ہے اگر یہ گمان ہو کہ عالم سے بھول ہو گئی ہے، جیسا کہ حضرت بلالؓ نے اپنے خیال کے مطابق آنحضرت ﷺ کو تین مرتبہ یاد دہانی کرائی، مگر چونکہ حضرت بلالؓ کا خیال صحیح نہ تھا۔ لہذا آخر میں آنحضرت ﷺ نے ان کو مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ فرمایا اور انہوں نے ارشاد گرامی کی تعمیل کی، معلوم ہوا کہ وقت ہو جانے پر روزہ کھولنے میں پس و پیش کرنا قطعاً مناسب نہیں ہے۔

باب ایک شخص نے سورج غروب سمجھ کر روزہ کھول لیا
اس کے بعد سورج نکل آیا!

۴۶- بَابُ إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

۱۹۵۹- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: ((أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قِيلَ لِهَيْشَامٍ: فَأَمِرُوا بِالْقَضَاءِ؟ قَالَ: بُدِيَ مِنْ قَضَاءِ؟)) وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا ((لَا أَدْرِي أَفْضُوا أَمْ لَا)).

ہم سے عبد اللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ابر تھا۔ ہم نے جب افطار کر لیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ کیا پھر انہیں اس روزے کی قضا کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضا کے سوا اور چارہ کار ہی کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا ”مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضا کی تھی یا نہیں۔“

اس پر آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں قضا لازم ہوگی اور کفارہ نہ ہوگا۔ اور اس کے سوا یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک غروب نہ ہو اساک کرے یعنی کچھ کھائے پئے نہیں۔

قططانی نے بعض حنابلہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ رات ہو گئی انظار کر لے پھر معلوم ہوا کہ دن تھا تو اس پر قضا بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ ایسی صورت میں قضا بھی نہیں ہے، اور مجاہد اور حسن سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ حافظ نے کہا ایک روایت امام احمد رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی ہے۔ اور ابن خزیمہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور معمر کی تعلیق کو عبد بن حمید نے وصل کیا۔ یہ روایت پہلی روایت کے خلاف ہے اور شاید پہلے ہشام کو اس میں شک ہو پھر یقین ہو گیا ہو کہ انہوں نے قضا کی۔ اور ابو اسامہ نے ان کو قضا کا یقین ہو جانے کے بعد روایت کی ہو، اس صورت میں تعارض نہ رہے گا۔ ابن خزیمہ نے کہا ہشام نے جو قضا کرنا بیان کیا اس کی سند ذکر نہیں کی، اس لئے میرے نزدیک قضا نہ ہونے کی ترجیح ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر سے نقل کیا کہ ہم قضا نہیں کرنے کے نہ ہم کو گناہ ہوا۔ اور عبدالرزاق اور سعید بن منصور نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ قضا کرنا چاہئے۔ حافظ نے کہا حاصل کلام یہ ہوا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ (وحیدی) ظاہر حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ قضا لازم ہے واللہ اعلم۔

باب بچوں کے روزہ رکھنے کا بیان

۴۷- بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ

جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ جب تک بچہ جوان نہ ہو اس پر روزہ واجب نہیں لیکن ایک جماعت سلف نے ان کو عادت ڈالنے کے لیے یہ حکم دیا کہ بچوں کو روزہ رکھوائیں جیسے نماز پڑھنے کے لئے ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ شافعی نے کہا سات سے لے کر دس برس تک جب عمر ہو تو ان سے روزہ رکھوائیں۔ اور اسحاق نے کہا جب بارہ برس کے ہوں، امام احمد نے کہا جب دس برس کے ہوں۔ اوزاعی نے کہا جب بچہ تین روزے متواتر رکھ سکے اور اس کو ضعف نہ ہو تو اس کو روزہ رکھائیں اور مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بچوں کے حق میں روزہ مشروع نہیں ہے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں۔ ان الصحيح عند اهل الحديث و اهل الاصول ان الصحابي اذا قال فعلنا كذا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، يعني جب کوئی صحابی لفظ فعلنا فی عداخ بولے تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

وَقَالَ غَمْرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِنَشْوَانٍ فِي رَمَضَانَ: وَصَيَانًا صِيَامًا. فَصْرَبَهُ. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نشہ باز سے فرمایا تھا "افسوس تجھ پر، تو نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی ہے۔ حالانکہ ہمارے بچے تک بھی روزے سے ہیں، پھر آپ نے اس پر حد قائم کی۔

۱۹۶۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذُكْوَانَ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مَعْوِذٍ قَالَتْ: أُرْسِلَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ: مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلَيْتِمَ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ. قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدَ وَنَصُومًا صَيَانًا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللَّعْبَةَ مِنَ

(۱۹۶۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، ان سے خالد بن ذکوان نے بیان کیا، ان سے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عاشورہ کی صبح کو آنحضرت ﷺ نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھاپی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورے کرے اور جس نے کچھ کھلایا یا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔

الْعَيْنِ. فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا۔

اس نشہ باز نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی تھی، حضرت عمرؓ نے یہ معلوم کر کے فرمایا ارے کم بخت! تو نے یہ کیا حرکت کی ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں۔ پھر آپؓ نے اس کو اسی کوڑے مارے اور شام کے ملک میں جلا وطن کر دیا۔ اس کو سعید بن منصور اور بخوی نے جدیدات میں نکالا ہے۔ اس واقعہ کو نقل کرنے سے حضرت امام بخاریؒ کا مقصد صرف بچوں کو روزہ رکھنے کی مشروعیت بیان کرنا ہے۔ جس کا ذکر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ پس مناسب ہے کہ بچوں کو بھی روزہ کی عادت ڈلائی جائے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں و فی الحدیث حجة علی مشروعیة تمرین الصبیان علی الصیام کما تقدم لان من كان فی مثل السن الذی ذکر فی هذا الحدیث فهو غیر مکلف یعنی اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ بطور مشق بچوں سے روزہ رکھوانا مشروع ہے اگرچہ اس عمر میں وہ شرع کے مکلف نہیں ہیں۔

باب پے درپے ملا کر روزہ رکھنا اور جنہوں نے یہ کہا کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا۔

۴۸- بابُ الوصالِ، وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ،

(ابوالعالیہ) تابعی سے ایسا منقول ہے انہوں نے کہا اللہ نے فرمایا روزہ رات تک پورا کرو (جب رات آئی تو روزہ کھل گیا۔ یہ ابن ابی شیبہ نے نکالا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا ”پھر تم روزہ رات تک پورا کرو“ نبی کریم ﷺ نے صوم وصال سے (بحکم خداوندی) منع فرمایا، امت پر رحمت اور شفقت کے خیال سے تاکہ ان کی طاقت قائم رہے۔ اور یہ کہ عبادت میں سختی کرنا مکروہ ہے۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ثُمَّ آمَنُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ رَحْمَةً لَهُمْ وَإِبْقَاءَ عَلَيْهِمْ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

اس حدیث کو خود امام بخاریؒ نے آخر باب میں حضرت عائشہؓ سے وصل کیا اور ابو داؤد نے ایک صحابیؒ سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے جماعت اور وصال سے منع فرمایا۔ اپنے اصحاب کی طاقت باقی رکھنے کے لئے، طے کا روزہ رکھنا منع ہے مگر سحر تک وصال جائز ہے۔ جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے۔ اب اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے یا کراہت کے طور پر۔ بعض نے کہا جبر شاق ہو تو اس پر تو حرام ہے اور جس پر شاق نہ ہو اس کے لئے جائز ہے۔ (وحیدی)

(۱۹۶۱) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ تظان نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، کہا کہ مجھ سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انسؒ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (بلا سحر و افطار) پے درپے روزے نہ رکھا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا رہتا ہے۔

۱۹۶۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُوَصِّلُوا، قَالُوا إِنَّكَ تُوَصِّلُ، قَالَ: لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى. أَوْ إِنِّي أُبَيْتُ أُطْعَمُ وَأُسْقَى)).

(۱۹۶۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

(۱۹۶۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن خباب نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا مسلسل (بلا سحری و افطاری) روزے نہ رکھو ہاں اگر کوئی ایسا کرنا ہی چاہے تو وہ سحری کے وقت تک ایسا کر سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ تو ایسا کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تورات اس طرح گذارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ بشیر بن خصلیہ کی عورت سے نقل کیا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دودن و رات کا متواتر روزہ رکھوں مگر میرے خاندان بشیر نے مجھ کو اس سے منع فرمایا اور یہ حدیث سنائی کہ رسول کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور اس کو فعل نصاریٰ بتلایا اور فرمایا ہے کہ اسی طرح روزہ رکھو جس طرح تم کو اللہ نے اس کے لئے حکم فرمایا ہے۔ رات آنے تک روزہ رکھو رات ہونے پر فوراً روزہ افطار کر لو۔

احادیث میں آنحضرت ﷺ کے صوم وصال کا ذکر ہے یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اسی تطبیق کو ترجیح حاصل ہے۔ اللہ پاک مجھے کھلاتا پلاتا ہے اس سے روحانی اکل و شراب مراد ہے۔ تفصیل مزید کے لیے اہل علم فتح الباری کا یہ مقام ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۹۶۴) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبیدہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے پے در پے روزہ سے منع کیا تھا، امت پر رحمت و شفقت کے خیال سے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ عثمان نے

۱۹۶۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ بِمِثْلِكُمْ، إِنِّي أَطْعَمُ وَأَسْقَى)). [راجع: ۱۹۲۲]

۱۹۶۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا تُوَاصِلُوا، فَإِيَّكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحْرِ))، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي آبَيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِينُ)). [طرفه بي: ۱۹۶۷].

۱۹۶۴- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ عَزَّةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ، فَقَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي

وَيَسْتَفِينُ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: لَمْ يَذْكُرْ (اپنی روایت میں) ”امت پر رحمت و شفقت کے خیال سے“ کے
عُثْمَانُ ((رَحْمَةً لَهُمْ)).
الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔

اس سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو طے کا روزہ رکھنا حرام نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت پر
شفقت کے خیال سے اس سے منع فرمایا جیسے قیام اللیل میں آپ چوتھی رات کو برآمد نہ ہوئے اس ڈر سے کہ کہیں یہ
فرض نہ ہو جائے۔ اور ابن ابی شیبہ نے بانسوا صحیح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ وہ پندرہ پندرہ دن تک طے کے روزے رکھتے۔ اور
خود آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ طے کے روزے رکھے۔ اگر حرام ہوتے تو آپ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کبھی نہ رکھنے دیتے۔
(وحیدی)

باب جو طے کے روزے بہت رکھے اس کو سزا دینے کا بیان
اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔
(۱۹۶۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی،
ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے
بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے مسلسل (کئی دن تک سحری و افطاری کے بغیر) روزہ
رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ اس پر ایک آدمی نے مسلمانوں میں سے
عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا،
میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات میں میرا رب کھلاتا ہے
اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ لوگ اس پر بھی جب صوم وصال رکھنے
سے نہ رکے تو آپ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا
چاند نکل آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن
وصال کرتا۔ گویا جب صوم وصال سے وہ لوگ نہ رکے تو آپ نے ان
کو سزا دینے کے لئے یہ کہا۔

۴۹- بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ
الْوَصَالَ. رَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
۱۹۶۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا
شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو
سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
عَنِ الْوَصَالِ فِي الصَّوْمِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ
مِنَ الْمُسْلِمِينَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ. قَالَ: ((وَأَيْكُمْ مِنْهُ؟ إِنْهُ أَبَيْتُ
يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْتَفِينُنِي)). فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ
يَنْتَهُوا عَنِ الْوَصَالِ وَاصَلَّ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ
يَوْمًا، ثُمَّ زَاوَا الْهَيْلَانَ، فَقَالَ: ((لَوْ تَأَخَّرَ
لِيُذْنِكُمْ)). كَالْتَّنْكِيلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ
يَنْتَهُوا.

[۷۲۹۹]

[أطرافه في : ۱۹۶۶، ۶۸۵۱، ۷۲۴۲]

بعض روایتوں میں یوں ہے میں تو برابر اپنے مالک کے پاس رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ یہ کھلا پلا دینا روزہ نہیں
توڑتا کیونکہ یہ بہت کا طعام اور شراب ہے، اس کا حکم دنیا کے طعام اور شراب کا نہیں جیسے ایک حدیث میں ہے سونے کا
طشت لایا گیا اور میرا سینہ دھویا گیا۔ حالانکہ دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال منع ہے قطع نظر اس کے صحیح روایت یہی ہے کہ
میں رات کو اپنے مالک کے پاس رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلا پلاتا ہے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں ای علی صفتکم فی ان من اکل منکم اور شرب انقطع وصالہ بل انما یطعمنی ربی و یسقینی ولا تقطع بذالک
مواصلتی لقطعامی و شرابی علی غیر طعامکم و شرابکم صورۃ و معنی یعنی تم میں سے کوئی روزے میں کھاپی لے تو اس کا وصال روزہ

نوٹ کیا۔ اور میرا حال یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اس سے میرا وصال نہیں ٹوٹتا۔ میرا طعام و شراب ظاہر و باطن کے لحاظ سے تمہارے طعام اور شراب سے بالکل مختلف ہے۔

۱۹۶۶- ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے دوبار فرمایا، تم لوگ وصال سے بچو! عرض کیا گیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ رات میں مجھے میرا رب کھلاتا اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ پس تم اتنی ہی مشقت اٹھاؤ جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔

۱۹۶۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالْوَصَالَ)) مَرَّتَيْنِ. قِيلَ: إِنَّكَ تُوَصِّلُ. قَالَ: ((إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ، فَأَكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ)).

[راجع: ۱۹۶۵]

باب سحری تک وصال کا روزہ رکھنا

۵- بَابُ الْوِصَالِ إِلَى السَّحْرِ

درحقیقت یہ طے کا روزہ نہیں مگر مجازاً اس کو وصال یعنی طے کا روزہ کہتے ہیں۔ کیونکہ طے کا روزہ یہ ہے کہ دن کی طرح ساری رات نہ کچھ کھائے نہ پیئے۔ باب کے ذیل میں حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ای جوازہ و قد تقدم انه قول احمد و طائفة من اصحاب الحديث و تقدم توجهه و ان من الشافعية من قال انه ليس بوصول حقيقة عبارت کا مفہوم اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

۱۹۶۷- ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاد نے، ان سے عبداللہ بن خباب نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے، صوم وصال نہ رکھو۔ اور اگر کسی کا ارادہ ہی وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کر لے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ رات کے وقت ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

۱۹۶۷- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمَزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا تُوَصِّلُوا، فَإِيَّاكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَصِّلَ فَلْيُوَصِّلْ حَتَّى السَّحْرِ))، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَصِّلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِينِي)).

[راجع: ۱۹۶۳]

باب کسی نے اپنے بھائی کو نفلی روزہ توڑنے کے لیے قسم دی اور اس نے روزہ توڑ دیا تو توڑنے والے پر قضا واجب نہیں ہے جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کو مناسب ہو

۵۱- بَابُ مَنْ أَقْسَمَ عَلَىٰ أُخِيهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قِضَاءً إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ

اس سے یہ لگتا ہے کہ اگر بلا وجہ نفل روزہ قصداً توڑ ڈالے تو اس پر قضا لازم ہوگی۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ شافعیہ

کہتے ہیں اگر نفل روزہ توڑ ڈالے تو اس کی قضا مستحب ہے عذر سے توڑے یا بے عذر۔ حنابلہ اور جمہور بھی اسی کے قائل ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک ہر حال میں قضا واجب ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ جب عمدًا بلا عذر توڑ ڈالے تو قضا لازم ہوگی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ظاہر ہے اور اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

(۱۹۶۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جعفر بن عون نے بیان کیا، ان سے ابوالعمیس عقبہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے عون بن ابی جحیفہ نے اور ان سے ان کے والد (وہب بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ سلمان رضی اللہ عنہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ تو ان کی عورت) ام درداء کو بہت پھٹے پرانے حال میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام درداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں جن کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔ پھر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور ان کے سامنے کھانا حاضر کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ، انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں، اس پر حضرت سلمان نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے۔ (اور روزہ توڑ دیا) رات ہوئی تو ابودرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لئے اٹھے اور اس مرتبہ بھی سلمان نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد سلمان نے فرمایا کہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ جان کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لئے ہر حق والے کے حق کو ادا کرنا چاہئے۔ پھر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

۱۹۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَالٍ بِشَارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((أَخَى النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَوَارَ سَلْمَانَ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَدِّلَةً فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا. فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ: كُلْ، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِأَكِيلٍ حَتَّى تَأْكُلَ. قَالَ: فَأَكَلَ. فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، قَالَ: نَمْ، فَنَامَ. ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ نَمْ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: لِمَ الْآنَ، فَصَلَّيَا. فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ. فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَ سَلْمَانُ)).

[اطرافہ فی: ۶۱۳۹]

عبادت الہی کے متعلق کچھ غلط تصورات ادیان عالم میں پہلے ہی سے پائے جاتے رہے ہیں۔ ان ہی غلط تصورات کی اصلاح کے لئے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ابتدائے اسلام میں بعض صحابہ بھی ایسے تصورات رکھتے تھے۔ جن میں سے ایک حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ نفس کشی میں طور کرنا کہ جائز حاجت بھی ترک کر کے حتیٰ کہ رات کو آرام ترک کرنا، دن میں بیش روزہ سے رہنا ہی عبادت ہے۔ اور یہی اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ حضرت سلمان نے ان کے اس تصور کی عملاً اصلاح فرمائی اور بتایا کہ

ہر صاحب حق کا حق ادا کرنا یہ بھی عبادت الہی ہی میں داخل ہے۔ پیوی کے حقوق ادا کرنا جس میں اس سے جملع کرنا بھی داخل ہے۔ اور رات میں آرام کی نیند سونا اور دن میں متواتر نفل روزوں کی جگہ کھانا پینا یہ سب امور داخل عبادت ہیں۔ ان ہر دو بزرگ صحابیوں کا جب یہ واقعہ آنحضرت ﷺ تک پہنچا تو آپ نے حضرت سلمانؓ کی تائید فرمائی اور بتلایا کہ عبادت الہی کا حقیقی تصور یہی ہے کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بلکہ حقوق النفس بھی ادا کئے جائیں۔

باب ماہ شعبان میں روزے رکھنے کا بیان

(۱۹۶۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابو النضر نے، انہیں ابو سلمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم (آپس میں) کہتے کہ اب آپ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا نفل روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینے میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔

۵۲- بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ

۱۹۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ)).

[طرفہ فی : ۱۹۷۰، ۶۶۶۵].

شعبان کی وجہ تسمیہ حافظ صاحب کے لفظوں میں یہ ہے لتشعبهم فی طلب العیاءہ اوفی الغارات بعد ان یخرج شہر رجب الحرام (فتح) یعنی اہل عرب اس مہینے میں پانی کی تلاش میں متفرق ہو جایا کرتے تھے۔ یا ماہ رجب کے خاتمہ پر جس میں اہل عرب قتل و غارت وغیرہ سے بالکل رک جایا کرتے تھے، اس ماہ میں وہ ایسے مواقع کی پھر تلاش کرتے۔ اسی لئے اس ماہ کو انہوں نے شعبان سے موسوم کیا۔ (۱۹۷۰) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ شعبان سے زیادہ اور کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے، شعبان کے پورے دنوں میں آپ روزہ سے رہتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا۔ تم خود ہی آتا جاؤ گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے جس پر بھیٹکی اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز شروع کرتے تو اسے ہمیشہ پڑھتے تھے۔

۱۹۷۰- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ قَالَتْ: ((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، لِإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ يَقُولُ: ((خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا)).

وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَا ذُوومَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ. وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوِمًا عَلَيْهَا. [راجع: ۱۹۶۹]

اگرچہ اور مہینوں میں بھی آپ نفل روزے رکھا کرتے تھے مگر شعبان میں زیادہ روزے رکھتے کیونکہ شعبان میں بندوں کے اعمال اللہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ نسائی کی روایت میں یہ مضمون موجود ہے۔ (وحیدی) واللہ اعلم۔

باب نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے

اور نہ رکھنے کا بیان

(۱۹۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ابو بشر نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رمضان کے سوا نبی کریم ﷺ نے کبھی پورے مہینے کا روزہ نہیں رکھا۔ آپ نفل روزہ رکھتے لگتے تو دیکھنے والا کہہ اٹھتا کہ بخدا، اب آپ بے روزہ نہیں رہیں گے۔ اور اسی طرح جب نفل روزہ چھوڑ دیتے تو کہنے والا کہتا کہ واللہ! اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔

(۱۹۷۲) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ میں بے روزہ کے رہتے تو ہمیں خیال ہوتا کہ اس مہینہ میں آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ اسی طرح کسی مہینہ میں نفل روزے رکھتے لگتے تو ہم خیال کرتے کہ اب اس مہینہ کا ایک دن بھی بے روزے کے نہیں گذرے گا۔ جو جب بھی چاہتا آنحضرت ﷺ کو رات میں نماز پڑھتے دیکھ سکتا تھا اور جب بھی چاہتا سوتا ہوا بھی دیکھ سکتا تھا۔ سلیمان نے حمید طویل سے یوں بیان کیا کہ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روزہ کے متعلق پوچھا تھا۔

(۱۹۷۳) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو خالد احمر نے خبر دی، کہا کہ ہم کو حمید نے خبر دی، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے روزوں کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی میرا دل چاہتا کہ آپ کو روزے سے دیکھوں تو میں آپ کو روزے سے ہی دیکھتا۔ اور بغیر روزے کے چاہتا تو بغیر روزے سے ہی دیکھتا۔ رات میں کھڑے (نماز پڑھتے) دیکھنا چاہتا تو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتا۔

۵۳- بَابُ مَا يُذَكَّرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ

وَأَفْطَارِهِ

۱۹۷۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عُبَّاسٍ قَالَ: ((مَا صَامَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَيَصُومُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: لَا وَاللَّهِ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: لَا وَاللَّهِ لَا يُصُومُ)).

۱۹۷۲- حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنُّ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنُّ أَنْ لَا يُفْطِرُ مِنْهُ شَيْئًا. وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ)). وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ.

۱۹۷۳- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا كُنْتُ أَحِبُّ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا مُفْطِرًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا مِنَ اللَّيْلِ نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ،

اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو اسی طرح دیکھتا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے زیادہ نرم و نازک ریشم کے کپڑوں کو بھی نہیں دیکھا۔ اور نہ مشک و عیبر کو آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبو دار پایا۔

وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مَسِينَتَ خَزَّةَ وَلَا خَزِينَةَ أَلَيْنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَا شَمِئْتُ مِسْكَةً وَلَا غَبِيرَةَ أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

[راجع: ۱۱۴۱]

مطلب یہ ہے کہ آپ کبھی اول رات میں عبادت کرتے، کبھی سچ شب میں، کبھی آخر رات میں۔ اسی طرح آپ کا آرام فرمانا بھی مختلف وقتوں میں ہوتا رہتا۔ اسی طرح آپ کا نفل روزہ بھی تھا۔ شروع اور سچ اور آخر میں ہر دنوں میں رکھتے۔ تو ہر شخص جو آپ کو روزہ دار یا رات کو عبادت کرتے یا سوتے دیکھنا چاہتا بلا دقت دیکھ لیتا۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ تاکہ مسلمان ہر حال میں اپنے اللہ پاک کو یاد رکھیں۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو کی ادائیگی کو اپنے لئے لازم قرار دے لیں۔

باب مہمان کی خاطر سے نفل روزہ نہ رکھنا یا توڑ ڈالنا

ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہارون بن اسماعیل نے خبر دی، کہا کہ ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے۔ پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی، یعنی تمہارے ملاقاتیوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس پر میں نے پوچھا، اور داؤد علیہ السلام کا روزہ کیسا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن بے روزہ رہنا صوم داؤدی ہے۔

۵۴- بَابُ حَقِّ الصَّيْفِ فِي الصَّوْمِ
۱۹۷۴- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَ: ((دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، يَعْني: ((إِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)). فَقُلْتُ: وَمَا صَوْمُ دَاؤُدَ؟ قَالَ: ((يَصْنَفُ الدَّهْرُ)). [راجع: ۱۱۳۱]

معلوم ہوا کہ نفل روزہ سے زیادہ موجب ثواب یہ امر ہے کہ مہمان کے ساتھ کھائے پئے، اس کی تواضع کرنے کے خیال سے خود نفل روزہ ترک کر دے کہ مہمان کا ایک خصوصی حق ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ جو شخص اللہ اور بچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کا یہ فرض ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

باب روزے میں جسم کا حق

ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے

۱۹۷۵- حَدَّثَنَا ابْنُ مِقَاتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی صحیح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا، کہ ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ۔ نماز بھی پڑھ اور سوؤ بھی۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ بس یہی کافی ہے کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا لیکن میں نے اپنے پر سختی چاہی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں اپنے میں قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس سے آگے نہ بڑھ۔ میں نے پوچھا، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بعد میں جب ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے، کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا عَبْدُ اللَّهِ، أَلَمْ أَخْبِرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟)) فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((فَلَا تَفْعَلْ، صُمْ وَأَطِرْ، وَنَمْ، وَإِنْ لَجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنْ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنْ لِيُزَوِّجَكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنْ لِيُزَوِّجَكَ عَلَيْكَ حَقًّا. وَإِنْ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَثْمَالِهَا، فَإِنَّ ذَلِكَ صِيَامَ الذَّهْرِ كُلُّهُ. فَشِدْدَتُ فَشِدْدَتِي عَلَيَّ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: ((فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ)). قُلْتُ: وَمَا كَانَ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ: ((نَصْفَ الذَّهْرِ)). فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ: يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رَخِصَةً النَّبِيِّ ﷺ)). [راجع: ۱۱۳۱]

اس حدیث میں پچھلے مضمون کی مزید وضاحت ہے۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو عبادت میں زیادہ سے زیادہ انہماک کے خواہش مند ہوں ان کے لئے داؤد علیہ السلام کے روزے کو بطور مثال بیان فرمایا اور ترغیب دلائی کہ ایسے لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ صوم داؤدی کی اقتداء کریں اور اس میانہ روی سے ثواب عبادت حاصل کریں۔

۵۶- بَابُ صَوْمِ الذَّهْرِ

باب ہمیشہ روزہ رکھنا (جس کو صوم الدہر کہتے ہیں)

شافعیہ کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ ایک حدیث میں ہے جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس پر دوزخ نکل ہو جائے گی یعنی وہ اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اس کو امام احمد اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اور بیہقی نے نکالا۔ بعض نے ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ جانا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے نفس عادی ہو جاتا ہے اور روزے کی تکلیف باقی نہیں رہتی۔ بعض علماء نے حدیث مذکور کو وعید کے معنی میں سمجھا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے والا دوزخی ہو گا۔ فتح الباری میں ایک ایسے شخص کا ذکر بھی ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا تھا۔ دیکھنے والوں نے کہا کہ اگر اصحاب محمد ﷺ کا زمانہ ہوتا اور وہ اسے دیکھتے تو اسے سنگسار کر دیتے کیونکہ اس نے صراحتاً فرمان نبوی کی مخالفت کی ہے۔

۱۹۷۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ (۱۹۷۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی،

انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ ”خدا کی قسم! زندگی بھر میں دن میں تو روزے رکھوں گا۔ اور ساری رات عبادت کروں گا۔“ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں، ہاں میں نے یہ کہا ہے، آپ نے فرمایا لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں، اس لیے روزہ بھی رکھ اور بے روزہ بھی رہ۔ عبادت بھی کر لیکن سوؤ بھی۔ اور مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کہ نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے۔ اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھا کر اور دو دن کے لئے روزے چھوڑ دیا کہ میں نے پھر کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن بے روزہ کے رہ کہ داؤد ﷺ کا روزہ ایسا ہی تھا۔ اور روزہ کا یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔ میں نے اب بھی وہی کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے لیکن اس مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے۔

باب روزہ میں بیوی اور بال بچوں کا حق، اس کو ابو حنیفہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ (۱۹۷۷) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو عاصم نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے، انہوں نے عطاء سے سنا، انہیں ابو عباس شاعر نے خبر دی۔ انہوں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادت کرتا ہوں۔ اب یا آنحضرت ﷺ نے کسی کو میرے پاس بھیجا یا خوزمیں نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تو متواتر روزے رکھتا ہے اور ایک بھی نہیں چھوڑتا۔ اور

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ: أَخْبَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَقُولُ: وَاللَّهِ لَأَصُومَنَّ النَّهَارَ وَاللَّيْلَ مَا عِشْتُ، فَقُلْتُ لَهُ، قَدْ قُلْتَهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي. قَالَ: ((فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَشْوَاقِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الذُّهْرِيِّ)) قُلْتُ: إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ)).

قُلْتُ إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ)). قُلْتُ: إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ)).

[راجع: ۱۱۳۱]

۵۷- بَابُ حَقِّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ،

رَوَاهُ أَبُو حَنِيفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۱۹۷۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: بَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ أَنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ، وَأَصَلِّي اللَّيْلَ فَإِنَّمَا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِنَّمَا لَقِيْتُهُ فَقَالَ: ((أَلَمْ أَخْبَرَ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا

رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے؟ روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ، عبادت بھی کر اور سوؤ بھی کیونکہ تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھا کر۔ انہوں نے کہا اور وہ کس طرح؟ فرمایا کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پیٹھ نہیں پھیرتے تھے۔ اس پر عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں پیٹھ پھیر جاؤں۔ عطاء نے کہا کہ مجھے یاد نہیں (اس حدیث میں) صوم دہر کا کس طرح ذکر ہوا۔ (البتہ انہیں اتنا یاد تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو صوم دہر رکھتا ہے اس کا روزہ ہی نہیں، دو مرتبہ (آپ نے یہی فرمایا)۔

اس سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جنہوں نے سدا روزہ رکھنا کمرہ جانا ہے۔ ابن عربی نے کہا جب آنحضرت ﷺ نے سدا روزہ رکھنے والے کی نسبت یہ فرمایا کہ اس نے روزہ نہیں رکھا تو اب اس کو ثواب کی کیا توقع ہے۔ بعض نے کہا اس حدیث میں سدا روزہ رکھنے سے یہ مراد ہے کہ عیدین اور ایام تشریق میں بھی انظار نہ کرے۔ اس کی کراہیت اور حرمت میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ اگر ان دنوں میں کوئی انظار کرے اور باقی دنوں میں روزہ رکھا کرے بشرطیکہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کے حقوق میں کوئی خلل واقع نہ ہو تو ظاہر ہے کہ کمرہ نہ ہو گا۔ مگر ہر حال میں بہتر یہی ہے کہ صوم داؤد علیہ السلام رکھے یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن انظار۔ تفصیل مزید کے لئے فتح الباری کا مطالعہ کیا جائے۔

ایک روایت میں لاصم ولا فطر کے لفظ آئے ہیں کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا تو اس کو نہ روزے کا ثواب ملانہ اس پر گناہ ہوا۔ کیونکہ اس طرح روزہ رکھنے سے اس کا فطر علوی ہو گیا۔

باب ایک دن روزہ اور ایک دن انظار کا بیان

(۱۹۷۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے غمیرہ نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد سے سنا اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مدینہ میں صرف تین دن کے روزے رکھا کر۔ انہوں نے کہا کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ اسی طرح وہ برابر کہتے رہے (کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن کا روزہ

تُفْطِرُ، وَتُصَلِّيَ وَلَا تَنَامُ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِمَعِينِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)). قَالَ: ابْنُ لَأْفَوِي لِدَلِكْ. قَالَ: ((فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)) قَالَ: وَكَيْفَ؟ قَالَ: ((كَأَنَّ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَغْفِرُ إِذَا لَأَقَى)). قَالَ: مَنْ لِي بِهِذِهِ، يَا نَبِيَّ اللَّهِ)) قَالَ عَطَاءٌ: لَا أُذْرِي. كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ مَرَّتَيْنِ)). [راجع: ۱۱۳۱]

۵۸- بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ

۱۹۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَعْبُورَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَصِيَّيْهِمَا اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ)) قَالَ: أَطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ: ((صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا)) فَقَالَ: ((أَفْرَأِ))

چھوڑ دیا کر۔ آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ مہینہ میں ایک قرآن مجید ختم کیا کر۔ انہوں نے اس پر بھی کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ اور برابری کہتے رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین دن میں (ایک قرآن ختم کیا کر)۔

الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ))، قَالَ: إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ: ((فِي ثَلَاثِ)).

[راجع: ۱۱۳۱]

امام مسلم کی روایت میں یوں ہے۔ آپ نے فرمایا ایک مہینے میں ایک ختم قرآن کا کیا کر۔ میں نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا میں دن میں ختم کیا کر، میں نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا دس دن میں ختم کیا کر۔ میں نے کہا، مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے، آپ نے فرمایا اچھا سات دن میں ختم کیا کر۔ اور اس سے زیادہ مت پڑھ۔ (یعنی سات دن سے کم میں ختم نہ کر)۔ اسی لیے اکثر علماء نے سات دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا مکروہ رکھا ہے۔ قسطلانی نے کہا میں نے بیت المقدس میں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کو ابو اظہر کہتے تھے وہ رات میں قرآن کے آٹھ ختم کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ مترجم کہتا ہے یہ خلاف سنت ہے۔ عمدہ یہی ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر چالیس دن میں ختم کیا جائے انتہاء یہ ہے کہ تین دن میں ختم ہو۔ اس سے کم میں جو قرآن ختم کرے گا گویا اس نے گھاس کاٹی ہے الاما شاء اللہ۔

باب حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ

(۱۹۷۹) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو عباس مکی سے سنا، وہ شاعر تھے لیکن روایت حدیث میں ان پر کسی قسم کا اہتمام نہیں تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تو متواتر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟ میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا، اگر تو یونہی کرتا رہا تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور توبے حد کمزور ہو جائے گا یہ کوئی روزہ نہیں کہ کوئی زندگی بھر (بلاناٹھ ہر روز) روزہ رکھے۔ تین دن کا (ہر مہینہ میں) روزہ پوری زندگی کے روزے کے برابر ہے۔ میں نے اس پر کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھا کر۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے۔ اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھلایا کرتے تھے۔

۵۹- بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

۱۹۷۹- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ - وَكَانَ شَاعِرًا، وَكَانَ لَا يُتَمِّمُ فِي حَدِيثِهِ - قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّكَ لَتَصُومُ الذَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ)) فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمْتَ لَهُ الْعَيْنُ وَنَفِهْتَ لَهُ النَّفْسُ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الذَّهْرَ، صَوْمَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ صَوْمَ الذَّهْرِ كُلِّهِ)). قُلْتُ: فَإِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: ((فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى)).

[راجع: ۱۱۳۱]

شاعر مبالغہ کے عالمی ہوتے ہیں جو احتیاط ثقات کے منافی ہے، اس لئے ابو عباس کی کے متعلق یہ توضیح کی گئی کہ وہ شاعر ہونے کے باوجود احتمالی ثقہ تھے اور ان کے متعلق کوئی اتہام نہ تھا، لہذا ان کی روایات سب قتل قبول ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ و نقل الترمذی عن بعض اهل العلم انه اشق الصيام و يامن مع ذلك غالباً من تفويت الحقوق كما تقدمت الاشارة اليه فيما تقدم قريباً في حق دائود و لا يفر اذا لاقى لان من اسباب الفرار ضعف الجسد و لا شك ان سرد الصوم ينهك و على ذلك يحمل قول ابن مسعود فيها رواه سعيد بن منصور باسناد صحيح عنه انه قيل له انك لتقل الصيام فقال اني اخاف ان يضحني عن القراءة و القراءة احب الي من الصيام الخ یعنی ترمذی رحمہ اللہ نے بعض سے نقل کیا ہے کہ میام داؤد رضی اللہ عنہم اگرچہ مشکل ترین روزہ ہے مگر اس میں حقوق واجب کے فوت ہونے کا ڈر نہیں جیسا کہ پیچھے داؤد رضی اللہ عنہم کے متعلق اشارہ گذر چکا ہے ان کی شان یہ بتلائی گئی کہ اس قدر روزہ رکھنے کے باوجود وہ جہاد میں دشمن سے مقابلہ کے وقت بھاگتے نہیں تھے۔ یعنی اس قدر روزہ رکھنے کے باوجود ان کے جسم میں کوئی کمزوری نہ تھی۔ حالانکہ اس طرح روزے رکھنا جسم کو کمزور کر دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے قول کا بھی یہی مطلب ہے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ آپ نفل روزہ کم رکھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میں کثرت صوم سے اس قدر کمزور نہ ہو جاؤں کہ میری قرآء کا سلسلہ رک جائے حالانکہ قرأت میرے لیے روزہ سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صوم داؤد رضی اللہ عنہم بہترین روزہ ہے۔ جو لوگ بغیر روزہ رکھنے کے خواہش مند ہوں ان کے لیے ان ہی کی اتباع مناسب ہے۔

۱۹۸۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَسْطِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ، فَأَلْقَيْتُ لَهُ وَمِزَّةً مِنْ أَدَمٍ حَشَوَهَا لَيْفًا، فَجَلَسَ عَلَيَّ الْأَرْضِ وَصَارَتْ الْوَسَادَةَ بَنِي وَبَيْنَهُ، فَقَالَ: ((أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ؟)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ.. قَالَ: ((خَمْسًا)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ.. قَالَ: ((سَبْعًا)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ.. قَالَ: ((سَعَةً)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ.. قَالَ: ((إِخْدَى عَشْرَةَ)). ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: شَطْرُ النَّهْرِ، صُمَّ يَوْمًا وَأَفْطِرَ يَوْمًا)). [راجع: ۱۱۳۱]

(۱۹۸۰) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے اور ان سے ابو قلابہ نے کہ مجھے ابو ملیح نے خبر دی، کہا کہ میں آپ کے والد کے ساتھ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو میرے روزے کے متعلق خبر ہو گئی، (کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں) آپ میرے یہاں تشریف لائے اور میں نے ایک گدہ آپ کے لیے بچھادیا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ اور تکیہ میرے اور آپ کے درمیان ہو گیا۔ آپ نے فرمایا، کیا تمہارے لئے ہر مہینہ میں تین دن کے روزے کافی نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! (کچھ اور بڑھا دیجئے) آپ نے فرمایا، اچھا پانچ دن کے روزے (رکھ لے) میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کچھ اور بڑھائیے، مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) آپ نے فرمایا، اچھا نو دن، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کچھ اور، فرمایا، اچھا گیارہ دن۔ آخر آپ نے فرمایا کہ داؤد رضی اللہ عنہم کے روزے کے طریقے کے سوا اور کوئی طریقہ (شریعت میں) جائز

نہیں۔ یعنی زندگی کے آدھے دنوں میں ایک دن کا روزہ رکھ اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کر۔

باب ایام بیض کے روزے
یعنی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخوں کے
روزے رکھنا

۶۰- بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ الْبَيْضِ :
ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَةَ
عَشْرَةَ

(۱۹۸۱) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ابو التیاح نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو عثمان نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میرے خلیل رضی اللہ عنہ نے مجھے ہرمینے کی تین تاریخوں میں روزہ رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اسی طرح چاشت کی دو رکعتوں کی بھی وصیت فرمائی تھی اور اس کی بھی کہ سونے سے پہلے ہی میں وتر پڑھ لیا کروں۔

۱۹۸۱- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ بِثَلَاثَ صِيَامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكَعَتَيِ الصُّحَى، وَأَوْتَرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ)).

[راجع: ۱۱۷۸]

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث ترجمہ باب کے موافق نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہرمینے میں تین روزے رکھنے کا ذکر ہے۔ ایام بیض کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کر دیا۔ جسے امام احمد اور نسائی اور ابن حبان نے موسیٰ بن طلحہ سے نکالا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ اس میں یوں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے فرمایا جو بھنا ہوا خرگوش لایا تھا۔ تو بھی کھا۔ اس نے کہا میں ہرمینے میں تین دن روزے رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تو یہ روزے رکھتا ہے تو سفید دنوں میں یعنی ایام بیض میں رکھا کر۔ نسائی کی ایک روایت میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یوں ہے ہر دس دن میں ایک روزہ رکھا کر اور ترمذی نے نکالا کہ آپ ہفتہ اور اتوار اور جمعہ کو روزہ رکھا کرتے اور ایک روایت میں منگل بدھ، جمعرات میں ہے غرض آپ کا نقلی روزہ ہمیشہ کے لیے کسی خاص دن میں مہینہ نہ تھا۔ مگر ایام بیض کے روزے مسنون ہیں۔

باب جو شخص کسی کے ہاں بطور مہمان ملاقات کے لیے گیا
اور ان کے یہاں جا کر اس نے اپنا نقلی روزہ نہیں توڑا

۶۱- بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ
عِنْدَهُمْ

(۱۹۸۲) ہم سے محمد بن ثقی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے خالد نے (جو حارث کے بیٹے ہیں) بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم رضی اللہ عنہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی ایک عورت کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ نے فرمایا، یہ گھی اس کے برتن میں رکھ دو اور یہ کھجوریں بھی اس کے

۱۹۸۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ : حَدَّثَنِي خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُمِّ سَلِيمٍ، فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ، قَالَ : ((أَعِينِدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَانِهِ

برتن میں رکھ دو کیونکہ میں تو روزے سے ہوں۔ پھر آپ نے گھر کے ایک کنارے میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور ام سلیمؓ اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی، ام سلیمؓ نے عرض کی کہ میرا ایک بچہ لاڈلا بھی تو ہے (اس کے لیے بھی تو دعا فرما دیجئے) فرمایا کون ہے انہوں نے کہا آپ کا خادم انسؓ۔ پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہیں چھوڑی جس کی ان کے لیے دعائے ہو۔ آپ نے دعائیں یہ بھی فرمایا، اے اللہ! اسے مال اور اولاد عطا فرما اور اس کے لیے برکت عطا کر۔ (انسؓ بڑھتے کا بیان تھا کہ) چنانچہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری صلیبی اولاد میں سے تقریباً ایک سو بیس دفن ہو چکے تھے۔ ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، انہیں یحییٰ نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے حمید نے بیان کیا، اور انہوں نے انسؓ سے سنا، نبی کریم ﷺ کے حوالہ کے ساتھ۔

وَتَمَرَكُمْ فِي وَعَائِهِ فَإِنِّي صَانِمٌ)). ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ، فَدَعَا لِأُمَّ سَلِيمٍ وَأَهْلِ بَيْتِهَا. فَقَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لِي خَوِصَّةٌ، قَالَ: ((مَا هِيَ؟)) قَالَتْ: خَادِمُكَ أَنَسٌ. فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا بِهِ: اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَوَلَدًا، وَبَارِكْ لَهُ)). فَإِنِّي لَمِنَ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا. وَحَدَّثَنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ قَالَ ذِفْنٌ لِيصْلِي مَقْدَمَ حَجَّاجِ الْبَصْرَةَ بَضْعَ وَعِشْرُونَ وَمِائَةً)). حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في : ٦٣٣٤، ٦٣٤٤، ٦٣٧٨،

٦٣٨٠].

تجلی حدیث میں حجاج کا ذکر ہے جو بصرہ میں ۷۵ھ میں آیا تھا۔ اس وقت حضرت انسؓ کی عمر کچھ اوپر اسی برس کی تھی، ۹۳ھ کے قریب آپ کا انتقال ہوا۔ ایک سو سال کے قریب ان کی عمر ہوئی۔ یہ سب آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے خاص اپنی صلب کے ۱۳۵ بچے دفن کئے پھر دیگر لوگ انہیں کا اندازہ کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے مقصد باب یوں ثابت ہوا کہ آپ ام سلیمؓ کے گھر روزہ کی حالت میں تشریف لے گئے۔ اور آپ نے ان کے ہاں کھانا واپس فرما دیا۔ اور روزہ نہیں توڑا۔ ثابت ہوا کہ کوئی شخص ایسا بھی کرے تو جائز درست بلکہ سنت نبوی ہے۔ یہ سب حالات پر منحصر ہے۔ بعض مواقع ایسے بھی آسکتے ہیں کہ وہاں روزہ کھول دینا جائز ہے۔ بعض ایسے کہ رکھنا بھی جائز ہے۔ یہ ہر شخص کے خود دل میں فیصلہ کرنے اور حالات کو سمجھنے کی باتیں ہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔

باب مینے کے آخر میں روزہ رکھنا۔

۱۹۸۳) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مہدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان نے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مہدی بن میمون نے، ان سے غیلان بن جریر نے، ان

۶۲- بَابُ الصَّوْمِ آخِرَ الشَّهْرِ

۱۹۸۳- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ عَنْ غِيلَانَ ح. وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا غِيلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ

سے مطرف نے، ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا (مطرف نے یہ کہا کہ) سوال تو کسی اور نے کیا تھا لیکن وہ سن رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو فلاں! کیا تم نے اس مہینے کے آخر کے روزے رکھے؟ ابو نعمان نے کہا میرا خیال ہے کہ راوی نے کہا کہ آپ کی مراد رمضان سے تھی۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ ثابت نے بیان کیا، ان سے مطرف نے، ان سے عمران رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کے آخر کے بجائے) شعبان کے آخر میں کا لفظ بیان کیا (یہی صحیح ہے)

کیونکہ رمضان میں تو سارے مہینے ہر کوئی روزے رکھتا ہے۔ بعض نے سرر کا ترجمہ مہینے کا شروع کیا ہے، بعض نے مہینے کا سبب، بعضوں نے کہا آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے ڈانٹ کے طور پر ایسا فرمایا کہ تو نے شعبان کے اخیر میں تو روزے نہیں رکھے۔ کیونکہ دوسری حدیث میں آپ نے رمضان کا استقبال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر یہ ہو تا تو آپ قضاء کا حکم کیوں دیتے۔ خطابی نے کہا شاید اس وجہ سے قضاء کا حکم دیا کہ اس شخص نے منت مانی ہو گی، تو آپ نے منت پوری کرنے کا حکم دیا اس طرح کہ شوال میں اس کی قضاء کر لے۔ بعض نے کہا اگر کوئی شعبان کے اخیر میں رمضان کے استقبال کی نیت سے روزہ رکھے تو یہ مکروہ ہے لیکن اگر استقبال کی نیت نہ ہو تو کچھ قباحت نہیں ہے۔ مگر ایک حدیث میں شعبان کے نصف آخری میں روزہ رکھنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے تاکہ رمضان کے لئے ضعف لاحق نہ ہو۔

باب جمعہ کے دن روزہ رکھنا۔

اگر کسی نے خالی ایک جمعہ کے دن کے روزہ کی نیت کر لی تو اسے توڑ ڈالے

(۱۹۸۳) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عبد الحمید بن جبیر نے اور ان سے محمد بن عباد نے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ سے پوچھا، کیا نبی ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ابو عاصم کے علاوہ راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ خالی (ایک جمعہ ہی کے دن) روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا۔

اس باب میں حضرت امام نے تین حدیثیں نقل کی ہیں۔ پہلی دو حدیثوں میں کچھ کچھ اجمال ہے مگر تیسری حدیث میں پوری

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ أَنَّهُ سَأَلَهُ - أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ - فَقَالَ: يَا أَبَا فَلَانٍ أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هَذَا الشَّهْرِ؟ قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ يَعْني رَمَضَانَ، قَالَ الرَّجُلُ: لَأَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ))، لَمْ يَقُلْ الصَّلْتُ: أَظُنُّهُ يَعْني رَمَضَانَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ مُطَرَفٍ عَنْ عِمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مِنْ سَرَرَ شُعْبَانَ)).

۶۳- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ،

فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَفْطِرَ

۱۹۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ)) زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ ((أَنْ يَنْفِرَ بِصَوْمٍ)).

شرح

تفصیل موجود ہے، جس سے ظاہر ہے کہ جمعہ کے روزہ کے لئے ضروری ہے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھا جائے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مزید تفصیل یوں ہے۔ لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا تخصوا يوم الجمعة من بين الايام الا ان يكون في صوم بصومه احدكم يعني جمعہ کی رات کو عبادت کے لیے خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے۔ ہاں اگر کسی کا کوئی نذر وغیرہ کا روزہ جمعہ کے دن آجائے۔ جس کا رکھنا اس کے لیے ضروری ہو تو یہ امر دیگر ہے۔ وہ روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ کمن يصوم ايام البيض او من له عادة يصوم يوم معين كيوم عرفة فوافق يوم الجمعة ويؤخذ منه جواز صومه لمن نذر يوم قنوم زيد مثلا او شفاء فلان (فتح) یعنی کسی کا کوئی روزہ ایام بیض کا ہو یا عرفہ کا یا کسی نذر کا جمعہ میں پڑ جائے تو پھر جمعہ کا روزہ جائز ہے۔

۱۹۸۵- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَا يَصُومُونَ أَحَدَكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ)).

۱۹۸۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابو صالح نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص جمعہ کے دن اس وقت تک روزہ نہ رکھے جب تک اس سے ایک دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ نہ رکھتا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں کی جو عادت ہوتی ہے کہ ہفتے میں ایک دو دن خاص کر کے اس میں روزہ رکھتے ہیں۔ جیسے کوئی پیر جمعرات کو روزہ رکھتا ہے، کوئی پیر منگل کو، کوئی جمعرات جمعہ کو تو یہ تخصیص آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ابن تین نے کہا بعض نے اسی وجہ سے ایسی تخصیص کو مکروہ رکھا ہے۔ لیکن عرفہ کے دن اور عاشورہ اور ایام بیض کی تخصیص تو خود حدیث سے ثابت ہے۔ حافظ نے کہا کئی ایک احادیث میں یہ وارد ہے کہ آپ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ مگر شاید امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ حالانکہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے نکالا۔ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا۔ حضرت عائشہ سے کہ آنحضرت ﷺ قصد کر کے پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے اور نسائی اور ابو داؤد نے نکالا، ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا، اسامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا آپ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا، تو آپ نے فرمایا، اس دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت اٹھایا جائے جب میں روزہ سے ہوں۔

۱۹۸۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ. ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ: (أَصُمْتِ أَمْسِ؟) قَالَتْ: لَا. قَالَ: ((تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِينَ غَدًا؟)) قَالَتْ: لَا. قَالَ: ((فَأَطْعِمِي)).

۱۹۸۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، (دوسری سند) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابو ایوب نے اور ان سے جویریہ بنت حارث نے کہ نبی کریم ﷺ ان کے یہاں جمعہ کے دن تشریف لے گئے، (اتفاق سے) وہ روزہ سے تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر دریافت فرمایا کیا کل کے دن بھی تو نے روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا، کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر روزہ توڑ

وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْأَجْعَدِ سَمِعَ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ: ((أَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ)).
 دو۔ حماد بن جعد نے بیان کیا کہ انہوں نے قتادہ سے سنا، ان سے ابویوب نے بیان کیا اور ان سے جویریہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا اور انہوں نے روزہ توڑ دیا۔

حاکم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے یوم الجمعة یوم عید فلا تجعلوا یوم عیدکم یوم صیامکم الا ان تصوموا قبلہ اوبعدہ یعنی جمعہ کا دن تمہارے لیے عید کا دن ہے پس اپنے عید کے دن کو روزہ رکھنے کا دن نہ بناؤ مگر یہ کہ تم اس سے آگے یا پیچھے ایک روزہ اور رکھ لو۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا کہ جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو یہ دن تمہارے لیے عبادت الہی اور کھانے پینے کا دن ہے۔ وذهب الجمهور الى ان النهی فیہ للتزیه (تخ) یعنی جمہور کا قول ہے کہ جمعہ کے دن روزہ کی نہی تنزیہ کے لیے ہے، حرمت کے لیے نہیں ہے یعنی بہتر ہے کہ روزہ نہ رکھا جائے۔

باب روزے کے لیے کوئی دن

مقرر کرنا

(۱۹۸۷) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، کیا رسول اللہ ﷺ نے (روزہ وغیرہ عبادت کے لیے) کچھ دن خاص طور پر مقرر کر رکھے تھے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ آپ کے ہر عمل میں بیہنگی ہوتی تھی۔ اور دوسرا کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی طاقت رکھتا ہو؟

جن ایام کے روزوں کے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں جیسے یوم عرفہ یوم عاشورہ وغیرہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

باب عرفہ کے دن روزہ رکھنا

(۱۹۸۸) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ام فضل رضی اللہ عنہا کے مولیٰ عمیر نے بیان کیا، اور ان سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ (دوسری سند) امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کہا اور ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عمر بن عبد اللہ کے غلام ابو نصر نے، انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر نے اور انہیں ام فضل بنت حارث نے کہ ان کے یہاں کچھ لوگ عرفات کے دن نبی کریم ﷺ کے روزہ کے بارے میں جھگڑ رہے

۶۴- بَابُ هَلْ يَخْصُ شَيْئًا مِنَ

الْأَيَّامِ؟

۱۹۸۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ ((قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْتَصُّ مِنْ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ: لَا، كَانَ عَمَلُهُ دِيَمَةً، وَإَيْكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُطِيقُ؟)). [طرفه في: ۶۴۶۶].

۶۵- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

۱۹۸۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ ((أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ

عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ. فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ فَشَرِبَهُ)). [راجع: ۱۶۵۸]

تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے ہیں اور بعض نے کہا کہ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا (تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے، آپ نے دودھ پی لیا۔

ابو نعیم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ خطبہ بنا رہے تھے اور یہ جتہ الوداع کا واقعہ تھا جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔

۱۹۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ - أَوْ قُرَيْءٌ عَلَيْهِ - قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّاسَ شَكُّوا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِحِلَابٍ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ. فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ)).

۱۹۸۹) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، (یا ان کے سامنے حدیث کی قراءت کی گئی)۔ کہا کہ مجھ کو عمرو نے خبر دی، انہیں بکیر نے، انہیں کرب نے اور انہیں میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہ عرفہ کے دن کچھ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا۔ اس لیے انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت عرفات میں وقوف فرماتے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا۔ اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔

عبداللہ بن وہب نے خود یہ حدیث یحییٰ کو سنائی یا عبداللہ بن وہب کے شاگردوں نے ان کو سنائی۔ دونوں طرح حدیث کی روایت صحیح ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ان حدیثوں کو ذکر نہیں کیا جن میں عرفہ کے روزہ کی ترغیب ہے، جب کہ وہ حدیث بیان کی جس سے عرفہ میں آپ کا اظہار کرنا ثابت ہے۔ کیونکہ وہ حدیثیں ان کی شرط کے موافق صحیح نہ ہوں گی۔ حالانکہ امام مسلم نے ابو قتادہ سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، عرفہ کا روزہ ایک برس آگے اور ایک برس پیچھے کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا، عرفہ کا روزہ حاتی کو نہ رکھنا چاہئے۔ اس خیال سے کہ کہیں ضعف نہ ہو جائے۔ اور حج کے اعمال بجالانے میں خلل واقع ہو۔ اور اس طرح باب کی احادیث اور ان احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ (وحید)

۶۶ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ

یہ بلا اتفاق منع ہے۔ مگر اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے ایک روزہ کی منت مانی اور اتفاق سے وہ منت عید کے دن آن پڑی مثلاً کسی نے کہا جس دن زید آئے اس دن میں ایک روزہ کی منت اللہ کے لیے مان رہا ہوں اور زید عید کے دن آیا تو یہ نذر صحیح ہوگی یا نہیں۔ حنفی نے کہا صحیح ہوگی اور اس پر قضاء لازم ہوگی اور جمہور علماء کے نزدیک یہ نذر صحیح ہی نہ ہوگی۔

۱۹۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عَتِيبَةَ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ: ((شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عَمْرِو بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: ((هَذَا يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَصُومَ فِيهِمَا)).

۱۹۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ازہر کے غلام ابو عبید نے بیان کیا کہ عید کے دن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن ایسے ہیں جن کے روزوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللہ عَنْ صِيَامِهِمَا : يَوْمَ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَالْيَوْمَ الْآخِرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ. [طرفہ فی : ۵۵۷۱].

ممانعت فرمائی ہے۔ (رمضان کے روزوں کے بعد افطار کا دن عید الفطر) اور دوسرا وہ دن جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو (یعنی عید الاضحیٰ کا دن)

بعض نسخوں میں اس کے بعد اتنی عبارت زائد ہے۔ قال ابو عبد الله قال ابن عيينة من قال مولی ابن ازهر فقد اصاب ومن قال مولی عبدالرحمن بن عوف فقد اصاب یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا سفیان بن عیینہ نے کہا جس نے ابو عبد اللہ کو ابن ازہر کا غلام کہا اس نے بھی ٹھیک کہا اور جس نے عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ کا غلام کہا اس نے بھی ٹھیک کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن ازہر اور عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ دونوں اس غلام میں شریک تھے۔ بعض نے کہا درحقیقت وہ عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ کے غلام تھے۔ مگر ابن ازہر کی خدمت میں رہا کرتے تھے تو ایک کے حقیقتاً غلام ہوئے دوسرے کے مجازاً (وحیدی)

۱۹۹۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّخْرِ، وَعَنِ الصَّمَاءِ، وَأَنْ يَخْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي قُوبٍ وَاحِدٍ)).

۱۹۹۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابو سعید خدری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور قربانی کے دنوں کے روزوں کی ممانعت کی تھی۔ اور ایک کپڑا سارے بدن پر لپیٹ لینے سے اور ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے۔

[راجع: ۳۶۷]

۱۹۹۲) اور صبح اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے۔

۱۹۹۲- وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ. [راجع: ۵۸۶]

باب عید الاضحیٰ کے دن کا روزہ رکھنا

۱۹۹۳) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام نے خبر دی، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہوں نے عطاء بن یناء سے سنا، وہ ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے یہ حدیث نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو روزے اور دو قسم کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے۔ اور ملامت اور منابذت کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے۔

[راجع: ۳۶۸]

یعنی بائع مشتری کا یا مشتری بائع کا کپڑا یا بدن چھوئے تو بیع لازم ہو جائے، اس شرط پر بیع کرنا یا بائع یا مشتری کوئی چیز دوسرے کی طرف پھینک مارے تو بیع لازم ہو جائے یہ بیع منابذہ ہے جو منع ہے۔

۱۹۹۴) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ عمیری نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن عون نے خبر دی، ان سے زیاد بن جبیر نے بیان کیا کہ ایک شخص ابن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک شخص نے ایک دن کے روزے کی نذر مانگی۔ پھر کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ پیر کا دن ہے اور اتفاق سے وہی عید کا دن پڑ گیا۔ ابن عمر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے سے (اللہ کے حکم سے) منع فرمایا ہے۔ (گویا ابن عمر نے کوئی قطعی فیصلہ نہیں دیا)

۱۹۹۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ جَبْرِ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ الْإِنْتِنِ فَوَافَقَ يَوْمَ عِيدٍ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَمَرَ اللَّهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ)). [طرفاه فی : ۶۷۰۵، ۶۷۰۶].

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ لم یفسر العید فی هذه الرواية و مقتضى ادخاله هذا الحديث فی ترجمة صوم يوم النحر ان يكون المستول عنه يوم النحر و هو مصرح به فی رواية يزيد بن زريع المذكورة و لفظه فوافق يوم النحر یعنی اس روایت میں عید کی وضاحت نہیں ہے کہ وہ کون سی عید تھی اور یہاں باب کا اقتضاء عید الاضحیٰ ہے سو اس کی تصریح یزید بن زریع کی روایت میں موجود ہے۔ جس میں یہ ہے کہ اتفاق سے اس دن قربانی کا دن پڑ گیا تھا۔ یزید بن زریع کی روایت میں یہ لفظ وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ اور ایسا ہی احمد کی روایت میں ہے جسے انہوں نے اسماعیل بن علیہ سے انہوں نے یونس سے نقل کیا ہے، پس ثابت ہو گیا کہ روایت میں یوم عید سے عید الاضحیٰ یوم النحر مراد ہے۔

۱۹۹۵) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبد الملک بن عمیر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قزعة سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ جہادوں میں شریک رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے بہت ہی پسند آئیں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی عورت دو دن (یا اس سے زیادہ) کے اندازے کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی اور محرم نہ ہو۔ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز جائز نہیں۔ اور چوتھی بات یہ کہ تین مساجد کے سوا اور کسی جگہ کے لیے شد رحال (سفر) نہ کیا جائے، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

۱۹۹۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِهْنَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عِنْدَ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ قَزْعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِنْتِي عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ: سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَعَجَبَنِي، قَالَ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ لِيَوْمَيْنِ: الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي هَذَا)).

[راجع: ۵۸۶]

تَشْرِيْحٌ بیان کردہ تینوں چیزیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں اور عیدین کے دن کھانے پینے کے دن ہیں، ان میں روزہ بالکل غیر مناسب ہے۔ اسی طرح نماز فجر کے بعد یا نماز عصر کے بعد کوئی نماز پڑھنا ناجائز ہے اور تین مساجد کے سوا کسی بھی جگہ کے لیے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرنا شریعت میں قطعاً ناجائز ہے۔ خاص طور پر آج کل قبروں، مزاروں کی زیارت کے لئے نذر و نیاز کے طور پر سفر کئے جاتے ہیں، جو ہو بہوت پرست قوموں کی نقل ہے۔ شریعت محمدیہ میں اس قسم کے کاموں کی ہرگز منجائش نہیں ہے۔ حدیث لاتشد الرحال کی مفصل تشریح پیچھے لکھی جا چکی ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں فیہ بیان عظم فضیلة هذه المساجد الثلاثة و مزیتها علی غیرها لكونها مساجد الانبياء صلوة الله و سلامه عليهم و الفضل الصلوة فيها و لوندن الذهاب الي المسجد الحرام لزمه قصدہ لحج او عمرة و لو نذر الي المسجدین الاخرین فقولان للشافعی اصحابہما عند اصحابہما يستحب قصدہما و لا یجب والثانی یجب و بہ قال کثیرون من العلماء و اما باقی المساجد سوی الثلاثة فلا یجب قصدہا بالنذر و لا یعتقد نذر قصدہا۔ هذا مذهبنا و مذهب العلماء كافة الامحمد بن المسلمة المالکی فقال اذا نذر قصد مسجد لزمه قصدہ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتہ کل سبت راکباً و ما شیئا وقال اللیث بن سعد یلزمه قصد ذالک المسجد ای مسجد کان و علی مذهب الجماہیر لا یعتقد نذرہ و لا یلزمہ شیء وقال احمد یلزمہ کفارة یعین۔

و اختلف العلماء فی شد الرحال و اعمال المطی الی غیر المساجد الثلاثة کالذہاب الی قبور الصالحین الی المواضع الفاضلة و نحو ذالک فقال الشیخ ابو محمد الجوبینی من اصحابنا هو حرام و هو الذی اشار القاضی عیاض الی اختیارہ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم شریف کی شرح لکھنے والے بزرگ ہیں۔ اپنے دور کے بہت ہی بڑے عالم فاضل، حدیث و قرآن کے ماہر اور متدین اہل اللہ شمار کیے گئے ہیں۔ آپ کی مذکورہ عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ان تینوں مساجد کی فضیلت اور بزرگی دیگر مساجد پر اس وجہ سے ہے کہ ان مساجد کی نسبت کئی بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام سے ہے یا اس لیے کہ ان میں نماز پڑھنا بہت فضیلت رکھتا ہے۔ اگر کوئی حج یا عمرہ کے لیے مسجد حرام میں جانے کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا اس کے لئے لازم ہو گا۔ اور اگر دوسری دو مساجد کی طرف جانے کی نذر مانی تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اس نذر کا پورا کرنا مستحب جانتے ہیں نہ کہ واجب اور دوسرے علماء اس نذر کا پورا کرنا بھی واجب جانتے ہیں۔ اور اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ ان تین کے سوا باقی مساجد کا نذر وغیرہ کے طور پر قصد کرنا واجب نہیں بلکہ ایسے قصد کی نذر ہی منعقد نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا اور بیشتر علماء کا مذہب ہے۔ مگر محمد بن مسلمہ مالکی کہتے ہیں کہ مسجد قباء میں جانے کی نذر واجب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ پیدل و سوار وہاں جلیا کرتے تھے۔ اور لیث بن سعد نے ہر مسجد کے لیے ایسی نذر اور اس کا پورا کرنا ضروری کہا ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک ایسی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی۔ اور نہ اس پر کوئی کفارہ لازم ہے۔ مگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے قسم جیسا کفارہ لازم قرار دیا ہے۔

اور مساجد ثلاثہ کے علاوہ قبور صالحین یا ایسے مقامات کی طرف پالان سفر باندھنا اس بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے اسے حرام قرار دیا ہے اور قاضی عیاض کا بھی اشارہ اسی طرف ہے۔ اور حدیث نبوی جو یہاں مذکور ہوئی ہے وہ بھی اپنے معنی میں ظاہر ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین مذکورہ مساجد کے علاوہ ہر جگہ کے لیے بغرض تقرب الی اللہ پالان سفر باندھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کا قول قتل اعتبار نہیں۔ خواہ وہ قائل کے باشد۔

مذہب محقق یہی ہے کہ شدر حال صرف ان ہی تین مساجد کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی جگہ کے لیے یہ جائز نہیں۔ شدر حال کی تشریح میں یہ داخل ہے کہ وہ قصد تقرب الہی کے خیال سے کیا جائے۔

قبور صالحین کے لئے شدر حال کرنا اور وہاں جا کر تقرب الہی کا عقیدہ رکھنا یہ بالکل ہی بے دلیل عمل ہے اور آج کل قبور اولیاء

کی طرف شد حال تو بالکل ہی بت پرستی کا چربہ ہے۔

۶۸- بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ متمتع کو ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ابن منذر نے زبیر اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہما سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے اور حضرت علی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مطلقاً منع منقول ہے۔ اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ اور ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس متمتع کے لئے درست ہے جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

۱۹۹۶- وَقَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي : ((كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَصُومُ أَيَّامَ مِنِّي، وَكَانَ أَبُوهُ يَصُومُهَا)).

۱۹۹۶ (۱۹۹۶) ابو عبداللہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہؓ ایام منیٰ (ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے باپ (عروہ) بھی ان دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔

منیٰ میں رہنے کے دن وہی ہیں جن کو ایام تشریق کہتے ہیں یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کے ایام۔

۱۹۹۷، ۱۹۹۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عِيْسَى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، قَالَا : ((لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يُصَمَّنَ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ)).

۱۹۹۷ (۱۹۹۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا، انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، (نیز زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی سنا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ (عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما) دونوں نے بیان کیا کہ کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لئے جسے قربانی کا مقدور نہ ہو۔

تشریح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایام التشریق ای الايام التي بعد يوم النحر وقد اختلف في كونها يومين او ثلاثة وسميت ايام التشریق لان لحوم الاضاحي تشرق فيها اي تنشر في الشمس الخ یعنی ایام تشریق یوم النحر ذی الحجہ کے بعد والے دنوں کو کہتے ہیں۔ جو دو ہیں یا تین اس بارے میں اختلاف ہے (مگر تین ہونے کو ترجیح حاصل ہے) اور ان کا نام ایام تشریق اس لئے رکھا گیا کہ ان میں قربانیوں کا گوشت کھانے کے لئے دھوپ میں پھیلا دیا جاتا تھا۔ والراجح عند البخاری جواز ہا للمتمتع فانه ذکر فی الباب حدیثی عائشہ و ابن عمر فی جواز ذالک و لم یورد غیرہ یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج تمتع والے کے لئے (جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو) ان ایام میں روزہ رکھنا جائز ہے، آپ نے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث ذکر کی ہیں اور کوئی ان کے غیر حدیث نہیں لائے۔ جن احادیث میں ممانعت آئی ہے وہ غیر متمتع کے حق میں قرار دی جاسکتی ہیں۔ اور جواز والی احادیث متمتع کے حق میں جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس طرح ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے۔ یترجع القول بالحواز والی هذا جنح البخاری (فتح) یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جواز کے قائل ہیں اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔

ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب کے اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا ہے۔ قال اخبرني ابراهيم بن سعد عن ابن شهاب عن عروہ

عن عائشة لى المتمتع اذ الم يجد هديا لم يصم قبل عرفه فليصم ايام منى لىنى حضرت عائشةؓ نے فرمایا کہ تمتع ايام تشریق میں روزہ رکھ جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو۔

الحديث الكبير حضرت مولانا عبدالرحمنؒ فرماتے ہیں۔ وحمل المطلق على المعقيد واجب وكذا بناء العام على الخاص قال الشوكاني و هذا اقوى المذاهب و اما القائل بالجواز مطلقا فاحاديث جميعها ترد عليه (تحفة الاحوذى) لىنى مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور اسی طرح عام کو خاص پر بنا کرنا۔ امام شوکانی فرماتے ہیں اور یہ قوی تر مذہب ہے۔ اور جو لوگ مطلق جواز کے قائل ہیں پس جملہ احادیث ان کی تردید کرتی ہیں۔

(۱۹۹۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر قربانی کا مقدور نہ ہو۔ اور نہ اس نے روزہ رکھا تو ایام منی (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھے۔ اور ابن شہاب نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کیا۔

باب اس بارے میں کہ عاشوراء کے دن کاروزہ کیسا ہے؟

عاشورہ محرم کی دسویں تاریخ کو کہا جاتا ہے، اوائل اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فریضت جاتی رہی صرف نیت باقی رہ گئی۔

(۲۰۰۰) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے عمر بن محمد نے، ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشوراء کے دن اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھ لے۔

(۲۰۰۱) ہم سے ابو ایمن نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خبر دی، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن کاروزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو جس کا دل چاہتا اس دن روزہ رکھتا اور جو نہ چاہتا نہیں رکھا کرتا تھا۔

۱۹۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَلَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامٍ مَنِيَّ)). وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ مَثَلَهُ. تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

۶۹- بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

عاشورہ محرم کی دسویں تاریخ کو کہا جاتا ہے، اوائل اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فریضت جاتی رہی صرف نیت باقی رہ گئی۔

۲۰۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((يَوْمَ عَاشُورَاءَ إِنْ شَاءَ صَامَ)). [راجع: ۱۸۹۲]

۲۰۰۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مِنْ شَاءِ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ)).

[راجع: ۱۰۹۲]

۲۰۰۲) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے اور ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکھتے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو بھی حکم دیا۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

۲۰۰۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانَ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ)). [راجع: ۱۰۹۲]

ثابت ہوا کہ عاشوراء کا روزہ فرض نہیں ہے۔

۲۰۰۳) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے دن منبر پر سنا، انہوں نے کہا اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کدھر گئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔ اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں روزہ سے ہوں اور اب جس کا جی چاہے روزہ سے رہے (اور میری سنت پر عمل کرے) اور جس کا جی چاہے نہ رہے۔

۲۰۰۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُورَاءَ عَامَ حَجِّ عَلِيٍّ الْمُنَبِّرِ يَقُولُ: ((يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ، أَيْنَ غُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: هَذَا يَوْمٌ عَاشُورَاءَ، وَلَمْ يُكْتَبِ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ، وَأَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفِطْرَنَّ)).

شاید معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی ہو کہ مدینہ والے عاشوراء کا روزہ کمروہ جانتے ہیں یا اس کا اہتمام نہیں کرتے یا اس کو فرض سمجھتے ہیں، تو آپ نے منبر پر یہ تقریر کی۔ آپ نے یہ حج ۳۳ھ میں کیا تھا۔ یہ ان کی خلافت کا پہلا حج تھا۔ اور اخراج ان کا ۵۷ھ میں ہوا تھا۔ حافظ کے خیال کے مطابق یہ تقریر ان کے آخری حج میں تھی۔

۲۰۰۴) ہم سے ابو عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن سعید بن جبیر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ (دوسرے سال) آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ

۲۰۰۴- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ

رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر موسیٰ ﷺ کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی اس کا حکم دیا۔

مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے! اللہ کا شکر کرنے کے لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ ابو ہریرہؓ کی روایت میں یوں ہے اسی دن حضرت نوح ﷺ کی کشتی جو دی پارٹر ٹھہری تھی، تو حضرت نوح ﷺ نے اس کے شکر یہ میں اس دن روزہ رکھا تھا۔

(۲۰۰۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان، ان سے ابو عمیس نے، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن کو یہودی عید کا دن سمجھتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

عَاشُورَاءَ فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمَ صَالِحٍ، هَذَا يَوْمَ نَجَّى اللَّهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ غَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوسَى، قَالَ: فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ). [إطرافه في: ۳۳۹۷، ۳۹۴۳، ۴۹۴۳، ۴۶۸۰، ۴۷۳۷].

۲۰۰۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُودُ عِيدًا، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَصُومُوهُ أَنْتُمْ)).

[طرفه في: ۳۹۴۲].

تفسیر مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایت ہے کہ صوموا یوم عاشوراء و خالفوا اليهود صوموا یوما قبلہ او یوما بعدہ۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھو اور اس میں یہودی مخالفت کے لئے ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ اور ملاو۔ قال القرطبی عاشوراء معلول عن عشرة للمبالغة و التعظیم و هو فی الاصل صفة الليلة العاشرة لانه ماخوذ من العشر الذی ہوا سم العقد والیوم مضاف الیہا فاذا قبل یوم عاشوراء فکانہ قبل یوم لیلۃ العاشرة لانہم کانوا الماعلوا بہ عن الصفة غلبت علیہ الاسمیۃ فاستغوا عن الموصوف فحذفوا اللیلۃ فصار هذا اللفظ علما علی الیوم العاشر (فتح) یعنی قرطبی نے کہا کہ لفظ عاشوراء مبالغہ اور تعظیم کے لئے ہے جو لفظ عاشورہ سے معدول ہے۔ جب بھی لفظ عاشوراء بولا جائے اس سے محرم کی دسویں تاریخ کی رات مراد ہوتی ہے۔

(۲۰۰۶) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے عبید اللہ بن ابی یزید نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوا عاشوراء کے دن کے اور اس رمضان کے مہینے کے اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور سے قصد کر کے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

۲۰۰۶- حَدَّثَنَا عُثَيْبُ بْنُ مُوسَى عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عُثَيْبِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرُ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ)).

(۲۰۰۷) ہم سے کمی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی

۲۰۰۷- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ

عبید نے بیان کیا ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے بنو اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کا حکم دیا تھا کہ جو کھا چکا ہو وہ دن کے باقی حصے میں بھی کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے نہ کھلیا ہو اسے روزہ رکھ لینا چاہئے کیونکہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنَ فِي النَّاسِ أَنْ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمٌ

عاشوراء)). [راجع: ۱۹۲۴]

یہاں کتاب الصیام ختم ہوئی جس میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ ایک سو ستاون احادیث لائے ہیں جن میں معلق اور موصول اور کمر سب شامل ہیں اور صحابہ اور تابعین کے ساتھ اثر لائے ہیں۔ جن میں اکثر معلق ہیں اور باقی موصول ہیں۔ الحمد للہ کہ آج ۵ شعبان ۱۳۸۹ھ کو جنوبی ہند کے سفر میں ریلوے پر چلے ہوئے اس کے ترجمہ و تشریحات سے فارغ ہوا۔

۳۱- کعب صلوٰۃ العر او یح کتاب نماز تراویح پڑھنے کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت

(۲۰۰۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے ابو سلمہ نے خبر دی، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ رمضان کے فضائل بیان فرما رہے تھے کہ جو شخص بھی اس میں ایمان اور نیت اجر و ثواب کے ساتھ (رات میں) نماز کے لیے کھڑا ہو اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۱- باب فضل من قام رمضان

۲۰۰۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ بَنُ بَكِيرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلْمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لِمَنْ صَامَ: ((مَنْ قَامَهُ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

[راجع: ۳۵]

(۲۰۰۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تميمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں حمید بن عبد الرحمن نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے

۲۰۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ

فرمایا، جس نے رمضان کی راتوں میں (بیدار رہ کر) نماز تراویح پڑھی، ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ، اس کے اگلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی۔ اور لوگوں کا یہی حال رہا (الگ الگ اکیلے اور جماعتوں سے تراویح پڑھتے تھے) اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں اور عمر رضی اللہ عنہما کے ابتدائی دور خلافت میں بھی ایسا ہی رہا۔

(۲۰۱۰) اور ابن شہاب سے (امام مالک رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے، انہوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن عبدالقاری سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا، میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، اور کچھ کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے یہی ٹھان کر ابی ابن کعب کو ان کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا، یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی۔ کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔

(۲۰۱۱) ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نماز (تراویح) پڑھی اور یہ رمضان میں ہوا تھا۔

(۲۰۱۲) اور ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن

اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لِقَوْلِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا)).

[زاجع: ۳۵]

۲۰۱۰- وَعَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ غُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: ((خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلَةَ فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ إِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ لِيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّفِطُ. فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِيءٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْنًا. ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَبِي بَنِي كَعْبٍ. ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةَ أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِيهِمْ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ - يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ - وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوْلَاهُ)).

۲۰۱۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ غُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ)). [راجع: ۷۲۹]

۲۰۱۲- ح و حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَبِيرٍ قَالَ

سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ (رمضان کی) نصف شب میں مسجد تشریف لے گئے، اور وہاں تراویح کی نماز پڑھی۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ صبح ہوئی تو انہوں نے اس کا چرچا کیا۔ چنانچہ دوسری رات میں لوگ پہلے سے بھی زیادہ جمع ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اور زیادہ چرچا ہوا اور تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتداء کی۔ چوتھی رات کو یہ عالم تھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے آنے والوں کے لئے جگہ بھی باقی نہیں رہی تھی۔ (لیکن اس رات آپ برآمد ہی نہیں ہوئے) بلکہ صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر شہادت کے بعد فرمایا۔ ابا عبد! تمہارے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا، لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ، چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت قائم رہی۔

(۲۰۱۳) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ (تراویح یا تہجد کی نماز) رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ آپ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ پہلی چار رکعت پڑھتے، تم ان کے حسن و خوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے، ان کے بھی حسن و خوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ میں نے ایک بار پوچھا، یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ. وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ، فَصَلُّوا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّلَاثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى فَصَلُّوا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةَ الرَّابِعَةَ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ. وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا)). فَتَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ. [راجع: ۷۲۹]

۲۰۱۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّنَا قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنِي تَنَامَانِ، وَلَا يَنَامُ قَلْبِي)).

[راجعہ: ۱۱۴۷]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔۔ والترایح جمع ترویحة و هي المرة الواحدة من الراحة كالتسليمة من السلام سميت الصلوة في الجماعة في ليالي رمضان التراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا يسترحون بين كل تسليمتين و قد عقد محمد بن نصر في قيام الليل بابين لمن استحب التطوع لنفسه بين كل ترويحتين ولمن كره ذلك و حكى فيه عن يحيى بن بكير عن الليث انهم كانوا يسترحون قدر ما يصلى الرجل كذا ركعة (فتح)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے جو راحت سے مشتق ہے جیسے تسلیمة۔ سلام سے مشتق ہے۔ رمضان کی راتوں میں جماعت سے نفل نماز پڑھنے کو تراویح کہا گیا، اس لئے کہ وہ شروع میں ہر دو رکعتوں کے درمیان تھوڑا سا آرام کیا کرتے تھے۔ علامہ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں دو باب منعقد کیے ہیں۔ ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو مستحب گردانتے ہیں۔ اور ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو اچھا نہیں جانتے۔ اور اس بارے میں یحییٰ بن بکیر نے لیس سے نقل کیا ہے کہ وہ اتنی اتنی رکعات کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا کرتے تھے۔ اسی لیے اسے نماز تراویح سے موسوم کیا گیا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں اس بارے میں پہلے اس نماز کی فضیلت سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لائے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کے ساتھ حضرت ابن شہاب کی تشریح لائے، جس میں اس نماز کا باجماعت ادا کیا جانا اور اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اقدام مذکور ہے۔ پھر حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے یہ ثابت فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس نماز کو تین راتوں تک باجماعت ادا فرمایا اور اس امت کے لئے مسنون قرار دیا۔ اس کے بعد اس کی تعداد کے بارے میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے یہ نقل فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں اس نماز کو گیارہ رکعتوں کی تعداد میں پڑھا کرتے تھے۔ رمضان میں یہی نماز تراویح کے نام سے موسوم ہوئی اور غیر رمضان میں تہجد کے نام سے، اور اس میں آٹھ رکعت سنت اور تین وتر۔ اس طرح کل گیارہ رکعتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے یہ ایسی قطعی وضاحت ہے جس کی کوئی بھی تاویل یا تردید نہیں کی جاسکتی، اسی کی بنا پر جماعت اہل حدیث کے نزدیک تراویح کی آٹھ رکعات سنت تسلیم کی گئی ہیں، جس کی تفصیل پارہ سوم میں ملاحظہ ہو

عجیب دلیری: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اور مؤطا امام مالک میں یہ وضاحت کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں مسلمانوں کی جماعت قائم فرمائی اور انہوں نے سنت نبوی کے مطابق یہ نماز گیارہ رکعتوں میں ادا فرمائی تھی۔ اس کے باوجود علمائے احناف کی دلیری اور جرات قابل داد ہے، جو آٹھ رکعات تراویح کے نہ صرف منکر بلکہ اسے ناجائز اور بدعت قرار دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ اور تقریباً ہر سال ان کی طرف سے آٹھ رکعات تراویح والوں کے خلاف اشتہارات، پوسٹرز، کتابچے شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے سامنے دیوبند سے شائع شدہ بخاری شریف کا ترجمہ تفہیم البخاری کے نام سے رکھا ہوا ہے۔ اس کے مترجم و شارح صاحب بڑی دلیری کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

”جو لوگ صرف آٹھ رکعات تراویح پر اکتفا کرتے اور سنت پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں وہ درحقیقت سواد اعظم سے شذوذ اختیار کرتے ہیں اور سناری امت پر بدعت کا الزام لگا کر خود اپنے پر ظلم کرتے ہیں۔“ (تفہیم البخاری پ ۸ ص ۳۰)

یہاں علامہ حترجم صاحب دعویٰ فرما رہے ہیں کہ بیس رکعات تراویح سواد اعظم کا عمل ہے۔ آٹھ رکعات پر اکتفا کرنے والوں کا دعویٰ سنت غلط ہے۔ جذبہ حمایت میں انسان کتنا ہک سکتا ہے یہاں یہ نمونہ نظر آ رہا ہے۔ یہی حضرت آگے خود اپنی اسی کتاب میں خود

اپنے ہی قلم سے خود اپنی ہی تردید فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

”ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں میں رکعات پڑھتے تھے۔ اور وتر اس کے علاوہ ہوتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس سے مختلف ہے۔ ہر حال دونوں احادیث پر آئمہ کا عمل ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک میں رکعات تراویح کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا گیارہ رکعات والی روایت پر عمل ہے۔“ (تفسیر البخاری پ ۸ ص ۳۱)

اس بیان سے موصوف کے پیچھے کے بیان کی تردید جن واضح لفظوں میں ہو رہی ہے وہ سورج کی طرح عیاں ہے جس سے معلوم ہوا کہ آٹھ رکعات پڑھنے والے بھی حق بجانب ہیں اور میں رکعات پر سواد اعظم کے عمل کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما جس کی طرف محترم مترجم صاحب نے اشارہ فرمایا ہے یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی ص ۴۹۶ جلد ۲ پر پائیں الفاظ مروی ہے۔ عن ابن عباس قال قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی شہر رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعة والو تر فرد بہ ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان العسبی الکوفی و هو ضعیف۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان میں جماعت کے بغیر بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے۔ اس بیان میں راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان عسبی کوفی تھا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ لہذا یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مقابلہ پر ہرگز قابل حجت نہیں ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی بابت فرماتے ہیں۔ ہذا الحدیث ضعیف جدا لا تقوم بہ الحجۃ المصابیح للسیوطی

آگے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ابو شیبہ مذکور پر محدثین کبار کی جرحیں نقل فرما کر لکھتے ہیں۔ ومن اتفق ہوا لاء الائمة علی تضعیفہ لایحل الاحتجاج بحدیثہ یعنی جس شخص کی تضعیف پر یہ تمام آئمہ حدیث متفق ہوں اس کی حدیث سے حجت پکڑنا حلال نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ علامہ زملعی حنفی لکھتے ہیں۔ و هو معلول بابی شیبہ ابراہیم بن عثمان جدا لا امام ابی بکر بن ابی شیبہ و هو متفق علی ضعفہ و لینه ابن عدی فی الکامل ثم انه مخالف للحدیث الصحیح عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه سال عائشة الحدیث (نصب الراية، ص: ۴۹۳) یعنی ابو شیبہ کی وجہ سے یہ حدیث معلول ضعیف ہے۔ اور اس کے ضعف پر سب محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ اور ابن عدی نے اسے لین کہا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو صحیح ہے اس کے بھی خلاف ہے۔ لہذا یہ قائل قبول نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدر جلد اول ص ۳۳۳ طبع مصر پر بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور علامہ یعنی رحمۃ اللہ علیہ حنفی نے عمدة القاری طبع مصر ص ۳۵۹ جلد ۵ پر بھی یہی لکھا ہے۔

علامہ سندھی حنفی نے بھی اپنی شرح ترمذی ص ۴۲۳ جلد اول میں یہی لکھا ہے۔ اسی لئے مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنہ ثمان رکعات و اما عشرون رکعة فهو عنہ بسند ضعیف و علی ضعفہ اتفاق (العرف الشدی) یعنی نبی ﷺ سے تراویح کی آٹھ ہی رکعات صحیح سند سے ثابت ہیں۔ بیس رکعات والی روایت کی سند ضعیف ہے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

اوجز المسالک، جلد اول، ص: ۳۹۷ پر حضرت مولانا زکریا کاندھلوی حنفی لکھتے ہیں۔ لا شک فی ان تحدید التراويح فی عشرين رکعة لم یثبت مرفوعاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطریق صحیح علی اصول المحدثین و ماورد فیہ من روایة ابن عباس فمتکلم فیہا علی اصولہم انسی یعنی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تراویح کی بیس رکعتوں کی تحدید تعیین نبی کریم ﷺ سے اصول محدثین کے طریق پر ثابت نہیں ہے۔ اور جو روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیس رکعات کے متعلق مروی ہے وہ باصول محدثین مجروح اور ضعیف ہے۔

یہ تفصیل اس لئے دی گئی تاکہ علمائے احناف کے دعویٰ بیس رکعات تراویح کی سنت کی حقیقت خود علمائے محققین احناف ہی کی قلم سے ظاہر ہو جائے۔ باقی تفصیل مزید کے لئے ہمارے استاذ العلماء حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب ”انوار المصالح“ کا مطالعہ کیا جائے جو اس موضوع کے مالہ و ماعلیہ پر اس قدر جامع مدلل کتاب ہے کہ اب اس کی نظیر ممکن نہیں۔ جزئی اللہ

عناخیر الجزاء و غفر اللہ لہ آمین۔ مزید تفصیلات پ ۳ میں دی جا چکی ہیں وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۳۲۔ کتاب لیلة القدر

کتاب لیلة القدر کی فضیلت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب شب قدر کی فضیلت

اور (سورہ قدر میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ہم نے اس (قرآن مجید) کو شب قدر میں اتارا۔ اور تو نے کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار زمینوں سے افضل ہے۔ اس میں فرشتے، روح القدس (جبریل علیہ السلام) کے ساتھ اپنے رب کے حکم سے ہر بات کا انتظام کرنے کو اترتے ہیں۔ اور صبح تک یہ سلامتی کی رات قائم رہتی ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ قرآن میں جس موقعہ کے لئے ”مادزک“ آیا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتا دیا ہے اور جس کے لیے ”مایدزک“ فرمایا، اسے نہیں بتایا ہے۔

(۴۰۱۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے اس روایت کو یاد کیا تھا۔ اور یہ روایت انہوں نے زہری سے (سن کر یاد کی تھی۔ ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (حصولِ اجر و ثواب کی نیت) کے ساتھ رکھے، اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جو لیلة القدر میں ایمان و احتساب کے

۱۔ باب فضل لیلة القدر

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا اَدْرَاکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ. لَیْلَةُ الْقَدْرِ حَرِیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرِ. تَنْزَلُ الْمَلَائِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرِ. سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾
 قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ: مَا کَانَ فِی الْقُرْآنِ ﴿وَمَا اَدْرَاکَ﴾ فَقَدْ اَعْلَمْتُهُ، وَمَا قَالَ: ﴿وَمَا یَذْرِیْکَ﴾ فَاِنَّهُ لَمْ یُعْلَمْتُهُ.

۲۰۱۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ: حَفِظْنَاهُ وَاِنَّمَا حَفِظْتُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلْمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاِحْسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَاِحْسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

ساتھ نماز میں کھڑا رہے، اس کے بھی اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ سفیان کے ساتھ سلیمان بن کثیر نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا۔

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[راجع: ۳۵]

باب شب قدر کو رمضان کی آخری طاق راتوں میں تلاش کرنا

۲- بَابُ التَّمَاسِ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّنَةِ الْأَوَاخِرِ

(۲۰۱۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہیں نافع نے، اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، (أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّنَةِ فِي السَّنَةِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (أُرَى زُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّنَةِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّبَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي رَاتُونَ فِي تَلَّاشِ كَرَى.

۲۰۱۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: (أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّنَةِ فِي السَّنَةِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (أُرَى زُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّنَةِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّبَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي

[راجع: ۱۱۵۸]

آخری عشرہ کی طاق راتوں ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹ مراد ہیں۔

اس حدیث کے تحت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ و فی هذا الحديث دلالة على عظم قدر الروياء و جواز الاستناد اليها في الاستدلال على الامور الوجودية بشرط ان لا يخالف القواعد الشرعية (فتح) یعنی اس حدیث سے خوابوں کی قدر و منزلت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی کہ ان میں امور وجودیہ کے لئے استناد کے جواز کی دلیل ہے بشرطیکہ وہ شرعی قواعد کے خلاف نہ ہو۔ فی الواقع مطابق حدیث دیگر مومن کا خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک اہم حصہ ہے۔ قرآن مجید کی آیت شریفہ ﴿الان اولياء الله﴾ الخ میں بشری سے مراد نیک خواب بھی ہیں، جو وہ خود دیکھے یا اس کے لئے دوسرے لوگ دیکھیں۔

(۲۰۱۶) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا، وہ میرے دوست تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے۔ پھر میں تاریخ کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف سے نکلے اور ہمیں خطبہ دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے لیلیۃ القدر دکھائی گئی، لیکن بھلا دی گئی یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میں خود بھول گیا۔ اس لئے تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے

۲۰۱۶- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ - وَكَانَ لِي صَدِيقًا - فَقَالَ: اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، فَحَطَبْنَا، وَقَالَ: ((إِنِّي أُرَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أَنْسَيْتُهَا - أَوْ نُسَيْتُهَا - فَاتَمَسُّوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ،

یہ بھی دیکھا ہے (خواب میں) کہ گویا میں کچھ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ پھر لوٹ آئے اور اعتکاف میں بیٹھے۔ خیر ہم نے پھر اعتکاف کیا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بادل آیا اور بارش اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت سے پانی ٹپکنے لگا جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کچھ میں سجدہ کر رہے تھے یہاں تک کہ کچھ کا نشان میں نے آپ کی پیشانی پر دیکھا۔

باب شب قدر کا رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں تلاش کرنا۔ اس باب میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے۔

وَلَيْبِي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ،
فَمَنْ كَانَ اغْتَكِفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
فَلْيَرْجِعْ)). فَرَجَعْنَا، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ
قَرْعَةً، فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ
سَقْفُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ،
وَأَقِيَمَتِ الصَّلَاةَ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ
الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ)). [راجع: 669]

۳- بَابُ تَحْرِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ
مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَّلِ فِيهِ عِبَادَةٌ

لیلة القدر کا وجود اس کے فضائل اور اس کا رمضان شریف میں واقع ہونا یہ چیزیں نصوص قرآنی سے ثابت ہیں۔ جیسا کہ سورہ قدر میں مذکور ہے۔ اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی بکثرت وارد ہیں۔ پھر بھی آج کل کے بعض منکرین حدیث نے لیلة القدر کا انکار کیا ہے جن کا قول ہرگز توجہ کے قابل نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں واختلف فی المراد الذی اضيف الیه اللیلة فقیل المراد به التعظیم کقولہ تعالیٰ و ما قدروا اللہ حق قدرہ والمعنی انہا ذات قدر لنزول القرآن فیہا یعنی یہاں قدر سے کیا مراد ہے اس بارے میں اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ قدر سے تعظیم مراد ہے جیسا کہ آیت قرآنی میں ہے یعنی ان کافروں نے پورے طور پر اللہ کی عظمت کو نہیں پہچانا آیت شریفہ میں جس طرح قدر سے تعظیم مراد ہے۔ یہاں بھی اس رات کے لئے تعظیم مراد ہے۔ اس لئے کہ یہ رات وہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ قال العلماء سمیت لیلة القدر لما تکتب فیہا الملائکة من الاقدار لقولہ تعالیٰ فیہا بفرق کل امر حکیم (فتح) یعنی علماء کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا نام لیلة القدر اس لئے رکھا گیا کہ اس میں اللہ کے حکم سے فرشتے آنے والے سال کی کل تقدیریں لکھتے ہیں۔ جیسا کہ آیت قرآنی میں مذکور کہ اس میں ہر حکم امر لکھا جاتا ہے۔

اس رات کے بارے میں علماء کے بہت سے قول ہیں جن کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جنہیں ۴۶ اقوال کی تعداد تک پہنچا دیا ہے۔ آخر میں آپ نے اپنا فاضلانہ فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے۔ وارجحہا کلہا انہا فی وتومن العشر الاخیر و انہا تنتقل کما بفہم من احادیث ہذا الباب یعنی ان سب میں ترجیح اس قول کو حاصل ہے کہ یہ مبارک رات رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ اور یہ ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے جیسا کہ اس باب کی احادیث سے سمجھا جاتا ہے۔ شافعیہ نے اکیسویں رات کو ترجیح دی ہے اور جمہور نے ستائیسویں رات کو مگر صحیح تری ہے کہ اسے ہر سال کے لئے کسی خاص تاریخ کے ساتھ متعین نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ ایک پوشیدہ رات ہے۔ قال العلماء الحکمة فی اخفاء لیلة القدر لیحصل الاجتهاد فی التماسہا بخلاف ما لو عینت لها لیلة لاقتصر علیہا کما تقدم نحوہ فی ساعة الجمعة یعنی علماء نے کہا کہ اس رات کے منتقل

ہونے میں یہ حکمت ہے تاکہ اس کی تلاش کے لئے کوشش کی جائے۔ اگر اسے معین کر دیا جاتا تو پھر اس رات پر اقتصار کر لیا جاتا۔ جیسا کہ جمعہ کی گھڑی کی تفصیل میں پیچھے مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔ مترجم کتا ہے کہ اس سے ان لوگوں کے خیال کی بھی تغلیط ہوتی ہے جو اسے ہر سال اکیسویں یا ستائیسویں شب کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

مختلف آثار میں اس رات کی کچھ نشانیاں بھی بتلائی گئی ہیں، جن کو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل لکھا ہے۔ مگر وہ آثار بطور امکان ہیں بطور شرط کے نہیں ہیں، جیسا کہ بعض روایات میں اس کی ایک علامت بارش ہونا بھی بتلایا گیا ہے۔ مگر کتنے ہی رمضان ایسے گذر جاتے ہیں کہ ان میں بارش نہیں ہوتی، حالانکہ ان میں لیلۃ القدر کا ہونا برحق ہے۔ پس بہت دفعہ ایسا ہونا ممکن ہے کہ ایک شخص نے عشرہ آخر کی طاق راتوں میں قیام کیا اور اسے لیلۃ القدر حاصل بھی ہو گئی۔ مگر اس نے اس رات میں کوئی امر بطور خوارق عادت نہیں دیکھا۔ اس لئے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، فلا تعتقد ان لیلۃ القدر لا یزالها الا من ارى الخوارق بل فضل اللہ واسع یعنی ہم یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ لیلۃ القدر کو وہی پہنچ سکتا ہے جو کوئی امر خارق عادت دیکھے، ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ کا فضل بہت فراخ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا، حضور! میں لیلۃ القدر میں کیا دعا پڑھوں؟ آپ نے بتلایا کہ یہ دعا بکثرت پڑھا کرو ﴿اللہم انک عفو تحب العفو فاعف عنی﴾ یا اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، پس تو میری خطائیں معاف کر دے۔ امید ہے کہ لیلۃ القدر کی شب بیداری کرنے میں بخاری شریف کا مطالعہ فرمانے والے معزز بھائی مترجم و معاونین سب کو اپنی پاکیزہ دعاؤں میں شامل کر لیا کریں۔

شیدم کہ در روز امید و بیم بدال را بہ نیکال بہ بخشند کریم

آمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:-

ثم الجمهور على انها مختصة بهذا الامة و لم تكن لمن قبلهم قال الحافظ و جزم به ابن حبيب و غيره من المالكية كالباجي و ابن عبد البر و نقله عن الجمهور صاحب العدة من الشافعية و رجحه و قال النووي انه الصحيح المشهور الذي قطع به اصحابنا كلهم و جماهير العلماء قال الحافظ و هو معترض بحديث ابي ذر عند النسائي حيث قال فيه قلت يا رسول الله انكون مع الانبياء فاذا ماتوا رافت قال لابل هي باقية و عمدتهم قول مالك في الموطا بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم تقاصر اعمار امته عن اعمار الامم الماضية فاعطاه الله ليلة القدر و هذا يحتمل التاويل بل يدفع الصريح في حديث ابي ذر انتهي قلت حديث ابي ذر ذكره ابن قدامة ٣ / ١٢٩ من غير ان يعزوه لاحد بلفظ قلت يا نبي الله انكون مع الانبياء ما كانوا فاذا قبضت الانبياء و رفعوا رفعت معهم او هي التي يوم القيامة قال بل هي التي يوم القيامة و اما اثر الموطا فقال مالك فيه انه سمع من يثق به من اهل العلم يقول ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ارى اعمار الناس قبله او ماشاء الله من ذلك فكانه تقاصر اعمار امته ان لا يبلغوا من العمل مثل الذي بلغ غيرهم في طول العمر فاعطاه الله ليلة القدر خير من الف شهر ----- قلت و اثر المنوطا المذكور يدل على ان اعطاء ليلة القدر كان تسليمة لهذه الامة القصيرة الاعمار و يشهد لذلك رواية اخرى مرسله ذكرها العيني في العمدة (ص: ٣٩٠، ص: ١٣٠٠ / ج ١١)

جمہور کا قول یہی ہے کہ یہ بات اسی امت کے ساتھ خاص ہے اور پہلی امتوں کے لئے یہ نہیں تھی۔ حافظ نے کہا اسی عقیدہ پر ابن حبيب اور باجی اور ابن عبد البر علماء مالکیہ نے جزم کیا ہے۔ اور شافعیہ میں سے صاحب العدة نے بھی اسے جمہور سے نقل کیا ہے۔ حافظ نے کہا کہ یہ حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے جسے نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ یہ رات پہلے انبیاء کے ساتھ بھی ہوا کرتی تھی کہ جب وہ انتقال کر جاتے تو وہ رات اٹھادی جاتی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ وہ رات باقی ہے۔ اور بہترین قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو انہوں نے موطا میں نقل کیا ہے کہ مجھے پہنچا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کی عمریں

کم ہونے کا احساس ہوا جب کہ پہلی امتوں کی عمریں بہت طویل ہوا کرتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جس سے آپ کی امت کو تسلی دینا مقصود تھا جن کی عمریں بہت چھوٹی ہیں اور یہ رات ایک ہزار مہینے سے بہتر ان کو دی گئی۔ (مفخص)

سورۃ شریفہ ﴿ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ کے شان نزول میں واحدی نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا ہے کہ ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من بنی اسرائیل لبس السلاح فی سبیل اللہ الف شهر فمجب المسلمون من ذالک فانزل اللہ تعالیٰ عزوجل انا انزلناه الخ قال خیر من الذی لبس السلاح فیہا ذالک الرجل انتہی و ذکر المفسرون انہ کان فی الزمن الاول نہی یقال لہ شمسون علیہ السلام قاتل الکفرۃ فی دین اللہ الف شهر و لم ینزع الثیاب والسلاح فقالت الصحابة یا لیت لنا عمرا طویلا حتی نقاتل مثلہ فنزلت ہذہ الایۃ و اخبر صلی اللہ علیہ وسلم ان لیلۃ القدر خیر من الف شهر الذی لبس السلاح فیہا شمسون فی سبیل اللہ الی اخرہ ذکر العینی یعنی رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل میں سے ایک مفخص کا ذکر فرمایا جس نے ایک ہزار مہینے تک اللہ کی راہ میں جہاد کیا تھا۔ اس کو سن کر مسلمانوں کو بے حد تعجب ہوا، اس پر یہ سورۃ شریفہ نازل ہوئی۔ مفسرین نے کہا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک شمسون نامی نبی تھے جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کے دین کے لئے جہاد فرماتے رہے اور اس تمام مدت میں انہوں نے اپنے ہتھیار جسم سے نہیں اتارے، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس طویل عمر کے لئے تمنا ظاہر کی تاکہ وہ بھی اس طرح خدمت اسلام کریں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور بتلایا گیا کہ تم کو صرف ایک رات ایسی دی گئی جو عبادت کے لئے ایک ہزار ماہ سے بہتر و افضل ہے۔

(۲۰۱۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو سمیل نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ مالک بن ابی عامر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔

۲۰۱۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: (تَحْرَوُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ). [طرفاه في: ۲۰۱۹، ۲۰۲۰]

(۲۰۱۸) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز بن ابی حازم اور عبدالعزیز دراوردی نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاد نے، ان سے محمد بن ابراہیم نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے اس عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے جو مہینے کے بیچ میں پڑتا ہے۔ بیس راتوں کے گزر جانے کے بعد جب اکیسویں تاریخ کی رات آتی تو شام کو آپ گھر واپس آجاتے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھروں میں واپس آجاتے۔ ایک رمضان میں آپ جب اعتکاف کئے ہوئے تھے تو اس رات میں بھی (مسجد ہی میں) مقیم رہے جس میں آپ کی عادت گھر آجانے کی تھی، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور جو

۲۰۱۸- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمَزَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالْدَّرَاوَزْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا جَاوَزَ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الْأَوَّلِي فِي وَسْطِ الشَّهْرِ، فَإِذَا كَانَ حِينَ يُنْمَسَى مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةَ تَمْضِي وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَجَعَ إِلَى مَنْسَكِهِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يَجَاوِرُ مَعَهُ، وَأَنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرِ جَاوَزَ فِيهِ اللَّيْلَةَ الْأَوَّلِي كَانَ

کچھ اللہ پاک نے چاہا آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ میں اس (دوسرے) عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔ لیکن اب مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ اب اس آخری عشرہ میں مجھے اعتکاف کرنا چاہئے۔ اس لئے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے معتکف ہی میں ٹھہرا رہے۔ اور مجھے یہ رات (شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھلوا دی گئی۔ اس لئے تم لوگ اسے آخری عشرہ (کی طاق راتوں) میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) اپنے کو دیکھا کہ اس رات کچھ بیڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر اس رات آسمان پر ابر ہوا اور بارش برسی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ (بھت سے) پانی ٹپکنے لگا۔ یہ ایک سوئس کی رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صبح کی نماز کے بعد واپس ہو رہے تھے اور آپ کے چہرہ مبارک پر کچھ لگی ہوئی تھی۔

يَرْجِعُ فِيهَا، فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ. ثُمَّ قَالَ: ((كُنْتُ أَجَاوِرُ هَذِهِ الْعَشْرَ، ثُمَّ قَدْ بَدَأَ لِي أَنْ أَجَاوِرَ هَذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، فَمَنْ كَانَ اغْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَبُتْ فِي مُعْتَكِفِهِ، وَقَدْ أَرَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أَنْسَيْتُهَا، فَابْتَغُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، وَابْتَغُوهَا فِي كُلِّ وَتْرٍ، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ)). فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَأَمْطَرَتْ، فَوَكَّفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ فَبَصُرْتُ عَيْنِي، نَظَرْتُ إِلَيْهِ انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ وَوَجْهُهُ مُمْتَلِئٌ طِينًا وَمَاءً)).

[راجع: ۶۶۹]

(۲۰۱۹) مجھ سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ تھان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (شب قدر کو) تلاش کرو۔

۲۰۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعُتْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْتَمِسُوا...)). [راجع: ۲۰۱۷]

جس کی صورت یہ کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں جاگو اور عبادت کرو۔

(۲۰۲۰) مجھ سے محمد بن سلام نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہمیں عہدہ بن سلیمان نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے اور فرماتے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر کو تلاش کرو۔

۲۰۲۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ: ((تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ)).

(۲۰۲۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی

۲۰۲۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو، جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا پانچ راتیں باقی رہ جائیں۔ (یعنی ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ ویں راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔)

(۴۰۲۲) ہم سے عبد اللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابو مجلز اور عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شب قدر رمضان کے (آخری) عشرہ میں پڑتی ہے۔ جب نو راتیں گذر جائیں یا سات باقی رہ جائیں۔ آپ کی مراد شب قدر سے تھی۔

عبد الوہاب نے ایوب اور خالد سے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ شب قدر کو چوبیس تاریخ (کی رات) میں تلاش کرو۔

اس حدیث پر قطلانی وغیرہ کی مختصر تشریح یہ ہے۔ فی اربع وعشرين من رمضان وھی لیلۃ انزال القرآن واستشکل ایراد هذا الحدیث هنا لان الترجمة لاوتار و هذا شفع واجب بان المراد التمسوها فی تمام اربعة وعشرين وھی لیلۃ الخامس والعشرين علی ان البخاری رحمہ اللہ كثيرا ما يذكر ترجمة و يسوق فيها ما يكون بينه وبين الترجمة ادنى ملاسة الخ یعنی رمضان شریف کی چوبیسویں رات جس میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ اور یہاں اس حدیث کو لانے سے یہ مشکل پیدا ہوئی کہ ترجمتہ الباب طاق راتوں کے لئے ہے۔ اور یہ چوبیسویں رات طاق نہیں بلکہ شفع ہے اور اس مشکل کا جواب یہ دیا گیا کہ مراد یہ ہے کہ چوبیسویں تاریخ رمضان کو پورا کر کے آنے والی رات میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو۔ اور وہ چوبیسویں رات ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی یہ ہادوت شریفہ ہے کہ وہ اکثر اپنے تراجم کے تحت ایسی احادیث لے آتے ہیں۔ جن میں کسی نہ کسی طرح باب سے ادنیٰ سے ادنیٰ مناسبت بھی مل سکتی ہے۔

حترم کتاب ہے کہ یہاں بھی حضرت امام رضی اللہ عنہ نے باب میں فی الوتر من العشر کا اشارہ اسی جانب فرمایا ہے کہ اگرچہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں چوبیسویں تاریخ کا ذکر ہے۔ مگر اس سے مراد یہی ہے کہ اسے پورا کر کے چوبیسویں شب میں جو وتر ہے شب قدر کو تلاش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۴۰۲۳) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، ان سے خالد بن حارث نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لئے تشریف لارہے تھے کہ دو مسلمان

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَامِعَةِ تَنْقِي، فِي سَابِعَةِ تَنْقِي، فِي خَامِسَةِ تَنْقِي)). [طرفه بي : ۲۰۲۲]۔

۲۰۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي مَجْلَزٍ وَعِكْرِمَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((هِيَ فِي الْعَشْرِ فِي سَبْعِ يَمَضِينَ أَوْ فِي سَبْعِ يَمِينٍ)). يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ.

تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ، وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، ((الْتَمِسُوا فِي أَرْبَعِ وَعَشْرِينَ)). [راجع: ۲۰۲۱]

۲۰۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ.

آپس میں کچھ جھگڑا کرنے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتا دوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا۔ پس اس کا علم اٹھالیا گیا۔ اور امید یہی ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہو گا۔ پس اب تم اس کی تلاش (آخری عشرہ کی) نو یا سات یا پانچ (کی راتوں) میں کیا کرو۔

باب رمضان کے آخری عشرہ میں زیادہ محنت کرنا۔

۲۰۲۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي يَعْقُوبَ عَنْ أَبِي الصُّحَيْحِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ شَدَّ مَنَزْرَهُ، وَأَخْبَأَ لَيْلَهُ، وَانْقَطَعَ أَهْلُهُ)).

ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو یوسف نے بیان کیا، ان سے ابو الضحیٰ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب (رمضان کا) آخری عشرہ آتا تو نبی کریم ﷺ اپنا تہبند مضبوط باندھتے (یعنی اپنی کمر پوری طرح کس لیتے) اور ان راتوں میں آپ خود بھی جاگتے اور اپنے گھروالوں کو بھی جگایا کرتے تھے۔

۲۰۲۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي يَعْقُوبَ عَنْ أَبِي الصُّحَيْحِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ شَدَّ مَنَزْرَهُ، وَأَخْبَأَ لَيْلَهُ، وَانْقَطَعَ أَهْلُهُ)).

کمر کس لینے کا مطلب یہ کہ آپ اس عشرہ میں عبادت الہی کے لئے خاص محنت کرتے۔ خود جاگتے گھروالوں کو جگاتے اور رات بھر عبادت الہی میں مشغول رہتے۔ اور آنحضرت ﷺ کا یہ سارا عمل تعلیم امت کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) اے ایمان والو! اللہ کے رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ ان کی اقتداء کرنا تمہاری سعادت مندی ہے۔ یوں تو ہمیشہ ہی عبادت الہی کرنا بڑا کارِ ثواب ہے لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت الہی کرنا بہت ہی بڑا کارِ ثواب ہے۔ لہذا ان ایام میں جس قدر بھی عبادت ہو سکے قیمت ہے۔

۳۳- کتاب الاعتکاف

کتاب اعتکاف کے مسائل کا بیان



۱- باب الإعتکاف فی العشر الأواخر
باب رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا اور اعتکاف ہر ایک مسجد میں درست ہے

۱- باب الإعتکاف فی العشر الأواخر
والإعتکاف فی المساجد کلّھا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”جب تم مساجد میں اعتکاف کے ہوئے ہو تو اپنی بیویوں سے ہم بستری نہ کرو، یہ اللہ کے حدود ہیں، اس لئے انہیں (توڑنے کے) قریب بھی نہ جاؤ، اللہ تعالیٰ اپنے احکامات لوگوں کے لئے اسی طرح بیان فرماتا ہے تاکہ وہ (گناہ سے) بچ سکیں۔“

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ، تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا، كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۷].

حافظ فرماتے ہیں الاعتکاف لغة لزوم الشئ وحس النفس عليه و شرعا المقام في المسجد من شخص مخصوص على صفة مخصوصة و ليس بواجب اجماعا الا على من نذرہ و كذا من شرع فيه فقطعه عامدا عند قوم و اختلف في اشتراط الصوم له الخ (فتح الباری) یعنی اعتکاف کے لغوی معنی کسی چیز کو اپنے لئے لازم کر لینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کر دینا۔ اور شرعی معنی میں کسی بھی مسجد میں کسی مقرر آدمی کی طرف سے کسی مخصوص طریقہ کے ساتھ کسی جگہ کو لازم کر لینا۔ اور یہ اعتکاف اجماعی طور پر واجب نہیں ہے۔ ہاں کوئی اگر نذر مانے یا کوئی شروع کرے مگر درمیان میں قصد اچھوڑ دے تو ان پر ادائیگی واجب ہے۔ اور روزہ کی شرط کے بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا شرط ہے جو آیت قرآنی ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ﴾ (البقرة: ۱۸۷) سے ثابت ہے۔ واجاز الحنفیة للمرأة ان تعتكف في مسجد بيتها و هو المكان المعد للصلوة فيه (فتح) یعنی حنفیہ نے عورتوں کے لئے اعتکاف جائز رکھا ہے اس صورت میں کہ وہ اپنے گھروں کی ان جگہوں میں اعتکاف کریں جو جگہ نماز کے لئے مخصوص کی ہوئی ہوتی ہیں۔ امام زہری اور سلف کی ایک جماعت نے اعتکاف کو جامع مسجد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی تقریباً ایسا ہی اشارہ ہے۔ اور یہ مناسب بھی ہے تاکہ مختلف باسانی ادائیگی جمع بھی کر سکے۔ رمضان شریف کے پورے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنا مسنون ہے۔ یوں ایک دن ایک رات یا اور بھی کوئی کم مدت کے لئے بیٹھنے کی نیت کرے تو اسے بھی بقدر عمل ثواب ملے گا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ السنة على المتعكف ان لا يعود مريضا و لا يشهد جنازة و لا يمسه امرأة ولا يبشرها و لا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه یعنی متعکف کے لئے سنت ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت کے لئے نہ جائے اور نہ کسی جنازہ پر حاضر ہو۔ اور نہ اپنی عورت کو چھوئے، نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی حاجت کے لئے اپنی جگہ سے باہر نہ نکلے مگر جس کے لئے نکلنا بے حد ضروری ہو۔ جیسا کہ کھانا پینا یا قضاے حاجت کے لئے جانا۔ اگر متعکف ایسے کاموں کے لئے نکلا اور مسجد سے خارج ہی وضو کر کے واپس آ گیا تو اس کے اعتکاف میں کوئی خلل نہ ہو گا، باقی امور جائز و ناجائز امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے ابواب متفرقہ میں ذکر فرما دیئے ہیں۔ الحدیث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے اعتکاف کے لئے جامع مسجد کو مختار قرار دیا ہے۔ (تحفة الاحوذی، جلد ۲: ص ۷۲)

(۲۰۲۵) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یونس نے، انہیں نافع نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔

۲۰۲۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَعَكَّفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلِيَّ مِنْ رَمَضَانَ)).

(۲۰۲۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تميمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا

۲۰۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ

کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے۔ اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

(۲۰۲۷) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن عبد اللہ بن ہلوانے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم بن حارث تمیمی نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپ نے انہی دنوں میں اعتکاف کیا، اور جب اکیسویں تاریخ کی رات آئی۔ یہ وہ رات ہے جس کی صبح کو آپ اعتکاف سے باہر آجاتے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ اب آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے۔ مجھے یہ رات (خواب میں) دکھائی گئی۔ لیکن پھر بھلا دی گئی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ اسی کی صبح کو میں کچھ دنوں بعد نماز رہا ہوں، اس لئے تم لوگ اسے آخری عشرہ کی ہر طاق رات میں تلاش کرو۔ چنانچہ اسی رات بارش ہوئی۔ مسجد کی چھت چونکہ کھجور کی شاخ سے بنی تھی اس لئے ٹپکنے لگی اور خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اکیسویں کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کچھ لگی ہوئی تھی۔

حَدَّثَنَا عَنْ اللَّيْثِ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ: ثُمَّ اغْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ)).

۲۰۲۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ النَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَغْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَأَغْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ - وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ صَبِيحَتِهَا مِنْ عِتِكَافِهِ - قَالَ: ((مَنْ كَانَ اغْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَغْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ، وَقَدْ أُرَيْتُ هَذَا اللَّيْلَةَ ثُمَّ أَنْسَيْتُهَا، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبِيحَتِهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ، وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وَتْرٍ)). فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ بَلْكَ اللَّيْلَةَ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيضٍ، فَوَكَّفَ الْمَسْجِدُ، فَبَصُرْتُ عَيْنَايَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صَبْحِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ)). [راجع: ۶۶۹]

باب اگر حیض والی عورت اس مرد کے سر میں کنگھی کرے

۲- بَابُ الْحَائِضِ تَرْجُلُ الْمُغْتَكِفِ

جو اعکاف میں ہو

(۲۰۲۸) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطن نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں متکف ہوتے اور سر مبارک میری طرف جھکا دیتے پھر میں اس میں کنگھا کر دیتی، حالانکہ میں اس وقت حیض سے ہوا کرتی تھی۔ (باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)

باب اعکاف والا بے ضرورت

گھر میں نہ جائے

(۲۰۲۹) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمن نے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، آنحضرت ﷺ مسجد سے (اعکاف کی حالت میں) سر مبارک میری طرف جھر کے اندر کر دیتے۔ اور میں اس میں کنگھا کر دیتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب متکف ہوتے تو بلا حاجت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

۲۰۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْطَلِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِزٌ لِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجُلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ)).

[راجع: ۲۹۵]

۳- بَابُ الْمُتَكْفِفِ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

۲۰۲۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعُمَرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيَدْخُلَ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ لِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجُلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُتَكْفِفًا)).

[أطرافه في: ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۴۱]

[۲۰۴۵]

علامہ عبدالرحمن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں فسرھا الزھری بالبول والغائط وقد اتفقوا علی استثناء ہما (تحفة الاحوذی) یعنی امام زہری نے حاجت کی تفسیر پیشاب اور پاخانہ سے کی ہے۔ اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ ان حاجت کے لئے گھر جانا مستثنیٰ ہے اور متکف ان حاجت کو رفع کرنے کے لئے جا سکتا ہے۔

باب اعکاف والا سر یا بدن دھو سکتا ہے

(۲۰۳۰) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں حاضر ہوتی پھر بھی رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے بدن سے لگا

۴- بَابُ غَسَلِ الْمُتَكْفِفِ

۲۰۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْسِسُنِي وَأَنَا حَائِضٌ)).

لیتے۔ اور آپ متکف ہوتے اور میں حائضہ ہوتی۔

[راجع: ۲۹۵]

(۲۰۳۱) اس کے باوجود آپ سر مبارک (مسجد سے) باہر کر دیتے اور میں اسے دھوتی تھی۔

۲۰۳۱ - ((وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ)). [راجع: ۲۹۵]

مقام اعتکاف میں بوقت ضرورت متکف کے لئے سر یا بدن کا دھونا جائز ہے۔ اس حدیث سے حضرت امام رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا۔

باب صرف رات بھر کے لئے اعتکاف کرنا

(۲۰۳۲) ہم سے مسد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، انہیں نافع نے خبر دی اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر

۵- بَابُ الْإِعْتِكَافِ لَيْلًا

۲۰۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : ((أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)).

[أطرافه بي : ۲۰۴۳ ، ۳۱۴۴ ، ۴۳۲۰ ،

۶۶۹۷]

نذر نیاز جو خالصاً اللہ ہو اور امر جائز کے لئے جائز طور پر مانی گئی ہو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اعتکاف بھی ایسے امور میں داخل ہے اگر کوئی غلط نذر مانے جیسا کہ ایک شخص نے پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مانی تھی، آپ نے اسے باطل قرار دیا۔ اس طرح دیگر غلط نذر منت بھی توڑی جانی ضروری ہیں۔ غیر اللہ کے لئے کوئی نذر منت ماننا شرک میں داخل ہے۔

باب عورتوں کا اعتکاف کرنا

(۲۰۳۳) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل دوسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے، ان سے عمرو نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے لئے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حنظلہ بن سنان نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کھڑا کرنے کی (اپنے اعتکاف کے لئے) اجازت چاہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ کھڑا کر

۶- بَابُ اِعْتِكَافِ النِّسَاءِ

۲۰۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِيَاءً فَيَصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ. فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةَ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِيَاءً، فَأَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِيَاءً. فَلَمَّا

لیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لئے) ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی۔ آپ نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں۔ پس آپ نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔

رَأَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةَ جَحْشٍ صَرَبَتْ خِيَاءً
آخَرَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ رَأَى الْأَخْيَبَةَ
فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) فَأَخْبِرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:
((الْبُرُ تَرَوْنَ بِهِنَّ؟)) فَتَرَكَ الْأَعْتِكَافَ
ذَلِكَ الشَّهْرَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ
شَوَّالٍ. [راجع: ۲۰۲۹]

قال الاسماعيلي فيه دليل على جواز الاعتكاف بغير صوم لان اول شوال يوم الفطر و صومه حرام يعني اس حديث میں دلیل ہے کہ بغیر روزہ کے بھی اعتکاف درست ہے اس لئے کہ آپ نے اول عشرہ شوال میں اعتکاف کیا۔ جس میں یوم الفطر بھی داخل ہے۔ جس میں روزہ رکھنا منع ہے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ ان المرأة لا تعتكف حتى تستاذن زوجها و انها اذا اعتكف بغير اذنه كان له ان يخرجها و فيه جواز ضرب الاخبية في المسجد و ان الافضل للنساء ان لا يعتكفن في المسجد و فيه ان اول الوقت الذي يدخل فيه المعتكف بعد صلوة الصبح و هو قول الازاعي و قال الائمة الاربعة و طائفة يدخل قبيل غروب الشمس واولوا الحديث على انه دخل من اول الليل و لكن انما تخطي بنفسه في المكان الذي اعده لنفسه بعد صلوة الصبح الخ يعني عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور بغیر اجازت اعتکاف کی صورت میں خاوند کو حق ہے کہ وہ عورت کا اعتکاف ختم کرا دے۔ اور اعتکاف کے لئے مساجد میں خیمہ لگانا درست ہے۔ اور عورتوں کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ مساجد میں اعتکاف نہ کریں اور متکف کے لئے اپنی جگہ میں داخل ہونے کا وقت نماز فجر کے بعد کا وقت ہے۔ یہ اوزاعی کا قول ہے لیکن ائمہ اربعہ اور ایک جماعت علماء کا قول یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے قبل اپنے مقام میں داخل ہو اور حدیث مذکورہ کا مطلب انہوں نے یوں بیان کیا کہ آپ اول رات ہی میں داخل ہو گئے تھے مگر جو جگہ آپ نے اعتکاف کے لئے مخصوص فرمائی تھی اس میں فجر کے بعد داخل ہوئے۔

باب مسجدوں میں خیمے لگانا

(۳۰۳۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، انہیں عمرہ بنت عبد الرحمن نے اور انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے (یعنی مسجد میں) جہاں آپ نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا۔ تو وہاں کئی خیمے موجود تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی، حفصہ رضی اللہ عنہا کا بھی اور زینب رضی اللہ عنہا کا بھی، اس پر آپ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ انہوں نے ثواب کی نیت سے ایسا کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور اعتکاف نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے عشرہ میں اعتکاف کیا۔

۷- بَابُ الْأَخْيَبَةِ فِي الْمَسْجِدِ
۲۰۳۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ
عُمَرَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرَادَ أَنْ
يَعْتَكِفَ، فَلَمَّا انصَرَفَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي
أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ إِذَا أَخْيَبَةٌ: خِيَاءٌ عَائِشَةَ،
وَحِيَاءٌ حَفْصَةَ، وَخِيَاءٌ زَيْنَبَ. فَقَالَ:
((الْبُرُ تَقُولُونَ بِهِنَّ؟)) ثُمَّ انصَرَفَ فَلَمْ
يَعْتَكِفَ، حَتَّى اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ
شَوَّالٍ. [راجع: ۲۰۲۹]

باب کیا معتکف اپنی ضرورت کے لئے مسجد کے دروازے تک جاسکتا ہے؟

(۲۰۳۵) ہم سے ابو ایمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے امام زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے مسجد میں آئیں تھوڑی دیر تک باتیں کیں پھر واپس ہونے کے لئے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں پہچاننے کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں، تو دو انصاری آدمی ادھر سے گذرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی سوچ کی ضرورت نہیں، یہ تو (میری بیوی) صفیہ بنت حبی رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان دونوں صحابیوں نے عرض کیا، سبحان اللہ! یا رسول اللہ! ان پر آپ کا جملہ بوا شاق گذرا۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان خون کی طرح انسان کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔

۸- بَابُ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ؟

۲۰۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو أَيْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا يَقْلِبُهَا، حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَآ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ: ((عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حَبِيٍّ)). فَقَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْدِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا)).

[أطرافه في : ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۳۱۰۱،

۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱].

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معتکف ضروری کام کے لئے مقام اعتکاف سے باہر نکل سکتا ہے۔ آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس لئے نکلے کہ وہ اکیلی رہ گئی تھیں۔ کہتے ہیں ان کا مکان بھی مسجد سے دور تھا بعض روایتوں میں ان دیکھنے والوں کے متعلق ذکر ہے کہ انہوں نے آگے بڑھ جانا چاہا تھا، آنحضرت ﷺ نے حقیقت حال سے آگاہ فرمانے کے لئے ان کو بلایا۔ معلوم ہوا کہ کسی ممکن شک کو دور کر دینا بہر حال اچھا ہے۔

باب آنحضرت ﷺ کے اعتکاف کا اور بیسویں کی صبح کو آپ کا اعتکاف سے نکلنے کا بیان

۹- بَابُ الْإِعْتِكَافِ. وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ

(۲۰۳۶) مجھ سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے ہارون بن اسماعیل سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، میں نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کا ذکر سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا تھا، ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر بیس کی صبح کو ہم نے اعتکاف ختم کر دیا۔ اسی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا، کہ مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی لیکن پھر بھلا دی گئی، اس لئے اب اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ میں کچھ پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اور جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (اس سال) اعتکاف کیا تھا وہ پھر دوبارہ کریں۔ چنانچہ وہ لوگ مسجد میں دوبارہ آگئے۔ آسمان میں کہیں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا کہ اچانک بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی، پھر نماز کی تکبیر ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ میں سجدہ کیا۔ میں نے خود آپ کی ناک اور پیشانی پر کچھ لگا ہوا دیکھا۔

[راجع: ۶۶۹]

باب کیا مستحاضہ عورت اعتکاف کر سکتی ہے؟

(۲۰۳۷) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی بیویوں میں سے ایک خاتون (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے جو مستحاضہ تھیں، اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر طشت ہم ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی

۲۰۳۶ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ هَارُونَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ قُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، اِعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ: فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، قَالَ: فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَقَالَ: ((إِنِّي أَرَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسَيْتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّخِرِ فِي وَتْرِ، فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنَّ أَسْجُدَ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، وَمَنْ كَانَ اِعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلْيَرْجِعْ)). فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا تَرَى فِي السَّمَاءِ قَرَعَةً، قَالَ: فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ، وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَسَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الطِّينِ وَالْمَاءِ، حَتَّى رَأَيْتُ الطِّينَ فِي أَرْبَابِهِ وَجَنَّتِهِ)).

۱۰ - بَابُ اِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

۲۰۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((اِعْتَكَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ امْرَأَةً مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةً، فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطُّسْتَ تَحْتَهَا

رہیں۔

[راجع: ۲۰۹]

وہی تَصَلِّي). [راجع: ۲۰۹]۔
 مستحاضہ وہ عورت جس کو حیض کا خون بطور مرض ہر وقت جاری رہتا ہو، ایسی عورت کو نماز پڑھنی ہوگی۔ مگر اس کے لئے غسل طہارت بھی ضروری ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ ازواجِ مطہرات میں سے ایک محترمہ بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس مرض میں مبتلا تھیں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا تھا۔ اسی سے حضرت امام الحدیثین رضی اللہ عنہما نے باب کا مضمون ثابت فرمایا ہے۔ بعد میں جب آپ نے بعض ازواجِ مطہرات کے بکثرت خیمے مسجد میں اعتکاف کے لئے دیکھے، تو آپ نے ان سب کو دور کرا دیا تھا۔

باب عورت اعتکاف کی حالت میں اپنے خاوند سے ملاقات کر سکتی ہے

۱۱- بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْأَةِ الزَّوْجَهَا فِي اعْتِكَافِهَا

(۲۰۳۸) ہم سے سعید بن سفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کی پاک بیوی حضرت صفیہؓ نے انہیں خبر دی (دوسری سند) اور امام بخاری نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (اعتکاف میں) تھے آپ کے پاس ازواجِ مطہرات بیٹھی تھیں۔ جب وہ چلنے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حبیبہؓ سے فرمایا کہ جلدی نہ کر، میں تمہیں چھوڑنے چلتا ہوں۔ ان کا حجرہ دارا سامہ میں تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ نکلے تو دو انصاری صحابیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور جلدی سے آگے بڑھ جانا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا، ٹھہرو! ادھر سنو! یہ صفیہ بنت حبیبہؓ ہیں (جو میری بیوی ہیں) ان حضرات نے عرض کی، سبحان اللہ! یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا کہ شیطان (انسان کے جسم میں) خون کی طرح دوڑتا ہے اور مجھے خطرہ یہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی وہ کوئی بری بات نہ ڈال

۲۰۳۸- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ ح . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ، فَرُخِنَ، فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حَبِيبٍ : ((لَا تَفْعَلِي حَتَّى أَنْصَرَفَ مَعَكَ))، وَكَانَتْ بَيْتَهَا فِي دَارِ أَسَامَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا، فَلَقِيَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَنظَرَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَجَازَا، وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ ((تَعَالِيَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتِ حَبِيبٍ)) قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُنْفِقِي فِي أَنْفُسِكُمْ شَيْئًا)).

دے۔

[راجع: ۲۰۳۵]

تشریح یہ حدیث طرق مختلفہ کے ساتھ کئی جگہ گزر چکی ہے۔ اور حضرت امام ربیعہ نے اس سے بہت سے مسائل کے لئے استنباط فرمایا ہے۔ علامہ ابن حجر اس کے ذیل میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

و فی الحدیث من الفوائد جواز اشتغال المعتکف بالامور المباحة من تشییع زائرہ والقیام معہ والحدیث مع غیرہ و اباحۃ خلوة المعتکف بالزوجة و زیارة الامراة المعتکف و بیان شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ و ارشاد ہم الی ما یدفع عنہم الاثم و فیہ التحرز من التعرض لسوء الظن والا احتفاظ من کید الشیطان و الاعتذار و قال ابن دقین العید و ہدانا کد فی حق العلماء و من یقتدی بہ فلا یجوز لہم ان یفعلوا فعلا یوجب سوء الظن بہم و ان کان لہم فیہ مخلص لان ذالک سبب الی ابطال الانفعاع بعلمہم و من ثم قال بعض العلماء ینبغی للحاکم ان یریب للمحکوم علیہ وجہ الحکم اذا کان خافیا نفیاً للثمۃ و من ہنہنا یتظہر خطاء من یتظاہر بمظاہر السوء و یعتذر بانہ یحرب بذالک علی نفسہ و قد عظم البلاء بہذا الصنف واللہ اعلم و فیہ اضافة بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہن و فیہ جواز خروج المرأة لیلًا و فیہ قول سبحان اللہ عند العجب الخ (فتح الباری)

مختصر مطلب یہ کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ معتکف کے لئے مباح ہے کہ وہ اپنے ملنے والوں کو کھڑا ہو کر ان کو رخصت کر سکتا ہے۔ اور غیروں کے ساتھ بات بھی کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت بھی مباح ہے۔ یعنی اس سے تمنائی میں صرف ضروری اور مناسب بات چیت کرنا اور اعتکاف کرنے والے کی عورت بھی اس سے ملنے آ سکتی ہے اور اس حدیث سے امت کے لئے شفقت نبوی کا بھی اثبات ہے اور آپ کے ایسے ارشاد پر بھی دلیل ہے جو کہ امت سے گناہوں کے دفع کرنے سے متعلق ہے اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ بدگمانی اور شیطانی کمروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔ ابن دقین العید نے کہا کہ علماء کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ان کے حق میں لوگ بدگمانی پیدا کر سکیں، اگرچہ اس کام میں ان کے اخلاص بھی ہو۔ مگر بدگمانی پیدا ہونے کی صورت میں ان کے علوم کا انقاع ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ حاکم کے لئے ضروری ہے کہ مدعی علیہ پر جو اس نے فیصلہ دیا ہے اس کی پوری وجوہ اس کے سامنے بیان کر دے تاکہ وہ کوئی غلط سمت حاکم پر نہ لگا سکے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی شخص بطور تجربہ بھی کوئی برا مظاہرہ نہ کرے۔ ایسی بلائیں آج کل عام ہو رہی ہیں۔ اور اس حدیث میں بیوت ازواج النبی کی اضافت کا بھی جواز ہے اور رات میں عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنے کا بھی جواز ثابت ہے اور تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنے کا بھی ثبوت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۲- بَابُ هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ بَابِ اعْتِكَافِ وَالْاِیْتِیٰنِ اُوْرَسِیْ كَسِیْ بَدِیْ كَمَانِیْ كُوْدُوْر كَرَسَلَا

نَفْسِیْہِ؟

ہے

(۲۰۳۹) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے خبر دی، انہیں سلیمان نے، انہیں محمد بن ابی عتیق نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی، (دوسری سند) اور ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زہری سے سنا۔ وہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے خبر دیتے تھے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے یہاں آئیں۔ آپ اس وقت اعتکاف میں تھے۔ پھر

۲۰۳۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ ح. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ

جب وہ واپس ہونے لگیں تو آپ بھی ان کے ساتھ (تھوڑی دور تک انہیں چھوڑنے) آئے۔ (آتے ہوئے) ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا۔ جب آنحضرت ﷺ کی نظر ان پر پڑی، تو فوراً آپ نے انہیں بلایا، کہ سنو! یہ (میری بیوی) صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (سفیان نے ہی صفیہ کے بجائے بعض اوقات ہذہ صفیہ کے الفاظ کہے۔) اس کی وضاحت اس لئے ضروری سمجھی کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ میں (علی بن عبد اللہ) نے سفیان سے پوچھا کہ غالباً وہ رات کو آتی رہی ہوں گی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رات کے سوا اور وقت ہی کونسا ہو سکتا تھا۔

باب اعتکاف سے صبح کے وقت باہر آنا

باب کی حدیث اس پر محمول ہے کہ آپ نے راتوں کے اعتکاف کی نیت کی تھی نہ دنوں کی۔ گویا غروب آفتاب کے بعد اعتکاف میں گئے اور صبح کو باہر آئے، اگر کوئی دنوں کے اعتکاف کی نیت کرے تو طلوع فجر ہوتے ہی اعتکاف میں جائے اور غروب آفتاب کے بعد نکل آئے۔ (وحیدی)

۲۰۴۰۔ ہم سے عبد الرحمن بن بشر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح کے ماموں سلیمان احوال نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے۔ سفیان نے کہا اور ہم سے محمد بن عمرو نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے، سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین کے ساتھ یاد ہے کہ ابن ابی لبید نے ہم سے یہ حدیث بیان کی تھی، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کے لئے بیٹھے۔ بیسویں کی صبح کو ہم نے اپنا سامان (سجد سے) اٹھا لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ جس نے (دوسرے عشرہ میں) اعتکاف کیا ہے وہ دوبارہ اعتکاف کی جگہ چلے، کیونکہ میں نے آج کی رات (شب قدر کو) خواب میں دیکھا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں کچھ میں سجدہ کر رہا

رضی اللہ عنہا آتت النبی ﷺ وهو مُعْتَكِفٌ، فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشَى مَعَهَا، فَأَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا أَبْصَرَهُ دَعَاهُ فَقَالَ: ((تَعَالِ، هِيَ صَفِيَّةُ)) - وَزُبَيْمًا قَالَ هَذِهِ صَفِيَّةُ - فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَخْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَخْرِي الدَّمِ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ: أَتِنَّهُ لَيْلًا؟ قَالَ: وَهَلْ هُوَ إِلَّا لَيْلًا؟)) [راجع: ۲۰۳۵]

۱۳- بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنْ اِعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ

۲۰۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَخْوَلِ خَالَ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. قَالَ: وَأُظُنُّ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَبِيدٍ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: ((اِعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ، فَلَمَّا كَانَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ نَقَلْنَا مَتَاعَنَا، فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ اِعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكِفِهِ، فَإِنِّي رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، وَرَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ)). فَلَمَّا رَجَعَ إِلَيَّ مُعْتَكِفِهِ وَهَاجَتْ

ہوں۔ پھر جب اپنے اعتکاف کی جگہ (مسجد میں) آپ دوبارہ آگئے تو اچانک بادل منڈلائے، اور بارش ہوئی۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور اکرم ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آسمان پر اسی دن کے آخری حصہ میں ابر ہوا تھا۔ مسجد کعبور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی (اس لئے چھت سے پانی پڑا) جب آپ نے نماز صبح ادا کی، تو میں نے دیکھا کہ آپ کی ناک اور پیشانی پر کچھ ڈکاکا اثر تھا۔

باب شوال میں اعتکاف کرنے کا بیان۔

(۲۰۴۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو محمد بن فضیل بن غزوان نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، انہیں عمرہ بنت عبد الرحمن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے۔ آپ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس جگہ جاتے جہاں آپ کو اعتکاف کے لئے بیٹھنا ہوتا۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی، اس لئے انہوں نے (اپنے لئے بھی مسجد میں) ایک خیمہ لگایا۔ حفصہ رضی اللہ عنہا (زوجہ مطہرہ نبی کریم ﷺ) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگایا۔ زینب رضی اللہ عنہا (زوجہ مطہرہ نبی کریم ﷺ) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگایا۔ صبح کو جب آنحضرت ﷺ نماز پڑھ کر لوٹے تو چار خیمے نظر پڑے۔ آپ نے دریافت فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ کو حقیقت حال کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا، انہوں نے ثواب کی نیت سے یہ نہیں کیا، (بلکہ صرف ایک دوسری کی ریس سے یہ کیا ہے) انہیں اکھاڑ دو۔ میں انہیں اچھا نہیں سمجھتا، چنانچہ وہ اکھاڑ دیئے گئے۔ اور آپ نے بھی (اس سال) رمضان میں اعتکاف نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

باب اعتکاف کے لئے روزہ

ضروری نہ ہونا۔

(۲۰۴۲) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے

السَّمَاءِ لَمْطُرُنَا، فَوَ الَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيضًا فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلِيَّ أَنْفِهِ وَأَرْبَابَهُ أَنْزَلَ الْمَاءَ وَالطِّينَ))۔

[راجع: ۶۶۹]

۱۴- بَابُ الْاِغْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

۲۰۴۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ لُصَيْبٍ بْنُ غَزْوَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ، وَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اغْتَكَفَ فِيهِ. قَالَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَغْتَكِفَ، فَأَذِنَ لَهَا فَضَرَبَتْ فِيهِ قُبَّةً. فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةَ فَضَرَبَتْ قُبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى. فَلَمَّا انصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْغَدَاةِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) فَأَخْبِرَ خَيْرُهُنَّ، فَقَالَ: ((مَا حَمَلَهُنَّ عَلَيَّ هَذَا؟ أَلْبُرُّ؟ أَنْزَعُوهَا فَلَا أَرَاهَا))، فَتَرَعْتُ، فَلَمْ يَغْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ حَتَّى اغْتَكَفَ فِي آخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ))۔ [راجع: ۲۰۳۹]

۱۵- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ صَوْمًا

إِذَا اغْتَكَفَ

۲۰۴۲- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

بھائی (عبدالحمید) سے، ان سے سلیمان نے، ان سے عبید اللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے، کہ انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات کا مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنی نذر پوری کر۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات بھر اعتکاف کیا۔

عَنْ أَخِيهِ عَنِ سَلِيمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ اغْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوْفِ نَذْرَكَ)). فَأَعْتَكَفَ لَيْلَةً.

[راجع: ۲۰۳۲]

باب اگر کسی نے جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی

پھر وہ اسلام لایا

باب کی حدیث میں آپ نے ایسی نذر کے پورا کرنے کا حکم دیا، معلوم ہوا کہ نذر اور عین حالت کفر میں صحیح ہو جاتی ہے اور اسلام کے بعد بھی اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ (وحیدی)

۲۰۴۳- حَدَّثَنَا عُيَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُيَيْنِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ ((أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَغْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - قَالَ: أَرَاهُ قَالَ لَيْلَةً - قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)).

۱۶- بَابُ إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَغْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ

باب رمضان کے درمیانی عشرہ میں

اعتکاف کرنا

اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے رمضان کا آخری عشرہ ضروری نہیں۔ گو آخری عشرے میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔

۲۰۴۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْتَكِفُ فِي كُلِّ

۱۷- بَابُ الْاِغْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْتَكِفُ فِي كُلِّ

رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامَ الَّذِي قَبِضَ فِيهِ اغْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا)).
تھے۔ لیکن جس سال آپ کا انتقال ہوا، اس سال آپ نے بیس دن کا
اعتکاف کیا تھا۔

[طرفہ فی : ۴۹۹۸].

ابن بطال نے کہا اس سے یہ نکلتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، اور ابن منذر نے ابن شہاب سے نکالا کہ مسلمانوں پر تعجب ہے کہ انہوں نے اعتکاف کرنا چھوڑ دیا، حالانکہ آنحضرت ﷺ جب سے مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے وفات تک اعتکاف ترک نہیں فرمایا تھا۔ اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف اس لئے کیا کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب وفات قریب ہے۔

۱۸- بَابُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَغْتَكِفَ ثُمَّ
بَدَأَ لَهُ أَنْ يَخْرُجَ

اعتکاف نہ کریں تو یہ بھی درست ہے

(۲۰۴۵) ہم سے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرہ بنت عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کے لئے ذکر کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اجازت مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی، پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان کے لئے بھی اجازت لے دیں چنانچہ انہوں نے ایسا کر دیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا، تو انہوں نے بھی خیمہ لگانے کے لئے کہا، اور ان کے لئے بھی خیمہ لگا دیا گیا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد اپنے خیمہ میں تشریف لے جاتے آج آپ کو بہت سے خیمے دکھائی دیئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عائشہ، حفصہ اور زینب رضی اللہ عنہن کے خیمے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا، بھلا کیا ان کی ثواب کی نیت ہے۔ اب میں بھی اعتکاف نہیں کروں گا۔ پھر جب ماہ رمضان ختم ہو گیا، تو آپ نے شوال میں اعتکاف کیا۔

۲۰۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ أَنْ يَغْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ، فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا، وَسَأَلَتْ حَفْصَةَ عَائِشَةَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا مَرَّتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ أَمَرَتْ بِنَاءِ قُبَيْبٍ لَهَا. قَالَتْ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى انصَرَفَ إِلَى بِنَائِهِ، فَبَصُرَ بِالْأُنْبِيَةِ فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) قَالُوا: بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْبُرُّ أَرْدَنَ بِهَذَا؟ مَا أَنَا بِمُغْتَكِفٍ)). فَرَجَعَ. فَلَمَّا أَفْطَرَ اغْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ)).

[راجع: ۲۰۲۹]

باب اعتکاف والادھونے کے لئے اپنا سر

۱۹- بَابُ الْمُغْتَكِفِ يُذْخِلُ رَأْسَهُ

الْبَيْتِ لِلْفَسْلِ

٢٠٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : ((أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا يُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ)).

[راجع: ٢٩٥]

گھر میں داخل کرتا ہے
ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ وہ حائضہ ہوتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے۔ پھر بھی وہ آپ کے سر میں اپنے حجرہ ہی میں کنگھا کرتی تھیں۔ آپ اپنا سر مبارک ان کی طرف بڑھا دیتے۔

تَشْرِيحٌ امام بخاری رحمہ اللہ نے بذیل مسائل تراویح، ولیلۃ القدر و اعتکاف یہاں کل انتالیس حدیثوں کو نقل فرمایا۔ جن میں مرفوع، معلق، مکرر جملہ احادیث شامل ہیں۔ کچھ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار بھی آپ نے ذکر فرمائے، چونکہ ایمان اور ارکان خمسہ کے بعد اولین چیز جو ہر مسلمان کے لئے ہے حد ضروری ہے وہ طلب رزق حلال ہے جس کا بہترین ذریعہ تجارت ہے، اس لئے اب امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب البیوع کو شروع فرمایا، رزق کی تلاش کے لئے تجارت کو اولین ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ تجارت نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ قرآن مجید میں بھی لفظ تجارت مختلف مقاصد کے تحت بولا گیا ہے۔ جو تاجر امانت و دیانت کے ساتھ تجارت کرتے ہیں ان کے لئے بہت کچھ بشارتیں وارد ہوئی ہیں جن میں کچھ یہاں بھی ملاحظہ میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۳۴- کتاب البیوع

کتاب خرید و فروخت کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”اللہ نے تمہارے لئے خرید و فروخت حلال کی اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔“
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”مگر جب نقد سودا ہو تو اس ہاتھ دو اس ہاتھ

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ﴾ [البقرة : ٢٧٥].
وَقَوْلِهِ : ﴿ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ ﴿﴾ [البقرة : ۲۸۲].

لو۔

باب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے متعلق

احادیث کہ

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ

تَعَالَى :

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ، وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا، قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ، وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿﴾ [الجمعة : ۱۰-۱۱].

”پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین سے پھیل جاؤ۔ (یعنی رزق حلال کی تلاش میں اپنے کاروبار کو سنبھال لو) اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو، تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور جب انہوں نے سودا بکتے دیکھا یا کوئی تماشہ دیکھا تو اس کی طرف متفرق ہو گئے اور تجھ کو کھڑا چھوڑ دیا۔ تو کہہ دے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تماشے اور سوداگری سے بہتر ہے۔ اور اللہ ہی ہے بہتر روزی رزق دینے والا۔“

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”تم لوگ ایک دوسرے کا مال غلط طریقوں سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہارے درمیان کوئی تجارت کا معاملہ ہو تو آپس کی رضامندی کے ساتھ (معاملہ ٹھیک ہے)۔“

وَقَوْلِهِ ﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء : ۲۹].

ترجمہ بیوع بیع کی جمع ہے جو باب ضرب بضر سے معتل یائی ہے جس کے معنی خرید و فروخت کے ہیں۔ اسی سلسلہ میں بھی اللہ اور اس کے سچے رسول ﷺ نے بہت سی پاکیزہ ہدایات دی ہیں۔ بیچنے والوں کو عام طور پر لفظ تاجر سے یاد کیا جاتا ہے۔ قیس بن ابی غزرة سے روایت ہے قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نسعى السماء سرة فقال يا معشر التجار وفي رواية ابي داود لعمر بنا النبي صلى الله عليه وسلم فسمنا نا باسم هو احسن منه فقال يا معشر التجار ان الشيطان والائم يحضران البيع فشبوا ببعكم بالصدقة (رواه الترمذی) یعنی نبی کریم ﷺ ہم لوگوں پر گزرے جب کہ عام طور پر ہم کو لفظ ساسرہ (سوداگران) سے پکارا جاتا تھا آپ نے ہم کو بہتر نام سے موسوم فرمایا اور یوں ارشاد ہوا کہ ”اے تاجروں کی جماعت بے شک شیطان اور گناہ خرید و فروخت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اپنی بیع کے ساتھ صدقہ خیرات کو بھی شامل کر لو، تاکہ ان اغلاط کا کچھ کفارہ بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتا رہے!“

تجارت کی فضیلت میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ الناجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء (رواه الترمذی) امانت اور صداقت کے ساتھ تجارت کرنے والا مسلمان قیامت کے دن انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اس لئے کہ امانت اور دیانت کے ساتھ تجارت کرنا بھی اتنا ہی کٹھن کام ہے جتنا کہ انبیاء و صدیقین و شہداء کا مشن کٹھن ہوتا ہے۔ عن اسماعيل بن عبيد بن رفاعه عن ابيه عن جده انه خرج مع النبي صلى الله عليه وسلم الى المصلى فرأى الناس يتبايعون فقال يا معشر التجار فاستجابوا الرسول الله صلى الله عليه وسلم ورفعوا اعناقهم وابصارهم اليه فقال ان التجار يبعثون يوم القيامة فجارا الا من اتقى الله و بر و صدق (رواه الترمذی) یعنی ایک دن آنحضرت ﷺ نماز کے لئے نکلے کہ آپ نے راستے میں خرید و فروخت کرنے والوں کو دیکھا فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت! ان سب نے آپ کی طرف اپنی گردنوں اور آنکھوں کو اٹھایا۔ اور آپ

کی آواز پر سب نے لیک کہا۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک تاجر لوگ قیامت کے دن فاسق فاجر لوگوں میں اٹھائے جائیں گے۔ مگر جس نے اس پیشہ کو اللہ کے خوف کے تحت سچائی اور نیک شعاری کے ساتھ انجام دیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا، نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہو گا۔ ان میں اول نمبر احسان جتلانے والا، دوسرے نمبر اپنے پاجامہ تبند کو فخریہ ٹخنوں سے نیچے ٹھیننے والا، تیسرا اپنے مال کو جموٹی قسمیں کھا کر فروخت کرنے والا۔

حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں۔ قال القاضي لما كان من ديدن التجار التليس في المعاملات والتهالك على ترويج السلع بما تيسر لهم من الايمان الكاذبه ونحوها حكم عليهم بالفجور واستثنى منهم من اتقى المحارم و بر في يمنه وصدق في حديثه و الى هذا ذهب الشارحون و حملوا الفجور على اللغو والحلف كذا في المرقاة (تحفة الاحوذى)

یعنی قاضی نے کہا کہ معاملات میں دھوکا دینا اور مال نکالنے کے لئے جموٹی قسمیں کھا کھا کر ہر قسم کے جھکندے استعمال کرنا تاجروں کا عام شیوہ ہے، اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ان پر فاجر ہونے کا حکم فرمایا، مگر ان کو مستثنیٰ فرمایا جو حرام سے بچیں اور قسم میں سچائی کو سامنے رکھیں۔ اور اکثر شارح ادھر ہی گئے ہیں کہ فحور سے نفیات اور جموٹی قسم کھانا مراد ہیں۔

۲۰۴۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَتَقُولُونَ: مَا بَالُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ؟ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ يَشْفَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكُنْتُ أَلْزِمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى مِلءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا، وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا. وَكَانَ يَشْفَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ أَمْرًا مَسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الصَّفْقَةِ أَعْمَى حِينَ يَنْسُونَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ: ((إِنَّهُ لَنْ يَسْطُرَ أَحَدٌ قَوْلَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعُ إِلَيْهِ

(۲۰۴۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، ان سے شعیب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ ﷺ کی احادیث بہت زیادہ بیان کرتا ہے، اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین و انصار ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح کیوں حدیث نہیں بیان کرتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ میرے بھائی ماجرین بازار کی خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور میں اپنا پیٹ بھرنے کے بعد پھر برابر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا، اس لئے جب یہ بھائی غیر حاضر ہوتے تو میں اس وقت بھی حاضر رہتا، اور میں (وہ باتیں آپ سے سن کر یاد کر لیتا جسے ان حضرات کو اپنے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے یا تو سننے کا موقعہ نہیں ملتا تھا یا وہ بھول جایا کرتے تھے۔ اسی طرح میرے بھائی انصار اپنے اموال (کھیتوں اور باغوں) میں مشغول رہتے۔ لیکن میں صفہ میں مقیم مسکینوں میں سے ایک مسکین آدمی تھا۔ جب یہ حضرات انصار بھولتے تو میں اسے یاد رکھتا۔ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رکھے جب تک اپنی یہ گفتگو نہ پوری کر لوں، پھر (جب میری گفتگو پوری ہو

جائے تو اس کپڑے کو سمیٹ لے تو وہ میری باتوں کو (اپنے دل و دماغ میں ہمیشہ) یاد رکھے گا۔ چنانچہ میں نے اپنا کبیل اپنے سامنے پھیلا دیا۔ پھر جب رسول کریم ﷺ نے اپنا مقالہ مبارک ختم فرمایا، تو میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا، اور اس کے بعد پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

تَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ))، فَسَطَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ، حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَيَّ صَدْرِي، فَمَا نَسَيْتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بَلْكَ مِنْ شَيْءٍ))۔ [راجع: ۱۱۸]

قریش کا پیشہ تجارت تھا، اور اہل مدینہ بیشتر کاشتکار تھے۔ جب مہاجرین مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے اپنا آبائی پیشہ تجارت ہی زیادہ پسند فرمایا، اور کسب معاش کے سلسلہ میں انصار اور مہاجرین سب ہی اپنے دھندوں میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مگر اصحاب صفہ خالص تعلیم دین ہی کے لئے وقف تھے۔ جن کا کوئی دنیاوی مشغلہ نہ تھا۔ ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ شوقین بلکہ علوم قرآن و حدیث پر اس درجہ فدا کہ اکثر اوقات اپنی شکم پری سے بھی غافل ہو جاتے اور فائدہ در فائدہ کرتے ہوئے جب غشی طاری ہونے لگتی تب ان کو بھوک یاد آتی۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو یہاں یہ بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ تجارت بیع و شراء اور کھیتی کھیری بلکہ سب دنیاوی کاروبار ضروریات زندگی سے ہیں۔ جن کے لئے اسلام نے بہترین اصول اور ہدایات پیش کی ہیں اور اس سلسلہ میں ہر ممکن ترقی کے لئے رغبت دلائی ہے جس کا زندہ ثبوت وہ انصار اور مہاجرین ہیں جنہوں نے عہد رسالت میں تجارت اور زراعت میں قابل رشک ترقی حاصل کی اور تجارت و کھیتی و باغبانی میں بھی وہ دنیا کے لئے ایک مثال بن گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محض دینی طالب علم تھے اور دنیاوی کاروبار سے ان کو کچھ لگاؤ نہ تھا۔ اس لئے یہ ہزار ہا حدیث نبوی کے حافظ ہوئے۔ اس حدیث سے رسول کریم ﷺ کا ایک معجزہ بھی ثابت ہوا کہ حسب ہدایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی تقریر دہنیر کے وقت اپنا کبیل پھیلا دیا۔ اور بعد میں وہ کبیل سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا، جس سے ان کا سینہ روشن ہو گیا اور بعد میں وہ حفظ حدیث میں سب پر سبقت لے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔ آمین۔

(۲۰۴۸) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اوسی نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں انصار کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں میں سے ہوں۔ اس لئے اپنا آدھا مال میں آپ کو دیتا ہوں اور آپ خود دیکھ لیں کہ میری دو بیویوں میں سے آپ کو کون زیادہ پسند ہے۔ میں آپ کے لئے انہیں اپنے سے الگ کر دوں گا۔ (یعنی طلاق دے دوں گا) جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو آپ ان سے

۲۰۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَخَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ: إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا، فَأَقْسِمُ لَكَ بِصَفِّ مَالِي، وَانظُرْ أَيُّ رَوْحِي هَوَيْتَ نَزَلْتَ لَدَى، عَنْهَا، فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا. قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: لَا حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ، هَلْ مِنْ

نکاح کر لیں۔ بیان کیا کہ اس پر عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی بازار ہے جہاں کاروبار ہوتا ہو؟ سعد رضی اللہ عنہ نے ”سوق قینقاع“ کا نام لیا۔ بیان کیا کہ جب صبح ہوئی تو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پتھر اور گھی لائے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ تجارت کیلئے بازار آنے جانے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو زرد رنگ کا نشان (کپڑے یا جسم پر) تھا۔ رسول اللہ نے دریافت فرمایا، کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ نے دریافت فرمایا کہ کس سے؟ بولے کہ ایک انصاری خاتون سے۔ دریافت فرمایا، اور مر کتنا دیا ہے؟ عرض کیا کہ ایک گھٹلی برابر سونا دیا ہے۔ (یا یہ کہا کہ) سونے کی ایک گھٹلی دی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اچھا تو ولیمہ کر خواہ ایک بکری ہی کا ہو۔

۲۰۴۹) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے زبیر نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے کرا دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ مالدار آدمی تھے۔ انہوں نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے کہا میں اور آپ میرے مال سے آدھا آدھا لے لیں۔ اور میں (اپنی ایک بیوی سے) آپ کی شادی کرا دوں۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے، مجھے تو آپ بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ پھر وہ بازار سے اس وقت تک واپس نہ ہوئے جب تک نفع میں کافی پتھر اور گھی نہ بچا لیا۔ اب وہ اپنے گھر والوں کے پاس آئے، کچھ دن گزرے ہوں گے یا اللہ نے جتنا چاہا۔ اس کے بعد وہ آئے کہ ان پر زردی کا نشان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ زردی کیسی ہے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔ آپ

سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ : سُوقٌ قَيْنِقَاعٍ . قَالَ : فَعَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَأَتَى بِأَقْطِ وَسَمَنٍ . قَالَ : ثُمَّ تَابَعَ الْغَدُوْءُ ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((تَزَوَّجْتَ؟)) قَالَ : نَعَمْ . قَالَ : ((وَمَنْ؟)) قَالَ : امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ . قَالَ : ((كَمْ سَفْتٌ؟)) قَالَ : زِنَةٌ نَوَافٍ مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ نَوَافٍ مِنْ ذَهَبٍ - فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَوْلَمْ وَلَوْ بِشَاةٍ)).

[طرفہ فی : ۳۷۸۰]

۲۰۴۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ : ((قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ ، فَأَخَى النَّبِيَّ ﷺ ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ ، وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غَنِيٍّ ، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ : أَفَأَسِمُكَ مَالِي بِنَفْسِي وَأَزْوَجُكَ . قَالَ : بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ ، ذُلُّوْنِي عَلَى السُّوقِ ، فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقْطًا وَسَمَنًا ، فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ . فَمَكَّنْنَا يَسِيرًا - أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ - فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضُرٌّ مِنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَهْمٌ؟)) قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ تَزَوَّجْتَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ . قَالَ : ((مَا سَفْتٌ إِلَيْهَا؟)) قَالَ : نَوَافٍ مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ وَزَنَ

نَوَاةٌ مِنْ ذَهَبٍ - قَالَ: ((أَوْلَمَ وَلَوْ بِشَاةٍ)).
[أطرافه في : ٢٢٩٢، ٣٧٨١، ٣٩٣٧، ٥٠٧٢، ٥١٤٨، ٥١٥٣، ٥١٥٥، ٥١٦٧، ٦٠٨٢، ٦٣٨٦].

تفسیر حدیث ہذا بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہاں اس حدیث کے لائن سے یہ ہے کہ عمد نبوی میں مہینہ منورہ میں اہل اسلام تجارت کیا کرتے تھے۔ اور ان کا بہترین پیشہ تجارت ہی تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جو قریشی ہیں ہجرت فرما کر جب مہینہ آئے تو انہوں نے غور و فکر کے بعد اپنے قدیمی پیشہ تجارت ہی کو یہاں بھی اپنایا۔ اور اپنے اسلامی بھائی سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنہوں نے اپنی آدمی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی پیش کش کی تھی بازار کا راستہ لیا۔ اور وہاں کے حالات یا جائزہ لے کر آپ نے تیل اور گھی کا کاروبار شروع کیا، اللہ نے آپ کو تھوڑی ہی مدت میں ایسی کسادگی عطا فرمائی کہ آپ نے ایک انصاری عورت سے اپنا عقد بھی کر لیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یہ شروع دور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت سے داخل اسلام ہوئے۔ اور دو مرتبہ حبش کی طرف ہجرت بھی کی۔ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ طویل القامت گورے رنگ والے تھے۔ غزوہ احد میں ان کے بدن پر بیس سے زائد زخم لگے تھے۔ جن کی وجہ سے پیروں میں لنگ پیدا ہو گئی تھی۔ یہ مہینہ میں بہت ہی بڑے مالدار مسلمان تھے۔ اور رئیس التجار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی سخاوت کے بھی کتنے ہی واقعات مذکور ہیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

انہوں نے مر میں اپنی بیوی کو نواة من الذهب یعنی سونے کی ایک سٹھلی دی جس کا وزن ۵ درہم سے زائد بھی ممکن ہے۔ اس حدیث سے ولیمہ کرنے کی تاکید بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ ولیمہ میں بکرے یا بکری کا ذبیحہ بہتر ہے۔ زرد رنگ شاید کسی عطر کا ہو یا کسی ایسی مخلوط چیز کا جس میں کوئی زرد قسم کی چیز بھی شامل ہو اور آپ نے اس سے غسل وغیرہ کیا ہو۔

۲۰۵۰ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَتْ عَكَاطٌ وَمَجَنَّةٌ وَذُؤَا الْمَجَازِ أَسْوَأَ لِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامَ فَكَانَهُمْ تَأْتِمُرًا لِيهِ، فَزَلْتُ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْعُوا فِضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ لِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ)).

۲۰۵۰) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن عثمان نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عکاظ مجنہ اور ذوالجواز عمد جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو ایسا ہوا کہ مسلمان لوگ (خرید و فروخت کے لیے ان بازاروں میں جانا) گناہ سمجھنے لگے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ ”تمہارے لئے اس میں کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل (یعنی رزق حلال) کی تلاش کرو جج کے موسم میں“ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت ہے۔

[راجع: ۱۷۷۰]

تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں آیت کریمہ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْعُوا فِضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ سے آگے ﴿فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ﴾ کے لفظ زائد ہیں۔ مگر عام قراتوں میں یہ زائد لفظ نہیں ہیں۔ یا شاید یہ منسوخ ہو گئے ہوں اور حضرت ابن عباس

بیعت کو نسخ کا علم نہ ہو سکا ہو۔ حدیث میں زمانہ جاہلیت کی منڈیوں کا ذکر ہے۔ اسلام نے اپنے عہد میں تجارتی منڈیوں کو ترقی دی اور ہر طرح سے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مگر خرافات اور مکرو فریب والوں کے لئے بازار سے بدتر کوئی جگہ بھی نہیں ہے۔

۲- بَابُ الْحَلَالِ بَيْنَ وَالْحَرَامِ
بَابُ حَلَالِ كَهْلَا هُوَ اَهْ وَاوْر حَرَامِ بَهْی كَهْلَا هُوَ اَهْ لَكِن اِن
بَيْنَ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ
دونوں کے درمیان کچھ شک شبہ والی چیزیں بھی ہیں

مشتبہات وہ جن کی حلت یا حرمت کے بارے میں ہم کو قرآن و حدیث میں کوئی واضح ہدایت نہ ملے۔ کچھ وجوہ ان میں حلال ہونے کے نظر آئیں، کچھ حرام ہونے کے۔ ان حالات میں ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے یہی باب کا مقصد ہے۔

(۲۰۵۱) ہم سے محمد بن شعیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عون نے، ان سے شعبی نے، انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (دوسری سند امام بخاری نے کہا) اور ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو فروہ نے، ان سے شعبی نے، کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (تیسری سند) اور ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو فروہ نے، انہوں نے شعبی سے سنا، انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (چوتھی سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں ابو فروہ نے، انہیں شعبی نے اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام بھی ظاہر ہے لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جو شخص ان چیزوں کو چھوڑے جن کے گناہ ہونے یا نہ ہونے میں شبہ ہے۔ وہ ان چیزوں کو تو ضرور ہی چھوڑ دے گا جن کا گناہ ہونا ظاہر ہے۔ لیکن جو شخص شبہ کی چیزوں کے کرنے کی جرأت کرے گا تو قریب ہے کہ وہ ان گناہوں میں بھی مبتلا ہو جائے جو بالکل واضح طور پر گناہ ہیں۔ (لوگو یاد رکھو) گناہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ ہے جو (جانور بھی) چراگاہ کے ارد گرد چرے گا، اس کا چراگاہ کے اندر چلا جانا غیر ممکن نہیں۔

۲۰۵۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ قَالٍ النَّسَبِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي فَرَوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي فَرَوَةَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح. وَ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي فَرَوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْحَلَالُ بَيْنَ، وَالْحَرَامِ بَيْنَ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ. فَمَنْ تَرَكَ مَا شَبَّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِنْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتَرَكَ، وَمَنْ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشْكُ فِيهِ مِنَ الْإِنْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ. وَالْمَعَاصِي حِمَى اللَّهِ، مَنْ يَزْنِ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ)). [راجع: ۵۲]

عقد جاہلیت میں عربی شیوخ و امراء اپنی چراگاہیں مخصوص رکھا کرتے تھے ان میں کوئی غیر آدمی اپنے جانوروں کو نہیں داخل کر سکتا تھا۔ اس لئے غریب لوگ ان چراگاہوں کے قریب بھی نہ جاتے، کہ مبادا ان کے جانور اس میں داخل ہو جائیں اور وہ سخت ترین سزاؤں کے مستحق گردانے جائیں۔ حدود اللہ کو بھی ایسی ہی چراگاہوں سے تشبیہ دی گئی۔ اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں تاکید کی گئی کہ حدود اللہ کے قریب بھی نہ جاؤ کہ کہیں ان کے توڑنے کے مرتکب ہو کر عند اللہ مجرم ٹھہرو۔ حدیث ہذا میں معاصی کو اللہ کی چراگاہ بتلایا گیا ہے جو معاصی سے دور رہنے کے لئے ایک انتہائی تشبیہ ہے۔ ان سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان جو امور مشتبہات ہیں ان سے بھی پرہیز کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ان کے ارتکاب سے فعل حرام ہی کا ارتکاب ہو جائے، اسلئے جو مشتبہات سے بچ گیا وہ سلامت رہا۔ حرمت اللہ کی چراگاہوں سے تشبیہ زجر و توبخ کیلئے ہے کہ جس طرح امراء و زمیندار لوگوں کی مخصوص چراگاہوں میں داخل ہو جانے والے اور اپنے جانوروں کو وہاں چگانے والوں کو انتہائی سنگین سزا دی جاسکتی ہے۔ ایسے ہی جو لوگ حدود اللہ کو توڑتے اور اللہ کی چراگاہ یعنی امور حرام میں واقع ہو جاتے ہیں۔ وہ آخرت میں سخت ترین سزا کے مستحق ہوں گے۔ اور افعال مشتبہات سے پرہیز بھی اسی بنا پر ضروری ہے کہ مبادا کوئی شخص امور حرام کا مرتکب ہو کر عذاب الیم کا مستحق نہ ہو جائے۔

باب ملتی جلتی چیزیں یعنی شبہ والے امور کیا ہیں؟

اور حسان بن ابی سنان نے کہا کہ ”ورع“ (پرہیز گاری) سے زیادہ آسان کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی، بس شبہ کی چیزوں کو چھوڑ اور وہ راستہ اختیار کر جس میں کوئی بھی شبہ نہ ہو۔

(۲۰۵۲) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی حسین نے خبر دی، ان سے عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا، ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ ایک سیاہ فام خاتون آئیں اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے ان دونوں (عقبہ اور ان کی بیوی) کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اس امر کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا۔ اور مسکرا کر فرمایا، اب جب کہ ایک بات کہہ دی گئی تو تم دونوں ایک ساتھ کس طرح رہ سکتے ہو۔ ان کے نکاح میں ابواہب تمیمی کی صاحب زادی تھیں۔

۳- بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشْبَهَاتِ

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ، دَعَا مَا يَرِيكَ إِلَى مَا لَا يَرِيكَ.

۲۰۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : (أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَرَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ : ((كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟)).

وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِبَاهِبِ التَّمِيمِيِّ.

[راجع: ۸۸]

ترمذی کی روایت میں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جھوٹی ہے، آپ نے منہ پھیر لیا، پھر میں آپ کے منہ کے سامنے آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! وہ جھوٹی ہے۔ آپ نے فرمایا، اب تو اس عورت کو کیسے رکھ سکتا ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایک عورت نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ یہ حدیث اوپر کتاب العلم میں گذر چکی ہے۔ یہاں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس لئے

لائے کہ گوا اکثر علماء کے نزدیک رضاع ایک عورت کی شہادت سے ثابت نہیں ہو سکتا مگر شبہ تو ہو جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے شبہ کی بنا پر عقبہ بنیتر کو یہ صلاح دی کہ اس عورت کو چھوڑ دے۔ معلوم ہوا کہ اگر شہادت کامل نہ ہو یا شہادت کے شرائط میں نقص ہو تو معاملہ مشتبہ رہتا ہے لیکن مشتبہ سے بچنے رہنا تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک تو رضاع صرف مرضہ کی شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ووجه الدلالة منه قوله كيف وقد قيل فانه يشعر بان امره بفراق امراته انما كان لاجل قول المرأة انها رضعتهما فاحتمل ان يكون صحيحا فيرتكب الحرام فامرہ بفراقها احتیاطا علی قول الاكثر وقيل بل قبل شهادة المرأة وحدها علی ذالک یعنی ارشاد نبوی کیف قد قيل سے مقصد باب ثابت ہوتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے عقبہ بنیتر کو اس عورت سے جدائی کا حکم صادر فرمادیا، دودھ پلانے کی دعوے دار عورت کے اس بیان پر کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ احتمال ہے کہ اس عورت کا بیان صحیح ہو اور عقبہ حرام کا مرتکب ہو۔ اس لئے احتیاطاً جدائی کا حکم دے دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس عورت کی شہادت کو قبول فرمایا، اور اس بارے میں اس ایک ہی شہادت کو کافی سمجھا۔ حضرت امام نے اس واقعہ سے بھی یہ ثابت فرمایا ہے کہ مشتبہ امور میں ان سے پرہیز ہی کا راستہ سلامتی اور احتیاط کا راستہ ہے۔

(۲۰۵۳) ہم سے یحییٰ بن زمرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص بنیتر (مسلمان) کو (مرتے وقت) وصیت کی تھی کہ زمرہ کی باندی کا لڑکا میرا ہے۔ اس لیے اسے تم اپنے قبضہ میں لے لینا۔ انہوں نے کہا کہ فتح مکہ کے سال سعد بنیتر بن ابی وقاص نے اسے لے لیا، اور کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور وہ اس کے متعلق مجھے وصیت کر گئے ہیں۔ لیکن عبد بن زمرہ نے اٹھ کر کہا کہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے، میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آخر دونوں یہ مقدمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ سعد بنیتر نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے اس کی انہوں نے وصیت کی تھی۔ اور عبد بن زمرہ نے عرض کیا، یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے۔ انہیں کے بستر پر اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عبد بن زمرہ! لڑکا تو تمہارے ہی ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا، بچہ اسی کا ہوتا ہے جو جائز شوہر یا مالک ہو، جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہو۔ اور حرام کار کے حصہ میں پتھروں کی سزا ہے۔ پھر سو وہ بنت زمرہ رضی اللہ عنہا سے جو

۲۰۵۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ عَهْدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَنَّ ابْنَ وَليدَةَ زَمْعَةَ مِنِّي فَأَقْبَضَهُ. قَالَتْ : فَلَمَّا كَانَ غَاْمَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَقَالَ : ابْنُ أَخِي، قَدْ عَهْدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ: أَخِي، وَأَبْنُ وَليدَةَ أَبِي وَوَلِدَ عَلِيٍّ فِرَاشِهِ. فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ابْنُ أَخِي، كَانَ قَدْ عَهْدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي، وَأَبْنُ وَليدَةَ أَبِي، وَوَلِدَ عَلِيٍّ فِرَاشِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ)). ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْوَالِدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْفَاوِشِ الْحَجَرِ)). ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ:

((اِحْتَجَبِي مِنْهُ))، لَمَّا رَأَى مِنْ شَبِّهِ
بِعْتَبَةٍ، لَمَّا رَأَاهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ)).

[أطرافه في : ٢٢١٨ ، ٢٤٢١ ، ٢٥٣٣ ،
٢٧٤٥ ، ٤٣٠٣ ، ٦٧٤٩ ، ٦٧٦٥ ،
٦٨١٧ ، ٧١٨٢.]

آنحضرت ﷺ کی بیوی تھیں، فرمایا کہ اس لڑکے سے پردہ کیا کر،
کیونکہ آپ نے عتبہ کی شبابت اس لڑکے میں محسوس کر لی تھی۔ اس
کے بعد اس لڑکے نے سو وہ بیٹی نہ دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ
تعالیٰ سے جا ملا۔

شرح

روایت میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس کی تفصیل یہ کہ عتبہ بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کا بھائی تھا۔
عتبہ اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھا۔ اور کفر ہی پر اس کی موت ہوئی، زمعد نامی ایک شخص کی لونڈی سے اسی عتبہ نے
زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی۔ عتبہ جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بھائی حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ زمعد کی لونڈی کا حمل
مجھ سے ہے۔ لہذا اس کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہو اس کو تم اپنی تحویل میں لے لینا، چنانچہ زمعد کی لونڈی کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور
وہ ان ہی کے ہاں پرورش پاتا رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے چاہا کہ اپنے بھائی کی وصیت کے تحت اس بچہ کو اپنی
پرورش میں لے لیں۔ مگر زمعد کا بیٹا عبد بن زمعد کہنے لگا کہ یہ میرے والد کی لونڈی کا بچہ ہے، اس لیے اس کا وارث میں ہوں۔ جب
یہ مقدمہ عدالت نبوی میں پیش ہوا، تو آپ نے یہ قانون پیش فرمایا، کہ الولد للفراش وللماهر للحجر بچہ اسی کا گردانا جائے گا جس کے
بستر پر وہ پیدا ہوا ہے اگرچہ وہ کسی دوسرے فرد کے زنا کا نتیجہ ہے۔ اس فرد کے حصہ میں شرعی حد سنگساری ہے۔ اس قانون کے تحت
آنحضرت ﷺ نے وہ بچہ عبد بن زمعد ہی کو دے دیا۔ مگر بچہ کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص ہی سے تھی۔ اس لئے اس شبہ کی بنا پر
آنحضرت ﷺ نے حضرت ام المومنین سو وہ بیٹی نہ دیکھا کو حکم فرمایا کہ وہ زمعد کی بیٹی ہونے کے ناطے بظاہر اس لڑکے کی بہن تھیں۔ مگر لڑکا
مشتبہ ہو گیا۔ لہذا مناسب ہوا کہ وہ اس سے غیروں کی طرح پردہ کریں۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک سو وہ بیٹی نہ دیکھا کو پردہ کا حکم اسی
اشتبہ کی وجہ سے احتیاطاً دیا گیا تھا کہ باندی کے ناجائز تعلقات عتبہ سے تھے اور بچے میں اس کی شبابت تھی۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد
مشتبہات کی تفسیر اور ان سے بچنے کا حکم ثابت فرماتا ہے۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ووجه الدلالة منه قوله صلى الله عليه وسلم احتجبي منه يا سودة مع حكمه بانه اخوها لايها لكن لما
راى الشبه البين فيه من غير زمعة امر سودة بالاحتجاب منه احتياطاً في قول الاكثر (فتح الباری) یعنی یہاں مشتبہات کی دلیل آنحضرت
ﷺ کا وہ ارشاد مبارک ہے جو آپ نے حضرت سو وہ بیٹی نہ دیکھا کو فرمایا کہ بظاہر یہ تمہارا بھائی ہے اور اسلامی قانون بھی اسی کو ثابت کرتا
ہے مگر شبہ یقیناً ہے کہ یہ عتبہ کا ہی لڑکا ہو۔ جیسا کہ اس میں اس سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔ پس بہتر ہے کہ تم اس سے پردہ کرو۔
حضرت سو وہ بیٹی نہ دیکھا نے اس ارشاد نبوی پر عمل کیا یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔

الولد للفراش کا مطلب الولد لصاحب الفراش یعنی بچہ قانوناً اسی کا تسلیم کیا جائے گا جو اس بستر کا مالک ہے جس پر بچہ پیدا ہوا ہے
یعنی جو اس کا شرعی و قانونی مالک یا خاندان ہے۔ بچہ اسی کا مانا جائے گا، اگرچہ وہ کسی دوسرے کے لطفہ ہی سے کیوں نہ ہو، اگر ایسا مقدمہ
ثابت ہو جائے تو پھر زانی کے لئے محض سنگساری ہے۔

(٢٠٥٣) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان
کیا، کہا کہ مجھے عبد اللہ بن ابی سفر نے خبر دی، انہیں شعبی نے ان
سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے
”معراض“ (تیر کے شکار) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس

٢٠٥٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي
السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ

کے دھار کی طرف سے لگے تو کھا۔ اگر چوڑائی سے لگے تو مت کھا۔ کیونکہ وہ مردار ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنا کتا (شکار کے لئے) چھوڑتا ہوں اور بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں، پھر اس کے ساتھ مجھے ایک ایسا کتا اور ملتا ہے جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ دونوں میں کون سے کتے نے شکار پکڑا۔ آپ نے فرمایا، ایسے شکار کا گوشت نہ کھا۔ کیونکہ تو نے بسم اللہ تو اپنے کتے کے لئے پڑھی ہے دوسرے کے لئے تو نہیں پڑھی۔

عَنِ الْمِعْرَاضِ، فَقَالَ: (إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فُكُلًا، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرَضِهِ فَقَتَلَ فَلَا تَأْكُلُ، فَإِنَّهُ وَقِيدٌ)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ كَلْبِي وَأَسْمَى، فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أَسْمَعْ عَلَيْهِ وَلَا أُذْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَ. قَالَ: ((لَا تَأْكُلُ، إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ)).

[راجع: ۱۷۵]

چوڑائی سے لگنے کا مطلب یہ کہ تیر کی لکڑی آڑی ہو کر شکار کے جانور پر لگے۔ اور بوجھ اور صدے سے وہ مرجائے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں اس حدیث کو مشتبہات کی تفسیر میں لائے کہ دوسرے کتے کی موجودگی میں شبہ ہو گیا کہ شکار کون سے کتے نے پکڑا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شبہ کو رفع کرنے کے لئے ایسے شکار کے کھانے سے منع فرمایا۔ عربوں میں شکاری کتوں کو سدھانے کا دستور تھا۔ شریعت اسلامیہ نے اجازت دی کہ ایسا سدھایا ہوا کتا اگر بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے اور وہ شکار کو پکڑ لے اور مالک کے پہنچنے سے پہلے شکار مرجائے تو گویا ایسا شکار حلال ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس جانور پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ حرام اور مردار ہے، اہلحدیث اور اہل ظاہر کا یہی قول ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسلمان کا ذبیحہ ہر حال میں حلال ہے گو وہ عمداً یا سواً بسم اللہ چھوڑ دے، اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ اس جانور میں شبہ پڑ گیا کہ کس کتے نے اس کو مارا۔ اور آپ نے اس کے کھانے سے منع فرمایا تو معلوم ہوا کہ شبہ کی چیزوں سے بچنا چاہئے۔ (وحیدی)

۴- بابُ مَا يُنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

۲۰۵۵- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ أَنَّ اللَّهَ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِعَمْرَةَ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ: ((لَوْ لَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتَهَا)). وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَجِدُ تَمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى لِرْأْسِي)).

باب مشتبه چیزوں سے پرہیز کرنا

(۲۰۵۵) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے طلحہ بن مصرف نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرمی ہوئی کھجور پر گزرے، تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کے صدقہ ہونے کا شبہ نہ ہوتا تو میں اسے کھا لیتا۔ اور ہمام بن منبہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنے بستر پر پڑی ہوئی ایک کھجور پاتا ہوں۔

[طرفہ فی: ۲۴۳۱]

یہ کھجور آپ کو اپنے بچھونے پر ملی تھی جیسے اس کے بعد کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ شاید آپ صدقہ کی کھجوریں بانٹ کر آئے ہوں اور کوئی ان ہی میں سے آپ کے کپڑوں میں لگ گئی ہو اور بچھونے پر گر پڑی ہو یہ شبہ آپ کو معلوم ہوا، اور آپ نے

محض اس شبہ کی بنا پر اس کے کھانے سے پرہیز کیا، معلوم ہوا کہ مشتبہ چیز کے کھانے سے پرہیز کرنا کمال تقویٰ اور ورع ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اپنے منقذہ باب کے تحت حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث لائے ہیں۔

۵- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِمَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشْتَبِهَاتِ بَابُ دَلِّ فِي وَسْوَسَةِ آتِي شِبْهٌ نَهْ كَرْنَا جَابِي

یعنی مشتبہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کی حلت اور حرمت یا طہارت یا نجاست کے دلائل متعارض ہوں، تو ایسی چیز سے باز رہنا تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ اور ایک وسواس ہے کہ خواہ مخواہ بے دلیل ہر چیز میں شبہ کرنا۔ جیسے ایک فرش بچھا ہوا ہے تو یہی سمجھیں گے کہ وہ پاک ہے یا ایک شخص نے کچھ خریدا، تو یہی سمجھیں گے کہ حلال طور سے اس کے پاس آیا ہو گا۔ اب خواہ مخواہ اس کے نجس ہونے کا گمان کرنا، یا اس مال کے حرام ہونے کا، یہ وسوسہ ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ البتہ اگر دلیل سے نجاست یا حرمت معلوم ہو جائے تو اس سے باز رہنا چاہئے۔

۲۰۵۶- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: شَكَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: ((لَا، حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا)). وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: لَا وَضُوءَ إِلَّا فِيمَا وَجَدْتَ الرِّيحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتِ. [راجع: ۳۷]

(۲۰۵۶) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عباد بن تیم نے اور ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید مازنی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر آیا جسے نماز میں کچھ شبہ ہوا نکلنے کا ہو جاتا ہے۔ آیا اسے نماز توڑ دینی چاہئے؟ فرمایا کہ نہیں؛ جب تک وہ آواز نہ سن لے یا بدبو نہ محسوس کر لے (اس وقت تک نماز نہ توڑے) ابن ابی حفصہ نے زہری سے بیان کیا (ایسے شخص پر) وضو واجب نہیں جب تک حدیث کی بدبو نہ محسوس کرے یا آواز نہ سن لے۔

اس حدیث کے تحت علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ قال الغزالی الورع اقسام ورع الصديقين و هو ترك ما لا يتناول بغيرنية القوة على العبادة وورع المتقين و هو ترك ما لا شبهة فيه ولكن يخشى ان يجزالي الحرام وورع الصالحين و هو ترك ما ينطرق اليه احتمال التحريم بشرط ان يكون لذلك الاحتمال موقع فان لم يكن فهو ورع الموسوسين قال ووراء ذلك ورع الشهود و هو ترك ما يسقط الشهادة اى اعم من ان يكون ذلك المتروك حراما ام لا انتهى و غرض المصنف هنا بيان ورع الموسوسين كمن يمتنع من اكل الصيد كان لانسان ثم افلت منه و كمن يترك شراء ما يحتاج اليه من المجهول لا يدري اما له حلال ام حرام و ليست هناك علامة تدل على الثاني و كمن يترك تناول الشئ لخبير ورد فيه متفق على ضعفه و عدم الاحتجاج به و يكون دليل اباحتة قويا و تاويله ممتنع او مستبعد (فتح الباری)

یعنی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ورع کو چار قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ ایک ورع صدیقیوں کا ہے وہ یہ کہ ان تمام کاموں کو چھوڑ دینا جن کا بطور نیت عبادت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ متقین کا ورع یہ کہ ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ دینا جن کی حلت میں کوئی شبہ نہیں مگر خطرہ ہے کہ ان کو عمل میں لانے سے کہیں حرام تک نوبت نہ پہنچ جائے، اور صالحین کا ورع یہ کہ ایسی چیزوں سے دور رہنا جن میں حرمت کے احتمال کے لئے کوئی بھی موقعہ نکل سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ وسواسیوں کا ورع ہے اور ان کے علاوہ ایک ورع الشود ہے جس کے

ارٹکب سے انسان شہادت میں ناقابل اعتبار ہو جائے عام ہے کہ وہ حرام ہو یا نہ ہو۔ یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض وسوسہ والوں کے ورع کا بیان ہے جیسا کہ کوئی کسی شکار کا گوشت محض اس لئے نہ کھائے کہ شاید وہ شکار کسی اور آدمی نے بھی کیا ہو اور اس سے وہ جانور بھاگ گیا ہو۔ یا جیسا کہ کسی ایسے آدمی کے ہاتھ سے خرید و فروخت چھوڑ دے جو مجہول ہو اور جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ اس کا مال حرام کا ہے یا حلال کا۔ اور کوئی ظاہری دلیل بھی نہ ہو کہ اس کی حلت ہی پر یقین کیا جاسکے۔ اور جیسا کہ کوئی شخص ایسے آدمی کی روایت ترک کر دے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہو اور جس کے ساتھ حجت نہ پکڑی جاسکتی ہو، ایسے جملہ مشکوک حالات میں پرہیزگاری کا نام ورع ہے۔ مگر حد سے زیادہ گذر کر کسی مسلمان بھائی کے متعلق بلا تحقیق کوئی غلط گمان قائم کر لیتا یہ بھی ورع کے سخت خلاف ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی جگہ لکھا ہے کہ کچھ لوگ نماز کے لئے اپنا لوٹا مصلیٰ اس خیال سے ساتھ رکھتے ہیں کہ ان کے خیال میں دنیا کے سارے مسلمانوں کے لوٹے اور مصلے استعمال کے لائق نہیں ہیں۔ اور ان سب میں شبہ داخل ہے۔ صرف انہی کا لوٹا اور مصلیٰ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے پرہیزگاروں کو ”خود گندے“ قرار دیا ہے۔ اللهم احفظنا من جميع الشبهات والافات. آمین

(۲۰۵۷) ہم سے احمد بن مقدم غلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمن طفاوی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بہت سے لوگ ہمارے یہاں گوشت لاتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ کا نام انہوں نے زبح کے وقت لیا تھا یا نہیں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بسم اللہ پڑھ کے اسے کھالیا کرو۔

۲۰۵۷- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَفْصِ الْعَمَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطَّفَاوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ قَوْمًا قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((سَمُّوا اللَّهَ عَلَيْهِ وَكُلُّوهُ)).

[طرفہ فی : ۵۵۰۷، ۷۳۹۸].

مطلب یہ کہ مسلمان سے نیک گمان رکھنا چاہئے اور جب تک دلیل سے معلوم نہ ہو کہ مسلمان نے زبح کے وقت بسم اللہ نہیں کسی تھی یا اللہ کے سوا اور کسی کا نام لیا تھا تو اس کا لایا ہوا یا پکایا ہوا گوشت حلال ہی سمجھا جائے گا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ مشرکوں کا لایا ہوا یا پکایا ہوا گوشت حلال سمجھ لو، اور فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر مشرک قصاب بھی کہے کہ اس جانور کو مسلمان نے کاٹا ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا۔ اس لئے مشرک کافر قصابی سے گوشت لینے میں بہت احتیاط اور پرہیز چاہئے۔

باب اللہ تعالیٰ کا سورہ جمعہ میں یہ فرمانا کہ ”جب وہ مال

تجارت آتا ہو یا کوئی اور تماشاً دیکھتے ہیں تو اس کی طرف

دوڑ پڑتے ہیں۔“

۶- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُوا إِلَيْهَا﴾

[الجمعة: ۱۱]

(۲۰۵۸) ہم سے طلق بن غنم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ بن

۲۰۵۸- حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا

قدامہ نے بیان کیا، ان سے حصین نے، ان سے سالم بن ابی الجعد نے کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے، (یعنی خطبہ سن رہے تھے) کہ ملک شام سے کچھ اونٹ کھانے کا مسلمان تجارت لے کر آئے۔ (سب نمازی) لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”جب وہ مال تجارت یا کوئی تماشادیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔“

ہوایہ تھا کہ اس زمانہ میں مدینہ میں غلہ کا قحط تھا۔ لوگ بہت بھوکے اور پریشان تھے۔ شام سے جو غلہ کا قافلہ آیا تو لوگ بے اختیار ہو کر اس کو دیکھنے چل دیئے، صرف بارہ صحابہ یعنی عشرہ مبشرہ اور بلال اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم آپ کے پاس ٹھہرے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کچھ معصوم نہ تھے بشرتے۔ ان سے یہ خطا ہو گئی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو عتاب فرمایا۔ شاید اس وقت تک ان کو یہ معلوم نہ ہو گا کہ خطبہ میں سے اٹھ کر جانا منع ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ اس باب کو اس لئے یہاں لائے کہ بیع اور شراء، تجارت اور سوداگری گو عمدہ اور مباح چیزیں ہیں مگر جب عبادت میں ان کی وجہ سے خلل ہو تو ان کو چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ مقصد بھی ہے کہ جس تجارت سے یاد الہی میں فرق آئے مسلمان کے لئے وہ تجارت بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ مسلمان کی زندگی کا اصل مقصد یاد الہی ہے۔ اس کے علاوہ جملہ مشغولیات عارضی ہیں۔ جن کا محض بقائے حیات کے لئے انجام دینا ضروری ہے ورنہ مقصد وحید صرف یاد الہی ہے۔

باب جو روپیہ کمانے میں حلال یا حرام

کی پرواہ نہ کرے

(۲۰۵۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ہے۔

باب خشکی میں تجارت کرنے کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورہ نور میں) کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ قتادہ نے کہا کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو خرید و فروخت اور تجارت کرتے تھے لیکن اگر اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق سامنے آجاتا تو ان کی تجارت

زَائِدَةٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، إِذْ أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّامِ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا أُنثَا عَشْرَ رَجُلًا، فَانزَلَتْ ﴿وَإِذَا رَأَوْا بِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُوا إِلَيْهَا﴾. [راجع: ۹۳۶]

تفسیر

۷- بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ

كَسَبَ الْمَالَ

۲۰۵۹- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبَرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ)).

[طرفہ بی: ۲۰۸۳].

۸- بَابُ التَّجَارَةِ فِي الْبُرِّ

وَقَوْلُهُ: ﴿رَجَالٌ لَا تُلْهِمُهُمْ بِجَارَةً وَلَا بَيْعَ عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [النور: ۳۷].

وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُونَ وَيَتَحَرَّوْنَ، وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ

حُقُوقِ اللَّهِ لَا تُلْهِمُهُمْ بِيَارَةَ وَلَا بَيْعَ عَنْ ذَمْرِ اللَّهِ حَتَّى يُؤْذُوهُ إِلَى اللَّهِ. اور خرید و فروخت انہیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں رکھ سکتی تھی، جب تک وہ اللہ کے حق کو ادا نہ کر لیں۔ (ان کو چین نہیں آتا تھا)

بعض نے باب التجارة فی البر کو زا کے ساتھ فی البر پڑھا ہے تو ترجمہ یہ ہو گا کہ کپڑے کی تجارت کرنا مکرم باب کی حدیث میں کپڑے کی تجارت کا ذکر نہیں ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے چل کر جو باب سمندر میں تجارت کرنے کا بیان کیا، اس کا جوڑ یہی ہے کہ یہاں خشکی کی تجارت مذکور ہو۔ بعض نے ضم با کے ساتھ فی البر پڑھا ہے یعنی گندم کی تجارت تو اس کا بھی باب کی حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے بہر حال فی البر یعنی خشکی میں تجارت کرنا، یہی نسخہ زیادہ صحیح ہے، مراد یہ ہے کہ مسلمان کے لئے خشکی اور تری، صحرا اور سمندر سب کارگاہ عمل ہیں۔ اسی جوش عمل نے مسلمانوں کو شرق سے تا غرب دنیا کے ہر حصہ میں پہنچا دیا۔

۲۰۶۰، ۲۰۶۱ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ قَالَ: كُنْتُ أَتَجَرُّ فِي الصَّرْفِ، فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ.

۲۰۶۰، ۲۰۶۱) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی اور ان سے ابو المنہال نے بیان کیا کہ میں سونے چاندی کی تجارت کیا کرتا تھا۔ اس لیے میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حجاج بن محمد نے بیان کیا کہ ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی، ان دونوں حضرات نے ابو المنہال سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے سونے چاندی کی تجارت کے متعلق پوچھا، تو ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں تاجر تھے، اس لیے ہم نے آپ سے سونے چاندی کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے جواب یہ دیا تھا کہ (لین دین) ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن ادھار کی صورت میں جائز نہیں ہے۔

[أطرافہ فی : ۲۱۸۰، ۲۴۹۷، ۳۹۳۹]

[أطرافہ فی : ۲۱۸۱، ۲۴۹۸، ۳۹۴۰]

مثلاً ایک شخص نقد روپیہ دے اور دوسرا کے میں اس کے بدل کا روپیہ ایک مینے کے بعد دوں گا تو یہ درست نہیں ہے۔ بیع صرف میں سب کے نزدیک تقابض یہی دونوں بدلوں کا نقد نقد دیا جانا شرط ہے اور میعاد کے ساتھ درست نہیں ہوتی اب اس میں اختلاف ہے کہ اگر جنس ایک ہی ہو مثلاً روپے کو روپے سے یا اشرفیوں کو اشرفیوں سے تو کمی یا زیادتی درست ہے یا سب سے؟ حنفیہ کے نزدیک کمی اور زیادتی جب جنس ایک ہو درست نہیں۔ اور ان کے مذہب پر کھدار اور حالی سکہ کا بدلنا مشکل ہو جاتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ کچھ پیسے شریک کر دے، تاکہ کمی اور زیادہ سب کے نزدیک جائز ہو جائے۔ (وحیدی) اس حدیث کے عموم سے امام بخاری رحمہ اللہ نے

یہ نکالا کہ خشکی میں تجارت کرنا درست ہے۔

۹- بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿هُوَ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ
وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ [الجمعة : ۱۰].

باب تجارت کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور (سورہ جمعہ میں)
اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل
جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔“

(۲۰۶۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو خالد بن یزید نے
خبر دی، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی
ربیع نے خبر دی۔ انہیں عبید بن عمیر نے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے
عمر بن خطابؓ سے ملنے کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہیں ملی۔
غالباً آپ اس وقت کام میں مشغول تھے۔ اس لئے ابو موسیٰؓ واپس
لوٹ گئے، پھر عمرؓ فارغ ہوئے تو فرمایا، کیا میں نے عبد اللہ بن قیس
(ابو موسیٰؓ) کی آواز سنی تھی۔ انہیں اندر آنے کی اجازت دے
دو۔ کہا گیا وہ تو لوٹ کر چلے گئے۔ تو عمرؓ نے انہیں بلا لیا۔ ابو موسیٰؓ
بڑھنے لگا کہ ہمیں اسی کا حکم (آنحضرتؐ سے) تھا کہ تین مرتبہ
اجازت چاہنے پر اگر اندر جانے کی اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جانا
چاہئے اس پر عمرؓ نے فرمایا، اس حدیث پر کوئی گواہ لاؤ۔ ابو موسیٰؓ
بڑھ اصرار کی مجلس میں گئے۔ اور ان سے اس حدیث کے حقیقی پوچھا
کہ کیا کسی نے اسے آنحضرتؐ سے سنا ہے، ان لوگوں نے کہا کہ
اس کی گواہی تو تمہارے ساتھ وہ دے گا جو ہم سب میں بہت ہی کم عمر
ہے۔ وہ ابو سعید خدریؓ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ عمرؓ نے یہ
سن کر فرمایا کہ نبی کریمؐ کا ایک حکم مجھ سے پوشیدہ رہ گیا۔ افسوس
کہ مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا۔ آپ کی مراد
تجارت سے تھی۔

۲۰۶۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ
جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ عَبْدِ بْنِ
عُمَيْرٍ أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ
عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
فَلَمْ يُؤْذَنَ لَهُ- وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُولًا -
فَرَجَعَ أَبُو مُوسَى. فَفَرَّغَ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَمْ
أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ؟ أَنْذَنُوا
لَهُ. قِيلَ: قَدْ رَجَحَ فَدَعَاهُ: فَقَالَ: كُنَّا
نُؤَمِّرُ بِذَلِكَ. فَقَالَ: تَأْتِينِي عَلَى ذَلِكَ
بِالْيَمِينَةِ. فَاذْهَبْ إِلَى مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ
فَسَأَلُهُمْ، فَقَالُوا: لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَذَا
إِلَّا أَصْفَرْنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ. فَذَهَبَ
بِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَقَالَ عُمَرُ: خَفِيَ
عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ أَلَيْسَ
الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ. يَعْنِي الْخُرُوجُ إِلَى
التِّجَارَةِ. [طرفاه فی : ۶۲۴۵، ۷۳۵۳].

روایت میں حضرت عمرؓ کا بازار میں تجارت کرنا مذکور ہے اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ حدیث سے اور بھی بہت سے
مسائل نکلتے ہیں۔ مثلاً کوئی کسی کے گھر ملاقات کو جائے تو دروازے پر جا کر تین دفعہ سلام کے ساتھ اجازت طلب کرے،
اگر جواب نہ ملے تو واپس لوٹ جائے۔ کسی حدیث کی تصدیق کے لئے گواہ طلب کرنا بھی ثابت ہوا۔ نیز یہ کہ صحیح بات میں کم سن بچوں
کی گواہی بھی مانی جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بھول چوک بڑے بڑے لوگوں سے بھی ممکن ہے وغیرہ وغیرہ۔

باب سمندر میں تجارت کرنے کا بیان۔

۱۰- بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ

اور مطروراق نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں جو اس کا ذکر ہے وہ بہر حال حق ہے۔ اس کے بعد انہوں نے (سورہ نحل کی یہ) آیت پڑھی ”اور تم دیکھتے ہو کشتیوں کو کہ اس میں چلتی ہیں پانی کو چیرتی ہوئی تاکہ تم تلاش کرو اس کے فضل سے۔ اس آیت میں لفظ فلک کشتی کے معنی میں ہے، واحد اور جمع دونوں کے لئے یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے (اس آیت کی تفسیر میں) کہا کہ کشتیاں ہوا کو چیرتی چلتی ہیں۔ اور ہوا کو وہی کشتیاں (دیکھنے میں صاف طور پر) چیرتی چلتی ہیں جو بڑی ہوتی ہیں۔

(۲۰۶۳) ایٹ نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ہر مزن نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا۔ جس نے سمندر کا سفر کیا تھا اور اپنی ضرورت پوری کی تھی۔ پھر پوری حدیث بیان کی (جو کتب الکفالت میں آئے گی)

وَقَالَ مَطَرٌ : لَا يَأْسَ بِهِ، وَمَا ذَكَرَهُ اللهُ لِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقِّ نَمِّ تَلَا: ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيهِ. وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ [الحل: ۱۴] وَالْفُلْكَ السُّفُنُ، الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ : تَمَخَّرَ السُّفُنُ الرِّيْحَ، وَلَا تَمَخَّرَ الرِّيْحَ مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكَ الْعِظَامُ.

۲۰۶۳- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ خَرَجَ فِي الْبَحْرِ لِقَضَى حَاجَةً وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

[راجع: ۱۴۹۸]

باب (سورہ جمعہ میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”جب سوداگری یا تماشادیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔“ اور سورہ نور میں اللہ جل ذکرہ کا یہ فرمانا کہ ”وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی“ قلمہ نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن جنوں ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی فرض سامنے آتا تو ان کی تجارت اور سوداگری اللہ کے ذکر سے انہیں غافل نہیں کر سکتی تھی تا آنکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرض کو ادا نہ کر لیں۔

۱۱- بَابُ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُوا إِلَيْهَا﴾ [الجمعة: ۱۱] وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَرِحَانٌ لَا تَلْهِيهِمْ بِيَعَارَةَ وَلَا يَبِيعُ عَنْ ذِكْرِ اللهِ﴾ [التور: ۳۷]. وَقَالَ قَدَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَخَرَّوْنَ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا نَهَبَهُمْ حَقٌّ مِنْ حَقُوقِ اللهِ لَمْ تَلْهِيهِمْ بِيَعَارَةَ وَلَا يَبِيعُ عَنْ ذِكْرِ اللهِ حَتَّى يُوْثُوهُ إِلَى اللهِ.

ابھی چند صفات پھر اسی آیت شریفہ کے ساتھ یہ باب گذر چکا ہے۔ اور یہاں دوبارہ پھر یہ درج ہوا ہے۔ حافظ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے بعض نقالین بخاری کی قلم کا سمو قرار دیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ بخاری شریف کا اصل نسخہ وہ تھا جو حضرت امام کے شاگرد فربری کے پاس تھا۔ اس میں حواشی میں کچھ الحاقات تھے۔ بعض نقالین نے ان الحاقات میں سے کچھ عبارتوں کو اپنے خیال کی بنا پر متن میں درج کر دیا۔ اسی وجہ سے یہ باب بھی مکرر آ گیا ہے۔

۲۰۶۴- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي

(۲۰۶۳) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن

فصیل نے بیان کیا، ان سے حصین نے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی الجعد نے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (تجارتی) اونٹوں (کا قافلہ) آیا۔ ہم اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ جمعہ (کے خطبہ) میں شریک تھے۔ بارہ صحابہ کے سوا باقی تمام حضرات ادھر چلے گئے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ ”جب سوداگری یا تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔“

باب اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ

اپنی پاک کمائی میں سے خرچ کرو (البقرہ: ۲۶۷)

(۲۰۶۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابووائل نے، ان سے مسروق نے، اور ان سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا، جب عورت اپنے گھر کا کھانا (غلہ وغیرہ) بشرطیکہ گھر لگانے کی نیت نہ ہو خرچ کرے تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خزانچی کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے۔ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب کو کم نہیں کرتا۔

(۲۰۶۶) مجھ سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے ہمام نے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا، اگر عورت اپنے شوہر کی کمائی اس کی اجازت کے بغیر بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتی ہے تو اسے آدھا ثواب ملتا ہے۔

مُحَمَّدُ بْنُ فَصِيلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَقْبَلْتُ عَيْرُ وَنَحْنُ نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا أَنِّي عَشَرَ رَجُلًا فَزَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا بِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾. [راجع: ۹۳۶]

۱۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿انْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرة: ۲۰۶۵] - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا)).

۲۰۶۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ)).

[أطرافه في: ۵۱۹۲، ۵۱۹۵، ۵۳۶۰].

مطلب یہ ہے کہ ایسی معمولی خیرات کرے کہ جس کو خاوند دیکھ بھی لے تو ناپسند نہ کرے، جیسے کھانے میں سے کچھ کھانا فقیر کو دے یا پھنپھانا کپڑا اللہ کی راہ میں دے ڈالے اور عورت قرآن سے سمجھے کہ خاوند کی طرف سے ایسی خیرات کے لئے اجازت ہے۔ گو اس نے مرتع اجازت نہ دی ہو، بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ عورت اس مال میں سے خرچ کرے جو خاوند نے اس کے لئے مقرر کر دیا

ہو۔ بعض نسخوں میں یوں ہے کہ خاوند کو عورت کا آدھا ثواب ملے گا۔ قسطلانی نے کہا ان دونوں توجیہوں میں سے کوئی توجیہ ضرور کرنا چاہئے ورنہ عورت اگر خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ کر ڈالے تو ثواب کجا گناہ لازم ہو گا۔

باب جو روزی میں کشاوگی چاہتا ہو
وہ کیا کرے؟

(۲۰۶۷) ہم سے محمد بن یعقوب کرمانی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسان بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے محمد بن مسلم نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنی روزی میں کشاوگی چاہتا ہو یا عمر کی درازی چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

۱۳- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي
الرِّزْقِ

۲۰۶۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ
الْكَرْمَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَسَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا
يُونُسُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ . . . بْنِ
مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَبْسُطَ لَهُ فِي
رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي آثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)).
[طرفہ فی : ۵۹۸۶].

نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کے رشتہ دار اس کا حسن سلوک دیکھ کر دل سے اس کی عمر کی درازی، مال کی فراخی کی دعائیں کریں گے۔ اور اللہ پاک ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں اس کی روزی میں اور عمر میں برکت کرے گا۔ اس لئے کہ اللہ پاک ہر چیز کے گھٹانے بڑھانے پر قادر ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا ادھار خریدنا

(۲۰۶۸) ہم سے معطلی بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہ ابراہیم نخعی کی مجلس میں ہم نے ادھار لین دین میں (مسلمان) گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مدت مقرر کر کے ادھار خرید لیا۔ اور اپنی لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

۱۴- بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيئَةِ
۲۰۶۸- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ:
ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنِ فِي السَّلَامِ
فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ
يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهْنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ.
[أطرافہ فی : ۲۰۹۶ ، ۲۲۰۰ ، ۲۲۰۱ ،
۲۲۰۲ ، ۲۳۸۶ ، ۲۵۰۹ ، ۲۵۱۳ ،
۲۹۱۶ ، ۴۴۶۷].

(۲۰۶۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے

۲۰۶۹- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ
قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ
وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ

اسباط ابو الیسع بصری نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے انہوں نے قنارہ سے انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جو کی روٹی اور بدبودار چربی (سالمن کے طور پر) لے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس وقت اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے یہاں گروی رکھی تھی۔ اور اس سے اپنے گھر والوں کے لئے جو قرض لیا تھا۔ میں نے خود آپ کو یہ فرماتے سنا کہ محمد ﷺ کے گھرانے میں کوئی شام ایسی نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کوئی غلہ موجود رہا ہو۔ حالانکہ آپ کی گھر والیوں کی تعداد نو تھی۔

قَالَ - سَمِعْنَا أَسْبَاطَ أَبِي الْيَسَعِ الْبَصْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ الدُّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَنَادَةَ : عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَحْتَبِرُ شَعِيرًا وَإِهَالَةً سَبِيخَةً، وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيرًا لِأَهْلِهِ. وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ صَاعٌ بُرٌّ وَلَا صَاعٌ حَبٌّ، وَإِنْ عِنْدَهُ لِيَسْعٌ نَسْوَةٌ)). [طرفہ بی : ۲۵۰۸].

اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کی اقتصادی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ خدا نخواستہ آپ دنیا دار ہوتے تو یہ نوبت نہ آتی کہ ایک یہودی کے یہاں اپنی زرہ گروی رکھ کر راشن حاصل کریں۔ اور راشن بھی جو کی شکل میں جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے آنے والے لوگوں کے لئے ایک عمدہ ترین نمونہ پیش فرمایا کہ وہ دنیاوی عیش و آرام اور ناز و نخروں کے وقت اسوۂ محمدی کو یاد کر لیا کریں۔ مقصد باب یہ ہے کہ انسان کو زندگی میں کبھی ادھار بھی کوئی چیز خریدنی پڑتی ہے۔ لہذا اس میں کوئی قباحت نہیں اور اس سے غیر مسلموں کے ساتھ لین دین کا تعلق بھی ثابت ہوا۔

باب انسان کا کمانا اور اپنے ہاتھوں سے

مخنت کرنا۔

۱۵- بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ

بیبہ

اس باب کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں و قد اختلف العلماء في الفضل المكاسب قال الماوردي اصول المكاسب الزراعة والتجارة والصنعة والاشبه بمذهب الشافعي ان اطيها التجارة قال والارجح عندى ان اطيها الزراعة لانها القرب الى التوكل وتعقبه النووي بحديث المقدم الذي في هذا الباب وان الصواب ان اطي الكسب ما كان بعمل اليد قال فان كان زراعاً فهو اطي المكاسب لما يشتمل عليه من كونه عمل اليد ولما فيه من التوكل ولما فيه من النفع العام للادمي وللنواب و لانه لا بد طيه في العادة ان يوكل منه بغير عوض (فتح)

یعنی علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ افضل کسب کونسا ہے۔ ماوروی نے کہا کہ کسب کے تین اصولی طریقے ہیں۔ زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت۔ اور امام شافعی کے قول میں افضل کسب تجارت ہے۔ مگر ماوروی کہتے ہیں کہ میں زراعت کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ توکل سے قریب ہے۔ اور نووی نے اس پر تعاقب کیا ہے اور درست ہمت یہ ہے کہ بہترین پاکیزہ کسب وہ ہے جس میں اپنے ہاتھ کو دخل زیادہ ہو۔ اگر زراعت کو افضل کسب مانا جائے تو بجائے یہ کہ اس میں انسان زیادہ تر اپنے ہاتھ سے مخنت کرتا ہے اس میں توکل بھی ہے اور انسانوں اور حیوانوں کے لئے عام نفع بھی ہے۔ اس میں بغیر کسی مخلوضہ کے حاصل ہوئے غلہ سے کھلایا جاتا ہے۔ اس لئے زراعت بہترین کسب ہے۔ بشرطیکہ کامیاب زراعت ہو ورنہ عام طور پر زراعت پیشہ لوگ مقروض، تنگ دست، پریشان حال ملتے ہیں۔ اس لئے کہ نہ تو ان کے پاس زراعت کے قتل کلنی زمین ہوتی ہے نہ دیگر وسائل بفرافی میا ہوتے ہیں نتیجہ یہ کہ ان کا افلاس دن بدن بڑھتا ہی چلا جاتا ہے ایسی حالت میں زراعت کو بہترین کسب نہیں کہا جاسکتا۔ ان حالات میں مزدوری بھی بہتر ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں ذکر کی ہیں۔ جن میں سے پہلی تجارت سے متعلق ہے دوسری زراعت سے اور تیسری صنعت سے متعلق ہے۔ پہلی حدیث میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے پیشہ تجارت کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ﴿لما مرض ابو بکر مرضه الذي مات فيه قال انظروا ما زاد في مالي منذ دخلت الامارة فابعثوا به الي الخليفة بعدى الخ يعني جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو آپ نے اپنے گھر والوں کو وصیت فرمائی کہ میرے مال کی پڑتال کرنا اور خلیفہ بننے کے بعد جو کچھ بھی میرے مال میں زیادتی نظر آئے اسے بیت المال میں داخل کرنے کے لیے خلیفہ المسلمین کے پاس بھیج دینا۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد جائزہ لیا گیا تو ایک غلام زاد پایا گیا جو بال بچوں کو کھلایا کرتا تھا اور ایک اونٹ جس سے مرحوم کے بلوغ کو پانی دیا جاتا تھا۔ ہر دو کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ جن کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رحمہ اللہ علی ابی بکر لقد اصاب من بعده یعنی اللہ پاک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشقت میں ڈال دیا۔

(۲۰۷۰) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو فرمایا، میری قوم جانتی ہے کہ میرا (تجارتی) کاروبار میرے گھر والوں کی گذران کے لئے کافی رہا ہے۔ لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لئے آل ابو بکر اب بیت المال میں سے کھائے گی، اور ابو بکر مسلمانوں کا مال تجارت بڑھاتا رہے گا۔

۲۰۷۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَوْوَنَةِ أَهْلِي، وَشِعْلَتِ بَأْمَرِ الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ)).

یعنی اب خلافت کے کام میں مصروف رہوں گا تو مجھ کو اپنا ذاتی پیشہ اور بازاروں میں پھرنے کا موقع نہ ملے گا اس لئے میں بیت المال سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا خرچہ کیا کروں گا اور یہ خرچہ بھی میں اس طرح سے نکال دوں گا کہ بیت المال کے روپے پیسے میں تجارت اور سوداگری کر کے اس کو ترقی دوں گا اور مسلمانوں کا فائدہ کراؤں گا۔

(۲۰۷۱) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن یزید نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو الاسود نے بیان کیا، ان سے عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (زیادہ محنت و مشقت کی وجہ سے) ان کے جسم سے (پسینے کی) بو آ جاتی تھی۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہو گا۔ اس کی روایت ہمام نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔

۲۰۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَمَالًا أَنْفُسِهِمْ، وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوْ اغْتَسَلْتُمْ)). رَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ. [راجع: ۹۰۳]

(۲۰۷۲) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں ثور نے خبر دی، انہیں خالد بن معدان نے اور انہیں مقدم رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھلیا کرتے تھے۔

(۲۰۷۳) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھلیا کرتے تھے۔

۲۰۷۲- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ)).

۲۰۷۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنْبِهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: ((أَنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ)).

[طرفاہ فی: ۳۴۱۷، ۴۷۱۳]

حضرت آدم علیہ السلام کھیتی کا کام اور حضرت داؤد علیہ السلام لوہار کا کام اور حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے اور حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیا کرتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجارت پیشہ تھے، لہذا کسی بھی حلال اور جائز پیشہ کو حقیر جاننا اسلامی شریعت میں سخت ناروا ہے۔

(۲۰۷۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابی عبید نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہے وہ اسے کچھ دے دے یا نہ دے۔

۲۰۷۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلِ بْنِ أَبِي شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَأَنْ يَخْطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ)).

[راجع: ۱۴۷۰]

(۲۰۷۵) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

۲۰۷۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ

فرمایا، اگر کوئی اپنی رسیوں کو سنبھالے اور ان میں لکڑی باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے۔

عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبَلَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ)). [راجع: ۱۴۷۱]

یعنی سوال سے بچنا اور خود محنت مزدوری کر کے گزاران کرنا۔ ایک سچے مسلمان کی زندگی یہی ہونی ضروری ہے۔

باب خرید و فروخت کے وقت

۱۶- بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاخَةِ فِي

نرْمِي، وَسَعْتِ أَوْ فَيَاضِي كَرْنَا

الشَّرَاءِ وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا

أَوْ كَسَى سَإِنَا حَقِّكَ كَرْنَا سَإِنَا

فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ

(۲۰۷۶) ہم سے علی بن عیاش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو غسان محمد بن مطرف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن منکدر نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔

۲۰۷۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((رَجِمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمَحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى)).

باب جو شخص مالدار کو مہلت دے

۱۷- بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا

(۲۰۷۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے منصور نے، ان سے ربیع بن حراش نے بیان کیا، اور ان سے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم سے پہلے گزشتہ امتوں کے کسی شخص کی روح کے پاس (موت کے وقت) فرشتے آئے اور پوچھا کہ تو نے کچھ اچھے کام بھی کئے ہیں؟ روح نے جواب دیا کہ میں اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ وہ مالدار لوگوں کو (جو ان کے مقروض ہوں) مہلت دے دیا کریں اور ان پر سختی نہ کریں۔ اور محتاجوں کو معاف کر دیا کریں۔ راوی نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگزر کیا اور سختی نہیں کی۔ اور ابو مالک ربیع سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے۔ ”میں کھاتے کھاتے کے ساتھ (اپنا حق لیتے وقت) نرم معاملہ کرتا تھا اور تنگ حال مقروض کو مہلت دے دیتا تھا۔ اس کی

۲۰۷۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ أَنَّ رَبِيعَ بْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، قَالُوا: أَعْمَلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: كُنْتُ أَمْرُ فَيَاضِي أَنْ يُنظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ. قَالَ: لَتَجَاوَزُوا عَنْهُ)). وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ رَبِيعٍ: ((كُنْتُ أَيْسَرُ عَلَى الْمُوسِرِ، وَأَنْظِرُ الْمُغْسِرِ)). وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَبِيعٍ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَبِيعٍ:

معاہدت شعبہ نے کی ہے۔ ان سے عبد الملک نے اور ان سے ربیع نے بیان کیا، ابو عوانہ نے کہا کہ ان سے عبد الملک نے ربیع سے بیان کیا کہ (اس روح نے یہ الفاظ کہے تھے) میں کھاتے کھاتے کو مہلت دے دیتا تھا۔ اور تنگ حال والے مقروض سے درگزر کرتا تھا۔ اور نعیم بن ابی ہند نے بیان کیا، ان سے ربیع نے (کہ روح نے یہ الفاظ کہے تھے) میں کھاتے کھاتے لوگوں کے (جن پر میرا کوئی حق واجب ہوتا) عذر قبول کر لیا کرتا تھا اور تنگ حال والے سے درگزر کر دیتا تھا۔

(أَنْظَرُ الْمُوسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنْ الْمُغْسِرِ)). وَقَالَ نَعِيمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رَبِيعٍ : ((فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنْ الْمُغْسِرِ)).
[طرفہ بی : ۲۳۹۱، ۳۴۵۱].

یعنی گو قرضدار مالدار ہو مگر اس پر سختی نہ کرے، اگر وہ مہلت چاہے تو مہلت دے۔ مالدار کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا جس کے پاس اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچہ موجود ہو۔ ثوری اور ابن مبارک اور امام احمد اور اسحاق نے کہا جس کے پاس پچاس درہم ہوں۔ اور امام شافعی نے کہا اس کی کوئی حد مقرر نہیں کر سکتے۔ کبھی جس کے پاس ایک درہم ہو مالدار کہلا سکتا ہے جب وہ اس کے خرچ سے فاضل ہو۔ اور کبھی ہزار درہم رکھ کر بھی آدمی مفلس ہوتا ہے جب کہ اس کا خرچہ زیادہ ہو اور عیال بست ہوں اور وہ قرضدار رہتا ہو۔

باب جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی اس کا ثواب

(۲۰۷۸) ہم سے ہشام بن عمار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن ولید زبیدی نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہہ دیتا کہ اس سے درگزر کر جاؤ۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے (آخرت میں) درگزر فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے مرنے کے بعد) اس کو بخش دیا۔

۱۸- بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُغْسِرًا
۲۰۷۸- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُغْسِرًا قَالَ لِفَتْيَانِهِ : تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُ)). [طرفہ بی : ۳۴۸۰].

تنگ دست کو مہلت دینا اور اس پر سختی نہ کرنا عند اللہ محبوب ہے، مگر ایسے لوگوں کو بھی ناجائز فائدہ نہ اٹھانا چاہئے کہ مال والے کا مال تلف ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ مقروض اگر دل میں ادائیگی قرض کی نیت رکھے گا تو اللہ پاک بھی ضرور اس کا قرض ادا کرادے گا۔

باب جب خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں صاف صاف بیان کر دیں اور ایک دوسرے کی بہتری چاہیں

۱۹- بَابُ إِذَا بَيَّنَّ الْبَيْعَانَ، وَكُنَّ يَكْتُمًا، وَنَصَحًا

اور عداء بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک بیع نامہ لکھ دیا تھا کہ یہ وہ کاغذ ہے جس میں محمد اللہ کے رسول ﷺ کا عداء بن خالد سے خریدنے کا بیان ہے۔ یہ بیع مسلمان کی ہے مسلمان کے ہاتھ، نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ کوئی فریب نہ فسق و فجور، نہ کوئی بد باطنی ہے۔ اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غائلہ، زنا، چوری اور بھاگنے کی عادت کو کہتے ہیں۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ بعض دلال (اپنے اصطبل کے) نام ”آری خراسان اور بھستان“ (خراسانی اصطبل اور بھستانی اصطبل) رکھتے ہیں اور (دھوکہ دینے کے لئے) کہتے ہیں کہ فلاں جانور کل ہی خراسان سے آیا تھا۔ اور فلاں آج ہی بھستان سے آیا ہے۔ تو ابراہیم نخعی نے اس بات کو بہت زیادہ ناگواری کے ساتھ سنا۔ عقبہ بن عامر نے کہا کہ کسی شخص کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ کوئی سودا بیچے اور یہ جاننے کے باوجود کہ اس میں عیب ہے، خریدنے والے کو اس کے متعلق کچھ نہ بتائے۔

شبیخ قاضی عیاض نے کہا صحیح یوں ہے کہ عداء کے خریدنے کا بیان ہے نبی کریم ﷺ سے، جیسے ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اسے وصل کیا ہے۔ قطلانی نے کہا ممکن ہے یہاں اشتری باع کے معنی میں آیا ہو یا معاملہ کئی بار ہوا ہو۔ غلام کے عیب کا ذکر ہے یعنی وہ کانا، لولا، لتکڑا، فرہی نہیں ہے۔ نہ بھاگنے والا بدکار ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بیچنے والے کا فرض ہے کہ معاملہ کی چیز کے عیب و صواب سے خریدار کو پورے طور پر آگاہ کر دے۔

۲۰۷۹- حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحِ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَّتْ بَرَكَةٌ بَيْنَهُمَا)).

[أطرافه في : ۲۰۸۲، ۲۱۰۸، ۲۱۱۰،

متصد باب ظاہر ہے کہ سود آگروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کا حسن و قبح سب ظاہر کر دیں تاکہ خریدنے والے کو بعد میں شکایت کا موقع نہ مل سکے۔ اور اس بارے میں کوئی جھوٹی قسم ہرگز نہ کھائیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خریدار کو جب تک وہ دکان سے جدا نہ ہو مال واپس کرنے کا اختیار ہے ہاں دکان سے چلے جانے کے بعد یہ اختیار ختم ہے مگر یہ کہ ہر دو نے باہمی طور پر ایک مدت کے لئے اس اختیار کو طے کر لیا ہو تو یہ امر دیگر ہے۔

باب مختلف قسم کی کھجور ملا کر بیچنا کیسا ہے؟

۲۰۸۰- ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابو سلمہ نے، ان سے ابو سعید بن ہشیر نے بیان کیا کہ ہمیں (نبی کریم ﷺ کی طرف سے) مختلف قسم کی کھجوریں ایک ساتھ ملا کرتی تھیں اور ہم دو صاع کھجور ایک صاع کے بدلہ میں بیچ دیا کرتے تھے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو صاع ایک صاع کے بدلہ میں نہ بیچی جائے اور نہ دو درہم ایک درہم کے بدلے بیچے جائیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ اس قسم کی مخلوط کھجوروں کی بیچ جائز ہے کیونکہ ان میں جو کچھ بھی عیب ہے وہ ظاہر ہے اور جو عمدگی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ کوئی دھوکہ بازی نہیں ہے، لہذا ایسی مخلوط کھجوریں بیچی جاسکتی ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے جو ہدایت فرمائی وہ حدیث سے ظاہر ہے۔

باب گوشت بیچنے والے

اور قصاب کا بیان

۲۰۸۱- ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے شقیق نے بیان کیا اور ان سے ابو مسعود بن ہشیر نے کہ انصار میں سے ایک صحابی جن کی کنیت ابو شعیب رحمۃ اللہ علیہ تھی، تشریف لائے اور اپنے غلام سے جو قصاب تھا، فرمایا کہ میرے لئے اتنا کھانا تیار کر جو پانچ آدمی کے لئے کافی ہو۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی اور آپ کے ساتھ اور چار آدمیوں کی دعوت کا ارادہ کیا۔ کیونکہ میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر بھوک کا اثر نمایاں دیکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بلایا۔ آپ کے ساتھ ایک اور صاحب بھی آگئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ ایک اور صاحب زائد آگئے ہیں۔ اگر

۲۱- بَابُ مَا قِيلَ فِي اللَّحْمِ

وَالجَزَارِ

۲۰۸۱- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبُو شُعَيْبٍ فَقَالَ لِعَلَّامٍ لَهُ قِصَابٌ: اجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةَ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُو النَّبِيَّ ﷺ، خَامِسَ خَمْسَةَ، فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْجُوعَ، فَدَعَاهُمْ، فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هَذَا قَدْ تَبَعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأَذْنُ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ

أَنْ يَرْجِعَ رَجْعًا)). فَقَالَ : لَا، بَلْ قَدْ
آذَنْتَ لَهُ.

آپ چاہیں تو انہیں بھی اجازت دے سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو واپس
کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ میں انہیں بھی اجازت دیتا

[أطرافه في: ٢٤٥٦، ٥٤٣٤، ٥٤٦٦]. ہوں۔

یعنی وہ طفلی بن کر چلا آیا، اس شخص کا نام معلوم نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے صاحب خانہ سے اجازت لی تاکہ اس کا دل
خوش ہو۔ اور ابو طلحہ کی دعوت میں آپ نے یہ اجازت نہ لی۔ کیونکہ ابو طلحہ نے دعوتوں کی تعداد مقرر نہیں کی تھی اور
اس شخص نے پانچ کی تعداد مقرر کر دی تھی۔ اس لئے آپ نے اجازت کی ضرورت سمجھی۔ حدیث میں تصاب کا ذکر ہے اور گوشت بیچنے
والوں کا اسی سے اس پیشہ کا جواز ثابت ہوا۔

۲۲- بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ
وَالْكَيْمَانُ فِي الْبَيْعِ

باب بیچنے میں جھوٹ بولنے اور (عیب کو) چھپانے سے
(برکت) ختم ہو جاتی ہے

۲۰۸۲- حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمَحْبَرِ قَالَ
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا
الْخَلِيلِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ
مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ
صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُرُوكَ لَهُمَا فِي بَيْنَهُمَا، وَإِنْ
كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَّتْ بَرَكَةُ بَيْنَهُمَا)).

ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے
بیان کیا، کہا کہ ہم سے قتادہ نے، کہا کہ میں نے ابو خلیل سے سنا، وہ
عبداللہ بن حارث سے نقل کرتے تھے اور وہ حکیم بن حزام رضی اللہ
کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہے
جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں (کہ بیع فسخ کر دیں یا
رکھیں) یا آپ نے (مالم یتفرقا کے بجائے) حتی یتفرقا فرمایا۔ پس
اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات کھول کھول کر بیان کی تو ان
کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی۔ اور اگر انہوں نے کچھ چھپائے
رکھایا جھوٹ بولا تو انکے خرید و فروخت کی برکت ختم کر دی جائے
گی۔

[راجع: ۲۰۷۹]

۲۳- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

”اے ایمان والو! سودور سودمت کھاؤ
اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاسکو۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا
أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران : ۱۳۰]

پہلے یہی آیت اتری، جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ جب وعدہ آن پہنچتا تو قرض دار سے کہتے، تو ادا کرتا ہے یا سود دینا پسند کرتا ہے۔
اگر وہ نہ دیتا تو سود لگا دیتے اور اصل میں شریک کر لیتے۔ اس طرح سود کی رقم جمع ہو کر دو گنی بگنی ہو جاتی۔ اللہ نے اس کا
ذکر فرمایا۔ اور منع کیا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہصل سے کم یا ہلکا سود کھانا درست ہے۔ ہماری شریعت میں سود ہلکا ہو یا بھاری مطلقاً
حرام اور ناجائز ہے۔

۲۰۸۳- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن

ابی زب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ ماں اس نے کہاں سے لیا، حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے۔

ذُنْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ حَرَامٍ)).

[راجع: ۲۰۵۹]

بلکہ ہر طرح سے پیسہ جوڑنے کی نیت ہوگی، کہیں سے بھی مل جائے اور کسی طرح سے خواہ شرعاً وہ جائز ہو یا ناجائز۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جو سود نہ کھائے گا اس پر بھی سود کا غبار پڑ جائے گا۔ یعنی وہ سودی معاملات میں وکیل یا حاکم یا گواہ کی حیثیت سے شریک ہو کر رہے گا۔ آج کے نظامائے باطل کے نفاذ سے یہ بلائیں جس قدر عام ہو رہی ہیں مزید تفصیل کی محتاج نہیں ہیں۔

باب سود کھانے والا اور اس پر گواہ ہونے والا اور سودی معاملات کا لکھنے والا، ان سب کی سزا کا بیان۔

۲۴- بَابُ آكِلِ الرَّبَا وَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى:

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ”جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ قیامت میں بالکل اس شخص کی طرح انہیں گے جسے شیطان نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ حالت ان کی اس وجہ سے ہوگی کہ انہوں نے کہا تھا کہ خرید و فروخت بھی سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام۔ پس جس کو اس کے رب کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آگیا تو وہ جو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے لیکن اگر وہ پھر بھی سود لیتا رہا تو یہی لوگ جہنمی ہیں، یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا: إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ، فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿البقرة: ۲۷۵﴾

کسی پر آسیب ہو یا شیطان تو وہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اگر مشکل سے کھڑا بھی ہوتا ہے تو کپکپا کر گر پڑتا ہے۔ یہی حال حشر میں سود خواروں کا ہو گا کہ وہ مجبوط الحواس ہو کر حشر میں عند اللہ حاضر کئے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے سود کو تجارت پر قیاس کر کے اس کو حلال قرار دیا، حالانکہ تجارت کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور سودی معاملات کو حرام، مگر انہوں نے قانون الہی کا مقابلہ کیا، گویا چوری کی اور سینہ زوری کی، لہذا ان کی سزایں ہونی چاہئے کہ وہ میدان حشر میں اس قدر ذلیل ہو کر انہیں کہ دیکھنے والے سب ہی ان کو ذلت اور خواری کی تصویر دیکھیں۔

(۲۰۸۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا

۲۰۸۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الصُّحَيْحِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ

کہ جب (سورہ) بقرہ کی آخری آیتیں ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا﴾ الخ نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد میں پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد ان پر شراب کی تجارت کو حرام کر دیا۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ الْبَقَرَةِ قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حُرِّمَ التَّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ)).

[راجع: ۴۵۹]

(۲۰۸۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے، کہا کہ ہم سے ابو رجاء بصری نے بیان کیا، ان سے سمروہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، رات (خواب میں) میں نے دو آدمی دیکھے، وہ دونوں میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس میں لے گئے۔ پھر ہم سب وہاں سے چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے، وہاں (نہر کے کنارے) ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اور نہر کے بیچ میں بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ (نہر کے کنارے پر) کھڑے ہونے والے کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ بیچ نہر والا آدمی آتا اور جو نبی وہ چاہتا کہ باہر نکل جائے فوراً ہی باہر والا شخص اسکے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا جو اسے وہیں لوٹا دیتا تھا، جہاں وہ پہلے تھا۔ اسی طرح جب بھی وہ نکلتا چاہتا کنارے پر کھڑا ہوا شخص اسکے منہ پر پتھر کھینچ مارتا اور وہ جہاں تھا وہیں پھر لوٹ جاتا۔ میں نے (اپنے ساتھیوں سے جو فرشتے تھے) پوچھا، کہ یہ کیا ہے، تو انہوں نے اسکا جواب یہ دیا کہ نہر میں تم نے جس شخص کو دیکھا وہ سود کھانے والا انسان ہے۔

۲۰۸۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمْرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ آتِيَانِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضِ مُقَدَّسَةٍ، فَاَنْطَلَقْنَا حَتَّى آتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ، فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، وَعَلَى وَسَطِ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلَ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرْدَةٌ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلُّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ الَّذِي رَأَيْتُهُ فِي النَّهْرِ: أَكِلُ الرِّبَا)).

[راجع: ۸۴۵]

یہ طویل حدیث پارہ نمبر ۵ میں بھی گزر چکی ہے۔ اس میں سود خور کا عذاب دکھلایا گیا ہے کہ دنیا میں اس نے لوگوں کا خون چوس چوس کر دولت جمع کر لی، اسی خون کی وہ نہر ہے جس میں وہ غوطہ کھلایا جا رہا ہے۔ بعض روایات میں وسط نہر کی جگہ شط النہر کا لفظ ہے۔

باب سود کھلانے والے کا گناہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے، اور چھوڑ دو وصولی ان رقموں کی جو باقی رہ گئی ہیں لوگوں پر سود سے، اگر تم ایمان والے ہو، اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر تم کو اعلان جنگ ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم سود لینے سے توبہ کرتے ہو تو صرف اپنی اصل رقم لے لو، نہ تم کسی پر زیادتی کرو اور

۲۵- بَابُ مَوْكِلِ الرَّبَا

لِقَوْلِهِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ وَإِن كَانَ ذُو

نہ تم پر کوئی زیادتی ہو، اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے سہلت دے دو ادائیگی کی طاقت ہونے تک۔ اور اگر تم اس سے اصل رقم بھی چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اور اس دن سے ڈرو جس دن تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ آخری آیت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

(۲۰۸۶) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو ایک پچھنا لگانے والا غلام خریدتے دیکھا۔ میں نے یہ دیکھ کر ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے، آپ نے گودنے والی اور گدوانے والی کو (گودنا لگوانے سے) سود لینے والے اور سود دینے کو (سود لینے یا دینے سے) منع فرمایا۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی۔

[اطرافہ فی : ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۶۲]۔ اکثر علماء کے نزدیک کتے کی بیع درست نہیں ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتے کا بیچنا اور اس کی قیمت کھانا جائز رکھا ہے۔ اور اگر کوئی کسی کا تمار ڈالے تو اس پر تاوان لازم کیا گیا ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ہذا کی رو سے کتے کی بیع مطلقاً ناجائز قرار دی ہے۔ پچھنا لگانے کی اجرت کے بارے میں ممانعت تیزی ہے کیونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پچھنا لگوا یا اور پچھنا لگانے والے کو مزدوری دی، اگر حرام ہوتی تو آپ کبھی نہ دیتے۔ گدوانا، گودنا حرام ہے اور جانداروں کی مورت بنانا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ یہاں ایسے سب پیشہ والوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔

باب (سورۃ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو دوچند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہر منکر گنہگار کو

(۲۰۸۷) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے کہ سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ (سامان بیچتے وقت دکاندار کے) قسم

عُسْرَةَ لِنَظْرَةٍ إِلَىٰ مَيْسِرَةٍ وَإِنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ وَأَتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَىٰ اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿البقرة: ۲۷۸-۲۸۱﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَذِهِ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

۲۰۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحِيْفَةَ قَالَ: ((رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَامًا، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ مَنْ تَمِنَ الْكَلْبِ وَتَمِنَ الدَّمِ، وَنَهَى عَنِ الْوَأْشِمَةِ وَالْمَوْشُومَةِ، وَآبَنِ الرَّبَا وَمُوكَلِّهِ، وَلَعْنِ الْمُصَوِّرِ)).

[اطرافہ فی : ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۶۲]۔

تَشْبِيْحٌ
اکثر علماء کے نزدیک کتے کی بیع درست نہیں ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتے کا بیچنا اور اس کی قیمت کھانا جائز رکھا ہے۔ اور اگر کوئی کسی کا تمار ڈالے تو اس پر تاوان لازم کیا گیا ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ہذا کی رو سے کتے کی بیع مطلقاً ناجائز قرار دی ہے۔ پچھنا لگانے کی اجرت کے بارے میں ممانعت تیزی ہے کیونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پچھنا لگوا یا اور پچھنا لگانے والے کو مزدوری دی، اگر حرام ہوتی تو آپ کبھی نہ دیتے۔ گدوانا، گودنا حرام ہے اور جانداروں کی مورت بنانا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ یہاں ایسے سب پیشہ والوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔

۲۶- بَابُ ۛيْمَحَقُ اللَّهُ الرَّبَا وَيُرِيْبِي الصَّدَقَاتِ : وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿البقرة : ۷۶﴾

۲۰۸۷- حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ كَبِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

۲۰۸۷- حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ كَبِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

يَقُولُ: ((الْحَلْفُ مَنْقَعَةٌ لِلْسَّلْعَةِ، مَنْحَقَةٌ لِلنَّبْرَكَةِ)).
کھانے سے سامان تو جلدی بک جاتا ہے لیکن وہ قسم برکت کو مٹا دینے والی ہوتی ہے۔

گو چند روز تک ایسی جھوٹی قسمیں کھانے سے مال تو کچھ نکل جاتا ہے لیکن آخر میں اس کا جھوٹ اور فریب کھل جاتا ہے۔ اور برکت اس لیے ختم ہو جاتی ہے کہ لوگ اسے جھوٹا جان کر اس کی دکان پر آنا چھوڑ دیتے ہیں۔ صدق رسول اللہ ﷺ۔

باب خرید و فروخت میں قسم کھانا

مکروہ ہے

(۲۰۸۸) ہم سے عمرو بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عوام بن حوشب نے خبر دی، انہیں ابراہیم بن عبد الرحمن نے اور انہیں عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہ بازار میں ایک شخص نے ایک سامان دکھا کر قسم کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگ چکی ہے۔ حالانکہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی۔ اس قسم سے اس کا مقصد ایک مسلمان کو دھوکہ دینا تھا۔ اس پر یہ آیت اتری ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے بدلہ میں بیچتے ہیں۔“

۲۷- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلْفِ فِي

الْبَيْعِ

۲۰۸۸- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا الْعَوَامُّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ، فَحَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطَ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَتَرَلْتُ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ [آل عمران : ۷۷].

[طرفہ فی: ۲۶۷۵، ۴۵۵۱].

آخرت میں ان کے لئے کچھ حصہ نہیں ہے اور نہ ان سے اللہ کلام کرے گا اور نہ ان پر نظر رحمت ہوگی۔ اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا بدترین گناہ ہے۔ علمائے کرام نے کسی سچے معاملہ میں بھی بطور تنزیہ اللہ کے نام کی قسم کھانا پسند نہیں کیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا، اپنی ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور جھوٹی قسموں سے اپنا مال فروخت کرنے والا اور احسان جتلانے والا یہ وہ مجرم ہیں جن پر حشر میں اللہ کی نظر رحمت نہیں ہوگی۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ تجارت میں ہر وقت سچائی کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ جھوٹ بولنے والا تاجر عند اللہ سخت مجرم قرار پاتا ہے۔

باب سناروں کا بیان

اور طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (حجتہ الوداع کے موقعہ پر حرم کی حرمت بیان کرتے ہوئے) فرمایا تھا کہ حرم کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ اس پر عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اذخر (ایک خاص قسم کی گھاس) کی اجازت دے دیجئے، کیونکہ یہ یہاں کے

۲۸- بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوَاغِ

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يُحْتَلَى خَلَاهَا)) وَقَالَ الْعَبَّاسُ: ((لَا إِذْخِرَ فَإِنَّهُ لَقَيْهِمْ وَيُؤْتِيهِمْ. فَقَالَ: ((لَا إِذْخِرَ)).

ساروں، لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے، تو آپ نے فرمایا، اچھا از خر کاٹ لیا کرو۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ ساری کا پیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھا۔ اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ تو یہ پیشہ جائز ہوا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جسے امام احمد نے نکالا ہے جس میں مذکور ہے کہ سب سے زیادہ جھوٹے سار اور رنگین ہوا کرتے ہیں۔ اس کی سند میں اضطراب ہے۔

۲۰۸۹- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ أَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: ((كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيْبِي مِنَ الْمَغْنَمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمْسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتِنِي بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَاعْدْتُ رَجُلًا صَوَاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعٍ أَنْ يَرْتَجِلَ مَعِيَ فَنَاتِي بِأَذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَاغِينَ وَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَليْمَةٍ عِرْسِي)).

(۲۰۸۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غنیمت کے مال میں سے میرے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا اور ایک دوسرا اونٹ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”خمس“ میں سے دیا تھا۔ پھر جب میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرا کے لانے کا ہوا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں مل کر اذخر گھاس (جمع کر کے) لائیں، کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ اسے ساروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمہ میں اس کی قیمت کو لگاؤں۔

[أطرافه في : ۲۳۷۵، ۳۰۹۱، ۴۰۰۳،

۵۷۹۳.]

تشریح اس حدیث میں بھی ساروں کا ذکر ہے۔ جس سے عمد رسالت میں اس پیشہ کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رزق حلال تلاش کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہونی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جا کر جنگل سے اذخر گھاس جمع کر کے فروخت کی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولیمہ دولہا کی طرف سے ہوتا ہے۔

بنی قینقاع مدینہ میں یہودیوں کے ایک خاندان کا نام تھا۔ علی بن حسین امام زین العابدین کا نام ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ اکابر سادات میں سے تھے۔ تابعین میں جلیل القدر اور شہرت یافتہ تھے۔ امام زہری نے فرمایا کہ قریش میں کسی کو میں نے ان سے بہتر نہیں پایا۔ ۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ائمہ اثنا عشر کی روایتیں نہیں لی ہیں۔ ان معترضین کے جواب کے لئے امام زین العابدین کی یہ روایت موجود ہے جو ائمہ اثنا عشر میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔

۲۰۹۰- ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا ہے۔ یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا۔ میرے لئے بھی ایک دن چند لمحات کے لئے حلال ہوا تھا۔ سو اب اس کی نہ گھاس کاٹی جائے نہ اس کے درخت کاٹے جائیں، نہ اس کے شکار بھگائے جائیں، اور نہ اس میں کوئی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔ صرف معرف (یعنی گشدرہ چیز کو اصل مالک تک اعلان کے ذریعے پہنچانے والے) کو اس کی اجازت ہے۔ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نذر کے لئے اجازت دے دیجئے، کہ یہ ہمارے سناروں اور ہمارے گھروں کی چھتوں کے کام میں آتی ہے۔ تو آپ نے نذر کی اجازت دے دی۔ عکرمہ نے کہا، یہ بھی معلوم ہے کہ حرم کے شکار کو بھگانے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (کسی درخت کے سائے تلے اگر وہ بیٹھا ہوا ہو تو) تم سائے سے اسے ہٹا کر خود وہاں بیٹھ جاؤ۔ عبد الوہاب نے خالد سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے کہ (اذخر) ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے کام میں آتی ہے۔

یعنی بجائے چھتوں کے عبد الوہاب کی روایت میں قبروں کا ذکر ہے۔ عرب لوگ اذخر کو قبروں میں بھی ڈالتے اور ہمت بھی اس سے پانتے۔ وہ ایک خوشبو دار گھاس ہوتی ہے۔ عبد الوہاب کی روایت کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الحج میں نکالا ہے۔ روایت میں سناروں کا ذکر ہے اسی سے اس پیشہ کا درست ہونا ثابت ہوا۔ سنار جو سونا چاندی وغیرہ سے عورتوں کے زیور بنانے کا دھندا کرتے ہیں۔

باب کارگیروں اور لوہاروں کا بیان

۲۰۹۱- ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سلیمان نے، ان سے ابو العاصی نے، ان سے مسروق نے اور ان سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہار کا کام کیا کرتا تھا۔ عاص بن وائل (کافر) پر میرا کچھ قرض تھا۔ میں ایک دن اس پر تقاضا کرنے گیا۔ اس نے کہا کہ جب تک تو محمد ﷺ کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض نہیں دوں گا۔

۲۰۹۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ يَحِلِّ لِأَخِي قَبْلِي، وَلَا لِأَخِي بَعْدِي، وَإِنَّمَا أَجَلْتُ لِي سَاعَةً، مِنْ نَهَارٍ لَا يَخْتَلِي خَلَاهَا وَلَا يُغَضُّ شَجَرُهَا وَلَا يُنْفَرُ صَيْدُهَا وَلَا يَلْتَقَطُ لِقَطْنَهَا إِلَّا لِمُعْرَفٍ)). وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلَّا الْإِذْخِرَ لِمَاغِنَا وَلِسُقْفِ بَيْوتِنَا. فَقَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)) فَقَالَ عِكْرِمَةُ: هَلْ تَذَرِي مَا يُنْفَرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ أَنْ تَحْيِيهِ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ. قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ خَالِدٍ: ((لِمَاغِنَا وَقُبُورِنَا)). [راجع: ۱۳۴۹]

۲۹- بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ

۲۰۹۱- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلِيمَانَ عَنْ أَبِي الصَّخِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابِ بْنِ قَالَ: ((كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِي بْنِ وَائِلِ دَيْنٌ، فَأَتَيْتُهُ أَنْقَاضًا. قَالَ: لَا

أَعْطَيْكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، فَقُلْتُ:
لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ:
ذَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأَوْتِي مَالًا
وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ. فَتَرَكْتُ: ﴿هَافِرَأَيْتَ الَّذِي
كَفَرَ بِآبَائِنَا وَقَالَ لِأَوْتَيْنِ مَالًا وَوَلَدًا،
أَطْلَعَ النَّبِيَّ أَمْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ
عَهْدًا﴾.

[أطرافه فی : ۲۲۷۵، ۲۴۲۵، ۴۷۳۲،

۴۷۳۳، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵].

میں نے جواب دیا کہ میں آپ کا انکار اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تیری جان نہ لے لے، پھر تو دوبارہ اٹھایا جائے، اس نے کہا کہ پھر مجھے بھی مصلحت دے کہ میں مرجاؤں، پھر دوبارہ اٹھایا جاؤں اور مجھے مال اور اولاد ملے اس وقت میں بھی تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی، کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کو نہ مانا اور کہا کہ (آخرت میں) مجھے مال اور دولت دی جائے گی، کیا اسے غیب کی خبر ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔“

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ان کو زمانہ جاہلیت میں ظالموں نے قید کر لیا تھا۔ ایک خزاہی عورت نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہ اسلام لائے تھے۔ کفار نے ان کو سخت تکلیف میں مبتلا کیا۔ مگر انہوں نے مہربانیاں کوفہ میں اقامت گزین ہو گئے تھے۔ اور ۳۷ سال کی عمر میں ۳۷ھ میں وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے لوہار کا کام کرنا ثابت فرمایا، قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد رضی اللہ عنہ بھی لوہے کے بہترین ہتھیار بنایا کرتے تھے۔

باب درزی کا بیان

(۲۰۹۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی اس دعوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا۔ اس درزی نے روٹی اور شوربا جس میں کدو اور بھنا ہوا گوشت تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے تیلے پیالے میں تلاش کر رہے تھے۔ اسی دن سے میں بھی برابر کدو کو پسند کرتا ہوں۔

۳۰۔ بَابُ ذِكْرِ الْخِيَاطِ

۲۰۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : ((إِنَّ خِيَاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَطَعَامَ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيهِ دَبَاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَّبِعُ الدَّبَاءَ مِنْ حَوَالِي الْقِصْعَةِ. قَالَ: فَلَمْ أَرَلْ أَحَبُّ الدَّبَاءِ مِنْ يَوْمِئِذٍ)).

[أطرافه فی : ۵۳۷۹، ۵۴۲۰، ۵۴۳۳،

۵۴۳۵، ۵۴۳۶، ۵۴۳۷، ۵۴۳۹].

کیونکہ یہ آنحضرت ﷺ کو پسند تھا۔ کدو نہایت عمدہ ترکاری ہے۔ یعنی لمبا کدو سرد تر اور دافع تپ و خفقان و دافع حرارت و خشکی بدن اور قبض بوا میری کو دفع کرتا ہے۔ بیٹھے کی بھی یہی خاصیت ہے۔ گو کدو کھانا دین کا تو کوئی کام نہیں ہے کہ اس کی پیروی لازم ہو، مگر آنحضرت ﷺ کی محبت اس کو مقتضی ہے کہ ہر مسلمان کدو سے رغبت رکھے جیسے انس بڑھو نے کیا۔ (وجیدی)

آنحضرت ﷺ کی دعوت کرنے والے صحابی خیاط تھے۔ درزی کا کام کیا کرتے تھے۔ اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے درزی کا کام ثابت فرمایا۔

باب کپڑا بننے والے کا بیان

۲۰۹۳- ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے، کہا کہ میں نے سہل بن سعد بڑھو سے سنا، انہوں نے کہا کہ ایک عورت ”بردہ“ لے کر آئی۔ سہل بڑھو نے پوچھا، تمہیں معلوم بھی ہے بردہ کسے کہتے ہیں۔ کہا گیا جی ہاں! بردہ حاشیہ دار چادر کو کہتے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا، یا رسول اللہ! میں نے خاص آپ کو پہنانے کے لئے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے، آپ نے اسے لے لیا۔ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر آپ باہر تشریف لائے تو آپ اسی چادر کو بطور ازار کے پہنے ہوئے تھے، حاضرین میں سے ایک صاحب بولے، یا رسول اللہ! یہ تو مجھے دے دیجئے، آپ نے فرمایا کہ اچھالے لینا۔ اس کے بعد آپ مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے پھر واپس تشریف لے گئے۔ پھر ازار کو یہ کر کے ان صاحب کے پاس بھجو دیا۔ لوگوں نے کہا کہ تم نے آنحضرت ﷺ سے یہ ازار مانگ کر اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ کسی ساکن کے سوال کو رد نہیں کیا کرتے ہیں۔ اس پر ان صحابی نے کہا کہ واللہ! میں نے تو صرف اس لیے یہ چادر مانگی ہے کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔ سہل بڑھو نے فرمایا، کہ وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔

۳۱- بَابُ ذِكْرِ النَّسَاجِ

۲۰۹۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَتِ امْرَأَةٌ بُرْدَةً - قَالَ: أَتَذَرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا - قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا. فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُخْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنهَا إِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكْسِينَهَا، فَقَالَ: ((نَعَمْ)). فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ، فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَّأَهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ. فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ، وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ)).

[راجع: ۱۱۶۶]

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کے ہاں کرگھا تھا، اور وہ کپڑا بنانے کا کام کرنے میں ماہر تھی جو بہترین حاشیہ دار چادر بن کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے لائی۔ آپ نے اسے بخوشی قبول کر لیا، مگر ایک صحابی (عبد الرحمن بن عوف بڑھو) تھے جنہوں نے اسے آپ کے جسم پر زیب تن دیکھ کر بطور تبرک اپنے کفن کے لئے اسے آپ سے مانگ لیا۔ اور آپ نے ان کو یہ دے دی، اور ان کے کفن ہی میں وہ استعمال کی گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمد رسالت میں نور بنی کا کفن مرد تھ

اور اس میں عورتیں تک مہارت رکھتی تھیں، اور اس پیشہ کو کوئی بھی معیوب نہیں جانتا تھا۔ یہی ثابت کرنا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب ہے۔

باب بڑھئی کا بیان۔

(۲۰۹۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا ان سے ابو حازم نے بیان کیا کہ کچھ لوگ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے یہاں منبر نبوی کے متعلق پوچھنے آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے یہاں جن کا نام بھی سہل رضی اللہ عنہ نے لیا تھا، اپنا آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لیے کچھ لکڑیوں کو جوڑ کر منبر تیار کر دے، تاکہ لوگوں کو وعظ کرنے کے لیے میں اس پر بیٹھ جایا کروں، چنانچہ اس عورت نے اپنے غلام سے غابہ کے جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنانے کے لئے کہا، پھر (جب منبر تیار ہو گیا تو) انہوں نے اسے آپ کی خدمت میں بھیجا، وہ منبر آپ کے حکم سے (مسجد میں) رکھا گیا۔ اور آپ اس پر بیٹھے۔

۳۲- بابُ النَّجَّارِ

۲۰۹۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: ((أَتَى رَجُلًا إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يُسْأَلُونَهُ عَنِ الْمَنْبَرِ فَقَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى فُلَانَةَ - امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلًا - أَنْ تَمْرِيَ غَلَامَكَ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أُغْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِمْ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ. فَأَمَرْتُهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرَفَاءِ الْعَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَوَضِعَتْ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ)).

[راجع: ۳۷۷]

غابہ مدینہ سے شام کی جانب ایک مقام ہے، جہاں جھاؤ کے بڑے بڑے درخت تھے۔ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہو سکا البتہ غلام کا نام باقوم بتلایا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ منبر تنہیم داری نے بنایا تھا۔

(۲۰۹۵) ہم سے خلا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک انصاری عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز کیوں نہ بنوا دوں جس پر آپ وعظ کے وقت بیٹھا کریں۔ کیونکہ میرے پاس ایک غلام بڑھئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تمہاری مرضی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر جب منبر آپ کے لئے اس نے تیار کیا، تو جمعہ کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر بیٹھے تو اس کھجور کی لکڑی سے رونے کی آواز آنے لگی۔ جس پر ٹیک دے کر آپ پہلے خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پٹ جاتے گی۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے اور اسے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس وقت بھی وہ

۲۰۹۵- حَدَّثَنَا خَلَادٌ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنِّي لِي غَلَامًا نَجَّارًا. قَالَ: ((إِن شِئْتَ)). قَالَ فَعَمَلْتُ لَهُ الْمَنْبَرَ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمَنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ فَصَاحَتْ الْخَلَّةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ. فَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ،

فَجَعَلَتْ تَنْزُ أَيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَفْرَت. قَالَ: ((بَكَتْ عَلَيَّ مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذَّكْرِ)). [راجع: ۴۴۹]

لکڑی اس چھوٹے بچے کی طرح سسکیاں بھر رہی تھی جسے چپ کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ چپ ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ لکڑی خطبہ سنا کرتی تھی اس لئے روئی۔

کیونکہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور منبر پر خطبہ پڑھنے لگے۔ یہ آنحضرت ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ کی جدائی کا غم ایک لکڑی سے بھی ظاہر ہوا۔ آخر آپ نے اس لکڑی کو سینہ سے لگایا تب جا کر اس کا رونا بند ہوا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث ہذا سے ثابت فرمایا کہ بڑھی کا پیشہ بھی کوئی مذموم پیشہ نہیں ہے۔ ایک مسلمان ان میں سے جو پیشہ بھی اس کے لئے آسان ہو اختیار کر کے رزق حلال تلاش کر سکتا ہے۔ ان احادیث سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ صنعت و حرفت کے متعلق بھی اسلام کی نگاہوں میں ایک ترقی یافتہ پلان ہے۔ بعد کے زمانوں میں جو بھی ترقیات اس سلسلہ میں ہوئی ہیں۔ خصوصاً آج اس مشینی دور میں یہ جملہ فنون کس تیزی کے ساتھ منازل ترقی طے کر رہے ہیں بنیادی طور پر یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات کے مقدس نتائج ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کا یہ پوری دنیائے انسانیت پر احسان عظیم ہے کہ اس نے دین اور دنیا ہر دو کی ترقی کا پیغام دے کر مذہب کی سچی تصویر کو نبی نوع انسان کے سامنے آشکارا کیا ہے۔ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران: ۱۹)

۳۳- باب شِراءِ الحَوَائِجِ بِنَفْسِهِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: اشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ جَمَلًا مِنْ عُمَرَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: جَاءَ مُشْرِكٌ بِغَنَمٍ فَاشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ مِنْهُ شَاةً. وَاشْتَرَى مِنْ جَابِرٍ بَعِيرًا.

باب اپنی ضرورت کی چیزیں ہر آدمی خود بھی خرید سکتا ہے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا اور عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مشرک بکریاں (بیچنے) لایا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ آپ نے جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک اونٹ خریدا تھا۔

۲۰۹۶- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا بِسَيِّئَةٍ، وَرَهْنَةً دِرْعَةً)). [راجع: ۲۰۶۸]

ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ادھار خریدا اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھوائی۔

آنحضرت ﷺ نے بذات خود ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا۔ بلکہ اپنی زرہ اس کے ہاں گروی رکھ دی۔ سو یہ امر موت کے خلاف نہیں ہے، کوئی امام ہو یا بادشاہ نبی سے کسی کا درجہ بڑا نہیں ہے، اپنا سودا بازار سے خود خریدنا اور خود ہی اس کو اٹھا کر لے آنا، آنحضرت ﷺ کی سنت ہے۔ اور جو اس کو برائیا عت کے خلاف سمجھے وہ مردود ذمہ ہے۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ جب تک ہو سکے انسان اپنا ہر کام خود ہی انجام دے تو اس کی زندگی پر سکون زندگی ہوگی۔ اسوۂ حسنہ اسی کا نام ہے۔

باب چوپایہ جانوروں اور گھوڑوں، گدھوں کی خریداری کا بیان اگر کوئی سواری کا جانور یا گدھا خریدے اور بیچنے والا اس پر سوار ہو تو اس کے اترنے سے پہلے خریدار کا قبضہ پورا ہو گیا نہیں؟ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، 'اسے مجھے بیچ دے۔ آپ کی مراد ایک سرکش اونٹ سے تھی۔

(۲۰۹۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ نے بیان کیا، ان سے وہب بن کیسان نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ (ذات الرقاع یا تبوک) میں تھا۔ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا۔ اتنے میں میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا، 'جابر! میں نے عرض کیا، حضور میں حاضر ہوں۔ فرمایا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا کہ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا ہے، چلا ہی نہیں اس لئے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ پھر آپ اپنی سواری سے اترے اور میرے اسی اونٹ کو ایک ٹیڑھے منہ کی لکڑی سے کھینچنے لگے (یعنی ہانکنے لگے) اور فرمایا کہ اب سوار ہو جا۔ چنانچہ میں سوار ہو گیا۔ اب تو یہ حال ہوا کہ مجھے اسے رسول اللہ ﷺ کے برابر پہنچنے سے روکنا پڑ جاتا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا، جابر تو نے شادی بھی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! دریافت فرمایا، کسی کنواری لڑکی سے کی ہے یا بیوہ سے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایک بیوہ سے کر لی ہے۔ فرمایا، کسی کنواری لڑکی سے کیوں نہ کی کہ تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی۔ (حضرت جابر بھی کنواری تھے) میں نے عرض کیا کہ میری کئی بہنیں ہیں۔ (اور میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے) اس لئے میں نے یہی پسند کیا کہ ایسی عورت سے شادی کروں جو انہیں جمع رکھے۔ ان کے کنگھا کرے اور ان کی نگرانی کرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا اب تم گھر پہنچ کر خیر و عافیت کے ساتھ خوب مزے اڑانا۔ اس کے بعد فرمایا، کیا تم اپنا اونٹ بیچو

۳۴- بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ
وَإِذَا اشْتَرَى ذَابَّةً أَوْ جَمَلًا وَهُوَ عَلَيْهِ هَلْ
يَكُونُ ذَلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ؟ وَقَالَ ابْنُ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ
لِعُمَرَ: ((بِعَيْنِهِ. يَعْنِي جَمَلًا صَعْبًا)).

۲۰۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ
عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ
اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ
النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا،
فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((جَابِرُ؟))
فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((مَا شَأْنُكَ؟)) قُلْتُ:
أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ. فَنَزَلَ
يَخْتَبِئُهُ بِمِخْجَبِهِ. ثُمَّ قَالَ: ((ارْكَبْ))،
فَرَكِبْتُ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكْفَهُ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ. قَالَ: ((تَزَوَّجْتَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ.
قَالَ: ((بِكْرًا أَمْ نَيْسًا؟)) قُلْتُ: بَلَى نَيْسًا.
قَالَ: ((أَفَلَا جَارِيَةٌ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟))
قُلْتُ: إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ
امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمَسَّطُهُنَّ وَتَقُومُ
عَلَيْهِنَّ. قَالَ: ((أَمَّا إِنَّكَ قَادِمٌ. فَإِذَا قَدِمْتَ
فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ)). ثُمَّ قَالَ: ((أَتَبِيعُ
جَمَلَكَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. فَاشْتَرَاهُ مِنِّي
بِأَوْقِيَّةٍ. ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَلْبِي
وَقَدِمْتُ بِالْعَدَاةِ، فَجِئْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ
فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ: ((الآن

گے؟ میں نے کہا۔ جی ہاں! چنانچہ آپ نے ایک اوقیہ چاندی میں خرید لیا، رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے ہی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا۔ پھر ہم مسجد آئے تو آنحضرت ﷺ مسجد کے دروازہ پر ملے۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا ابھی آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! پھر اپنا اونٹ چھوڑ دئے اور مسجد میں جا کے دو رکعت نماز پڑھ۔ میں اندر گیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے لیے ایک اوقیہ چاندی تول دے۔ انہوں نے ایک اوقیہ چاندی جھکتی ہوئی تول دی۔ میں پیٹھ موڑ کے چلا تو آپ نے فرمایا کہ جابر کو ذرا بلاؤ۔ میں نے سوچا کہ شاید اب میرا اونٹ پھر مجھے واپس کریں گے۔ حالانکہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ چنانچہ آپ نے یہی فرمایا کہ یہ اپنا اونٹ لے جا اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

قَدِمْتُ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَدَعُ جَمَلَكَ فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكَعَتَيْنِ))، فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ. فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَتَوَلَّى لِي أَوْقِيَّةً، فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرَجَحْتَنِي الْمِيزَانَ. فَانطَلَقْتُ حَتَّى وُلَّيْتُ. فَقَالَ: ((ادْعُ لِي جَابِرًا)). قُلْتُ: الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْئًا أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْهُ، قَالَ: ((خُذْ جَمَلَكَ، وَلَكَ ثَمَنُهُ)).

[راجع: ۴۴۳]

بخاری باب کی دونوں حدیثوں میں کہیں گدھے کا ذکر نہیں جس کا بیان ترجمہ باب میں ہے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے گدھے کو اونٹ پر قیاس کیا۔ دونوں چوپائے اور سواری کے جانور ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے بیچے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ مدینہ پہنچنے تک میں اس پر سوار ہوں گا۔ امام احمد اور ابوداؤد نے بیچ میں یہ شرط اسی حدیث سے درست رکھی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بیس جگہوں کے قریب بیان کیا ہے۔ گویا اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔

باب جاہلیت کے بازاروں کا بیان

جن میں اسلام کے زمانہ

میں بھی لوگوں نے خرید و فروخت کی

(۲۰۹۸) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عکاظ، نجد اور ذوالحجاز یہ سب زمانہ جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو لوگوں نے ان میں تجارت کو گناہ سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَمَّا كَانَ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ﴾

۳۵- بَابُ الْأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي

الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَبَاعَ بِهَا النَّاسُ فِي

الْإِسْلَامِ

۲۰۹۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ

وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ،

فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأْتَمَرُوا مِنَ التَّجَارَةِ

فِيهَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ﴾. قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا.

[راجعہ: ۱۷۷۰]

یعنی تم پر گناہ نہیں کہ ایام حج میں ان بازاروں میں تجارت کرو۔

۳۶- بابُ شراءِ الابلِ الهيمِ او الاحربِ باب (ہیم) بیمار یا خارشى اونٹ خریدنا، ہیم ہائم کی جمع ہے ہائم
النهائم: المخالفة للقصده في كل شيء

اعتدال (میانہ روی) سے گذرنے والا

یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ ہیم ہائم کی جمع نہیں ہے بلکہ ایہم یا ہیما کی جمع ہے۔ مصانع والے نے یوں جواب دیا ہے کہ ہیم ہائم کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے بازل کی جمع بزل آتی ہے۔ پھر ہا کا ضمہ بوجہ یا کے کسرہ سے بدل گیا۔ جیسے بیض میں جو ایض کی جمع ہے۔ ہیم ایک بیماری ہے جو اونٹ کو ہو جاتی ہے۔ وہ پانی پیتا ہی چلا جاتا ہے مگر سیراب نہیں ہوتا اور اسی طرح مر جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ﴿ فَشَرِبُوا مِنْهُ غَرِبًا ۚ ﴾ (الواقعة: ۵۵) میں یہی بیان ہے کہ دوزخی، ایسے پیاسے اونٹ کی طرح جو سیراب ہی نہیں ہوتا کھولتا ہوا پانی پیتے جائیں گے مگر سیراب نہ ہوں گے بلکہ شدت پیاس میں اور اضافہ ہو گا۔ یہی لفظ ہیم یہاں حدیث میں مذکور ہوا۔

حدیث لاعدوی میں امراض کے بالذات تعدی ہونے کی نفی ہے۔ فافہم و تدبر صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۰۹۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : قَالَ عَمْرُو : ((كَانَ
هَذَا هُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ نُوَاسٌ، وَكَانَتْ عِنْدَهُ
إِبِلٌ هَيْمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا فَاشْتَرَى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيكَ لَهُ،
فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكُهُ فَقَالَ : بَعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ.
فَقَالَ : مِمَّنْ بَعْتُمَا؟ قَالَ : مِنْ شَيْخٍ كَذَا
وَكَذَا. فَقَالَ : وَيْحَكَ، ذَلِكَ وَاللَّهِ ابْنُ
عُمَرَ. فَجَاءَهُ فَقَالَ : إِنَّ شَرِيكِي بَاعَكَ
إِبِلًا هَيْمًا وَلَمْ يَغْرِفَكَ. قَالَ : فَاسْتَفْهَمَا.
قَالَ فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَأْفَهَا فَقَالَ : ذَعْبًا،
رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : لَا
عَدْوِي)) سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.

[أطرافه في : ۲۸۵۸، ۵۰۹۳، ۵۰۹۴]

اس روایت کو عمرو سے سنا۔

[۵۷۵۳، ۵۷۷۲]

اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ بیوپاریوں کا فرض ہے کہ خریداروں کو جانوروں کا حسن و قبح پورا پورا بتلا کر مول قول کریں۔ دھوکہ بازی ہرگز نہ کریں۔ اگر ایسا کیا گیا اور خریدار کو بعد میں معلوم ہو گیا تو معلوم ہونے پر حمار سے کہ اسے واپس کر کے اپنا رویہ واپس لے لے۔ اور اس سودے کو فسخ کر دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی سوداگر

بھول چوک سے ایسا مال بیچ دے تو اس کے لئے لازم ہے کہ بعد میں گاہک کے پاس جا کر معذرت خواہی کرے اور گاہک کی مرضی پر معاملہ کو چھوڑ دے۔ یہ بیوپاری کی شرافت نفس کی دلیل ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گاہک درگزر سے کام لے۔ اور جو غلطی اس کے ساتھ کی گئی ہے۔ حتی الامکان اسے معاف کر دے اور طے شدہ معاملہ کو بحال رہنے دے کہ یہ فراخدلی اس کے لئے باعث برکت کثیر ہو سکتی ہے۔ لاعدوی کی مزید تفصیل دوسرے مقام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۳۷- بَابُ بَيْعِ السَّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ
وَعَبْرَهَا وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حَصِينٍ بَيْعَهُ
فِي الْفِتْنَةِ

باب جب مسلمانوں میں آپس میں فساد نہ ہو یا ہو رہا ہو تو
ہتھیار بیچنا کیسا ہے؟ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فتنہ کے
زمانہ میں ہتھیار بیچنا مکروہ رکھا

(۲۱۰۰) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے، کہا ان سے یحییٰ بن سعید نے، کہا ان سے ابن افلح نے، ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابو محمد نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ ہم غزوہ حنین کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک زرہ بخش دی اور میں نے اسے بیچ دیا۔ پھر میں نے اس کی قیمت سے قبیلہ بنی سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ یہ پہلی جائیداد تھی جسے میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا۔

۲۱۰۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ
مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ أَفْلَحَ
عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي
قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ فَأَعْطَاهُ يَعْني
دِرْعًا فَبَعْتُ الدِّرْعَ فَأَبْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي
بَنِي سَلْمَةَ، فَإِنَّهُ لِأَوَّلِ مَالٍ تَأْتَلْتُهُ فِي
الإِسْلَامِ)).

[أطرافه في: ۳۱۴۲، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۷۱۷۰].

تشیخ اس حدیث سے ترجمہ باب کا ایک جز یعنی جب فساد نہ ہو اس وقت جنگی سامان بیچنا درست ہے، نکلتا ہے کیونکہ زرہ بھی ہتھیار یعنی لڑائی کے سامان میں داخل ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ فساد کے زمانہ میں ہتھیار بیچنا، تو یہ بعض نے مکروہ رکھا ہے جب ان لوگوں کے ہاتھ بیچے جو فتنہ میں ناخن پر ہوں۔ اس لئے کہ یہ اعانت ہے گناہ اور معصیت پر اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِنِّمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدہ: ۲) اس جماعت کے ہاتھ جو حق پر ہو بیچنا مکروہ نہیں ہے۔ (وحیدی)

۳۸- بَابُ فِي الْعَطَارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ
۲۱۰۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي
مُوسَى عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ
وَالْجَلِيسِ السُّوءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ
بَابُ عَطْرِ بَيْعِنِ وَالْوَلْوَلِ أَوْ مِثْلِهِ كَابِيَانِ

(۲۱۰۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے سنا اور ان سے ان کے والد ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے

کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پا لو گے۔ یا تو مٹک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پاسکو گے۔ لیکن لوہار کی بھیٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پا لو گے۔

وَكَبِيرِ الْحَدَادِ: لَا يَغْدُمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكَبِيرِ الْحَدَادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً. [طرفہ فی : ۵۵۳۴].

تَشْرِیح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل فرماتے ہیں۔ و فی الحدیث النهی عن مجالسة من یتاذی بمجالسة فی الدین والدنیا والترغیب فی مجالسة من یتنفع بمجالسته فیہما و فیہ جواز بیع المسک والحکم بطہارتہ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم مدحہ و رغب فیہ ففیہ الرد علی من کرهہ الخ (فتح الباری) اس حدیث سے ایسی مجلس میں بیٹھنے کی برائی ثابت ہوتی ہے جس میں بیٹھنے سے دین اور دنیا ہر دو کا نقصان ہے اور اس حدیث میں نفع بخش مجالس میں بیٹھنے کی ترغیب بھی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مٹک کی تجارت جائز ہے۔ اور یہ بھی کہ مٹک پاک ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کی اور اس کے حصول کے لئے رغبت دلائی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب منعقد فرما کر ان لوگوں کی تردید کی ہے جو مٹک کی تجارت کو جائز نہیں جانتے اور اس کی عدم طہارت کا خیال رکھتے ہیں۔

باب پچھنا لگانے والے کا بیان

(۲۱۰۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں حمید نے، اور ان سے انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ابو طییبہ رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنا لگایا تو آپ نے ایک صاع کھجور (بطور اجرت) انہیں دینے کے لئے حکم فرمایا۔ اور ان کے مالک کو فرمایا کہ ان کے خراج میں کمی کر دیں۔

۳۹- بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ

۲۱۰۲- حَدَّثَنَا عِنْدَ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَجَّمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا مِنْ خِرَاجِهِ.

[أطرفه فی : ۲۲۱۰، ۲۲۷۷، ۲۲۸۰،

۲۲۸۱].

یعنی جو روزانہ یا ماہواری اس سے لیا کرتے تھے۔ عرب میں مالک لوگ اپنے غلام کی محنت اور لیاقت کے لحاظ سے اس پر ایک شرح مقرر کر دیا کرتے تھے کہ اتنا روز یا مینے مینے ہم کو دیا کرے اس کو خراج کہتے ہیں۔ (وحیدی)

(۲۱۰۳) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد نے جو عبد اللہ کے بیٹے ہیں بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوا یا اور جس نے پچھنا لگایا، اسے آپ نے اس کی اجرت بھی دی، اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو آپ اس کو ہرگز نہ دیتے۔

۲۱۰۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((اخْتَجَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الَّذِي حَجَّمَهُ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ)).

[راجع : ۱۸۳۵]

ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت پچھنا لگوانا جائز اور اس کی اجرت لینے والے اور دینے والے ہر دو کے لئے منع نہیں ہے۔ اصلاح

خون کے لئے پچھے لگوانے کا علاج بہت پرانا نسخہ ہے۔ عرب میں بھی یہی مروج تھا۔

باب ان چیزوں کی سوداگری جن کا پسننا مردوں اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے

۴۰- بَابُ التَّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لِبَسْنِهِ
لِلرِّجَالِ وَاللِّسَاءِ

(۲۱۰۴) ہم سے آدم ابن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن حفص نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن حفص نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن عمر بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عمر بن عبد اللہ کے یہاں ایک ریشمی جبہ بھیجا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبد اللہ اسے (ایک دن) پہنے ہوئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اسے تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اسے پہن لو، اسے تو وہی لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ میں نے تو اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس سے (بیچ کر) فائدہ اٹھاؤ۔

۲۱۰۴- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: (رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِخَلَّةٍ حَرِيرٍ - أَوْ سَبْرَاءَ فَرَأَاهَا عَلَيْهِ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أُرْسَلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خِلَاقَ لَهُ، إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا. يَعْنِي تَبِعَهَا)).

[راجع: ۸۸۶]

بشرطیکہ دوسرا کوئی گو کافر ہی سہی اس سے فائدہ اٹھا سکے یعنی اس چیز کا بیچنا جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے درست نہیں ہے۔ اور راجح قول یہی ہے۔ اب باب میں جو حدیث بیان کی اس میں ریشمی جوڑے کا ذکر ہے۔ وہ مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ اسماعیلی نے اس پر اعتراض کیا اور جواب یہ ہے کہ مردوں کے لیے جو چیز مکروہ ہے اس کے بیچنے کا جواز حدیث سے نکلتا ہے تو عورتوں کے لیے جو مکروہ ہے اس کی بیچ کا بھی جواز اس پر قیاس کرنے سے نکل آیا۔ یا یہ کہ ترجمہ باب میں کراہت سے عام مراد ہے تحریمی ہو یا تنزیہی اور ریشمی کپڑے گو عورتوں کے لیے حرام نہیں ہیں مگر تنزیہی مکروہ ہیں۔ (وحیدی) خصوصاً ایسے کپڑے جو آج کل وجود میں آ رہے ہیں۔ جن میں سے عورت کا سارا جسم بالکل عریان نظر آتا ہے ایسے ہی کپڑے پہننے والی عورتیں ہیں جو قیامت کے دن نکلی اٹھائی جائیں گی۔

(۲۱۰۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں قاسم بن محمد نے اور انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے ایک گدا خریدی، جس پر مور تھیں۔ رسول کریم ﷺ کی نظر جوں ہی اس پر پڑی، آپ دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول ﷺ سے معافی مانگتی ہوں۔ فرمائیے مجھ سے کیا غلطی ہوئی

۲۱۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةَ فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَأَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ الْكِرَاهَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ، مِمَّاذَا أَذْنَبْتُ؟

ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے یہ آپ ہی کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ آپ نے فرمایا، لیکن اس طرح کی مورتیں بنانے والے لوگ قیامت کے دن عذاب کئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگوں نے جس چیز کو بنایا اسے زندہ کر دکھاؤ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا، کہ جن گھروں میں مورتیں ہوتی ہیں (رحمت کے) فرشتے ان میں داخل نہیں ہوتے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا بَالُ هَذِهِ الْمُرَقَّةِ؟)) قُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّورِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ، فَيَقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ. وَقَالَ: إِنَّ أَلَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ)).

[أطرافه في: ٣٢٢٤، ٥١٨١، ٥٩٥٧، ٧٥٥٧، ٥٩٦١].

اس حدیث سے صاف نکلتا ہے کہ جاندار کی مورت بنانا مطلقاً حرام ہے۔ نقشی ہو یا مجسم۔ اس لئے کہ نکتے پر نقشی صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ اور باب کا مطلب اس حدیث سے اس طرح نکلتا ہے کہ باوجودیکہ آپ نے مورت دار کپڑا عورت مرد دونوں کے لئے مکروہ رکھا۔ مگر اس کا خریدنا جائز سمجھا۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم نہیں دیا کہ بیع کو منع کریں۔ (وحیدی)

باب سلمان کے مالک کو قیمت کہنے کا

٤١- بَابُ صَاحِبِ السَّلْعَةِ أَحَقُّ

زیادہ حق ہے

بِالسُّومِ

(٢١٠٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے، ان سے ابوالتیاح نے، اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے بنو نجار! اپنے باغ کی قیمت مقرر کر دو۔ (آپ اس جگہ کو مسجد کے لیے خریدنا چاہتے تھے) اس باغ میں کچھ حصہ تو ویرانہ اور کچھ حصے میں کھجور کے درخت تھے۔

٢١٠٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: ((بَايَ نَبِيِّ النَّجَّارِ ثَامُونِي بِحَاظِطِكُمْ وَفِيهِ خُوبٌ وَنَخْلٌ)). [راجع: ٢٣٤]

یعنی مال کی قیمت پہلے وہی بیان کرے، پھر خریدار جو چاہے کہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنا واجب ہے، کیونکہ اوپر جاہر کی

حدیث میں گزرا ہے۔ (وحیدی)

باب کب تک بیع توڑنے کا اختیار رہتا ہے اس کا بیان

٤٢- بَابُ كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ؟

بیع میں کئی طرح کے خیار ہوتے ہیں ایک خیار المجلس یعنی جب تک بائع اور مشتری اسی جگہ رہیں، جہاں سودا ہوا تو دونوں کو بیع کے فسخ کر ڈالنے کا اختیار رہتا ہے۔ دوسرے خیار الشرط یعنی مشتری تین دن کو شرط کر لے یا اس سے کم کی۔ تیسرے خیار الرویۃ یعنی مشتری نے بن دیکھے ایک چیز خرید لی ہو تو دیکھنے پر اس کو اختیار ہوتا ہے چاہے بیع قائم رکھے چاہے فسخ کر ڈالے۔ اس کے سوا اور بھی خیار ہیں جن کو قطلانی نے بیان کیا ہے۔ (وحیدی)

(٢١٠٧) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالوہاب نے خبر دی، کہا کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا، کہا کہ میں نے نافع

٢١٠٧- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ

سے سنا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، خرید و فروخت کرنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں اختیار ہوتا ہے۔ یا خود بیع میں اختیار کی شرط ہو، (تو شرط کے مطابق اختیار ہوتا ہے) نافع نے کہا کہ جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کوئی ایسی چیز خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو اپنے معاملہ دار سے جدا ہو جاتے۔

نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِنَّ الْمُتَبَاعِينَ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُونَ الْبَيْعُ خِيَارًا)). وَقَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ.

[أطرافه في : ٢١٠٩، ٢١١١، ٢١١٢،

٢١١٣، ٢١١٦.]

یعنی وہاں سے جلد چل دیتے تاکہ بیع کا اختیار نہ رہے، اس سے صاف نکلتا ہے کہ جدا ہونے سے حدیث میں دونوں کا جدا ہونا مراد ہے۔

(۲۱۰۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قنابہ نے، ان سے ابو الخلیل نے، ان سے عبد اللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، بیچنے اور خریدنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (معاملہ کو باقی رکھنے یا توڑ دینے کا) اختیار ہوتا ہے۔ احمد نے یہ زیادتی کی کہ ہم سے ہزرنے بیان کیا کہ ہمام نے بیان کیا کہ میں نے اس کا ذکر ابو التیاح کے سامنے کیا تو انہوں نے بتلایا کہ جب عبد اللہ بن حارث نے یہ حدیث بیان کی تھی، تو میں بھی اس وقت ابو الخلیل کے ساتھ موجود تھا۔

٢١٠٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا)). وَزَادَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا بِهِزْرَةَ قَالَ : قَالَ هَمَّامٌ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ فَقَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بِهَذَا الْحَدِيثِ. [راجع: ٢٠٧٩]

باب اگر بلیع یا مشتری اختیار کی مدت معین نہ کرے تو بیع

٤٣ -- بَابُ إِذَا لَمْ يُؤَقَّتْ فِي الْخِيَارِ

جائز ہوگی یا نہیں؟

هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ؟

تشیخ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک خیار الشرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اس سے زائد مدت ٹھہرے یا کوئی مدت معین نہ ہو تو بیع باطل ہو جاتی ہے اور ہمارے امام احمد اور اسحاق اور ابی حنبلہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع جائز ہے اور جتنی مدت ٹھہرائے اتنی مدت تک اختیار رہے گا۔ اور جو کوئی مدت معین نہ ہو تو ہمیشہ اختیار رہے گا اور اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ خیار الشرط باطل ہوگی اور بیع لازم ہوگی۔ (وحیدی)

(۲۱۰۹) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، خریدنے والے

٢١٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا قَالَ أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ

اور بیچنے والے کو (بیع توڑ دینے کا) اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں، یا دونوں میں سے کوئی ایک اپنے دوسرے فریق سے یہ نہ کہہ دے کہ پسند کر لو۔ کبھی یہ بھی کہا کہ ”یا اختیار کی شرط کے ساتھ بیع ہو۔“

النَّبِيُّ ﷺ: ((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَنْفَرَقَا، أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ، وَوَيْمًا قَالَ: أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ)).

[راجع: ۲۱۰۷]

باب جب تک خریدنے اور بیچنے والے جدا نہ ہوں انہیں اختیار باقی رہتا ہے

۴۴ - بَابُ ((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَنْفَرَقَا))

(کہ بیع قائم رکھیں یا توڑ دیں) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، شرح، شعبی، طاؤس، عطاء اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ سب نے یہی کہا ہے۔

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَشَرِيحُ وَالشَّعْبِيُّ وَطَاوُسٌ وَعَطَاءٌ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ.

ان سب نے یہی کہا ہے کہ صرف ایجاب و قبول یعنی عقد سے بیع لازم نہیں ہو جاتی اور جب تک بائع اور مشتری مجلس عقد سے جدا نہ ہوں دونوں کو اختیار رہتا ہے کہ بیع فسخ کر ڈالیں۔ سعید بن مسیب، زہری، ابن ابی ذئب، حسن بصری، اوزاعی، ابن جریج، شافعی، مالک، احمد، اور اکثر علماء یہی کہتے ہیں۔ ابن حزم نے کہا کہ تابعین میں سے سوائے ابراہیم نخعی کے اور کوئی اس کا مخالف نہیں اور حضرت امام ابو صفیہ رضی اللہ عنہ نے صرف امام نخعی کا قول اختیار کر کے جمہور علماء کی مخالفت کی ہے۔

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس سے نکالا جو اوپر نافع سے گذرا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی چیز ایسی خریدتے جو ان کو پسند ہوتی، تو بائع سے جدا ہو جاتے۔ ترمذی نے روایت کیا بیٹھے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے۔ یعنی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا وہاں سے چل دیتے تاکہ بیع لازم ہو جائے۔ اور شرح کے قول کو سعید بن منصور نے اور شعبی کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور طاؤس کے قول کو امام شافعی نے ام میں اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ کے اقوال کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ ومن الأدلة الدالة على ارادة التفرق بالابدان قوله في حديث ابن عمر المذكور ما لم ينفرقا و كانا جميعا و كذلك قوله و ان تفرقا بعد ان تباعا و لم يترك واحد منهما البيع فقد وجب فان فيه البيان الواضح ان التفرق بالبدن قال الخطابي و على هذا وجدنا امر الناس في عرف اللغة و ظاهر الكلام فاذا قبل تفرق الناس كان المفهوم منه التمييز بالابدان قال و لو كان المراد تفرق الاقوال كما يقول اهل الراي لخللا الحديث من الفائدة و سقط معناه الخ (نيل الاوطار)

علامہ شوکانی مرحوم کی تقریر کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو خریدنے و بیچنے والے کی جسمانی جدائی پر دلیل حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں یہ قول نبوی ہے ما لم ينفرقا و كانا جميعا یعنی ہر دو کو اس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے کہ وہ دونوں جدا نہ ہوں بلکہ ہر دو اکٹھے رہیں۔ اس وقت تک ان کو سووے کے بارے میں پورا اختیار حاصل ہے۔ اور اسی طرح دوسرا ارشاد نبوی اس مقدمہ پر دلیل ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر دو فریق بیع کے بعد جدا ہو جائیں۔ اور معاملہ بیع کو کسی نے بھی فسخ نہ کیا ہو۔ اور وہ جدا ہو گئے۔ پس بیع واجب ہو گئی، یہ دلائل واضح ہیں کہ جدائی سے جسمانی جدائی مراد ہے۔ خطابی نے کہا کہ لغوی طور پر بھی لوگوں کا معاملہ ہم نے اسی طرح پایا ہے۔ اور ظاہر کلام میں جدائی سے لوگوں کی جسمانی جدائی ہی مراد ہوتی ہے۔ اگر اہل رائے کی طرح محض باتوں کی جدائی مراد ہو تو حدیث مذکورہ اپنے حقیقی فائدے سے خالی ہو۔ آ سے بلکہ حدیث کا کوئی معنی باقی ہی نہیں رہ سکتا۔ لہذا خلاصہ یہ کہ صحیح مسلک میں ہر دو طرف سے جسمانی جدائی ہی مراد ہے۔ مسلک جمہور ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہم جن سے حدیث باب مروی ہے طویل القدر صحابی ہیں، کنیت ابو خالد قرظی اسدی ہے، یہ حضرت خدیج

الکبریٰ ﷺ کے صحیحے ہیں۔ واقعہ قبل سے تیرہ سال قبل کعبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ اسلام سے پہلے اور بعد ہر دو زمانوں میں بڑی عزت پائی۔ فتح مکہ میں اسلام لائے۔ ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے۔ پھر ساٹھ ہی سال اسلام میں عمر پائی۔ ۵۳ھ میں مدینہ المنورہ میں اپنے مکان ہی میں وفات پائی۔ بہت متقی، پرہیزگار اور سخی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے۔ اور سو اونٹ سواری کے لئے بخشے۔ فن حدیث میں ایک جماعت ان کی شاگرد ہے۔

۲۱۱۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَتَادَةُ أَخْبَرَنِي عَنْ صَالِحِ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَنْفَرَقَا. فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَّتْ بُرُكَةُ بَيْعِهِمَا)).

(۲۱۱۰) مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو حبان بن ہلال نے خبر دی، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ ان کو قتادہ نے خبر دی کہ مجھے صالح ابو الخلیل نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن حارث نے، کہا کہ میں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خریدنے اور بیچنے والے جب تک ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جائیں انہیں اختیار باقی رہتا ہے۔ اب اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات صاف صاف بیان اور واضح کر دی، تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن اگر انہوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید و فروخت میں سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔

[راجع: ۲۰۷۹]

۲۱۱۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْمُتَبَاعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَنْفَرَقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ)). [راجع: ۲۱۰۷]

(۲۱۱۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، خریدنے اور بیچنے والے دونوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے، جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ مگر بیع خیار میں۔

یعنی جب بائع بیع کے بعد مشتری کو اختیار دے اور وہ کسے میں بیع کو نافذ کرتا ہوں اور وہ بیع اس سے الگ ہے جس میں اختیار کی شرط پہلے ہی سے لگا دی گئی ہو۔ یعنی جمل معاملہ ہوا ہے وہاں سے سرک نہ جائیں۔ اگر وہیں رہیں یا دونوں مل کر منزلوں چلتے رہیں تو اختیار باقی رہے گا، گو تین دن سے زیادہ مدت گذر جائے۔ بیع الخیار کی تفسیر جو ہم نے یہاں کی ہے۔ امام نووی نے اسی مطلب کی ترجیح پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی پر یقین کیا ہے۔ بعضوں نے یہ معنی کئے ہیں، مگر اس بیع میں جس میں اختیار کی شرط ہو، یعنی وہاں سے جدا ہونے سے اختیار باطل نہ ہو گا بلکہ مدت مقررہ تک اختیار رہے گا۔

۴۵- بَابُ إِذَا خَيْرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجِبَ الْبَيْعُ

باب اگر بیع کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر لینے کے لئے مختار بنایا تو بیع لازم ہوگی

۲۱۱۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

(۲۱۱۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان

سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب دو شخصوں نے خرید و فروخت کی تو جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں، انہیں (بیع کو توڑ دینے کا) اختیار باقی رہتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ دونوں ایک ہی جگہ رہیں۔ لیکن اگر ایک نے دوسرے کو پسند کرنے کے لیے کہا اور اس شرط پر بیع ہوئی، اور دونوں نے بیع کا قطعی فیصلہ کر لیا، تو بیع اسی وقت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر دونوں فریق بیع کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور بیع سے کسی فریق نے بھی انکار نہیں کیا، تو بھی بیع لازم ہو جاتی ہے۔

باب اگر بائع اپنے لئے اختیار کی شرط کر لے
تو بھی بیع جائز ہے۔

یہ باب لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ خیار شرط فقط مشتری ہی کو کرنا جائز ہے، بائع کو درست نہیں۔ (۲۱۱۳) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن دینار نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی بھی خریدنے اور بیچنے والے میں اس وقت تک بیع پختہ نہیں ہوتی جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں۔ البتہ وہ بیع جس میں مشترکہ اختیار کی شرط لگا دی گئی ہو اس سے الگ ہے۔

(۲۱۱۴) مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابو خلیل نے، ان سے عبد اللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیچنے اور خریدنے والے کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (بیع توڑ دینے کا) اختیار ہے۔ ہمام راوی نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب میں لفظ بخاری میں مرتبہ لکھا ہوا پایا۔

پس اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور بات صاف صاف واضح کر دی تو انہیں ان کی بیع میں برکت ملتی ہے۔ اور اگر انہوں نے جھوٹی باتیں بنائیں اور (کسی عیب کو) چھپایا تو تمہوڑا سافع شاید وہ کمالیں، لیکن ان

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا تَبَاعَ الرَّجُلَانِ فُكِّلُوا وَاحِدٌ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيعًا، أَوْ يُخَيَّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، فَتَبَاعًا عَلَى ذَلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَتَبَاعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ)).

[راجع: ۲۱۰۷]

۴۶- بَابُ إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ
هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ؟

یہ باب لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ خیار شرط فقط مشتری ہی کو کرنا جائز ہے، بائع کو درست نہیں۔ (۲۱۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ بَيْعٍ لَا يَبِيعُ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ)).

[راجع: ۲۱۰۷]

۲۱۱۴- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا)) - قَالَ هَمَّامٌ وَجَدْتُ فِي كِتَابِي: يَخْتَارُ ثَلَاثَ مَرَارٍ - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُرُوكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسَى أَنْ يَرْتَبِحَا رِبْحًا وَيَمْحَقَا بَرَكَةً

کی بیع میں برکت نہیں ہوگی۔ (حبان نے) کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے ابو التیاح نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن حارث سے سنا کہ یہی حدیث وہ حکیم بن حزام بن رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کریم ﷺ روایت کرتے تھے۔

بِيعَهُمَا)). قَالَ : وَحَدَّثَنَا هَمَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۲۰۷۹]

(یعنی خریدنے والا تین دفعہ اپنی پسند کا اعلان کر دے تو بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اوپر کی روایت میں جو ہمام نے اپنی یاد سے کی ہے یوں ہے "الیعان بالخیار" لیکن ہمام کہتے ہیں میں نے اپنی کتاب میں جو اس حدیث کو دیکھا تو بخار کا لفظ تین بار لکھا ہوا پایا۔ بعض نسخوں میں بخار کے بدل بخیار ہے)

باب

اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور جدا ہونے سے پہلے ہی کسی اور کو اللہ دے دی پھر بیچنے والے نے خریدنے والے کو اس پر نہیں ٹوکا یا کوئی غلام خرید کر (بیچنے والے سے جدا کی سے پہلے ہی اسے) آزاد کر دیا۔ طاؤس نے اس شخص کے متعلق کہا، جو (فریق ثانی کی) رضامندی کے بعد کوئی سامان اس سے خریدے اور پھر اسے بیچ دے اور بائع انکار نہ کرے تو یہ بیع لازم ہو جائے گی اور اس کا نفع بھی خریداری کا ہوگا۔

۴۷- بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي، أَوْ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ وَقَالَ طَاؤُسٌ فَيَمَنْ يَشْتَرِي السَّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ.

(۲۱۱۵) حمیدی نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ اکثر وہ مجھے مغلوب کر کے سب سے آگے نکل جاتا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹ کر پیچھے واپس کر دیتے۔ وہ پھر آگے بڑھ جاتا۔ آخر نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ ڈال۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو آپ ہی کا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے یہ اونٹ دے دے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو وہ اونٹ بیچ ڈالا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا، عبد اللہ بن عمر! یہ اونٹ تیرا ہو گیا جس طرح تو چاہے اسے استعمال کر۔

۲۱۱۵- وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَغْبٍ لِعُمَرَ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيُرُدُّهُ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيُرُدُّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: ((بِعْنِيهِ)). قَالَ: هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((بِعْنِيهِ))، فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ)). [طرفاه فی: ۲۶۱۰، ۲۶۱۱].

(۲۱۱۶) ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا کہ لیث بن سعد نے بیان کیا کہ

۲۱۱۶- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ اللَّيْثُ

مجھے عبدالرحمن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبد اللہ نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ میں نے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی وادی قرمیٰ کی زمین، ان کی خیر کی زمین کے بدلہ میں بیچی تھی۔ پھر جب ہم نے بیچ کر لی تو میں اٹھے پاؤں ان کے گھر سے اس خیال سے باہر نکل گیا کہ کہیں وہ بیچ فتح نہ کر دیں۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ یہ تھا کہ بیچنے اور خریدنے والے کو (بیچ توڑنے کا) اختیار اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہماری خرید و فروخت پوری ہو گئی اور میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ (اس تبادلہ کے نتیجے میں) میں نے ان کی پہلی زمین سے (انہیں تین دن کے سفر کی دوری پر شہود کی زمین کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اور انہوں نے مجھے (میری مسافت کم کر کے) مدینہ سے صرف تین دن کے سفر کی دوری پر لا چھوڑا تھا۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بِعْتُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ مَالًا بِالْوَادِي بِمَالٍ لَهُ بِخَيْرٍ، فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ خَوْشِيَةً أَنْ يُرَادَنِي الْبَيْعُ، وَكَانَتْ السَّنَةُ أَنْ الْمُتَبَايِعِينَ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَنْفَرُوا، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعَهُ رَأَيْتُ أَنِّي لَقَدْ غَبَنْتُهُ بِأَنِّي سَفَقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُودَ بِنَلَاثِ لَيَالٍ، وَسَافَقِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِنَلَاثِ لَيَالٍ)). [راجع: ۲۱۰۷]

مشیح شروع باب میں جو دو صورتیں مذکور ہوئی ہیں ان دونوں صورتوں میں اب بائع کو فتح بیچ کا اختیار نہ رہے گا کیونکہ اس نے مشتری کے تصرف پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ سکوت کیا۔ باب کی حدیث میں صرف یہ ذکر ہے، مگر اعتقاد کو بہہ پر قیاس کیا۔ دونوں تبرع کی قسم میں سے ہیں۔ اور اس باب کے لانے سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ باب کی حدیث سے خیار مجلس کی نفی نہیں ہوتی۔ جس کا ثبوت اوپر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ خیار اس واسطے جاتا رہا کہ مشتری نے تصرف کیا اور بائع نے سکوت کیا تو اس کا سکوت مصلح خیار ہو گیا۔ ابن بطلان نے کہا جو لوگ کہتے ہیں کہ بغیر تفرق ابدان کے بیچ پوری نہیں ہوتی وہ مشتری کا تصرف قبل از تفرق جائز نہیں رکھتے۔ اور یہ حدیث ان پر حجت ہے۔ اب رہا قبضہ سے پہلے بیچ کرنا، تو امام شافعی رضی اللہ عنہ اور محمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک مطلقاً درست نہیں، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ابو یوسف رضی اللہ عنہما کے نزدیک منقول کی بیچ درست نہیں غیر منقول کی درست ہے۔ اور ہمارے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور اوزاعی اور اسحاق اور ابی یوسف کی حدیث کا یہ قول ہے کہ ناپ اور تول کی جو چیز کچی ہیں، ان کا قبضہ سے پہلے بیچنا درست نہیں باقی چیزوں کا درست ہے۔ قطلانی نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تو ان صحیح حدیثوں کے معارض نہیں جن سے خیار مجلس ثابت ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ عقد بیچ کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تھوڑی دیر کے لیے آگے یا پیچھے بڑھ گئے ہوں، اس کے بعد یہ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ (وحیدی)

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ اونٹ لے کر اسی وقت ان کے صاحب زادے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بہہ کر دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا تو بیچ درست ہو گئی اور خیار مجلس باقی نہ رہا۔ آخر باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک معاملہ کا ذکر ہے جس میں مذکور وادی قرمیٰ ایک بستی ہے جو کہ قریب، یہ جگہ مدینہ سے چھ سات منزل پر ہے، اور ثمود کی قوم کے زمانہ میں اس جگہ آبادی تھی۔ قطلانی نے کہا کہ واقعہ مذکور کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ بائع اور مشتری کو اپنے ارادے سے جدا ہونا

درست ہے۔ یا بیع کا رخ کرنا۔

۴۸- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِذَاعِ فِي الْبَيْعِ

باب :- خرید و فروخت میں دھوکہ دینا
مکروہ ہے

(۲۱۱۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن دینار نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص (حبان بن منقذ رضی اللہ عنہما) نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ وہ اکثر خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے ان سے فرمایا کہ جب تم کسی چیز کی خرید و فروخت کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ ”بھائی دھوکہ اور فریب کا کام نہیں۔“

۲۱۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ ، فَقَالَ : ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ)).

[أطرافه في : ۲۴۰۷، ۲۴۱۴، ۶۹۶۴].

تصحیح کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور تو جو چیز خریدے اس میں تجھے تین دن تک اختیار ہو گا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص کو اسباب کی قیمت معلوم نہ ہو، اور وہ تمہاری قیمت زیادہ دے یا ایک سدس تو وہ اسباب بائع کو پھیر سکتا ہے۔ اور حنفیہ اور شافعیہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ یہ حبان بن منقذ رضی اللہ عنہما صحابی تھے، جنگ احد میں ان کے سر میں زخم آیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی عقل میں فتور آ گیا۔ (وحیدی)

باب بازاروں کا بیان

اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے، تو میں نے (اپنے اسلامی بھائی سے) پوچھا کہ کیا یہاں کوئی بازار ہے؟ ”اُس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے بازار بتا دو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ مجھے بازار کی خرید و فروخت نے غافل رکھا۔

مقصد باب یہ کہ تجارت کے لئے بازاروں کا وجود مذموم نہیں بلکہ ضروری ہے کہ بازار قائم کئے جائیں۔

(۲۱۱۸) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے محمد بن سوقة نے، ان سے نافع بن جبیر بن مطعم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قیامت کے قریب ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ مقام بیداء میں پہنچے گا، تو انہیں اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ میں نے

۴۹- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قُلْتُ : هَلْ مِنْ سَوْقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ : سَوْقٌ قَيْنِقَاعَ . وَقَالَ أَنَسٌ : قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ذُلُونِي عَلَى السُّوقِ . وَقَالَ عُمَرُ : أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ .

۲۱۱۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَوْقَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((يَغْزُو جَيْشُ الْكَعْبَةِ ، فَإِذَا كَانُوا بَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخَسِّفُ

کہا، یا رسول اللہ! اسے شروع سے آخر تک کیونکر دھنسیا جائے گا جب کہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو ان لشکریوں میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا۔ پھر ان کی نیتوں کے مطابق وہ اٹھائے جائیں گے۔

بِأَوْلِهِمْ وَآخِرِهِمْ)). قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يُخَسَفُ بِأَوْلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: ((يُخَسَفُ بِأَوْلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُنْعَوْنَ عَلَى نِيَاتِهِمْ)).

سوا کعب میں بازاروں کا وجود ثابت ہوا۔ یہی مقصد باب ہے۔

(۲۱۱۹) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے درجوں میں کچھ اوپر بیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص اچھی طرح وضوء کرتا ہے پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے۔ نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے۔ یا اس کی وجہ سے ایک گناہ اس کا معاف ہوتا ہے۔ اور جب تک ایک شخص اپنے اس محلے پر بیٹھا رہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے برابر اس کے لئے رحمت کی دعائیں یوں کرتے رہتے ہیں۔ ”اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔“ یہ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک وہ وضوء توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ جتنی دیر تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے وہ سب نمازی میں شمار ہوتا ہے۔

۲۱۱۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((صَلَاةٌ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سَوَاقِهِ وَبَيْنَهُ بَصْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بَأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَ بِهَا دَرَجَةً، أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَاةِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحَدِّثْ فِيهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ. وَقَالَ: أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ تَحْسِنُهُ)). [راجع: ۱۷۶]

حدیث ہذا میں بھی بازاروں کا ذکر آیا۔ اور بوقت ضرورت وہاں نماز پڑھنے کا بھی ذکر آیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں بازاروں کا وجود قائم رکھا گیا۔ اور وہاں آنا جانا، خرید و فروخت کرنا بھی تاکہ امور تمدنی کو ترقی حاصل ہو۔ مگر بازاروں میں جھوٹ، کمرہ فریب بھی لوگ بکثرت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے بازار کو بدترین زمین قرار دیا گیا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

(۲۱۲۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ بازار میں تھے۔ کہ ایک شخص

۲۱۲۰ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

نے پکارا یا ابوالقاسم! آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ (کیونکہ آپ کی کنیت بھی ابوالقاسم ہی تھی) اس پر اس شخص نے کہا کہ میں نے تو اس کو بلایا تھا۔ (یعنی ایک دوسرے شخص کو جو ابوالقاسم ہی کنیت رکھتا تھا) آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت تم اپنے لئے نہ رکھو۔

﴿فِي السُّوقِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْنُوا بِكُنْيَتِي)).﴾
[طرفاء فی: ۲۱۲۱، ۳۵۳۷].

اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کا بازار میں تشریف لے جانا مذکور ہے۔ ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت بازار جانا برا نہیں ہے۔ مگر وہاں امانت و دیانت کو قدم قدم پر ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۲۱۲۱) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے حمید نے، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے بیع میں (کسی کو) پکارا ”اے ابوالقاسم!“ نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، تو اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پکارا، اس دوسرے آدمی کو پکارا تھا۔ آپ نے فرمایا، میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھا کرو۔

۲۱۲۱ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا رَجُلٌ بِالْبَيْعِ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ، قَالَ: ((سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْنُوا بِكُنْيَتِي)). [راجع: ۲۱۲۰]

اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس میں آپ کے بازار جانے کا ذکر ہے یعنی بیع میں۔ بعض نے کہا کہ اسی زمانہ میں بیع میں بھی بازار لگاتا تھا۔ کنیت کے بارے میں یہ حکم آپ کی حیات مبارکہ تک تھا۔ جیسا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

(۲۱۲۲) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن یزید نے، ان سے نافع بن جبیر بن مطعم نے اور ان سے ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ دن کے ایک حصہ میں تشریف لے چلے۔ نہ آپ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے آپ سے۔ اسی طرح آپ بنی قینقاع کے بازار میں آئے پھر (واپس ہوئے اور) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے، اور فرمایا، وہ بچہ کہاں ہے، وہ بچہ کہاں ہے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا (کسی مشغولیت کی وجہ سے فوراً) آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں۔ میں نے خیال کیا، ممکن ہے حسن رضی اللہ عنہ کو کرتا وغیرہ پسناری ہوں یا نسلاری ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد حسنؓ دوڑتے ہوئے آئے، آپ نے ان کو سینے سے لگا لیا، اور بوسہ لیا۔ پھر فرمایا، اے اللہ! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھے۔

۲۱۲۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مَطْعَمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِي وَلَا أَكَلِمُهُ، حَتَّى أَتَى سَوْقَ بَنِي قَيْنِقَاعَ، فَجَلَسَ بِنَاءَ بَيْتِ فَاطِمَةَ فَقَالَ: ((أَنْتُمْ لُكْعُ، أَنْتُمْ لُكْعُ؟)) فَحَبَسْتُهُ شَيْئًا، فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تَلْبَسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ، فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ أَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ)) قَالَ سُفْيَانٌ: قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى

نَافِعُ بْنُ جَبْرِ أَوْ تَوْرَ بَرَكَةَ.

[طرفہ فی: ۵۸۸۴].

۲۱۲۳- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ: أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرَّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَبِعَتْ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبْنُوهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتَّى يَنْقَلَوْهُ حَيْثُ يَبَاغِ الطَّعَامُ.

[اطرافہ فی: ۲۱۳۱، ۲۱۳۷، ۲۱۶۶،

۲۱۲۴- قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ أَنْ يَبَاغِ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.

[اطرافہ فی: ۲۱۲۶، ۲۱۳۳، ۲۱۳۶].

سفیان نے کہا کہ عبد اللہ نے مجھے خبر دی، انہوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا کہ انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک ہی رکعت پڑھی تھی۔

(۲۱۲۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو ضمیر انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غلہ قافلوں سے خریدتے تو آپ ان کے پاس کوئی آدمی بھیج کر وہیں پر جہاں انہوں نے غلہ خریدا ہوتا، اس غلے کو بیچنے سے منع فرمادیتے اور اسے وہاں سے لا کر بیچنے کا حکم ہوتا، جہاں عام طور سے غلہ بکتا تھا۔

[۲۱۶۷، ۲۱۳۶].

(۲۱۲۴) کہا کہ ہم سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کو پوری طرح اپنے قبضہ میں کرنے سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا۔

تشییح ان جملہ احادیث مرویہ میں کسی نہ کسی پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بازاروں میں آنا جانا مذکور ہوا ہے۔ نمبر ۲۱۲۹ میں بازاروں میں اور مسجد میں نماز یا جماعت کے ثواب کے فرق کا ذکر ہے حدیث نمبر ۲۱۲۲ میں آنحضرت کا بازار قینقاع میں آنا اور وہاں سے واپسی پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر جانا مذکور ہے جہاں آپ نے اپنے پیارے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کیا اور ان کے لئے وعائے خیر فرمائی۔ الغرض بازاروں میں آنا جانا، معاملات کرنا یہ کوئی مذموم امر نہیں ہے۔ ضروریات زندگی کے لئے بہر حال ہر کسی کو بازار جائے بغیر گزارہ نہیں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اسی امر کا بیان کرنا ہے۔ کیونکہ بیوع کا تعلق زیادہ تر بازاروں ہی سے ہے۔ اسی سلسلے کے مزید بیانات آگے آرہے ہیں۔

باب بازار میں شورو غل مچانا مکروہ ہے

(۲۱۲۵) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلح نے بیان کیا، ان سے بلال بن علی نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے کہ میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفت توریت میں آئی ہیں، ان کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا ہاں! قسم خدا کی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جو قرآن

۵۰- بَابُ كِرَاهِيَةِ السُّخْبِ فِي السُّوقِ

۲۱۲۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو مِنَ الْعَاصِمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قُلْتُ: خَبَرَنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي تَوْرَةٍ، قَالَ: أَجَلٌ، وَاللَّهُ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ

شریف میں مذکور ہیں۔ جیسے کہ ”اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ‘ خوشخبری دیئے والا‘ ڈرانے والا‘ اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ تم نہ بد خو ہو، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور و غل مچانے والے“ (اور تورات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ) وہ (میرا بندہ اور رسول) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا، بلکہ معاف اور درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھی نہ کرائے، یعنی لوگ لالہ الا اللہ نہ کہنے لگیں۔ اور اس کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو پینا، بھرے کانوں کو شنوا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کے پردے کھول دے گا۔ اس حدیث کی متابعت عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہلال سے کی ہے۔ اور سعید نے بیان کیا، ان سے ہلال نے، ان سے عطاء نے کہ ”غلف“ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پردے میں ہو۔ سیف اغلف نے کہ ”غلفاء اسی سے ہے اور ”رجل اغلف“ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔

فِي التَّوَارِقِ بَعْضُ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ : يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحِزْرًا لِلْأُمِّيِّينَ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكَّلَ، لَيْسَ بَفِظٍ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَذْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَغْفِرُوا وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَرَجَاءَ بَأَنْ يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُفْتَحَ بِهَا أَعْيُنَ غَمِّيْ وَأَذَانُ صَمِّ وَقُلُوبٌ غُلْفٌ)). تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلَالٍ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ. غُلْفٌ: كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلَافٍ، سَيْفٌ أَغْلَفُ، وَقَوْمٌ غُلْفَاءُ، وَرَجُلٌ أَغْلَفٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُونًا. قَالَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ.

[طرفہ بی.: ۴۸۳۸].

تَشْرِيْحٌ | حدیث ہذا میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف جمیلہ میں سے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بازاروں میں غل مچانے والا نہ ہو گا۔ مقصد باب اسی سے ثابت ہوا کہ بازاروں میں جا کر شور و غل مچانا اخلاق فاضلہ کی رو سے مناسب نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں بازار کو بدترین جگہ کہا گیا ہے۔ اس کے باوجود بازاروں میں آنا جانا شان پیغمبری یا امامت کے خلاف نہیں ہے، کافر آنحضرت ﷺ پر اعتراض کیا کرتے تھے ما لہذا الرسول یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق البتہ وہاں شور و غل مچانا خلاف شان ہے۔ حدیث میں مذکور ملت عوجاء سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت مراد ہے۔ پہلے وہ سیدھی تھی پھر عرب کے مشرکوں نے اس کو ٹیڑھا کر دیا۔ ہزاروں کفر اور گمراہی کی باتیں اس میں داخل کر دی تھیں۔ اللہ پاک نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں اس شریعت کو سیدھا کر دیا۔ اس میں جس قدر بھی توہمت اور محدثات شامل کر لئے گئے تھے آپ نے ان سے ملت ابراہیمی کو پاک صاف کر کے اس کی اصلی صورت میں پیش فرما دیا۔ غلاف میں بند تلوار کو سیف اغلف اور پوشیدہ چھپائے ہوئے تیر کو کہتے ہیں۔

باب ناپ تول کرنے والے کی مزدوری بیچنے والے پر اور

۵۱- بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ

دینے والے پر ہے (خریدار پر نہیں)

وَالْمُعْطِي

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”جب وہ انہیں ناپ کر یا تول کر دے“

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ

ہیں۔ تو کم کر دیتے ہیں ”مطلب یہ ہے کہ وہ بیچنے والے خریدنے والوں کے لئے ناپتے اور وزن کرتے ہیں۔ جیسے دوسری آیت میں کلمہ ”یسمعونکم“ سے مراد ”یسمعون لکم“ ہے۔ ویسے ہی اس آیت میں کالواہم سے مراد کالواہم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کھجور ناپ لو اور اپنے اونٹ کی قیمت پوری بھرو۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا، جب تو کوئی چیز بیچا کرے تو ناپ کے دیا کر اور جب کوئی چیز خریدے تو اسے بھی مپوالیا کر

وَزُوْنُهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿۱﴾ یَغْنَى كَالْوَا لِهِمْ
وَزَوْنَا لَهُمْ كَقَوْلِهِ: ﴿يَسْمَعُونَكُمْ﴾
يَسْمَعُونَ لَكُمْ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَكْتَالُوا
حَتَّى تَسْتَوْفُوا))، وَتَذَكَّرْ عَنْ غُفْمَانَ
رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا
بَعْتَ فِكْلًا، وَإِذَا ابْتَعْتَ فَآكْتَلْ)).

آنحضرت ﷺ نے طارق عبداللہ حمار بنی اور ان کے ساتھیوں سے کھجور کے بدل ایک اونٹ خریدا تھا۔ ایک شخص کے ہاتھ اس کے پاس کھجور بھیجی اور یہ کہلا بھیجا کہ اپنا حق اچھی طرح ناپ لو۔ اس روایت سے یہ نکلا کہ ناپنا اسی کا کام ہے جو جنس دے۔ اس حدیث کو نسائی اور ابن حبان نے وصل کیا ہے۔ (وحیدی)

(۲۱۲۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی شخص کسی قسم کا غلہ خریدے تو جب تک اس پر پوری طرح قبضہ نہ کر لے، اسے نہ بیچے۔

۲۱۲۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
قَالَ: ((مَنْ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى
يَسْتَوْفِيَهُ)). [راجع: ۲۱۲۶]

(۲۱۲۷) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہمیں جریر نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں عامر شعبی نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ (میرے باپ) شہید ہو گئے۔ تو ان کے ذمے (لوگوں کا) کچھ قرض باقی تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ کوشش کی کہ قرض خواہ کچھ اپنے قرضوں میں معافی کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہی چاہا لیکن وہ نہیں مانے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اپنی تمام کھجور کی قسموں کو الگ الگ کر لو۔ عجوہ (ایک خاص قسم کی کھجور) کو الگ رکھ اور عذق زید (کھجور کی ایک قسم) کو الگ کر۔ پھر مجھ کو بلا بھیج۔ میں نے ایسا ہی کیا اور نبی کریم ﷺ کو کہلا بھیجا۔ آپ تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر پر پانچ میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ اب ان قرض خواہوں کو ناپ کر دو۔ میں نے ناپنا شروع

۲۱۲۷- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ
عَنْ مَغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((تَوَفَّى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو
بَنِ حَرَامٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاسْتَعْنَتْ
النَّبِيُّ ﷺ عَلَى غُرْمَائِهِ أَنْ يَضْعُوا مِنْ دَيْنِهِ
فَطَلَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوا، فَقَالَ
لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((أَذْهَبْ فَصَنَّفْ تَمْرَكَ
أَصْنَافًا: الْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ، وَعِذْقَ زَيْدٍ
عَلَى حِدَةٍ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَيَّ)). فَفَعَلْتُ، ثُمَّ
أَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَجَاءَ فَجَلَسَ عَلَيَّ
أَعْلَاهُ أَوْ فِي وَسْطِهِ ثُمَّ قَالَ: ((كُلْ))

کیا۔ جتنا قرض لوگوں کا تھا، میں نے سب ادا کر دیا۔ پھر بھی تمام کھجور جوں کی توں تھی۔ اس میں سے ایک دانہ برابر کی بھی کمی نہیں ہوئی تھی۔ فراس نے بیان کیا، ان سے شجعی نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ ”برابر ان کے لئے تولتے رہے، یہاں تک کہ ان کا پورا قرض ادا ہو گیا۔“ اور ہشام نے کہا، ان سے وہب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کھجور توڑ اور اپنا قرض پورا ادا کر دے۔

لِقَوْمٍ))، فَكَلْتُهُمْ حَتَّىٰ أُوفِيْتَهُمَ الَّذِي لَهُمْ ، وَبَقِيَ تَمْرِي كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ. وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّىٰ أَذَى)). وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهَبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((جُدَّ لَهُ فَأَوْفِيَ لَهُ)).

[أطرافه في : ٢٣٩٥، ٢٣٩٦، ٢٤٠٥،

٢٦٠١، ٢٧٠٩، ٢٧٨١، ٣٥٨٠، ٤٠٥٣، ٦٢٥٠.]

تَشِيْح اس حدیث سے جہاں ایک عظیم معجزہ نبوی ثابت ہوا وہاں یہ مسئلہ بھی نکلا کہ اپنے قرض خواہوں کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان کے قرض کے عوض میں کھجوریں دے رہے تھے۔ اور ناپ تول کا کام بھی خود ہی انجام دے رہے تھے۔ اسی سے یہ نکلا کہ ادا کرنے والا ہی خود اپنے ہاتھ سے وزن کرے۔ یہی باب کا مقصد ہے۔

باب ائراج کا ناپ تول کرنا مستحب ہے

(۲۱۲۸) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید نے بیان کیا، ان سے ثور نے، ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے غلے کو ناپ لیا کرو، اس میں تمہیں برکت ہو گی۔

۵۲- بَابُ مَا يَسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

٢١٢٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمَقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَيْلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارِكْ لَكُمْ)).

باب نبی کریم ﷺ کے صلح اور مد کی برکت کا بیان۔ اس

باب میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی نبی کریم

ﷺ سے مروی ہے۔

۵۳- بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ ﷺ

وَمُدَّةٌ فِيهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(۲۱۲۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم انصاری نے اور ان سے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ابراہیم رضی اللہ عنہ نے مکہ کو حرام قرار دیا۔ اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ میں بھی مدینہ کو اسی طرح حرام قرار دیتا ہوں جس طرح

٢١٢٩- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ

المَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مَدْنَاهَا وَصَاعِيهَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ)).

ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا۔ اور اس کے لئے اس کے مد اور صاع (غلہ ناپنے کے دو پیمانے) کی برکت کے لئے اسی طرح دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی تھی۔

معلوم ہوا کہ ناپ تول کے لئے صاع اور مد کا دستور عہد رسالت میں بھی تھا۔ جن میں برکت کیلئے آپ نے دعا فرمائی، اور مدینہ کیلئے آپ نے دعا فرمائی جو اسی طرح قبول ہوئی، جس طرح مکہ شریف کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اللہ نے قبول فرمائی، بلکہ بعض خصوصیات برکت میں مدینہ ممتاز ہے۔ وہاں پانی شہر میں بکثرت موجود ہے۔ آس پاس جنگل سبزہ سے لہلہا رہے ہیں۔ پھر آج کل حکومت سعودیہ غلہ اللہ بٹاہا کی مساعی سے مدینہ ہر لحاظ سے ایک ترقی یافتہ شہر بنتا جا رہا ہے، جو سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اللهم حبب الينا المدينة كحبيبنا مكة او اشد يا الله! مکتہ المکرمة ہی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ڈال دے۔

۲۱۳۰ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَكِّيَّاتِهِمْ، وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدَّتِهِمْ. يَغْنِي أَهْلَ الْمَدِينَةِ)).

۲۱۳۰) مجھ سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! مدینہ والوں کے پیمانوں میں برکت دے، اے اللہ! انہیں ان کے صاع اور مد میں برکت دے۔ آپ کی مراد اہل مدینہ تھے۔

[طرفاہ بی: ۶۷۱۴، ۷۳۳۱].

باب اناج کا بیچنا اور احتکار کرنا کیسا ہے؟

۵۴ - بَابُ مَا يَذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ، وَالْحُكْرَةِ

احتکار کہتے ہیں گرانی کے وقت غلہ خرید کر کے اس کو رکھ چھوڑنا، کہ جب بہت گراں ہو گا تو بیچیں گے۔ اگر ارزانی کے وقت خرید کر کے رکھ چھوڑے تو یہ احتکار منع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر گرانی کے وقت اپنی خانگی ضروریات کے لئے غلہ خرید کر رکھ چھوڑے تو یہ منع نہیں ہے۔ باب کی حدیثوں میں احتکار کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ نے کہا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احتکار کا جواز ثابت کیا، اس حدیث سے کہ غلہ قبضے سے پہلے نہ بیچے یعنی اپنے گھریا دکان میں لانے سے پہلے۔ تو اگر احتکار حرام ہوتا تو آپ یہ حکم نہ فرماتے بلکہ خریدتے ہی بیچنے کا حکم دے دیتے۔ اور شاید ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نکالا کہ احتکار وہی کرتا ہے جو گنہگار ہے اور ابن ماجہ اور حاکم نے نکالا کہ جو کوئی مسلمانوں پر ان کا کھانا احتکار کرے گا، اللہ اس پر جدام کی بیماری ڈالے گا۔ (وحیدی)

احتکار کی بحث میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وکل ذالک مشعر بان الاحتکار انما يمنع فی حالة مخصوصة بشروط مخصوصة وقد ورد فی ذم الاحتکار احادیث منها حدیث معمر المذکور اولاً و حدیث عمر مرفوعاً من احتکر علی المسلمین طعامهم ضربه اللہ بالجذام والافلاس رواہ ابن ماجة و اسنادہ حسن، عنہ مرفوعاً قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون اخرجه ابن ماجة والحاکم و اسنادہ ضعیف و عن ابن عمر مرفوعاً من احتکر اربعین ليلة فقد بری من اللہ و بری منه اخرجه احمد والحاکم و فی اسنادہ مقال و عن ابی ہریرة مرفوعاً من

احتکار حکمران پرید ان بغالی بها علی المسلمین فهو خاطی و اخرجه الحاکم

یعنی یہاں مذکورہ مباحث سے ظاہر ہے کہ احتکار حالات مخصوصہ میں شرائط مخصوصہ کے ساتھ منع ہے اور احتکار کی مذمت میں کئی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ معمر کی حدیث مذکور ہے۔ نیز حضرت عمرؓ سے مروی روایت ہے کہ جس نے مسلمانوں پر غلہ کو روک لیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ جذام کے مرض اور افلاس میں مبتلا کرے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ غلہ کا بازار میں لا کر فروخت کرنے والا روزی دیا گیا ہے اور غلہ کو روکنے والا طعون ہے اور یہ بھی ہے کہ جس نے چالیس رات تک غلہ کو روک کر رکھا وہ اللہ سے بری ہو گیا۔ اور اللہ اس سے بری ہے، اور یہ بھی ہے کہ جو گرانی کے انتظار میں غلہ کو روکے وہ گنہگار ہے۔ حالات موجودہ میں احتکار تقریباً بیشتر ممالک میں ایک سنگین قانونی جرم قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ بہت جگہ قحط سالی میں لوگ مبتلا ہیں۔ اسلام آج سے چودہ سو سال پیشتر رفاہ عام کے اس قانون کا اجراء کر چکا ہے۔

سند میں مذکورہ سالم نامی بزرگ تابعین میں سے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ابو عمران ان کی کنیت ہے۔ قریشی عدوی مدنی ہیں۔ فقہائے مدینہ کے سرخیل ہیں، ۶۶ھ میں مدینہ ہی میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

۲۱۳۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مَجَازِفَةً يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبْنُوهُ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ)).

۲۱۳۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَبْنَعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ. قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: ذَرَاهِمٌ بَدْرَاهِمٍ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ)).

۲۱۳۳- حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ:

۲۱۳۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ولید بن مسلم نے خبر دی، انہیں اوزاعی نے، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے، اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان لوگوں کو دیکھا جو اتناج کے ڈھیر (بغیر تولے ہوئے محض اندازہ کر کے) خرید لیتے ان کو مار پڑتی تھی۔ اس لئے کہ جب تک اپنے گھرنہ لے جائیں نہ پیچیں۔

۲۱۳۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، اور ان سے ان کے باپ نے، ان سے ابن عباسؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے غلہ پر پوری طرح قبضہ سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا۔ طاؤس نے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا، کہ یہ تو روپے کا روپوں کے بدلے بیچنا ہوا۔ جب کہ ابھی غلہ تو میعاد ہی پر دیا جائے گا۔

[طرفہ فی : ۲۱۳۵۔]

اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے دو من گیوں عمرو سے دو روپے کے بدلے خریدے اور عمرو سے یہ ٹھہرا کہ دو مہینے بعد گیوں دے۔ اب زید نے وہی گیوں بکر کے ہاتھ چار روپیہ کو بیچ ڈالے تو درحقیقت زید نے گویا دو روپے کو چار روپیہ کے بدلے بیچا۔ جو صریحاً سود ہے۔ کیونکہ گیوں کا ابھی تک وجود ہی نہیں وہ تو دو ماہ کے بعد ملیں گے اور روپیہ کے بدلے روپیہ بک رہا ہے۔

۲۱۳۳- حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ:

۲۱۳۳) مجھ سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے حضرت

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ:
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ
حَتَّى يَفِيضَهُ)). [راجع: ۲۱۲۴]

۲۱۳۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
كَانَ عُمَرُو بْنُ دِينَارٍ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ عِنْدَهُ
صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا، حَتَّى يَجِيءَ
خَازِنُنَا مِنَ الْعَابَةِ. قَالَ سُفْيَانُ هُوَ الَّذِي
حَفِظْتَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ،
فَقَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ
عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُخْبِرُ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الذَّهَبُ بِالْوَرَقِ
رَبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رَبًّا إِلَّا هَاءَ
وَهَاءَ، وَالْتَمَرُ بِالتَّمْرِ رَبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ،
وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رَبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ)).

[طرفاہ فی: ۲۱۷۰، ۲۱۷۴]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا
جو شخص بھی کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ
بیچے۔

(۲۱۳۳) ہم سے علی بن مزینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے
بیان کیا کہ عمرو بن دینار ان سے بیان کرتے تھے، اور ان سے زہری
نے، ان سے مالک بن اوس نے، کہ انہوں نے پوچھا، آپ لوگوں میں
سے کوئی بیع صرف (یعنی دینار، درہم، اشرفی وغیرہ بدلنے کا کام) کرتا
ہے۔ طلحہ نے کہا کہ میں کرتا ہوں، لیکن اس وقت کر سکوں گا جب کہ
ہمارا خزانچی غالبہ سے آجائے گا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری سے ہم
نے اسی طرح حدیث یاد کی تھی۔ اس میں کوئی زیادتی نہیں تھی۔ پھر
انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس نے خبر دی کہ انہوں نے عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے تھے کہ آپ
نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے میں (خریدنا) سود میں داخل ہے۔ مگر یہ
کہ نقد نقد ہو۔ گیسوں گیسوں کے بدلے میں (خریدنا بیچنا) سود میں داخل
ہے مگر یہ کہ نقد نقد ہو۔ کھجور، کھجور کے بدلے میں سود ہے مگر یہ کہ
نقد نقد ہو۔ اور جو، جو کے بدلے میں سود ہے مگر یہ کہ نقد نقد ہو۔

اس حدیث سے یہ نکلا کہ جو اور گیسوں علیحدہ علیحدہ قسمیں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جملہ
الحدیث کا یہی قول ہے۔

باب غلے کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا اور ایسی چیز کو
بیچنا جو تیرے پاس موجود نہیں

۵۵- بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ
، وَيَبِعَ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

باب کی حدیثوں میں اس چیز کی بیع کی ممانعت نہیں ہے جو بائع کے پاس نہ ہو اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو اس طرح
نکال لیا کہ جب قبضے سے پہلے بیچنا درست نہ ہو تو جو چیز اپنے پاس نہ ہو اس کا بھی بیچنا درست نہ ہو گا اور اس باب میں
ایک صریح حدیث مروی ہے جس کو اصحاب سنن نے حکیم بن حزام رحمہ اللہ سے نکالا، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اس چیز کو مت بیچو جو
تیرے پاس نہ ہو۔ اور شاید یہ حدیث حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہ ہوگی، اس وجہ سے اس کو نہ لاسکے۔ (وحیدی)

(۲۱۳۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان
نے بیان کیا، کہا جو کچھ ہم نے عمرو بن دینار سے (سن کر) یاد رکھا ہے
(وہ یہ ہے کہ) انہوں نے طاؤس سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن

۲۱۳۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: الَّذِي حَفِظْتَاهُ مِنْ
عُمَرُو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ:

عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا تھا وہ اس غلہ کی بیج تھی جس پر ابھی قبضہ نہ کیا گیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں تو تمام چیزوں کو اسی کے حکم میں سمجھتا ہوں۔

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ)).

[راجع: ۲۱۳۲]

یعنی کہ کوئی بھی چیز جب خریدی جائے تو قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ بیچا جائے۔

(۲۱۳۶) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو شخص بھی جب غلہ خریدے تو جب تک اسے پوری طرح اپنے قبضہ میں نہ لے لے، نہ بیچے۔ اسماعیل نے یہ زیادتی کی ہے کہ جو شخص کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے۔

۲۱۳۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ)). زَادَ إِسْمَاعِيلُ: ((مَنْ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ)). [راجع: ۲۱۲۴]

باب جو شخص غلہ کا ڈھیر بن ماپے تو لے خریدے وہ جب

تک اس کو اپنے ٹھکانے نہ لائے، کسی کے ہاتھ نہ بیچے اور

اس کے خلاف کرنے والے کی سزا کا بیان

(۲۱۳۷) ہم سے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دیکھا۔ کہ لوگوں کو اس پر تنبیہ کی جاتی جب وہ غلہ کا ڈھیر خرید کر کے اپنے ٹھکانے پر لانے سے پہلے ہی اس کو بیچ ڈالتے۔

۵۶- بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ، وَالْأَدَبِ فِي ذَلِكَ

۲۱۳۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَبْتَاعُونَ [طرفہ بی: ۲۲۵۶، ۳۸۴۳]

تشریح حدیث سے یہ نکلا کہ حاکم اسلام بیع فاسد پر سزا دے سکتا ہے۔ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جو چیز اندازے سے بن ماپے تول خریدی جائے اس کو قبضے سے پہلے بیچ سکتا ہے۔ اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے۔

باب اگر کسی شخص نے کچھ اسباب یا ایک جانور خرید اور

۵۷- بَابُ إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً

اس کو بائع ہی کے پاس رکھو ادا وہ اسباب تلف ہو گیا یا جانور مر گیا اور ابھی مشتری نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا بیع کے وقت جو مال زندہ تھا اور بیع میں شریک تھا۔ وہ اگر تلف ہو گیا تو خریدار پر پڑے گا۔ (بائع اس کا تاوان نہ دے گا)

(۲۱۳۸) ہم سے فروہ بن ابی مغراء نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو علی بن مسر نے خبر دی، انہیں ہشام نے، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایسے دن (کئی زندگی میں) بہت ہی کم آئے جن میں نبی کریم ﷺ صبح وشام میں کسی نہ کسی وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر جب آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی۔ تو ہماری گھبراہٹ کا سبب یہ ہوا کہ آپ (معمول کے خلاف اچانک) ظہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ کی آمد کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی کریم ﷺ اس وقت ہمارے یہاں کوئی نئی بات پیش آنے ہی کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔ جب آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت جو لوگ تمہارے پاس ہوں انہیں ہٹا دو۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہاں تو صرف میری یہی دو بیٹیاں ہیں یعنی عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما۔ اب آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے مجھے تو یہاں سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنہیں میں نے نکلنے ہی کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ آپ ان میں سے ایک لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا، قیمت کے بدلے میں، میں نے ایک اونٹنی لے لی۔

حدیث سے یہ نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اونٹنی مول لے کر ان ہی کے پاس رکھو ادا، تو باب کا یہ مطلب کہ کوئی چیز خرید کر کے بائع کے پاس رکھو ادا اس سے ثابت ہوا۔

باب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیع میں دخل اندازی نہ کرے اور اپنے بھائی کے بھاؤ لگاتے وقت اس

فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ، أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَجْمُوعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

۲۱۳۸ - حَدَّثَنَا فَرَوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَقَلَّ يَوْمَ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، إِلَّا يَأْتِي فِيهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفِي النَّهَارِ، فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ لَمْ يَرْعْنَا إِلَّا وَقَدْ آتَانَا ظَهْرًا، فَخَبَّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لِأَمْرٍ حَدَثَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ. قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ، يَغْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءُ. قَالَ: أَشَعْرَتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ؟ قَالَ: الصُّحْبَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: الصُّحْبَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ أَعَدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ، فَخُذْ إِحْدَاهُمَا. قَالَ: قَدْ أَخَذْتَهَا بِالْأَمْنِ)).

[راجع: ۴۷۶]

۵۸- بَابُ لَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ، حَتَّى

يَا ذَن لَهٗ اَوْ يَتْرُكْ

کے بھاؤ کو نہ بگاڑے جب تک وہ اجازت نہ دے یا چھوڑ نہ

دے۔

یعنی پہلا بائع اگر اجازت دے کہ تم بھی اپنا مال اس خریدار کو بتلاؤ، بیچو تو بیچنا درست ہے۔ اسی طرح اگر پہلا خریدار اس چیز کو چھوڑ کر چلا جائے نہ خریدے تو دوسرے کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ حرام ہے۔ امام اوزاعی نے کہا یہ امر مسلمان بھائی کے لئے خاص ہے۔ اور جسور نے اس کو عام رکھا ہے۔ کیونکہ یہ امر اخلاق سے بعید ہے کہ ایک شخص اپنا مسلمان بیچ رہا ہے یا کوئی شخص کچھ خرید رہا ہے ہم بیچ میں جا کو دیں۔ اور اس کا فائدہ نہ ہونے دیں۔

۲۱۳۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أُخِيهِ)).

۲۱۳۹) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید و فروخت میں دخل اندازی نہ کرے۔

[طرفہ فی : ۳۱۶۵، ۵۱۴۲]۔

۲۱۴۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، أَنْ يَبِيعَ خَاصِرٌ لِبَادٍ. وَلَا تَنَاجَشُوا. وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أُخِيهِ. وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أُخِيهِ. وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخِيهَا لِكُفٍّ مَا فِي إِبَانِهَا)).

۲۱۴۰) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال و اسباب بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر دوسرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے میں مداخلت نہ کرے۔ کوئی شخص (کسی عورت کو) دوسرے کے پیغام نکاح ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ بھیجے۔ اور کوئی عورت اپنی کسی دینی بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلوائے کہ اس کے حصہ کو خود حاصل کر لے۔

[أطرفہ فی : ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱]،

۲۱۶۰، ۲۱۶۲، ۲۱۷۲، ۲۷۲۸]۔

[۵۱۴۴، ۵۱۵۲، ۶۶۰۱]۔

یعنی باہر والے جو غلہ یا اشیاء باہر سے لاتے ہیں، وہ اکثر بستی والوں کے ہاتھ سستا بیچ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اب کوئی شہر والا ان کو برکائے اور کے ابھی نہ بیچو، یہ مال میرے سپرد کر دو، میں اس کو منگنا بیچ دوں گا۔ تو اس سے منع فرمایا، کیونکہ یہ بستی والوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ محض بھاؤ بگاڑنے کے لئے بولی چڑھا دیتے ہیں۔ اور ان کی نیت خریدنے کی نہیں ہوتی۔ یہ سخت گناہ ہے اپنے دوسرے بھائی کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کے لئے کسی مرد نے پیغام نکاح دیا ہے تو کوئی دوسرا اس کو پیغام نہ دے کہ یہ بھی اپنے بھائی کی حق تلفی ہے۔ اسی طرح کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اس کی پہلی موجودہ بیوی کو طلاق دلوانے کی شرط لگائے کہ یہ اس بہن کی سخت حق تلفی ہے۔ اس صورت میں وہ

عورت اور مرد ہر دو گنہگار ہوں گے۔

۵۹- بابُ بَيْعِ الْمُرَايَدَةِ

وَقَالَ غَطَاءٌ: أَذْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا
بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ لِمَنْ يَرِيدُ.

۲۱۴۱- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ
الْمَكْبِيُّ عَنْ غَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ
جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ
رَجُلًا أَغْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ ذُبْرِ فَاحْتِاجٍ،
فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ يَشْتَرِيهِ
مِثِّي؟)) فَاشْتَرَاهُ نَعِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِكَذَا
وَكَذَا، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ)).

[أطرافه في : ۲۲۳، ۲۳۲۱، ۲۴۰۳،

۲۴۱۵، ۲۵۳۴، ۶۷۱۶، ۶۹۴۷،

[۷۱۸۶]

نسیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درہم کا لیا، جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اس کو کون خریدتا ہے، تو یہ نیلام ہی ہوا۔ اور اسماعیل کا اعتراض دفع ہو گیا کہ حدیث سے نیلام ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں یہ نہیں ہے کہ لوگوں نے مول بڑھانا شروع کیا، اور مدبر کی بیچ کا جواز نکلا، امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ہمارے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے، لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدبر کی بیچ درست نہیں ہے۔ تفصیل آ رہی ہے۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ لمان تقدم في الباب قبله النهي عن السوم اراد ان يبين موضع التحريم منه وقد اوضحته في الباب الذي قبله وورد في البيع فيمن يزيد حديث انس انه صلى الله عليه وسلم باع حلسا وقدحا وقال من يشتري هذا الحلس والقدح فقال رجل اخذتهما بدرهم فقال من يزيد على درهم فاعطاه رجل درهمين فباعهما منه اخرجه احمد واصحاب السنن مطولا ومختصرا واللفظ للترمذي وقال حسن وكان المصنف اشار بالترجمة الى تضعيف ما اخرجه البزار من حديث سليمان بن وهب سمعت النبي صلى الله عليه وسلم ينهى عن بيع المرزاة فان في اسناده ابن لهيعة وهو ضعيف (فتح)

چونکہ پچھلے باب میں بھاء پر بھاء بڑھانے سے نہی گذر چکی ہے لہذا مصنف نے چاہا کہ حرمت کی وضاحت کی جائے اور میں اس سے پہلے باب میں اس پر کی وضاحت کر چکا ہوں۔ یہاں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے نیلام کا بیان شروع فرمایا۔ اور اس کا جواز ثابت کیا۔ اور اس بیچ کے بارے میں انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث بھی مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک پرانا ٹاٹ اور ایک پیالہ نیلام فرمایا۔ اور ایک آدمی نے ان کی بولی ایک درہم لگائی۔ آپ کے دوبارہ اعلان پر دوسرے آدمی نے دو درہموں کی بولی لگا دی۔ اور آپ نے ہر دو

باب نیلام کرنے کے بیان میں۔

اور عطاء نے کہا، کہ میں نے دیکھا لوگ مال غنیمت کے نیلام کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے

(۲۱۴۱) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں حسین مکتب نے خبر دی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے، اور انہیں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنے مرنے کے بعد کی شرط کے ساتھ آزاد کیا۔ لیکن اتفاق سے وہ شخص مفلس ہو گیا، تو نبی کریم ﷺ نے اس کے غلام کو لے کر فرمایا، کہ اسے مجھ سے کون خریدے گا۔ اس پر نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے اتنی اتنی قیمت پر خرید لیا۔ اور آپ نے غلام ان کے حوالہ کر دیا۔

چیزیں اس کو دے دیں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اشارہ فرمایا ہے کہ مسند بزار میں سفیان بن وہب کی روایت سے جو حدیث موجود ہے جس میں نیلام کی بیع سے ممانعت وارد ہے وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ابن ابیہ ہے جو ضعیف ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح مشہور ترین تابعی ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے جلیل القدر فقیہ ہیں۔ آخر عمر میں ٹھیکہ ہو گئے تھے۔ امام اوزاعی کا قول ہے کہ ان کی وفات کے وقت ہر شخص کی زبان پر ان کا ذکر خیر تھا۔ اور سب ہی لوگ ان سے خوش تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے علم کے خزانوں کا مالک حضرت عطاء بن ابی رباح کو بنایا جو جیسی تھے۔ علم اللہ کی دین ہے جسے چاہے وہ دے دے۔ سلمہ بن کیسب نے کہا 'عطاء' طاؤس، مجاہد رحمہم اللہ وہ بزرگ ہیں جن کے علم کی فرض و غایت صرف خدا کی ذات تھی۔ ۸۸ سال کی عمر میں ۵۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

باب نجش یعنی دھوکا دینے کے لیے قیمت بڑھانا کیسا ہے؟
اور بعض نے کہا یہ بیع ہی جائز نہیں۔

۶۰۔ بابُ النَجْشِ. وَمَنْ قَالَ: لَا

يَجُوزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ

اور ابن ابی اوفیٰ نے کہا کہ "نَجْش" سود خوار اور خائن ہے۔ اور نجش فریب ہے، خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: ((النَّجْشُ أَكْبَلُ رِبَا حَائِنٍ)). وَهُوَ خِدَاغٌ بَاطِلٌ لَا يَجُزُّ.
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْحَدِيثُ فِي النَّارِ، وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رِبَا)).

تفسیر دھوکے کی بیع یہ ہے کہ مثلاً پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا چھل دریا میں جاری ہے یا ہرن جنگل میں بھاگ رہا ہے۔ اس کو پکڑنے سے پہلے بیچ ڈالے، اسی طرح اس غلام یا لونڈی کو جو بھاگ گیا ہو۔ اور اسی میں داخل ہے بیع معدوم اور مجہول کی اور جس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ اور جبل الجبلہ کی بیع جاہلیت میں مروج تھی۔ اس کی تفسیر آگے خود حدیث میں آ رہی ہے۔ باب کی حدیث میں دھوکے کی بیع کا ذکر نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو جبل الجبلہ کی ممانعت سے نکال لیا۔ اس لئے کہ وہ بھی دھوکے کی ایک قسم ہے۔ ممکن ہے کہ اونٹنی نہ بنے یا اس کا جو پچہ پیدا ہو وہ نہ بنے۔ اور شاید امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد نے ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے سل بنیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں صاف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ بعض نے جبل الجبلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ کسی اونٹنی کے حمل کے حمل کو فی الحال بیچ ڈالے مثلاً یوں کہے کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں جو پچہ ہے۔ اسکے پیٹ کے پچہ کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا۔ یہ بھی منع ہے۔ اس لئے کہ وہ معدوم اور مجہول کی بیع ہے۔ اور بیع فریب یعنی دھوکے کی بیع میں داخل ہے۔ (وحیدی)

(۲۱۴۲) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "نجش" سے منع فرمایا تھا۔

۲۱۴۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ، عَنِ النَّجْشِ)). [طرفہ فی: ۶۹۶۳].

تفسیر نجش خاص طور پر شکار کو بھڑکانے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں ایک خاص مضمون شرعی کے تحت یہ مستعمل ہے۔ وہ مضمون یہ ہے کہ کچھ تاجر اپنے نفل کو ایجنٹ مقرر کر دیتے ہیں جن کا کام یہی ہوتا ہے کہ ہر ممکن صورت میں خریدنے والوں کو دھوکہ

دے کر زیادہ قیمت وصول کرائیں۔ ایسے ایجنٹ بعض دفعہ گاہک کی موجودگی میں اس چیز کا دام بڑھا کر خریدار بنتے ہیں۔ حالانکہ وہ خریدار نہیں ہیں۔ گاہک دھوکہ میں آکر بڑھے ہوئے داموں پر وہ چیز خرید لیتا ہے۔ الغرض بیع میں دھوکہ فریب کی جملہ صورتیں سخت ترین گناہ کبیرہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ شریعت نے سختی سے ان کو روکا ہے۔

باب :- دھوکے کی بیع اور حمل کی

بیع کا بیان

(۲۱۴۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ اس بیع کا طریقہ جاہلیت میں رائج تھا۔ ایک شخص ایک اونٹ یا اونٹنی خریدتا اور قیمت دینے کی میعاد یہ مقرر کرتا کہ ایک اونٹنی جنے پھر اس کے پیٹ کی اونٹنی بڑی ہو کر جنے۔

۶۱- بَابُ بَيْعِ الْفَرَرِ ، وَحَبْلِ
الْحَبَلَةِ

۲۱۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبْلِ الْحَبَلَةِ ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَّبِعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ : كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْحَزْوَرَ إِلَى أَنْ تَنْتَجِ النَّاقَةُ، ثُمَّ تَنْتَجِ الْبَنِي فِي بَطْنِهَا)).

اسلام سے پہلے عرب میں یہ دستور بھی تھا کہ حاملہ اونٹنی کے حمل کو بیچ دیا جاتا۔ اس بیع کو دھوکے کی بیع قرار دے کر منع کیا گیا۔ حدیث بالا کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ کسی قرض وغیرہ کی مدت حاملہ اونٹنی کے حمل کے پیدا ہونے پھر اس پر پیدا ہونے والی اونٹنی کے پچھنے کی مدت مقرر کی جاتی تھی، یہ بھی ایک دھوکے کی بیع تھی، اس لئے اس سے بھی منع کیا گیا۔

باب بیع ملامتہ کا بیان اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ

۶۲- بَابُ بَيْعِ الْمَلَامَسَةِ. قَالَ

أَنَسٌ : نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ

نے اس سے منع فرمایا ہے

(۲۱۴۴) ہم سے سعید بن سفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عامر بن سعید نے خبر دی اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے منابذہ کی بیع سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو خریدار ہوتا) پھینکتا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے لٹے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے وہ بیع لازم سمجھی جاتی تھی) اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بیع ملامتہ سے بھی منع فرمایا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ (خریدنے والا) کپڑے کو بغیر

۲۱۴۴- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ غَفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ : ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ الْمُنَابَذَةِ، وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى رَجُلٍ قَبْلَ أَنْ يُقْلَبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ. وَنَهَى عَنِ الْمَلَامَسَةِ لَمَسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ)). [راجع: ۳۶۷]

دیکھے صرف اسے چھو دیتا (اور اسی سے بیع لازم ہو جاتی تھی اسے بھی دھوکہ کی بیع قرار دیا گیا۔

(۲۱۳۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو طرح کے لباس پہننے منع ہیں۔ کہ کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھے، پھر اسے مونڈھے پر اٹھا کر ڈال لے (اور شرم گاہ کھلی رہے) اور دو طرح کی بیع سے منع کیا۔ ایک بیع ملامتہ سے اور دوسری بیع منابذہ سے۔

۲۱۴۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى عَنْ لِبْسَتَيْنِ: أَنْ يَخْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، ثُمَّ يَرْفَعُهُ عَلَى مَنْكَبِهِ. وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ: الْمَلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ)).

[راجع: ۳۶۸]

اس روایت میں دوسرے لباس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ اشمال صما ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یعنی ایک ہی کپڑا سارے بدن پر اس طرح پلینا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔ نسائی کی روایت میں بیع ملامتہ کی تفسیروں مذکور ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کے میں اپنا کپڑا تیرے کپڑے کے عوض بیچتا ہوں اور کوئی دوسرے کا کپڑا نہ دیکھے صرف چھوئے۔ اور بیع منابذہ یہ ہے کہ مشتری اور بائع میں یہ ٹھہرے کہ جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینک دوں گا اور جو تیرے پاس ہے وہ میری طرف پھینک دے۔ بس اسی شرط پر بیع ہو جائے اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ دوسرے کے پاس کتنا اور کیا مال ہے۔ (وحیدی)

باب بیع منابذہ کا بیان اور انسؓ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے

اس سے منع فرمایا ہے

(۲۱۳۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان اور ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامتہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا۔

۶۳- بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ.

۲۱۴۶- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ، وَعَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمَلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ)).

[راجع: ۳۶۷]

(۲۱۳۷) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عطاء بن یزید نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے دو طرح کے لباس سے منع فرمایا، اور دو طرح کی بیع، ملامتہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔

۲۱۴۷- حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمَلَامَسَةِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ: الْمَلَامَسَةِ

وَالْمَنَابِذَةُ)). [راجع: ۳۶۷]

تشریح گذشتہ سے پیوستہ حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ اس میں بیج ملاسم اور بیج منابذہ کی ممانعت مذکور ہے۔

باب اونٹ یا بکری یا گائے کے تھن میں دودھ جمع کر رکھنا
بائع کو منع ہے۔

۶۴- بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يُحْفَلَ
الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ

اسی طرح ہر جاندار کے تھن میں (تاکہ دیکھنے والا زیادہ دودھ دینے والا جانور سمجھ کر اسے زیادہ قیمت پر خریدے) اور مصراۃ وہ جانور ہے کہ جس کا دودھ تھن میں روک لیا گیا ہو، اس میں جمع کرنے کے لئے اور کئی دن تک اسے نکالنا نہ گیا ہو، لفظ تصریہ اصل میں پانی روکنے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اسی سے یہ استعمال ہے ”صریت الماء“ (یعنی میں نے پانی کو روک رکھا)

وَكُلُّ مُحْفَلَةٍ وَالْمَصْرَاةِ الَّتِي صُرِّيَ تَبْنُهَا
وَحَفِنَ فِيهِ وَجُمِعَ فَلَمْ يُحْلَبْ أَبَاطًا وَأَصْلُ
التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ ، يُقَالُ مِنْهُ: صَرَيْتُ
الْمَاءَ.

(۲۱۳۸) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بیچنے کے لیے) اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو۔ اگر کسی نے (دھوکہ میں آکر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں۔ چاہے تو جانور کو رکھ لے، اور چاہے تو واپس کر دے۔ اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دودھ کے بدلے دے دے۔ ابو صالح، مجاہد، ولید بن ربیع اور موسیٰ بن یسار سے بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ایک صاع کھجور ہی کی ہے۔ بعض راویوں نے ابن سیرین سے ایک صاع غلہ کی روایت کی ہے۔ اور یہ کہ خریدار کو (صورت مذکورہ میں) تین دن کا اختیار ہو گا۔ اگرچہ بعض دوسرے راویوں نے ابن سیرین ہی سے ایک صاع کھجور کی بھی روایت کی ہے لیکن تین دن کے اختیار کا ذکر نہیں کیا۔ اور (تاوان میں) کھجور دینے کی روایات ہی زیادہ ہیں۔

۲۱۴۸- حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا
اللَيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ
قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
: ((لَا تَصْرُوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنْ ابْتَاعَهَا
بَعْدَ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا:
إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ
تَمْرٍ)). وَيَذَكُرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَمَجَاهِدٍ
وَالْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمَوْسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((صَاعَ تَمْرٍ)).
وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، صَاعًا مِنْ
طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ فَلَائِلًا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ
عَنِ ابْنِ سِيرِينَ: ((صَاعًا مِنْ تَمْرٍ)) وَلَمْ
يَذَكُرْ ((فَلَائِلًا)) وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ.

[راجع: ۲۱۴۰]

نوٹ: لوٹنی ہو یا گدھی ان کے دودھ کے بدلے ایک صاع نہ دیا جائے گا۔ اور حنابلہ نے گدھی کے دودھ کے بدلے صاع دینا لازم نہیں رکھا۔ لیکن لوٹنی میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اور جمہور اہل علم، صحابہ اور تابعین اور مجتہدین نے باب کی

حدیث پر عمل کیا ہے کہ ایسی صورت میں مشتری چاہے تو وہ جانور پھیر دے اور ایک صاع کھجور کا دودھ کے بدل دے دے۔ خواہ دودھ بہت ہو یا کم۔ اور حنفیہ نے قیاس پر عمل کر کے اس صحیح حدیث کا خلاف کیا ہے اور کہتے کیا ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقہ نہ تھے۔ اس لیے ان کی روایت قیاس کے خلاف قبول نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کھلی دھونگا مشقی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم نقل فرمایا ہے اور لطف یہ ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جن کو حنفی فقہ اور اجتہاد میں امام جانتے ہیں، ان سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ اور شاید حنفیہ کو الزام دینے کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ اور خود حنفیہ نے بہت سے مقاموں میں حدیث سے قیاس جلی کو ترک کیا ہے۔ جیسے وضو ہالینیز اور ققنہ میں پھر یہاں کیوں ترک نہیں کرتے۔ اور امام ابن قیم نے اس مسئلہ کے مالہ و ما علیہ پر پوری پوری روشنی ڈالتے ہوئے حنفیہ پر کٹنی رد کیا ہے۔

۲۱۴۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنَبٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَنْ اشْتَرَى شَاةً مُحَقَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا. وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُلْقَى الْبُيُوعُ)). [طرفہ بی: ۲۱۶۴].

۲۱۴۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم سے ابو عثمان نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص ”مصراۃ“ بکری خریدے اور اسے واپس کرنا چاہے تو (اصل مالک کو) اس کے ساتھ ایک صاع بھی دے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ والوں سے (جو مال بیچنے کو لائیں) آگے بڑھ کر خریدنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۱۵۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَلْقُوا الرُّسْبَانَ، وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَتَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ، وَمَنْ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَخْتَلِبَهَا: إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ)). [راجع: ۲۱۴۰]

۲۱۵۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے، اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (تجارتی) قافلوں کی پیشوائی (ان کا سامان شہر پہنچنے سے پہلے ہی خرید لینے کی غرض سے) نہ کرو۔ ایک شخص کسی دوسرے کی بیچ پر بیچ نہ کرے اور کوئی شخص نہ کرے اور کوئی شہری بدوی کا مال نہ بیچے اور بکری کے تھن میں دودھ نہ روکے۔ لیکن اگر کوئی اس (آخری) صورت میں جانور خرید لے تو اسے دوہنے کے بعد دونوں طرح کے اختیارات ہیں۔ اگر وہ اس بیچ پر راضی ہے تو جانور کو روک سکتا ہے۔ اور اگر وہ راضی نہیں تو ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دے کر اسے واپس کر دے۔

۶۵- بَابُ إِنْ شَاءَ رَدُّ الْمَصْرَاةِ، وَفِي حَلَّتِيهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

باب خریدار اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے لیکن اس کے دودھ کے بدلہ میں (جو خریدار نے استعمال کیا ہے) ایک

صاع کھجور دے دے

۲۱۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ

۲۱۵۱) ہم سے محمد بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مکی بن ابراہیم

نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے زیاد نے خبر دی کہ عبد الرحمن بن زید کے غلام ثابت نہیں انہیں خبر دی، کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے ”مصراۃ“ بکری خریدی اور اسے دوہا۔ تو اگر وہ اس معاملہ پر راضی ہے تو اسے اپنے لئے روک لے اور اگر راضی نہیں ہے تو (واپس کر دے اور) اس کے دودھ کے بدلہ میں ایک صاع کھجور دے۔

باب زانی غلام کی بیع کا بیان۔

اور شرح صحیحہ نے کہا کہ اگر خریدار چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے ایسے لونڈی غلام کو واپس پھیر سکتا ہے

کیونکہ یہ بھی ایک عیب ہے۔ شرح کی روایت کو سعید بن منصور نے وصل کیا۔ باب کی حدیث میں گو غلام کا ذکر نہیں۔ مگر امام بخاری رضی اللہ عنہ نے غلام کو لونڈی پر قیاس کیا۔ اور حنفیہ کے نزدیک لونڈی زنا سے پھیری جاسکتی ہے لیکن غلام نہیں پھیرا جاسکتا۔

(۲۱۵۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید مقبری نے خبر دی، ان سے ان کے باپ نے، اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی باندی زنا کرے اور اس کے زنا کا ثبوت (شرعی) مل جائے تو اسے کوڑے لگوائے، پھر اس کو لعنت ملامت نہ کرے۔ اس کے بعد اگر پھر وہ زنا کرے تو پھر کوڑے لگوائے مگر پھر لعنت ملامت نہ کرے۔ پھر اگر تیسری مرتبہ بھی زنا کرے تو اسے بیچ دے چاہے بال کی ایک رسی کے بدلہ ہی میں کیوں نہ ہو۔

(۲۱۵۳، ۲۱۵۴) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ باندی زنا کرے (تو اس کا کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا کہ اسے کوڑے لگاؤ۔ اگر

حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ أَنْ قَاتِبًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ اشْتَرَى غَنَمًا مُصْرَاةً فَاحْتَلَبَهَا، فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلَّتِيهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ)). [راجع: ۲۱۴۰]

۶۶- بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِي

وَقَالَ شَرِيحٌ: إِنْ شَاءَ رَدُّ مِنَ الزَّانَا.

۲۱۵۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُتْرَبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُتْرَبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّلَاثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ يَجْتَلِبُ مِنْ شَعْرٍ)).

[أطرافه في: ۲۱۵۳، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴،

۲۵۵۵، ۶۸۳۷، ۶۸۳۹].

۲۱۵۴، ۲۱۵۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَأِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتِ وَلَمْ تُحْصِنِ

پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ۔ پھر بھی اگر زنا کرے تو اسے بیچ دو‘
اگرچہ ایک رسی ہی کے بدلہ میں وہ فروخت ہو۔ ابن شہاب نے کہا کہ
مجھے یہ معلوم نہیں کہ (بیچنے کے لیے) آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا تھا یا
چوتھی مرتبہ۔

قَالَ: ((إِنْ زَنْتَ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنْتَ
فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنْتَ فَبَيْعُوهَا وَلَوْ
بِضْفِيرٍ)). قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: لَا أُذْرِي بَعْدَ
الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ؟. [راجع: ۲۱۵۲]

[أطرافه في: ۲۲۳۲، ۲۵۵۶، ۶۸۳۸].

ترجمہ ظاہر حدیث سے یہ نکلا ہے کہ اگر لونڈی محض نہ ہو تو اس کو سنگسار کریں۔ حالانکہ لونڈی غلام پر بلا جمع رجم نہیں ہے
کیونکہ خود قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہے۔ ﴿فَإِذَا أَحْصَيْنَ فَإِنَّ آتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْضَنَتِ مِنَ
الْعَذَابِ﴾ (النساء: ۲۵) اور رجم کا نصف نہیں ہو سکتا تو کوڑوں کا نصف مراد ہو گا۔ یعنی پچاس کوڑے مارو۔ بعض نے کہا حدیث کا
ترجمہ یوں ہے اگر لونڈی اپنے تئیں زنا سے نہ بچائے اور زنا کرے۔ (وحیدی)

باب عورتوں سے خرید و فروخت کرنا۔

(۲۱۵۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہمیں شعیب نے خبر دی،
انہیں زہری نے، ان سے عروہ بن زہیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا اور ان سے
عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لائے تو میں نے آپ سے (بریرہ رضی اللہ عنہا کے خریدنے کا)
ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا تم خرید کر آزاد کرو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو
آزاد کرے۔ پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ ”لوگوں کو کیا ہو
گیا ہے کہ (خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی
اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط لگائے گا
جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ شرط باطل ہوگی۔ خواہ سو شرطیں
ہی کیوں نہ لگالے کیونکہ اللہ ہی کی شرط حق اور مضبوط ہے۔“ (اور
اسی کا اعتبار ہے)

۶۸- بَابُ الْبَيْعِ وَالشَّرَاءِ مَعَ النِّسَاءِ
۲۱۵۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا
شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ غُرُورَةُ بِنْتُ الزُّبَيْرِ:
قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((دَخَلَ
عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اشْتَرِي وَأَعْطِي فَإِنَّ
الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْطَى ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ
الْعَشِيِّ فَأَتَانِي عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ
قَالَ: مَا بَالُ النَّاسِ يَشْتَرُونَ شُرُوطًا
لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ مَنْ اشْتَرَطَ شَرْطًا
لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ
اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ، شَرْطُ اللَّهِ أَحَقُّ
وَأَوْلَى)). [راجع: ۴۵۶]

ترجمہ اور حدیث میں جو شرطیں پیغمبر ﷺ نے بیان فرمائی ہیں وہ بھی اللہ ہی کی لگائی ہوئی ہیں۔ کیونکہ جو کچھ حدیث میں ہے وہ
بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ یہ خطبہ آپ نے اس وقت سنایا جب بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ شرط لگاتے تھے
کہ ہم بریرہ کو اس شرط پر بیچتے ہیں کہ اس کا ترک ہم لیں گے۔

(۲۱۵۶) ہم سے حسان بن ابی عباد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے
بیان کیا، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت

۲۱۵۶- حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عِبَادٍ قَالَ
حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:
(أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَأَلَتْ
بِرَبِيعَةَ، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا جَاءَ
قَالَتْ: إِنَّهُمْ أَبَوَا أَنْ يَبِينُوهَا إِلَّا أَنْ
يَشْتَرُوهَا الْوَلَاءُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا
الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). قُلْتُ لِنَافِعِ: حُرًّا
كَانَ زَوْجَهَا أَوْ عَبْدًا؟ فَقَالَ: مَا يُدْرِينِي.
[أطرافه في: ٢١٦٦، ٢٥٦٢، ٦٧٥٢،

کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بریرہ رضی اللہ عنہا کی (جو باندی تھیں) قیمت لگا رہی تھیں (تاکہ انہیں خرید کر آزاد کر دیں) کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لئے (مسجد میں) تشریف لے گئے۔ پھر جب آپ تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ (بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں نے تو اپنے لئے ولاء کی شرط کے بغیر انہیں بیچنے سے انکار کر دیا ہے، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ میں نے نافع سے پوچھا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے یا غلام، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

[٦٧٥٧، ٦٧٥٩].

(میں سے ترجمہ باب نکلتا ہے جس سے عورتوں سے خرید و فروخت کرنے کا جواز نکلا)

ان ہر دو احادیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی اپنے مالکوں سے مکاتبیت کا ذکر ہے یعنی غلام یا لونڈی اپنی مالک سے طے کر لے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر روپیہ یا کوئی جنس وغیرہ ادا کرے گا۔ اور اس شرط کے پورا کرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔ تو اگر وہ شرط پوری کر دی گئی اب وہ آزاد ہو گیا۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے مالکوں سے ایسی ہی صورت طے کی تھی۔ جس کا ذکر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یکسخت سارا روپیہ ادا کرنے کی پیش کش کی۔ اس شرط پر کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی ولاء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے قائم ہو اور مالکوں کو اس بارے میں کوئی مطالبہ نہ رہے۔ ولاء کے معنی یہ کہ غلام آزاد ہونے کے بعد بھائی چارہ کا رشتہ اپنے سابقہ مالک سے قائم رکھے۔ خاندانی طور پر اسی کی طرف منسوب رہے۔ حتیٰ کہ اس کے مرنے پر اس کے ترکہ کا حقدار بھی اس کا سابقہ مالک ہی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیش کش کو انہوں نے سلسلہ ولاء کے ختم ہو جانے کے خطرہ سے منظور نہیں کیا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ یہ بھائی چارگی تو اس کے ساتھ قائم رہے گی جو اسے خرید کر آزاد کرے نہ سابق مالک کے ساتھ۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنا اور آزاد کر دیا اور سلسلہ ولاء سابقہ مالک سے توڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قائم کر دیا گیا۔

اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ جن کا استخراج امام الفقہاء والمحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع الصحیح میں جگہ جگہ کیا ہے۔

امام شوکانی اس سلسلہ میں مزید وضاحت یوں فرماتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان اعلم الناس ان اشتراط الولاء باطل واشتہر ذالک بحیث لا ینحی علی اہل بریرۃ فلما ارادوا ان یشترطوا ما تقدم لهم العلم بطلانہ اطلق الامر مریداً بہ التہدید کقولہ تعالیٰ (اعملوا ما شئتم) فکانہ قال اشتراطی لهم الولاء فسیعلمون ان ذالک لا ینفعهم ویوید ہذا ما قالہ صلی اللہ علیہ وسلم ذالک ما بال رجال یشترطون شروطاً الخ (نبیل)

یعنی نبی کریم ﷺ خوب جانتے تھے کہ ولاء کی شرط باطل ہے۔ اور یہ اصول اس قدر مشہور ہو چکا تھا کہ اہل بریرہ سے بھی یہ مخفی نہ تھا۔ پھر جب انہوں نے اس شرط کے بطلان کو جاننے کے باوجود اس کی اشتراط پر اصرار کیا تو آنحضرت ﷺ نے تمہید کے طور پر مطلق امر فرمایا کہ بریرہ کو خرید لیا جائے، جیسا کہ قرآنی آیت ﴿اعملوا ما شئتم﴾ (فصلت: ۳۰) میں ہے کہ تم عمل کرو جو چاہو۔ یہ

بطور تمہید فرمایا گیا ہے۔ گویا آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے ولاء کی شرط لگا لو وہ عنقریب جان لیں گے کہ اس شرط سے ان کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ اور اس مفہوم کی تائید آپ ﷺ کی اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا۔ کہ لوگوں کا کیا حال ہے وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ سے ثابت نہیں ہیں۔ پس ایسی جملہ شروط باطل ہیں، خواہ ان کو لگا بھی لیا جائے مگر اسلامی قانون کی رو سے ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

باب کیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا مسلمان کسی اجرت کے بغیر بیچ سکتا ہے؟

اور کیا اس کی مدد یا اس کی خیر خواہی کر سکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے کسی سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہانہ معاملہ کرنا چاہئے۔ عطاء ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔

۶۷- بَابُ هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ

أَجْرٍ؟ وَهَلْ يُعِينُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ؟

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ)). وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ.

امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو ممانعت آئی ہے کہ بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اجرت لے کر نہ بیچے۔ اگر بطور امداد اور خیر خواہی کے اس کا مال بیچ دے تو منع نہیں ہے۔ کیونکہ دوسری حدیثوں میں مسلمان کی امداد اور خیر خواہی کرنے کا حکم ہے۔

(۲۱۵۷) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے، انہوں نے جریر رضی اللہ عنہ سے یہ سنا، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی شہادت پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے اور (اپنے مقررہ امیر کی بات) سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی تھی۔

۲۱۵۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسِ

قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

((بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ،

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَآتَى الزَّكَاةَ وَالسَّمْعَ

وَالطَّاعَةَ، وَالنَّصِيحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)).

[راجع: ۵۷]

یہ حدیث کتاب الایمان میں بھی گذر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے یہ نکالا کہ جب ہر مسلمان کی خیر خواہی کا اس میں حکم ہے تو اگر بستی والا باہر والے کا مال بلا اجرت بیچ دے اس کی خیر خواہی کرے تو ثواب ہو گا نہ کہ گناہ۔ اب اس حدیث کی تاویل یہ ہو گی جس میں اس کی ممانعت آئی ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب اجرت لے کر ایسا کرے۔ اور بستی والوں کو نقصان پہنچانے اور اپنا فائدہ کرنے کی نیت ہو، یہ ظاہر ہے کہ انما الاعمال بالنیات اور اگر محض خیر خواہی کے لئے ایسا کر رہا ہے تو جائز ہے۔

(۲۱۵۸) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد

نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن

طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (تجارتی) قافلوں سے آگے جا کر نہ ملا

۲۱۵۸- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ

کرو (ان کو منڈی میں آنے دو) اور کوئی شہری، کسی دیہاتی کا سامان نہ بیچے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ ”کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے“ مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

اللہ ﷻ: ((لَا تَلْقُوا الرُّمَّانَ ، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ)). قَالَ : فَقُلْتُ لَابْنِ عَبَّاسٍ : مَا قَوْلُهُ : ((لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟)) قَالَ : لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا .
[طرفہ فی: ۲۱۶۳، ۲۲۷۴].

اور اس سے دلالی کا حق ٹھہرا کر بستی والوں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اگر یہ دلال نہ بنا تو شاید غریبوں کو غلہ سستا ملتا۔ حنیف نے کہا کہ یہ حدیث اس وقت ہے جب غلہ کا قحط ہو۔ مالکیہ نے کہا عام ہے۔ ہمارے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب پانچ باتیں ہوں۔ جنگل سے کوئی اسباب بیچنے کو آئے، اس دن کے نرخ پر بیچنا چاہے، نرخ اس کو معلوم نہ ہو۔ بستی والا قصد کر کے اس کے پاس جائے۔ مسلمانوں کو اس اسباب کی حاجت ہو، جب یہ پانچ باتیں پائی جائیں گی تو بیع حرام اور باطل ہوگی ورنہ صحیح ہوگی۔ (وحیدی)

سمسار کی تشریح میں امام شوکانی فرماتے ہیں۔ بسینین مہملتین قال فی الفتح و هو فی الاصل القیم بالامر والحافظ ثم استعمل فی متولی البیع والشراء لغیرہ۔ یعنی سمسار اصل میں کسی کام کے محافظ اور انجام دینے والے شخص کو کہا جاتا ہے اور اب یہ اس کے لئے استعمال ہے جو خرید و فروخت کی تولیت اپنے ذمے لیتا ہے۔ جسے آج کل دلال کہتے ہیں۔

۶۹- بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بَاجِرٍ
باب جنہوں نے اسے مکروہ رکھا کہ کوئی شہری آدمی، کسی بھی دیہاتی کا مال اجرت لے کر بیچے

(۲۱۵۹) مجھ سے عبد اللہ بن صباح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو علی حنفی نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کا مال بیچے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے۔

۲۱۵۹- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَبَّاحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنْفِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ)) وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اوپر گذرا کہ بستی والا باہر والے کا دلال نہ بنے۔ یعنی اجرت لے کر اس کا مال نہ بکوائے اور باب کا بھی یہی مطلب ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں واعلم انه كما لا يجوز ان لا يبيع الحاضر للبادي كذا لك لا يجوز ان يشتري له الخ یعنی جیسے کہ شہری کے لئے دیہاتی کا مال بیچنا منع ہے اسی طرح یہ بھی منع ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے کوئی مال اس کی اطلاع اور پسند کے بغیر خریدے۔ یہ جملہ احکامات درحقیقت اس لئے ہیں کہ کوئی شہری کسی بھی صورت میں کسی دیہاتی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

۷۰- بَابُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ
باب اس بیان میں کہ کوئی بستی والا باہر والے کے لئے دلالی کر کے مول نہ لے۔
بِالسَّمْسَرَةِ ،

وَكْرَهُهُ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ لِلْبَائِعِ
وَالْمُشْتَرِيِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّ الْعَرَبَ
تَقُولُ بَيْعٌ لِي نَوْبًا ، وَهِيَ تَعْنِي الشَّرَاءَ .

اور ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ نے بیچنے اور خریدنے والے
دونوں کے لئے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
کہ عرب کہتے ہیں بے لی نوباً یعنی کپڑا خرید لے۔

مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو لایبیع حاضر لباد ہے، یہ بیع اور شراء دونوں کو شامل ہے۔ جیسے شراء باع کے معنی میں آتا ہے۔
قرآن میں ہے وشره بمن بخس دراهم یعنی باعوا ایسا ہی باع بھی شری کے معنوں میں آتا ہے اور دونوں صورتیں منع ہیں۔

۲۱۶۰- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:
أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ
سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
: ((لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا
تَنَاجَشُوا ، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ)) .

۲۱۶۰) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن جریج نے
خبر دی، انیس ابن شہاب نے، انیس سعید بن مسیب نے، انیسوں نے
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے مول پر مول نہ کرے۔ اور کوئی
”بخش“ نہ کرے، اور نہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کے لئے بیچے یا مول
لے۔

[راجعہ: ۲۱۴۰]

شرح امام شوکانی فرماتے ہیں وقد اخرج ابو عوانة في صحيحه عن ابن سيرين قال لقيت انس بن مالك فقلت لا يبيع حاضر لباد
انهيهم ان يبيعوا او يبتاعوا لهم قال نعم الخ یعنی ابن سیرین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا واقعی کوئی شہری کسی
بھی دیہاتی کے لئے نہ کچھ مال بیچے نہ خریدے، انیسوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اور اس کی تائید اس حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے۔
آپ نے فرمایا، دعوا الناس یرزق اللہ بعضهم من بعض یعنی لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اللہ ان کے بعض کو بعض کے ذریعہ سے
روزی دیتا ہے۔

۲۱۶۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ
حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ
مُحَمَّدِ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:
((نُهِنَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ)) .

۲۱۶۱) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ نے
بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین
نے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں اس سے روکا گیا کہ
کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال تجارت بیچے۔

۷۱- بَابُ النَّهْيِ عَنِ تَلْقَى الرَّكْبَانَ
وَأَنْ يَبِعَهُ مَرْدُودًا

باب پہلے سے آگے جا کر قافلے والوں سے ملنے کی ممانعت۔
اور یہ بیع رد کردی جاتی ہے۔

لأن صاحبہ عاص آثم إذا كان به عالماً،
وهو خداع في البيع والخداع لا يجوز

کیونکہ ایسا کرنے والا جان بوجھ کر گنہگار و خطا کار ہے اور یہ ایک قسم کا
فریب ہے جو جائز نہیں۔

شرح جب کہیں باہر سے غلہ کی رسد آتی ہے تو بعض بستی والے یہ کرتے ہیں کہ ایک دو کوس بستی سے آگے نکل کر راہ میں ان
بیوپاریوں سے ملتے ہیں اور ان کو دغا اور دھوکا دے کر بستی کا نرخ اترا ہوا بیان کر کے ان کا مال خرید لیتے ہیں۔ جب وہ
بستی میں آتے ہیں تو وہاں کا نرخ زیادہ پاتے ہیں اور ان کو چکمہ دیا گیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں بیع

باطل اور لغو ہے۔ بعض نے کہا ایسا کرنا حرام ہے لیکن بیع صحیح ہو جائے گی۔ اور ان کو اختیار ہو گا کہ بستی میں آکر وہاں کا نرخ دیکھ کر اس بیع کو قائم رکھیں یا صحیح کر ڈالیں۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر قافلہ والوں سے آگے جا کر ملنا بستی والوں کو نقصان کا باعث ہو تب کمرہ ہے ورنہ نہیں۔

(۲۱۶۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجارتی قاتلوں سے) آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا ہے۔ اور بستی والوں کو باہر والوں کا مال بیچنے سے بھی منع فرمایا۔

۲۱۶۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ التَّلْقِي، وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ)).

[راجع: ۲۱۴۰]

(۲۱۶۳) مجھ سے عیاش بن عبد الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے؟ تو انہوں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

۲۱۶۳- حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلَيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَا مَعْنَى قَوْلِهِ لَا يَبِيعُنَ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ فَقَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ مِمْسَاةً)). [راجع: ۲۱۵۸]

(۲۱۶۴) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریج نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے تمبی نے بیان کیا، ان سے ابو عثمان نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو کوئی دودھ جمع کی ہوئی بکری خریدے (وہ بکری پھیر دے) اور اس کے ساتھ ایک صلح دے دے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا۔

۲۱۶۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي التَّمِيمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَنْ اشْتَرَى مُحْفَلَةً فَلْيُرِدْ مَعَهَا صَاعًا. قَالَ: وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ تَلْقَى الْبُيُوعِ)).

[راجع: ۲۱۴۹]

(۲۱۶۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اور جو مال باہر سے آ رہا ہو اس سے آگے جا کر نہ ملے جب تک وہ بازار میں نہ آئے۔

۲۱۶۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلْفُقُوا السَّلْعَ حَتَّى يَهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ)). [راجع: ۲۱۳۹]

[راجع: ۲۱۳۹]

بیع پر بیع کا مطلب ظاہر ہے کہ ایک شخص کسی مسلمان بھائی کی دکان سے کوئی مال خرید رہا ہے ہم نے اسے جا کر بھگانا شروع کر دیا کہ آپ یہاں سے یہ مال نہ لیجئے ہم آپ کو اور بھی ستا دلائیں گے۔ اس قسم کی باتیں کرنا بھی حرام ہیں۔ ایسے ہی کہیں جا کر بھاد چڑھا دینا محض خریدار کو نقصان پہنچانے کے لئے۔ حالانکہ خود خریدنے کی نیت بھی نہیں ہے۔ یہ سب مکرو فریب اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کی صورتیں ہیں جو سب حرام اور ناجائز ہیں۔

۷۲- بَابُ مُتَهَيِّ التَّلْقِي

باب قافلے سے کتنی دور آگے جا کر ملنا منع ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اگر بازار میں آنے سے ایک قدم بھی آگے جا کر ملا تو اس نے حرام کام کیا۔

(۲۱۶۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ ہم آگے قافلوں کے پاس خود ہی پہنچ جایا کرتے تھے اور (شہر میں پہنچنے سے پہلے ہی) ان سے غلہ خرید لیا کرتے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم اس مال کو اسی جگہ بیچیں جب تک اناج کے بازار میں نہ لائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ملنا بازار کے بلند کنارے پر تھا۔ (جدھر سے سوداگر آیا کرتے) اور یہ بات عبید اللہ کی حدیث سے نکلتی ہے۔ (جو آگے آتی ہے)

۲۱۶۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَضِيٍّ أَنَّ اللَّهَ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نَتَلَقِي الرُّمَّانَ فَشَتَرِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَبِعَهُ حَتَّى يُبْلَغَ بِهِ سَوْقِ الطَّعَامِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ، وَثَبْتُهُ حَدِيثٌ عُيْنِيهِ اللَّهُ.

[راجع: ۲۱۶۳]

یعنی اس روایت میں جو مذکور ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قافلہ والوں سے آگے جا کر ملتے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہستی سے نکل کر یہ تو حرام اور منع تھا۔ بلکہ عبد اللہ بن مسعود کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں آجانے کے بعد اس کے کنارے پر ہم ان سے ملتے۔ کیونکہ اس روایت میں اس امر کی ممانعت ہے کہ غلہ کو جہاں خریدیں وہاں نہ بیچیں اور اس کی ممانعت اس روایت میں نہیں ہے کہ قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا منع ہے۔ ایسی حالت میں یہ روایت ان لوگوں کی دلیل نہیں ہو سکتی جنہوں نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا درست رکھا ہے۔

(۲۱۶۷) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ تظان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جانب جا کر غلہ خریدتے اور وہیں پہنچے لگتے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ وہاں نہ بیچیں جب تک اس کو اٹھوا کر دوسری جگہ نہ لے جائیں۔

۲۱۶۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيٍّ أَنَّ اللَّهَ عَنْهُ قَالَ: ((كَانُوا يَتَّاعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ فَيَبِغُونَهُ فِي مَكَائِبِهِمْ، فَهَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِغُوهُ فِي مَكَائِبِهِ حَتَّى يَنْقَلُوهُ)).

[راجع: ۲۱۶۳]

معلوم ہوا کہ جب قافلہ بازار میں آجائے تو اس سے آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ بعض نے کہا ہستی کی حد تک آگے بڑھ

کر ملنا درست ہے۔ ہستی سے باہر جا کر ملنا درست نہیں۔ مالکیہ نے کہا کہ اس میں اختلاف ہے، کوئی کتاب ہے ایک میل سے کم آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ کوئی کتاب ہے چھ میل سے کم پر، کوئی کتاب ہے دو دن کی راہ سے کم پر۔

۷۳- بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ شَرْوْطًا فِي
الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ
حکم ہے)

(۲۱۶۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ عروہ نے، اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ رضی اللہ عنہا (جو اس وقت تک باندی تھیں) آئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کر لی ہے۔ شرط یہ ہوئی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی انہیں دیا کروں۔ اب آپ بھی میری کچھ مدد کیجئے۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ ایک مشت ان کا سب روپیہ میں ان کے لئے (ابھی) مہیا کر دوں اور تمہارا ترکہ میرے لئے ہو تو میں ایسا بھی کر سکتی ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا، پھر بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے یہاں واپس آئیں تو رسول اللہ ﷺ (عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں) بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تو آپ کی صورت ان کے سامنے رکھی تھی مگر وہ نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ ترکہ تو ہمارا ہی رہے گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بات سنی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کو حقیقت حال خبر کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ بریرہ کو تم لے لو اور انہیں ترکہ کی شرط لگانے دو۔ ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ اٹھ کر لوگوں کے مجمع میں تشریف لے گئے۔ اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ ابا بعد! کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ وہ (خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کتاب، اللہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔ جو کوئی شرط ایسی لگائی جائے جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہوگی۔ خواہ ایسی سو شرطیں کوئی کیوں نہ لگائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب پر مقدم ہے اور اللہ کی شرط ہیں

۲۱۶۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((جَاءَنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ: كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى بَيْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَوْقِيَّةً، فَأَعْيِنْنِي. فَقُلْتُ: إِنَّ أَحَبَّ أَهْلِكَ أَنْ أَعْذَهَا لَهُمْ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكَ لِي فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ، فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ فَقَالَتْ: إِنِّي عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءَ لَهُمْ. فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((خَذِينَهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شَرْوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، فَضَاءَ اللَّهُ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)).

بہت مضبوط ہے اور ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

(۲۱۶۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کر دیں، لیکن ان کے مالکوں نے کہا کہ ہم انہیں اس شرط پر آپ کو بیچ سکتے ہیں کہ ان کی ولاء ہمارے ساتھ رہے۔ اس کا ذکر جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا، کہ اس شرط کی وجہ سے تم قطعاً نہ رکو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

باب کھجور کو کھجور کے بدلہ میں بیچنا

(۲۱۷۰) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے مالک بن اوس نے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، گیہوں کو گیہوں کے بدلہ میں بیچنا سود ہے، لیکن یہ کہ سود ہاتھوں ہاتھ ہو۔ جو کو جو کے بدلہ میں بیچنا سود ہے، لیکن یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اور کھجور کو کھجور کے بدلہ میں بیچنا سود ہے لیکن یہ کہ سود ہاتھوں ہاتھ، نقداً نقد ہو۔

[راجع: ۲۱۳۴]

مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور نمک بیچنا نمک کے بدلے بیاج ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔ بہر حال جب ان میں سے کوئی چیز اپنی جنس کے بدلے بیچی جائے تو یہ ضروری ہے کہ دونوں ناپ تول میں برابر ہوں، نقداً نقد ہوں۔

باب منقہ کو منقہ کے بدل اور اناج کو اناج کے

بدل بیچنا

(۲۱۷۱) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا، مزابنہ یہ کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور خشک کھجور کے بدل مپ کر کے بیچی جائے۔ اسی طرح تیل پر لگے ہوئے انگور کو منقہ کے بدل بیچنا۔

۲۱۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً لَتُعْتِقَهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا: نَبَيْعُهَا عَلَى أَنْ وِلَاءَهَا لَنَا. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكَ ذَلِكَ، فَإِنَّمَا الْوِلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). [راجع: ۲۱۵۶]

۷۴- بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

۲۱۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ سَمِعَ ابْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبُرُّ بِالْبُرِّ رَبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشُّعْبُرُ بِالشُّعْبُرِ رَبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رَبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ)).

[راجع: ۲۱۳۴]

تَشْرِيحُ

۷۵- بَابُ بَيْعِ الزَّرْبِيِّ بِالزَّرْبِيِّ،

وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

۲۱۷۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمَزَابِنَةِ. وَالْمَزَابِنَةُ بَيْعُ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الزَّرْبِيِّ بِالزَّرْبِيِّ كَيْلًا)).

[أطرافه في : ٢١٧٢، ٢١٨٥، ٢٢٠٥].

تشریح یعنی وہ کھجور جو ابھی درخت سے نہ اتری ہو، اسی طرح وہ انگور جو ابھی تیل سے نہ توڑا گیا ہو اس کا اندازہ کر کے خشک کھجور یا منق کے بدل بیچنا درست نہیں۔ کیونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال ہے۔

٢١٧٢- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُرَابَنَةِ . قَالَ: وَالْمُرَابَنَةُ أَنْ يَبْنَعَ التَّمْرَ بِكَيْلٍ: إِنْ زَادَ فَلِي، وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ)). [راجع: ٢١٧١]

(٢١٤٢) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا کہ ہم سے حماد بن زید نے، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص درخت پر کی کھجور سوکھی کھجوروں کے بدل ماپ تول کر بیچے۔ اور خریدار کے اگر درخت کا پھل اس سوکھے پھل سے زیادہ نکلے تو وہ اس کا ہے۔ اور کم نکلے تو وہ نقصان بھردے گا۔

٢١٧٣- قَالَ: وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَحَضَ فِي الْغُرَايَا بَحْرًا صَبَا)).

(٢١٤٣) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھ سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے غرایا کی اجازت دے دی تھی جو اندازے ہی سے بیچ کی ایک صورت ہے۔

[أطرافه في : ٢١٨٤، ٢١٨٨، ٢١٩٢، ٢٣٨٠].

تشریح غرایا بھی مزابنہ ہی کی ایک قسم ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی خاص طور سے اجازت دی بوجہ ضرورت کے۔ وہ ضرورت یہ تھی کہ لوگ خیرات کے طور پر ایک دو درخت کا میوہ کسی محتاج کو دیا کرتے تھے۔ پھر اس کا باغ میں گھڑی گھڑی آنا مالک کو ناگوار ہوتا۔ تو اس میوے کا اندازہ کر کے اتنی خشک میوے کے بدل وہ درخت اس فقیر سے خرید لیتے۔

باب جو کے بدلے جو کی بیع کرنا

٧٦- بَابُ بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ

٢١٧٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ ((أَنَّه التَّمَسَّ صَرَفًا بِعَائِةِ دِينَارٍ، فَذَعَانِي طَلْحَةَ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ فَرَأَوْضَنَا، حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي، فَأَخَذَ الذَّهَبَ يَقْلِبُهَا فِي يَدِهِ ثُمَّ قَالَ: حَتَّى يَأْتِي خَازِنِي مِنَ الْعَائِةِ، وَعَمْرٌ بِسَمْعِ ذَلِكَ. فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا تَفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رَبًّا

(٢١٤٣) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، اور انہیں مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہیں سوا شرفیاں بدلنی تھیں۔ (انہوں نے بیان کیا کہ) پھر مجھے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بلایا۔ اور ہم نے (اپنے معاملہ کی) بات چیت کی، اور ان سے میرا معاملہ طے ہو گیا۔ وہ سونے (اشرفیوں) کو اپنے ہاتھ میں لے کر لٹنے پٹنے لگے اور کہنے لگے کہ ذرا میرے خزانچی کو غابہ سے آ لینے دو۔ عمر رضی اللہ عنہ بھی ہماری باتیں سن رہے تھے آپ نے فرمایا خدا کی قسم! جب تک تم طلحہ سے روپیہ لے نہ لو، ان سے جدا نہ ہونا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سونا

سونے کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ گیوں گیوں کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ جو جو کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے اور کھجور، کھجور کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتی ہے۔

[راجع: ۲۱۳۴]

شرح لفظ ہاء و ہاء کی لغوی تحقیق علامہ شوکانی یوں فرماتے ہیں۔ (ہاء و ہاء) بالمد فیہما و فتح الهمزة و قبل بالکسرو قبل بالسکون والمعنی خذوات و يقال ہاء بکسر الهمزة بمعنی ہات و بفتحہا بمعنی خذ و قال ابن الاثیر ہاء و ہاء ہوان بقول کل واحد من البعین ہاء فیعطیہ ما فی یدہ و قال النخیل ہاء کلمۃ تستعمل عند المناولۃ و المقصود من قوله ہاء و ہاء ان یقول کل واحد من المتعاقدين لصاحبه ہاء فیقباضان فی المجلس (نیل) خلاصہ مطلب یہ کہ لفظ ہاء کے ساتھ اور ہمزہ کے فتح اور کسرو ہر دو کے ساتھ مستعمل ہیں بعض لوگوں نے اسے ساکن بھی کہا ہے۔ اس کے معنی خذ (لے لے) اور ہات (بچنی لا) کے ہیں۔ اور ایسا بھی کہا گیا ہے کہ ہاء ہمزہ کے کسرو کے ساتھ ہات (لا) کے معنی میں ہے اور فتح کے ساتھ خذ (پکڑ) کے معنی میں ہے۔ ابن اثیر نے کہا کہ ہاء وہاہ کہ خرید و فروخت کرنے والے ہر دو ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ خریدار روپے دیتا ہے اور تاجر مال ادا کرتا ہے اس لئے اس کا ترجمہ ہاتھوں ہاتھ کیا گیا، گویا ایک ہی مجلس میں ان ہر دو کا قبضہ ہو جاتا ہے۔

باب سونے کو سونے کے بدلہ میں بیچنا

(۲۱۷۵) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے خبر دی، ان سے عبدالرحمن بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا، سونے کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر (کی لین دین) نہ ہو۔ اسی طرح چاندی، چاندی کے بدلہ میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر نہ ہو۔ البتہ سونا، چاندی کے بدل اور چاندی سونے کے بدل جس طرح چاہو بیچو۔

۷۷- بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

۲۱۷۵- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَيَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ)). [طرفہ بی: ۲۱۸۲].

یعنی اس میں کمی بیشی درست ہے مگر ہاتھوں ہاتھ کی شرط اس میں بھی ہے ایک طرف نقد دوسری طرف ادھار درست نہیں۔ اور سونے چاندی سے عام مراد ہے مسکوک ہو یا غیر مسکوک۔

باب چاندی کو چاندی کے بدلے میں بیچنا

(۲۱۷۶) ہم سے عبید اللہ بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری کے بھتیجے نے بیان کیا، ان سے ان کے چچا نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم بن عبد اللہ بن شہر نے بیان کیا، ان

۷۸- بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

۲۱۷۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ایک حدیث رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے بیان کی (جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گذری) پھر ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا 'اے ابو سعید! آپ رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے یہ کون سی حدیث بیان کرتے ہیں؟ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیث بیع صرف (یعنی روبیہ اشرفیاں بدلنے یا توڑوانے) سے متعلق ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنا تھا کہ سونا سونے کے بدلہ میں برابر برابر ہی بیچا جا سکتا ہے اور چاندی چاندی کے بدلہ میں برابر برابر ہی بیچی جا سکتی ہے۔

(۲۱۷۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے اس وقت نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو، دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روانہ رکھو، اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روانہ رکھو۔ اور نہ ادھار کو نقد کے بدلے میں بیچو۔

اس حدیث میں حضرت امام شافعی کی حجت ہے کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر درہم قرض ہوں اور اس کے اس پر دینار قرض ہوں، تو ان کی بیع جائز نہیں، کیونکہ یہ بیع الکالی بالکالی ہے یعنی ادھار کو ادھار کے بدل بیچنا۔ اور ایک حدیث میں صراحتاً اس کی ممانعت وارد ہے۔ اور اصحاب سنن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ میں بیع میں اونٹ بیچا کرتا تھا تو دیناروں کے بدل بیچتا اور درہم لیتا، اور درہم کے بدل بیچتا تو دینار لے لیتا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے اس مسئلہ کو پوچھا، آپ نے فرمایا، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بشرطیکہ اسی دن کے نرخ سے لے۔ اور ایک دوسرے سے بغیر لے جدا نہ ہو۔

باب اشرفی اشرفی کے بدلے ادھار بیچنا

(۲۱۷۸) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہیں ابو صالح زیات نے خبر دی، اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ دینار، دینار کے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَهُ بِمِثْلِ ذَلِكَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فِي الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلِ، وَالوَرِقُ بِالوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلِ)).

[طرفاه فی : ۲۱۷۷، ۲۱۷۸].

۲۱۷۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلِ، وَلَا تُشْفُوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلِ، وَلَا تُشْفُوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ)). [راجع : ۲۱۷۶]

۷۹- بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالدِّينَارِ نَسَاءً ۲۱۷۸، ۲۱۷۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزِّيَاتِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

بدلے میں اور درہم درہم کے بدلے میں (بچا جاسکتا ہے) اس پر میں نے ان سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یا کتاب اللہ میں آپ نے اسے پایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کا میں دعویٰ نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی احادیث) کو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ مذکورہ صورتوں میں) سود صرف ادھار کی صورت میں ہوتا ہے۔

سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((الدَّيْنَارُ بِالدَّيْنَارِ وَالذَّرْهَمُ بِالذَّرْهَمِ. فَقُلْتُ لَهُ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَسَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ: كُلُّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ، وَأَنْتُمْ أَغْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنِّي، وَلَكِنِّي أَخْبَرَنِي أَسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا رَبَا إِلَّا فِي النَّسِينَةِ)). [راجع: ۲۱۷۶]

تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ بیاج اس صورت میں ہوتا ہے جب ایک طرف ادھار ہو۔ اگر نقد ایک درہم دو درہم کے بدلے میں بیچے تو یہ درست ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دلیل وہ حدیث ہے لا ربا الا فی النسیئة حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ پر جب اعتراضات ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ کی کتاب میں نے یہ مسئلہ پایا ہے، نہ یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کیونکہ میں اس زمانہ میں بچہ تھا اور تم جوان تھے۔ رات دن آپ کی صحبت بابرکت میں رہا کرتے تھے۔

قطلابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے کے خلاف اب اجماع ہو گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ محمول ہے اس پر جب جنس مختلف ہوں۔ جیسے ایک طرف چاندی دوسری طرف سونا یا ایک طرف گیہوں اور دوسری طرف جوار ہو ایسی حالت میں کمی بیشی درست ہے۔ بعض نے کہا حدیث لا ربا الا فی النسیئة منسوخ ہے مگر صرف احتمال سے حج ثابت نہیں ہو سکتا۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نہیں ہے بیاج اس بیع میں جو ہاتھوں ہاتھ ہو۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

امام شوکانی فرماتے ہیں وقد روی الحازمی رجوع ابن عباس واستفادہ عند ان سمع عمر بن الخطاب وابنه عبد الله يحدثان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بما يدل على تحريم وبالفضل وقال حفظنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لم احفظ وروی عنه الحازمی ایضا انه قال كان ذلك برای و هذا ابو سعید الخدری يحدثنی عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فترکت ای الی حدیث رسول الله صلى الله عليه وسلم. الخ

یعنی حازمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس سے رجوع اور استفادہ نقل کیا ہے جب انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے سے اس بیع کی حرمت میں فرمان رسالت سنا تو افسوس کے طور پر کہا کہ آپ لوگوں نے فرمان رسالت یاد رکھا، لیکن افسوس کہ میں یاد نہ رکھ سکا۔ اور بروایت حازمی انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے جو کہا تھا وہ صرف میری رائے تھی، اور میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث نبوی سن کر اپنی رائے کو چھوڑ دیا۔

دیانتداری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب قرآن یا حدیث کے نصوص صریحہ سامنے آجائیں تو کسی بھی رائے اور قیاس کو بھت نہ گردانا جائے۔ اور کتاب و سنت کو مقدم رکھا جائے حتیٰ کہ جلیل القدر ائمہ دین کی آراء بھی نصوص صریحہ کے خلاف نظر نہیں آتے۔

نمایت ہی ادب و احترام کے ساتھ آراء کے مقابلہ پر کتاب و سنت کو جگہ دی جائے۔
ائمہ اسلام حضرت امام ابو حنیفہ و امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین سب کا یہی ارشاد ہے کہ ہمارے فتاویٰ کو کتاب و سنت پر پیش کرو، موافق ہوں قبول کرو۔ اگر خلاف نظر آئیں تو کتاب و سنت کو مقدم رکھو۔
امام السنہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جلیل القدر کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں ایسے ارشادات ائمہ کو کئی جگہ نقل فرمایا ہے مگر صد افسوس کہ امت کا کثیر طبقہ وہ ہے جو اپنے اپنے حلقہ ارادت میں جمود کا تئتی سے شکار ہے اور وہ اپنے اپنے مزمومہ مسلک کے خلاف قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی بھی صاف صریح حدیث نبوی کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت حالی مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں فرمایا ہے۔^۷

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے
حدیثوں پہ چلنے میں دین کا ظل ہے
فتاویٰوں پہ بالکل مدار عمل ہے
ہر اک رائے قرآن کا نعم البدل ہے
نہ ایمان باقی نہ اسلام باقی
نظہ رہ گیا نام اسلام باقی

باب چاندی کو سونے کے بدلے

ادھار بیچنا

(۸۱، ۲۱۸۰) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابو المنہال سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا، تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں۔ آخر دونوں حضرات نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

۸۰۔ بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ

نَسِيئَةٌ

۲۱۸۰، ۲۱۸۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمُنْهَالِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَرَءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الصَّرْفِ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ: هَذَا خَيْرٌ مِنِّي، فَكِلَاهُمَا يَقُولُ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ ذِيئًا)).

[راجع: ۲۰۶۰، ۲۰۶۱]

تَشْرِيحٌ اگر اسباب کی بیع اسباب کے ساتھ ہو تو اس کو مقایضہ کہتے ہیں۔ اگر اسباب کی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو ثمن اور اسباب کو عرض کہیں گے۔ اگر نقد کی نقد کے ساتھ ہو مگر ہم جنس ہو یعنی سونے کو سونے کے ساتھ بدلے یا چاندی کو چاندی کے ساتھ تو اس کو مراطلہ کہتے ہیں۔ اگر جنس کا اختلاف ہو جیسے چاندی سونے کے بدلے یا بالعکس تو اس کو صرف کہتے ہیں۔ صرف میں کمی بیشی درست ہے مگر حطلو یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین ضروری اور لازم ہے اور قبض میں دیر کرنی درست نہیں۔ اور مراطلہ میں تو برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ دونوں ہاتھیں ضروری ہیں۔ اگر ثمن اور عرض کی بیع ہو تو ثمن یا عرض کے لئے میعاد کرنا درست ہے۔ اگر ثمن میں

میعاد ہو تو وہ قرض ہے اگر عرض میں میعاد ہو تو وہ سلم ہے یہ دونوں درست ہیں۔ اگر دونوں میں میعاد ہو تو وہ بیع الکالی بالکالی ہے جو درست نہیں۔ (وحیدی)

۸۱- بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا

باب سونا چاندی کے بدلے نقد ہاتھوں ہاتھ بیچنا

یَدًا

درست ہے

۲۱۸۲- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَادُ بْنُ الْفَوَامِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سِوَاءَ سِوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا)).

۲۱۸۲) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عباد بن عوام نے، کہا کہ ہم کو یحییٰ بن ابی اسحاق نے خبر دی، ان سے عبد الرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اور ان سے ان کے باپ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے چاندی، چاندی کے بدلے میں اور سونا سونے کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ برابر برابر ہو۔ البتہ ہم سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔ اسی طرح چاندی سونے کے بدلے جس طرح چاہیں خریدیں۔

[راجع: ۲۱۷۵]

اس حدیث میں ہاتھوں ہاتھ کی قید نہیں ہے مگر مسلم کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھوں ہاتھ یعنی نقد نقد ہونا اس میں بھی شرط ہے۔ اور بیع صرف میں قبضہ شرط ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ جب جنس ایک ہو تو کی بیش درست ہے یا نہیں، جمہور کا قول یہی ہے کہ درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

باب بیع مزاہبہ کے بیان میں

اور یہ خشک کھجور کی بیع درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے اور خشک انگور کی بیع تازہ انگور کے بدلے میں ہوتی ہے اور بیع عرایا کا بیان۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مزاہبہ اور محافلہ سے منع فرمایا ہے۔

۸۲- بَابُ بَيْعِ الْمُزَابِنَةِ ، وَهِيَ بَيْعِ

التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

وَبَيْعِ الزُّبَيْبِ بِالكَرْمِ ، وَبَيْعِ الْعَرَايَا

قَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُزَابِنَةِ

وَالْمُحَافَلَةِ.

اس کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے چل کر وصل کیا ہے، مزاہبہ کے معنی تو معلوم ہو چکے۔ محافلہ یہ ہے کہ ابھی گیسوں کھیت میں ہو، ہالیوں میں اس کا اندازہ کر کے اس کو اترے ہوئے گیسوں کے بدلے میں بیچے۔ یہ بھی منع ہے۔ محافلہ کی تفسیر میں امام شوکانی فرماتے ہیں۔ قد اختلف فی تفسیرھا فمنھم من فسرها فی الحدیث فقال ہی بیع الحقل بکمل من الطعام و قال ابو عییدہ ہی بیع الطعام فی سنبلہ والحقل الحرث و موضع الزرع۔ یعنی محافلہ کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر اس کھیت سے کی ہے جس کی کھڑی کھیتی کو اندازاً مقررہ مقدار کے غلہ سے بیچ دیا جائے۔ ابو عبیدہ نے کہا وہ غلہ کو اس کی ہالیوں میں بیچنا ہے۔ اور حقل کا معنی کھیتی اور مقام زراعت کے ہیں۔ یہ بیع محافلہ ہے جسے شرع محمدی میں منع قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس میں جانبین کو نفع و نقصان کا احتمال قوی ہے۔

مزاہبہ کی تفسیر میں حضرت امام مذکور فرماتے ہیں والمزاہبۃ بالزای والموحدة والنون قال فی الفتح هی مفاعلة من الزین بفتح الزای و سکون الموحدة و هو الدفع الشدید و منه سمیت الحرب الزبون لشدة الدفع فیها و قبل للبیع المخصوص مزاہبۃ کان کل واحد من المتبايعین یدفع صاحبه عن حقه او لان احدهما اذا وقف ما فیه من العین اراد دفع البیع لفسخه و اراد الاخر دفعه عن هذه الارادة بماضی البیع و قد فسرت بما فی الحدیث اعنی بیع النخل باوساق من التمر و فسرت بهذا و بیع العنب بالزبیب كما فی الصحیحین الخ (نیل) مزاہبہ زبن سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ جس کے معنی رفع شدید کے ہیں۔ اسی لئے لڑائی کا نام بھی زبون رکھا گیا۔ کیونکہ اس میں شدت سے مداخلت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیع مخصوص کا نام مزاہبہ ہے۔ گویا دینے والا اور لینے والا دونوں میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو اس کے حق سے محروم رکھنے کی شدت سے کوشش کرتا ہے یا یہ معنی کہ ان دونوں میں سے جب ایک اس سودے میں عین سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس بیع کو فتح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور دوسرا بیع کا نفاذ کر کے اسے اس امداد سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور حدیث کی بھی تفسیر کر چکا ہوں۔ یعنی ترکبجوروں کو خشک کھجوروں سے بیچنا اور انگوروں کو منقی سے بیچنا جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

عمد جاہلیت میں بیوع کے یہ جملہ مذموم طریقے جاری تھے۔ اور ان میں نفع و نقصان ہر دو کا قوی احتمال ہوتا تھا۔ بعض دفعہ لینے والے کے وارے نیارے ہو جاتے اور بعض دفعہ وہ اصل پونجی کو بھی گنوا بیٹھتا۔ اسلام نے ان جملہ طریقہ ہائے بیوع کو سختی سے منع فرمایا۔ آج کل ایسے دھوکے کے طریقوں کی جگہ لائری، سٹ، ریس وغیرہ نے لے لی ہے۔ جو اسلامی احکام کی روشنی میں نہ صرف ناجائز بلکہ سود و بیاج کے دائرہ میں داخل ہیں۔ خرید و فروخت میں دھوکہ کرنے والے کے حق میں سخت ترین وعیدیں آئی ہیں، مثلاً ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ من غشنا فلیس منا جو دھوکہ بازی کرنے والا ہے وہ ہماری امت سے خارج ہے وغیرہ وغیرہ۔

سچے مسلمان تاجر کا فرض ہے کہ امانت، دیانت، صداقت کے ساتھ کاروبار کرے، اس سے اس کو ہر قسم کی برکتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا ساتھ نصیب ہو گا۔ جعلنا اللہ منہم امین یارب العالمین

۲۱۸۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْحَى قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَبِيعُوا التَّمْرَ حَتَّى يَتَدَوَّ صَلَاحُهُ، وَلَا تَبِيعُوا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ».

ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبد اللہ نے خبر دی، اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھل (درخت پر کا) اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کا پکا ہونا نہ کھل جائے۔ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں نہ بیچو۔

[راجع: ۱۴۸۶]

۲۱۸۴- قَالَ سَالِمٌ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرَبِيَّةِ بِالرُّطْبِ أَوْ بِالتَّمْرِ. وَلَمْ يُرَخَّصْ فِي غَيْرِهِ. [راجع: ۲۱۷۳]

(۲۱۸۳) سالم نے بیان کیا کہ مجھے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، اور انہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عربیہ کی تریا خشک کھجور کے بدلے میں اجازت دے دی تھی۔ لیکن اس کے سوا کسی صورت کی اجازت نہیں دی تھی۔

اسی طرح ترکھور خشک کھجور کے بدل برابر برابر بیچنا بھی ناجائز ہے کیونکہ ترکھور سوکے سے وزن میں کم ہو جاتی ہے جسور علماء کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے جائز رکھا ہے۔ عرایا عریہ کی جمع ہے۔ حنفیہ نے برخلاف جمہور علماء کے عرایا کو بھی جائز نہیں رکھا کیونکہ وہ بھی مزاہبہ میں داخل ہے۔ اور ہم کہتے ہیں جملہ مزاہبہ کی ممانعت آئی ہے وہیں یہ مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عرایا کی اجازت دے دی۔

(۲۱۸۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاہبہ سے منع فرمایا، مزاہبہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر اور درخت کے انگور کو خشک انگور کے بدلے میں ناپ کر بیچنے کو کہتے ہیں۔

۲۱۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمَزَابِنَةِ وَالْمَزَابِنَةِ اشْتِرَاءَ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعَ الْكُرْمِ بِالزَّيْبِ كَيْلًا)). [راجع: ۲۱۷۱]

(۲۱۸۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں داؤد بن حصین نے، انہیں ابن ابی احمد کے غلام ابوسفیان نے، اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاہبہ اور محافلہ سے منع فرمایا، مزاہبہ درخت پر کی کھجور توڑی ہوئی کھجور کے بدلے میں خریدنے کو کہتے ہیں۔

۲۱۸۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمَزَابِنَةِ وَالْمُحَافَلَةِ. وَالْمَزَابِنَةُ اشْتِرَاءُ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ لِي رُؤُوسِ النَّخْلِ)).

(۲۱۸۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاویہ نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محافلہ اور مزاہبہ سے منع فرمایا۔

۲۱۸۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُحَافَلَةِ وَالْمَزَابِنَةِ)).

(۲۱۸۸) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عریہ کو اس کی اجازت دی کہ اپنا عریہ اس کے اندازے برابر میوے کے بدلے بیچ ڈالے۔

۲۱۸۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسَلِّمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْقَرْيَةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرَصِهَا)). [راجع: ۲۱۷۳]

یعنی باغ والے کے ہاتھ۔ یہ صحیح ہے کہ عریہ بھی مزاہبہ ہے مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی اجازت دی۔ اس وجہ سے کہ عریہ خیر

خیرات کا کام ہے۔ اگر عرب میں یہ اجازت نہ دی جاتی تو لوگ کھجور یا میوے کے درخت مسکینوں کو لٹھ دینا چھوڑ دیتے۔ اسلئے کہ اکثر لوگ یہ خیال کرتے کہ ہمارے بلخ میں رات بے رات مسکین گھتے رہیں گے۔ اور انکے گھنے اور بے موقع آنے سے ہم کو تکلیف ہو گی۔

باب درخت پر پھل، سونے اور چاندی کے بدلے بیچنا

(۲۱۸۹) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں عطاء اور ابو زبیر نے اور انہیں جابر بن جابر نے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے پکنے سے پہلے بیچنے سے منع کیا ہے اور یہ کہ اس میں سے ذرہ برابر بھی درہم و دینار کے سوا کسی اور چیز (سوکھے پھل) کے بدلے نہ بیچی جائے۔ البتہ عربیہ کی اجازت دی۔

۸۳- بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ عَلَى رُؤُوسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

۲۱۸۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ، عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ حَتَّى يَطْبَخَ، وَلَا يُبَاغَ شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِالذَّيْنَارِ وَالذَّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَابَ)).

[راجع: ۱۴۷۷]

(۲۱۹۰) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام مالک سے سنا، ان سے عبید اللہ بن ربیع نے پوچھا کہ کیا آپ سے داؤد نے سفیان سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وسق یا اس سے کم میں بیع عربیہ کی اجازت دی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں!

۲۱۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا وَسَأَلَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رُبَيْعٍ: أَخَذْتُكَ دَاوُدُ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَابِ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ ذَوْنِ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ قَالَ: نَعَمْ)).

[طرفہ بی: ۲۳۸۲]

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع پونے چھ رطل کا۔ جیسا کہ اوپر گذرا ہے اکثر خیرات اس کے اندر کی جاتی تو آپ نے یہ حد مقرر فرمادی، اب حنفیہ کا یہ کہنا کہ عرایا کی حدیث منسوخ ہے یا معارض ہے مزائد کی حدیث کے صحیح نہیں کیونکہ شیخ کے لئے تقدم تاخیر ثابت کرنا ضروری ہے۔ اور معارضہ جب ہوتا کہ مزائد کی نبی کے ساتھ عرایا کا اشتہاء نہ کیا جاتا۔ جب آنحضرت ﷺ نے مزائد سے منع فرماتے وقت عرایا کو مستثنیٰ کر دیا تو اب تعارض کمال رہا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ قال ابن المنذر ادعى الكوفيون ان بيع العرايا منسوخ بنهيه صلى الله عليه وسلم عن بيع التمر بالتمر وهذا مردود لان الذي روى النهي عن بيع التمر بالتمر هو الذي روى الرخصة في العرايا فاثبت النهي والرخصة معا قلت ورواية سالم الماضية في الباب الذي قبله تدل على ان الرخصة في بيع العرايا وقع بعد النهي عن بيع التمر بالتمر ولغظه عن ابن عمر مرفوعا ولا تبوهوا التمر بالتمر قال و عن زيد بن ثابت انه صلى الله عليه وسلم رخص بعد ذلك في بيع العربية وهذا هو الذي يقتضيه لفظ الرخصة فانها تكون بعد منع وكذلك بقية الاحاديث التي وقع فيها اشتاء العرايا بعد ذكر بيع التمر بالتمر وقد قدمت ابضاح ذلك (فتح الباري)

یعنی بقول ابن منذر اہل کوفہ کا یہ دعویٰ کہ بیع عرایا کی اجازت منسوخ ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے درخت پر کی کھجوروں کو سوکھی کھجوروں کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اہل کوفہ کا یہ دعویٰ مردود ہے اس لئے کہ نبی کی روایت کرنے والے راوی ہی نے بیع عرایا کی رخصت بھی روایت کی ہے۔ پس انہوں نے نبی اور رخصت ہر دو کو اپنی اپنی جگہ ثابت رکھا ہے۔ اور میں کتابوں کہ سالم کی روایت جو بیع عرایا کی رخصت میں مذکور ہو چکی ہے وہ بیع اثمر باتمر کی نبی کے بعد کی ہے اور ان کے لفظ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً یہ ہیں کہ نہ بیچو (درخت پر کی) کھجور کو خشک کھجور سے۔ کہا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد بیع عرایا کی رخصت دے دی، اور یہ رخصت ممانعت کے بعد کی ہے۔ اور اسی طرح بقایا احادیث ہیں جن میں بیع اثمر باتمر کے بعد بیع عرایا کی رخصت کا مستثنیٰ ہونا مذکور ہے اور میں (ابن حجر) واضح طور پر پہلے بھی اسے بیان کر چکا ہوں۔

۲۱۹۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَتْمَةَ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرَبِيَّةِ أَنْ تَبَاعَ بِخَرَصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطْبًا - وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى: إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرَبِيَّةِ بَيْنَ عَمَلِ أَهْلِهَا بِخَرَصِهَا يَأْكُلُونَهَا رُطْبًا - قَالَ: هُوَ سَوَاءٌ. قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِيَحْيَى وَأَنَا غَلَامٌ: إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُولُونَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا. فَقَالَ: وَمَا يُذَرِّي أَهْلَ مَكَّةَ؟ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَرَوُونَهُ عَنِ جَابِرٍ. فَسَكَتَ. قَالَ سُفْيَانُ: إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ)). قِيلَ لِسُفْيَانَ: أَلَيْسَ فِيهِ ((نَهَى عَنِ بَيْعِ التَّمْرِ حَتَّى يَبْدُوا صَلَاحَهُ؟)) قَالَ: لَا. [طرفه في: ۲۳۸۴].

(۲۱۹۱) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ یحییٰ بن سعید نے بیان کیا کہ میں نے بشیر سے سنا کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سہل بن ابی حتمہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توڑی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا، البتہ عربیہ کی آپ نے اجازت دی کہ اندازہ کر کے یہ بیع کی جاسکتی ہے کہ عربیہ والے اس کے بدلے تازہ کھجور کھائیں۔ سفیان نے دوسری مرتبہ یہ روایت بیان کی، لیکن آنحضرت ﷺ نے عربیہ کی اجازت دے دی تھی۔ کہ اندازہ کر کے یہ بیع کی جا سکتی ہے، کھجور ہی کے بدلے میں۔ دونوں کا مفسوم ایک ہی ہے۔ سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ سے پوچھا، اس وقت میں ابھی کم عمر تھا، کہ مکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عربیہ کی اجازت دی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ اہل مکہ کو یہ کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا کہ وہ لوگ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ سفیان نے کہا کہ میری مراد اس سے یہ تھی کہ جابر رضی اللہ عنہ والے ہیں۔ سفیان سے پوچھا گیا کہ کیا ان کی حدیث میں یہ ممانعت نہیں ہے کہ پھلوں کو بیچنے سے آپ نے منع فرمایا جب تک ان کی پختگی نہ کھل جائے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

تو حدیث آخر مدینہ والوں ہی پر آکر ٹھہری، حاصل یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید اور مکہ والوں کی روایت میں کسی قدر اختلاف ہے۔ یحییٰ بن سعید نے عرایا کی رخصت میں انداز کرنے کی اور عرایا والوں کی تازہ کھجور کھانے کی قید لگائی ہے۔ اور مکہ والوں نے اپنی روایات میں یہ قید بیان نہیں کی۔ بلکہ مطلق عربیہ کو جائز رکھا۔ خیر اندازہ کرنے کی قید تو ایک حافظ نے بیان کی ہے اس کا قبول کرنا واجب ہے لیکن کھانے کی قید محض واقعی ہے نہ احترازی (قططانی) سفیان بن عیینہ سے ملنے والا کون تھا حافظ کہتے ہیں کہ مجھے اس کا نام

معلوم نہیں ہوا۔

۸۴- بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

وَقَالَ مَالِكٌ : الْعَرِيَّةُ أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ نَخْلَةَ ثُمَّ يَتَأَذَى بِذَخُولِهِ عَلَيْهِ فَرُحْصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ. وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ : الْعَرِيَّةُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا-يَدًا، لَا يَكُونُ بِالْحِزَافِ. وَمِمَّا يَقْوَاهُ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَنَمَةَ: بِالْأَوْسُقِ الْمُوسَّقَةِ.

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: كَانَتْ الْعَرَايَا أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ. وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ: الْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوَهَّبُ لِلْمَسَاكِينِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَنْتَبِرُوا بِهَا رُحْصَ لَهُمْ أَنْ يَبِيعُوهَا بِمَا شَاءُوا مِنَ التَّمْرِ.

۲۱۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَقَبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَحَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِمَحْرُصِهَا كَيْلًا) قَالَ مُوسَى بْنُ عَقَبَةَ: وَالْعَرَايَا نَخَلَاتٌ مَعْلُومَاتٌ تَأْتِيهَا فَتَشْتَرِيهَا.

[راجع: ۲۱۷۳]

باب عربیہ کی تفسیر کا بیان

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ عربیہ یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی بیخ کا مالک اپنے باغ میں) دوسرے شخص کو کھجور کا درخت (ہبہ کے طور پر) دے دے، پھر اس شخص کا باغ میں آنا اچھا نہ معلوم ہو، تو اس صورت میں وہ شخص ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں اپنا درخت (نئے وہ ہبہ کر چکا ہے) خرید لے اس کی اس کے لئے رخصت دی گئی ہے۔ اور ابن ادریس (امام شافعی رحمہ اللہ) نے کہا کہ عربیہ جائز نہیں ہوتا مگر (پانچ وسق سے کم میں) سوکھی کھجور ناپ کر ہاتھوں ہاتھ دے دے یہ نہیں کہ دونوں طرف اندازہ ہو۔ اور اس کی تائید سہل بن ابی حشمہ رحمہ اللہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ وسق سے ناپ کر کھجور دی جائے۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ نے اپنی حدیث میں نافع سے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ عربیہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں کھجور کے ایک دو درخت کسی کو عاریتاً دے دے۔ اور یزید نے سفیان بن حسین سے بیان کیا کہ عربیہ کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جو مسکینوں کو لہ دے دیا جائے۔ لیکن وہ کھجور کے پکنے کا انتظار نہیں کر سکتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی کہ جس قدر سوکھی کھجوروں کے بدل چاہیں اور جس کے ہاتھ چاہیں بیچ سکتے ہیں۔

(۲۱۹۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے، انہیں نافع نے، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربیہ کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے بیچی جاسکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرایا کچھ معین درخت جن کا میوہ تو اترے ہوئے میوے کے بدل خریدے۔

بَيْعٌ

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ عرایا کی تفصیل ان لفظوں میں پیش فرماتے ہیں۔ جمع عربیہ قال فی الفتح و ہی فی الاصل عطیة ثمر النخل دون الرقبة كانت العرب فی الجذب تطوع بذالک علی من لائمر له کما ینطوع صاحب التناة والابل بالمینحة و ہی عطیة اللین دون الرقبة (نبیل) یعنی عرایا عربیہ کی جمع ہے اور دراصل یہ کھجور کا صرف پھل کسی محتاج مسکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دینا ہے۔ عربوں کا طریقہ تھا کہ وہ فقراء مسکین کو فصل میں کسی درخت کا پھل بطور بخشش دے دیا کرتے تھے جیسا کہ بکری اونٹ والوں کا بھی طریقہ رہا ہے کہ کسی غریب مسکین کے حوالہ صرف دودھ پینے کے لئے بکری یا اونٹ کر دیا کرتے تھے۔

آگے حضرت علامہ فرماتے ہیں و اخرج الامام احمد عن سفیان بن حسین ان العرایا نخل تو هب للمساکین فلا ینتظروا بها فرخص لهم ان یشبعوا بما شاء وامن الثمر۔ یعنی عرایا ان کھجوروں کو کہا جاتا ہے جو مسکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دی جاتی ہیں۔ پھر ان مسکین کو تنگ دستی کی وجہ سے ان کھجوروں کا پھل پختہ ہونے کا انتظار کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ پس ان کو رخصت دی گئی کہ وہ جیسے مناسب جائیں سو کھی کھجوروں سے ان کا تناولہ کر سکتے ہیں۔ وقال الجوهری هی النخلة الی یرعیها صاحبها رجلا محتاجا بان یجعل له ثمرها عاماً یعنی جوہری نے کہا کہ یہ وہ کھجور ہیں جن کے پھلوں کو ان کے مالک کسی محتاج کو عاریتاً محض بطور بخشش سال بھر کے لئے دے دیا کرتے ہیں۔ عرایا کی اور بھی بہت سی صورتیں بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لئے فتح الباری کا مطالعہ ضروری ہے۔

علامہ شوکانی آخر میں فرماتے ہیں والحاصل ان کل صورة من صور العرایا ورد بها حدیث صحیح اونبت عن اهل الشرع او اهل اللغة فهی جائزة لدخولها تحت مطلق الاذن والتخصیص فی بعض الاحادیث علی بعض الصور لاینا فی مائتہ فی غیرہ یعنی بیع عرایا کی جتنی بھی صورتیں صحیح حدیث میں وارد ہیں یا اہل شرع یا اہل لغت سے وہ ثابت ہیں وہ سب جائز ہیں۔ اسلئے کہ وہ مطلق اذن کے تحت داخل ہیں۔ اور بعض احادیث بعض صورتوں میں جو بطور نص وارد ہیں وہ ان کے منافی نہیں ہیں۔ جو بعض ان کے غیر سے ثابت ہیں۔ بیع عرایا کے جواز میں اہم پہلو غریب مسکین کا مفاد ہے جو اپنی تنگ دستی کی وجہ سے پھلوں کے پختہ ہونے کا انتظار کرنے سے معذور ہیں۔ ان کو فی الحال شکم پری کی ضرورت ہے۔ اس لئے ان کو اس بیع کے لئے اجازت دی گئی۔ ثابت ہوا کہ عقل صحیح بھی اس کے جواز ہی کی تائید کرتی ہے۔

سند میں مذکورہ بزرگ حضرت نافع سرجس کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں۔ یہ دیلمی تھے اور اکابر تابعین سے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان سے بہت سے لوگوں نے جن میں زہری اور امام مالک بھی ہیں۔ روایت کی ہے۔ حدیث کے بارے میں شہرت یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔ نیز ان اللہ راویوں میں سے جن کی روایت پر کھل اعتماد ہوتا ہے۔ اور جن کی روایت کردہ احادیث پر عمل کیا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کا بڑا حصہ ان ہی پر موقوف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نافع کے واسطے سے حدیث سن لیتا ہوں تو پھر کسی اور راوی سے سننے کے لئے بے فکر ہو جاتا ہوں۔ مالاہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

۸۵- بَابُ بَيْعِ الثَّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ
حصلاً حها

میدے کی بیج پختگی سے پہلے ابن ابی لیلیٰ اور ثوری کے نزدیک مطلقاً باطل ہے۔ بعض نے کہا جب کاٹ لینے کی شرط کی جائے باطل ہے ورنہ باطل نہیں۔ امام شافعی اور احمد اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔

۲۱۹۳- وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ: لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ أَبُو زَيْدٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ذَكْوَانَ سَمِعَ النَّبِيَّ يَقُولُ: كَانَ غَرْوَةٌ بِنِ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ عَرَةَ بْنِ زَيْمِرٍ، نَوْ حَارِثَةَ كَسَلِ بْنِ أَبِي حَسْمَةَ انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل

کرتے تھے۔ اور وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت (درختوں پر پکنے سے پہلے) کرتے تھے۔ پھر جب پھل توڑنے کا وقت آتا اور مالک (قیمت کا) تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ عذر کرنے لگتے کہ پہلے ہی اس کا گاہا خراب اور کالا ہو گیا، اس کو بیماری ہو گئی، یہ تو ٹھہر گیا پھل بہت ہی کم آئے۔ اسی طرح مختلف آفتوں کو بیان کر کے مالکوں سے جھگڑتے (تا کہ قیمت میں کمی کرا لیں) جب رسول اللہ ﷺ کے پاس اس طرح کے مقدمات بکثرت آنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ جب اس طرح کے جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تو تم لوگ بھی میوہ کے پکنے سے پہلے ان کو نہ بیچا کرو۔ گویا مقدمات کی کثرت کی وجہ سے آپ نے یہ بطور مشورہ فرمایا تھا۔ خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے باغ کے پھل اس وقت تک نہیں بیچتے جب تک ثریا نہ طلوع ہو جاتا اور زردی اور سرخی ظاہر نہ ہو جاتی۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اس کی روایت علی بن بحر نے بھی کی ہے کہ ہم سے حکام بن سلم نے بیان کیا، ان سے عنبسہ نے بیان کیا، ان سے زکریا نے، ان سے ابو الزناد نے، ان سے عروہ نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اور ان سے زید بن ثابت نے۔

قطانی نے کہا شاید آپ نے پہلے یہ حکم بطریق صلاح اور مشورہ دیا ہو جیسا کہ کالمشورہ بشریہا کے لفظ بتا رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد قطعاً منع فرمایا۔ جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ خود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں اپنا میوہ جنگلی سے پہلے نہیں بیچتے تھے۔ ثریا ایک تارہ ہے جو شروع گرمی میں صبح کے وقت نکلتا ہے۔ حجاز کے ملک میں اس وقت سخت گرمی ہوتی ہے۔ اور پھل میوے پک جاتے ہیں۔

(۲۱۹۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع کیا تھا۔ آپ کی ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو تھی۔

أَبِي حَتْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ مَنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَتَاعُونَ الثَّمَارَ فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ قَالَ الْمُتَبَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدَّمَائِ، أَصَابَهُ مَرَضٌ، أَصَابَهُ قُشَامٌ - عَاهَاتٌ يَخْتَجُونَ بِهَا - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُومَةُ فِي ذَلِكَ: فَإِمَّا فَلَا تَتَبَاعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ، كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ، وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيعُ ثَمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى يَطْلُعَ الثُّرَيَّا، فَيَتَبَيَّنُ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَخْضَرِ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَخْرٍ. قَالَ حَدَّثَنَا عَنَسَةُ عَنْ زَكْرِيَاءَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ.

۲۱۹۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ)).

(۲۱۹۵) ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے اور انہیں انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پکنے سے پہلے درخت پر کھجور کو بیچنے سے منع فرمایا ہے، ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ (حتی تزهو سے) مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔

۲۱۹۵- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهَوْ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: يَعْني حَتَّى تَحْمَرَّ.

[راجع: ۱۴۸۸]

زہو کی تفسیر میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ يقال ذها النخل يزهو اذا ظهرت ثمرته وازهي يزهي اذا احمر او اصفر يعني جب کھجور کا پھل ظاہر ہو کر پختگی پر آنے کے لئے سرخ یا زرد ہو جائے تو اس پر زہا النخل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور اس کا موسم اساتھ کا مہینہ ہے۔ اس میں عرب میں ثریا ستارہ صبح کے وقت نکلنے لگتا ہے۔ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے اذا طلع النجم صباحاً رفعت العاعة عن كل بلد نجم سے مراد ثریا ہے یعنی جس موسم میں یہ ستارہ صبح کے وقت نکلتا شروع ہو جاتا ہے تو وہ موسم اب پھلوں کے پکنے کا آگیا، اور اب پھلوں کے لئے خطرات کا زمانہ ختم ہو گیا۔ والنجم هو الثريا وطلوعها يقع في اول فصل الصيف و ذلك عند اشتداد الحر في بلاد الحجاز و ابتداء نضج الثمار و اخرج احمد من طريق عثمان بن عبد الله بن سراقه سالت ابن عمر رضي الله عنه عن بيع الثمار فقال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الثمار حتى تذهب العاعة قلت ومتى ذلك قال حتى تطلع الثريا (نيل) اس عبارت کا اردو مفہوم دہی ہے جو پہلے لکھا گیا ہے۔

(۲۱۹۶) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے سلیم بن حیان نے، ان سے سعید بن میثان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کا "تشقح" سے پہلے پہلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ پوچھا گیا کہ تشقح کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مائل بہ زردی یا بہ سرخی ہونے کو کہتے ہیں کہ اسے کھلایا جاسکے (پھل کا پختہ ہونا مراد ہے)

۲۱۹۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِيثَانَ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشَقِّحَ. فَقِيلَ: وَمَا تُشَقِّحُ؟ قَالَ: تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا)). [راجع: ۱۴۸۷]

باب جب تک کھجور پختہ نہ ہو اس کا بیچنا منع ہے

۸۶- بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صِلَاحُهَا

(۲۱۹۷) مجھ سے علی بن ہشیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معلیٰ بن منصور نے بیان کیا، ان سے ہشیم نے بیان کیا، انہیں حمید نے خبر دی اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور کھجور کے باغ کو "زہو" سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا، آپ سے پوچھا گیا کہ زہو کسے

۲۱۹۷- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْلَى بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُثَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهُ ((نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صِلَاحُهَا، وَعَنِ النَّخْلِ

حَتَّى يَزْهَوْا. قِيلَ: وَمَا يَزْهَوُ؟ قَالَ: يَخْمَرُ أَوْ يَصْفَرُ. [راجع: ۱۴۸۸]

کہتے ہیں تو آپ نے جواب دیا مائل بہ سرخی یا مائل بہ زردی ہونے کو کہتے ہیں۔

گویا لفظ زہو خاص کھجور کے مائل بہ سرخی یا مائل بہ زردی ہونے پر بولا جاتا ہے۔

۸۷- بَابُ إِذَا بَاعَ الثَّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

باب اگر کسی نے پختہ ہونے سے پہلے ہی پھل بیچے پھر ان پر کوئی آفت آئی تو وہ نقصان بیچنے والے کو بھرنا پڑے گا

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میوہ کی بیج پختگی سے پہلے صحیح تو ہو جاتی ہے، مگر اس کا ضمان بائع پر رہے گا۔ مشتری کی کل رقم اس کو بھرنی ہوگی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ جنح البخاری فی ہذہ الترجمة الی صحة البیع وان لم یبد صلاحہ لکنہ جعلہ قبل الصلاح من ضمان البائع و مقتضاه انہ اذا لم یفسد فالبیع صحیح و هو فی ذالک متابع للزہری کما اورده عنہ فی اخر الباب (فتح) یعنی اس باب سے امام بخاری کا رجحان ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پھلوں کی پختگی سے قبل بھی بیج کی صحت کے قائل ہیں۔ مگر انہوں نے اس بارے میں یہ شرط قائم کی ہے کہ اس کے نقصان کا ذمہ دار بیچنے والا ہے اگر کوئی نقصان نہ ہوا، اور فصل صحیح سلامت تیار ہو گئی تو بیج صحیح ہوگی، اور فصل خراب ہونے کی صورت میں نقصان بیچنے والے کو بھگتنا ہوگا۔ اس بارے میں آپ نے امام زہری سے متابعت کی ہے جیسا کہ آخر باب میں ان سے نقل بھی فرمایا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود بہتر یہی ہے کہ پھلوں کی پختگی سے پہلے سودا نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں بہت مفسد پیدا ہو سکتے ہیں۔ جن احادیث میں ممانعت آئی ہے ان کو اسی احتیاط پر محمول کرنا ہے۔ اور یہاں امام بخاری کا رجحان جس جواز پر ہے وہ مشروط ہے۔ اس لئے ہر دو قسم کی روایتوں میں تطبیق ظاہر ہے۔ ”زہو“ کی تفسیر خود حدیث میں موجود ہے۔ پہلے اس کا بیان ہو بھی چکا ہے۔

۲۱۹۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى تَزْهَى. فَقِيلَ وَمَا تَزْهَى؟ قَالَ: حَتَّى تَخْمَرُ. فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللَّهُ الثَّمْرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ؟ [راجع: ۱۴۸۸]

(۲۱۹۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو ”زہو“ سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ زہو کسے کہتے ہیں تو جواب دیا کہ سرخ ہونے کو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہی بتاؤ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پر کوئی آفت آجائے، تو تم اپنے بھلی کامال آخر کس چیز کے بدلے لوگے؟

۲۱۹۹- قَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: ((لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمْرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ. أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

(۲۱۹۹) لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے اگر پختہ ہونے سے پہلے ہی (درخت پر) پھل خریدے، پھر ان پر کوئی آفت آ گئی تو جتنا نقصان ہوا، وہ سب اصل مالک کو بھرنا پڑے گا۔ مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی، اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ

عمنانے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو نہ بیچو، اور نہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں بیچو۔

باب اناج ادھار (ایک مدت مقرر کر کے) خریدنا
 (۲۲۰۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے ابراہیم کے سامنے قرض میں گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ہم سے اسود کے واسطے سے بیان کیا کہ ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مقررہ مدت کے قرض پر ایک یہودی سے غلہ خریدا، اور اپنی زرہ اس کے یہاں گروی رکھی تھی۔

مقصد باب یہ ہے کہ غلہ بوقت ضرورت ادھار بھی خریدا جاسکتا ہے۔ اور ضرورت لاحق ہو تو اس قرض کے سلسلہ میں اپنی کسی بھی چیز کو گروی رکھنا بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس قسم کے دنیاوی معاملات غیر مسلموں سے بھی کئے جاسکتے ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ ادھار حاصل فرمایا۔ اور آپ پر خوب واضح تھا کہ یہودیوں کے ہاں ہر قسم کے معاملات ہوتے ہیں۔ ان حالات میں بھی آپ نے ان سے غلہ ادھار لیا اور ان کے اطمینان مزید کے لئے اپنی زرہ مبارک کو اس یہودی کے ہاں گروی رکھ دیا۔

سند میں مذکورہ راوی حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سلیمان بن مران کاہلی اسدی ہیں۔ بنو کاہل کے آزاد کردہ ہیں۔ بنو کاہل ایک شاخ بنو اسد خزیمہ کی ہے۔ یہ ۹۰ھ میں رے میں پیدا ہوئے اور کسی نے ان کو اٹھا کر کوفہ میں لا کر فروخت کر دیا تو بنی کاہل کے کسی بزرگ نے خرید کر ان کو آزاد کر دیا۔ علم حدیث و قرأت کے مشہور ائمہ میں سے ہیں اہل کوفہ کی روایات کا زیادہ مدار ان پر ہی ہے۔ ۳۸ھ میں وفات پائی۔ نیز حضرت اسود بھی مشہور تابعی ہیں جو ابن ہلال عماری سے مشہور ہیں۔ عمرو بن معاذ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے زہری نے روایت کی ہے۔ ۸۳ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔ آمین۔

باب اگر کوئی شخص خراب کھجور کے بدلے میں اچھی کھجور

لینا چاہے

(۲۲۰۱) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبدالجید بن سہل بن عبدالرحمن نے، ان سے سعید بن مسیب نے، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

عَنْهُمَا أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَبَايَعُوا التَّمْرَ حَتَّى يَبْدُوا صِلَاحَهَا، وَلَا تَبَيْعُوا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ)). [راجع: ۱۴۸۶]

۸۸- بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ
 ۲۲۰۰- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: ((ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنِ فِي السَّلْفِ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ. ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ فَرَهْنَهُ دِرْعَهُ)). [راجع: ۲۰۶۸]

شرح

۸۹- بَابُ إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ

خَيْرٌ مِنْهُ

۲۲۰۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ

و سلم نے خیبر میں ایک شخص کو تحصیل دار بنایا۔ وہ صاحب ایک عمدہ قسم کی کھجور لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجور اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ! ہم تو اسی طرح ایک صاع کھجور (اس سے گھٹیا کھجوروں کے) دو صاع دے کر خریدتے ہیں۔ اور دو صاع تین صاع کے بدلہ میں لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ البتہ گھٹیا کھجور کو پہلے بیچ کر ان پیسوں سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔

اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ خَيْبِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَكَلْتُ تَمْرَ خَيْبَرَ هَكَذَا؟ قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَفْعَلْ، بَعِ الْجَمْعَ بِالذَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْنِعْ بِالذَّرَاهِمِ خَيْبِيًّا)).

[أطرافه في: ٢٣٠٣، ٤٢٤٥، ٤٢٤٧،

[أطرافه في: ٢٣٠٢، ٤٢٤٤، ٤٢٤٦،

[٧٣٥١].

[٧٣٥٠].

اس صورت میں بیاب سے محفوظ رہے گا۔ ایسا ہی سونے کے بدلے میں دو سرا سونا کم و بیش لینے کی ضرورت ہے، تو پہلے سونے کو روپوں یا اسباب کے بدل بیچ ڈالے۔ پھر روپوں یا اسباب کے عوض دو سرا سونا لے لے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ وہی الحدیث جواز اختیار ط۔ الطعام و جواز الوكالة في البيع وغيره و فيه ان البيوع الفاسدة ترد الـ۔ یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اچھے غلہ کو پسند کرنا جائز ہے۔ اور بیع وغیرہ میں وکالت درست ہے اور یہ بھی کہ بیع فاسد کو رد کیا جاسکتا ہے۔

اس حدیث میں خیبر کا ذکر آیا ہے جو یہودیوں کی ایک بستی مدینہ شریف سے شمال مشرق میں تین چار منزل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ اس مقام پر مدینہ کے یہودی قبائل کو ان کی مسلسل غداریوں اور فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ اور یہاں آنے کے بعد وہ دوسرے یہودیوں کو ساتھ لے کر ہر وقت اسلام کے استیصال کے لئے تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ اس طرح خیبر عام اشتعال اور فسادات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کی ان غلط در غلطیوں کو پامال کرنے اور وہاں قیام امن کے لئے آنحضرت ﷺ نے محرم ۶ھ میں چودہ سو جاں نثار صحابہ کرام کے ہمراہ سفر فرمایا۔ یہودی خیبر نے یہ اطلاع پا کر جملہ اقوام عرب کی طرف امداد کے لئے اپنے قاصد و سفراء دوڑائے مگر صرف بنی فزارہ ان کی امداد کے نام سے آئے۔ وہ بھی موقع پا کر مسلمانوں کے اونٹوں کے گلے لوٹ کر واپس بھاگ گئے اور یہودی تمہارہ گئے۔ بڑی خون ریز جنگ ہوئی، آخر اللہ پاک نے اپنے سچے رسول ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اور یہودیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اطراف میں بھی یہودیوں کے مختلف مواضع تھے۔ وطبع، سلامہ، نذک وغیرہ وغیرہ، ان کے باشندوں نے خود بخود اپنے آپ کو رسول کریم ﷺ کے حوالہ کر دیا اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے نہایت فیاضی سے سب کو معافی دے دی ان کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ میں کوئی دست اندازی نہیں کی گئی۔ ان کو پوری مذہبی آزادی بھی دے دی گئی۔ اور زمین کی نصف پیداوار پر ان کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا گیا، اور وہاں سے غلہ کی وصولی کے لئے ایک شخص کو تحصیل دار مقرر کیا گیا۔ اسی کا ذکر اس حدیث میں مذکور ہے اور یہ بیع کا معاملہ بھی اس تحصیلدار صاحب سے متعلق ہے۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

۹۰۔ بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبْرِتَ، بَابُ جَسْ نِي بِيْنِ لِكَا لِيْ هُوِيْ كَبْجُوْرِيْ يَا كِهِيْتِي كَهْرِيْ هُوِيْ

أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً ، أَوْ بِاجَارَةٍ

زمین بیچی یا ٹھیکہ پر دی تو میوہ اور اناج بائع کا ہوگا

(۲۲۰۳) ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے کہا، انہیں ہشام نے خریدی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع سے خریدتے تھے کہ جو بھی کھجور کا درخت پیوند لگانے کے بعد بیچا جائے اور بیچتے وقت پھلوں کا کوئی ذکر نہ ہوا ہو تو پھل اسی کے ہوں گے جس نے پیوند لگایا ہے۔ غلام اور کھیت کا بھی یہی حال ہے۔ نافع نے ان تینوں چیزوں کا نام لیا تھا۔

۲۲۰۳- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ لِي إِبْرَاهِيمُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُخْبِرُ عَنْ نَافِعِ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ: ((أَنْ أَيَّمَا نَخْلٍ بِنَعْتٍ قَدْ أُبْرِتَ لَمْ يُذْكَرِ النَّمْرُ فَالْنَمْرُ لِلذِّي أَبْرَهَا، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ، سَمِي لَهُ نَافِعٌ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ)).

[أطرافه في: ۲۲۰۴، ۲۲۰۶، ۲۳۷۹،

[۲۷۱۶]

یعنی اگر ایک غلام بیچا جائے اور اس کے پاس مال ہو تو وہ مال بائع ہی کا ہو گا۔ اسی طرح لونڈی اگر کبے تو اس کا بچہ جو پیدا ہو چکا ہو وہ بائع ہی کا ہو گا۔ بیٹ کا بچہ مشتری کا ہو گا لیکن اگر خریدار پہلے ہی ان پھلوں یا لونڈی غلام سے متعلق چیزوں کے لینے کی شرط پر سودا کرے اور وہ مالک اس پر راضی بھی ہو جائے، تو پھر وہ پھل یا لونڈی غلاموں کی وہ جملہ اشیاء اسی خریدار کی ہوں گی۔ شریعت کا اظہار یہ ہے کہ لین دین کے معاملات میں فریقین کا باہمی طور پر جملہ تفصیلات طے کر لینا اور دونوں طرف سے ان کا منظور کر لینا ضروری ہے۔ تا کہ آگے چل کر کوئی جھگڑا فساد پیدا نہ ہو۔

(۲۲۰۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خریدی، انہیں نافع نے، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی نے کھجور کے ایسے درخت بیچے ہوں جن کو پیوندی کیا جا چکا تھا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا رہتا ہے۔ البتہ اگر خریدنے والے نے شرط لگادی ہو۔ (کہ پھل سمیت سودا ہو رہا ہے تو پھل بھی خریدار کی ملکیت میں آجائیں گے)

۲۲۰۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبْرِتَ فَتَمْرُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ)).

[راجع: ۲۲۰۳]

حدیث میں لفظ غلام بھی آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا غلام بیچے تو اس وقت جتنا مال غلام کے پاس ہے وہ اصل مالک ہی کا سمجھا جائے گا اور وہ خریدنے والے کو صرف خالی غلام ملے گا۔ ہاں اگر خریدار یہ شرط کر لے کہ میں غلام کو اس کے جملہ املاک سمیت خریدتا ہوں، تو پھر جملہ املاک خریدار کے ہوں گے۔ یہی حال پیوندی بائع کا ہے۔ یہ آپس کی معاملہ داری پر موقوف ہے۔ ارض مزروعہ کی بیج کے لئے بھی یہی اصول ہے۔ حافظ فرماتے ہیں وھذا کلہ عند اطلاق بیع النخل من ہرہ تعرض للعمرة فان شرطھا المشتري بان قال اشتریت النخل بشمرھا کانت للمشتري وان شرطھا البائع لنفسه قبل التایہر کانت له یعنی یہ معاملہ خریدار پر موقوف ہے اگر اس نے پھلوں سمیت کی شرط پر سودا کیا ہے تو پھل اسے ملیں گے اور اگر بائع نے اپنے لئے ان پھلوں کی شرط لگادی ہے تو بائع کا حق ہو گا۔

اس حدیث سے پھلوں کا پیوندی بنانا بھی جائز ثابت ہوا جس میں ماہرین فن زردختوں کی شلغ کٹ کر ملہ درخت کی شلغ کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ اور قدرت خداوندی سے وہ ہر دو شاخیں مل جاتی ہیں۔ پھر وہ پیوندی درخت بکھرت پھل دینے لگ جاتا ہے۔

آج کل اس فن نے بہت کافی ترقی کی ہے۔ اور اب تو تجربات جدیدہ نے نہ صرف درختوں بلکہ غلہ جلت تک کے پودوں میں اس عمل سے کامیابی حاصل کی ہے حتیٰ کہ اعضائے حیوانات پر یہ تجربات کئے جا رہے ہیں۔

۹۱- بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا
باب کھیتی کا اناج جو ابھی درختوں پر ہو ماپ کی رو سے غلہ کے عوض بیچنا

(۲۲۰۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابہ سے منع فرمایا۔ یعنی باغ کے پھلوں کو، اگر وہ کھجور ہیں تو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے خشک انگور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر وہ کھیتی ہے تو ناپ کر غلہ کے بدلے بیچا جائے۔ آپ نے ان تمام قسموں کے لین دین سے منع فرمایا ہے۔

۲۲۰۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمُرَابَةِ: أَنْ يَبِيعَ نَمْرَ خَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلًا بِنَمْرٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَيْبٍ كَيْلًا، أَوْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلٍ طَعَامٍ. وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ)) [راجع: ۲۱۷۱]

حافظ فرماتے ہیں۔ اجمع العلماء علی انہ لا يجوز بيع الزرع قبل ان يقطع بالطعام لانه بيع مجهول بمعلوم و اما بيع رطب ذالك بياسه بعد القطع و امکان المماثلة فالجمهور لا يجوزون بيع لثني من ذالك یعنی اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کھیتی کو اس کے کاٹنے سے پہلے غلہ کے ساتھ بیچنا درست نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک معلوم غلہ کے ساتھ مجہول چیز کی بیچ ہے۔ اس میں ہر دو کے لئے نقصان کا احتمال ہے۔ ایسے ہی ترکاٹنے کے بعد خشک کے ساتھ بیچنا جمہور اس قسم کی تمام بیوع کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان سب میں نفع و نقصان ہر دو احتمالات ہیں۔ اور شریعت محمدیہ ایسے جملہ ممکن نقصانات کی بیوع کو ناجائز قرار دیتی ہے۔

باب کھجور کے درخت کو جڑ سمیت بیچنا

۹۲- بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

(۲۲۰۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی کسی کھجور کے درخت کو بیوندی بنایا۔ پھر اس درخت ہی کو بیچ دیا تو (اس موسم کا پھل) اسی کا ہو گا جس نے بیوندی کیا ہے۔ لیکن اگر خریدار نے پھلوں کی بھی شرط لگا دی ہے۔ (تو یہ امر دیگر ہے)

۲۲۰۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَيُّمَا أَمْرِيءٍ أَوْرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا فَلِلَّذِي أَوْرَ نَمْرَ النَّخْلِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُشْتَرِغُ)). [راجع: ۲۲۰۳]

معلوم ہوا کہ یہاں بھی معاملہ خریدار پر موقوف ہے۔ اگر اس نے کوئی شرط لگا کر وہ بیچ کی ہے تو وہ شرط نافذ ہوگی اور اگر بغیر شرط سودا ہوا ہے تو اس موسم کا پھل پہلے مالک ہی کا ہوگا۔ جس نے ان درختوں کو بیوندی کیا ہے۔ حدیث سے درخت کا اصل جڑ سمیت بیچنا ثابت ہوا۔

باب بیع مخاطره کا بیان

۹۳- بَابُ بَيْعِ الْمُخَاظَرَةِ

میوہ یا اناج پکنے سے پہلے بیچنا، کپے پن کی حالت میں جب وہ سبز ہو اسی کو بیع حاضرہ کہتے ہیں۔

۲۲۰۷- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، عَنْ الْمُحَافَلَةِ وَالْمُخَاضِرَةِ وَالْمَلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُزَابَنَةِ)).

۲۲۰۷- ہم سے اسحاق بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمر بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محافلہ، مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

حافظ فرماتے ہیں۔ والمراد بيع الفمار والحبوب قبل ان يبدو صلاحها يعني حاضره کے معنی پکنے سے پہلے ہی فصل کو کھیت میں بیچنا ہے اور یہ ناجائز ہے محافلہ کا مضموم بھی یہی ہے۔ دیگر واردہ اصطلاحات کے معانی ان کے مقدمات پر مفصل بیان ہو چکے ہیں۔

۲۲۰۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ تَمْرٍ بِالتَّمْرِ حَتَّى يَزْهُو. فَلَقْنَا لَأَنَسَ : مَا زْهُوْهَا؟ قَالَ : تَخْمَرُ وَتَصْفُرُ. أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللَّهُ التَّمْرَةَ بِمِ تَسْتَجِلُّ مَالٌ أَخِيكَ)). [راجع: ۱۴۸۸]

۲۲۰۸- ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے درخت کی کھجور کو زہو سے پہلے ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا۔ ہم نے پوچھا کہ زہو کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ پک کے سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ تم ہی بتاؤ کہ اگر اللہ کے حکم سے پھل نہ آسکا تو تم کس چیز کے بدلے اپنے بھائی (خریدار) کا مال اپنے لئے حلال کرو گے۔

حدیث اپنے معانی میں مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسا پہلو جس میں خریدنے والے یا بیچنے والے کے لئے نقصان ہونے کا احتمال ہو، شریعت کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے۔ ہاں جائز طور پر سودا ہونے کے بعد نفع نقصان یہ قسمت کا معاملہ ہے۔ تجارت نفع ہی کے لئے کی جاتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ گھٹا بھی ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ کوئی چیز نہیں۔ آجکل ریس وغیرہ کی شکلوں میں جو دھندے چل رہے ہیں، شرعاً یہ سب حرام اور ناجائز بلکہ سود خوری میں داخل ہیں۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب ظاہر ہے کہ تم نے اپنا کپا باغ کسی بھائی کو بیچ دیا اور اس سے طے شدہ روپیہ بھی وصول کر لیا۔ بعد میں باغ پھل نہ لاسکا۔ آفت زدہ ہو گیا۔ یا کم پھل لیا تو اپنے خریدار بھائی سے جو رقم تم نے وصول کی ہے وہ تمہارے لئے کس جس کے عوض حلال ہوگی۔ پس ایسا سودا ہی نہ کرو۔

باب کھجور کا گابھا بیچنا یا کھانا

۹۴- بَابُ بَيْعِ التَّجْمَارِ وَأَخْلِيهِ

(جو سفید سفید اندر سے نکلتا ہے)

۲۲۰۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ

۲۲۰۹- ہم سے ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ابو بشر نے، ان سے مجاہد نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت

میں حاضر تھا۔ آپ کھجور کا گابھا کھا رہے تھے۔ اسی وقت میں آپ نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت مرد مومن کی مثال ہے میرے دل میں آیا کہ کہوں کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ لیکن حاضرین میں ہی سب سے چھوٹی عمر کا تھا (اس لئے بطور ادب میں چپ رہا) پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَأْكُلُ جَمَارًا، فَقَالَ: ((مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرُّجُلِ الْمُؤْمِنِ))، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ، فِإِذَا أَنَا أَخَذْتُهُمْ، قَالَ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)). [راجع: ۶۱]

یہ حدیث پہلے پارے کتاب العلم میں بھی گذر چکی ہے۔ اور جب کھانا درست ہوا تو اس کا بیچنا بھی درست ہو گا۔ پس ترجمہ باب نکل آیا۔ بعض نے کہا کہ کھجور کے درخت پر گوند نکل آتا تھا جو جہلی کی طرح سفید ہوتا تھا۔ وہ کھایا جاتا تھا۔ مگر اس گوند کے نکلنے کے بعد وہ درخت پھل نہیں دیتا تھا۔

باب خرید و فروخت اور اجارے میں

ہر ملک کے دستور کے موافق

حکم دیا جائے گا اسی طرح ماپ اور تول اور دوسرے کاموں میں ان کی نیت اور رسم و رواج کے موافق اور قاضی شریح نے سوت بیچنے والوں سے کہا جیسے تم لوگوں کا رواج ہے اسی کے موافق حکم دیا جائے گا۔ اور عبد الوہاب نے ایوب سے روایت کی انہوں نے محمد بن سیرین سے کہ دس کمال گیارہ میں بیچنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور جو خرچہ پڑا ہے اس پر بھی یہی نفع لے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ہندہ (ابوسفیان کی عورت) سے فرمایا تو اپنا اور اپنے بچوں کا خرچہ دستور کے موافق نکال لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کوئی محتاج ہو وہ (یتیم کے مال میں سے) نیک نیتی کے ساتھ کھا لے۔ اور امام حسن بصری نے عبد اللہ بن مرداس سے گدھا کرائے پر لیا تو ان سے اس کا کرایہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ دو دانق ہے (ایک دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) اس کے بعد وہ گدھے پر سوار ہوئے۔ پھر دوسری مرتبہ ایک ضرورت پر آپ آئے اور کہا کہ مجھے گدھا چاہئے۔ اس مرتبہ آپ اس پر کرایہ مقرر کئے بغیر سوار ہوئے۔ اور ان کے پاس آدھا درہم بھیج دیا۔

۹۵- باب مَنْ أُجْرِيَ أَمْرَ الْأَمْصَارِ

عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوعِ
وَالِإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوِزْنِ وَسُنْبِهِمْ
عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمْ الْمَشْهُورَةِ وَقَالَ
شَرِيحٌ لِلْفَرَّالَيْنِ: سُنْتُكُمْ بَيْنَكُمْ رِبْحًا.
وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ:
لَا بَأْسَ الْعَشْرَةَ بِأَحَدٍ وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا.
وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُدَيْي مَا يَكْفِيكَ
وَوَلَدُكَ بِالْمَعْرُوفِ)). وَقَالَ تَعَالَى:
﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾.
وَكَتَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْدَاسٍ
حَمَارًا فَقَالَ: بَكْم؟ قَالَ: بَدَانَقَيْنِ، فَرَكْبَةٌ؛
ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرَى فَقَالَ الْجِمَارُ الْجِمَارُ،
فَرَكْبَةٌ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِصَفِ
دِرْهَمٍ.

مثلاً کسی ملک میں سو روپیہ بھر کا سیر مروج ہے تو جس نے سیر بھر غلہ بیچا اس کو اسی سیر سے دینا ہو گا۔ اسی طرح ملک میں جس روپے پیسے کا رواج ہے اگر عقد میں دوسرے سکے کی شرط نہ ہو تو وہی رائج سکہ مراد ہو گا۔ الغرض جہاں جیسا دستور ہے اسی دستور کے

موافق بیع و شراء کی جائے گی۔ دابق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے دستور مروجہ پر عمل کیا کہ ایک گدھے کا کرایہ دو دواق ہوتا ہے۔ ایک دابق اسے زیادہ دے دیا، تاکہ احسان کا اعتراف ہو۔ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ۶۰)

۲۲۱۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((حَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبُو طَيْبَةَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ)).

امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طیبہ نے پچھنا لگایا۔ تو آپ نے انہیں ایک صاع کھجور (مزدوری میں) دینے کا حکم فرمایا۔ اور اس کے مالکوں سے فرمایا کہ وہ اس کے خراج میں کچھ کمی کر دیں۔

[راجع: ۲۱۰۲]

اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً یہ کہ پچھنا لگوانا جائز ہے۔ اور وہ حدیث جس میں اس کی ممانعت وارد ہے وہ منسوخ ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نوکروں، خادموں، غلاموں سے ان کی طاقت کے موافق خدمت لینی چاہئے۔ اور ان کی مزدوری میں بخل نہ ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی کہ اجرت میں نقدی کے علاوہ اجناس بھی دینی درست ہیں بشرطیکہ مزدور پسند کرے۔ خراج سے یہاں وہ نیکس مراد ہے جو اسکے آقا اس سے روزانہ وصول کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں کمی کر دیں۔

۲۲۱۱- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((قَالَتْ هَذَا أُمُّ مَعَاوِيَةَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَجِيحٌ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ أَخَذَ مِنْ مَالِهِ سِرًّا؟ قَالَ: ((خُلْدِي أَنْتِ وَبَنُوكِ مَا يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ)).

۲۲۱۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے۔ تو کیا اگر میں ان کے مال میں سے چھپا کر کچھ لے لیا کروں تو کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے لئے اور اپنے بیٹوں کے لئے نیک نیتی کے ساتھ اتنا لے سکتی ہو جو تم سب کے لئے کافی ہو جایا کرے۔

[أطرافه في: ۲۴۶۰، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹]

[۵۳۶۴، ۶۶۴۱، ۵۳۷۰، ۷۱۶۱، ۷۱۸۰]

حضرت ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابو سفیان والدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس حدیث سے بیویوں کے حقوق پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اگر خاوند نان نفقہ نہ دیں یا بخل سے کام لیں تو ان سے وصول کرنے کے لئے ہر جائز راستہ اختیار کر سکتی ہیں۔ مگر نیک نیتی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر محض فساد اور خانہ خرابی مد نظر ہے، تو پھر یہ رخصت ختم ہو جاتی ہے۔

۲۲۱۲- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرْقَدٍ قَالَ:

۲۲۱۲) مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام نے خبر دی (دوسری سند) اور مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عثمان بن فرقہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے

ہشام بن عروہ سے سنا، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ (قرآن کی آیت) جو شخص مالدار ہو وہ (اپنی زیر پرورش یتیم کا مال ہضم کرنے سے) اپنے کو بچائے۔ اور جو فقیر ہو وہ نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے کھالے۔" یہ آیت یتیموں کے ان سرپرستوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو ان کی اور ان کے مال کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے ہوں کہ اگر وہ فقیر ہیں تو (اس خدمت کے عوض) نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے کھا سکتے ہیں۔

باب ایک سا جھی اپنا حصہ دوسرے سا جھی

کے ہاتھ بیچ سکتا ہے

(۲۲۱۳) ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابو سلمہ نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حق ہر اس مال میں قرار دیا تھا جو تقسیم نہ ہوا ہو۔ لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے بھی پھیر دیئے جائیں تو اب شفعہ کا حق باقی نہیں رہا۔

سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ ((سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: «وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ» أَنْزَلَتْ فِي وَالِيِ الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصَلِّحُ فِي مَالِهِ: إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ)).

[طرفہ فی : ۲۷۶۵، ۴۵۷۵].

۹۶- بَابُ بَيْعِ الشَّرِيكِ مِنْ شَرِيكِهِ

۲۲۱۳- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشَّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقَسِّمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْخُدُودُ وَصُرِفَتِ الطَّرِيقُ فَلَا شَفْعَةَ)).

[أطرفه فی : ۲۲۱۴، ۲۲۵۷، ۲۴۹۵].

[۲۴۹۶، ۶۹۷۶].

تَشْفِيعُ مال سے مراد غیر منقولہ ہے۔ جیسے مکان، زمین، باغ وغیرہ کیونکہ جائیداد منقولہ میں بلاجماع شفعہ نہیں ہے۔ اور عطاء کا قول شاذ ہے جو کہتے ہیں ہر چیز میں شفعہ ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے میں بھی۔ یہ حدیث شافعیہ کے مذہب کی تائید کرتی ہے کہ ہمسایہ کو شفعہ کا حق نہیں ہے صرف شریک کو ہے۔ یہاں امام بخاری نے یہ حدیث لا کر باب کا مطلب اس طرح سے نکالا کہ جب شریک کو شفعہ کا حق ہو تو وہ دوسرے شریک کا حصہ خرید لے گا۔ پس ایک شریک کا اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیچ کر ناجی جائز ہوا۔ اور یہی ترجمہ باب ہے۔

شفعہ اس حق کو کہا جاتا ہے جو کسی پڑوسی یا کسی سا جھی کو اپنے دوسرے پڑوسی یا سا جھی کی جائیداد میں اس وقت تک ہوتی رہتا ہے جب تک وہ سا جھی یا پڑوسی اپنی اس جائیداد کو فروخت نہ کرے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسی جائیداد کی خرید و فروخت میں حق شفعہ رکھنے والا اس کا مجاز ہے کہ جائیداد اگر کسی غیر نے خرید لی ہو تو وہ اس پر دعویٰ کرے اور وہ بیچ اول کو فتح کر کر خود اسے خرید لے۔ ایسے معاملات میں اولیت حق شفعہ رکھنے والے ہی کو حاصل ہے۔ ہلٹی اس سلسلہ کی بہت سی تفصیلات ہیں۔ جن میں سے کچھ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں احادیث کی روشنی میں بیان بھی کر دی ہیں۔ مروجہ معزول لاء (بھارت) میں بھی اسکی بہت سی صورتیں مذکور ہیں۔

باب زمین، مکان، اسباب کا حصہ اگر تقسیم نہ ہوا ہو تو اس کا

بیچنا درست ہے

(۲۲۱۳) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے اور ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے مال میں شفعہ کا حق قائم رکھا جو تقسیم نہ ہوا ہو۔ لیکن جب اس کی حدود قائم ہو گئی ہوں اور راستہ بھی پھیر دیا گیا ہو تو اب شفعہ کا حق باقی نہیں رہا۔

ہم سے مسدد نے اور ان سے عبد الواحد نے اسی طرح بیان کیا، اور کہا کہ ہر اس چیز میں (شفعہ ہے) جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اس کی متابعت ہشام نے معمر کے واسطے سے کی ہے اور عبد الرزاق نے یہ لفظ کے کہ ”ہر مال میں“ اس کی روایت عبد الرحمن بن اسحاق نے زہری سے کی ہے۔

باب کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لئے اس کی اجازت کے بغیر خرید لی پھر وہ بھی راضی ہو گیا تو یہ معاملہ جائز ہے۔

(۲۲۱۵) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر بن خطاب نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا، تین شخص کہیں باہر جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔ اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لئے ہوئے تھے) اب ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے بھی کیا ہو، نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی ”اے اللہ! میرے مل باپ بہت ہی بوڑھے تھے۔ میں باہر لے جا کر

۹۷- بَابُ بَيْعِ الْأَرْضِ وَالذُّورِ

وَالْعُرُوضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُومٍ

۲۲۱۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشَّفَعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ يُقْسَمُ. فَإِذَا وَقَعَتِ الْخُدُودُ وَصُرِفَتِ الطَّرُقُ فَلَا شَفَعَةَ)).

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهَذَا وَقَالَ: ((فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمِ)). تَابَعَهُ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: ((فِي كُلِّ مَالٍ)) وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [رَاجِعْ: ۲۲۱۳]

۹۸- بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ

بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِي

۲۲۱۵- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَرَجَ ثَلَاثَةٌ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ السَّمْطُ، فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ. قَالَ: لَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ادْعُوا اللَّهَ بِالْفَضْلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ. فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنِّي كَانُ لِي أَبُوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، فَكُنْتُ أُخْرِجُ

اپنے موٹی چراتا تھا۔ پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا۔ جب میرے والدین پی چکتے تو پھر بچوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہو گئی۔ اور جب میں گہرا لوٹا تو والدین سو چکے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے۔ میں برابر دودھ کا پالہ لئے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا، تو ہمارے لئے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنا دے کہ ہم آسمان کو تو دیکھ سکیں“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ دوسرے شخص نے دعا کی ”اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے بچا کی ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اس لڑکی نے کہا تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سوا اشرفی نہ دے دو۔ میں نے ان کے حاصل کرنے کی کوشش کی، اور آخر اتنی اشرفی جمع کر لی۔ پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا۔ تو وہ بولی، اللہ سے ڈر، اور مر کو ناجائز طریقے پر نہ توڑ۔ اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لئے کیا تھا۔ تو ہمارے لئے (نکلنے کا) راستہ بنا دے۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ چنانچہ وہ پتھر دو تہائی ہٹ گیا۔ تیسرے شخص نے دعا کی۔ ”اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جواری پر کام کرایا تھا۔ جب میں نے اس کی مزدوری اسے دے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس جواری کو لے کر بویا (کھیتی جب کٹی تو اس میں اتنی جواری پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک نیل اور ایک چرواہا خرید لیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آکر مزدوری مانگی، کہ خدا کے بندے مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا کہ اس نیل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کہ یہ تمہارے ہی ملک ہیں۔ اس

فَارَضَى، ثُمَّ أَجِيءُ فَأَحْلُبُ، فَأَجِيءُ بِالْحَلَابِ فَأَتِي بِهِ أَبِي فَيَشْرَبَانِ، ثُمَّ اسْتَبِي الصَّبِيَّةَ وَأَهْلِي وَأَمْرَأَتِي. اخْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجَنْتُ، فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ، قَالَ فَكَرِهْتُ أَنْ أَوْقِظَهُمَا، وَالصَّبِيَّةُ يَتَضَاغُونَ عِنْدَ رِجْلِي، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ ذَائِبِي وَذَائِبُهُمَا حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ. قَالَ: فَفَرَجَ عَنْهُمْ. وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أَحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ، فَقَالَتْ لَا تَنَالْ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ، فَسَعَيْتُ لِيُهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَفْضُ السَّخَاتِمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَكُنْتُ وَتَوَكَّيْتُهَا، فَإِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً. قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمْ الْفُلَّانِينَ. وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَحْبَبًا بِفَرْقٍ مِنْ ذُرَّةٍ، فَأَعْطَيْتَهُ وَأَبِي أَنْ يَأْخُذَ، فَصَمَدْتُ إِلَيَّ ذَلِكَ الْفَرْقِ لَفَرْغَتُهُ حَتَّى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقْرًا وَرَاعِيَهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: انْطَلِقْ إِلَيَّ بِلَكَ الْبَقْرِ وَرَاعِيَهَا فَإِنَّهَا لَكَ. فَقَالَ: أَتَسْتَهْزِئُ بِي؟ قَالَ: فَقُلْتُ: مَا اسْتَهْزَيْتُ بِكَ، وَلَكِنَّهَا لَكَ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ

اُمِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجَهْتُكَ فَافْرُجْ عَنَّا. فَكُشِفَ عَنْهُمْ)).
 [اطرافہ فی: ۲۲۷۲، ۲۳۳۳، ۴۳۶۵، ۵۹۷۴].
 نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا، میں مذاق نہیں کرتا، واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔ تو اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو یہاں ہمارے لئے (اس چٹان کو ہٹا کر راستہ بنا دے۔ چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا۔ اور وہ تینوں شخص باہر آگئے۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں جو یہ حدیث لائے۔ اس سے مقصود اخیر شخص کا بیان ہے کیونکہ بغیر مالک سے پوچھے اس جوار کو دوسرے کام میں صرف کیا۔ اور اس سے نفع کمایا، اور بیع کو بھی اس پر قیاس کیا۔ تو بیع فضولی نکاح فضولی کی طرح صحیح ہے اور مالک کی اجازت پر نافذ ہو جاتی ہے۔
 اس حدیث طویل سے اعمال صالحہ کو بطور وسیلہ اللہ کے سامنے پیش کرنا بھی ثابت ہوا۔ کہ اصل وسیلہ ایسے ہی اعمال صالحہ کا ہے۔ اور آیت کریمہ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کا یہی مفہوم ہے۔ جو لوگ قبروں، مزاروں اور مردہ بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔ اور ایسے وسائل بعض دفعہ شرکیات کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں۔

حدیث میں چرواہے کا واقعہ ہے جس سے بچوں پر ظلم کا شبہ ہوتا ہے کہ وہ رات بھر بھوکے بلبلا تے رہے مگر یہ ظلم نہیں ہے۔ یہ ان کی نیک نیتی تھی کہ وہ پہلے والدین کو پلانا چاہتے تھے۔ اور آیت کریمہ (لَا يُؤْتُونَ عَلَيَّ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) (الحشر: ۹) کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے جو یہاں مذکور ہے۔ وھنا طریق اخر فی الجواز و هو انه صلى الله عليه وسلم ذكر هذه القصة في معرض المدح والثناء على فاعلها واقره على ذلك ولو كان لا يجوز لینه یعنی باب کے مضمون مذکورہ کا جواز یوں بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ کو اور اس میں اس مزدور کے متعلق امر واقعہ کو بطور مدح و ثنا ذکر فرمایا۔ اسی سے مضمون باب ثابت ہوا، اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو آپ اسے بیان فرمادیتے۔

باب مشرکوں اور حربی کافروں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا

۹۹- بَابُ الشَّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ

حربی کافروہ جو اسلامی حکومت سے جنگ برپا کئے ہوئے ہوں اور سلسلہ حرب مابین مطابق قواعد شرعی جاری ہو۔

۲۲۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي غَثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌ طَوِيلٌ بَغَمٌ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً - أَوْ قَالَ: (أَمْ هِبَةً)) - قَالَ: لَا، بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً)).
 (۲۲۱۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک مشنڈا لہجے قد والا مشرک بکریاں ہانکتا ہوا آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ بیچنے کے لئے ہیں یا عطیہ ہیں؟ یا آپ نے یہ فرمایا کہ (یہ بیچنے کے لئے ہیں) یا ہبہ کرنے کے لئے؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ بیچنے کے لئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

[طرفہ فی : ۲۶۱۸، ۵۳۸۲].

حافظ فرماتے ہیں:- معاملۃ الکفار جائزۃ الا بیع مایستعین بہ اهل الحرب علی المسلمین و اختلف العلماء فی مباحۃ من غالب مالہ الحرام و حجة من رخص فیہ قوله صلی اللہ علیہ وسلم للمشرک "ابیعام ہبہ" و فیہ جواز بیع الکافر والبات ملکہ علی ما فی یدہ و جواز قبول الہدیۃ منہ (فتح) یعنی کفار سے معاملہ داری کرنا جائز ہے مگر ایسا معاملہ درست نہیں جس سے وہ اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرنے میں مدد پا سکیں۔ اور اس حدیث کی رو سے کافر کی بیع کو نافذ ماننا بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی کہ اپنے مال میں وہ اسلامی قانون میں مالک بنی مانا جائے گا۔ اور اس حدیث سے کافر کا ہدیہ قبول کرنا بھی جائز ثابت ہوا۔ یہ جملہ قانونی امور ہیں جن کے لئے اسلام میں ہر ممکن گنجائش رکھی گئی ہے۔ مسلمان جب کہ ساری دنیا میں آباد ہیں، ان کے بہت سے عین دین کے معاملات غیر مسلموں کے ساتھ ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا ان سب کو قانونی صورتوں میں بتلایا گیا اور اس سلسلہ میں بہت فراخ دلی سے کام لیا گیا ہے۔ جو اسلام کے دین فطرت اور عالمگیر مذہب ہونے کی واضح دلیل ہے۔

باب حربی کافر سے غلام لونڈی خریدنا اور اس کا آزاد کرنا اور

۱۰۰- بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ

بہہ کرنا

الْحَرْبِيِّ وَهَيْبَتِهِ وَعَتِقِهِ

اور نبی کریم ﷺ نے مسلمان فارسی بڑھڑ سے فرمایا تھا کہ اپنے (یہودی) مالک سے "مکاتبت" کر لے۔ حالانکہ مسلمان بڑھڑ اصل میں پہلے ہی سے آزاد تھے۔ لیکن کافروں نے ان پر ظلم کیا کہ بیچ دیا۔ اور اس طرح وہ غلام بنا دیئے گئے۔ اسی طرح عمار، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم بھی قید کر کے (غلام بنا لئے گئے تھے اور ان کے مالک مشرک تھے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے رزق میں۔ پھر جن کی روزی زیادہ ہے۔ وہ اپنی لونڈی غلاموں کو دے کر اپنے برابر نہیں کر دیتے۔ کیا یہ لوگ اللہ کا احسان نہیں مانتے۔"

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِسُلْمَانَ: كَاتِبٌ، وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوهُ وَبَاغُوهُ. وَسَيِّ عَمَّارٌ وَصُهَيْبٌ وَبِلَالٌ. وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿هُوَ اللَّهُ فَضَّلْ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ، فَمَا الَّذِينَ فَضَّلُوا بَرَادِي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانِهِمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ، أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾

کہ اس نے مختلف حالات کے لوگ پیدا کئے۔ کوئی غلام ہے کوئی بادشاہ، کوئی مالدار ہے کوئی محتاج، اگر سب برابر اور یکساں ہوتے تو کوئی کسی کا کام کاہے کو کرتا۔ زندگی دو بھر ہو جاتی۔ پس یہ اختلاف حالات اور تفاوت درجات حق تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس آیت سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکالا کہ کافر اپنی لونڈی غلاموں کے مالک ہیں اور ان کی ملک صحیح ہے کیونکہ ان کی لونڈی غلاموں کو ﴿من مملکت ایمانہم﴾ فرمایا۔ جب ان کی ملک صحیح ہوئی تو ان سے مول لینا درست ہو گا۔ (وحیدی) کتبت اسکو کہتے ہیں کہ غلام مالک کو کچھ روپیہ کئی قسطوں میں دینا قبول کرے۔ کل روپیہ ادا کرنے کے بعد غلام آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرت سلمان بڑھڑ کو کافروں نے غلام بنا رکھا تھا۔ مسلمانوں نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ حدیث سلمان بڑھڑ میں مزید تفصیل یوں آئی ہے۔ تم میری نافر من کلب تجار فحملونی معہم حتی اذا قدموا بی وادی القزی ظلمونی فباعونی من رجل یہودی الحدیث یعنی میں فارسی نسل سے متعلق ہوں۔ ہوا یہ کہ ایک دفعہ بنو کلب کے کچھ سوداگر میرے پاس سے گزرے اور انہوں نے مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ لگایا۔ اور آگے چل کر مزید ظلم مجھ پر انہوں نے یہ کیا کہ مجھ کو ایک یہودی کے ہاتھ بیچ کر اس کا غلام بنا دیا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ عربی عسی ہیں۔ مگر ان کو اس لئے غلاموں میں شمار کیا گیا کہ ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا نامی قریش کی لونڈیوں میں سے تھیں۔ ان کے شکم سے یہ پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام یاسر رضی اللہ عنہ ہے۔ قریش نے ان سب کے ساتھ غلاموں جیسا معاملہ کیا۔ یاسر رضی اللہ عنہ بنی مخزوم کے حلیف تھے۔ مزید تفصیلی حالات یہ ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ عسی ہیں۔ بنی مخزوم کے آزاد کردہ اور حلیف ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد یاسر رضی اللہ عنہ مکہ میں اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جن کا نام حارث اور مالک تھا، اپنے چوتھے گم شدہ بھائی کی تلاش میں آئے۔ پھر حارث اور مالک تو اپنے ملک یمن کو واپس چلے گئے۔ مگر یاسر مکہ میں مقیم ہو گئے۔ اور ابو حذیفہ بن مغیرہ کے حلیف بن گئے۔ ابو حذیفہ نے ان کا نکاح اپنی باندی سمیہ رضی اللہ عنہا نامی سے کر دیا۔ جن کے بطن سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ابو حذیفہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ یہ ابتدا ہی میں اسلام لے آئے تھے۔ اور ان کمزور مسلمانوں میں سے ہیں جن کو اسلام سے ہٹانے کے لئے بہت ستایا گیا۔ یہاں تک کہ ان کو آگ میں بھی ڈال دیا جس سے انہیں اللہ نے مرنے سے بچالیا۔ آنحضرت ﷺ جب ان کی طرف سے گذرتے ہوئے ان کی تکالیف کو دیکھتے تو آپ کا دل بھر آتا۔ آپ ان کے جسم پر اپنا دست شفقت پھیرتے اور دعا کرتے کہ اے آگ تو عمار پر اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہو گئی تھی۔ یہ ماجرین اولین میں سے ہیں۔ غزوہ بدر اور جملہ غزوات میں شریک ہوئے۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۹۳ سال کی عمر میں ۳۷ء میں جنگ صفین ہی میں شہید ہوئے۔

حضرت صہیب بن سنان عبد اللہ بن جدعان تمیمی کے آزاد کردہ ہیں۔ کنیت ابو یحییٰ، شرموصل کے باشندے تھے۔ رومیوں نے ان کو بیچنے ہی میں قید کر لیا تھا۔ لہذا نشوونما روم میں ہوئی۔ رومیوں سے ان کو ایک شخص کلب نامی خرید کر مکہ لے آیا۔ جہاں ان کو عبد اللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ پھر یہ عبد اللہ بن جدعان ہی کے حلیف بن گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب دار ارقم میں تھے تو عمار رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے ایک ہی دن اسلام قبول کیا۔ مکہ شریف میں ان کو بھی بہت تکلیف دی گئی، لہذا یہ مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ ۸۰ھ میں ۹۰ سال مدینہ ہی میں انتقال فرمایا۔ اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے والد کا نام رباح ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ مشہور معزز صحابی بلکہ مؤذن رسول ﷺ ہیں۔ یہ بھی مؤمنین اولین میں سے ہیں۔ مکہ میں سخت تکالیف برداشت کیں مگر اسلام کا نشہ نہ اترتا، بلکہ اور زیادہ اسلام کا اظہار کیا۔ تمام غزوات نبوی میں شریک رہے۔ ان کو ایذا پہنچانے والا امیہ بن خلف تھا جو بے حد سنگدلی سے ان کو قسم قسم کے عذابوں میں جلا کیا کرتا تھا۔ اللہ کی مشیت دیکھنے کے جنگ بدر میں امیہ بن خلف ملعون، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ عمر کا آخری حصہ شام میں گذرا۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں دمشق میں انتقال ہوا اور باب الصغیر میں دفن ہوئے۔ بعض حلب میں انتقال بتلاتے اور باب الاربعین میں مدفون ہونا لکھتے ہیں۔ ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تابعین کی ایک کثیر جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔

(۲۲۱۷) ہم سے ابو ایمنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ابراہیم علیہ السلام نے سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ (نمرود کے ملک سے) ہجرت کی تو ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک بادشاہ رہتا تھا یا (یہ فرمایا کہ) ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا۔ اس سے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کسی نے کہہ دیا کہ وہ ایک نہایت ہی

۲۲۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَسَارَةً، فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمَمْلُوكِ - أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ. فَقِيلَ:

خوبصورت عورت لے کر یہاں آئے ہیں۔ بادشاہ نے آپ سے پچھوا بھیجا کہ ابراہیم! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے تمہاری کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام سارہ بیٹی سارا کے یہاں آئے تو ان سے کہا کہ میری بات نہ بھٹلانا، میں تمہیں اپنی بہن کہہ آیا ہوں۔ خدا کی قسم! آج روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے سارہ بیٹی سارا کو بادشاہ کے یہاں بھیجا یا بادشاہ حضرت سارہ بیٹی سارا کے پاس گیا۔ اس وقت حضرت سارہ بیٹی سارا وضو کر کے نماز پڑھنے لکھی ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اللہ کے حضور میں یہ دعا کی کہ ”اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں، اور اگر میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے، تو تو مجھ پر ایک کافر کو مسلط نہ کر۔“ اتنے میں وہ بادشاہ تھرایا اور اس کا پاؤں زمیں میں دھنس گیا۔ اعرج نے کہا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ حضرت سارہ بیٹی سارا نے اللہ کے حضور میں دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔ چنانچہ وہ پھر چھوٹ گیا اور حضرت سارہ بیٹی سارا کی طرف بڑھا۔ حضرت سارہ بیٹی سارا وضو کر کے پھر نماز پڑھنے لگی تھیں اور یہ دعا کرتی جاتی تھیں ”اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے شوہر (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے سوا اور ہر موقع پر میں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کر۔“ چنانچہ وہ پھر تھرایا، کانپا اور اس کے پاؤں زمیں میں دھنس گئے۔ عبد الرحمن نے بیان کیا کہ ابو سلمہ نے بیان کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت سارہ بیٹی سارا نے پھر وہی دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔“ اب دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ بھی وہ بادشاہ چھوڑ دیا گیا۔ آخر وہ کہنے لگا کہ تم لوگوں نے میرے یہاں ایک شیطان بھیج دیا۔ اسے ابراہیم علیہ السلام کے پاس لے جاؤ اور انہیں آجر (حضرت ہاجرہ) کو بھی دے دو۔ پھر حضرت سارہ ابراہیم علیہ السلام کے

دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ. فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ: أُخْتِي. ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ: لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي، فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكَ أُخْتِي، وَاللَّهِ إِنْ عَلِيَ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَعَيْرُكَ. فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضُّأً وَتُصَلِّي فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَخْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ. فَعَطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ - قَالَ الْأَعْرَجُ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتُ يُقَالُ هِيَ قَتَلْتَهُ. فَأَرْسَلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضُّأً تُصَلِّي وَتَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَخْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ، فَعَطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ - قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ - فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتُ يُقَالُ هِيَ قَتَلْتَهُ. فَأَرْسَلَ فِي النَّبِيَّةِ أَوْ فِي النَّبِيَّةِ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَعْطُوهَا آجَرَ، فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَتْ: أَشْعَرْتُ أَنْ اللَّهُ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْذَمَ وَابِدَةً).

پاس آئیں اور ان سے کہا کہ دیکھتے نہیں اللہ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور ساتھ میں ایک لڑکی بھی دلوادی۔

[۶۹۵۰، ۵۰۸۴]

زمین کنعان سے مصر کا یہ سفر اس لئے ہوا کہ کنعان ان دنوں سخت قحط سالی کی زد میں آ گیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مجبور ہو کر اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور بیٹے لوط علیہ السلام اور بھیڑ بکریوں سمیت مصر میں پہنچ گئے۔ ان دنوں مصر میں فرعون رقیون نامی حکمرانی کر رہا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا بے حد حسین تھیں۔ اور وہ بادشاہ ایسی حسین عورتوں کی جستجو میں رہا کرتا تھا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی بہن ظاہر کریں۔ جب فرعون مصر نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حسن کا چرچا سنا تب انہوں نے ان کو بلوا بھیجا اور فعل بد کا ارادہ کیا مگر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی ہدایت سے وہ برائی پر قادر نہ ہو سکا۔ بلکہ زمین میں غرق ہونے لگا۔ آخر اس کے دل پر ان کی عظمت نقش ہو گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معافی مانگی اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا اور اپنے خلوص اور عقیدت کے اظہار میں اپنی بیٹی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو ان کی نذر کر دیا تاکہ وہ سارہ رضی اللہ عنہا جیسی خدا رسیدہ خاتون کی خدمت میں رہ کر تعلیم اور تربیت حاصل کرے اور کسی وقت اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے نبی کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہو۔ یہودیوں کی کتاب بریشت لیا میں ذکر ہے کہ ہاجرہ شاہ مصر کی بیٹی تھی۔ ایسا ہی طبری، فہرست اور قسطلانی نے ذکر کیا ہے مگر یہ امر نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ بعض بد باطن یہود کی حاسدانہ تحریرات میں ان کو لونڈی کہا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے ان تحریروں سے متاثر ہو کر اس حدیث میں واردہ لفظ ”ولیدہ“ کا ترجمہ لونڈی کر دیا ہے حالانکہ قرآن و حدیث کی اصطلاح عام میں غلام اور لونڈی کے لئے ملک یمین کا لفظ ہے جیسا کہ آیت قرآنی وما ملکت ايمانکم سے ظاہر ہے لغت عرب میں جاریہ اور ولیدہ کے الفاظ عام لڑکی کے معنوں میں آتے ہیں۔ عربی کی بائبل میں سب جگہ حضرت ہاجرہ کے واسطے جاریہ کا لفظ استعمال ہوا ہے انگریزی بائبل میں سب مقامات پر میڈ کا لفظ ہے جس کے معنی وہی ہیں جو ”جاریہ“ اور ”ولیدہ“ کے ہیں یعنی لڑکی۔

ابی سلوم اسحاق جو ایک یہودی عالم ہیں وہ پیدائش ۱۲-۱۱ میں لکھتے ہیں کہ جب فرعون مصری نے نبی کی کرامتوں کو جو سارہ کی وجہ سے ظاہر ہوئیں، دیکھا تو اس نے کہا کہ بہتر ہے میری بیٹی اس کے گھر میں خادمہ ہو کر رہے وہ اس سے بہتر ہوگی کہ کسی دوسرے گھر میں وہ ملکہ بن کر رہے۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ نے ابراہیم علیہ السلام کے گھر انہ میں پوری تربیت حاصل کی اور پچاسی سال کی عمر میں جب کہ آپ اولاد سے مایوس ہو رہے تھے حضرت سارہ نے ان سے خود کہا کہ ہاجرہ سے شادی کر لو شاید اللہ پاک ان ہی کے ذریعہ تم کو اولاد عطا کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شادی کے بعد حضرت ہاجرہ حاملہ ہو گئیں اور ان کو خواب میں فرشتہ نے بشارت دی کہ تو ایک بیٹا جنے گی اس کا نام اسماعیل رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ عربی ہو گا اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہو گا اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کرے گا۔ (تورات پیدائش ۱۲-۱۱-۱۳)

خداوند نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دعائیں لی دیکھو میں اس کو برکت دوں گا اور اسے آبرومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ (تورات پیدائش ۱۷-۱۵-۲۰)

حضرت ابراہیم کی چھبیس سال کی عمر تھی کہ ان کے بیٹے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل کے حق میں یہ بشارت توراہ سفر تکوین باب ۱۷ اور ص ۲۰ میں موجود ہے۔

یہودیوں نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے لونڈی ہونے پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے دلیل لی ہے جو توراہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئیں تو انہوں نے اس ڈر سے کہ کہیں حضرت ہاجرہ کا فرزند اسماعیل علیہ السلام ان کے فرزند اسحاق علیہ السلام کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام ترکہ کا وارث نہ بن جائے یہ کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو یہاں سے نکال دے۔ یہ

لفظ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے غلطی کے طور پر استعمال کیا تھا ورنہ ان کو معلوم تھا کہ شریعت ابراہیمی میں لونڈی غلام مالک کے ترکہ میں وارث نہیں ہوا کرتے ہیں۔ اگر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا واقعی لونڈی ہوتی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایسی غلط بیانی کیوں کرتی جب کہ وہ ابراہیمی شریعت کے احکامات سے پورے طور پر واقف تھیں۔

پس خود توراہ کے اس بیان سے واضح ہے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا لونڈی نہ تھی بلکہ آزاد تھی۔ اسی لئے حضرت سارہ کو ان کے لڑکے کے وارث ہونے کا خطرہ ہوا اور ان کو دور کرنے کا مطالبہ کیا۔ خلاصہ یہی ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام شاہ مصر کی بیٹی تھی جسے بطور خادمہ تعلیم و تربیت حاصل کر کے حرم نبوت میں بیوی بنانے کے لئے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ کیا گیا تھا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متفقہ باب میں جس کے تحت یہ حدیث آئی ہے کئی باتیں ملحوظ کی گئی ہیں جس کی تشریح علامہ قسطلانی یوں فرماتے ہیں۔ اجر بھمزة مملودة بدل الهاء وجیم مفتوحة فراء وکان ابو آجر من ملوک القبط یعنی آجر ہمزہ مملودہ کے ساتھ ہائے بدلہ میں ہے اور جیم مفتوحہ کے بعد راہے۔ اور آجر کا باپ فرعون مصر قبلی بادشاہوں میں سے تھا، یہاں علامہ قسطلانی نے صاف لفظوں میں بتلایا ہے کہ حضرت ہاجرہ فرعون مصر کی بیٹی تھی۔ ولیدہ کی تحقیق میں آپ فرماتے ہیں۔ والولیدة الجارية للخدمة سواء كانت كبيرة او صغيرة و فی الاصل الولید لطفل والانثی ولیدة والجمع ولاند والمراد بها آجر المذكورہ یعنی لفظ ولیدہ لڑکی پر بولا جاتا ہے جو بطور خادمہ ہو عمر میں وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور دراصل ولید لڑکے کو اور ولیدہ لڑکی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ولائد آتی ہے۔ اور یہاں اس لڑکی سے مراد آجر مذکورہ ہیں جو ہاجرہ علیہا السلام سے مشہور ہیں۔

آگے علامہ فرماتے ہیں وموضع الترجمة اعطوها آجر و قبول سارة منه وامضاء ابراهيم ذالك ففيه صحة هبة الكافر و قبول هدية السلطان الظالم وابتلاء الصالحين لرفع درجاتهم وفيه اباحة المعارض وانها مندوحة عن الكذب وهذا الحديث اخرجه ايضا في الهبة والاكراه واحاديث الانبياء (قسطلانی) یعنی یہاں ترجمہ اللباب الفاظ اعطوها آجر سے نکلتا ہے کہ اس کافر بادشاہ نے اپنی شہزادی ہاجرہ علیہا السلام کو بطور عطیہ پیش کرنے کا حکم دیا اور سارہ علیہا السلام نے اسے قبول کر لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس معاملہ کو منظور فرمایا۔ لہذا ثابت ہوا کہ کافر کسی چیز کو بطور ہبہ کسی کو دے تو اس کا یہ ہبہ کرنا صحیح مانا جائے گا اور ظالم بادشاہ کا ہدیہ قبول کرنا بھی ثابت ہوا۔ اور نیک لوگوں کا ظالم بادشاہوں کی طرف سے انطا میں ڈالا جانا بھی ثابت ہوا۔ اس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ایسے آزمائشی مواقع پر بعض غیر مباح کنایات و تعریضات کا استعمال مباح ہو جاتا ہے۔ اور ان کو جھوٹ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ سید المحدثین حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی جامع الصحیح میں اور بھی کئی مقامات پر نقل فرمایا ہے اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

خلاصہ المرام یہ کہ حدیث ہذا میں واردہ لفظ ولیدہ لونڈی کے معنی میں نہیں، بلکہ لڑکی کے معنی میں ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام شاہ مصر کی بیٹی تھی۔ جسے اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو برکت کے لئے دے دیا تھا۔ لہذا یہود کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لونڈی کا بچہ کہنا محض جھوٹ اور الزام ہے۔

یہاں سرسید نے خطبات احمدیہ میں گلکتہ کے ایک مناظرہ کا ذکر کیا ہے جو اسی موضوع پر ہوا جس میں علماء یہود نے بلا تفاق تسلیم کیا تھا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی نہ تھیں بلکہ شاہ مصر کی بیٹی تھیں۔ حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم نے یہاں لفظ ولیدہ کا ترجمہ لونڈی کیا ہے جو لڑکی ہی کے معنوں میں ہے، ہندوستان کے بعض مقامات پر لڑکی کو لونڈیاں اور لڑکے کو لونڈا بولتے ہیں۔

ترجمہ اللباب میں چونکہ لفظ ہبہ بھی آیا ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہبہ لغوی طور پر مطلق بخشش کو کہتے ہیں۔ اللہ پاک کا ایک صفاتی نام وہاب بھی ہے یعنی بے حساب بخشش کرنے والا۔ شرع محمدی میں ہبہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کو برضا و رغبت اور بلا معاوضہ منتقل کر دینا۔ منتقل کرنے والے کو واہب اور جس کے نام منتقل کیا جائے اسے موہوب لہ کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس

انتقال کو خود موہوب نہ یا اس کی طرف سے کوئی اس کا ذمہ دار آدی واہب کی زندگی ہی میں قبول کر لے۔ نیز ضروری ہے کہ ہبہ کرنے والا عاقل بالغ ہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ شے موہوب اس شخص کے قبضہ میں دی جائے جس کے نام پر ہبہ کیا جا رہا ہے۔ ہبہ کے بارے میں بہت سی شرعی تفصیلات ہیں جو کتب فقہ میں تفصیل سے موجود ہیں۔ اردو زبان میں آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب ایم اے بیرسٹریٹ لاء نے جامع الاحکام فی فقہ الاسلام کے نام سے ایک مفصل کتاب مسلمانوں کے قوانین مذہبی پر لکھی ہے اس میں ہبہ کے متعلق پوری تفصیلات حوالہ قلم کی گئی ہیں۔ اور عدالت ہندیہ میں جو پرنسٹل لاء آف دی محمدنس مسلمانوں کے لئے منظور شدہ ہے ہر ہرجزئی میں پوری وضاحت سے احکام ہبہ کو بتلایا گیا ہے۔

۲۲۱۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ((اِخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غَلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنُ أُخِي عَتَبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهْدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ، أَنْظِرْ إِلَيَّ شَبِيهَهُ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هَذَا أُخِي يَا رَسُولَ اللَّهِ وَوَلَدَ عَلِيٍّ فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ: فَظَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيَّ شَبِيهَهُ فَرَأَى شَبِيهًا بَيْنًا بَعْتَبَةَ، فَقَالَ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرِ، وَحَتَّجِي مِنْهُ يَا سَوْدَةَ بِنْتُ زَمْعَةَ. فَلَمْ تَرَ سَوْدَةَ قَطُّ)).

(۲۲۱۸) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما کا ایک بچے کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ اس نے وصیت کی تھی کہ یہ اب اس کا بیٹا ہے۔ آپ خود میرے بھائی سے اس کی مشابہت دیکھ لیں۔ لیکن عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو میرا بھائی ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی باندی کے پیٹ کا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بچے کی صورت دیکھی تو صاف عتبہ سے ملتی تھی۔ لیکن آپ نے یہی فرمایا کہ اے عبد! یہ بچہ تیرے ہی ساتھ رہے گا، کیونکہ بچہ فراش کے تابع ہوتا ہے۔ اور زانی کے حصہ میں صرف پتھر ہے۔ اور اے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا! اس لڑکے سے تو پردہ کیا کر۔ چنانچہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر اسے کبھی نہیں دیکھا۔

حالاتکہ از روئے قاعدہ شرعی آپ نے اس بچہ کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، تو ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا اس کی بہن ہو گئیں۔ مگر احتیاطاً ان کو اس بچہ سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ اس کی صورت عتبہ سے ملتی تھی۔ اور گمان غالب ہوتا تھا کہ وہ عتبہ کا بیٹا ہے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ شرعی اور باقاعدہ ثبوت کے مقابل مخالف گمان پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ باب کی مطابقت اس طرح پر ہے کہ آپ نے زمعہ کی ملک مسلم رکھی، حالاتکہ زمعہ کافر تھا، اور اس کو اپنی لونڈی پر وہی حق ملا جو مسلمانوں کو ملتا ہے تو کافر کا تصرف بھی اپنی لونڈی غلاموں میں جیسے بیچ ہبہ وغیرہ نافذ ہو گا۔ (وحیدی)

۲۲۱۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِهَيْبِ بْنِ عَوْفٍ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا

(۲۲۱۹) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا، کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ سے ڈر اور اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا

نہ بن۔ صہیبؓ نے کہا کہ اگر مجھے اتنی اتنی دولت بھی مل جائے تو بھی میں یہ کما پسند نہیں کرتا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں تو بچپن ہی میں چرا لیا گیا تھا۔

تَدْعُ إِلَى غَيْرِ أَيْكَ. فَقَالَ صُهَيْبٌ : مَا يَسْرُونِي أَنْ لِي كَذَا وَكَذَا وَأَنْتِي قُلْتُ ذَلِكَ، وَلَكِنِّي سُرِفْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ)).

ہوا یہ تھا کہ صہیبؓ کی زبان رومی تھی، مگر وہ اپنا باپ ایک عرب سنان بن مالک کو بتاتے تھے۔ اس پر عبدالرحمنؓ نے ان سے کہا، خدا سے ڈر اور دوسروں کو اپنا باپ نہ بنا۔ صہیبؓ نے جواب دیا کہ میری زبان رومی اس وجہ سے ہوئی کہ بچپن میں رومی لوگ حملہ کر کے مجھ کو قید کر کے لے گئے تھے۔ میں نے ان ہی میں پرورش پائی، اس لئے میری زبان رومی ہو گئی۔ ورنہ میں دراصل عربی ہوں۔ میں جھوٹ بول کر کسی اور کا بیٹا نہیں بنتا۔ اگر مجھ کو ایسی ایسی دولت ملے۔ تب بھی میں یہ کام نہ کروں۔ اس حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ کافروں کی ملک صحیح اور مسلم ہے۔ کیونکہ ابن جدعان نے صہیبؓ کو خرید کیا اور آزاد کیا۔ حضرت صہیبؓ کے مناقب بہت کچھ ہیں۔ جن پر مستقل بیان کسی جگہ ملے گا۔ یہ بہت ہی کھانا کھلانے والے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرتؐ کی یہ حدیث سنی ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو حق داروں کو بکثرت کھانا کھلائے۔

(۲۲۲۰) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہ انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے، جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی، غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان اعمال کا بھی مجھے ثواب ملے گا؟ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو۔

۲۲۲۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حَزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ : ((يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّنُ - أَوْ أَتَحَنَّنُ - بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَلَاةٍ وَعَقَاةٍ وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيمٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ)). (راجع: ۱۴۳۶)

یعنی وہ تمام نیکیاں قائم رہیں گی اور ضرور ان کا ثواب ملے گا۔ آخر میں یہ حدیث لاکر حضرت امام بخاریؒ نے غالباً یہ اشارہ کیا ہے کہ جائز حدود میں اسلام لانے سے پہلے کے معاملات لین دین اسلام قبول کرنے کے بعد بھی قائم رہیں گے۔ اور ان میں کوئی رد و بدل نہ ہو گا۔ یا فریقین میں سے ایک فریق مسلمان ہو گیا ہے اور جائز حدود میں اس کا لین دین کا کوئی سلسلہ ہے جس کا تعلق دور جاہلیت سے ہے تو وہ اپنے دستور پر اسے چالو رکھ سکے گا۔

باب دباغت سے پہلے مردار کی کھال (کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟)

۱۰۱- بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تَدْبَغَ

(۲۲۲۱) ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے صالح نے بیان کیا، کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن

۲۲۲۱- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ

عبداللہ نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مردہ بکری پر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے چمڑے سے تم لوگوں نے کیوں نہیں فائدہ اٹھایا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مردار کا صرف کھانا منع ہے۔

عَبِيدُ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، مَرَّ بِشَاةٍ مَيْتَةٍ فَقَالَ: هَلَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا بَهَا؟ قَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ. قَالَ: إِنَّمَا حَرَّمَ أَكْلَهَا)). [راجع: ۱۴۹۲]

حالاتکہ قرآن شریف میں ﴿ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ ﴾ (المائدہ: ۳) مطلق ہے۔ اس کے سب اجزاء کو شامل ہے، مگر حدیث سے اس کی تخصیص ہو گئی کہ مردار کا صرف کھانا حرام ہے۔ زہری نے اس حدیث سے دلیل لی، اور کہا کہ مردار کی کھال سے مطلقاً نفع اٹھانا درست ہے۔ دباغت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ لیکن دباغت کی قید دوسری حدیث سے نکالی گئی ہے اور جسور علماء کی وہی دلیل ہے۔ اور امام شافعی رحمہ نے مرداروں میں کتے اور سور کا اشتاء کیا ہے۔ اس کی کھال دباغت سے بھی پاک نہ ہوگی۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ نے صرف سور اور آدمی کی کھال کو مستثنیٰ کیا ہے۔

باب سور کا مار ڈالنا۔ اور جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ

نے سور کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے

(۲۲۲۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہ کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابن مسیب نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ آنے والا ہے جب ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، سوروں کو مار ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی زیادتی ہو گی کہ کوئی لینے والا نہ رہے گا۔

۱۰۲ - بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيرِ
وَقَالَ جَابِرٌ: حَرَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعَ الْخِنْزِيرِ
۲۲۲۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ ابْنِ
الْمُسَيْبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكُنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنُ
مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ،
وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجَزِيَّةَ، وَيَفِيضَ
الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ)).

[أطرافه في: ۲۴۷۶، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹].

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ نے یہ نکالا کہ سور نجس العین ہے اس کی بیع جائز نہیں ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قتل کیوں کرتے۔ اور نیست و نابود کیوں کرتے۔ جزیہ موقوف کرنے سے یہ غرض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے یا مسلمان ہو یا قتل ہو۔ جزیہ قبول نہ کریں گے۔

اس حدیث سے صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب اترنا اور حکومت کرنا اور صلیب توڑنا، جزیہ موقوف کرنا یہ سب باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اور تعجب ہوتا ہے اس شخص کی عقل پر جو قادیانی مرزا کو مسیح موعود سمجھتا ہے۔ اللهم لحننا على الحق وجهنا من الفتن مناظر منها وما بطن (وحیدی)

قتل خنزیر سے مراد یہ ہے کہ یامر باعدامہ مبالغہ فی تحریم اکلہ و فیہ توییح عظیم للنصارى الذین یدعون الہم علی طریقہ عیسوی

نہ مستحلون اکل الخنزیر و بیالعون فی محبتہ یعنی حضرت عیسیٰ ﷺ اپنے دور حکومت میں خنزیر کی نسل کو ختم کرنے کا حکم جاری کر دیں گے۔ اس میں اس کے کھانے کی حرمت میں مبالغہ کا بیان ہے اور اس میں ان عیسائیوں کے لئے بڑی ڈانٹ ہے جو حضرت عیسیٰ ﷺ کے پیروکار ہونے کے مدعی ہیں، پھر خنزیر کھانا حلال جانتے ہیں اور اس کی محبت میں مبالغہ کرتے ہیں۔

آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی بنا پر جملہ اہل اسلام کا از سلف تا خلف یہ اعتقاد رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ ﷺ بن مریم علیہا السلام آسمان پر زندہ ہیں اور وہ قیامت کے قریب دنیا میں نازل ہو کر شریعت محمدیہ کے پیروکار ہوں گے اور اس کے تحت حکومت کریں گے۔ حدیث مذکورہ میں آنحضرت ﷺ نے حلیفہ بیان فرمایا ہے کہ وہ بالضرور نازل ہوں گے۔ چونکہ آج کل فرقہ قادیانیہ نے اس بارے میں بہت کچھ دجل پھیلا کر بعض نوجوانوں کے دماغوں کو مسموم کر رکھا ہے۔ لہذا چند دلائل کتاب و سنت سے یہاں پیش کئے جاتے ہیں جو اہل ایمان کی تسلی کے لئے کافی ہوں گے۔

قرآن مجید کی آیت شریفہ نص قطعی ہے جس سے حیات مسیح ﷺ روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ (النساء: ۱۵۹) یعنی جب حضرت عیسیٰ ﷺ آسمان سے نازل ہوں گے تو کوئی اہل کتاب یہودی اور عیسائی ایسا باقی نہ رہے گا جو آپ پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔ حیات مسیح کے لئے یہ آیت قطعی الدلالت ہے کہ وہ قرب قیامت نازل ہوں گے اور جملہ اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

دوسری آیت یہ ہے ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ (النساء: ۱۵۷) ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ (النساء: ۱۵۸-۱۵۷) یعنی یہودیوں نے نہ حضرت عیسیٰ ﷺ کو قتل کیا نہ ان کو پھانسی دی، یقیناً ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ رفع سے مراد رفع مع الجسد ہے یعنی جسم مع روح، اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا اور اب وہ وہاں زندہ موجود ہیں۔ یہ آیت بھی حیات مسیح پر قطعی الدلالت ہے۔

تیسری آیت یہ ہے ﴿رَأَىٰ قَالَ اللَّهُ يَبْنِي لِي مَثَرَتِكَ وَإِنِّي مُتَرَقِّبٌ لِّكَ وَرَأَيْتُكَ وَإِنِّي مُتَرَقِّبٌ لِّكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فُوقَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (آل عمران: ۵۵) یعنی جس وقت کہا اللہ نے، اے عیسیٰ تحقیق لینے والا ہوں میں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے۔ اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔

یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر رازی کا ہے۔ آگے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بتایا کہ یہ شخص لحد ہے تورات کے حکم سے خلاف بتلاتا ہے اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لاویں، جب وہ پہنچے حضرت عیسیٰ ﷺ کے یار سرگ گئے۔ اس شعلی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ﷺ کو آسمان پر اٹھالیا۔ اور ایک صورت ان کی رہ گئی۔ اس کو پکڑ کر لائے پھر سولی پر چڑھایا۔ توفی کے اصل و حقیقی معنی اخذ الشی و الہیا کے ہیں جیسا کہ بیضاوی و قطلانی اور رازی وغیرہم نے لکھا ہے۔ اور موت توفی کے معنی مجازی ہیں نہ حقیقی، اسی واسطے بغیر قیام قرینہ کے موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں ہے اس لئے اصل و حقیقی معنی یعنی اخذ الشی و الہیا مراد لئے جائیں گے۔ اور انسان کا وافی لینا یہی ہے کہ مع روح و جسم کے لیا جائے۔ وهو المطلوب۔ لہذا یہ آیت بھی حیات مسیح پر قطعی الدلالت ہے۔

چوتھی آیت ﴿وَأَنَّهُ لَعَلَّمَ لِسَاعَةَ فَلَا تَمْتَرْنَ بِهَا وَأَتَّبَعْنَاهَا مَشْرُوقًا شَرِيفًا﴾ (الزخرف: ۶۱) اور تحقیق وہ عیسیٰ قیامت کی نشانی ہے۔ پس مت شک کرو ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری، یہ ہے راہ سیدھی۔ اس آیت کے ذیل میں تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ المراد بذلك نزوله قبل يوم القيامة قال مجاهد وانه لعلم للساعة اي آية للساعة خروج عيسى بن مريم قبل يوم القيامة و هكذا روى عن ابي هريرة و ابن عباس و ابي العالية و ابي مالك و عكرمة و الحسن و قتادة و ضحاک و غيرهم و قد تواترت الاحاديث عن رسول الله صلى الله

علیہ و وسلم انه اخبر بنزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قبل يوم القيامة اماما عادلا و حکما مقسطا (ابن کثیر) یعنی یہاں مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ مجاہد نے کہا کہ وہ قیامت کی نشانی ہوں گے۔ یعنی قیامت کی علامت۔ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو العالیہ اور ابوالمالک اور عکرمہ اور حسن اور قتادہ اور ضحاک وغیرہ نے بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں متواتر احادیث مجھ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب امام عادل اور حاکم منصف بن کر نازل ہوں گے۔ آیات قرآنی کے علاوہ ان جملہ احادیث مجھ کے لئے دفتر کی ضرورت ہے۔ ان ہی میں سے ایک یہ حدیث بخاری بھی ہے جو یہاں مذکور ہوئی ہے۔ پس حیات مسیح کا عقیدہ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ اور یہ کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جو اس کا انکار کرے وہ قرآن و احادیث کا انکاری ہے۔ ایسے منکروں کے نفوات پر ہرگز توجہ نہ کرنی چاہئے۔ تفصیل کے لئے بہت سی کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں۔ مزید طوالت کی گنجائش نہیں۔ اہل ایمان کے لئے اس قدر بھی کافی ہے۔

باب مردار کی چربی گلانا اور اس کا بیچنا جائز نہیں

۱۰۳ - بَابُ لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيِّتَةِ،

جسور علماء کا یہ قول ہے کہ جس چیز کا کھانا حرام ہے اس کا بیچنا بھی حرام ہے اس کو جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

وَلَا يُبَاعُ وَذَكَهُ

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

(۲۲۲۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھے طاؤس نے خبر دی، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے شراب فروخت کی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اسے اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کر دے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ یہود کو برباد کرے کہ چربی ان پر حرام کی گئی تھی، لیکن ان لوگوں نے اسے پکھلا کر فروخت کیا۔

۲۲۲۳ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا

سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ:

أَخْبَرَنِي طَاوُسٌ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: بَلَغَ عَمْرٌ أَنَّهُ فُلَانًا بَاعَ

خَمْرًا فَقَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ فُلَانًا، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ،

حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَجَمَلُوهَا

فَبَاعُوهَا)). [طرفہ فی: ۳۶۶].

واقعہ یہ ہے کہ عمد فاروقی میں ایک عال نے ایک ڈی سے جو شراب فروش تھا اور وہ شراب لے کر جا رہا تھا، اس شراب پر ٹیکس وصول کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس واقعہ کی اطلاع پا کر خفا ہو گئے۔ اور زجر و توبخ کے لئے آپ نے اسے یہ حدیث سنائی۔ معلوم ہوا کہ شراب سے متعلق ہر قسم کا کاروبار ایک مسلمان کے لئے قطعاً حرام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حرمت منصوصہ کو حلال بنانے کے لئے کوئی حیلہ بہانہ تراشا، یہ فعل یہود ہے، اللہ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ خدا کرے کہ کتاب الخلیل کا مطالعہ فرمانے والے معزز حضرات بھی اس پر غور فرما سکیں۔

بَابُ شَرْبِ

۲۲۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ

اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابِ

سَعِيدٍ سَعِيدِ بْنِ الْمُسْتَبِيبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

(۲۲۲۳) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن مبارک نے

خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے کہ میں نے

سعید بن مسیب سے سنا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یود یوں کو تباہ کرے، ظالموں پر جہنم حرام کر دی گئی تھی، لیکن انہوں نے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((قَاتَلَ اللَّهُ يَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَبَاغَوْهَا وَأَكَلُوا أَلْمَانَهَا)).

انہوں نے حیلہ کر کے اسے اپنے لئے حلال بنا لیا، اس حرکت کی وجہ سے ان پر یہ بد دعا کی گئی۔ معلوم ہوا کہ حیلہ بمانہ کر کے کسی شرعی حکم میں رد و بدل کرنا احتمالی جرم ہے اور کسی حلال کو حرام کرا لینا اور حرام کو کسی حیلہ سے حلال کرنا یہ لعنت کا موجب ہے۔ مگر صد افسوس کہ فقہائے کرام نے مستقل کتب الجیل لکھ ڈالی ہیں۔ جن میں کتنے ہی نا واجب حیلے بمانے تراشنے کی تدابیر بتلائی گئی ہیں، اللہ رحم کرے۔

باب غیر جاندار چیزوں کی تصویر بیچنا اور اس میں کون سی تصویر حرام ہے

۱۰۴- بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ النَّبِيِّ

لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ، وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ

(۲۲۲۵) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریج نے بیان کیا، انہیں عوف بن ابی حمید نے خبر دی، انہیں سعید بن ابی حسن نے، کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا، اور کہا، کہ اے ابو عباس! میں ان لوگوں میں سے ہوں، جن کی روزی اپنے ہاتھ کی صنعت پر موقوف ہے اور میں یہ مور تیں بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر فرمایا کہ میں تمہیں صرف وہی بات بتلاؤں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جس نے بھی کوئی مور تیں بنائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب کرتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی مور تیں میں جان نہ ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا (یہ سن کر اس شخص کا سانس چڑھ گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ افسوس! اگر تم مور تیں بنائی ہی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں جان نہیں ہے مور تیں بنا سکتے ہو۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا کہ سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے صرف یہی ایک حدیث سنی ہے۔

۲۲۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ: ((كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذْ آتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدَيَّ، وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا أَحَدُثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((مَنْ صَوَّرَ صُورَةَ فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يُنْفَخَ فِيهَا الرُّوحُ، وَلَيْسَ بِنَافِعٍ فِيهَا أَبَدًا)). فَرَبَا الرَّجُلُ رُبُوعًا شَدِيدَةً وَاصْفَرَ وَجْهَهُ. فَقَالَ: ((وَيْحَكَ إِنْ آبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ: كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي عُرُوبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هَذَا الْوَاحِدَ. [طرفاه فی: ۵۹۶۳، ۷۰۴۲].

امام بخاری نے اس کو کتب اللباس میں عبدالاعلیٰ سے، انہوں نے سعید بن ابی عروبہ سے، انہوں نے نضر سے، انہوں نے ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے نکلا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے مورتوں کی کراہت اور حرمت نکالی۔

باب شراب کی تجارت کرنا حرام ہے۔

اور جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم ﷺ نے شراب کا بیچنا حرام فرمادیا ہے

(۲۲۲۶) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابو ضحیٰ نے، ان سے مسروق نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سورہ بقرہ کی تمام آیتیں نازل ہو چکیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ شراب کی سوداگری حرام قرار دی گئی ہے۔

باب آزاد شخص کو بیچنا کیسا گناہ ہے؟

(۲۲۲۷) مجھ سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سلیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن امیہ نے، ان سے سعید بن ابی سعید نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور وہ توڑ دیا، وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا، اس سے پوری طرح کام لیا، لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔

[طرحہ فی: ۲۲۷۰]

باب یہودیوں کو جلا وطن کرتے وقت نبی کریم ﷺ کا انہیں

اپنی زمین بیچ دینے کا حکم۔ اس سلسلے میں مقبری کی روایت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے

باب الجہاد میں یہ حدیث آ رہی ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے بنو نضیر کے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ میں تم کو (تمہاری مسلسل غداروں کی وجہ سے) مدینہ سے جلا وطن کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم جائیداد بیچ سکتے ہو۔ اپنی زمینیں بیچ کر یہاں سے نکلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ گویا حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے زمین کی بیچ کو بھی عام اموال کی بیچ کی مثل قرار دیا۔

۱۰۵- بَابُ تَحْرِيمِ التَّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : حَرَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعَ الْخَمْرِ.

۲۲۲۶- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ آخِرِهَا حَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((حُرِّمَتِ التَّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ)).

۱۰۶- بَابُ إِثْمٍ مَنْ بَاعَ حُرًّا

۲۲۲۷- حَدَّثَنِي بَشِيرُ بْنُ مَرْحُومٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلِيمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَالَ اللَّهُ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَغْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ)).

۱۰۷- بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ

الْيَهُودَ بِبَيْعِ أَرْضِيهِمْ حِينَ أَجْلَاهُمْ،

فِيهِ الْمُقْبِرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

یہاں بعض نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔

۱۰۸- بَابُ بَيْعِ الْعَيْدِ وَالْحَيَّوَانِ بِالْحَيَّوَانِ نَسِيئَةً

وَأَشْرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أْبْعْرَةٍ
مَضْمُونَةٌ عَلَيْهِ يُؤْتِيهَا صَاحِبَهَا بِالرَّهْذَةِ.
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَقَدْ يَكُونُ الْبَيْعُ خَيْرًا
مِنَ الْبَيْعَاتَيْنِ. وَأَشْرَى رَالِغٌ بِنُ خَدِيجٍ
بِعَيْرًا بِبِعِيرَتَيْنِ فَأَعْطَاهُ. أَحَدَهُمَا. وَقَالَ:
آيَتِكَ بِالْآخِرِ غَدًا زَهْرًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ.
وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيْبِ لَا رَبَّاءَ لِي الْحَيَّوَانِ:
الْبَيْعُ بِالْبَيْعَتَيْنِ وَالشَّاءُ بِالشَّائِنِ إِلَى
أَجَلٍ. وَقَالَ ابْنُ مَسْرُورٍ: لَا بَأْسَ بِبَيْعِ
بِئِيرَتَيْنِ وَذَرَهُمْ بِيَرْتَهُمْ نَسِيئَةً.

باب غلام کو غلام کے بدلے اور کسی جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنا

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹ چار اونٹوں کے بدلے میں
خریدا تھا۔ جن کے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ مقام ربذہ میں وہ انہیں
اسے دے دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کبھی ایک اونٹ، دو
اونٹوں کے مقابلے میں بھی بہتر ہوتا ہے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے
ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ ایک تو اسے دے دیا
تھا، اور دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ کل انشاء اللہ کسی تاخیر کے
بغیر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ جانوروں
میں سود نہیں چلتا۔ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے، اور ایک بکری دو
بکریوں کے بدلے ادھار بیچی جاسکتی ہے ابن سیرین نے کہا کہ ایک
اونٹ دو اونٹوں کے بدلے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

تفسیر ربذہ ایک مقام کہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ بیع کے وقت یہ شرط ہوئی کہ وہ اونٹنی بالغ کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں
رہے گی۔ اور بالغ ربذہ پہنچ کر اسے مشتری کے حوالہ کر دے گا۔ حضرت ابن عباس کے اثر کو امام شافعی نے وصل کیا ہے۔
طاؤس کے طریق سے یہ معلوم ہوا کہ جانور کو جانور بدلنے میں کمی اور بیشی اسی طرح ادھار بھی جائز ہے۔ اور یہ سود نہیں ہے گو ایک
ہی جنس کا دونوں طرف ہو۔ اور شافعیہ بلکہ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے
منع کیا ہے۔ ان کی دلیل سمرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جسے اصحاب سنن نے نکالا ہے۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اگر جس مختلف ہو تو
جائز ہے۔

(۲۲۲۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن
زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے
بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پہلے تو
وہ دجیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو طیس پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں
آئیں۔

۲۲۲۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ
حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَتْ لِي السَّبْيِ
صَفِيَّةٌ فَصَارَتْ إِلَيَّ دِجِيَّةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ
صَارَتْ إِلَيَّ النَّبِيِّ ﷺ)). (راجع: ۳۷۱)

تفسیر اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکالا کہ جانور سے جانور کا تبادلہ درست ہے اسی طرح غلام کا غلام سے، لونڈی کا
لونڈی سے۔ کیونکہ یہ سب حیوان ہی تو ہیں۔ اور ہر حیوان کا یہی حکم ہو گا۔ بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں
کمی اور زیادتی کا ذکر نہیں ہے اور نہ ادھار کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی
طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کو امام مسلم نے نکالا۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو سات لونڈیاں دے کر خریدا۔ ابن بطلان نے

آزاد ہو جاتا ہے۔

۲۲۳۰- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا
وَكَيْفَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ سَلْمَةَ بِنْتِ
كُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: ((بَاعَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُدْبِرَ))

[راجع: ۲۱۴۱]

۲۲۳۱- حَدَّثَنَا قَتِيبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
عَنْ عَمْرِو بْنِ سَمِيعٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((بَاعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ))

[راجع: ۲۱۴۱]

۲۲۳۲، ۲۲۳۳- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ
حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي
عَنْ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ
عَبْدَ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا
سَمِعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ
تَزْوِيهِ وَلَمْ تَحْصِنِ، قَالَ: ((أَجْلِدُوهَا، ثُمَّ
إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ يَبْعُوهَا بَعْدَ الثَّلَاثَةِ
أَوْ الرَّابِعَةِ)) [راجع: ۲۱۵۲]

(۲۲۳۰) ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا؛ ان سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کھیل نے، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدبر غلام بیچا تھا۔

(۲۲۳۱) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا تھا کہ مدبر غلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچا تھا۔ (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)

(۲۲۳۲، ۲۲۳۳) مجھ سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے صالح نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ نے خبر دی، انہیں زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ سے غیر شادی شدہ باندی کے متعلق جو زنا کر لے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر وہ زنا کر لے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ اور پھر اسے بیچ دو۔ (آخری جملہ آپ نے) تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد (فرمایا تھا)۔

ترجمہ اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث سے یہ نکلا کہ لونڈی جب زنا کرے تو اس کو بیچ ڈالیں اور یہ عام ہے اس لونڈی کو بھی شامل ہے جو مدبرہ ہے۔ تو مدبرہ کی بیچ کا جواز نکلا، یعنی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ حدیث میں جواز بیچ مکرر نہ کرنا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک تو مدبر کی بیچ ہر حال میں درست ہے خواہ وہ زنا کرے یا نہ کرے، تو اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا ہوں یعنی کا اعتراض فاسد ہے۔ اس لئے کہ مدبرہ لونڈی اگر مکرر سے کرنا کرے تو اس کے بیچنے کا جواز اس حدیث سے نکلا اور جو لوگ مدبر کی بیچ کو جائز نہیں سمجھتے وہ زنا کرنے کی صورت میں بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ پس یہ حدیث ان کے قول کے خلاف ہوئی اور موافق ہوئی ان کے جو مدبر کی بیچ کے جواز کے قائل ہیں۔ اور گو بیچ کا حکم اس حدیث میں زنا کے مکرر نہ کرنے پر دیا گیا ہے مگر قرینہ دلالت کرتا ہے کہ بیچ اس پر موقوف نہیں ہے اس لئے کہ جو لونڈی مطلق زانا نہ کرے یا ایک ہی بار کرے اس کا بھی بیچنا درست ہے اب یعنی کا یہ کہنا کہ یہ دلالت حبارۃ انص ہے یا اشارۃ انص یا دلالت انص اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ یہ دلالت انص ہے کیونکہ حدیث میں مطلق لونڈی کا ذکر ہے

اور وہ مدبرہ کو شامل ہے (وحیدی)

۲۲۳۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((إِذَا زَنَتِ أُمَّةٌ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنْ زَنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثْرَبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثْرَبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الْفَالْتَةَ فَتَبَيَّنْ زَنَاهَا فَلْيَعْفُهَا وَلَا بِحَبْلِ مِنْ شَعْرٍ)).

(۲۲۳۴) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے لیث نے خبر دی، انہیں سعید نے، انہیں ان کے والد نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے خود سنا ہے کہ جب کوئی باندی زنا کرے اور وہ ثابت ہو جائے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے، البتہ اسے لعنت ملامت نہ کی جائے۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو اس پر اس مرتبہ بھی حد جاری کی جائے لیکن کسی قسم کی لعنت ملامت نہ کی جائے۔ تیسری مرتبہ بھی اگر زنا کرے اور زنا ثابت ہو جائے تو اسے بیچ ڈالے خواہ بال کی ایک رسی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔

[راجع: ۲۱۵۲]

اس لئے کہ ایسی فاحشہ عورت ایک مسلمان کے گھر میں نہیں رہ سکتی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿الخبیثات للخبیین والخبیین للخبیثات﴾ (النور: ۳۱) یعنی خبیثہ زانی عورتیں بدکار زانی مردوں کیلئے اور خبیثہ زانی مرد عورتوں کے لئے ہیں۔

۱۱۱- بَابُ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرَأَ؟
سفر میں لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

استبراء کہتے ہیں لونڈی کا رحم پاک کرنے کو، یعنی کوئی نئی لونڈی خریدے، تو جب تک حیض نہ آئے اس سے صحبت نہ کرے۔ اور سفر میں لے جانے کا ذکر اس لئے آیا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو جو شروع میں بہ حیثیت لونڈی کے آئی تھیں، سفر میں اپنے ساتھ رکھا۔

آگے روایت میں سدا الروحاء کا ذکر آیا ہے جو مدینہ کے قریب ایک مقام تھا۔ جہاں کا ذکر آیا ہے، جو ولیمہ میں تیار کیا گیا تھا۔ یہ گھی، کھجور اور پنیر سے ملا کر بنایا جاتا تھا۔ باب کے آخر میں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے سورہ مومنوں کی ایک آیت کا حصہ نقل کیا۔ اور اس کے اطلاق سے یہ نکلا کہ بیویوں اور لونڈیوں سے مطلقاً حظ نفس درست ہے۔ صرف جماع استبراء سے پہلے ایک حدیث کی رو سے منع ہوا تو دوسرے عیش بدستور درست رہیں گے۔

وَلَمْ يَزِ الْحَسَنُ بِأَسَا أَنْ يَقْبَلَهَا أَوْ يُأَشِرَهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِذَا وَهَبَتِ الْوَالِدَةُ الْبُتَى تَوْطًا أَوْ بَيْعَتًا أَوْ عَقَبَتًا فَلْيَسْتَبْرَأْ رَحْمَتُهَا بِحَيْضَةٍ؛ وَلَا تَسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ. وَقَالَ عَطَاءٌ: لَا بَأْسَ أَنْ يُصِيبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا ذُونَ الْفَرْجِ. وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایسی باندی کا (اس کا مالک) بوسہ لے لے یا اپنے جسم سے لگائے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب ایسی باندی جس سے وطی کی جا چکی ہے، بہہ کی جائے یا بیچی جائے یا آزاد کی جائے تو ایک حیض تک اس کا استبراء رحم کرنا چاہئے۔ اور کنواری کے لئے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہے۔ عطاء نے کہا کہ اپنی حاملہ باندی سے شرمگاہ کے سوا باقی جسم سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنوں میں فرمایا، ”مگر اپنی

یہ یوں سے یا باندیوں سے۔“

﴿إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾

۲۲۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْخَيْبَرَ دُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُصَيْنِ بْنِ أَخْطَبٍ - وَقَدْ قِيلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا - فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا، حَتَّى بَلَغْنَا سِدَّ الرُّوحَاءِ حَلَّتْ لِي بِنْتِي بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا لِي نَطَعَ صَغِيرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذِنْ مَنْ حَوْلَكَ))، فَكَانَتْ تِلْكَ وَوَلِيمَةً رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بَعْبَاءَةً، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَوَكَّبَ)). [راجع: ۳۷۱]

(۲۲۳۵) ہم سے عبد الغفار بن داؤد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے عمرو بن ابی عمرو نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کرا دیا تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حسی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے حسن کی تعریف کی گئی۔ ان کا شوہر قتل ہو گیا تھا۔ وہ خود ابھی دلہن تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے پسند کر لیا۔ پھر روایت کی ہوئی۔ جب آپ سدا الروحاء پہنچے تو پڑاؤ ہوا۔ اور آپ نے وہیں ان کے ساتھ خلوت کی۔ پھر ایک چھوٹے دسترخوان پر بیٹھا تیار کر کے رکھوایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے قریب کے لوگوں کو ولیمہ کی خبر کر دو۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا یہی ولیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر جب ہم مدینہ کی طرف چلے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبا سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے پردہ کرایا۔ اور اپنے اونٹ کو پاس بٹھا کر اپنا تختہ بچھوایا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تختے پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جی بن اخطب کی بیٹی ہیں۔ یہ کنانہ رئیس خیر کی بیوی تھی اور یہ کنانہ وہی یہودی ہے جس نے بہت سے خزانے زیر زمین دفن کر رکھے تھے۔ اور فتح خیر کے موقع پر ان سب کو پوشیدہ رکھنا چاہا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کو وحی الہی سے اطلاع مل گئی۔ اور کنانہ کو خود اسی کے قوم کے اصرار پر قتل کر دیا گیا۔ کیونکہ اکثر غریبے یہود اس سرمایہ دار کی حرکتوں سے تلاش تھے اور آج بمشکل ان کو یہ موقع ملا تھا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میری گود میں ہے۔ جب انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا تو اس کی تعمیر کنانہ نے یہ سمجھ کر کہ یہ نبی موعود ﷺ کی بیوی بنے گی ان کے منہ پر ایک زور کا طمانچہ مارا تھا۔ خیر فتح ہوا تو یہ بھی قیدیوں میں تھی اور حضرت دجیہ بن ظلیفہ کلبی کے حصہ قیمت میں لگا دی گئی تھی۔

بعد میں آنحضرت ﷺ کو ان کی شرافت نسبی معلوم ہوئی کہ یہ حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہیں تو آپ نے حضرت دجیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ان کے عوض سات غلام دے کر ان سے واپس لے کر آزاد فرما دیا۔ اور خود انہوں نے اپنے پرانے خواب کی بنا پر آپ سے شرف زوجیت کا سوال کیا، تو آنحضرت ﷺ نے اپنے حرم محترم میں ان کو داخل فرمایا۔ اور ان کا امران کی آزادی کو قرار دے

دیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت ہی وفادار اور علم دوست ثابت ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے بھی ان کی شرافت کے پیش نظر ان کو عزت خاص عطا فرمائی۔ اس سفر ہی میں آپ نے اپنی عبا مبارک سے ان کا پردہ کرایا اور اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا ٹخنہ بچھا دیا۔ جس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا پاؤں رکھا۔ اور اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ ۵۰ھ میں انہوں نے وفات پائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج فرماتے ہوئے کئی جگہ اسے مختصر اور مطول نقل فرمایا ہے۔ یہاں آپ کے پیش نظر وہ جملہ مسائل ہیں جن کا ذکر آپ نے ترجمہ الباب میں فرمایا ہے اور وہ سب اس حدیث سے بخوبی ثابت ہوتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا لونڈی کی حیثیت میں آئی تھیں۔ آپ نے ان کو آزاد فرمایا اور سفر میں اپنے ہمراہ رکھا۔ اسی سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔

باب مردار اور بتوں کا بیچنا

۱۱۲- بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ

حرمت مراد ہے یعنی مردار اور بتوں کی تجارت حرام ہے۔

(۲۲۳۶) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فتح مکہ کے سال آپ نے فرمایا، آپ کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سوراہتوں کا بیچنا حرام قرار دے دیا ہے۔ اس پر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اسے ہم کشتیوں پر ملتے ہیں۔ کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ حرام ہے۔ اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے پگھلا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ ابو عاصم نے کہا کہ ہم سے عبد الحمید نے بیان کیا، ان سے یزید نے بیان کیا، انہیں عطاء نے لکھا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۲۲۳۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ: ((إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفْنُ وَيَذْنَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَنْصِجُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: لَا، هُوَ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: ((قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ثُمَّ بَاغَوْهُ فَأَكَلُوا لَمَنَّهُ)). قَالَ أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ: كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

کہ ۸ھ میں فتح ہوا ہے۔ مردار کی چربی، اکثر علماء نے اس کے متعلق یہ بتلایا ہے کہ اس کا پینا حرام ہے اور اس سے نفع اٹھانا درست ہے۔ مثلاً کشتیوں پر لگانا اور چراغ جلانا۔ بعض نے کہا کوئی نفع اٹھانا جائز نہیں سوا اس کے جس کی صراحت حدیث میں آگئی ہے۔ یعنی چڑا جب اس کی وباغت کر لی جائے، اگر کوئی پاک چیز نپاک ہو جائے جیسے لکڑی یا کپڑا تو اس کی بیع جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ان الله ورسوله بيع الخمر والمعيتة والخنزير والاصنام یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا۔ ان الله اذا حرم شيئا حرم ثمنه بے شک خداوند تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دے دیا، تو اس کی قیمت کو بھی حرام کیا ہے۔ یعنی جب ایک چیز سے نفع اٹھانے کا طریق مقرر ہے مثلاً شراب پینے کے لئے ہے۔ اور بت صرف پرستش کے لئے۔ پس اللہ نے ان کو حرام کر دیا۔ اس لئے اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ ان کی بیع بھی حرام کی جائے۔ اور نیز آپ نے فرمایا مہر البغی خبیث یعنی زانیہ کی اجرت خبیث ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے کاہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے مقبیہ کے کسب سے منی فرمائی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس مال کے حاصل کرنے میں گناہ کی آمیزش ہوتی ہے، اس مال سے نفع حاصل کرنا بدو وجہ حرام ہے۔ ایک تو یہ کہ اس مال کے حرام کرنے اور اس سے انشعاع نہ حاصل کرنے میں معصیت سے باز رکھنا ہے۔ اور اس قسم کے معاملہ کے دستور جاری کرنے میں فساد کا جاری کرنا اور لوگوں کو اس گناہ پر آمادہ کرنا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی دانست میں اور ان کی سمجھ میں ٹھن مہج سے حیلہ پیدا ہوتا ہے اور اس عمل کی خباثت ان کے علوم میں اس ٹھن اور اس اجرت کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور لوگوں کے نفوس میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے شراب کے باب میں اس کے نچوڑنے والے اور نچوڑانے والے اور پینے والے اور لے جانے والے اور جس کے پاس لے جا رہا ہے ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔ کیونکہ معصیت کی اعانت اور اس کا پھیلانا اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا بھی معصیت اور زمین میں فساد برپا کرنا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصار میں سے ہیں۔ قبیلہ سلم کے رہنے والے ہیں۔ ان کا شمار ان مشہور صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث کی روایت کثرت سے کی ہے۔ بدر اور جملہ غزوات میں جن کی تعداد اٹھارہ ہے، یہ شریک ہوئے۔ شام اور مصر میں تبلیغی و تعلیمی سفر کئے۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ان سے جماعت کثیرہ نے احادیث کو نقل کیا ہے۔ ۹۳ سال کی عمر میں ۴۷ھ میں مدینۃ المنورہ میں وفات پائی۔ جب کہ عبدالملک بن مروان کی حکومت کا زمانہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر میں وفات پانے والے یہی بزرگ ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔ آمین۔

ماہ رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۶۳۰ء میں مکہ شریف فتح ہوا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس طرح کتب مقدسہ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی، جس کا ترجمہ یہ ہے۔

”خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر چکا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک آتش شریعت ان کے لئے تھی۔ وہ قوم کے ساتھ کمال اخلاص سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک ہیں اور تیری تعلیم کو مانیں گے۔“ (تورات استثناء ۲۲/۳۳)

اس تاریخی عظیم فتح کے موقع پر آپ نے ایک خطاب عام فرمایا۔ جس میں شراب، مردار، سور اور بتوں کی تجارت کے متعلق بھی یہ احکامات صادر فرمائے جو یہاں بیان ہوئے ہیں۔

(نوٹ) تورات مطبوعہ کلکتہ ۱۸۴۲ء سامنے رکھی ہوئی ہے، اسی سے یہ پیش گوئی نقل کر رہا ہوں (راز)

۱۱۳- بَابُ تَمَنِ الْكَلْبِ

باب کتے کی قیمت کے بارے میں

امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ مطلقاً کسی کتے کی بیع جائز نہیں، سکھایا ہوا ہو یا بن سکھایا ہوا۔ اور اگر کوئی اس کو مار ڈالے تو اس پر ضمان لازم نہیں آتا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ضمان لازم ہو گا۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شکاری اور فائدہ مند کتے کی بیع درست ہے۔

(۲۲۳۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں ابی بکر بن عبد الرحمن نے اور انہیں ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا تھا۔

۲۲۳۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ تَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَخُلُوانِ الْكَاهِنِ)).

[أطرافه في: ۲۲۸۲، ۵۳۴۶، ۵۷۶۱].

عرب میں کاہن لوگ بہت تھے جو آئندہ کی باتیں لوگوں کو بتلایا کرتے تھے۔ آج کل بھی ایسے دعویدار بہت ہیں۔ ان کو اجرت دینا یا تیری پیش کرنا قطعاً جائز نہیں ہے نہ ان کا پیسہ کھانا جائز ہے۔

(۲۲۳۸) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عون بن ابی حنیفہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ ایک پچھتا لگانے والے (غلام) کو خرید رہے ہیں۔ اس پر میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت، باندی کی (تاجائز) کمائی سے منع فرمایا تھا۔ اور گودنے والیوں اور گدوانے والیوں، سود لینے والوں اور دینے والوں پر لعنت کی تھی، اور تصویر بنانے والے پر بھی لعنت کی تھی۔

۲۲۳۸- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: ((رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّامًا، فَأَمَرَ بِمَحَاجِمَةٍ فَكَسَرَتْ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ تَمَنِ الدَّمِ وَتَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْأُمَّةِ. وَلَعْنِ الْوَأَشِمَّةِ وَالْمُسْتَوْشِمَةِ، وَآكِلِ الرَّبَا وَمُوكِلِهِ، وَلَعْنِ الْمُصَوِّرِ)).

[راجع: ۲۰۸۶]

تشریح خون کی قیمت سے پچھتا لگانے والے کی اجرت مراد ہے۔ اس حدیث سے بدم جواز ظاہر ہوا مگر دوسری حدیث جو مذکور ہوئی اس سے یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پچھتا لگوا یا اور اس پچھتا لگانے والے کو اجرت ادا فرمائی۔ جس سے جواز ثابت ہوا۔ کتے کی قیمت کے متعلق ابوداؤد میں مرفوعاً موجود ہے کہ جو کوئی تم سے کتے کی قیمت طلب کرے اس کے ہاتھ میں مٹی ڈال دو، مگر نسائی میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے شکاری کتے کو مستثنیٰ فرمایا کہ اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ زانیہ کی اجرت جو وہ زنا کرانے پر حاصل کرتی ہے، اس کا کھانا بھی ایک مسلمان کے لئے قطعاً حرام ہے، مجازاً یہاں اس اجرت کو لفظ مہر سے تعبیر کیا گیا۔ کاہن سے مراد فال کھولنے والے، ہاتھ دیکھنے والے، غیب کی خبریں بتلانے والے اور

اس قسم کے سب وہ لوگ شامل ہیں جو ایسے پاکھنڈوں سے پیسہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ حرام بالا جماع لهما فیہ من اخذ العوض علی امر باطل یہ جموت پر اجرت لینا ہے جو بالا جماع حرام ہے۔ گودنے والیاں اور گدوانے والیاں جو انسانی جسم پر سوئی سے گود کر اس میں رنگ بھر دیتی ہیں۔ یہ پیسہ بھی حرام اور اس کی آمدنی بھی حرام ہے۔ اس لئے کہ کسی مسلمان مزد، عورت کو زیبا نہیں کہ وہ اس کا مرتکب ہو۔ سو لینے والوں پر، اسی طرح دینے والوں پر، ہر دو پر لعنت کی گئی ہے۔ بلکہ گواہ اور کاتب اور ضامن تک پر لعنت وارد ہوئی ہے کہ سود کا دھندا اتنا ہی برا ہے۔ تصویر بنانے والوں سے جانداروں کی تصویر بنانے والے لوگ مراد ہیں۔ ان سب پر لعنت کی گئی، اور ان کا پیسہ ناجائز قرار دیا گیا۔

۳۵۔ کتاب السلم

کتاب بیع سلم کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بیع سلم اسکو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقد روپیہ دے اور کہے کہ اتنی مدت کے بعد مجھ کو تم ان روپوں کے بدل میں اتنا غلہ یا چاول فلاں قسم والے دینا۔ یہ بالا جماع مشروع ہے۔ عام بول چال میں اسے بد معنی کہتے ہیں۔ جو روپیہ دے اسکو رب السلم اور جس کو دے اسے مسلم الیہ اور جو مال دینا ٹھہرائے اسے مسلم فیہ کہتے ہیں۔ بیع سلم پر لفظ سلف کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ لفظ سلف اہل عراق کی لغت ہے اور لفظ سلم اہل حجاز کی لغت ہے ایسی بیع کو عام محاورہ میں لفظ بد معنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

باب ما پ مقرر کر کے سلم کرنا

(۲۲۳۹) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، انہیں ابن ابی نجیح نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن کثیر نے، انہیں ابو منہال نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو (مدینہ کے) لوگ پھلوں میں ایک سال یا دو سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ دو سال اور تین سال (کے لئے کرتے تھے) شک اسماعیل کو ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی

۱ - بَابُ السَّلْمِ فِي كَيْلِ مَعْلُومٍ

۲۲۳۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَالنَّاسُ يُسَلِّفُونَ فِي الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامِينَ - أَوْ قَالَ عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ، شَكَ إِسْمَاعِيلُ

کھجور میں بیع سلم کرے، اسے مقررہ پیمانے یا مقررہ وزن کے ساتھ کرنی چاہئے۔

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو اسماعیل نے خبر دی، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا کہ بیع سلم مقررہ پیمانے اور مقررہ وزن میں ہونی چاہئے۔

- فَقَالَ : ((مَنْ سَلَفَ فِي تَمْرِ فَلْيَسْلِفْ فِي كَيْلِ مَعْلُومٍ وَوَزْنِ مَعْلُومٍ)).

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ بِهَذَا . . . ((لِي كَيْلِ مَعْلُومٍ وَوَزْنِ مَعْلُومٍ)).

[أطرافه في : ٢٢٤٠، ٢٢٤١، ٢٢٥٣].

جو چیزیں ماپ تول کر بیچی جاتی ہیں ان میں ماپ تول ٹھہرا کر سلم کرنا چاہئے۔ اگر ماپ تول مقرر نہ کئے جائیں تو یہ بیع سلم جائز نہ ہوگی الغرض اس بیع کے لئے ضروری ہے کہ وزن مقرر ہو اور مدت مقرر ہو ورنہ بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے۔ اسی لئے حدیث ہذا میں اس کے لئے یہ تاکید کی گئی۔

باب بیع سلم مقررہ وزن کے ساتھ جائز ہے

(۲۲۳۰) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی، انہیں ابن ابی نجیح نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن کثیر نے، انہیں ابو منہال نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو لوگ کھجور میں دو اور تین سال تک کے لئے بیع سلم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ جسے کسی چیز کی بیع سلم کرنی ہے، اسے مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لئے ٹھہرا کر کرے۔

۲- بَابُ السَّلْمِ فِي وَزْنِ مَعْلُومٍ
٢٢٤٠- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسَلِّفُونَ بِالتَّمْرِ السَّتِينَ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ : ((مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَلَْي كَيْلِ مَعْلُومٍ وَوَزْنِ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)).

مثلاً سو روپے کا اتنے وزن کا غلہ آج سے پورے تین ماہ بعد تم سے وصول کروں گا۔ یہ طے کر کے خریدار نے سو روپہ اسی وقت ادا کر دیا۔ یہ بیع سلم ہے، جو جائز ہے۔ اب مدت پوری ہونے پر وزن مقررہ کا غلہ اسے خریدار کو ادا کرنا ہوگا۔

ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا۔ (اس روایت میں ہے کہ) آپ نے فرمایا بیع سلف مقررہ وزن میں مقررہ مدت تک کے لئے کرنی چاہئے۔ یہاں بیع سلم پر لفظ سلف بولا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَقَالَ : ((فَلْيَسْلِفْ فِي كَيْلِ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)). [راجع: ٢٢٣٩]

(۲۲۳۱) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے عبداللہ بن کثیر نے، اور ان سے ابو منہال نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

٢٢٤١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

سنا، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ) تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ مقررہ وزن اور مقررہ مدت تک کے لئے (بیج سلم) ہونی چاہئے۔

کیل اور وزن سے ماپ اور تول مراد ہیں۔ اس میں جس چیز سے وزن کرنا ہے کلو یا قدیم سیرمن۔ یہ بھی جملہ باتیں طے ہونی ضروری ہیں۔

(۲۲۴۳، ۲۲۴۴) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی مجالد نے (تیسری سند) اور ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے وکیع نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے محمد بن ابی مجالد نے۔ (دوسری سند) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے محمد اور عبد اللہ بن ابی مجالد نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن شداد بن الہاد اور ابو بردہ میں بیج سلم کے متعلق باہم اختلاف ہوا۔ تو ان حضرات نے مجھے ابن ابی اونی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں گیسوں، جو، منقی اور کھجور کی بیج سلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ابن ابزی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَدِيمَ النَّبِيِّ ﷺ...
وَقَالَ: ((فِي كَيْلِ مَعْلُومٍ وَوَزْنِ مَعْلُومٍ
إِلَى أَجَلِ مَعْلُومٍ)). (راجع: ۲۲۳۹)

۲۲۴۲، ۲۲۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ابْنِ أَبِي الْمَجَالِدِ ح.
وَحَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
أَبِي الْمَجَالِدِ. قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ
قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ أَوْ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْمَجَالِدِ قَالَ: ((اِخْتَلَفَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي
السَّلْفِ، فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: إِنَّا كُنَّا نُسَلِّفُ
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ
فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ وَالْتَمْرِ))
وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبِي بَرزَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ.

[طرفہ فی: ۲۲۴۴، ۲۲۵۵].

[طرفہ فی: ۲۲۴۵، ۲۲۵۴].

حفظ فرماتے ہیں۔ اجماعاً علی انہ ان کان فی السلم مایکال اویوزن فلا بد فیہ من ذکر الکیل المعلوم والوزن المعلوم فان کان فیما لایکال ولا یوزن فلا بد فیہ من عدد معلوم یعنی اس امر پر اجماع ہے کہ بیج سلم میں جو چیزیں ماپ یا وزن کے قابل ہیں ان کا وزن مقرر ہونا ضروری ہے اور جو چیزیں محض عدد سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تعداد کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں اس قسم کے لین دین کا عام رواج تھا۔ فی الحقیقت کاشتکاروں اور صنایعوں کو پیشگی سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اگر نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

سند میں حضرت وکیع بن جراح کا نام آیا۔ اور ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ کوفہ کے باشندے ہیں۔ بقول بعض ان کی اصل نیشاپور کے قریب سے ہے۔ انہوں نے ہشام بن عروہ اور اوزاعی اور ثوری وغیرہ اساتذہ حدیث سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان کے تلامذہ میں اکابر حضرات مثلاً حضرت عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی بھی نظر آتے ہیں۔ بغداد میں رونق افروز ہو کر درس حدیث کا حلقہ قائم فرمایا۔ فن حدیث میں ان کا قول قابل اعتماد تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ صحابی ہیں، حدیبیہ اور خیبر میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اور ہمیشہ مدینہ میں قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کا حادثہ سامنے آگیا۔ اس کے بعد آپ کو فدہ تشریف لے گئے: ۸۷ھ میں کوفہ میں ہی انتقال فرمایا۔ کوفہ میں انتقال کرنے والے یہ سب سے آخری صحابی رسول ﷺ ہیں۔ ان سے امام شعبی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

امام شعبی عامر بن شرجیل کوئی مشہور ذی علم اکابر میں سے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ بہت سے صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ حفظ حدیث کا یہ ملکہ خدا داد تھا کہ کبھی کوئی حرف کاغذ پر نوٹ نہیں فرمایا۔ جو بھی حدیث سنی اس کو اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیا۔ امام زہریؒ کہا کرتے تھے کہ دور حاضرہ میں حقیقی علماء تو چار ہی دیکھے گئے ہیں۔ یعنی ابن مسیب مدینہ میں، شعبی کوفہ میں، حسن بصرہ میں اور مکحول شام میں۔ بعمر ۸۲ سال ۱۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمتہ واسعہ آمین۔

۳- بَابُ السَّلْمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

باب اس شخص سے سلم کرنا جس کے پاس اصل مال ہی
موجود نہ ہو

مثلاً ایک شخص کے پاس کھجور نہیں ہے اور کسی نے اس سے کھجور لینے کے لئے سلم کیا۔ بعض نے کہا اصل سے مراد اس کی بنا ہے، مثلاً غلہ کی اصل کھیتی ہے اور میوے کی اصل درخت ہے۔ اس باب سے یہ غرض ہے کہ سلم کے جواز کے لئے اس مال کا مسلم الیہ کے پاس ہونا ضروری نہیں۔

(۲۲۴۴، ۲۲۴۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابی مجالد نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ نے عبداللہ بن ابی اوفیؓ رضی اللہ عنہما کے یہاں بھیجا اور ہدایت کی کہ ان سے پوچھو کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے زمانے میں گیسوں کی بیج سلم کرتے تھے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم شام کے انباط (ایک کاشتکار قوم) کے ساتھ گیسوں، جوار، زیتون کی مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لئے سودا کیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کیا صرف اسی شخص سے آپ لوگ یہ بیج کیا کرتے تھے جس کے پاس اصل مال موجود ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم اس کے متعلق پوچھتے ہی نہیں تھے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے مجھے عبدالرحمن بن ابزئی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان سے بھی پوچھا۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے عمد مبارک میں بیج سلم کیا کرتے تھے اور ہم یہ بھی نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے کھیتی

۲۲۴۴، ۲۲۴۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: ((بَعَثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ وَأَبُو بَرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَا: سَلُهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ، فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يُسَلِفُونَ فِي الْحِنْطَةِ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا نَسَلِفُ بِنَيْطِ أَهْلِ الشَّامِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّيْتِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ. قُلْتُ: إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ؟ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ. ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَنزَى فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: كَانَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ يُسَلِفُونَ عَلَيَّ عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ نَسْأَلُهُمْ أَلْهَمَ حَرَنَ

أَمْ لَا)). حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهَذَا وَقَالَ: ((فَسَلِفُهُمْ فِي الْحِنِطَةِ وَالشَّعِيرِ)). وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ وَقَالَ: ((وَالزُّبَيْتِ)). حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ: ((فِي الْحِنِطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزُّبَيْبِ)).

بھی ہے یا نہیں۔ ہم سے اسحاق بن شاپین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، ان سے محمد بن ابی مجالد نے یہی حدیث۔ اس روایت میں یہ بیان کیا کہ ہم ان سے گیسوں اور جو میں بیچ سلم کیا کرتے تھے۔ اور عبد اللہ بن ولید نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے شیبانی نے بیان کیا، اس میں انہوں نے زیتون کا بھی نام لیا ہے۔ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، اور اس میں بیان کیا کہ گیسوں، جو اور منقہ میں (بیچ سلم کیا کرتے تھے)

[راجع: ۲۲۴۳، ۲۲۴۲]

یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے یعنی اس بات کو ہم دریافت نہیں کرتے تھے کہ اس کے پاس مال ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا سلم ہر شخص سے کرنا درست ہے۔ مسلم فیہ یا اس کی اصل اس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو اتنا ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ معاملہ کرنے والا ادا کرنے اور وقت پر بازار سے خرید کر یا اپنی کھیتی یا مزدوری وغیرہ سے حاصل کر کے اس کے ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص فلاں شخص ہو اور وہ بیچ سلم کر رہا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دھوکے سے اپنے بھائی مسلمان کا پیسہ ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ اور آج کل عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ادا کھیتی کی نیت خالص رکھنے والے کی اللہ بھی مدد کرتا ہے کہ وہ وقت پر ادا کر دیتا ہے۔ اور جس کی ہضم کرنے ہی کی نیت ہو تو قدرتی امداد بھی اس کو جواب دے دیتی ہے۔

لفظ انباط کی تحقیق میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ جمع نبط و ہم قوم معروفون كانوا ينزلون بالبطائح من العرابين قاله الجوهري واصلمهم قوم من العرب دخلوا في المعجم واختلطت انسابهم وفسدت السننهم ويقال لهم النبط بفتح نون والنبط بفتح اوله وكسر نانية و زيادة تحتانية و انما سماوا بذلك لمعرفتهم بانباط الماء اى استخراجهم لكثرة معالجتهم الفلاحة و قيل هم نصارى الشام و هم عرب دخلوا في الروم و نزلوا بوادى الشام و يدل على هذا قوله من انباط الشام و قيل هم طائفتان طائفة اختلطت بالمعجم و نزلوا البطائح و طائفة اختلطت بالروم و نزلوا الشام (نبيل الاوطان) يعنى لفظ انباط نبط کی جمع ہے۔ یہ لوگ اہل عراق کے پتھریلے میدانوں میں سکونت پذیر ہوا کرتے تھے، اصل میں یہ لوگ عربی تھے۔ مگر عجم میں جانے سے ان کے انساب اور ان کی زبانیں سب مخلوط ہو گئیں۔ نبط بھی ان ہی کو کہا گیا ہے اور نبط بھی۔ یہ اس لئے کہ یہ قوم کھیتی کیاری کے فن میں بڑا تجربہ رکھتی تھی۔ اور پانی نکالنے کا ان کو خاص ملکہ تھا۔ انباط پانی نکالنے ہی کو کہتے ہیں۔ اسی نسبت ان کو قوم انباط کہا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شام کے نصاریٰ تھے جو نسلًا عرب تھے۔ مگر روم میں جا کر وادی شام میں مقیم ہو گئے۔ روایت میں بھی لفظ انباط الشام اس پر دلالت کر رہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ عمیوں کے ساتھ اختلاط کر کے عراقی میدانوں میں سکونت پذیر تھا۔ اور دوسرا گروہ رومیوں سے مخلوط ہو کر شام میں قیام پذیر ہو گیا تھا۔ بہر حال یہ لوگ کاشتکار تھے، اور گندم کے ذخائر لے کر ملک عرب میں فروخت کیلئے آیا کرتے تھے۔ خاص طور پر مسلمانان ہند سے ان کا تجارتی تعلق اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ یہاں ہر جائز نقد ادھار سودا کرنا ان کا معمول تھا۔ جیسا کہ حدیث ہذا سے ظاہر ہے۔

۲۲۴۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں عمرو نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے

ابو الجحترى طائی سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درخت میں بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ درخت پر پھل کو بیچنے سے آنحضرت ﷺ نے اس وقت تک کے لئے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے یا اس کا وزن نہ کیا جاسکے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا چیز وزن کی جائے گی۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اندازہ کرنے کے قابل ہو جائے، اور معاذ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے کہا، ابو الجحترى نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے منع کیا تھا۔

پھر یہی حدیث بیان کیا۔

[طرفہ فی : ۲۲۴۸، ۲۲۵۰]۔

تشریح اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس کی پختگی نہ کھل جائے اس وقت تک سلم جائز نہیں کیوں کہ یہ سلم خاص درختوں کے پھل پر ہوئی۔ اگر مطلق کھجور میں کوئی سلم کرے تو وہ جائز ہے۔ گو درخت پر پھل نکلے بھی نہ ہوں۔ یا سلم ایہ کے پاس درخت بھی نہ ہوں۔ اب بعض نے کہا کہ یہ حدیث درحقیقت بعد والے باب سے متعلق ہے۔ بعض نے کہا اسی باب سے متعلق ہے۔ اور مطابقت یوں ہوتی ہے کہ جب معین درختوں میں باوجود درختوں کے سلم جائز نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ درختوں کے وجود سے سلم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور اگر درخت نہ ہوں جو مال کی اصل ہیں جب بھی سلم جائز ہوگی، باب کا یہی مطلب ہے۔

۴- بَابُ السَّلْمِ فِي النَّخْلِ

یعنی جس صورت میں کہ ہم کو بھروسہ ہو جائے کہ یہ درخت یقیناً پھل دیں گے بلکہ پھل اب پختہ ہونے کے قریب ہی آگیا ہے تو ان حالات میں درخت پر لگی ہوئی کھجوروں میں بیع سلم جائز ہے۔

(۲۲۴۷، ۲۲۴۸) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابو الجحترى نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور میں جب کہ وہ درخت پر لگی ہوئی ہو بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ جب تک وہ کسی قابل نہ ہو جائے اس کی بیع سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح چاندی کو ادھار، نقد کے بدلے بیچنے سے بھی منع فرمایا۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو آپ نے بھی یہی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک کھجور کی بیع سے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھائی نہ جاسکے یا (یہ فرمایا کہ) جب

الْبَخْتَرِيُّ الطَّائِي قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلْمِ فِي النَّخْلِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ. فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَيُّ شَيْءٍ يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ: حَتَّى يُخْرَزَ)). وَقَالَ مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ)) مِثْلَهُ.

۲۲۴۷، ۲۲۴۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلْمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى عَنِ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نِسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلْمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ أَوْ يُأْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ)). [راجع: ۲۲۴۶، ۱۴۸۶]

تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ اسے کوئی کھاسکے اور جب تک وہ تولنے کے قابل نہ ہو جائے۔

(۲۲۳۹، ۵۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابوالخثری نے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک وہ نفع اٹھانے کے قابل نہ ہو جائے، اسی طرح چاندی کو سونے کے بدلے بیچنے سے جب تک ایک ادھار اور دو سرافتدہ ہو منع فرمایا ہے۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو درخت پر بیچنے سے جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے۔ اسی طرح جب تک وہ وزن کرنے کے قابل نہ ہو جائے منع فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وزن کئے جانے کا کیا مطلب ہے؟ تو ایک صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ وہ اندازہ کی جاسکے۔

باب سلم یا قرض میں ضمانت دینا

(۲۲۵۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعلیٰ بن عبید اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے بیان کیا ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی ایک لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

تو وہ زرہ بطور ضمانت یہودی کے پاس رہی، معلوم ہوا سلم یا قرض میں اگر دوسرا کوئی شخص سلم والے یا قرض دار کا ضامن ہو تو

یہ درست ہے۔

باب بیع سلم میں گروی رکھنا

(۲۲۵۲) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے

۲۲۴۹، ۲۲۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلْمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ بَيْعِ الشَّمْرِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَنَهَى عَنِ الْوَرَقِ بِالذَّهَبِ نِسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ أَوْ يُؤْكَلَ وَحَتَّى يُوزَنَ. قُلْتُ: وَمَا يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ: حَتَّى يُخْرَزَ)). [راجع: ۱۴۸۶، ۲۲۴۶]

۵- بَابُ الْكَفِيلِ فِي السَّلْمِ

۲۲۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ، وَرَهْنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ)). [راجع: ۲۰۶۸]

۶- بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلْمِ

۲۲۵۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ

ابراہیم نخعی کے سامنے بیع سلم میں گروی رکھنے کا ذکر کیا، تو انہوں نے کہا کہ ہم سے اسود نے بیان کیا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک مقررہ مدت کے لئے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی بوہے کی زرہ گروی رکھ دی تھی۔

قَالَ: ((تَذَاكَرْنَا عِنْدَ اِبْرَاهِمَ الرُّهْنِ فِي السَّلْمِ فَقَالَ: ((حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ)).

[راجع: ۲۰۶۸]

یہ مسئلہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ﴿اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينِ الْاِجْلِ مَسْمًى فَاكْتَبُوهُ﴾ (البقرة: ۲۸۲) آخر تک۔ پھر فرمایا ﴿فَرِهَانَ مَقْبُوضَةً﴾ (البقرة: ۲۸۳) یعنی جب کسی مقررہ وقت کے لئے قرض لو تو کوئی چیز بطور ضمانت گروی رکھ لو۔

باب سلم میں میعاد معین ہونی چاہئے

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما اور اسود اور امام حسن بصری نے یہی کہا ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر غلہ کا نرخ اور اس کی صفت بیان کر دی جائے تو میعاد معین کر کے اس میں بیع سلم کرنے میں قباحت نہیں۔ اگر یہ غلہ کسی خاص کھیت کا نہ ہو، جو ابھی پکانا ہو۔

۷- بَابُ السَّلْمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ
وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُو سَعِيدٍ وَالْأَسْوَدُ وَالْحَسَنُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْضُوفِ بِسِعْرِ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ مَا لَمْ يَكْ ذَلِكْ فِي زَرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ.

یعنی اگر کسی خاص کھیت کے غلہ میں یا کسی خاص درخت کے میوہ میں سلم کرے اور ابھی وہ غلہ یا میوہ تیار نہ ہوا ہو تو سلم درست نہ ہوگی۔ لیکن تیار ہونے کے بعد خاص کھیت اور خاص پیداوار میں بھی سلم کرنا درست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک غلہ یا میوہ پختگی پر نہ آیا ہو اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہو سکتا کہ غلہ یا میوہ اترے گا یا نہیں۔ احتمال ہے کہ کسی آفت ارضی یا سلاوی سے یہ غلہ اور میوہ تباہ ہو جائے پھر دونوں میں جھگڑا ہو۔ (وحیدی)

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ باب لا کر شافعیہ کا رد کیا جو سلم کو بن میعاد یعنی نقد بھی جائز رکھتے ہیں۔ حنفیہ اور مالکیہ امام بخاری کے موافق ہیں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ کم سے کم مدت کیا ہونی چاہیے۔ پندرہ دن سے لے کر آدھے دن تک کی مدت کے مختلف کے مختلف اقوال ہیں۔ طحاوی نے تین دن کو کم سے کم مدت قرار دیا ہے۔ امام محمد رضی اللہ عنہ نے ایک مہینہ مدت ٹھہرائی ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ جن کا یہاں ذکر ہے ابوالحسن کے بیٹے ہیں۔ ان کی کنیت ابو سعید ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کے والد ابوالحسن کا نام یسار ہے یہ قبیلہ بنی سبئی یسلمان سے ہیں۔ یسار کو ربیع بنت نضر نے آزاد کیا تھا۔ امام حسن بصری جب کہ خلافت عمری کے دو سال باقی تھے۔ عالم وجود میں آئے۔ مدینہ منورہ مقام ولادت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے کھجور منہ میں چبا کر ان کے تالو سے لگائی۔ ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں۔ بسا اوقات ان کی والدہ کہیں چلی جاتیں تو حسن بصری کو بہلانے کے لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی چھاتی ان کے منہ میں دے دیا کرتی تھیں یہاں تک کہ ان کی والدہ لوٹ کر آتیں تو ام المؤمنین کے دودھ بھر آتا اور یہ حضرت اسے پی لیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی فرزند ثابت ہوئے۔ لوگ کہتے ہیں جس علم و حکمت پر امام حسن بصری رضی اللہ عنہ پہنچے یہ اسی کا طفیل ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ بصرہ چلے آئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ اور کہا گیا ہے کہ مدینہ میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی

طے۔ لیکن بعمرہ میں ان کا حضرت علیؓ سے ملنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت حسن بعمرہ جس وقت بعمرہ کو جا رہے تھے تو وہ وادی قرئی ہی میں تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت بعمرہ میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسرے اکابر صحابہ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے بھی ایک بڑی جماعت تابعین اور تبع تابعین نے روایات کی ہیں۔ وہ اپنے زمانہ میں علم و فن، زہد و تقویٰ و عبادت اور ورع کے امام تھے۔ رجب ۱۰ھ میں وفات پائی۔

حشرنا اللہ معہم و جمع اللہ بیننا و بینہم فی اعلیٰ علیین۔ آمین

(۲۲۵۳) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے عبداللہ بن کثیر نے، ان سے ابوالمنہال نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں میں دو اور تین سال تک کے لئے بیچ سلم کیا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں ہدایت کی کہ پھلوں میں بیچ سلم مقررہ پیمانے اور مقررہ مدت کے لئے کیا کرو۔ اور عبداللہ بن ولید نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے کہا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، اس روایت میں یوں ہے کہ ”پیمانے اور وزن کی تعیین کے ساتھ“ (بیچ سلم ہونی چاہئے)

۲۲۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسَلِّفُونَ فِي الثَّمَارِ السُّنْتِينَ وَالثَّلَاثَ. فَقَالَ: ((أَسَلِّفُوا فِي الثَّمَارِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)). وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَقَالَ: ((لَمْ يَكَيْلِ مَعْلُومٍ وَوَزَنٍ مَعْلُومٍ)).

[راجع: ۲۲۳۹]

(۲۲۵۴، ۲۲۵۵) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو سفیان نے خبر دی، انہیں سلیمان شیبانی نے، انہیں محمد بن ابی مجالد نے، کہا کہ مجھے ابو بردہ اور عبداللہ بن شداد نے عبدالرحمن بن ابی زبئی اور عبداللہ بن ابی ادنیٰ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان دونوں حضرات سے بیچ سلم کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غنیمت کا مال پاتے، پھر شام کے انباط (ایک کاشکار قوم) ہمارے یہاں آتے تو ہم ان سے گیسوں، جو اور منقہ کی بیچ سلم ایک مدت مقرر کر کے کر لیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں نے پوچھا کہ ان کے پاس اس وقت یہ چیزیں موجود بھی ہوتی تھیں یا نہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم اس کے متعلق ان سے کچھ پوچھتے

۲۲۵۴، ۲۲۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سَفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ قَالَ: ((أُرْسَلَنِي أَبُو بُرَيْدَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي زَبْيٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلْفِ فَقَالَا: كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ، فَسَلِّفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشُّعْبِيرِ وَالزَّرْبِ إِلَى أَجَلٍ مُسْمًى. قَالَ: قُلْتُ: أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ، أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ

زَرْعٌ؟ قَالَ تَنْتِجُ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ عِي نَمِيسَ تَحِي۔

ذَلِكُ))۔ [راجع: ۲۲۴۲، ۲۲۴۳]

۸- بَابُ السَّلْمِ إِلَى أَنْ تَنْتِجَ النَّاقَةُ

یہ جاہلیت کا رواج تھا۔ مینے اور دن تو متعین نہ کرتے، جمات اس درجہ کی تھی کہ اونٹنی کے جننے کو وعدہ ٹھہراتے۔ گو اونٹنی اکثر قریب قریب ایک سال کی مدت میں جنتی ہے۔ مگر پھر بھی آگے پیچھے کئی دن کا فرق ہو جاتا ہے اور نیز نزع کا باعث ہو گا، اس لئے ایسی مدت لگانے سے منع فرمایا۔

۲۲۵۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانُوا يَتَّبِعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبْلِ الْحَبَلَةِ فَهِيَ النَّيْبَةُ عَنِّي)). فَسَرَهُ نَافِعٌ: إِلَى أَنْ تَنْتِجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا. [راجع: ۲۱۳۳]

۲۲۵۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہیں جویریہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ اونٹ وغیرہ حمل کے حمل ہونے کی مدت تک کے لئے پیچھے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ نافع نے حبل الجملہ کی تفسیر یہ کی ”یہاں تک کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ اسے جن لے۔“

پھر اس کا بچہ بڑا ہو کر وہ بچہ جننے جیسے دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اس میعاد میں جمات تھی۔ دوسرے دھوکہ تھا کہ معلوم نہیں وہ کب بچہ جنتی ہے۔ پھر اس کا بچہ زندہ بھی رہ جاتا ہے یا مر جاتا ہے۔ اگر زندہ رہے تو کب حمل رہتا ہے، کب وضع حمل ہوتا ہے۔ ایسی میعاد اگر سلم میں لگائے تو سلم جائز نہ ہوگی۔ گو عادتاً اس کا وقت معلوم بھی ہو سکے۔

۳۶- کتاب الشفعة

کتاب شفعة کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱- بَابُ الشُّفْعَةِ فِيمَا لَمْ يُقَسِّمَ، فِإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُّفْعَةَ

باب شفعة کا حق اس جائیداد میں ہوتا ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو جب حد بندی ہو جائے تو شفعة کا حق باقی نہیں رہتا

شفعہ کہتے ہیں شریک یا ہمسائے کا حصہ وقت بیع کے اس کے شریک یا ہمسایہ کو جبراً منتقل ہونا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ہر چیز میں شفعہ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جانور میں ہے اور کسی منقولہ جائیداد میں نہیں اور شافعیہ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ شفعہ صرف جائیداد غیر منقولہ میں ہو گا۔ اور شافعیہ کے نزدیک شفعہ صرف شریک کو ملے گا نہ ہمسایہ کو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہمسایہ کو بھی حق شفعہ ہے اور ابجدیث نے اس کو اختیار کیا ہے۔ وہی ماخوذة لغة من الشفع وهو الزوج وقيل من الزيادة وقيل

من الاعانة و في الشرع انتقال حصّة شريك الى شريك كانت انتقلت الى اجنبى بمثل العوض المسمى و لم يختلف العلماء فى مشروعيتها (فتح) اور وہ شفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی جوڑا کے ہیں۔ کہا گیا کہ زیادتی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا عانت کے معنی میں ہے۔ شرع میں ایک کے حصہ کو اس کے دوسرے شریک کے حوالہ کرنا جب کہ وہ کچھ قیمت پر کسی اجنبی کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔ اس کی مشروعیت پر علماء کا اتفاق ہے۔

(۲۲۵۷) ہم سے مسدود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حق دیا تھا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن جب حدود مقرر ہو گئیں اور راستے بدل دیئے گئے تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

۲۲۵۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقَسِّمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصَرَفَتِ الطَّرِيقَ فَلَا شُّفْعَةَ)). [راجع: ۲۲۱۳]

تفصیل کے لئے لکھا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر شریک نے شفعہ کو بیع کی خبر دی اور اس نے بیع کی اجازت دی پھر شریک نے بیع کی تو شفعہ کا حق شفعہ نہ پہنچے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ بائع کو شفعہ کا خبر دینا واجب ہے یا مستحب۔

باب شفعہ کا حق رکھنے والے کے سامنے

بیچنے سے پہلے شفعہ پیش کرنا

حکم نے کہا کہ اگر بیچنے سے پہلے شفعہ کا حق رکھنے والے نے بیچنے کی اجازت دے دی تو پھر اس کا حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔ شہابی نے کہا کہ حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے جب مال بیچا گیا اور اس نے اس بیع پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو اس کا حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

(۲۲۵۸) ہم سے کئی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی، انہیں عمرو بن شرید نے کہا کہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھا۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور فرمایا کہ اے سعد! تمہارے قبیلہ میں جو میرے دو گھر ہیں، انہیں تم خرید لو۔ سعد رضی اللہ عنہ بولے کہ بخدا میں تو

۲- بَابُ عَرَضِ الشُّفْعَةِ عَلَى

صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

وَقَالَ الْحَكَمُ: إِذَا أَدِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُّفْعَةَ لَهُ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: مَنْ بَيْعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا فَلَا شُّفْعَةَ لَهُ.

۲۲۵۸- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرٍو بْنِ الشَّرِيدِ قَالَ: ((رَوَيْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ فَجَاءَ الْمَسُورُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى مَنْكِبِي، إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا سَعْدُ ابْتَغِ مِنِّي بَيْتِي فِي

انہیں نہیں خریدوں گا۔ اس پر مسور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں جی تمہیں خریدنا ہو گا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اور وہ بھی قسط وار۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کا زیادہ حق دار ہے۔ تو میں ان گھروں کو چار ہزار پر تمہیں ہرگز نہ دیتا۔ جب کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گھر ابو رافع رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو دے دیئے۔

دَارَكَ. فَقَالَ سَعْدٌ وَاللَّهِ مَا أَبْتَاغُهُمَا. قَالَ الْمَسُورُ وَاللَّهِ لَتَبْتَاغِيَهُمَا. فَقَالَ سَعْدٌ: وَاللَّهِ لَا أَرِيدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنْجَمَةً أَوْ مُقَطَّعَةً. قَالَ أَبُو رَافِعٍ: لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهَا خَمْسَمِائَةَ دِينَارٍ، وَلَوْ لَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقْبِهِ مَا أُعْطِيَتْكُمَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَأَنَا أُعْطِي بِهَا خَمْسَمِائَةَ دِينَارٍ، فَأَعْطَاهَا يَا هُ)).

[أطرافه في : ٦٩٧٧، ٢٩٧٨، ٦٩٨٠،

٦٩٨١].

یہ حدیث بظاہر حنفیہ کی دلیل ہے کہ ہمسایہ کو شفع کا حق ہے۔ شافعیہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد وہی ہمسایہ ہے جو جائیداد میں بھی شریک ہوتا کہ حدیثوں میں اختلاف باقی نہ رہے۔

باب کون پڑوسی زیادہ حق دار ہے

۳- بَابُ أَيِّ الْجَوَارِ أَقْرَبُ؟

معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ بھی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ متفق ہیں کہ ہمسایہ کو حق شفیع ثابت ہے۔

(۲۲۵۹) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے شبابہ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو عمران نے بیان کیا، کہا کہ میں نے طلحہ بن عبد اللہ سے سنا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان دونوں میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔

٢٢٥٩- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح. وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ قَالَ: سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَاِلَيَّ أَيُّهُمَا أُهْدِي؟ قَالَ: ((إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكَ بَابًا)).

[طرفاه في : ٢٥٩٥، ٦٠٢٠].

قطلائی نے کہا اس سے شفیع کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ حافظ نے کہا کہ ابو رافع کی حدیث ہمسایہ کے لئے حق شفیع ثابت کرتی ہے۔ اب اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکالا کہ اگر کئی ہمسائے ہوں تو وہ ہمسایہ حق شفیع میں مقدم سمجھا

تشریح

جائے گا جس کا دروازہ جائیداد میں سے زیادہ نزدیک ہو۔



۳۷- کتاب الاجارہ

کتاب اجرت کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب کسی بھی نیک مرد کو مزدوری پر لگانا

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا

کہ اچھا مزدور جس کو تو رکھے وہ ہے جو زور دار، امانت دار ہو، اور امانت دار خزانچی کا ثواب اور اس کا بیان کہ جو شخص حکومت کی درخواست کرے اس کو حاکم نہ بنایا جائے۔

اجارہ کے معنی مزدوری کے ہیں اصطلاح میں یہ کہ کوئی شخص کسی مقررہ اجرت پر مقررہ مدت کیلئے اپنی ذات کا کسی کو مالک بنا

دے۔

(۲۲۶۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ابو بردہ یزید بن عبد اللہ نے کہا کہ میرے دادا، ابو بردہ عامر نے مجھے خبر دی اور انہیں ان کے باپ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے، اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ (صدقہ ادا کر دے) وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے۔

(۲۲۶۱) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے قرۃ بن خالد نے کہا کہ مجھ سے حمید بن ہلال نے بیان کیا، ان سے ابو بردہ نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ میرے ساتھ

۱ - بَابُ اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ، وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى:

﴿إِنَّ خَيْرَ مَنْ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾ وَالْحَاظِنُ الْأَمِينُ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ.

۲۲۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْحَاظِنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أَمَرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ)).

[راجع: ۱۴۳۸]

۲۲۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هَلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ

(میرے قبیلہ) اشعر کے دو مرد اور بھی تھے۔ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ دونوں صاحبان حاکم بننے کے طلب گار ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص حاکم بننے کا خود خواہش مند ہو، اسے ہم ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے۔ (یہاں راوی کو شک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لفظ لن یا لفظ لا استعمال فرمایا)

﴿مَعِيَ رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ، فَقُلْتُ مَا عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ. فَقَالَ: لَنْ - أَوْ لَا - نَسْتَعْمِلَ عَلَى عَمَلِنَا مِنْ أَرَادَهُ﴾.
[أطرافه في : ٣٠٣٨، ٤٣٤١، ٤٣٤٣، ٤٣٤٤، ٦١٢٤، ٦٩٢٣، ٧١٤٩، ٧١٥٦، ٧١٥٧، ٧١٧٢].

لفظ ”اجارات“ اجارہ کی جمع ہے۔ اجارہ لغت میں اجرت یعنی اس مزدوری کو کہتے ہیں جو کسی مقررہ خدمت پر جو مقررہ مدت تک انجام دی گئی ہو، اس کام کے کرنے والے کو دینا، وہ نقد یا جنس جس مقررہ صورت میں ہو۔ مزدوری پر اگر کسی نیک اچھے امانت دار آدمی کو رکھا جائے، تو کام کرانے والے کی یہ عین خوش قسمتی ہے کہ مزدور اللہ سے ڈر کر پورا حق ادا کرے گا اور کسی کوتاہی سے کام نہ لے گا۔ باب استيجار الرجل الصالح منعقد کرنے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ نیک لوگوں کے لئے مزدوری کرنا کوئی شرم اور عار کی بات نہیں ہے اور نیک صالح لوگوں سے مزدوری پر کام کرانا بھی کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ ہر دو کے لئے باعث برکت اور اجر و ثواب ہے۔

اس سلسلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت ﴿ان خير من استاجرت﴾ نقل فرما کر اپنے مقصد کے لئے مزید وضاحت فرمائی ہے اور بتلایا ہے کہ مزدوری کے لئے کوئی طاقتور آدمی جو امانت دار بھی ہو مل جائے تو یہ بہت بہتر ہے۔ باری تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی ساجزادی کی زبان پر فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے گھر پہنچ کر یہ کہا کہ بلا جان! ایسا زبردست اور امانت دار نوکر اور کوئی نہیں ملے گا۔ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تجھے کیونکر معلوم ہوا۔ انہوں نے کہا کہ پتھر جس کو دس آدمی مشکل سے اٹھاتے تھے، اس جوان یعنی حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اکیلے اٹھا کر پھینک دیا۔ اور میں اس کے آگے چل رہی تھی۔ حیا دار اتنا ہے کہ میرا کپڑا ہوا سے اڑنے لگا تو اس نے کہا کہ میرے پیچھے ہو کر چلو۔ اور اگر میں غلط راستے پر چلنے لگوں تو پیچھے سے ایک کنکری سیدھے راستے پر پھینک دینا۔ اس سے سمجھ کر سیدھا راستہ جان لوں گا اور اسی پر چلوں گا۔

حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ عین عالم شباب تھا اور حیا اور شرم کا یہ عالم اور خدا ترسی کا یہ حال کہ دختر شعیب رضی اللہ عنہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی مناسب نہ جانا۔ اسی بنا پر اس لڑکی نے حضرت شعیب رضی اللہ عنہ سے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کا ان شاندار لفظوں میں تعارف کرایا۔ ہر حال امیر المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ سلسلہ کتاب البیوع اجارات یعنی مزدوری کرنے سے متعلق جملہ مسائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

باب کے آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص از خود نوکریا حاکم بننے کی درخواست کرے۔ اور اس کے حاصل کرنے کے لئے وسائل ڈھونڈھے، بادشاہ اور حاکم وقت کا فرض ہے کہ ایسے حریص آدمی کو ہرگز حاکم نہ بنائے اور جو نوکری سے بھاگے اس کو اس نوکری پر مقرر کرنا چاہئے بشرطیکہ وہ اس کا اہل بھی ہو۔ وہ ضرور ایمانداری اور خیر خواہی سے کام کرے گا۔ لیکن یہ اصول صرف اسلامی پاکیزہ ہدایات سے متعلق ہے جس کو عہد خلافت راشدہ ہی میں شاید برتا گیا ہو۔ ورنہ اب تو کوئی اہل ہو یا نہ ہو محض خویش پروری کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور اس زمانہ میں تو نوکری کا حاصل کرنا اور اس کیلئے دفاتر کی خاک چھاننا ایک عام فیشن ہو گیا ہے۔ مسلم شریف کتاب الامارت میں یہی حدیث مزید تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ اس کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ قال العلماء والحكمة في انه لا بولي من سال الولاية انه يوكل اليها ولا تكون معه اعانة كما صرح به في حديث عبدالرحمن بن سمرة السابق و

اذالم تکن معہ اعانة لم یکن کفنا ولا یولی غیر الکف ولان فیہ نهمہ للطالب والحریص (نوبی) یعنی طلب گار کو امارت نہ دی جائے، اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ امارت پر مقرر کیا جائے گا مگر اس کو اعانت حاصل نہ ہوگی جیسا کہ حدیث عبدالرحمن بن سمرہ میں صراحت ہے۔ اور جب اس کو اعانت نہ ملے گی تو اس کا مطلب یہ کہ وہ اس کا اہل ثابت نہ ہوگا۔ اور ایسے آدمی کو امیر نہ بنایا جائے اور اس میں طلب گار کے لئے خود تمہت بھی ہے اور اظہار حرص بھی۔ علماء نے اس کی صراحت کی ہے۔

حدیث ہذا کے آخر میں خزانچی کا ذکر آیا ہے۔ جس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ خزانچی بھی ایک قسم کا نوکر ہی ہے۔ وہ امانت داری سے کام کرے گا تو اس کو بھی اجر و ثواب اتنا ہی ملے گا جتنا کہ مالک کو ملے گا۔ خزانچی کا امین ہونا بہت ہی اہم ہے ورنہ بہت سے نقصانات کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر آئے گی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وقد روی ابن جریر من طریق شعيب الجبني انه قال اسم المرأة التي تزوجها موسى صفوره واسم اختها ليا وكذا روی من طریق ابن اسحاق الا انه قال اسم اختها شرقا وقيل ليا وقال غيره ان اسمهما صفورا وعبرا وانهما كانتا تواما وروی من طریق علی ابن ابی طلحة عن ابن عباس فی قوله ان خیر من استاجرت القوی الامین قال قوی فیما ولی امین فیما استودع وروی من طریق ابن عباس و مجاهد فی آخرین ان اباهما سالها عمارات من قوته و امانته فذكرت قوته فی حال السقی و امانته فی غض طرفه عنهما و قوله لها امشی خلفی و دلینی علی الطريق و هذا اخرجه البيهقي باسناد صحيح عن عمر بن الخطاب و زاد فيه فزوجه اقام موسى و معہ يكفيه او يعمل له فی رعاية غنمه (فتح الباری)

دختر حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی تفصیلات کے ذیل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس عورت سے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے شادی کی تھی اس کا نام صفورہ تھا اور اس کی دوسری بہن کا نام ”لیا“ تھا۔ بعض نے دوسری بہن کا نام شرقا بتلایا ہے اور بعض نے ”لیا“ اور بعض نے کوئی اور نام بتلایا ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ کہ پہلی کا نام صفورہ اور دوسری بہن کا نام عبرا تھا۔ اور یہ دونوں جوڑ کے ساتھ بیک وقت پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت شریفہ ﴿ان خیر من استاجرت﴾ کی تفسیر میں یوں فرمایا ہے کہ قوی (طاقتور) ان امور کے لئے جن کا ان کو ذمہ دار والی بنایا جائے۔ اور امین (امانت دار) ان چیزوں کے لیے جو اس کو سونپی جائیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے یہ بھی منقول ہے کہ اس کے والد نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تم نے اس کی قوت اور امانت کے متعلق کیا دیکھا۔ تو انہوں نے بکریوں کو پانی پلانے کے سلسلہ میں ان کی قوت کا بیان کیا۔ اور امانت کا ان کی آنکھوں کے نچا کرنے کے سلسلہ میں جب کہ وہ آگے چل رہی تھیں اور قدم کا بعض حصہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کو نظر آ گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے پیچھے چلو اور راستہ سے مجھ کو مطلع کرتی چلو۔ پس حضرت شعیب رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کا حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اپنی خدمات کیلئے نیز بکریاں چرانے کیلئے ٹھہرا لیا۔ جیسا کہ آٹھ سال کے لئے طے کیا گیا تھا۔ موسیٰ رضی اللہ عنہ نے دو سال اور اپنی طرف سے بڑھا دیئے۔ اس طرح پورے دس سال حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کو شعیب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مقیم رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

حدیث عقبہ بن منذر میں مروی ہے۔ قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان موسى اجر نفسه لثمان سنين او عشر اعلی عفة فرجه و طعام بطنه اخرجه ابن ماجه وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آٹھ سال یا دس سال کے لئے اپنے نفس کو حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی ملازمت کے سپرد کر دیا۔ تاکہ آپ شکم پری کے ساتھ ازدواجی زندگی میں عفت کی زندگی گزار سکیں۔

المجموع شرح المہذب للاستاذ المحقق محمد نجیب المطیعی میں کتاب الاجارہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ يجوز عقد الاجارة علی المنافع المباحة والدلیل علیہ قوله تعالیٰ فان ارضعن لكم فاتوهن اجورهن (الجزء الرابع عشر، ص: ۲۵۵) یعنی منافع مباح کے اوپر مزدوری کرنا جائز ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے اگر وہ مطلقہ عورتیں تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں تو ان کو ان کی مزدوری ادا کر دو۔

معلوم ہوا کہ مزدوری کرنے کرانے کا ثبوت کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ہے اور یہ کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ اسے شرافت کے خلاف سمجھا جائے جیسا کہ بعض غلط قسم کے لوگوں کا تصور ہوتا ہے اور آج تو مزدوروں کی دنیا ہے، ہر طرف مزدوروں کی تنظیم ہیں۔ مزدور آج کے دور میں دنیا پر حکومت کر رہے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

باب چند قیراط کی مزدوری پر بکریاں چرانا

۲۲۶۲-۲۲۶۳) ہم سے احمد بن محمد کی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے دادا سعید بن عمرو نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پوچھا، کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔

۲- بَابُ رَغِي الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطٍ
۲۲۶۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ
قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ جَدِّهِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
ﷺ قَالَ ((مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَغِيَ
الْغَنَمَ)) . فَقَالَ أَصْحَابُهُ : وَأَنْتَ؟ فَقَالَ:
((نَعَمْ)) كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطٍ لِأَهْلِ
مَكَّةَ)) .

امیرالمؤمنین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ مزدوری کے طور پر بکریاں چرانا بھی ایک حلال پیشہ ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ بکریوں پر گائے بھینس، بھیڑوں اور اونٹوں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان کو مزدوری پر چرانا چگانا جائز اور درست ہے۔ ہر پیغمبر نے بکریاں چرائی ہیں اس میں حکمت یہ ہے کہ بکریوں پر رحم اور شفقت کرنے کی ان کو ابتدائے عمر ہی سے عادت ہو اور رفتہ رفتہ بنی نوع انسان کی قیادت کرنے سے بھی وہ متعارف ہو جائیں۔ اور جب اللہ ان کو یہ منصب جلیلہ بخشے تو رحمت اور شفقت سے وہ ابن آدم کو راہ راست پر لاسکیں۔ اس اصول کے تحت جملہ انبیاء کرام کی زندگیوں میں آپ کو رحمت اور شفقت کی جھلک نظر آئے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی تاکید کی جا رہی ہے ﴿ فَذُلًّا لَهُ فَذُولًا لَّهُ قَوْلًا لِّئَلَّا نَعْلَمَ بِئِنَّكَ آؤُا يَخْفَىٰ ﴾ (طہ: ۴۴) یعنی دونوں بھائی فرعون کے ہاں جا کر اس کو نہایت ہی نرمی سے سمجھانا۔ شاید وہ نصیحت پکڑ سکے یا وہ اللہ سے ڈر سکے۔ اسی نرمی کا نتیجہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادو گروں پر فتح عظیم حاصل فرمائی۔ ہمارے رسول کریم ﷺ نے بھی اپنے بچپن میں مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چرائی ہیں۔ اس لئے بکری چرانا ایک طرح سے ہمارے رسول کریم ﷺ کی سنت بھی ہے۔ آپ اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط اجرت پر چرایا کرتے تھے۔ قیراط آدھے دانق کو کہتے ہیں جس کا وزن ۵ جو کے برابر ہوتا ہے۔

الحمد للہ! آج مکہ شریف کے اطراف میں وادی منیٰ میں بیٹھ کر یہ سطرں لکھ رہا ہوں۔ اور اطراف کی پہاڑیوں پر نظر ڈال رہا ہوں اور یاد کر رہا ہوں کہ ایک زمانہ میں بھی تھا جس میں رسول کریم رحمتہ اللعالمین ﷺ ان پہاڑیوں میں مکہ والوں کی بکریوں چرایا کرتے تھے۔ کاش! میں اتنی طاقت رکھتا کہ ان پہاڑیوں کے چپے چپے پر پیدل چل کر آنحضرت ﷺ کے نعوش اقدام کی یاد تازہ کر سکتا۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اطراف مکہ میں قیراط نام سے ایک موضع تھا۔ جہاں آنحضرت ﷺ مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں لیکن رجح الاول لان اهل مكة لا يعرفون بها مكانا يقال له قيراط يعني قول اول کہ قيراط سے درہم اور دینار کے بعض اجزاء مراد ہیں اسی کو ترجیح حاصل ہے اس لئے کہ مکہ والے کسی ایسے مکان سے ناواقف تھے جسے قیراط کے نام سے پکارا جاتا ہو۔

وقال العلماء الحكمة في الهام الانبياء من رعى الغنم قبل النبوة ان يحصل لهم الثمرن برعيها على ما يكلفونه من القيام بامر اتمهم
یعنی علماء نے کہا ہے کہ انبیاء کو بکری چرانے کے ہام کے بارے میں حکمت یہ ہے کہ ان کو نبوت سے پہلے ہی ان کو چرا کر امت کی
قیادت کے لئے مشق ہو جائے۔

بکری خود ایک ایسا باہرکت جانور ہے کہ اللہ پاک کا فضل ہو تو بکری پالنے میں چند ہی دنوں میں وارے کے نارے ہو جائیں۔ اسی
لئے فتنوں کے زمانوں میں ایک ایسے شخص کی تعریف کی گئی ہے جو سب فتنوں سے دور رہ کر جنگلوں میں بکریاں پالے۔ اور ان سے
گذران کر کے جنگلوں ہی میں اللہ کی عبادت کرے۔ ایسے وقت میں یہ بہترین قسم کا مسلمان ہے۔ اس وقت مسجد نبوی روضۃ من ریاض
الجنۃ مدینہ منورہ میں بہ سلسلہ نظر ثانی اس مقام پر پہنچتا ہوا حرمین شریفین کے ماحول پر نظر ڈال کر حدیث ہذا پر غور کر رہا ہوں اور دیکھ
رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم ملک میں بکریوں کے مزاج کے موافق کتنے مواقع پیدا کر رکھے ہیں۔ مکہ شریف میں ایک مخلص
دوست کے ہاں ایک بکری دیکھی جو ۲ کلو وزن سے زیادہ دودھ دیتی تھی۔ ﴿صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا رعى
الغنم﴾ آج ۲ مفر ۱۳۹۰ھ مقام مبارک مذکورہ میں یہ چند الفاظ لکھے گئے۔

۳- بَابُ اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ
الضَّرُورَةِ، أَوْ إِذَا لَمْ يُوجَدْ أَهْلُ
الْإِسْلَامِ وَعَامِلَ النَّبِيِّ ﷺ يَهُودَ خَيْبَرَ
باب جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کے وقت
مشرکوں سے مزدوری کرانا جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ
نے خیبر کے یہودیوں سے کام لیا تھا (ان سے بٹائی پر معاملہ

کیا تھا)

شرح
اس باب کے مضمون سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت مسلمان کو چھوڑ کر کافر کو نوکر رکھنا اس سے مزدوری لینا منع ہے۔ کافر
حربی ہو یا ذمی امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو کاشتکاری کے کام پر اس وجہ
سے قائم رکھا کہ اس وقت مسلمان کاشتکار ایسے موجود نہ تھے جو خیبر کو آباد رکھتے۔ اگر آپ یہودیوں کو فوراً نکال دیتے تو خیبر اجاڑ ہو
جاتا۔ اور خود مسلمانوں کی آمدن میں بڑا نقصان ہوتا۔ مگر افسوس کہ خیبر کے یہودیوں نے جو بظاہر وفاداری کا دم بھر کر اسلامی زمین پر
کاشت کر رہے تھے اپنی اندرونی سازشوں اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ کوششوں سے خلافت اسلامی کو پریشان کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان
حالات سے مجبور ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان یہودیوں کی اندرونی سازشوں کو ختم کرنے اور ان کی ہتھکڑیاں
کوششوں کو خاک میں ملانے کے لئے ان کو خیبر سے جلا وطن کر دیا اور وہاں مسلمانوں کو آباد کر دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر غیر
مسلم مفید سازش نہ ہوں تو مسلمان ان سے حسب ضرورت اپنی نوکری کرا سکتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان کے لئے اگر غیر مسلم کے ہاں
اپنے مذہب کی ذلت اور خواری کا احتمال ہو تو مناسب نہیں کہ وہ ایسی جگہ نوکری کرے۔

قال ابن بطال عامة الفقهاء يجيزون استجارهم عند الضرورة الخ (فتح الباری) یعنی عام فقہاء نے غیر مسلموں سے مزدوری کرانے کو
بوقت ضروری جائز قرار دیا ہے۔

صاحب المہذب لکھتے ہیں۔ واختلفوا في الكافر اذا استاجر مسلما اجارة معينة فمنهم من قال فيه قولان لاونه عقد يتضمن حبس
المسلم فصار كبيع العبد المسلم منه ومنهم من قال يصح قولوا واحدا لان عليا كرم الله وجهه كان يستسقي الماء لامرأة يهودية. (المہذب
جزء رابع عشر، ص: ۲۵۹)

الشرح خبر علی رواہ احمد و جود الحافظ ابن حجر اسنادہ و لفظہ جمع مرة جو عاشدیندا فخرجت لطلب العمل فی عوالی المدینة

فاذا انا بامارة قد جمعت مدرا فظنتها تريد بله فقاطعتها كل ذنوب على تمره فمددت ستة عشر ذنوبا حتى مجلت يداي ثم اتيتها فعدت لي ست عشر تمره فاتيت النبي (ﷺ) فاخبرته فاكل معي منها وهذا الخبر يدل دلالة يعجز القلم من استقصاء ماتوحي به من بيان ماكانت الصحابة عليه من الحاجة و شدة الفاقة والصبر على الجوع وبذل الوسع واتعاب النفس في تحصيل القوام من العيش للتعفف عن السوال و تحمل المتن و ان تاجير النفس لا يعد دنائة و ان كان المستاجر غير شريف او كافر او الاجير من اشراف الناس وعظماء هم و قد اورده صاحب المنقفي ليستدل به على جواز الاجارة معاودة يعنى ان يفعل الاجير عددا معلوما من العمل بعدد معلوم من الاجرة (كتاب مذكور ص ۲۹۱) يعنى علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کو بطور مزدور رکھے تو کیا فتویٰ ہے۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مسلمان کو ایک طرح سے قید کرنا، گویا اس مسلمان بندے کو بطور غلام بیچنا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عورت کے ہاں مزدوری پر پانی کھینچا تھا۔ خود ان کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ ایک دفعہ مجھ کو سخت بھوک نے ستایا تو میں اطراف مدینہ میں مزدوری کرنے نکلا۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا وہ کچھ مٹی کو گیلا کرانا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے ہر ایک ڈول کے بدلے ایک کھجور پر معاملہ طے کر لیا۔ اور میں نے ایک دم سولہ ڈول کھینچ ڈالے یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے ہو گئے۔ پھر میں اس عورت کے پاس آیا۔ اور اس نے مجھ کو سولہ عدد کھجور دے دیں جن کو لے کر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اور میں نے آپ کو جملہ تفصیلات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ ان کھجوروں میں سے میرے ساتھ آپ نے بھی چند کھجوروں کو تناول فرمایا۔ صحابہ کرام ابتداءً اسلام میں کس قدر تکالیف میں مبتلا تھے۔ اور وہ بھوک پر کس قدر صبر کرتے تھے اور وہ سوال سے بچ کر اپنی شکم پر پی کے لئے کیسی کیسی سخت مزدوری کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے، یہ اس خبر سے واضح ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شریف نفس کو کسی کی مزدوری میں ڈال دینا کوئی ذلیل پیشہ نہیں ہے۔ اگرچہ مزدوری کرانے والا خود ذلیل بھی کیوں نہ ہو یا کافر بھی کیوں نہ ہو۔ اور اگرچہ مزدوری کرنے والا بڑا شریف آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ صاحب منقفی نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ مزدوری مقررہ کام کے ساتھ مقررہ اجرت پر کرنا جائز ہے۔

آج یکم محرم ۱۳۹۰ھ کو کعبہ شریف میں بوقت تہجد یہ نوٹ لکھا گیا۔ اور ۲ صفر ۹۰ھ یوم جمعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر اس پر نظر ثانی کی گئی۔

(۲۲۶۳) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما نے ہجرت کرتے وقت (بنو دہل کے ایک مرد کو نوکر رکھا جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا۔ اور وہ بطور ماہر راہبر مزدوری پر رکھا تھا (حدیث میں لفظ) خریث کے معنی راہبری میں ماہر کے ہیں۔ اس نے اپنا ہاتھ پانی وغیرہ میں ڈبو کر عام بن داخل کے خاندان سے عمد کیا تھا۔ اور وہ کفار قریش ہی کے دین پر تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کو اس پر بھروسہ تھا۔ اس لئے اپنی سواریاں انہوں نے اسے دے دیں۔ اور غار ثور پر تین رات کے بعد اس سے ملنے کی تاکید کی تھی۔

۲۲۶۳- حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : وَاسْتَأْجَرَ النَّبِيُّ ﷺ وَابُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدَّيْلِ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خَرِيْثًا - الْخَرِيْثُ : الْمَاهِرُ بِالْهَدَايَةِ - قَدْ غَمَسَ يَمِيْنُ حِلْفِي فِي آلِ الْعَاصِي بْنِ وَاثِلٍ، وَهُوَ عَلَى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ؛ فَأَمَانَاهُ، فَنَدَعَا اِلَيْهِ رَاجِلَيْهِمَا، وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَاتَاهُمَا

وہ شخص تین راتوں کے گذرتے ہی صبح کو دونوں حضرات کی سواریاں لے کر وہاں حاضر ہو گیا۔ اس کے بعد یہ حضرات وہاں سے عامر بن فہیرہ اور اس دیلی راہبر کو ساتھ لے کر چلے۔ یہ شخص ساحل کے کنارے سے آپ کو لے کر چلا تھا۔

باب کوئی شخص کسی مزدور کو اس شرط پر رکھے
کہ کام تین دن یا ایک مہینہ یا ایک سال کے بعد کرنا ہو گا تو جائز ہے اور جب وہ مقررہ وقت آجائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں گے

اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اجارہ میں یہ امر ضروری نہیں ہے کہ جس وقت سے اجارہ شروع ہو اسی وقت سے کام کرے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی دیل کے مقرر کردہ نوکر سے تین رات بعد غار ثور پر آنے کا وعدہ لیا تھا۔

(۲۲۶۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عقیل نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی، اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک ماہر راہبر سے مزدوری طے کر لی تھی۔ وہ شخص کفار قریش کے دین پر تھا۔ ان دونوں حضرات نے اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالہ کر دی تھیں اور کہہ دیا تھا کہ وہ تین راتوں کے بعد صبح سویرے ہی سواریوں کے ساتھ غار ثور پر آجائے۔

اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے متعلق ایک جزوی ذکر ہے کہ آپ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے شب ہجرت میں سفر شروع کرنے سے پہلے ایک ایسے شخص کو بطور راہبر مزدور مقرر فرمایا تھا جو کفار قریش کے دین پر تھا اور یہ بنو دیل میں سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کو اس پر اعتماد تھا۔ اس لئے اپنی ہردو سواریوں کو اس کے حوالہ کرتے ہوئے اس سے وعدہ لے لیا کہ وہ تین راتیں گذر جانے کے بعد دونوں سواریوں کو لے کر غار ثور پر چلا آئے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ ہردو نے سفر شروع کیا۔ یہ شخص بطور ایک ماہر راہبر کے تھا۔ اور عامر بن فہیرہ کو ہردو سواریوں کے لئے نگران کے طور پر مقرر کیا تھا۔ اگلے باب میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس شرط پر مزدور مقرر کیا کہ وہ اپنا مقررہ کام تین راتیں گذرنے کے بعد انجام دے۔ اسی طرح اگر ایک ماہ بعد یا ایک سال بعد کی شرط پر کسی کو مزدور رکھا جائے اور ہردو فریق راضی ہوں تو ایسا معاملہ کرنا درست ہے۔

بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ فَارْتَحَلَا،
وَأَنْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالذَّلِيلُ
الذَّلِيلِيُّ فَأَخَذَ بِهِمْ أَسْفَلَ مَكَّةَ وَهُوَ
(طَرِيقُ السَّاحِلِ)). [راجع: ۴۷۶]

۴- بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ
لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ
- أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ - جَارَوْهُمَا
عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اسْتَرْطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اجارہ میں یہ امر ضروری نہیں ہے کہ جس وقت سے اجارہ شروع ہو اسی وقت سے کام کرے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی دیل کے مقرر کردہ نوکر سے تین رات بعد غار ثور پر آنے کا وعدہ لیا تھا۔

۲۲۶۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْبٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ ((وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدَّلِيلِ هَادِيًا خَرِيئًا وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَذَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا، وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيحَةَ ثَلَاثِ)). [راجع: ۴۷۶]

اس حدیث سے بھی ضرورت کے وقت کسی معتد غیر مسلم کو بطور مزدور رکھ لینا جائز ثابت ہوا۔ و ہذا ہوا المراد۔ الحمد للہ کہ کعبہ شریف میں غار ثور کی طرف بیٹھے ہوئے یہ حدیث اور اس کی یہ تشریح حوالہ قلم کر رہا ہوں چودہ سو سال گذر رہے ہیں۔ مگر حیات طیبہ کا ایک ایک ورق ہر طرح سے اتنا محفوظ ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ یہی وہ غار ہے جس کو آج جبل اشور کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی میں آنحضرت ﷺ نے اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین راتوں تک قیام فرمایا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس باب کے ذیل حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم کا تشریحی نوٹ یہ ہے کہ اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ اجارہ میں یہ امر ضروری نہیں کہ جس وقت سے اجارہ شروع ہو اسی وقت سے کام شروع کرے۔ اسماعیل نے یہ اعتراض کیا ہے کہ باب کی حدیث سے یہ نہیں نکلا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے یہ شرط لگائی تھی کہ وہ تین دن کے بعد اپنا کام شروع کرے۔ مگر یہ اعتراض صحیح نہیں کیونکہ حدیث مذکورہ میں باب کی مطابقت واضح طور پر موجود ہے۔

بہ ثبوت اجارہ صاحب المہذب لکھتے ہیں۔ فقد ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابابکر استاجرا عبد اللہ بن الارقط الدلیلی و کان خرینا و ہوا خبر بمسالك الصحراء و الوهاد العالم بحغرافية بلاد العرب علی الطبیعة لیكون ہادبا و مرشدا لهما فی ہجرتهما من مكة الی المدینة۔ تحقیق ثابت ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن ارقط دلی کو مزدور بنایا۔ وہ صحرائی راستے کا بہت بڑا ماہر تھا۔ وہ بلاد عرب کے طبعی جغرافیہ سے پورے طور پر واقف تھا۔ اس کو اس لئے مزدور رکھا تھا۔ تاکہ وہ بوقت ہجرت مکہ سے مدینہ تک آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے رہنمائی کا فرض انجام دے۔ جس سے غیر مسلم کو جس پر اعتماد ہو مزدور بنا کر رکھنا ثابت ہوا۔

آج ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو بوقت مغرب مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ کر یہ نوٹ لکھا گیا۔ والحمد للہ علی ذالک اور ۲ صفر یوم جمعہ کو مسجد نبوی جنت کی کیاری میں بیٹھ کر اس پر نظر ثانی کی گئی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

غار ثور پر حاضری: اس حدیث کو لکھتے ہوئے دل میں خیال تھا کہ مکہ المکرمہ میں موجود ہونے پر مناسب ہو گا کہ ہجرت نبوی کی اولین منزل یعنی غار ثور کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عبرت حاصل کی جائے اگرچہ یہاں جاننا کوئی رکن حج ہے نہ اس کے لئے کوئی شرعی حکم ہے مگر ﴿سیروا فی الارض﴾ کے تحت تاریخ ۱۲ محرم ۱۳۹۰ھ دیگر رفتائے حجاج کرام کے ہمراہ غار ثور پر جانے کا عزم کر لیا۔ حرم شریف سے کئی میل کا فاصلہ ہے۔ اور وہاں جانے پر چاروں طرف پہاڑوں کے خوفناک مناظر سامنے آتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی ٹائم کے مطابق اندازاً دن کے گیارہ بجے ہمارا قافلہ دامن کوہ ثور میں پہنچ گیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر نظر ڈالی گئی تو ہمت نے جواب دے دیا۔ مگر رفتائے کرام کے عزم کو دیکھ کر چڑھائی شروع کی گئی۔ حال یہ تھا کہ جس قدر اوپر چڑھتے جاتے وہ مقام دور ہی نظر آتا جا رہا تھا۔ آخر بیٹھ بیٹھ کر بعد مشکل تقریباً گھنٹہ بھر کی محنت کے بعد غار ثور تک رسائی ہو سکی۔ یہاں اس قسم کے کئی غار ہیں جن کے اوپر عظیم پتھروں کی چمت قدرتی طور پر بنی ہوئی ہیں۔ ایک غار پر غار ثور لکھا ہوا تھا۔ یہی وہ غار ثور ہے جس کے اندر بیٹھ کر رسول کریم ﷺ نے اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ ماظنک بالینین اللہ نالہما جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کا خوف محسوس ہوا تو آنحضرت ﷺ نے آپ کو مذکورہ بالا لفظوں میں تسلی دلائی تھی کہ اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیرا خود اللہ پاک ہے (اللہ پاک کے خود ساتھ ہونے سے اس کی مدد و نصرت مراد ہے۔ جب کہ وہ خود اپنی ذات سے عرش عظیم پر ہے) مطلب یہ تھا کہ خود اللہ ہمارا محافظ و ناصر ہے۔ پھر ہم کو دشمنوں کی طرف سے کیا غم ہو سکتا ہے۔ یہی ہوا کہ دشمن اس غار کے اطراف میں پھرتے رہے اور ان کو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم نہ ہو سکا۔ اور اللہ پاک نے اپنے ہر دو محبوب بندوں کو چھایا۔ غار میں اندر دو آدمیوں کے بیٹھنے لیٹنے کی جگہ ہے۔ ایک طرف سے بیٹھ کر داخل ہوا جاسکتا ہے۔ میں اور ہمارے رفیق اندر داخل

ہوئے اور سارا منظر دیکھا۔ اور بار بار قدرت الہی یاد آتی رہی۔ اور تاریخ اسلام کے عظیم واقعہ کی یاد تازہ ہوتی رہی۔ چند الفاظ یادداشت غار کے اندر ہی بیٹھ کر حوالہ قلم کئے گئے۔ جی چاہتا تھا کہ یہاں کافی دیر ٹھہرا جائے کیونکہ منظر بہت ہی روح افزا تھا۔ مگر نیچے گاڑی والا خطر تھا۔ اس لئے دوستوں کے ساتھ واپسی کا مرحلہ طے کیا گیا۔ غار اونچائی اور راستہ پر خطر ہونے کے لحاظ سے اس قابل نہیں ہے کہ ہر شخص وہاں تک جاسکے۔ چڑھنا بھی خطرناک اور اترنا اس سے زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ اترنے میں دو گنا وقت صرف ہوا۔ اور نماز ظہر کا وقت بھی اترتے اترتے ہی ہو گیا۔ بعد مشکل نیچے اتر کر گاڑی پکڑی اور حرم شریف میں ایسے وقت حاضری ہوئی کہ ظہر کی نماز ہو چکی تھی مگر الحمد للہ کہ زندگی کی ایک حسرت تھی کہ رسول کریم ﷺ کی ہجرت کی اولین منزل کو دیکھا جائے سو اللہ پاک نے یہ موقع نصیب فرمایا والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوة والسلام علی رسول اللہ و علی صاحبہ الصدیق رضی اللہ عنہ۔

(محترم حاجی اللہ بخش صاحب بیجا پوری اور محترم حاجی منشی حقیق اللہ صاحب ناظر مدرسہ دارالمدنی یوسف پور، یو پی ساتھ تھے جن کی ہمت سے مجھ جیسے ضعیف کمزور نے بھی اس منزل تک رسائی حاصل کی۔ جزاءہم اللہ)

باب جماد میں کسی کو مزدور کر کے لے جانا

(۲۲۶۵) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، انہیں صفوان بن یعلیٰ نے، ان کو یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہمیشہ عمرہ (غزوہ تبوک) میں گیا تھا یہ میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ قابل اعتماد نیک عمل تھا۔ میرے ساتھ ایک مزدور بھی تھا۔ وہ ایک شخص سے جھگڑا اور ان میں سے ایک نے دوسرے مقاتل والے کی انگلی چبا ڈالی۔ دوسرے نے جو اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے آگے کے دانت بھی ساتھ ہی کھینچے چلے آئے اور گر گئے۔ اس پر وہ شخص اپنا مقدمہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے دانت (ٹوٹے کا) کوئی قصاص نہیں دلویا۔ بلکہ فرمایا کہ کیا وہ اپنی انگلی تمہارے منہ میں چبانے کے لئے چھوڑ دیتا۔ راوی نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے یوں بھی فرمایا۔ جس طرح اونٹ چبا لیا کرتا ہے۔

(۲۲۶۶) ابن جریج نے کہا اور مجھ سے عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا اور ان سے ان کے دادا نے بالکل اسی طرح کا واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ کھلایا۔ (دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو) اس کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ گیا۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

۵- بَابُ الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ

۲۲۶۵- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، فَكَانَ مِنْ أَوْلَاقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي، فَكَانَ لِي أَجِيرٌ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا، فَغَضُّ أَحَدَهُمَا إصْبِعَ صَاحِبِهِ، فَاتَزَعَّ إصْبَعَهُ فَأَنْدَرَ نَيْبَتَهُ فَسَقَطَتْ، فَانْطَلَقَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَهْدَرَ نَيْبَتَهُ وَقَالَ: ((أَفِيدَعُ إصْبَعَهُ فِي فَيْكٍ تَقْصِمُهَا؟)) قَالَ: أَحْسِبُهُ قَالَ: - ((كَمَا يَقْصِمُ الْفَحْلُ)).

[راجع: ۱۸۴۷]

۲۲۶۶- قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مَلِيكَةَ عَنْ جَدِّهِ بِعِثْلِ هَذِهِ الصَّفَةِ: ((أَنَّ رَجُلًا غَضَّ رَجُلًا فَأَنْدَرَ نَيْبَتَهُ، فَأَهْدَرَهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)).

اس کا کوئی قصاص نہیں دلویا۔

تفسیر باب کا مضمون اس سے ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے سفر میں اپنے ساتھ ایک اور آدمی کو بلور مزدور ساتھ لگا لیا تھا۔ حدیث میں جنگ تبوک کا ذکر ہے جس کو عیش الحسرة بھی کہا گیا ہے۔ الحمد للہ مدینۃ المنورہ میں بیٹھ کر یہ نوٹ لکھ رہا ہوں۔ یہاں سے تبوک کئی سو میل کے فاصلہ پر اردن کے راستے پر واقع ہے۔ اور حکومت سعودیہ ہی کا یہ ایک ضلع ہے۔ شام کے عیسائیوں نے یہاں سرحد پر اسلام کے خلاف ایک جنگی منصوبہ بنایا تھا جس کی بروقت اطلاع آنحضرت ﷺ کو ہو گئی۔ اور آپ نے مدافعت کے لئے پیش قدمی فرمائی۔ جس کی خبریا کر عیسائیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔

یہ سفر عین موسم گرما کے شباب میں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے مسلمان مجاہدین کو بہت ہی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سورہ توبہ کی کئی آیات میں اس کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی ان منافقین کا بھی جو اس امتحان میں حیلے بہانے کر کے پیچھے رہ گئے تھے۔ جن کے متعلق آیت ﴿يَغْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا جَفَأْتَهُمْ﴾ (التوبہ: ۹۳) نازل ہوئی۔ مگر چند مخلص مومن بھی تھے جو پیچھے رہنے والوں میں رہ گئے تھے۔ بعد میں ان کی توبہ قبول ہوئی۔ الحمد للہ آج ۲ مفر کو مسجد نبوی میں بیٹھ کر یہ نوٹ لکھا گیا۔

۶- بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَحْيَرًا فَبَيِّنَ لَهُ الْأَجَلَ، وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ

باب ایک شخص کو ایک میعاد کے لئے نوکر رکھ لینا اور کام بیان نہ کرنا

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ نے (حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کا قول یوں) بیان فرمایا ہے کہ ”میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے کسی کا تم سے نکاح کروں“ آخر آیت ﴿وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾ تک۔ عربوں کے ہاں باجر فلانا بول کر مراد ہوتا ہے، یعنی فلاں کو وہ مزدوری دیتا ہے۔ اسی لفظ سے مشتق تعزیت کے موقعہ پر یہ لفظ کہتے ہیں اجروک اللہ۔ (اللہ تجھ کو اس کا اجر عطا کرے)

لِقَوْلِهِ : ﴿إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتِي هَاتَيْنِ - إِلَى قَوْلِهِ - وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾ يَا جَرُّ فَلَانًا : يُعْطِيهِ أَجْرًا. وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ: أَجْرَكَ اللَّهُ.

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ یہاں باب کا مقصد بیان کرنے کے لئے صرف آیت قرآنی لائے جس میں حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی زبان سے مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یوں فرمایا کہ میں اپنی دو لڑکیوں سے ایک کا آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال میرے ہاں نوکری کریں۔ یہاں حضرت شعیب رضی اللہ عنہ نے نوکری کے کام مقرر نہیں فرمائے۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ آیت مذکورہ میں لفظ ناجرنی مذکور ہے۔ اس کی لغوی وضاحت حضرت امام نے یوں فرمائی کہ عربوں میں باجر فلانا کا محاورہ مزدور کو مزدوری دینے پر مستعمل ہے آیت میں لفظ ناجرنی اسی سے مشتق ہے۔

۷- بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَحْيَرًا عَلَىٰ أَنْ يُقِيمَ حَائِطًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقُضَ جَارًا

باب اگر کوئی شخص کسی کو اس کام پر مقرر کرے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کر دے تو جاتز ہے۔

اسی سے معماری یعنی مکان تعمیر کرنے کا پیشہ بھی ثابت ہوا۔ اور یہ کہ معماری کا پیشہ حضرت خضر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ ۲۲۶۷- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ

۲۲۶۷- ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے یحییٰ بن

مسلم اور عمرو بن دینار نے سعید سے خبر دی۔ یہ دونوں حضرات (سعید بن جبیر سے اپنی روایتوں میں) ایک دوسرے سے کچھ زیادہ روایت کرتے ہیں۔ ابن جریج نے کہا میں نے یہ حدیث اوروں سے بھی سنی ہے۔ وہ بھی سعید بن جبیر سے نقل کرتے تھے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اور ان سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ پھر وہ دونوں (موسیٰ اور خضر ملیہما السلام) چلے۔ تو انہیں ایک گاؤں میں ایک دیوار ملی جو گرنے ہی والی تھی۔ سعید نے کہا خضر رضی اللہ عنہما نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور ہاتھ اٹھایا، وہ دیوار سیدھی ہو گئی۔ -حلی نے کہا میرا خیال ہے کہ سعید نے کہا، خضر رضی اللہ عنہما نے دیوار کو اپنے ہاتھ سے چھوا اور وہ سیدھی ہو گئی۔ تب موسیٰ رضی اللہ عنہما بولے کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔ سعید نے کہا کہ (حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہما کی مراد یہ تھی کہ) کوئی ایسی چیز مزدوری میں (آپ کو لینی چاہئے تھی) جسے ہم کھا سکتے (کیونکہ بستی والوں نے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا)

أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ - يَزِيدُ أَحَدَهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ - وَغَيْرُهُمَا قَالَ: قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَدَّثَنِي أَبِي بْنُ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَ)) قَالَ سَعِيدٌ بِيَدِهِ هَكَذَا، وَرَفَعَ يَدَهُ فَاسْتَقَامَ. قَالَ يَعْلَى حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قَالَ: لَمَسَّحَتْهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ ۖ قَالَ لَوْ شِئْتُ لَاتَّخَذْتُ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ قَالَ سَعِيدٌ: أَجْرًا نَأْكُلُهُ. [راجع: ۷۴]

تفسیر حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہما اور حضرت خضر رضی اللہ عنہما کا یہ واقعہ قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا ہے، اسی جگہ یہ دیوار کا واقعہ بھی ہے جو گرنے ہی والی تھی کہ حضرت خضر رضی اللہ عنہما نے اس کو درست کر دیا۔ اسی سے اس قسم کی مزدوری کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہما کا خیال تھا کہ حضرت خضر رضی اللہ عنہما کو اس خدمت پر گاؤں والوں سے مزدوری لینی چاہئے تھی۔ کیونکہ گاؤں والوں نے بے مروتی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا حضرت خضر رضی اللہ عنہما نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام الہی سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ دیوار یتیم بچوں کی ہے اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن ہے۔ اس لئے اس کا سیدھا کرنا ضروری ہوتا تھا کہ یتیموں کی امداد پائیں طور پر ہو سکے اور ان کا خزانہ ظاہر نہ ہو کہ لوگ لوٹ کر لے جائیں۔

آج ۳ صفر کو محترم حاجی عبدالرحمن سندی کے مکان واقع باب مجیدی مینہ منورہ میں یہ نوٹ لکھ رہا ہوں۔ اللہ پاک محترم کو دونوں جہاں کی برکتیں عطا کرے۔ بہت ہی نیک مخلص اور کتاب و سنت کے دلدادہ ذی علم بزرگ ہیں۔ جزاء اللہ خیرانی الدارین۔ امید ہے کہ قارئین بھی ان کے لئے دعائے خیر کریں گے۔

۸- بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ

تفسیر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض ان بابوں کے لائنے سے یہ ہے کہ اجارے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کم سے کم ایک دن کی مدت ہو بلکہ اس سے کم مدت بھی درست ہے۔ جیسا کہ حدیث باب میں دوپہر تک پھر عصر تک پھر عصر سے مغرب تک مزدوری کرانے کا ذکر ہے۔ مزدوری کا معاملہ مزدور اور مالک پر موقوف ہے وہ جس طور پر جن شرائط کے تحت معاملہ طے کر لیں درست ہو گا۔

۲۲۶۸- ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ میرا کام ایک قیراط پر صبح سے دوپہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے (صبح سے دوپہر تک) اس کا کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر میرا کام کون کرے گا؟ چنانچہ یہ کام پھر نصاریٰ نے کیا، پھر اس شخص نے کہا کہ عصر کے وقت سے سورج ڈوبنے تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا؟ اور تم (امت محمدیہ) ہی وہ لوگ ہو (جن کو یہ درجہ حاصل ہوا) اس پر یہود و نصاریٰ نے برامانا، اور وہ کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ملے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارا حق تمہیں پورا نہیں ملا؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو ہمارا حق پورا مل گیا۔ اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔

[راجع: ۵۰۷]

تم کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ اس سے اہل سنت کا مذہب ثابت ہوا کہ اللہ کی طرف سے ثواب ملنا بطریق احسان کے ہے۔ امت محمدیہ پر یہ خدا کا کرم ہے کہ وہ جو بھی نیکی کرے اس کو دس گنا بلکہ بعض دفعہ اور بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ وہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ثواب پچاس وقت کا دیا جاتا ہے۔ یہ اس امت مرحومہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

باب عصر کی نماز تک مزدور لگانا

۹- بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ

یعنی عصر کی نماز شروع ہونے یا ختم ہونے تک۔ اب یہ استدلال صحیح نہ ہو گا کہ عصر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے۔ حافظ نے کہا دوسری روایت میں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے توحید میں نکالی ہے یوں ہے کہ ایسا کہنے والے صرف یہودی تھے۔ اور ان کا وقت مسلمانوں کے وقت سے زیادہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسماعیلی نے کہا کہ اگر دونوں فرقوں نے یہ کہا ہو تب بھی حنیف کا استدلال چل نہیں سکتا۔ کس لئے کہ نصاریٰ نے اپنا عمل جو زیادہ قرار دیا وہ یہود کا زمانہ ملا کر ہے۔ کیونکہ نصاریٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ دونوں پر ایمان لائے تھے۔ حافظ نے کہا ان تاویلات کی ضرورت نہیں، کس لئے کہ ظہر سے لے کر عصر تک کا زمانہ اس سے زیادہ ہوتا ہے جتنا عصر اور مغرب کے بیچ میں ہوتا ہے۔ (وحیدی)

احادیث صحیحہ واردہ کی بنا پر عصر کا وقت سایہ ایک مثل کے برابر ہو جانے پر شروع ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ آج بھی مکہ شریف اور مدینہ شریف میں یہی معمول ہے۔ ہر دو جگہ عصر کی نماز ایک مثل پر ہو رہی ہے۔ اور پوری دنیائے اسلام جو حج کے لئے لاکھوں کی تعداد میں حرمین شریفین آتی ہے ان ایام میں یہاں اول وقت ہی عصر کی نماز پڑھتی ہے۔ پھر بعض متعصب احناف کا سختی کے ساتھ اس کا انکار

کرنا اور ایک مثل پر عصر کی نماز کا پڑھنا ناروا جاننا انتہائی جمود کا ثبوت دیتا ہے۔ اسی کو اندھی تقلید کہا گیا ہے جس میں ہمارے یہ محترم و معزز متعصب بھائی گرفتار ہیں۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کو برحق بھی کہتے ہیں اور عملی طور پر اس شدت کے ساتھ اس قول کا الٹ بھی کرتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ رحمہم اللہ ایک مثل پر عصر کی نماز کے قائل ہیں اور ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ میں ان اماموں کا بھی اہم مقام ہے۔ خلاصہ یہ کہ عصر کی نماز کا اول وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں شک و شبہ کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ تفصیل اپنے مقام پر گذر چکی ہے۔ الحمد للہ مدینہ طیبہ حرم نبوی میں یہ نوٹ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ فہ الحمد للہ الشکر۔

یہ حدیث حضرت مجتہد مطلق امام الامام بخاری رحمہم اللہ نے کئی جگہ نقل فرما کر اس سے مختلف مسائل کا اثبات فرمایا ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام کا ایک تقابل تشبیلی طور پر دکھلایا گیا ہے۔ دین آسمانی کی امانت پہلے یہود کو سونپی گئی، مگر انہوں نے اپنے دین کو بدل کر مسخ کر دیا۔ اور باہمی حسد و بغض میں گرفتار ہو کر دین کی بربادی کے موجب ہوئے۔ اس طرح گویا انہوں نے حفاظت دین کا کام بالکل بیچ ہی میں چھوڑ دیا اور وہ ناکام ہو گئے۔ پھر نصاریٰ کا نمبر آیا اور ان کو اس دین کا محافظ بنایا گیا۔ مگر انہوں نے دین عیسوی کو اس قدر مسخ کیا کہ آسمانی تعلیمات کی اصلیت کو جڑ اور بنیادوں سے بدل دیا۔ اور تثلیث اور صلیب پرستی میں ایسے گرفتار ہوئے کہ یہود کو بھی مات کر کے رکھ دیا۔ ان کے بعد مسلمانوں کا نمبر آیا۔ اور اللہ پاک نے اس امت کو خیر امت قرار دیا۔ اور قرآن مجید اور سنت نبوی کو ان کے حوالہ کیا گیا۔ الحمد للہ قرآن مجید آج تک محفوظ ہے۔ اور سنت کا ذخیرہ محمد شین کرام رحمہم اللہ کے ہاتھوں اللہ نے قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا۔ یہی کام کا پورا کرنا ہے۔ جس پر امت کو دو گنا اجر ملے گا۔

مسلمانوں میں بھی اہل بدعت نے جو غلو اور افراط و تفریط سے کام لیا ہے وہ اگرچہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدھ کر شرمناک حرکت ہے کہ اللہ کے سچے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے متعلق بے حد باطل اور گمراہ کن عقائد ایجاد کر لئے۔ اپنے خود ساختہ ائمہ کو مطاع مطلق کا درجہ دے دیا، اور پیروں، شہیدوں، بزرگوں کے مزارات کو کعبہ و قبلہ بنا لیا، یہ حرکتیں یہود و نصاریٰ سے کم نہیں ہیں۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ ایسے غالی اہل بدعت کے ہاتھوں سے قرآن مجید محفوظ ہے۔ اور ذخیرہ سنت احادیث صحیحہ کی شکل میں محفوظ ہے۔ یہی وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر اس امت کو اللہ نے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ اور یہود و نصاریٰ پر فوقیت عطا فرمائی۔ اللہ پاک ہم کو اس فضیلت کا مصداق بنائے۔ آمین۔ سفر حج سے واپسی پر نظر ثانی کرتے ہوئے ۲۳ اپریل کو یہ نوٹ حوالہ قلم کیا گیا۔ واللہ اعلم علی کل حال۔

(۲۲۶۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، اور ان سے عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ ایک ایک قیراط پر آدھے دن تک میری مزدوری کون کرے گا؟ پس یہود نے ایک قیراط پر یہ مزدوری کی۔ پھر نصاریٰ نے بھی ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر تم لوگوں نے عصر سے

۲۲۶۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُودَ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلَيَّ

مغرب تک دو دو قیراط پر کام کیا۔ اس پر یہود و نصاریٰ غصہ ہو گئے کہ ہم نے کام تو زیادہ کیا اور مزدوری ہم کو کم ملی۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ کیا میں نے تمہارا حق ذرہ برابر بھی مارا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں زیادہ دیتا ہوں۔

قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، ثُمَّ أَنْتُمْ الَّذِينَ تَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ. فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى وَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقْلُ عَطَاءً، قَالَ: هَلْ ظَلَمْتُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أَوْتِيهِ مَنَ أَشَاءُ)). [راجع: ۵۵۷]

اس روایت میں گو یہ صراحت نہیں کہ نصاریٰ نے عصر تک کام کیا، مگر یہ مضمون اس سے نکلتا ہے کہ تم مسلمانوں نے عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کام کیا۔ کیونکہ مسلمانوں کا عمل نصاریٰ کے عمل کے بعد شروع ہوا ہو گا۔ اس میں امت محمدیہ کے خاتم الامم ہونے کا بھی اشارہ ہے۔ اور یہ بھی کہ ثواب کے لحاظ سے یہ امت سابقہ جملہ امم پر فوقیت رکھتی ہے۔

باب اس امر کا بیان کہ مزدور کی مزدوری مار لینے کا گناہ کتنا ہے۔

۱۰- بَابُ إِمْتِ مَن مَّنَعَ أَجْرَ الْأَجِيرِ

(۲۲۷۰) ہم سے یوسف بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سلیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن امیہ نے، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کا قیامت میں میں خود مدعی ہوں گا۔ ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پہ عہد کیا، اور پھر وعدہ خلائی کی۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور کیا، پھر کام تو اس سے پورا لیا، لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔

۲۲۷۰- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَلِيمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ((قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ)).

[راجع: ۲۲۲۷]

قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے اکثر مقامات پر اوصاف اہل ایمان بیان کرتے ہوئے ایفائے عہد کا وصف نمایاں بیان کیا ہے۔ پھر جو وعدہ اور قسم اللہ تعالیٰ کا پاک نام درمیان میں ڈال کر کیا جائے، اس کا توڑنا اور پورا نہ کرنا بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ جس کے لئے قیامت کے دن خود اللہ پاک مدعی بنے گا۔ اور وہ عدا ربندہ مدعی علیہ ہو گا۔ جس کے پاس کوئی جواب نہ ہو گا۔ اور وہ محض اس عظیم جرم کی بنا پر دوزخ میں دھکیلا جائے گا۔ اس لئے ایک حدیث میں وعدہ خلائی کو نفاق کی ایک علامت بتلایا گیا ہے۔ جس کے ساتھ اگر آدمی خیانت کا بھی عادی ہو اور جھوٹ بھی اس کی گھٹی میں داخل ہو تو پھر وہ از روئے شرع محمدی پکا منافق شمار کیا جاتا ہے۔

اور نور ایمان سے اس کا دل قطعاً خالی ہو جاتا ہے۔

دوسرا جرم کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر اسے بیچ کر اس کی قیمت کھانا اس میں نمبروار تین جرم شامل ہیں۔ اول تو کسی آزاد کو غلام بنانا ہی جرم ہے۔ پھر اسے ناحق بیچنا جرم، پھر اس کی قیمت کھانا۔ یہ اور بھی ذیل جرم ہے۔ ایسا ظالم انسان بھی وہ ہے جس پر قیامت کے دن اللہ پاک خود مدعی بن کر کھڑا ہو گا۔ تیسرا جرم جس نے کسی مزدور سے پورا پورا کام کرایا مگر مزدوری ادا کرتے وقت اس کو دھتکار دیا۔ اور وہ غریب کلیجہ موسوس کر رہ گیا۔ یہ بھی بہت ہی برا ظلم ہے۔ حکم یہ ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے ادا کر دی جائے۔ سرمایہ داروں کے ایسے ہی پے در پے مظالم نے مزدوروں کی تنظیم کو جنم دیا ہے جو آج ہر ملک میں مستحکم بنیادوں پر قائم ہیں اور مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ اسلام نے ایک زمانہ قبل ہی اس قسم کے مفاسد کے خلاف آواز بلند کی تھی، جو اسلام کے مزدور اور غریب پرور ہونے کی اہل دلیل ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب عصر سے لے کر رات تک

مزدوری کرانا

(۲۲۷۱) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن عبد اللہ نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانوں کی اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کو مزدور کیا کہ یہ سب اس کا ایک کام صبح سے رات تک مقررہ اجرت پر کریں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے یہ کام دوپہر تک کیا۔ پھر کہنے لگے کہ ہمیں تمہاری اس مزدوری کی ضرورت نہیں ہے جو تم نے ہم سے طے کی ہے۔ بلکہ جو کام ہم نے کر دیا وہ بھی غلط رہا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ اپنا کام پورا کر لو، اور اپنی پوری مزدوری لے جاؤ۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کام چھوڑ کر چلے گئے۔ آخر اس نے دوسرے مزدور لگائے۔ اور ان سے کہا کہ باقی دن پورا کر لو تو میں تمہیں وہی مزدوری دوں گا جو پہلے مزدوروں سے طے کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کام شروع کیا، لیکن عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم نے جو تمہارا کام کر دیا ہے وہ بالکل بیکار رہا۔ وہ مزدوری بھی تم اپنے پاس ہی رکھو جو تم نے ہم سے طے کی تھی۔ اس شخص نے ان کو سمجھایا کہ اپنا باقی کام پورا کر لو۔ دن بھی اب تھوڑا ہی باقی رہ گیا ہے۔ لیکن وہ نہ مانے۔ آخر اس شخص نے دوسرے مزدور لگائے

۱۱- بَابُ الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى

اللَّيْلِ

۲۲۷۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((مَثَلُ الْمَسْلُومِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ عَلَى أَجْرٍ مَعْلُومٍ فَعَمِلُوا لَهُ نِصْفَ النَّهَارِ، فَقَالُوا: لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَ لَنَا وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلًا. فَقَالَ لَهُمْ: لَا تَفْعَلُوا، أَكْمَلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ وَخَذُوا أَجْرَكُمْ كَامِلًا، فَأَبَوْا وَتَرَكُوا. وَاسْتَأْجَرَ أُجْرَيْنِ بَعْدَهُمْ فَقَالَ: أَكْمَلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَلَكُمْ الَّذِي شَرَطْتُمْ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ فَعَمِلُوا، حَتَّى إِذَا كَانَ حِينَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوا: لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلًا، وَلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيهِ. فَقَالَ لَهُمْ أَكْمَلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ فَإِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيرٌ، فَأَبَوْا،

کہ یہ دن کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے اس میں یہ کام کر دیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے سورج غروب ہونے تک دن کے بقیہ حصہ میں کام پورا کیا۔ اور پہلے اور دوسرے مزدوروں کی مزدوری بھی سب ان ہی کو ملی۔ تو مسلمانوں کی اور اس نور کی جس کو انہوں نے قبول کیا، یہی مثال ہے۔

فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَعْمَلُوا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ،
فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ،
وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا، فَذَلِكَ
مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوا مِنْ هَذَا النُّورِ).

[راجع: ۵۵۸]

تشیخ یہ بظاہر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ اس نے صبح سے لے کر دوپہر تک کے لئے مزدور لگائے تھے۔ اور یہ درحقیقت دو الگ الگ قصبے ہیں۔ لہذا باہمی طور پر دونوں حدیثوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔ ان احادیث میں یسود و نصاریٰ اور اہل اسلام کی ایک تمثیل ذکر کی گئی ہے کہ یسود و نصاریٰ نے اپنی شرعی ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا نہیں کیا۔ بلکہ وہ وقت سے پہلے ہی اپنا کام چھوڑ کر بھاگ نکلے مگر مسلمانوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ اور اس کا نتیجہ ہے کہ قرآن مجید آج تک لفظ بہ لفظ موجود ہے۔ اور جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ جس میں ایک شوٹے کی بھی رد و بدل نہیں ہوئی۔ اور قرآن مجید کے ساتھ اسوۂ رسالت بھی پورے طور پر محفوظ ہے۔ اس طور پر کہ انبیاء سابقہ میں ایسی مثال ملنی ناممکن ہے کہ ان کی زندگی اور ان کی ہدایات کو بائیں طور پر محفوظ رکھا گیا ہو۔

حدیث مذکورہ کے آخری الفاظ سے بعضوں نے یہ نکالا کہ اس امت کی بقا ہزار برس سے زیادہ رہے گی۔ اور الحمد للہ یہ امر اب پورا ہو رہا ہے کہ امت محمدیہ پر چودھویں صدی پوری ہونے والی ہے اور مسلمان دنیا میں آج بھی کروڑہا کی تعداد میں موجود ہیں۔ اس دنیا کی عمر کتنی ہے یا یہ کہ امت مسلمہ کتنی عمر لے کر آئی ہے، شریعت اسلامیہ نے ان باتوں کو علم الہی پر موقوف رکھا ہے۔ اتنا ضرور بتلایا گیا ہے کہ امت مسلمہ سے قبل جو بھی انسانی دور گذر چکا ہے وہ مدت کے لحاظ سے ایسا ہے جیسا کہ فجر سے عصر تک کا وقت ہے۔ اور امت مسلمہ کا دور ایسے وقت میں شروع ہو رہا ہے کہ گویا اب عصر سے دن کا باقی حصہ شروع ہو رہا ہے۔ اس لئے اس امت کو آخری امت اور اس دین کو آخری دین اور قرآن مجید کو آخری کتاب اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی و خاتم الرسل کہا گیا ہے۔ اب علم الہی میں دنیا کی عمر کا جتنا بھی حصہ باقی رہ گیا ہے آخر وقت تک یہی دین آسمانی رہے گا۔ یہی شریعت آسمانی شریعت رہے گی۔ اور اس کے خلاف جو بھی مدعی ہو وہ خواہ اسلام ہی کا دعوے دار کیوں نہ ہو وہ کذاب، مکار، دجال سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ ایسے دجالہ کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ نظر ثانی میں یہ نوٹ حرم نبوی کے نزدیک مدینۃ المنورہ میں حوالہ قلم کیا گیا۔

باب اگر کسی نے کوئی مزدور کیا اور وہ مزدور اپنی اجرت لئے بغیر چلا گیا پھر (مزدور کی اس چھوٹی ہوئی رقم یا جنس سے) مزدوری لینے والے نے کوئی تجارتی کام کیا۔ اس طرح وہ اصل مال بڑھ گیا۔ اور وہ شخص جس نے کسی دوسرے کے مال سے کوئی کام کیا اور اس میں نفع ہوا (ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے)

۱۲- بَابُ مَنْ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ
أَجْرَهُ، فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجَرُ فَرَادَ أَوْ
مَنْ عَمِلَ فِي مَالٍ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ

(۲۲۷۲) ہم سے ابو ییمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے خبر دی، ان سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے

۲۲۷۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا
شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ پہلی امت کے تین آدمی کہیں سفر میں جا رہے تھے۔ رات ہونے پر رات گزارنے کے لئے انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی، اور اس میں اندر داخل ہو گئے۔ اتنے میں پہاڑ سے ایک چٹان لڑھکی اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ سب نے کہا کہ اب اس غار سے تمہیں کوئی چیز نکالنے والی نہیں، سو اس کے کہ تم سب اپنے سب سے زیادہ اچھے عمل کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک شخص نے اپنی دعا شروع کی کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے۔ اور میں روزانہ ان سے پہلے گھر میں کسی کو بھی دودھ نہیں پلاتا تھا۔ نہ اپنے بال بچوں کو، اور نہ اپنے غلام وغیرہ کو، ایک دن مجھے ایک چیز کی تلاش میں رات ہو گئی۔ اور جب میں گھر واپس ہوا تو وہ (میرے ماں باپ) سوچکے تھے۔ پھر میں نے ان کے لئے شام کا دودھ نکالا۔ جب ان کے پاس لایا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ مجھے یہ بات ہرگز اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے اپنے بال بچوں یا اپنے کسی غلام کو دودھ پلاؤں، اس لئے میں ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اور میں ان کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اب میرے ماں باپ جاگے اور انہوں نے اپنا شام کا دودھ اس وقت پیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو اس چٹان کی آفت کو ہم سے ہٹا دے۔ اس دعا کے نتیجہ میں وہ غار تھوڑا سا کھل گیا۔ مگر نکلنا اب بھی ممکن نہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دوسرے نے دعا کی، اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی، جو سب سے زیادہ مجھے محبوب تھی۔ میں نے اس کے ساتھ براء کا کام کرنا چاہا، لیکن اس نے نہ مانا۔ اسی زمانہ میں ایک سال قحط پڑا۔ تو وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ خلوت میں مجھ سے براء کا کام کرائے۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئی۔ اب میں اس پر قابو پا چکا تھا۔ لیکن اس نے کہا کہ تمہارے لئے میں جائز نہیں کرتی کہ اس مہر کو تم حق کے بغیر

غُنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((انْطَلِقْ ثَلَاثَةَ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى أَوْوَا الْمَيْتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللَّهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ : اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَ مَالًا، فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَامَيْنِ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدْحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتَيْقَاطَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا، فَشَرَبْنَا غَبُوقَهُمَا. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهَكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمِّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَاْمْتَنَعَتْ مِنِّي، حَتَّى أَلَمْتُ بِهَا سَنَةً مِنَ السَّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلَى أَنْ تُحَلِّيَ بِنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ، حَتَّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ : لَا أَجِلُّ لَكَ أَنْ تَفْضُرَ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَخَرَجْتُ مِنْ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ

توڑو۔ یہ سن کر میں اپنے برے ارادے سے باز آ گیا۔ اور وہاں سے چلا آیا۔ حالانکہ وہ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھی۔ اور میں نے اپنا دیا ہوا سونا بھی واپس نہیں لیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا، تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ چٹان ذرا سی اور کھسکی۔ لیکن اب بھی اس سے باہر نہیں نکلا جاسکتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور تیسرے شخص نے دعا کی۔ اے اللہ! میں نے چند مزدور کئے تھے۔ پھر سب کو ان کی مزدوری پوری دے دی۔ مگر ایک مزدور ایسا نکلا کہ وہ اپنی مزدوری ہی چھوڑ گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگا دیا۔ اور بہت کچھ نفع حاصل ہو گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہی مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے دے۔ میں نے کہا، یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ اونٹ، گائے، بکری اور غلام، یہ سب تمہاری مزدوری ہی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا۔ چنانچہ اس شخص نے سب کچھ لیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک چیز بھی اس میں سے باقی نہیں چھوڑی۔ تو اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ چٹان ہٹ گئی، اور وہ سب باہر نکل کر چلے گئے۔

أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي
أَعْطَيْتَهَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ
إِتْبَاعًا وَجَهْلًا فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ،
فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ، غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا
يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ
وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجْرَاءَ
فَأَعْطَيْتُهُمْ أُجْرَهُمْ، غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ
الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَتَمَرَّتْ أُجْرَةُ حَتَّى
كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ
فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ أَدُّ إِلَيَّ أُجْرِي، فَقُلْتُ
لَهُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أُجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ
وَالْبَقَرِ وَالغَنَمِ وَالرَّقِيقِ. فَقَالَ: يَا عَبْدَ
اللَّهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي. فَقُلْتُ: إِنِّي لَا
أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَأْفَهُ فَلَمْ
يَتْرِكْ مِنْهُ شَيْئًا. اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ
ذَلِكَ إِتْبَاعًا وَجَهْلًا فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ
فِيهِ. فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ، فَخَرَجُوا
يَمْشُونَ)). [راجع: ۲۲۱۵]

اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں اور باب کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے جو حدیث مذکورہ میں تیسرے شخص سے متعلق ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ آیت کریمہ ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ کا یہی مطلب ہے۔ کہ اس اللہ کی طرف نیک اعمال کا وسیلہ ڈھونڈو۔ جو لوگ بزرگوں، ولیوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں یا محض ذات نبوی کو بعد وفات بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں، وہ ایسا عمل کرتے ہیں۔ جس پر کتاب و سنت سے کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔ اگر بعد وفات آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک استفتاء کی دعا کے موقع پر ایسا نہ کہتے کہ یا اللہ! ہم رسول کریم ﷺ کی زندگی میں دعا کرانے کے لئے آپ کو پیش کیا کرتے تھے۔ اب اللہ کے نبی دنیا سے چلے گئے اور آپ کے محترم چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی ذات گرامی موجود ہے لہذا دعا کرانے کے لئے ہم ان کو پیش کرتے ہیں۔ تو ان کی دعائیں ہمارے حق میں قبول فرما کر ہم کو باران رحمت سے شاداب فرمادے۔

باب جس نے اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھانے کی

۱۳- بَابُ مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ

مزدوری کی یعنی حمالی کی اور پھر اسے صدقہ کر دیا

اور حمال کی اجرت کا بیان

(۲۲۷۳) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ (یحییٰ بن سعید قرظی) نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو بعض لوگ بازاروں میں جا کر بوجھ اٹھاتے جن سے ایک مد مزدوری ملتی (وہ اس میں سے بھی صدقہ کرتے) آج ان میں سے کسی کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔ شقیق نے کہا، ہمارا خیال ہے کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کسی سے اپنے ہی تئیں مراد لیا تھا۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عمد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محنت مزدوری بخوشی کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ حمالی بھی کرتے پھر جو مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ بھی کرتے۔ اللہ پاک ان کو امت کی طرف سے بے شمار جزائیں عطا کرے کہ اس محنت سے انہوں نے شجر اسلام کی آبیاری کی، آج الحمد للہ وہی مدینہ ہے جن کے باشندے فراخی اور کشادگی میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ آج مدینہ میں کتنے ہی عظیم محلات موجود ہیں۔

باب دلالی کی اجرت لینا

اور ابن سیرین اور عطاء اور ابراہیم اور حسن بصری رحمہم اللہ دلالی پر اجرت لینے میں کوئی برائی نہیں خیال کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اگر کسی سے کہا جائے کہ یہ کپڑا اتنی قیمت میں بیچ لا۔ جتنا زیادہ ہو وہ تمہارا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ اتنے میں بیچ لا، جتنا نفع ہو گا وہ تمہارا ہے یا (یہ کہا کہ) میرے اور تمہارے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان اپنی طے کردہ شرائط پر قائم رہیں گے۔

ابن سیرین اور ابراہیم کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطاء کے قول کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا اور حسن کے قول کو نہ حافظ نے بیان کیا نہ قسطلانی نے کہ کس نے وصل کیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا عطاء سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، جمہور علماء نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ کیونکہ اس میں دلالی کی اجرت مجبول ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اس وجہ سے جائز رکھا ہے کہ یہ ایک مضاربت کی صورت ہے۔ ابن سیرین کے اس دوسرے قول کو بھی ابن ابی

عَلَى ظَهْرِهِ، ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ، وَأَجْرَةَ الْحَمَالِ

۲۲۷۳- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْقُرْظِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَ بِالصَّدَقَةِ أَنْطَلِقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيَحَامِلُ، فَيَصِيبُ الْمُدَّ، وَإِنْ لِبَعْضِهِمْ لِمِائَةِ أَلْفٍ. قَالَ: مَا نَرَاهُ إِلَّا نَفْسَهُ)).

۱۴- بَابُ أَجْرِ السَّمْسَرَةِ

وَلَمْ يَرَ ابْنَ سَيْرِينَ وَعَطَاءَ وَإِبْرَاهِيمَ وَالْحَسَنَ بِأَجْرِ السَّمْسَارِ بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ بَعْدَ هَذَا التَّوْبِ، فَمَا زَادَ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ. وَقَالَ ابْنُ سَيْرِينَ: إِذَا قَالَ بَعْدَ بَكَذَا، فَمَا كَانَ مِنْ رِنَجٍ فَهُوَ لَكَ أَوْ بَنِي وَبَنِيكَ، فَلَا بَأْسَ بِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ)).

تفسیر

ابن سیرین اور ابراہیم کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطاء کے قول کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا اور حسن کے قول کو نہ حافظ نے بیان کیا نہ قسطلانی نے کہ کس نے وصل کیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا عطاء سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، جمہور علماء نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ کیونکہ اس میں دلالی کی اجرت مجبول ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اس وجہ سے جائز رکھا ہے کہ یہ ایک مضاربت کی صورت ہے۔ ابن سیرین کے اس دوسرے قول کو بھی ابن ابی

شیبہ نے وصل کیا ہے۔ فرمان رسالت المسلمون عند شروطہم کو اسحاق نے اپنی مسند میں عمرو بن عوف مزنی سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد اور احمد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ (وحیدی)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام آیا تو ایک تاریخ سامنے آگئی۔ اس لئے کہ حرم نبوی مدینہ طیبہ میں اصحاب صفہ کے چہوتہ پر بیٹھ کر یہ چند حروف لکھ رہا ہوں۔ یہی وہ چہوتہ ہے جہاں اصحاب صفہ بھوکے پیاسے علوم رسالت حاصل کرنے کے لئے پروانہ وار قیام فرمایا کرتے تھے۔ اسی چہوتہ کی تعلیم و تربیت سے حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے افاضل اسلام پیدا ہوئے۔ اللہ پاک ان سب کو ہماری طرف سے بے شمار جزائیں عطا کرے۔ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔

وہی اصحاب صفہ کا چہوتہ ہے جہاں آج شاہانہ ٹھٹھا باٹ ہیں۔ غالیوں پر غالیچے بچھے ہوئے ہیں، ہر وقت عطر سے فضا معطر رہتی ہے۔ کتنے ہی بندگان خدا اس چہوتہ پر تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ اللہ میں ناچیز عاجز گنہگار اس چہوتہ پر بیٹھ کر بخاری شریف کا متن پڑھ رہا ہوں اور ترجمہ و تشریحات لکھ رہا ہوں۔ اس امید پر کہ قیامت کے دن اللہ پاک میرا حشر بھی اپنے ان نیک بندوں کے ساتھ کرے اور ان کے جوار میں فردوس بریں میں جگہ دے۔ مجھ کو، میری آل اولاد کو، جملہ معاونین اشاعت بخاری شریف کو اللہ پاک یہ درجات نصیب فرمائے اور لواء الحمد کے نیچے حشر فرمائے۔ آج ۲ صفر ۱۳۹۰ھ کو حرم نبوی میں اصحاب صفہ کے چہوتہ پر یہ چند لفظ لکھے گئے۔

(۲۲۷۴) ہم سے مسد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے (تجارتی) قافلوں سے (منڈی سے آگے جا کر) ملاقات کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اور یہ کہ شہری دیہاتی کامل نہ بیچیں، میں نے پوچھا، اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! ”شہری دیہاتی کامل نہ بیچیں“ کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ان کے دلال نہ بنیں۔

۲۲۷۴- حَدَّثَنَا مُسَدُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَلَقَى الرَّكْبَانَ، وَلَا يَبِيعَ حَاضِرًا لِبَادٍ. قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ: مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيعُ حَاضِرًا لِبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا)).

[راجع: ۲۲۱۵۸]

باب کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟

(۲۲۷۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعش نے بیان کیا، ان سے مسلم بن صبیح نے، ان سے مسروق نے، ان سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل (مشرک) کا کام کیا۔ جب میری بہت سی مزدوری اس کے سرچڑھ گئی، تو میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا، وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں تمہاری

۱۵- بَابُ هَلْ يُؤَجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ؟

۲۲۷۵- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُهُ أَنْقَاضًا فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ لَا أَقْضِيكَ حَتَّى

مزدوری اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم محمد (ﷺ) سے نہ پھر جاؤ۔ میں نے کہا، خدا کی قسم! یہ تو اس وقت تک بھی نہ ہو گا جب تو مر کے دوبارہ زندہ ہو گا۔ اس نے کہا، کیا میں مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا کہ ہاں! اس پر وہ بولا پھر کیا ہے۔ وہیں میرے پاس مال اور اولاد ہو گی، اور وہیں میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ”اے پیغمبر! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا۔ اور کہا کہ مجھے ضرور وہاں مال و اولاد دی جائے گی۔“

تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ: أَمَا وَاللَّهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا. قَالَ: وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لِي ثُمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ، فَأَقْضِيكَ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ((أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ: لَأُوْتِينَ مَالًا وَوَلَدًا)). [راجع: ۲۰۹۱]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عاص بن وائل کی مزدوری کی، حالانکہ وہ کافر اور دار الحرب کا باشندہ تھا۔ اسی سے ترجمہ الباب ثابت ہوا۔ عاص بن وائل نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی بات سن کر بطور مذاق ایسا کہا۔ اللہ پاک نے اسی کی مذمت میں آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ کہ ”اے نبی! تو نے اس کافر کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مرنے کے بعد ضرور مال اور اولاد دیا جاؤں گا۔“ گویا اس نے اللہ کے یہاں سے کوئی عہد حاصل کر لیا ہے۔

۱۶- بَابُ مَا يُعْطَى فِي الرُّقْبَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

اس کو خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے طب میں وصل کیا ہے۔ جمہور علماء نے اس سے یہ دلیل لی ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا درست ہے۔ مگر حنفیہ نے اس کو ناجائز رکھا ہے۔ البتہ اگر دم کے طور پر اس کو پڑھے تو ان کے نزدیک بھی اجرت لے سکتا ہے لیکن تعلیم کی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ عبارت ہے۔ (فتح)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابَ اللَّهِ)).
وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ، إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ. وَقَالَ الْحَكَمُ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ وَأَعْطَى الْحَسَنَ ذَرَاهِمَ عَشْرَةَ. وَلَمْ يَرِ ابْنَ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقِسَامِ بَأْسًا.
وَقَالَ: كَانَ يُقَالُ السُّخْتُ: الرُّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَكَانُوا يُعْطُونَ عَلَى الْخُرُوصِ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا کہ کتاب اللہ سب سے زیادہ اس کی مستحق ہے کہ تم اس پر اجرت حاصل کرو۔ اور شعبی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن پڑھانے والا پہلے سے طے نہ کرے۔ البتہ جو کچھ اسے بن مانگے دیا جائے لے لینا چاہئے۔ اور حکم رضی اللہ عنہ نے کسی شخص سے یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت کو اس نے ناپسند کیا ہو۔ اور حسن رضی اللہ عنہ نے (اپنے معلم کو) دس درہم اجرت کے دیئے۔ اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے قسام (بیت المال کا ملازم جو تقسیم پر مقرر ہو) کی اجرت کو برا نہیں سمجھا۔ اور وہ کہتے تھے کہ (قرآن کی آیت میں) سحت فیصلہ میں رشوت لینے کے معنی میں ہے۔ اور لوگ (اندازہ لگانے والوں کو) اندازہ لگانے کی اجرت دیتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابَ اللَّهِ)).

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ، إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ. وَقَالَ الْحَكَمُ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ وَأَعْطَى الْحَسَنَ ذَرَاهِمَ عَشْرَةَ. وَلَمْ يَرِ ابْنَ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقِسَامِ بَأْسًا.

وَقَالَ: كَانَ يُقَالُ السُّخْتُ: الرُّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَكَانُوا يُعْطُونَ عَلَى الْخُرُوصِ.

تشریح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ حکم کے قول کو بغوی نے جدیدات میں وصل کیا ہے اور حسن کے قول کو ابن سعد نے طبقات میں وصل کیا، اور ابن ابی شیبہ نے حسن سے نکالا کہ کتابت کی اجرت لینے میں قباحت نہیں ہے۔ اور ابن سیرین کے قول کو ابن ابی شیبہ نے نکالا لیکن عبد بن حمید وغیرہ نے ابن سیرین سے اس کی کراہیت نقل کی اور ابن سعد نے ابن سیرین سے یوں نکالا کہ اجرت کی اگر شرط کرے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں، اور اس روایت سے دونوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ قرآن میں جس عت کا ذکر ہے، وہ حرام ہے اس سے رشوت ہی مراد ہے۔ اور ابن مسعود اور زید بن ثابت سے بھی عت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ (وحیدی)

(۲۲۷۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ابو بشر نے بیان کیا، ان سے ابو المتوکل نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سفر میں تھے۔ دوران سفر میں وہ عرب کے ایک قبیلہ پر اترے۔ صحابہ نے چاہا کہ قبیلہ والے انہیں اپنا مہمان بنا لیں۔ لیکن انہوں نے مہمانی نہیں کی، بلکہ صاف انکار کر دیا۔ اتفاق سے اسی قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، قبیلہ والوں نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی، لیکن ان کا سردار اچھا نہ ہوا۔ ان کے کسی آدمی نے کہا کہ چلو ان لوگوں سے بھی پوچھیں جو یہاں آکر اترے ہیں۔ ممکن ہے کوئی دم جھاڑے کی چیز ان کے پاس ہو۔ چنانچہ قبیلہ والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ، بھائیو! ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لئے ہم نے ہر قسم کی کوشش کر ڈالی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز دم کرنے کی ہے؟ ایک صحابی نے کہا، قسم اللہ کی میں اسے جھاڑ دوں گا۔ لیکن ہم نے تم سے میزبانی کے لئے کہا تھا اور تم نے اس سے انکار کر دیا۔ اس لئے اب میں بھی اجرت کے بغیر نہیں جھاڑ سکتا، آخر بکریوں کے ایک گلے پر ان کا معاملہ طے ہوا۔ وہ صحابی وہاں گئے۔ اور الحمد للہ رب العالمین پڑھ پڑھ کر دم کیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی کی رسی کھول دی گئی ہو۔ وہ سردار اٹھ کر چلنے لگا، تکلیف و درد کا نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔ بیان کیا کہ پھر انہوں نے طے شدہ اجرت صحابہ کو ادا کر دی۔ کسی نے کہا کہ اسے تقسیم کر لو۔ لیکن جنہوں نے

۲۲۷۶- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: (انطلق نفر من أصحاب النبي ﷺ، في سفرة سافروها، حتى نزلوا على حي من أحياء العرب فاستضافوهم فأبوا أن يضيئوهم، فلدغ سيد ذلك الحي، فسعوا له بكل شيء، لا ينفعه شيء. فقال بعضهم: لو أتيتهم هؤلاء الرهط الذين نزلوا لعلنا أن يكون عند بعضهم شيء. فأتوهم فقالوا: يا أيها الرهط إن سيدنا لدغ، وسعينا له بكل شيء لا ينفعه، فهل عند أحد منكم من شيء؟ فقال بعضهم: نعم والله، إني لأرقي، ولكن والله لقد استصفناكم فلم تضيئونا، فما أنا براق لكم حتى تجعلوا لنا جعلاً. فاستصافوهم على قطع من الغنم. فانطلق يتفل عليه ويقرأ: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ فكأنما نسط من عقال، فانطلق يمشي وما به قلبه. قال: فأوفوهم جعلهم الذي صالحوهم

جھاڑا تھا وہ بولے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے ہم آپ سے اس کا ذکر کر لیں۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ سب حضرات رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ بھی ایک رقیہ ہے؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔ اسے تقسیم کر لو اور ایک میرا حصہ بھی لگاؤ۔ یہ فرما کر رسول کریم ﷺ ہنس پڑے۔ شعبہ نے کہا کہ ابوالبشر نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے ابوالمتوکل سے ایسا ہی سنا۔

عَلَيْهِ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اَقْسِمُوا. فَقَالَ الَّذِي رَقِيَ: لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْ لَهُ الَّذِي كَانَ فَتَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا. فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ: ((وَمَا يَذْرُبُكَ أَنَّهُا رُقِيَةٌ؟)) ثُمَّ قَالَ: ((فَدَأْتِنْتُمْ، اَقْسِمُوا وَاصْرُبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا))، فَصَحَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكَّلِ

بِهَذَا.

[أطرافه في: ٥٠٠٧، ٥٧٣٦، ٥٧٤٩].

تشریح مجتہد مطلق، امام الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب اور روایت کردہ حدیث کے تحت بہت سے مسائل جمع فرما دیئے ہیں۔ اصحاب نبوی چونکہ سفر میں تھے اور اس زمانے میں ہوٹلوں کا کوئی دستور نہ تھا۔ عربوں میں مہمان نوازی ہی سب سے بڑی خوبی تھی۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک رات کی مہمانی کے لئے قبیلہ والوں سے درخواست کی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ اسی اثنا میں ان قبیلے والوں کا سردار سانپ یا بچھو سے کاٹا گیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سردار کی عقل میں فتور آ گیا تھا۔ بہر حال جو بھی صورت ہو وہ قبیلہ والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آکر دم جھاڑ کے لئے متہنی ہوئے۔ اور حدیث ہذا کے راوی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے آمادگی ظاہر فرمائی اور اجرت میں تیس بکریوں پر معاملہ طے ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اس سردار پر سات بار یا تین بار سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ اور وہ سردار اللہ کے حکم سے تندرست ہو گیا۔ اور قبیلہ والوں نے بکریاں پیش کر دیں جن کی اطلاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کو پیش کی۔ اور آپ نے ان کی تائید فرمائی اور ساتھ ہی ان کی دلجوئی کے لئے بکریوں کی تقسیم میں اپنا حصہ مقرر کرنے کا بھی ارشاد فرمایا۔ شعبہ کی روایت کو ترمذی نے وصل کیا ہے اس لفظ کے ساتھ۔ اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طب میں عنعنہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا قرآن مجید کی آیتوں اور اسی طرح دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ کے ساتھ دم کرنا درست ہے۔ دیگر روایت میں صاف مذکور ہے لا باس بالوقی مالم یکن فیہ شریک شرکیہ الفاظ نہ ہوں تو دم جھاڑا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جو لوگ شرکیہ لفظوں سے اور پیروں فقیروں کے ناموں سے منتر جنت کرتے ہیں، وہ عند اللہ مشرک ہیں۔ ایک موحد مسلمان کو ہرگز ایسے ڈھکوسلوں میں نہ آنا چاہئے۔ اور ایسے مشرک و مکار تعویذ و منتر والوں سے دور رہنا چاہئے کہ آج کل ایسے لوگوں کے ہتھکڑے بہت کثرت کے ساتھ چل رہے ہیں۔

اس حدیث سے بعض علماء نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز ثابت کیا ہے۔ صاحب المہذب لکھتے ہیں۔ ومن ادلة الجواز حدیث

عمر المتقدم فی کتاب الزکوٰۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال له ما اتاک من هذا المال من غیر مسئلة ولا اشراف نفس فخذہ من ادلة

الجواز حدیث الرقیۃ المشہور الذی اخرجہ البخاری عن ابن عباس و فیہ ان ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ. (ص ۲۶۸)

اور جواز کے دلائل میں سے حدیث عمر رضی اللہ عنہ ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ اس مال میں سے جو تمہارے پاس بغیر سوال کے اور بغیر تاکے جھانکے خود آئے، اس کو قبول کر لو اور جواز کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں دم کرنے کا واقعہ مذکور ہے جس کو امام بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نکالا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ بلاشک جس پر تم بطور اجر لینے کا حق رکھتے ہو وہ اللہ کی کتاب ہے۔

صاحب لغات لکھتے ہیں وفيه دليل ان الرقية بالقران واخذ الاجرة عليها جائز بلا شبهة یعنی اس میں اس پر دلیل ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ دم کرنا اور اس پر اجرت لینا بلاشبہ جائز ہے۔

ایسا ہی واقعہ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں خارجہ بن صلت عن عمہ کی روایت سے مذکور ہے راوی کہتے ہیں اقبلنا من عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتينا على حى من العرب فقالوا انا ابننا انكم قد جئتم من عند هذا الرجل بخير فهل عندكم من دواء او رقية فان عندنا معنوها فى القيود فلقلنا نعم فجاءوا بمعنوه فى القيود فقرات عليه بفاتحة الكتاب ثلاثه ايام غدوه و عشية اجمع براقى ثم افضل قال فكانما انشط من عقال فاعطوني جعللا فقلت لاحتى اسال النبى صلى الله عليه وسلم فقال كل فلعمري لمن اكل برقية باطل لقد اكلت برقية حق (رواه احمد و ابوداؤد)

مختصر مطلب یہ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے جدا ہو کر ایک عرب قبیلہ پر سے گذرے۔ ان لوگوں نے ہم سے کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے تم اس آدمی کے پاس سے کچھ نہ کچھ خیر لے کر آئے ہو۔ یعنی رسول کریم ﷺ سے قرآن مجید اور ذکر اللہ سیکھ کر آئے ہو۔ ہمارے ہاں ایک دیوانہ بیڑیوں میں مقید ہے۔ تمہارے پاس کوئی دوا یا دم جھاڑا ہو تو مہربانی کرو۔ ہم نے کہا کہ ہاں! ہم موجود ہیں۔ پس وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ایک آدمی کو لائے۔ اور میں نے اس پر صبح و شام تین روز تک برابر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ میں یہ سورہ پڑھ کر اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس پر دم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مریض اتنا آزاد ہو گیا کہ جتنا اونٹ اس کی رسی کھولنے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ تندرست ہو گیا۔ پس ان قبیلہ والوں نے مجھ کو اجرت دینی چاہی تو میں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ تو جھوٹ موٹ فریب دے کر دم جھاڑا سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں، تم نے تو حق اور سچا دم کیا ہے جس پر کھانا حق کے اوپر کھانا ہے جو حلال ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جھاڑ پھونک کے ہمانہ سے غلط قسم کے لوگوں کی کثرت بھی پہلے ہی سے چلی آ رہی ہے اور بہت سے نادان لوگ اپنی طبی کمزوری کی بنا پر ایسے لوگوں کا شکار بننے چلے آ رہے ہیں۔ تاریخ میں اقوام قدیم کلدانیوں، مصریوں، سامیوں وغیرہ وغیرہ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ وہ لوگ بیشتر تعداد میں دم، جھاڑ پھونک پھانک منتر جنتز کرنے والوں کے زبردست معقد ہوتے تھے۔ اکثر تو موت و حیات تک کو ایسے ہی مکار دم جھاڑ کرنے والوں کے ہاتھوں میں جانتے تھے۔ صد افسوس کہ امت مسلمہ بھی ان پیاریوں سے نہ بچ سکی اور ان میں بھی منتر جنتز کے ناموں پر کتنے ہی شرکیہ طور طریقے جاری ہو گئے۔ اور اب بھی بکثرت عوام ایسے ہی مکار لوگوں کا شکار ہیں۔ کتنے ہی نقش و تعویذ لکھنے والے صرف ہندسوں سے کام چلاتے ہیں۔ جن کو خود ان ہندسوں کی حقیقت کا بھی کوئی علم نہیں ہوتا۔ کتنے ہی صرف پیروں، درویشوں، فوت شدہ بزرگوں کے نام لکھ کر دے دیتے ہیں۔ کتنے یا جبرئیل یا میکائیل یا عزرائیل لکھ کر استعمال کراتے ہیں۔ کتنے من گھڑت شرکیہ دعائیں لکھ کر خود مشرک بننے اور دوسروں کو مشرک بناتے ہیں۔ کتنے حضرت پیر بغدادی رضی اللہ عنہ کے نام کی دہائی لکھ کر لوگوں کو بہکاتے رہتے ہیں۔ الغرض مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ایسے جھکنڈوں کی شکار ہے۔ پھر ان تعویذوں کی قیمت چار آنہ، روپیہ، سو روپیہ سے آگے بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اس طرح خوب دکانیں چل رہی ہیں۔ ایسے تعویذ گندہ کرنے والے اور لوگوں کا مال اس دھوکہ فریب سے کھانے والے غور کریں کہ وہ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کو قیامت کے دن کیامنہ دکھلائیں گے۔

آج ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو مقام ابراہیم کے قریب بوقت مغرب یہ نوٹ لکھا گیا۔ اور بھونہ تعالیٰ ۲ صفر ۱۳۹۰ھ کو مدینہ منورہ مسجد

نبوی میں اصحاب صفہ کے چوترہ پر بیٹھ کر نظر ثانی کی گئی۔

باب غلام لونڈی پر روزانہ ایک رقم

مقرر کر دینا

۱۷- بَابُ ضَرِيَّةِ الْعَبْدِ، وَتَعَاهُدِ

ضَرَائِبِ الْاِمَاءِ

عبد غلامی میں آقا اپنے غلاموں لونڈیوں پر روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ ایک ٹیکس مقرر کر دیا کرتے تھے۔ اس کے لئے حدیث میں خراج غلہ اجر ضریبہ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ باب کی حدیث میں صرف ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جو غلام تھا۔ لیکن لونڈی کو غلام پر قیاس کیا۔ اب یہ احتمال کہ شاید لونڈی زنا کر کے کمائے غلام میں بھی چل سکتا ہے کہ شاید وہ چوری کر کے کمائے۔ اور امام بخاری رضی اللہ عنہ اور سعید بن منصور نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نکالا۔ انہوں نے کہا اپنی لونڈیوں کی کمائی پر نگاہ رکھو۔ اور ابو داؤد نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا کہ آپ نے لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کس ذریعہ سے کمایا ہے۔

(۲۲۷۷) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ابو طیبہ حجام نے نبی کریم ﷺ کے پچھنا لگایا، تو آپ نے انہیں اجرت میں ایک صاع یا دو صاع غلہ دینے کا حکم دیا اور ان کے مالکوں سے سفارش کی کہ جو محصول اس پر مقرر ہے، اس میں کچھ کمی کر دیں۔

۲۲۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ مَوْلِيَهُ فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيَّتِهِ)). [راجع: ۲۱۰۲]

باب پچھنا لگانے والے کی اجرت کا بیان

(۲۲۷۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوا یا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ اگر پچھنا لگوانا ناجائز ہوتا تو آپ نہ پچھنا لگواتے نہ اجرت دیتے۔

۱۸- بَابُ خَرَاكِ الْحَجَامِ ۲۲۷۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَامَ أَجْرَهُ)). [راجع: ۱۸۳۵]

(۲۲۷۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوا یا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی، اگر اس میں کوئی کراہت ہوتی تو آپ کا بے کو دیتے۔

۲۲۷۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَامَ أَجْرَهُ، وَلَوْ عَلِمَ كِرَاهِيَةَ لَمْ يَغْطِهِ)). [راجع: ۱۸۳۵]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گویا اس شخص کا رد کیا، جو حجام کی اجرت کو حرام کہتا تھا۔ جمہور کا یہی مذہب ہے کہ وہ حلال ہے۔ حدت خون میں پچھنا لگانا بہت مفید ہے۔ عربوں میں یہ علاج اس مرض کے لئے عام تھا۔

۲۲۸۰- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا
مِسْقَرٌ عَنْ عَمْرٍو بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ
أَنْسَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ النَّبِيُّ
ﷺ يَخْتَجِمُ، وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ أَحَدًا
أَجْرَةً)). [راجع: ۲۱۰۲]

۲۲۸۰) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے عمرو بن عامر نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھنا لگوایا، اور آپ کسی کی مزدوری کے معاملے میں کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے۔

باب کی احادیث سے حضرت امام بخاری نے یہ ثابت فرمایا کہ حجام یعنی بچھنا لگانے والے کی اجرت حلال ہے اور یہ پیشہ بھی جائز ہے۔ اگر یہ پیشہ ناجائز ہوتا تو نہ آپ بچھنا لگواتے نہ اس کو اجرت دیتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں کو بنظر حقارت دیکھنے والے غلطی پر ہیں۔

۱۹- بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوْلِيَّ الْعَبْدِ أَنْ
يُخَفِّقُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاَجِهِ

باب اس کے متعلق جس نے کسی غلام کے مالکوں سے غلام کے اوپر مقررہ ٹیکس میں کمی کے لئے سفارش کی۔

یعنی برسیل متفضل اور احسان، نہ یہ کہ بطور وجوب کے حکم دینا۔ بعض نے کہا کہ اگر غلام کو اس کی ادائیگی کی طاقت نہ ہو تو حاکم تخفیف کا حکم بھی دے سکتا ہے۔

۲۲۸۱- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((دَعَا النَّبِيُّ ﷺ
غُلَامًا حَبَامًا فَحَجَمَهُ وَأَمَرَ لَهُ بِصَاعِ أَوْ
صَاعَيْنِ، أَوْ مُدًّا أَوْ مُدَّتَيْنِ، وَكَلَّمَ فِيهِ
فَخَفَّفَ مِنْ ضَرَبَاتِهِ)). [راجع: ۲۱۰۲]

۲۲۸۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بچھنا لگانے والے غلام (ابو طیبہ) کو بلایا، انہوں نے آپ کے بچھنا لگایا۔ اور آپ نے انہیں ایک یا دو صاع، یا ایک یا دو مد (راوی حدیث شعبہ کو شک تھا) اجرت دینے کے لئے حکم فرمایا۔ آپ نے (ان کے مالکوں سے بھی) ان کے بارے میں سفارش فرمائی تو ان کا خراج کم کر دیا گیا۔

بچھلی حدیث میں بچھنا لگانے والے غلام کی کثرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ ذکر ہے۔ ان کا نام نافع بتلایا گیا ہے۔ حافظ نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ ابن ہذا نے کہا کہ ابو طیبہ نے ۱۳۳ سال کی عمر پائی تھی۔ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ غلام یا لونڈی کے اوپر مقررہ ٹیکس میں کمی کرانے کی سفارش کرنا درست ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب اسلام کی برکت سے غلامی کا یہ بدترین دور تقریباً دنیا سے ختم ہو چکا ہے مگر اب غلامی کے دوسرے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں جو اور بھی بدتر ہیں۔ اب قوموں کو غلام بنایا جاتا ہے جن کے لئے اقلیت اور اکثریت کی اصطلاحات مروج ہو گئی ہیں۔

۲۰- بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ
وَكَرَّةِ إِبْرَاهِيمَ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغْنِيَةِ
وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: هُوَ لَا تُكْرَهُوا قِيَاتِكُمْ

باب رندگی اور فاحشہ لونڈی کی خریدی کا بیان اور ابراہیم نخعی نے نوحہ کرنے والیوں اور گانے والیوں کی اجرت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا (سورہ نور میں) یہ فرمان کہ "اپنی

باندیوں کو جب کہ وہ پاک و امنی چاہتی ہوں، زنا کے لئے مجبور نہ کرو تا کہ تم اس طرح دنیا کی زندگی کا سامان ڈھونڈو۔ لیکن اگر کوئی شخص انہیں مجبور کرتا ہے، تو اللہ ان پر جبر کئے جانے کے بعد (انہیں) معاف کرنے والا، ان پر رحم کرنے والا ہے۔ (قرآن کی آیت میں لفظ فیتاتکم، اماتکم کے معنی میں ہے۔ یعنی تمہاری باندیاں)

(۲۲۸۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام نے بیان کیا، ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ (کے زنا) کی خرچی اور کاہن کی مزدوری سے منع فرمایا۔

عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَا تَحْصِنًا لِيَتَّبِعُوا عَرْضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَمَنْ يُكْرِهْنَهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ. فَيَتَاتِكُمْ : إِمَاءُكُمْ.

۲۲۸۲- حَدَّثَنَا قَتِيبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ تَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَخُلُوعِ الْكَاهِنِ)).

[راجع: ۲۲۳۷]

(۲۲۸۳) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن مجاہد نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے باندیوں کی زنا کی کماٹی سے منع فرمایا تھا۔

۲۲۸۳- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ كَسْبِ الْإِمَاءِ))

[طرفہ بی: ۵۳۴۸].

آیت قرآنی اور ہر دو احادیث سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت فرمایا کہ رنڈی کی کماٹی اور لونڈی کی کماٹی حرام ہے۔ عمد جاہلیت میں لوگ اپنی لونڈیوں سے حرام کماٹی حاصل کرتے اور ان سے بلجیر پیشہ کراتے۔ اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ اسے روکا اور ایسی کماٹی کو لقمہ حرام قرار دیا۔ اسی طرح کمانت کا پیشہ بھی حرام قرار پایا۔ نیز کتے کی قیمت سے بھی منع کیا گیا۔

باب نر کی جفتی (پرا جرت) لینا۔

(۲۲۸۳) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے علی بن حکم نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے نرکدانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔ (حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے)

۲۱- بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ

۲۲۸۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ، عَنِ عَسْبِ الْفَحْلِ)).

باب اگر کوئی زمین کو ٹھیکہ پر لے پھر ٹھیکہ دینے والا لینے

۲۲- بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ

أَحَدُهُمَا

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يُخْرِجُوهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجَلِ. وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَإِيَّاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: تَمَضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجْلِهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أُعْطِيَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ بِالشُّطْرِ فَكَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، وَلَمْ يُذَكَّرْ أَنْ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ بَعْدَ مَا قَبِضَ النَّبِيُّ ﷺ.

۲۲۸۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أُعْطِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَتَزَعَّوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرَى عَلَى شَيْءٍ سَمَاءُ نَافِعٍ لَا أَحْفَظُهُ).

[أطرافه في: ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۹،

۲۳۳۱، ۲۳۳۸، ۲۴۹۹، ۲۷۲۰،

۳۱۵۲، ۴۲۴۸].

۲۲۸۶- وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ حَدَّثَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ)). وَقَالَ عُيَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ((حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرَ)).

[أطرافه في: ۲۲۷، ۲۳۳۲، ۲۳۴۴،

۲۷۲۲].

والامرجائے

اور ابن سیرین نے کہا کہ زمین والے بغیر مدت پوری ہوئے ٹھیکہ دار کو (یا اس کے وارثوں کو) بے دخل نہیں کر سکتے۔ اور حکم، حسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا اجارہ مدت ختم ہونے تک باقی رہے گا۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا اجارہ آدھوں آدھ بنائی پر یہودیوں کو دیا تھا۔ پھر یہی ٹھیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک رہا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھی شروع خلافت میں۔ اور کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نیا ٹھیکہ کیا ہو۔

(۲۲۸۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہودیوں کو) خیبر کی زمین دے دی تھی کہ اس میں محنت کے ساتھ کاشت کریں۔ اور پیداوار کا آدھا حصہ خود لے لیا کریں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے یہ بیان کیا، کہ زمین کچھ کرایہ پر دی جاتی تھی۔ نافع نے اس کرایہ کی تعیین بھی کر دی تھیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

(۲۲۸۶) اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا تھا۔ اور عبید اللہ نے نافع سے بیان کیا، اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ (خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہاں کی زمین کا معاملہ برابر چلتا رہا) یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مشائے باب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے زمین کی بنائی کا ٹھیکہ طے فرمایا جو حیات نبوی تک جاری رہا۔ بعد میں آپ کا انتقال ہو گیا تب اسی معاملہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اسلام ہونے

شرح

کی حیثیت میں جاری رکھا، حتیٰ کہ ان کا بھی وصال ہو گیا۔ تو حضرت عمرؓ نے بھی اپنی شروع خلافت میں اس معاملہ کو جاری رکھا۔ بعد میں یہودیوں کی مسلسل شرارتیں دیکھ کر ان کو خیبر سے جلا وطن کر دیا۔ پس ثابت ہوا کہ دو معاملہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کی موت ہو جانے سے وہ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ان کے وارث اسے جاری رکھیں گے۔ ہاں اگر کسی معاملہ کو فریقین میں سے کسی ایک کی موت کے ساتھ مشروط کیا ہے تو پھر یہ امر دیگر ہے۔

روایت میں زمینوں کو کرایہ پر دینے کا بھی ذکر ہے۔ اور یہ بھی کہ فالتو زمین پڑی ہو جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں حالات تھے، تو ایسے حالات میں مالکان زمین یا تو فالتو زمینوں کی خود کاشت کریں یا پھر بجائے کرایہ پر دینے کے اپنے کسی حاجت مند بھائی کو مفت دے دیں۔

۳۸- کتاب الحوالات

کتاب حوالہ کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب حوالہ یعنی قرض کو کسی دوسرے پر اتارنے کا بیان
اور اس کا بیان کہ حوالہ میں رجوع کرنا درست ہے یا نہیں
اور حسن اور قنودہ نے کہا کہ جب کسی کی طرف قرض منتقل کیا جا رہا تھا
تو اگر اس وقت وہ مالدار تھا تو رجوع جائز نہیں حوالہ پورا ہو گیا۔ اور
ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر ساتھیوں اور وارثوں نے یوں تقسیم کی
کسی نے نقد مال لیا کسی نے قرضہ، پھر کسی کا حصہ ڈوب گیا تو اب وہ
دوسرے ساتھی یا وارث سے کچھ نہیں لے سکتا۔

۱- بَابُ الْحَوَالَةِ وَهَلْ يَرْجَعُ فِي الْحَوَالَةِ

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ: إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَارًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَأَهْلُ الْمِيرَاثِ فَيَأْخُذُ هَذَا عَيْنًا وَهَذَا دَيْنًا، فَإِنْ تَوَيَّ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

یعنی جب محال لہ نے حوالہ قبول کر لیا، تو اب پھر اس کو محیل سے مواخذہ کرنا اور اس سے اپنے قرض کا تقاضا کرنا درست ہے یا نہیں۔ حوالہ کتے ہیں قرض کا مقابلہ دوسرے پر کر دینے کو جو قرض دار حوالہ کرے اس کو محیل کہتے ہیں اور جس کے قرض کا حوالہ کیا جائے اس کو محال لہ اور جس پر حوالہ کیا جائے اس کو محال علیہ کہتے ہیں درحقیقت حوالہ دین کی بیج ہے بعض دین کے مگر ضرورت سے جائز رکھا گیا ہے۔

کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ اس پر آپ نے پوچھا، کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں کوئی قرض نہیں ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ میت نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کوئی مال بھی نہیں چھوڑا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ان کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا، کسی کا قرض بھی میت پر ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا، کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ آپ نے ان کی بھی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق بھی وہی دریافت فرمایا، کیا کوئی مال ترکہ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا، اور اس پر کسی کا قرض بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تین دینار ہیں۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر اپنے ساتھی کی تم ہی لوگ نماز پڑھا لو۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بولے، یا رسول اللہ! آپ ان کی نماز پڑھا دیجئے، ان کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ تب آپ نے اس پر نماز پڑھائی۔

تفسیر ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے میں اس کا ضامن ہوں۔ حاکم کی روایت میں یوں ہے آنحضرت ﷺ نے یوں فرمایا، وہ اشرافیاں تجھ پر ہیں اور میت بری ہو گئی۔ جمہور علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ایسی کفالت صحیح ہے اور کفیل کو پھر میت کے مال میں رجوع نہیں پہنچتا۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر رجوع کی شرط کر لے تو رجوع کر سکتا ہے۔ اور اگر ضامن کو یہ معلوم ہو کہ میت نادر ہے تو رجوع نہیں کر سکتا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میت بقدر قرض کے جائیداد چھوڑ گیا ہے۔ تب تو ضمانت درست ہوگی ورنہ ضمانت درست نہ ہوگی۔ امام صاحب کا یہ قول صراحتاً حدیث کے خلاف ہے۔ (وحیدی)

اور خود حضرت امام رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے کہ حدیث نبوی کے خلاف میرا کوئی قول ہو اسے چھوڑ دو۔ جو لوگ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے خلاف کرتے ہیں وہ سوچیں کہ قیامت کے دن حضرت امام رضی اللہ عنہ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

ہر مسلمان کو یہ اصول ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ و رسول کے بعد جملہ ائمہ دین، مجتہدین، اولیائے کالمین، فقہائے کرام، بزرگان اسلام کا ماننا یہی ہے کہ ان کا احترام کامل دل میں رکھا جائے۔ ان کی عزت کی جائے، ان کی شان میں گستاخی کا کوئی لفظ نہ نکالا جائے۔ اور ان کے کلمات و ارشادات جو کتاب و سنت سے نہ ٹکرائیں، وہ سر آنکھوں پر رکھے جائیں۔ ان کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔ اور اگر خدا تعالیٰ سے ان کا کوئی فرمان ظاہر آیت قرآنی یا حدیث صحیح مرفوع کے خلاف معلوم ہو تو خود ان ہی کی وصیت کے تحت اسے

الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أُنْمِي بِجَنَازَةٍ فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوا لَا. قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوا: لَا. فَصَلَّى عَلَيْهِ. ثُمَّ أُنْمِي بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلِّ عَلَيْهَا. قَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قِيلَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ فَصَلَّى عَلَيْهَا. ثُمَّ أُنْمِي بِالثَّلَاثَةِ فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا. قَالَ: ((هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوا: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوا: ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ. قَالَ: ((صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ)). قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ عَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلَّى عَلَيْهِ)).

چھوڑ کر قرآن و حدیث کی اتباع کی جائے۔ یہی راہ نجات اور صراط مستقیم ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا اور ان کے کلمات ہی کو بنیاد دین ٹھہرا لیا گیا تو یہ اس آیت کے تحت ہو گا۔ ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ﴾ (الشوری: ۲۱) کیا ان کے ایسے بھی شریک ہیں (جو شریعت سازی میں خدا کی شرکت رکھتے ہیں۔ کیونکہ شریعت سازی دراصل محض ایک اللہ پاک کا کام ہے) جنہوں نے دین کے نام پر ان کے لئے ایسی ایسی چیزوں کو شریعت کا نام دے دیا ہے جن کا اللہ پاک نے کوئی اذن نہیں دیا۔

صد افسوس کہ امت اس مرض میں ہزار سال سے بھی زائد عرصہ سے گرفتار ہے اور ابھی تک اس وباء سے شفا کے کامل کے آثار نظر نہیں آتے۔ اللہم ارحم علی امت حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم۔

خود ہندو پاکستان میں دیکھ لیجئے! کونے کونے میں نئی نئی بدعات، عجیب عجیب رسومات نظر آئیں گی۔ کسیں محرم میں تعزیر سازی ہو رہی ہے تو کسیں کانگری گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں۔ کسیں قبروں پر غلافوں کے جلوس نکل رہے ہیں تو کسیں علم اٹھائے جا رہے ہیں۔ تعجب مزید یہ کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ اس طرح اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ علماء ہیں کہ منہ میں لگام لگائے بیٹھے ہیں۔ کچھ جواز تلاش کرنے کی دھن میں لگے رہتے ہیں کیونکہ اس طرح با آسانی ان کی دکان چل سکتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ زاد الحاکم فی حدیث جابر فقال هما علیک و فی مالک والمیت منہما بری قال نعم فصلی علیہ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لقی اباقتادہ یقول ما صنعت الدیناران حتی کان اخر ذالک ان قال قد قضیتہما یا رسول اللہ قال الان حین بردت علیہ جلدہ وقد وقعت هذه القصة مرة اخرى فروی

الدار قطنی من حدیث علی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی بجنائزہ لم یسال عن شئی من عمل الرجل و یسال عن دینہ فان قیل علیہ دین کف و ان قیل لیس علیہ دین صلی فاتی بجنائزہ فلما قام لیکبر سأل هل علیہ دین؟ فقالوا دیناران فعدل عنہ فقال علی ہما علی یا رسول اللہ و هو بری منہما فصلی علیہ ثم قال لعلی جزاک اللہ خیرا و فک اللہ رھانک (فتح الباری)

یعنی حدیث جابر میں حاکم نے یوں زیادہ کیا ہے کہ میت کے قرض والے وہ دو دینار تیرے اوپر تیرے مال میں سے ادا کرنے واجب ہو گئے۔ اور میت ان سے بری ہو گئی۔ اس صحابی نے کہا، ہاں یا رسول اللہ واقعہ یہی ہے۔ پھر آپ نے اس میت پر نماز جنازہ پڑھائی۔ پس جب بھی رسول کریم ﷺ ابو قتادہ سے ملاقات فرماتے آپ دریافت کرتے تھے کہ اے ابو قتادہ! تمہارے ان دو دیناروں کا وعدہ کیا ہوا؟ یہاں تک کہ ابو قتادہ نے کہہ دیا کہ حضور ان کو میں ادا کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا اب تم نے اس میت کی کھال کو ٹھنڈا کر دیا۔ ایسا ہی واقعہ ایک مرتبہ اور بھی ہوا ہے جسے دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا آپ اس کے کسی عمل کے بارے میں کچھ نہ پوچھتے مگر قرض سے متعلق ضرور پوچھتے۔ اگر اسے مقروض بتلایا جاتا تو آپ اس کا جنازہ نہ پڑھتے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو آپ جنازہ پڑھا دیتے۔ پس ایک دن ایک جنازہ لایا گیا۔ جب آپ نماز کی تکبیر کہنے لگے تو پوچھا کہ کیا یہ مقروض ہے؟ کہا گیا کہ ہاں دو دینار کا مقروض ہے۔ پس آپ جنازہ پڑھانے سے رک گئے۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور وہ دو دینار میرے ذمہ ہیں۔ میں ادا کر دوں گا اور یہ میت ان سے بری ہے۔ پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ اے علی! اللہ تم کو جزائے خیر دے! اللہ تم کو بھی تمہارے رہن سے آزاد کرے یعنی تم کو جنت عطا کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی میت مقروض ہو اور اس وجہ سے اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھائی جا رہی ہو تو اگر کوئی مسلمان اس کی مدد کرے اور اس کا قرضہ اپنے سر لے لے تو یہ بہت بڑا کار ثواب اور باعث رضائے خدا و رسول ہے۔ اور اس حدیث کے ذیل میں داخل ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا۔ خاص طور پر جب کہ وہ دنیا سے کوچ کر رہا ہے۔ ایسے وقت ایسی امداد بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مگر بعض نام نہاد مسلمانوں کی عقلوں کا یہ حال ہے کہ وہ ایسی امداد پر ایک کوڑی خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ویسے نام نمود کے لئے مردہ کی فاتحہ، تیجہ، چالیسواں من گھڑت رسوں پر کتنا ہی روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ

رسوم ہیں جن کا قرآن و حدیث و اقوال صحابہ حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مگر حکم پروردگارانہ نے ایسی رسوم کی حمایت میں ایک طوفان جدال کھڑا کر رکھا ہے۔ اور ان رسوم کو عین خوشنودی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہیں اور ان کے اثبات کے لئے آیات قرآنی و احادیث نبوی میں وہ وہ تاویلات فاسدہ کرتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ سچ ہے۔ خود بدلنے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں فرمایا تھا۔ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فہورد جو ہمارے امر دین میں ایسی نئی چیز نکالے جس کا ثبوت ہماری شریعت سے نہ ہو، وہ مردود ہے۔ ظاہر ہے کہ رسوم مردود نہ عمد رسالت میں تھیں نہ عمد صحابہ و تابعین میں جب کہ ان زمانوں میں بھی مسلمان وفات پاتے تھے، شہید ہوتے تھے مگر ان میں کسی کے بھی تیجہ چالیسوں کا ثبوت نہیں حتیٰ کہ خود حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھی ثبوت نہیں کہ ان کا تیجہ 'چالیسواں کیا گیا ہو۔ نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تیجہ فاتحہ ثابت ہے۔ جب حقیقت یہ ہے کہ تو اپنی طرف سے شریعت میں کمی بیشی کرنا خود لعنت خداوندی میں گرفتار ہونا ہے، 'اباؤنا اللہ منما' آمین۔

۳۹۔ کتاب الکفالت

کفالت کے مسائل کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ بَابُ الْكِفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالذُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

باب قرضوں وغیرہ کی حاضر ضمانت اور مالی ضمانت کے بیان میں

شریعت میں یہ دونوں درست ہیں۔ ضامن کو بدینہ والے زعیم اور معروالے عمیل اور عراق والے کفیل کہتے ہیں۔

۲۲۹۰۔ وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمَزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ ((أَنَّ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ، فَأَخَذَ حَمَزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كِفْلًا حَتَّى قَدِمَ عَلَى عَمَرَ، وَكَانَ عَمَرٌ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ، فَصَدَّقَهُمْ، وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ)).

اور ان سے ان کے والد (حمزہ) نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمد خلافت میں انہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ (جہاں وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے ہم بستری کر لی۔ حمزہ نے اس کی ایک شخص سے پہلے ضمانت لی، یہاں تک کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سو کوڑوں کی سزا دی تھی۔ اس آدمی نے جو جرم اس پر لگا تھا، اس کو قبول کیا تھا لیکن جہالت کا عذر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو معذور رکھا تھا۔ اور جریر اور اشعث نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

وَقَالَ جَرِيرٌ وَ الْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُرْتَدِّينَ: اسْتَبْهَمُوا وَ كَفَّلَهُمْ فَتَابُوا وَ كَفَّلَهُمْ عَشَانِرُهُمْ.

وَقَالَ جَرِيرٌ وَ الْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُرْتَدِّينَ: اسْتَبْهَمُوا وَ كَفَّلَهُمْ فَتَابُوا وَ كَفَّلَهُمْ عَشَانِرُهُمْ.

مردوں کے بارے میں کہا کہ ان سے توبہ کرائیے اور ان کی ضمانت طلب کیجئے (کہ دوبارہ مرتد نہ ہوں گے)۔ چنانچہ انہوں نے توبہ کر لی اور ضمانت خود انہیں کے قبیلہ والوں نے دے دی۔ حماد نے کہا جس کا حاضر ضامن ہو اگر وہ مرجائے تو ضامن پر کچھ تاوان نہ ہوگا۔ لیکن حکم نے کہا کہ ذمہ کامل دینا پڑے گا۔

(۲۲۹۱) ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ لیث نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے عبد الرحمن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لاجن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے پھر انہوں نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لا۔ قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ یہ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لئے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے۔ اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی تاکہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی۔ (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا۔ پھر ایک ہزار دینار اور ایک (اس مضمون کا) خط کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جا رہے ہیں) اور اس کا منہ بند کر دیا۔ اور اسے دریا پر لے آئے۔ پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا، تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور وہ بھی تجھ پر راضی ہوا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے۔ تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا۔ اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری

وَقَالَ حَمَادٌ: إِذَا تَكْفَّلَ بِنَفْسِ فَمَاتَ قَالَ شَيْءٌ عَلَيْهِ وَقَالَ الْحَكَمُ: يَضْمِنُ.

۲۲۹۱-- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ((عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسَلِّفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَقَالَ: آءَتَيْتَنِي بِالشُّهَدَاءِ أَشْهَدُهُمْ، فَقَالَ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا. قَالَ: فَأَتَيْتَنِي بِالْكَفِيلِ، قَالَ: كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا. قَالَ: صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ اتَّمَسَ مَرَكَبًا يَرْتَكِبُهَا يَفْتَدِمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَلُهُ فَلَمْ يَجِدْ مَرَكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَفَرَّهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ ثُمَّ رَجَعَ مُوضِعَهَا، ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فَلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ فَسَأَلَنِي كَفِيلًا فَقُلْتُ كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، فَرَضِي بِكَ. وَسَأَلَنِي شَهِيدًا فَقُلْتُ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، فَرَضِي بِذَلِكَ: وَ إِنِّي جَهِدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرَكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقِدِرْ وَ إِنِّي اسْتَوْدَعْتُهَا. فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى

ملے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں۔ لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے) چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بہا دی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھا کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر میں جا سکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی، وہی جس میں مال تھا۔ انہوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لئے لے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (کچھ دنوں کے بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے۔ اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں۔ لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لئے سوار ہوا۔ مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتاؤ تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا۔ جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا۔ جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔

وَلَجَتْ فِيهِ، ثُمَّ انصَرَفَ وَ هُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرَكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ اسْتَلْفَهُ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرَكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطْبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالُ وَ الصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ اسْتَلْفَهُ فَآتَى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرَكَبٍ لِاتِيكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرَكَبًا قَبْلَ الَّذِي آتَيْتُ فِيهِ. قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: أَخْبَرْتُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرَكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ. قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانصَرَفَ بِالْأَلْفِ الدِّينَارِ رَاشِدًا)).

تشریح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول جو یہاں مذکور ہوا ہے اس کو امام بیہقی نے وصل کیا۔ اور ایک قصہ بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے بیان کیا کہ ابن نواح کا موزن اذان میں یوں کتا ہے اشدان مسیلتہ رسول اللہ۔ انہوں نے ابن نواح اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ ابن نواح کی توگردن ماردی اور اس کے ساتھیوں کے باب میں مشورہ لیا۔ عدی بن حاتم نے کہا قتل کرو۔ جریر اور اشعث نے کہا ان سے توبہ کراؤ اور ضمانت لو۔ وہ ایک سو ستر آدمی تھے۔ ابن ابی شیبہ نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

ابن نمیر نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدود میں کفالت سے دیون میں بھی کفالت کا حکم ثابت کیا۔ لیکن حدود اور قصاص میں کوئی کفیل ہو اور اصل مجرم یعنی مکفول عنہ غائب ہو جائے تو کفیل پر حد یا قصاص نہ ہو گا اس پر اتفاق ہے لیکن قرضہ میں جو کفیل ہو اس کو قرض ادا کرنا ہو گا۔ (وحیدی)

حدیث میں بنی اسرائیل کے جن دو شخصوں کا ذکر ہے ان کی مزید تفصیلات جو حدیث ہذا میں نہیں ہیں تو اللہ کے حوالہ ہیں کہ وہ لوگ کون تھے، کہاں کے باشندے تھے؟ کون سے زمانہ سے ان کا تعلق ہے؟ بہر حال حدیث میں مذکورہ واقعہ اس قائل ہے کہ اس سے عبرت حاصل کی جائے۔ اگرچہ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور یہاں ہر چیز ایک سبب سے وابستہ ہے۔ قدرت نے اس کارخانہ عالم کو اسی بنیاد پر قائم کیا ہے مگر کچھ چیزیں مستثنیٰ بھی وجود پذیر ہو جاتی ہیں۔

ان ہردو میں سے قرض لینے والے نے دل کی پختگی اور ایمان کی مضبوطی کے ساتھ محض ایک اللہ پاک ہی کا نام بطور ضامن اور کفیل پیش کر دیا۔ کیونکہ اس کے دل میں قرض کے ادا کرنے کا یقینی جذبہ تھا۔ اور وہ قرض حاصل کرنے سے قبل عزم مصمم کر چکا تھا کہ اسے کسی نہ کسی صورت یہ قرض بالضرور واپس کرنا ہو گا۔ اسی عزم مصمم کی بنا پر اس نے یہ قدم اٹھایا۔ حدیث میں اسی لئے فرمایا گیا کہ جو شخص قرض لیتے وقت ادائیگی کا عزم مصمم رکھتا ہے اللہ پاک ضرور اس کی مدد کرتا اور اس کا قرض ادا کر دیتا ہے۔ اسی لئے ادائیگی کے وقت وہ شخص کشتی کی تلاش میں ساحل بحر پر آیا کہ سوار ہو کر وقت مقررہ پر قرض ادا کرنے کے لئے قرض خواہ کے گھر حاضر ہو جائے۔ مگر اتفاق کہ تلاش بسیار کے باوجود اس کو سواری نہ مل سکی اور مجبوراً اس نے قرض کے دینار ایک لکڑی کے سوراخ میں بند کر کے اور اس کے ساتھ تعارفی پرچہ رکھ کر لکڑی کو دریا میں اللہ کے بھروسہ پر ڈال دیا، اس نے یہ عزم کیا ہوا تھا کہ لکڑی کی یہ رقم اگر اس قرض خواہ بھائی کو اللہ وصول کر دے تو نبھا ورنہ وہ جب بھی وطن لوٹے گا اس کو دوبارہ یہ رقم ادا کرے گا۔ ادھر وہ قرض دینے والے ساحل بحر پر کسی آنے والی کشتی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ بھائی وقت مقررہ پر اس کشتی سے آئے گا اور رقم ادا کرے گا۔ مگر وہ بھی ناکام ہو کر جا ہی رہا تھا کہ اچانک دریا میں اس بہتی ہوئی لکڑی پر نظر جا پڑی اور اس نے ایک عمدہ لکڑی جان کر ایدھن وغیرہ کے خیال سے اسے حاصل کر لیا۔ گھر لے جانے پر اس لکڑی کو کھولا، تو حقیقت حال سے اطلاع پا کر اور اپنی رقم وصول کر کے مسرور ہوا چونکہ ادا کرنے والے حضرت کو وصول کرنے کی اطلاع نہ تھی وہ احتیاطاً وطن آنے پر دوبارہ یہ رقم لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تفصیلات سے ہردو کو علم ہوا اور دونوں بے انتہا مسرور ہوئے۔

یہ توکل علی اللہ کی وہ منزل ہے جو ہر کسی کو نہیں حاصل ہوتی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ اپنے اونٹ رات کو خوب مضبوط باندھ کر اللہ پر بھروسہ رکھو کہ اسے کوئی نہیں چرائے گا۔

گفت پیغمبر یا آواز بلند بر توکل زانوے اشتر یہ بند

آج بھی ضرورت ہے کہ قرض حاصل کرنے والے مسلمان اس عزم مصمم و توکل علی اللہ کا مظاہرہ کریں کہ وہ اللہ کی توفیق سے ضرور ضرور قرض کی رقم جلد ہی واپس کریں گے۔ وہ ایسا کریں گے تو اللہ بھی ان کی مدد کرے گا اور ان سے ان کا قرض ادا کر دے گا۔ ان دونوں شخصوں کا نام معلوم نہیں ہوا۔ حافظ نے کہا محمد بن ربیع نے مسند صحابہ میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ قرض دینے والا نجاشی تھا۔ اس صورت میں اس کو بنی اسرائیل فرمانا اس وجہ سے ہو گا کہ وہ بنی اسرائیل کا قمع تھا نہ یہ کہ ان کی اولاد میں تھا۔ علامہ یعنی نے اپنی عادت کے موافق حافظ صاحب پر اعتراض کیا اور حافظ صاحب کی وسعت نظر اور کثرت علم کی تعریف نہ کی۔ اور کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا حالانکہ حافظ صاحب نے خود فرمایا ہے کہ اس کی سند میں ایک مجمول ہے۔

(وحیدی)

اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

و فی الحدیث جواز الاجل فی القرض وجوب الوفاء بہ و فیہ التحدث عما کان فی بنی اسرائیل و غیرہم من العجائب للاتعاظ والانتساء و فیہ التجارة فی البحر و جواز رکوبہ و فیہ بداء الکاتب بنفسہ و فیہ طلب الشہود فی الدین و طلب الکفیل بہ و فیہ فضل التوکل علی اللہ و ان من صح توکلہ تکفل اللہ بنصرہ و عونہ الخ (فتح)

یعنی اس حدیث میں جواز ہے کہ قرض میں وقت مقرر کیا جائے اور وقت مقررہ پر ادائیگی کا وجوب بھی ثابت ہوا اور اس سے بنی اسرائیل کے عجیب واقعات کا بیان کرنا بھی جائز ثابت ہوا تاکہ ان سے عبرت حاصل کی جائے اور ان کی اقتداء کی جائے اور اس سے دریائی تجارت کا بھی ثبوت ہوا اور دریائی سواریوں پر سوار ہونا بھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کاتب شروع میں اپنا نام لکھے اور اس سے قرض کے متعلق گواہوں کا طلب کرنا اور اس کے کفیل کا طلب بھی ثابت ہوا۔ اور اس سے توکل علی اللہ کی فضیلت بھی نکلی اور یہ بھی کہ جو حقیقی صحیح متوکل ہو گا اللہ پاک اس کی مدد اور نصرت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

خود قرآن پاک میں ارشاد باری ہے۔ ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (العلاق: ۳) جو اللہ پر توکل کرے گا اللہ اس کے لئے کافی و وافی ہے۔ اس قسم کی بہت سی آیات قرآن مجید میں وارد ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہاتھ پیر چھوڑ کر بیٹھ جانے کا نام توکل نہیں ہے۔ بلکہ کام کو پوری قوت کے ساتھ انجام دینا اور اس کا نتیجہ اللہ کے حوالے کر دینا اور خیر کے لئے اللہ سے پوری امید رکھنا یہ توکل ہے۔ جو ایک مسلمان کے لئے داخل ایمان ہے۔ حدیث قدسی میں فرمایا ہے انا عند ظن عبدي بی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ وہ میرے متعلق جو بھی گمان قائم کرے گا۔ مطلب یہ کہ بندہ اللہ پر جیسا بھی بھروسہ کرے گا اللہ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا۔ اسرائیلی مومن نے اللہ پر پورا بھروسہ کر کے ایک ہزار اشرفیوں کی خطیر رقم کو اللہ کے حوالہ کر دیا۔ اللہ نے اس کے گمان کو صحیح کر کے دکھلادیا۔

شروع میں ابوالزناد کی روایت سے جو واقعہ مذکور ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کی لونڈی کو اپنا ہی مال سمجھ کر اس سے بوجہ نادانی صحبت کر لی۔ یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عدالت عالیہ میں آیا تو آپ نے اس کی نادانی کے سبب اس پر رجم کی سزا معاف کر دی مگر بطور تعزیر سو کوڑے لگوائے۔ پھر جب حضرت حمزہ اسلمی وہاں زکوٰۃ وصول کرنے بطور تحصیلدار گئے تو ان کے سامنے بھی یہ معاملہ آیا۔ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلے کا علم نہ تھا۔ لوگوں نے ذکر کیا تب بھی ان کو یقین نہ آیا۔ اس لئے قبیلہ والوں میں سے کسی نے اپنی ضمانت پیش کی کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی تصدیق فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ ضمانت قبول کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اس واقعہ کی تصدیق چاہی۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہما نے اس سے حاضر ضمانت کو ثابت فرمایا ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا (سورہ نساء میں) یہ ارشاد کہ

۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

”جن لوگوں سے تم نے قسم کھا کر عہد کیا ہے، ان کا حصہ

﴿وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ أَيْمَانَكُمْ فَآتُوهُمْ

ان کو ادا کرو۔“

نَصِيْبَهُمْ﴾

(۲۲۹۲) ہم سے صلّت بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ادریس نے، ان سے طلحہ بن مصرف نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ (قرآن مجید کی آیت) ﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِوَالِي﴾ کے متعلق ابن عباس نے فرمایا کہ (مِوَالِي کے معنی) ورثہ کے ہیں۔ اور ﴿وَالَّذِينَ عَقَدْتَ اِيْمَانَكُمْ﴾ (کا

۲۲۹۲- حَدَّثَنَا الصُّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِدْرِيسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مِصْرَفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ﴿وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مِوَالِي﴾ قَالَ: وَرِثَةٌ ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ

قصہ یہ ہے کہ) مہاجرین جب مدینہ آئے تو مہاجر انصار کا ترکہ پاتے تھے۔ اور انصاری کے نایت داروں کو کچھ نہ ملتا۔ اس بھائی پنے کی وجہ سے جو نبی کریم ﷺ کی قائم کی ہوئی تھی۔ پھر جب آیت ولکل جعلنا موالی نازل ہوئی تو پہلی آیت والذین عقدت ایمانکم منسوخ ہو گئی۔ سوا امداد، تعاون اور خیر خواہی کے۔ البتہ میراث کا حکم (جو انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کی وجہ سے تھا) وہ منسوخ ہو گیا۔ اور وصیت جتنی چاہے کی جاسکتی ہے۔ (جیسی اور شخصوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ تہائی ترکہ میں سے وصیت کی جاسکتی ہے جس کا نفاذ کیا جائے گا)

أَيْمَانُكُمْ ﴿ قَالَ: كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ: يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ، لِلأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِي﴾ نَسَخَتْ. ثُمَّ قَالَ: ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ أَيْمَانُكُمْ﴾ إِلَّا النَّصْرَ وَالرَّفَادَةَ وَالنَّصِيحَةَ - وَقَدْ ذَهَبَ الْأَمِيرَاتُ - وَيُوصَى لَهُ)).

[ظرفاہ فی: ۴۵۸۰، ۶۷۴۷].

یعنی مولی الموالاة سے عرب لوگوں میں دستور تھا کسی سے بہت دوستی ہو جاتی تو اس سے معاہدہ کرتے اور کہتے کہ تیرا خون ہمارا خون ہے۔ اور تو جس سے لڑے ہم اس سے لڑیں، تو جس سے صلح کرے ہم اس سے صلح کریں۔ تو ہمارا وارث ہم تیرے وارث، تیرا قرضہ ہم سے لیا جائے گا ہمارا قرضہ تجھ سے، تیری طرف سے ہم دیت دیں تو ہماری طرف سے۔

شروع زمانہ اسلام میں ایسے شخص کو ترکہ کا چھٹا ملنے کا حکم ہوا تھا۔ پھر یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔ ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ (الانفال: ۷۵) ابن منیر نے کہا کفالت کے باب میں امام بخاری رضی اللہ عنہ اس کو اس لئے لائے کہ جب حلف سے جو ایک عقد تھا، شروع زمانہ اسلام میں ترکہ کا استحقاق پیدا ہو گیا تو کفالت کرنے سے بھی مال کی ذمہ داری کفیل پر پیدا ہو گی کیونکہ وہ بھی ایک عقد ہے۔

عربوں میں جاہلی دستور تھا کہ بلاحق و ناحق دیکھے کسی اہم موقعہ پر محض قبائلی عصبیت کے تحت قسم کھا بیٹھے کہ ہم ایسا ایسا کریں گے۔ خواہ حق ہو یا ناحق، اسی کو حلف جاہلیت کہا گیا۔ اور بتلایا کہ اسلام میں ایسی غلط قسم کی قسموں کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اسلام سراسر عدل کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ فَرِيحٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ (المائدہ: ۸) محض قومی عصبیت کی بنا پر ہرگز ظلم پر کمر نہ باندھو۔ انصاف کرو کہ تقویٰ سے انصاف ہی قریب ہے۔

قال الطبري ما استدلل به انس على اثبات الحلف لا ينافي حديث جبير بن مطعم في نفيه فان الاخاء المذكور كان في اول الهجرة و كانوا يعادون به ثم نسخ من ذلك الميراث و بقي مالم يطله القرآن و هو التعاون على الحق و النصر و الاخذ على يد الظالم كما قال ابن عباس الا النصر و النصيحة و الرفادة و يوصى له و قد ذهب الميراث (فتح)

یعنی طبری نے کہا کہ اثبات حلف کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو استدلال کیا وہ جبیر بن مطعم کی نفی کے خلاف نہیں ہے۔ اخاء مذکور یعنی اس قسم کا بھائی چارہ شروع ہجرت میں قائم کیا گیا تھا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوا کرتے تھے۔ بعد میں میراث کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور وہ چیز اپنی حالت پر باقی رہ گئی جس کو قرآن مجید نے باطل قرار نہیں دیا۔ اور وہ باہمی حق پر تعاون اور امداد کرنا اور ظالم کے ہاتھ پکڑنا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میراث تو چلی گئی مگر ایک دوسرے کی مدد کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنا یہ چیزیں باقی رہ گئی ہیں۔ بلکہ اپنے بھائیوں کے لئے وصیت بھی کی جاسکتی ہے۔

واقعہ مواخات اسلامی تاریخ کا ایک شاندار باب ہے۔ مہاجر جو اپنے گھربار وطن چھوڑ کر مدینہ شریف چلے آئے تھے ان کی دلجوئی

بست ضروری تھی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے باشندگان انصار میں ان کو تقسیم فرمادیا۔ انصاری بھائیوں نے جس خلوص اور رفاقت کا ثبوت دیا اس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنی ناممکن ہے۔ آخر یہی مہاجر مدینہ کی زندگی میں گھل مل گئے۔ اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر خود انصار کے لئے باعث تقویت ہو گئے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آج مدینہ طیبہ ہی میں بیٹھ کر انصار مدینہ اور مہاجرین کرام رضی اللہ عنہم کا یہ ذکر خیر یہاں لکھتے ہوئے دل پر ایک رقت آمیز اثر محسوس کر رہا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ انصار و مہاجر قعر اسلام کے دو اہم ترین ستون ہیں جن پر اس عظیم قعر کی تعمیر ہوئی ہے۔ آج بھی مدینہ کی فضا ان بزرگوں کے چھوڑے ہوئے تاثرات سے بھرپور نظر آ رہی ہے۔ مسجد نبوی حرم نبوی میں مختلف ممالک کے لاکھوں مسلمان جمع ہو کر عبادت الہی و صلوة و سلام پڑھتے ہیں اور سب میں مواخات اور اسلامی محبت کی ایک غیر محسوس لہر دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اگر مسلمان یہاں سے جانے کے بعد بھی باہمی مواخات کو ہر جگہ قائم رکھیں تو دنیا انسانیت کے لئے وہ ایک بہترین نمونہ بن سکتے ہیں۔ ۴ صفر ۱۳۹۰ھ کو محترم بھائی حاجی عبدالرحمن سندی باب مجیدی مدینہ منورہ کے دولت کدہ پر یہ الفاظ نظر ثانی کرتے ہوئے لکھے گئے۔ یہ سلسلہ اشاعت بخاری شریف مترجم اردو حاجی صاحب موصوف کی مجاہدانہ کوششوں کے لئے امید ہے کہ ہر مطالعہ کرنے والا بھائی دعائے خیر کرے گا۔

(۲۲۹۳) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں آئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کرایا تھا۔

۲۲۹۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَأَخَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ رَبِيعٍ.

[راجع: ۲۰۴۹]

(۲۲۹۴) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا، اسلام میں جاہلیت والے (غلط قسم کے) عمد و پیمان نہیں ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے تو خود انصار اور قریش کے درمیان میرے گھر میں عمد و پیمان کرایا تھا۔

۲۲۹۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكْرِيَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَبْلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ: قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ ﷺ، بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِيٍّ).

[طرفہ فی: ۶۰۸۳، ۷۳۴۰].

معلوم ہوا کہ عمد و پیمان اگر حق اور انصاف اور عدل کی بنا پر ہو تو وہ مذموم نہیں ہے بلکہ ضروری ہے مگر اس عمد و پیمان میں صرف باہمی مدد و خیر خواہی مد نظر ہوگی۔ اور ترکہ کا ایسے بھائی چارہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ کہ وہ وارثوں کا حق ہے۔ یہ امر دیگر ہے کہ ایسے مواقع پر حسب قاعدہ شرعی مرنے والے کو وصیت کا حق حاصل ہے۔

۳- بَابُ مَنْ تَكْفَلَ عَنْ مَيِّتِ دِينًا باب جو شخص کسی میت کے قرض کا ضامن بن جائے تو اس

فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ

کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا،

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا۔

۲۲۹۵- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عَيْنِبٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟)) قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ. ثُمَّ أَتَى بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟)) قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ((صَلُّوا عَلَيَّ يَا صَاحِبِيكُمْ)). قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ)).

(۲۲۹۵) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں نماز پڑھنے کے لئے کسی کا جنازہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا اس میت پر کسی کا قرض تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھادی۔ پھر ایک اور جنازہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، میت پر کسی کا قرض تھا؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، کہ پھر اپنے ساتھی کی تم ہی نماز پڑھ لو، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ تب آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

[راجع: ۲۲۸۹]

اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ ضامن اپنی ضمانت سے رجوع نہیں کر سکتا۔ جب وہ میت کے قرضے کا ضامن ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ابو قتادہ کی ضمانت کے سبب اس پر نماز پڑھ لی۔ اگر رجوع جائز ہوتا تو جب تک ابو قتادہ رضی اللہ عنہ یہ قرض ادا نہ کر دیتے آپ اس پر نماز نہ پڑھتے۔

۲۲۹۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَحْمَدَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أُعْطَيْتَكَ هَكَذَا وَهَكَذَا))، فَلَمْ يَجِءْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَّةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْنَهُ فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَحَتَّى لِي حَبِيَّةٌ، فَعَدَدْتُهَا، فَبِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ وَقَالَ: خُذْ مِثْلَهَا.

(۲۲۹۶) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن علی باقر سے سنا، اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بحرین سے (جزیرہ کا) مال آیا تو میں تمہیں اس طرح دونوں لپ بھر بھر کر دوں گا لیکن بحرین سے مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک نہیں آیا پھر جب اس کے بعد وہاں سے مال آیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا کہ جس سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وعدہ ہوا یا آپ پر کسی کا قرض ہو وہ ہمارے یہاں آجائے۔ چنانچہ میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ وہ باتیں فرمائی تھیں جسے سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا۔ میں نے اسے شمار کیا تو وہ پانچ سو کی رقم تھی۔ پھر فرمایا کہ اس کے دو گنا اور لے لو۔

[أطرافه في : ٢٥٩٨ ، ٢٦٨٣ ، ٣١٢٧ ،

٣١٦٤ ، ٤٣٨٣].

سب تین لپ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لپ بھر دینے کا وعدہ فرمایا تھا جیسے دوسری روایت میں ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے شادات میں نکالا، اس کی تصریح ہے۔ باب کا مطلب اس سے یوں نکالا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور جانشین ہوئے تو گویا آپ کے سب معاملات اور وعدوں کے وہ کفیل ٹھہرے اور ان کو ان وعدوں کا پورا کرنا لازم ہوا۔ (قططانی)

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (ایک
مشرک کا) امان دینا اور اس کے ساتھ آپ کا عہد کرنا

جو حدیث اس باب میں لائے اس کی مطابقت اس طرح ہے کہ پناہ دینے والے نے جس کو پناہ دی، گویا اس کی عدم ایذا کا منگول ہوا۔ اور اس پر اس کفالت کا پورا کرنا لازم ہوا۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ عدم ایذا دستی اور لسانی کی ضمانت کرنا درست ہے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں رائج ہے۔ (وحیدی)

(۲۲۹۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا، اور انہیں عروہ بن زہیر نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو اسی دین اسلام کا پیرو کار پایا۔ اور ابو صالح سلیمان نے بیان کیا کہ مجھ سے عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا۔ ان سے یونس نے، اور ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زہیر نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین اسلام کا پیرو کار پایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں صبح و شام دونوں وقت تشریف نہ لاتے ہوں۔ پھر جب مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف ہونے لگی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا۔ جب آپ برک الغمام پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات قارہ کے سردار مالک ابن الدغنه سے ہوئی۔ اس نے پوچھا، ابو بکر کہاں کا ارادہ ہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اور اب تو یہی ارادہ ہے کہ اللہ کی زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ اس پر مالک ابن الدغنه

۲۲۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((لَمْ أَعْقِلْ أَبَوِي إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ)).
وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمْ أَعْقِلْ أَبَوِي قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ. وَلَمْ يَمُرْ عَلَيْنَا يَوْمَ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَرْفِي النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً. فَلَمَّا ابْتَلَى الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مَهَاجِرًا قَبْلَ الْحَبَشَةِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرَكَ الْعَمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةَ، وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي، فَأَنَا أُرِيدُ

نے کہا کہ آپ جیسا انسان (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کہ آپ تو محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مجبوروں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کو میں امان دیتا ہوں۔ آپ چلے اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ ابن الدغنه اپنے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہما کو لے آیا اور مکہ پہنچ کر کفار قریش کے تمام اشراف کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابو بکر جیسا نیک آدمی (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو بھی نکال دو گے جو محتاجوں کے لئے کماتا ہے اور جو صلہ رحمی کرتا ہے اور جو مجبوروں اور کمزوروں کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے اور جو مہمان نوازی کرتا ہے اور جو حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ قریش نے ابن الدغنه کی امان کو مان لیا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کو امان دے دی۔ پھر ابن الدغنه سے کہا کہ ابو بکر کو اس کی تاکید کر دینا کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر ہی میں کر لیا کریں۔ وہاں جس طرح چاہیں نماز پڑھیں، اور قرآن کی تلاوت کریں۔ لیکن ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے کوئی ایذا نہ دیں۔ اور نہ اس کا اظہار کریں۔ کیونکہ ہمیں اس کا ڈر ہے کہ کہیں ہمارے بیٹے اور ہماری عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ ابن الدغنه نے یہ باتیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کو سنائیں۔ تو آپ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کرنے لگے۔ نہ نماز میں کسی قسم کا اظہار کرتے اور نہ اپنے گھر کے سوا کسی دوسری جگہ تلاوت کرتے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے کچھ دنوں بعد ایسا کیا کہ آپ نے اپنے گھر کے سامنے نماز کے لئے ایک جگہ بنا لی۔ اب آپ ظاہر ہو کر وہاں نماز پڑھنے لگے اور اسی پر تلاوت قرآن کرنے لگے۔ پس پھر کیا تھا، مشرکین کے بچوں اور ان کی عورتوں کا مجمع لگنے لگا۔ سب حیرت اور تعجب کی نگاہوں سے انہیں دیکھتے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہما بڑے ہی رونے والے تھے۔ جب قرآن پڑھنے لگتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ اس صورت حال سے اکابر مشرکین قریش

أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي. قَالَ ابْنُ الدُّغْنَةِ: إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يَخْرُجُ. فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَغْدُومَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، وَأَنَا لَكَ جَارٌ. فَارْجِعْ فَأَعْبُدْ رَبَّكَ بِلَادِكَ، فَارْتَحِلْ ابْنُ الدُّغْنَةِ فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلَهُ وَلَا يَخْرُجُ، أُنْخَرِجُونَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَغْدُومَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ؛ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جَوَارَ ابْنِ الدُّغْنَةِ، وَأَمَّنُوا أَبَا بَكْرٍ، وَقَالُوا لَابْنِ الدُّغْنَةِ: مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَلْيَصِلْ وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِنَا بِذَلِكَ، وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِهِ، فَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا. قَالَ: ذَلِكَ ابْنُ الدُّغْنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ، فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ. ثُمَّ بَدَأَ لِأَبِي بَكْرٍ فَأَتَنِي مَسْجِدًا بِنَاءَ دَارِهِ، وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَقْصِفُ عَلَيْهِ نِسَاءَ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاءَهُمْ يَعْبَثُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَاءَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَافْرَعُ ذَلِكَ أَشْرَافُ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَارْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدُّغْنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا لَهُ: إِنَّا

گھبرائے۔ اور سب نے ابن الدغنه کو بلا بھیجا۔ ابن الدغنه ان کے پاس آیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تو ابو بکر کو اس لئے امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کریں گے۔ لیکن وہ تو زیادتی پر اتر آئے اور گھر کے سامنے نماز پڑھنے کی ایک جگہ بنا لی ہے۔ نماز بھی سب کے سامنے ہی پڑھنے لگے ہیں اور تلاوت بھی سب کے سامنے کرنے لگے ہیں۔ ڈر ہمیں اپنی اولاد اور عورتوں کا ہے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اس لئے اب تم ان کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں کہ اپنے رب کی عبادت صرف اپنے گھر کے اندر ہی کریں، پھر تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر انہیں اس سے انکار ہو تو تم ان سے کہو کہ وہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری امان کو ہم توڑیں۔ لیکن اس طرح انہیں اظہار اور اعلان بھی کرنے نہیں دیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد ابن الدغنه حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے وہ شرط جس پر میرا آپ سے عہد ہوا تھا۔ اب یا آپ اس شرط کی حدود میں رہیں یا میری امان مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ یہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے کانوں تک یہ بات پہنچے کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی لیکن وہ امان توڑ دی گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں۔ میں تو بس اپنے اللہ کی امان سے خوش ہوں، رسول کریم ﷺ ان دنوں مکہ ہی میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھلایا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری نمکین زمین دیکھی ہے، جہاں کھجور کے باغات ہیں اور وہ دو پتھریلے میدانوں کے درمیان میں ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کا اظہار فرمایا تو جن مسلمانوں نے ہجرت کرنی چاہی وہ پہلے ہی مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ بلکہ بعض وہ صحابہ بھی جو حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے وہ بھی مدینہ آ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا، جلدی نہ کرو، امید ہے کہ مجھے بھی جلد ہی اجازت

كُنَّا أَجْرُنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذَلِكَ فَأَبْتَنِي مَسْجِدًا بَيْنَهُمَا دَارِهِ، وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ، وَقَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، فَأَتَيْهِ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلْ، وَإِنْ أَبِي إِلَّا أَنْ يُغْلَبَ ذَلِكَ فَسَلُّهُ أَنْ يُرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ، وَلَسْنَا مُقَرَّبِينَ لِأَبِي بَكْرٍ الْإِسْتِعْلَانِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَتَى ابْنَ الدُّغْنَةَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ الَّذِي عَقَدْتَ لَكَ عَلَيْهِ، فِيمَا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ، وَإِنَّمَا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي، فَإِنِّي لَا أَحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أَخْفَرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَإِنِّي أُرُدُّ إِلَيْكَ جَوَارِكَ وَأَرْضِي بِجَوَارِ اللَّهِ وَرَسُولِ اللَّهِ ﷺ (يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((قَدْ أَرَيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، رَأَيْتُ سَبْخَةَ ذَاتِ نَحْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ، وَهُمَا الْحَوْرَتَانِ)). فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قَبْلَ الْمَدِينَةِ حِينَ ذَكَرَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ. وَتَهَجَّرَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: عَلَى رَسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤَذَّنَ لِي. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ تَرَجُّوْا ذَلِكَ بَأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِيَصْحَبَهُ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرُ

[رابع: ۴۷۶]

مل جائے گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر نذا ہوں! کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور! چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرنے لگے، تاکہ آپ کے ساتھ ہجرت کریں۔ ان کے پاس دو اونٹ تھے، انہیں چار مہینے تک وہ بول کے پتے کھلاتے رہے۔

تشریح: یہ حدیث واقعہ ہجرت سے متعلق بہت سی معلومات پر مشتمل ہے، نیز اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا استقلال اور توکل علی اللہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ اسی شہر مکہ میں (جہاں بیٹھ کر کعبہ مقدس میں یہ سطرین لکھ رہا ہوں) آنحضرت ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کو انتہائی ایذائیں دی جا رہی تھیں۔ جن سے مجبور ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ مقدس شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور ہجرت حبشہ کے ارادے سے برک النعمان نامی ایک مقام قریب مکہ میں پہنچ چکے تھے۔ کہ آپ کو قارہ قبیلے کا ایک سردار مالک بن دغنه ملا۔ قارہ بنی اہون قبیلہ کی ایک شاخ تھی جو تیر اندازی میں مشہور تھے۔ اس قبیلے کے سردار مالک بن دغنه نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب حالت سفر میں کوچ کرتے دیکھا، تو فوراً اس کے منہ سے نکلا کہ آپ جیسا شریف آدمی جو غریب پر در ہو، صلہ رحمی کرنے والا ہو، جو دوسروں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھالیتا ہو اور جو مہمان نوازی میں بے نظیر خوبیوں کا مالک ہو، ایسا ایک ترین انسان ہرگز مکہ سے نہیں نکل سکتا، نہ وہ نکالا جاسکتا ہے۔ آپ میری پناہ میں ہو کر واپس مکہ تشریف لے چلے اور وہیں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔ اور ابن دغنه نے مکہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے امن دینے کا اعلان عام کر دیا۔ نئے قریش نے بھی منظور کر لیا۔ مگر یہ شرط ٹھہرائی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علانیہ نماز نہ پڑھیں، نہ تلاوت قرآن فرمائیں، جسے سن کر ہمارے نوجوان بگڑ جاتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر تنگی محسوس فرما کر باہر والان میں بیٹھنا اور قرآن شریف پڑھنا شروع فرما دیا۔ اسی پر کفار قریش نے شکوہ شکایتوں کا سلسلہ شروع کر کے ابن دغنه کو روڑھ لگایا اور وہ اپنی پناہ واپس لینے پر تیار ہو گیا۔ جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صاف فرما دیا کہ انی اردک الیک جوارک وارضی بحوار اللہ یعنی اسے ابن دغنه! میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں اور میں اللہ پاک کی امان پر راضی ہوں۔ اس وقت رسول کریم ﷺ مکہ شریف ہی میں موجود تھے، آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائی تو بتلایا کہ جلد ہی ہجرت کا واقعہ سامنے آئے والا ہے۔ اور اللہ نے مجھے تمہاری ہجرت کا مقام بھی دکھلایا ہے۔ جس سے آپ کی مراد مدینہ طیبہ سے تھی۔ اس بشارت کو سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنیوں کو سفر کے لئے تیار کرنے کے خیال سے بول کے پتے بکھرت کھلانے شروع کر دیئے۔ تاکہ وہ تیز رفتاری سے ہجرت کے وقت سفر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ آپ چار ماہ تک لگا تار ان سواریوں کو سفر ہجرت کے لئے تیار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہجرت کا وقت آ گیا۔

اس حدیث سے باب کی مطابقت یوں ہے کہ ابن دغنه نے گویا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ضمانت کی تھی، کہ ان کو مالی اور بدنی ایذا نہ پہنچے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ والفرض من هذا الحديث هنا رضا ابى بكر بحوار ابن الدغنه و تقرير النبي صلى الله عليه وسلم له على ذلك ووجه دخوله فى الكفالة انه لائق بكفالة الابدان لان الذى اجاره كانه تكفل بنفس المجاران لا بضم قاله ابن المنير (فتح) یعنی یہاں اس حدیث کے درج کرنے سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ابن دغنه کی پڑوس اور اس کی پناہ دینے پر راضی ہو گئے۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی اس کو ثابت رکھا۔ اور اس حدیث کو باب الكفالة میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ابدان کا کفالت میں دینا جائز ثابت ہوا۔ گویا جس نے ان کو پناہ دی وہ ان کی جان کے کفیل بن گئے کہ ان کو کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔

اللہ کی شان ایک وہ وقت تھا اور ایک وقت آج ہے کہ مکہ معظمہ ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت میں دنیائے اسلام کے ستر کروڑ انسانوں کا قبلہ و کعبہ بنا ہوا ہے۔ جہاں ہر سال ہر تقریب حج ۲۰-۲۵ لاکھ مسلمان جمع ہو کر صداقت اسلام کا اعلان کرتے ہیں۔

الحمد لله الذي صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده فلا شنى بعده

آج ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو بعد مغرب مطاف مقدس میں بیٹھ کر یہ نوٹ حوالہ قلم کیا گیا۔ ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

باب قرض کا بیان

۵- بابُ الدَّيْنِ

(۲۴۹۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس جب کسی ایسی میت کو لایا جاتا جس پر کسی کا قرض ہوتا تو آپ فرماتے کہ کیا اس نے اپنے قرض کے ادا کرنے کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے؟ پھر اگر کوئی آپ کو بتا دیتا کہ ہاں اتنا مال ہے جس سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو آپ اس کی نماز پڑھاتے، ورنہ آپ مسلمانوں ہی سے فرمادیتے کہ اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتح کے دروازے کھول دیئے تو آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کا خود ان کی ذات سے بھی زیادہ مستحق ہوں۔ اس لئے اب جو بھی مسلمان وفات پا جائے اور وہ مقروض رہا ہو تو اس کا قرض ادا کرنا میرے ذمے ہے۔ اور جو مسلمان مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔

۲۴۹۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِي بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ، فَيَسْأَلُ: هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا؟ فَإِنْ حَدَّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى، وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ: ((صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبَكُمْ)). فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفَتْوحَ قَالَ: ((أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوَفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيْ قَضَاءِهِ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ)).

[أطراف: في: ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۴۷۸۱،

۵۳۷۱، ۶۷۳۱، ۶۷۴۵، ۶۷۶۳].

معلوم ہوا کہ قرض داری بری بلا ہے۔ آنحضرت نے اس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھائی، اسی لئے قرض سے ہمیشہ بچنے کی دعا کرنا ضروری ہے۔ اگر مجبوراً قرض لینا پڑے تو اس کی ادائیگی کی کمال نیت رکھنا چاہئے، اس طرح اللہ پاک بھی اس کی مدد کرے گا۔ اور اگر دل میں بے ایمانی ہو تو پھر اللہ بھی ایسے ظالم کی مدد نہیں کرتا ہے۔

۴۰۔ کتاب الوکالة

کتاب وکالت کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لغت میں وکالت کے معنی سپرد کرنا اور شریعت میں وکالت اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنا کوئی کام کسی کے سپرد کر دے بشرطیکہ اس کام میں نیابت اور قائم مقامی ہو سکتی ہو۔ آج یوم عاشورہ کو کعبہ شریف میں بوقت تہجد یہ نوٹ لکھا گیا۔

۱ - بَابُ وَكَالَةِ الشَّرِيكِ الشَّرِيكِ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا
باب تقسیم وغیرہ کے کام میں ایک صاحبی کا اپنے دوسرے صاحبی کو وکیل بنادینا

وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا فِي هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَهُ بِقِسْمَتِهَا

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی قربانی کے جانور میں شریک کر لیا پھر انہیں حکم دیا کہ فقیروں کو بانٹ دیں۔

۲۲۹۹ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ

أَتَصَدَّقَ بِجَلَالِ الْبُذْنِ الَّتِي نُجِرَتْ

وَبِجَلْوَدِهَا)). [راجع: ۱۷۰۷]

اس روایت میں گو شرکت کا ذکر نہیں، مگر حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا جس کو کتاب الشریک

میں نکالا ہے۔ اس میں صاف یوں ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی میں شریک کر لیا تھا۔ گویا آنحضرت ﷺ نے ان امور کے

لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا۔ اسی سے وکالت کا جواز ثابت ہوا جو اباب کا مقصد ہے۔

۲۳۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي السَّخْبَرِ عَنْ

ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا،

ان سے یزید نے، ان سے ابوالخیر نے، اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ

عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

نے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ بکریاں ان کے حوالہ کی تھیں تاکہ صحابہؓ میں ان کو تقسیم کر دیں۔ ایک بکری کا بچہ باقی رہ گیا۔ جب اس کا ذکر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تو قربانی کر لے۔

عَنْهُ بِنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَتَقَسَّمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ، فَقَبِي عَتُودًا، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((صَحَّ أَنْتَ)).

[أُضْرَافُهُ فِي: ٢٥٠٠، ٥٥٤٧، ٥٥٥٥].

اس سے بھی وکالت ثابت ہوئی۔ اور یہ بھی کہ وکیل کے لئے ضروری ہے کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آسکے تو اس کی اپنے موکل سے تحقیق کر لے۔

باب اگر کوئی مسلمان دارالحرب یا دارالاسلام میں کسی حربی کافر کو اپنا وکیل بنائے تو جائز ہے!

١- بَابُ إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا

فِي دَارِ الْحَرْبِ

- أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ - جَازٌ

(٢٣٠١) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یوسف بن ماجشون نے بیان کیا، ان سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف نے، ان سے ان کے باپ نے، اور ان سے صالح کے دادا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے امیہ بن خلف سے یہ معاہدہ اپنے اور اس کے درمیان لکھوایا کہ وہ میرے بال بچوں یا میری جائیداد کی جو مکہ میں ہے، حفاظت کرے اور میں اس کی جائیداد کی جو مدینہ میں ہے، حفاظت کروں۔ جب میں نے اپنا نام لکھتے وقت رحمن کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ میں رحمن کو کیا جانوں۔ تم اپنا وہی نام لکھو او جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ چنانچہ میں نے عبد عمرو لکھوایا۔ بدر کی لڑائی کے موقع پر میں ایک پہاڑ کی طرف گیا، تاکہ لوگوں سے آنکھ بچا کر اس کی حفاظت کر سکوں، لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور فوراً ہی انصار کی ایک مجلس میں آئے۔ انہوں نے مجلس والوں سے کہا کہ یہ دیکھو امیہ بن خلف (کافر دشمن اسلام) ادھر موجود ہے۔ اگر امیہ کافر بیچ نکلا تو میری ناکامی ہوگی۔ چنانچہ ان کے ساتھ انصار کی ایک جماعت ہمارے پیچھے ہوئی۔ جب مجھے خوف ہوا کہ اب یہ لوگ ہمیں آلیں گے، تو میں نے اس کے ایک لڑکے کو آگے کر دیا

٢٣٠١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونَ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَاتَبْتُ أُمِّيَّةَ بْنَ خَلْفٍ كِتَابًا بَأَن يَحْفَظَنِي فِي صَاعِيغِي بِمَكَّةَ وَأَحْفَظُهُ فِي صَاعِيغِي بِالْمَدِينَةِ، فَلَمَّا ذَكَرْتُ ((الرَّحْمَنَ)) قَالَ: لَا أَعْرِفُ الرَّحْمَنَ، كَاتِبِنِي بِاسْمِكَ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَاتَبْتُهُ (عَبْدُ عَمْرٍو). فَلَمَّا كَانَ فِي يَوْمٍ نَذَرَ حَرْجَتُ إِلَى جَبَلٍ لِأَحْرَزَةَ جِنِّ نَامِ النَّاسِ، فَأَبْصَرَهُ بِلَالٌ، فَخَرَجَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مَجْلِسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أُمِّيَّةُ بْنُ خَلْفٍ، لَا نَجُوتَ إِنْ نَجَا أُمِّيَّةُ. فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيقٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي آثَارِنَا، فَلَمَّا

تاکہ اس کے ساتھ (آنے والی جماعت) مشغول رہے۔ لیکن لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور پھر بھی وہ ہماری ہی طرف بڑھنے لگے۔ امیہ بہت بھاری جسم کا تھا۔ آخر جب جماعت انصار نے ہمیں آلیا تو میں نے اس سے کہا کہ زمین پر لیٹ جا۔ جب وہ زمین پر لیٹ گیا تو میں نے اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا۔ تاکہ لوگوں کو روک سکوں۔ لیکن لوگوں نے میرے جسم کے نیچے سے اس کے جسم پر تلوار کی ضربات لگائیں اور اسے قتل کر کے ہی چھوڑا۔ ایک صحابی نے اپنی تلوار سے میرے پاؤں کو بھی زخمی کر دیا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اس کا نشان اپنے قدم کے اوپر ہمیں دکھایا کرتے تھے۔

حَسِبْتُ أَنْ يَلْحَقُونَا خَلْفَتُ لِهْمُ ابْنِهِ
لَأَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَبَوَا حَتَّى يَتَّبِعُونَا -
وَكَانَ رَجُلًا تَقِيلاً - فَلَمَّا أَدْرَكُونَا قُلْتُ
لَهُ : ابْرُكْ، فَبْرَكَ، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي
لَأَمْنَعَهُ، فَتَحَلَّلُوهُ بِالسُّيُوفِ مِنْ تَحْتِي
حَتَّى قَتَلُوهُ، وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رَجُلِي
بَسِيْفِهِ. وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ
يُرِينَا ذَلِكَ الْأَثَرَ فِي ظَهْرِهِ قَدَمِهِ)).

[طرفہ بی : ۳۹۷۱]

تشیخ اس کا نام علی بن امیہ تھا۔ اس کی مزید شرح غزوہ بدر کے ذکر میں آئے گی۔ ترجمہ باب اس حدیث سے یوں نکلا کہ امیہ کافر حربی تھا اور دارالحرب یعنی مکہ میں مقیم تھا۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ مسلمان تھے لیکن انہوں نے اس کو وکیل کیا۔ اور جب دارالحرب میں اس کو وکیل کرنا جائز ہوا تو اگر وہ امان لے کر دارالاسلام میں آئے جب بھی اس کو وکیل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔ ابن منذر نے کہا اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں کہ کافر حربی مسلمان کو وکیل یا مسلمان کافر حربی کو وکیل بنائے دونوں درست ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے۔ اس نے آپ کو بے انتہا تکلیف دی تھیں، تاکہ آپ اسلام سے پھر جائیں۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آخر تک ثابت قدم رہے یہاں تک کہ بدر کا معرکہ ہوا۔ جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس ملعون کو دیکھ کر انصار کو بلایا۔ تاکہ ان کی مدد سے اسے قتل کیا جائے۔ مگر چونکہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اور اس ملعون امیہ کی باہمی خط و کتابت تھی اس لئے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اسے بچانا چاہا۔ اور اس کے لڑکے کو انصار کی طرف دھکیل دیا۔ تاکہ انصار اسی کے ساتھ مشغول رہیں۔ مگر انصار نے اس لڑکے کو قتل کر کے امیہ پر حملہ آور ہونا چاہا کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اس کے اوپر لیٹ گئے۔ تاکہ اس طرح اسے بچا سکیں مگر انصار نے اسے آخر قتل کر ہی دیا۔ اور اس جھڑپ میں حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا پاؤں بھی زخمی ہو گیا۔ جس کے نشانات وہ بعد میں دکھایا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ اس حدیث پر فرماتے ہیں:- ووجه اخذ الترجمة من هذا الحديث ان عبدالرحمن بن عوف و هو مسلم في دارالاسلام فوض الي امية بن خلف و هو كافر في دارالحرب ما يتعلق باموره والظاير اطلاع النبي صلى الله عليه وسلم ولم ينكره وقال ابن المنذر توكل المسلم حربيا سستامنا و توكل الحربى المستامن مسلما لا خلاف في جوازه لعني اس حدیث سے ترجمہ الباب اس طرح ثابت ہوا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جو مسلمان تھے اور دارالاسلام میں تھے انہوں نے اپنا مال دارالحرب میں امیہ بن خلف کافر کے حوالہ کر دیا اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے علم میں تھا۔ مگر آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس لئے ابن منذر نے کہا ہے کہ مسلمان کا کسی امانت دار حربی کافر کو وکیل بنانا اور کسی حربی کافر کا کسی امانت دار مسلمان کو اپنا وکیل بنا لینا، ان کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

باب صرانی اور ماپ تول میں وکیل کرنا

۳- باب الوکالة في المصروف

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صرائی میں
وکیل کیا تھا۔

صرائی بیچ صرف کو کہتے ہیں۔ یعنی روپوں، اشرفیوں کو بدلنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو سعید بن منصور نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو بھی انہیں نے وصل کیا ہے۔ حافظ نے کہا اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۲۳۰۲، ۲۳۰۳) - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سَهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْرٍ، فَجَاءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِّبٍ فَقَالَ: ((أَكُلُ تَمْرٍ خَيْرٍ هَكَذَا؟)) فَقَالَ: إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ ((لَا تَفْعَلْ، بَعِ الْجَمْعَ بِالذَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالذَّرَاهِمِ جَنِّبًا)). وَقَالَ فِي الْمِيزَانِ مِثْلَ ذَلِكَ)).

(۲۳۰۲، ۲۳۰۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عبد المجید بن سہیل بن عبد الرحمن بن عوف نے، انہیں سعید بن مسیب نے اور انہیں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا تحصیل دار بنایا۔ وہ عمدہ قسم کی کھجور لائے۔ تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی قسم کی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (اس سے گھٹیا قسم کی) دو صاع کھجور کے بدل میں اور دو صاع، تین صاع کے بدلے میں خریدتے ہیں۔ آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ ایسا نہ کیا کر، البتہ گھٹیا کھجوروں کو پیسوں کے بدلے بیچ کر ان سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔ اور تولے جانے کی چیزوں میں بھی آپ نے یہی حکم فرمایا۔

[راجع: ۲۲۰۱، ۲۲۰۲]

حافظ نے کہا کہ خیبر پر جس کو عامل مقرر کیا گیا تھا اس کا نام سواد بن غزیہ تھا۔ معلوم ہوا کہ کوئی جنس خواہ گھٹیا ہی کیوں نہ ہو وزن میں اسے بڑھیا کے برابر ہی وزن کرنا ہو گا۔ ورنہ وہ گھٹیا چیز الگ بیچ کر اس کے پیسوں سے بڑھیا جنس خرید لی جائے۔

۴- بَابُ إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوْ الْوَكِيلُ شَاةً تَمُوتُ أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبْحُ أَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ

باب چرانے والے نے یا کسی وکیل نے کسی بکری کو مرتے ہوئے یا کسی چیز کو خراب ہوتے دیکھ کر (بکری کو) ذبح کر دیا یا جس چیز کے خراب ہو جانے کا ڈر تھا اسے ٹھیک کر دیا، اس

بارے میں کیا حکم ہے؟

ابن منیر نے کہا امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض اس باب سے یہ نہیں ہے کہ وہ بکری حلال ہوگی یا حرام بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی صورت میں چرواہے پر ضمان نہ ہو گا، اسی طرح وکیل پر اور یہ مطلب اس باب کی حدیث سے نکلتا ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس لوٹڑی سے مواخذہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کا گوشت کھانے میں تردد کیا۔ مگر بعد میں رسول کریم ﷺ سے پوچھ کر وہ گوشت کھایا گیا۔

۲۳۰۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ أَبْنَانَا غَيْبُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ
أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ
أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ غَنَمٌ تَرْعَى بَسْلَعًا
فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةً لَنَا بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا مَوْتًا.
فَكَسَرَتْ حَجْرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ، فَقَالَ لَهُمْ:
لَا تَأْكُلُوا حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ - أَوْ
أُرْسَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يَسْأَلُهُ - وَأَنَّهُ
سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ - أَوْ أُرْسَلَ -
فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا)). قَالَ غَيْبُ اللَّهِ: فَيُعْجِبُنِي
أَنَّهَا أُمَّةٌ وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ. تَابِعُهُ عَبْدَةُ عَنْ
غَيْبِ اللَّهِ.

[أطرافه في: ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۴.]

(۲۳۰۴) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے معتمر سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبید اللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہوں نے ابن کعب بن مالک بن ہشام سے سنا، وہ اپنے والد سے بیان کرتے تھے کہ ان کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا۔ جو سلح پہاڑی پر چرنے جاتا تھا (انہوں نے بیان کیا کہ) ہماری ایک باندی نے ہمارے ہی ریوڑ کی ایک بکری کو (جب کہ وہ چر رہی تھی) دیکھا کہ مرنے کے قریب ہے۔ اس نے ایک پتھر توڑ کر اس سے اس بکری کو ذبح کر دیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب تک میں نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھ نہ لوں اس کا گوشت نہ کھائا۔ یا (یوں کہا کہ) جب تک میں کسی کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے نہ بھیجوں، چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا، یا کسی کو (پوچھنے کے لئے) بھیجا۔ اور نبی کریم ﷺ نے اس کا گوشت کھانے کے لئے حکم فرمایا۔ عبید اللہ نے کہا کہ مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوئی کہ باندی (عورت) ہونے کے باوجود اس نے ذبح کر دیا۔ اس روایت کی متابعت عبدہ نے عبید اللہ کے واسطے سے کی ہے۔

شرح سند میں نافع کی ساعت ابن کعب بن مالک بن ہشام سے مذکور ہے۔ مزنی نے اطراف میں لکھا ہے کہ ابن کعب سے مراد عبید اللہ ہیں۔ لیکن ابن وہب نے اس حدیث کو اسامہ بن زید سے روایت کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے۔ حافظ نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ عبد الرحمن ہیں۔

اس حدیث سے کئی ایک مسائل کا ثبوت ملتا ہے کہ بوقت ضرورت مسلمان عورت کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور عورت اگر باندی ہو تب بھی اس کا ذبیحہ حلال ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ چاقو، چھری پاس نہ ہونے کی صورت میں تیز دھار پتھر سے بھی ذبیحہ درست ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی حلال جانور اگر اچانک کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو مرنے سے پہلے اس کا ذبح کر دینا ہی بہتر ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی مسئلہ کی تحقیق مزید کر لینا بہر حال بہتر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ ریوڑ کی بکریاں سلح پہاڑی پر چرانے کے لئے ایک عورت (باندی) بھیجی جانا کرتی تھی۔ جس سے بوقت ضرورت جنگوں میں پردہ اور ادب کے ساتھ عورتوں کا جانا بھی ثابت ہوا۔ عبید اللہ کے قول سے معلوم ہوا کہ اس دور میں بھی باندی عورت کے ذبیحہ پر اظہار تعجب کیا جاتا تھا کیونکہ دستور عام ہر قرن میں مردوں ہی کے ہاتھ سے ذبح کرنا ہے۔ سلح پہاڑی مدینہ طیبہ کے متصل دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ ابھی ابھی مسجد فتح و بزرگ عثمان بن ہشام وغیرہ پر جانا ہوا تو ہماری موٹر سلح پہاڑی ہی کے دامن سے گذری تھی۔ الحمد للہ کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم کے صدقہ میں عمر کے اس آخری حصہ میں پھر ان مقامات مقدسہ کی دید سے مشرف فرمایا، فله الحمد والشکر۔

باب حاضر اور غائب دونوں کو وکیل بنانا

۵ - بَابُ وَكَالَةِ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ

جائزہ

جائزہ

وَكُتِبَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو إِلَى قَهْرْمَانِهِ
وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ أَنْ يُزَكِّيَ عَنْ أَهْلِهِ
الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ.

اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اپنے وکیل کو جو ان سے غائب تھا یہ لکھا
کہ چھوٹے بڑے ان کے تمام گھر والوں کی طرف سے وہ صدقہ فطر
نکال دیں۔

ابن بطلان نے کہا جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ جو شخص شہر میں موجود ہو اور اس کو کوئی عذر نہ ہو وہ بھی وکیل کر سکتا ہے۔
لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیماری کے عذر یا سفر کے عذر سے ایسا کرنا درست ہے یا فریق مقابل کی
رضامندی سے اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص کو وکیل کرنا درست نہیں جس کی فریق مقابل سے دشمنی ہو۔ اور طحاوی نے جمہور
کے قول کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حاضر کو وکیل کرنا بلا شرط بالاتفاق جائز رکھا ہے اور غائب کی وکالت وکیل کے
قبول پر موقوف رہے گی بالاتفاق اور جب قبول پر موقوف رہی تو حاضر اور غائب ہر دو کا حکم برابر ہے۔ (فتح الباری)
عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے اثر کے بارے میں حافظ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس اثر کو کس نے نکالا۔ لیکن یہ کہا کہ مجھ کو اس وکیل کا
نام معلوم نہیں ہوا۔

۲۳۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ عَنْ سَلْمَةَ عَنْ أَبِي سَلْمَةَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ
عَلَى النَّبِيِّ ﷺ جَمَلٌ سِنَّ مِنَ الْإِبِلِ،
فَجَاءَهُ يَتَقَضَاهُ فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ))، فَطَلَبُوا
سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ:
((أَعْطُوهُ))، فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللَّهِ بِكَ،
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ
قَضَاءً)).

(۲۳۰۵) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے
سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کیل نے بیان کیا، ان
سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص تقاضا کرنے آیا
تو آپ نے (اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ ادا کر دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے
اس عمر کا اونٹ تلاش کیا لیکن نہیں ملا۔ البتہ اس سے زیادہ عمر کا (مل
سکا) آپ نے فرمایا کہ یہی انہیں دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ
آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ
دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں
جو قرض وغیرہ کو پوری طرح ادا کر دیتے ہیں۔

[أطرافه في : ۲۳۰۶، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲،

۲۳۹۳، ۲۴۰۱، ۲۶۰۶، ۲۶۰۹]۔

مستحب ہے کہ قرض ادا کرنے والا قرض سے بہتر اور زیادہ مال قرض دینے والے کو ادا کرے، تاکہ اس کے احسان کا بدلہ ہو۔
کیونکہ اس نے قرض حسنہ دیا۔ اور بلا شرط جو زیادہ دیا جائے وہ سود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن):
۶۰ کے تحت ہے۔

۶- بَابُ الْوَكَاةِ فِي قَضَاءِ الدُّيُونِ

باب قرض ادا کرنے کے لئے کسی کو وکیل کرنا۔

۲۳۰۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ خَرَّبٍ قَالَ
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ:

(۲۳۰۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ
نے بیان کیا۔ ان سے سلمہ بن کھیل نے بیان کیا، انہوں نے ابو سلمہ

بن عبدالرحمن سے سنا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ سے (اپنے قرض کا) تقاضا کرنے آیا، اور سخت ست کہنے لگا۔ صحابہ کرام غصہ ہو کر اس کی طرف بڑھے لیکن آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ جس کا کسی پر حق ہو تو وہ کہنے سننے کا بھی حق رکھتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، کہ اس کے قرض والے جانور کی عمر کا ایک جانور اسے دے دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے زیادہ عمر کا جانور تو موجود ہے۔ (لیکن اس عمر کا نہیں) آپ نے فرمایا کہ اسے وہی دے دو۔ کیونکہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو دوسروں کا حق پوری طرح ادا کر دے۔

سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَضَاهُ فَأَغْلَطَ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ الْحَقَّ مَقَالًا))، ثُمَّ قَالَ: ((أَعْطُوهُ سِنًا مِثْلَ سِنِهِ))، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا نَجِدُ، إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِهِ، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً))، [راجع: ۲۳۰۵]

یہیں سے باب کا مطلب نکلتا ہے۔ کیونکہ آپ نے جو حاضر تھے دوسروں کو اونٹ دینے کے لئے وکیل کیا۔ اور جب حاضر کو وکیل کرنا جائز ہو حالانکہ وہ خود کام کر سکتا ہے تو غائب کو بطریق اولیٰ وکیل کرنا جائز ہو گا۔ حافظ ابن حجر نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اور علامہ عینی پر تعجب ہے کہ انہوں نے ناحق حافظ صاحب پر اعتراض بنایا کہ حدیث سے غائب کی وکالت نہیں نکلتی، اولیت کا تو کیا ذکر ہے۔ حالانکہ اولیت کی وجہ خود حافظ صاحب کے کلام میں مذکور ہے۔ حافظ صاحب نے انتقاض الاعتراض میں کہا جس شخص کے فم کا یہ حال ہو اس کو اعتراض کرنا کیا زیب دیتا ہے۔ نعوذ باللہ من التعصب و سوء الفہم (وحیدی)

اس حدیث سے اخلاق حموی پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ قرض خواہ کی سخت گوئی کا مطلق اثر نہیں لیا، بلکہ وقت سے پہلے ہی اس کا قرض احسن طور پر ادا کر دیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو یہ اخلاق حسنہ عطا کرے۔ آمین۔

۷۔ بَابُ إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لَوْ كَيْلٍ أَوْ شَفِيعٍ قَوْمٍ جَازٍ

باب اگر کوئی چیز کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو ہبہ کی جائے تو درست ہے۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَوْ فِدَ هَوَازِنَ حِينَ سَأَلُوهُ الْمَغَانِمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: نَصِيْبِي لَكُمْ.

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ ہوازن کے وفد سے فرمایا، جب انہوں نے غنیمت کا مال واپس کرنے کے لئے کہا تھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”میرا حصہ تم لے سکتے ہو۔“

حافظ نے کہا یہ حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو ابن اسحاق نے مغازی میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے نکالا ہے۔ ہوازن قیر کے ایک قبیلہ کا نام تھا۔ ابن منیر نے کہا گو بظاہر یہ ہبہ ان لوگوں کے لئے تھا، جو اپنی قوم کی طرف سے وکیل اور سفارشی بن کر آئے تھے۔ مگر درحقیقت سب کے لئے ہبہ تھا، جو حاضر تھے ان کے لئے بھی اور جو غائب تھے ان کے لئے بھی۔ خطابی نے کہا اس سے یہ نکلتا ہے کہ وکیل کا اقرار موکل پر نافذ ہو گا۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہما و شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا وکیل کا اقرار موکل پر نافذ نہ ہو گا۔ (وحیدی)

اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور آپ کی انسان پروری پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ نے ازراہ مہربانی جملہ سیاسی قیدیوں کو معافی دے کر سب کو آزاد فرما دیا۔ اور اس حدیث سے صحابہ کرام کے ایثار اور اطاعت رسول رضی اللہ عنہم پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی مرضی معلوم کر کے ایثار کا بے مثال نمونہ پیش کر دیا کہ اس زمانہ میں غلام قیدی بڑی دولت سمجھے جاتے

تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کا اشارہ پا کر وہ سب اپنے اپنے قیدیوں کو آزاد کر دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور دنیاوی نفع نقصان کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں کیا۔

حضرت امام الدینیافی الحدیث کا منشاء باب یہ ہے کہ جب کوئی اجتماعی معاملہ درپیش ہو تو انفرادی طور پر بات چیت کرنے کے بجائے اجتماعی طور پر قوم کے نمائندے طلب کرنا اور ان سے بات چیت کرنا مناسب ہے۔ کسی قوم کا کوئی بھی قومی مسئلہ ہو اسے ذمہ دار نمائندوں کے ذریعہ اسے حل کرنا مناسب ہو گا۔ وہ نمائندے قومی وکیل ہوں گے اور کوئی قومی امانت وغیرہ ہو تو وہ ایسے ہی نمائندوں کے حوالہ کی جائے گی۔

(۸/۲۳۰۷) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ عروہ یقین کے ساتھ بیان کرتے تھے اور انہیں مروان بن حکم اور مسور بن مخزوم رضی اللہ عنہما نے خبر دی تھی کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (غزوہ حنین کے بعد) جب قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا، تو انہوں نے درخواست کی کہ ان کے مال و دولت اور ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے۔ تمہیں اپنے دو مطالبوں میں سے صرف کسی ایک کو اختیار کرنا ہو گا۔ یا قیدی واپس لے لو، یا مال لے لو۔ میں اس پر غور کرنے کی وفد کو مہلت بھی دیتا ہوں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے طائف سے واپسی کے بعد ان کا (جعرانہ میں) تقریباً دس رات تک انتظار کیا۔ پھر جب قبیلہ ہوازن کے وکیلوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ ان کے مطالبہ کا صرف ایک ہی حصہ تسلیم کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم صرف اپنے ان لوگوں کو واپس لینا چاہتے ہیں جو آپ کی قید میں ہیں۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا! ابعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب جانا کہ ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو اسے کر گذرے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے اور ہم اس کے اس حصہ کو (قیمت کی

۲۳۰۷، ۲۳۰۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ : وَرَعَمَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَقَدْ هَوَازِنٌ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَيِّئَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ : إِمَّا السَّيِّئَ وَإِمَّا أَمْوَالَهُمْ. وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ)) - وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْتَظَرَهُمْ بَضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ - فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَيْرَ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا : فَإِنَّا نَخْتَارُ سَيِّئًا. فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَنْتَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ : ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ جَاؤُوا تَابِعِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَيِّئَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيَّبَ بِذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نَغْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ

شکل میں) اس وقت واپس کر دیں جب اللہ تعالیٰ (آج کے بعد) سب سے پہلا مال غنیمت کہیں سے ولادے تو اسے بھی کر گزرا چاہئے۔ یہ سن کر سب لوگ بول پڑے کہ ہم بخوشی رسول کریم ﷺ کی خاطر ان کے قیدیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح ہم اس کی تمیز نہیں کر سکتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے۔ اس لئے تم سب (اپنے اپنے ڈیروں میں) واپس جاؤ اور وہاں سے تمہارے وکیل تمہارا فیصلہ ہمارے پاس لائیں۔ چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اور ان کے سرداروں نے (جو ان کے نمائندے تھے) اس صورت حال پر بات کی۔ پھر وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ سب نے بخوشی دل سے اجازت دے دی ہے۔

أَوَّلَ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلَيفْعَلُنَّ). فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَبِينَا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ. لَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَدْنُ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعُوا إِلَيْنَا عُرْفَاؤَكُمْ أَمْرَكُمْ))، فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرْفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاحْتَبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَبِينُوا وَأَذْنُوا)).

[أطرافه في : ٢٥٣٩ ، ٢٥٨٤ ، ٢٦٠٧ ،

٣١٣١ ، ٤٣١٨ ، ٧١٧٦].

[أطرافه في : ٢٥٤٠ ، ٢٥٨٣ ، ٢٦٠٨ ،

٣١٣٢ ، ٤٣١٩ ، ٧١٧٧].

تشیخ غزوة حنین فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں واقع ہوا۔ قرآن مجید میں اس کا ان لفظوں میں ذکر ہے۔ ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْيَبْنَاكُمْ كَثُرْنَاكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مَّدْيَنَ ثُمَّ أَنزَلْنَا اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ (الآخر الايات)﴾ (التوبة: ٢٥-٢٦)

یعنی حنین کے دن بھی ہم نے تمہاری مدد کی؛ جب تمہاری کثرت نے تم کو گھنڈے میں ڈال دیا تھا۔ تمہارا گھنڈہ تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم منہ پھیر کر بھاگنے لگے۔ مگر اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ کے دل پر اپنی طرف سے تسکین نازل کی اور ایمان والوں پر بھی، اور ایسا لشکر نازل کیا جسے تم نہیں دیکھ رہے تھے اور کافروں کو اللہ نے عذاب کیا۔ اور کافروں کا یہی بدلہ مناسب ہے۔

ہوا یہ تھا کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ عرب میں ہر طرف اسلامی پرچم لہرا رہا ہے اب کون ہے جو ہمارے مقابلے پر آسکے، ان کا یہ غرور اللہ کو ناپسند آیا۔ ادھر حنین کے ہمارے لوگ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اسلام کے مقابلے پر آگئے۔ اور میدان جنگ میں انہوں نے بے تحاشا تیر برسائے شروع کئے تو مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بڑی تعداد میں راہ فرار اختیار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب میں اللہ کا سچا نبی ہوں جس میں مطلق جھوٹ نہیں ہے۔ اور میں عبدالمطلب جیسے نامور ہمارے قریش کا بیٹا ہوا۔ پس میدان چھوڑنا میرا کام نہیں ہے۔

ادھر بھاگنے والے صحابہ کو جو آواز دی گئی تو وہ ہوش میں آئے۔ اور اس طرح جوش خروش کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہونے کو واپس لوٹے۔ کہ میدان جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور مسلمان بڑی شان کے ساتھ کامیاب ہوئے اور ساتھ میں کافی تعداد میں لوہڑی، غلام اور مال حاصل کر کے لائے۔ بعد میں لڑنے والوں میں سے قبیلہ ہوازن نے اسلام قبول کر لیا اور یہ لوگ رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنے اسواں اور لوہڑی غلام حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اور طائف میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں شرف پاریابی حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر دو مہالبت میں سے ایک پر غور کیا جاسکتا ہے۔ یا تو اپنے آدمی

واپس لے لویا اپنے اموال حاصل کر لو۔ آپ نے ان کو جواب کے لئے مہلت دی۔ اور آپ دس روز تک جعرانہ میں ان کا انتظار کرتے رہے۔ یہی جعرانہ نامی مقام ہے۔ جہاں سے آپ اسی اثناء میں احرام باندھ کر عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے تھے۔ جعرانہ حد حرم سے باہر ہے۔

اس دفعہ کے حج ۱۳۸۹ھ میں اس حدیث پر پہنچا تو خیال ہوا کہ ایک دفعہ جعرانہ جا کر دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ جانا ہوا۔ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ شریف واپسی ہوئی۔ اور عمرہ کر کے احرام کھول دیا۔ یہاں اس مقام پر اب عظیم الشان مسجد بنی ہوئی ہے۔ اور پانی وغیرہ کا معقول انتظام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مطالبہ کے سلسلہ میں اپنے حصہ کے قیدی واپس کر دیئے اور دوسرے جملہ مسلمانوں سے بھی واپس کرا دیئے۔ اسلام کی یہی شان ہے کہ وہ ہر حال میں انسان پروری کو مقدم رکھتا ہے، آپ نے یہ معاملہ قوم کے وکلاء کے ذریعہ طے کرایا۔ اسی سے مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب ثابت ہوا۔ اور یہ بھی کہ اجتماعی قومی معاملات کو حل کرنے کے لئے قوم کے نمائندگان کا ہونا ضروری ہے۔ آج کل کی اصطلاح میں ان کو چودھری شیخ ممبر کہا جاتا ہے۔ قدیم زمانے سے دنیا کی ہر قوم میں ایسے اجتماعی نظام چلے آ رہے ہیں کہ ان کے چودھری شیخ جو بھی فیصلہ کر دیں وہی قوی فیصلہ مانا جاتا ہے۔ اسلام ایسی اجتماعی تنظیموں کا حامی ہے بشرطیکہ معاملات حق و انصاف کے ساتھ حل کئے جائیں۔

باب ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو کچھ دینے کے لئے وکیل کیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کتنا دے، اور وکیل نے لوگوں کے جانے ہوئے دستور کے مطابق دے دیا

۸- بَابُ إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ أَنْ يُعْطِيَ شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي، فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

(۲۳۰۹) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح اور کئی لوگوں نے ایک دوسرے کی روایت میں زیادتی کے ساتھ۔ سب راویوں نے اس حدیث کو جابر بن عبد اللہ تک نہیں پہنچایا۔ بلکہ ایک راوی نے ان میں مرسلًا روایت کیا۔ وہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا، میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور میں ایک ست اونٹ پر سوار تھا۔ اور وہ سب سے آخر میں رہتا تھا۔ اتفاق سے نبی کریم ﷺ کا گداز میری طرف سے ہوا تو آپ نے فرمایا، یہ کون صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا، جابر بن عبد اللہ! آپ نے فرمایا، کیا بات ہوئی، (کہ اتنے پیچھے رہ گئے ہو) میں بولا کہ ایک نہایت ست رفتار اونٹ پر سوار ہوں۔ آپ نے فرمایا، تمہارے پاس کوئی چھڑی بھی ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے دے دے۔ میں نے آپ کی خدمت میں وہ پیش کر دی۔ آپ

۲۳۰۹- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاعٍ وَغَيْرِهِ - يَرْبُؤُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَلَمْ يُبَلِّغُهُ كَلِمَتُهُمْ، رَجُلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمْ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلَى جَمَلٍ ثَقَالٍ إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ هَذَا؟)) قُلْتُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ. قَالَ: ((مَا لَكَ؟)) قُلْتُ: إِنِّي عَلَى جَمَلٍ ثَقَالٍ. قَالَ: ((أَمَعَكَ قَضِيبٌ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((أَعْطَيْتَهُ؟)) فَأَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ، فَكَانَ مِنْ ذَلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوْلَى الْقَوْمِ.

نے اس چھڑی سے اونٹ کو جو مارا اور ڈانٹا تو اس کے بعد وہ سب سے آگے رہنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے فروخت کر دے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو آپ ہی کا ہے، لیکن آپ نے فرمایا کہ اسے مجھے فروخت کر دے۔ یہ بھی فرمایا کہ چار دینار میں اسے میں خریدتا ہوں ویسے تم مدینہ تک اسی پر سوار ہو کر چل سکتے ہو۔ پھر جب مدینہ کے قریب ہم پہنچے تو میں (دوسری طرف) جانے لگا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی ہے آپ نے فرمایا کہ کسی باکرہ سے کیوں نہ کی کہ تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی۔ میں نے عرض کیا کہ والد شہادت پانچکے ہیں اور گھر میں کئی بہنیں ہیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ کسی ایسی خاتون سے شادی کروں جو بیوہ اور تجربہ کار ہو۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو ٹھیک ہے۔ پھر مدینہ پہنچنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ بلال! ان کی قیمت ادا کر دو اور کچھ بڑھا کر دے دو۔ چنانچہ انہوں نے چار دینار بھی دیئے اور فالتو ایک قیراط بھی دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ انعام میں اپنے سے کبھی جدا نہیں کرتا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا وہ قیراط جابر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنی تھیلی میں محفوظ رکھا کرتے تھے۔

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو صاف یہ نہیں فرمایا کہ اتنا زیادہ دے دو۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے زمانہ کے رواج کے مطابق ایک قیراط جھلکا ہوا سونا زیادہ دیا۔ الفاظ فلم یکن القیراط بفارق جراب جابر بن عبد اللہ کا ترجمہ بعض نے یوں کیا کہ ان کی تلوار کی نیام میں رہتا۔ امام مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب حرہ کے دن یزید کی طرف سے شام والوں کا بلوہ مدینہ منورہ پر ہوا تو انہوں نے یہ سونا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے چھین لیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی اپنے کسی بزرگ کے عطیہ کو یا اس کی اور کسی حقیقی یادگار کو تاریخی طور پر اپنے پاس محفوظ رکھے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث سے آیت قرآنی ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُمْ﴾ کی تفسیر بھی سمجھ میں آئی کہ رسول کریم ﷺ کسی مسلمان کی ادنیٰ تکلیف کو بھی دیکھنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو جب دیکھا کہ وہ اس ست اونٹ کی وجہ سے تکلیف محسوس کر رہے ہیں تو آپ کو خود اس کا احساس ہوا۔ اور آپ نے اللہ کا نام لے کر اونٹ پر جو چھڑی ماری اس سے وہ اونٹ تیز رفتار ہو گیا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مزید دل جوئی کے لئے آپ نے اسے خرید بھی لیا۔ اور مدینہ تک اس پر سواری کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے شادی کی بابت بھی گفتگو فرمائی۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کی گفتگو معیوب نہیں

قَالَ: ((بَغِيهِ))، فَقُلْتُ: بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((بَلْ بَعِيَهُ قَدْ أَحَدْتَهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ)). فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ أَحَدْتُ أَرْتَجِلُ، قَالَ: ((أَيْنَ تُرِيدُ؟)) قُلْتُ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا. قَالَ: ((فَهَلَّا جَارِيَةٌ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟)) قُلْتُ: إِنَّ أَبِي تَوَفَّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ فَأَرَدْتُ أَنْ أَنْكِحَ امْرَأَةً قَدْ جَرَّبْتُ خَلَا مِنْهَا، قَالَ: ((فَذَلِكَ)). فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ: ((يَا بِلَالُ أَفْضَيْهِ وَرِذْهُ)). فَأَعْطَاهُ أَرْبَعَةَ دَنَانِيرَ وَرِزَاةَ قَيْرَاطًا. قَالَ جَابِرٌ: لَا تَفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمْ يَكُنِ الْقَيْرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ)). [راجع: ۴۴۳]

ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت محمدی نے ان کے اخلاق کو کس قدر بلندی بخش دی تھی کہ محض بنوں کی خدمت کی خاطر بیوہ عورت سے شادی کو ترجیح دی اور باکرہ کو پسند نہیں فرمایا جب کہ عام جوانوں کا رجحان طبع ایسا ہی ہوتا ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت اور بیان کی جا چکی ہے۔

مسلم شریف کتاب البیوع میں یہ حدیث مزید تفصیلات کے ساتھ موجود ہے جس پر علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ فیہ حدیث جابر و هو حدیث مشہور احتج بہ احمد و من وافقہ فی جواز بیع الدابة و یشرط البائع لنفسه رکوبها یعنی حدیث مذکورہ جابر کے ساتھ امام احمد رحمہ اللہ اور آپ کے موافقین نے دلیل پکڑی ہے کہ جانور کا بیچنا اور بیچنے والے کا اس کی وقتی سواری کے لئے شرط کر لینا جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ جواز اس وقت ہے جب کہ مسافت قریب ہو۔ اور یہ حدیث اسی معنی پر محمول ہے۔ اسی حدیث جابر کے ذیل علامہ نووی دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

واعلم ان فی حدیث جابر هذا فوائد كثيرة احد اها هذه المعجزة الظاهرة لرسول الله صلى الله عليه وسلم فی انبعاث حمل جابر و اسراعه بعد اعیانه الثانية جواز طلب البیع لمن لم يعرض سلعة للبیع الثالثة جواز المعاكسة فی البیع الرابعة استحباب سوال الرجل الكبير اصحابه عن احوالهم والاشارة عليهم بمصالحهم الخامسة استحباب نکاح البکر السادسة استحباب ملاعبة الزوجین السابعه فضيلة جابر فی انه ترك حظ نفسه من نکاح البکر و اختار مصلحة اخواته بنکاح ثیب تقوم بمصالحهن الثامنة استحباب الابتداء بالمسجد و هلاوة رکعتین فیہ عند القدوم من السفر التاسعة استحباب الدلالة علی الخیر المعاشرة استحباب ارجاح المیزان فیما یدفعه الحادية عشرة ان اجرة وزن الثمن علی البائع الثانية عشرة التبرک بآثار الصالحین لقوله لا تفارقه زیادة رسول الله صلى الله عليه وسلم الثالثة عشرة جواز تقدم بعض الجيش الراجعیین باذن الامیر الرابعة عشرة جواز الوكالة فی اداء الحقوق و نحوها و فیہ غیر ذالک مما سبق والله اعلم (نووی)

یعنی یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ ایک تو اس میں ظاہر معجزہ نبوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے فضل سے تھکے ہوئے اونٹ کو چست و چالاک بنا دیا۔ اور وہ خوب خوب چلنے لگ گیا۔ دوسرا امر یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی شخص اپنا سامان نہ بیچنا چاہے تو بھی اس سے اسے بیچنے کے لئے کہا جاسکتا ہے۔ اور یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اونٹ بیچنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے خود ان کو یہ اونٹ بیچ دینے کے لئے فرمایا۔ تیسرے بیچ میں شرط کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا۔ چوتھے یہ استحباب ثابت ہوا کہ بڑا آدمی اپنے ساتھیوں سے ان کے خانگی احوال دریافت کر سکتا ہے اور ان کے حسب مقتضائے وقت ان کے فائدے کے لئے مشورے بھی دے سکتا ہے۔ پانچویں کنواری عورت سے شادی کرنے کا استحباب ثابت ہوا۔ چھٹے میاں بیوی کا خوش طبعی کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ ساتویں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ انہوں نے اپنی بہنوں کے فائدے کے لئے اپنی شادی کے لئے ایک بیوہ عورت کو پسند کیا۔ آٹھواں یہ امر بھی ثابت ہوا کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جانا اور دو رکعت شکرانہ کی ادا کرنا مستحب ہے۔ نواں امر یہ ثابت ہوا کہ نیک کام کرنے کے لئے رغبت دلانا بھی مستحب ہے۔ دسواں امر یہ ثابت ہوا کہ کسی حق کا ادا کرتے وقت ترازو کو جھکا کر زیادہ (یا بصورت نقد کچھ زیادہ) دینا مستحب ہے۔ گیارھواں امر یہ ثابت ہوا کہ تولنے والے کی اجرت بیچنے والے کے سر ہے۔ بارہواں امر یہ ثابت ہوا کہ آثار صالحین کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھنا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے امر کے مطابق زیادہ پایا ہوا سونا اپنے پاس عرصہ دراز تک محفوظ رکھا۔ تیرہواں امر یہ بھی ثابت ہوا بعض اسلامی لشکر کو مقدم رکھا جاسکتا ہے جو امیر کی اجازت سے مراجعت کرنے والے ہوں۔ چودھواں امر اداء حقوق کے سلسلہ میں وکالت کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور بھی کئی امور ثابت ہوئے جو گذر چکے ہیں۔

آثار صالحین کو تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا یہ نازک معاملہ ہے۔ پہلے تو یہ ضروری ہے کہ وہ حقیقتاً صحیح طور پر آثار

صالحین ہوں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہما کو یقیناً معلوم تھا کہ یہ قیاط مجھ کو آنحضرت ﷺ نے خود از راہ کرم قالتو دلایا ہے۔ ایسا یقین کامل حاصل ہونا ضروری ہے ورنہ غیر ثابت شدہ اشیاء کو صالحین کی طرف منسوب کر کے ان کو بطور تبرک رکھنا یہ کذب اور افتراء بھی بن سکتا ہے۔ اکثر مقامات پر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں نے کچھ بال محفوظ کر کے ان کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ پھر ان سے تبرک حاصل کرنا شرک کی حدود میں داخل ہو گیا ہے۔ ایسی مفلوک چیزوں کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنا بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ حقیقت کے خلاف ہیں تو یہ منسوب کرنے والے زندہ دوزخی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسا افتراء کرنے والوں کو زندہ دوزخی بتلایا ہے بصورت دیگر اگر ایسی چیز تاریخ سے صحیح ثابت ہے تو اسے چومنا چاہنا، اس کے سامنے سر جھکانا، اس پر نذر و نیاز چڑھانا، اس کی تعظیم میں حد اعتدال سے آگے گذر جانا یہ جملہ امور ایک مسلمان کو شرک جیسے قبیح گناہ میں داخل کر دیتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے بلاشبہ اس کو ایک تاریخی یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھا۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ اس کو چوما چاہنا ہو، اسے نذر و نیاز کا حق دار گردانا ہو۔ اس پر پھول ڈالے ہوں یا اس کو وسیلہ بنایا ہو۔ ان میں سے کوئی بھی امر ہرگز ہرگز حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے۔ پس اس بارے میں بہت سوچ سمجھ کی ضرورت ہے۔ شرک ایک بدترین گناہ ہے اور باریک بھی اس قدر کہ کتنے ہی دیداری کا دعویٰ کرنے والے امور شرک کے مرتکب ہو کر عند اللہ دوزخ میں غلوطہ کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو ہر قسم کے شرک خفی و جلی، صغیر و کبیر سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔

۹۔ بَابُ وَكَاَلَةِ الْمَرْأَةِ الْإِمَامِ فِي

بَابِ كَوْنِ عَوْرَتِ ابْنِ نِكَاحِ كَرْنِ كَلِّ لِعَلِّ بَادِشَاهِ كَوُو كِلِ كَر

دے

النِّكَاحِ

(۲۳۱۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہیں ابو حازم نے، انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے خود کو آپ کو بخش دیا۔ اس پر ایک صحابی نے کہا کہ آپ میرا ان سے نکاح کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا نکاح ان سے اس مہر کے ساتھ کیا جو تمہیں قرآن یاد ہے۔

۲۳۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِي. فَقَالَ رَجُلٌ: زَوِّجْنَاهَا. قَالَ: ((قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ)).

(۵۱۴۱، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۸۷۱)

[أطرافه في : ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۸۷]

۵۱۲۱، ۵۱۲۶، ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، [۷۴۱۷]

یہ وکالت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے عورت کے اس قول سے نکالی کہ میں نے اپنی جان آپ کو بخش دی۔ داؤدی نے کہا حدیث میں وکالت کا ذکر نہیں ہے۔ اور آنحضرت ﷺ ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہیں بموجب آیت (النسی اولی بالمؤمنین بالغ اور اسی ولایت کی وجہ سے آپ نے اس عورت کا نکاح کر دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مہر میں تعلیم قرآن بھی داخل ہو سکتی ہے اور کچھ اس کے پاس مہر میں پیش کرنے کے لئے نہ ہو۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے دختر حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کے مہر میں اپنی جان کو دس سال کے لئے بطور غلام پیش فرمایا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

باب کسی نے ایک شخص کو وکیل بنایا

پھر وکیل نے (معاملہ میں) کوئی چیز (خود اپنی رائے سے) چھوڑ دی اور بعد میں خبر ہونے پر موکل نے اس کی اجازت دے دی تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر مقررہ مدت تک کیلئے قرض دے دیا تو یہ بھی جائز ہے۔

(۲۳۱۱) اور عثمان بن عثیم نے بیان کیا کہ ہم سے عوف نے بیان کیا ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ (رات میں) ایک شخص اچانک میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپ بھر بھر کر اٹھانے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلوں گا۔ اس پر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں بہت محتاج ہوں۔ میرے بال بچے ہیں اور میں سخت ضرورت مند ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہا (اس کے اظہار معذرت پر) میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے ابو ہریرہ! گذشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا تھا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا، اس لئے مجھے اس پر رحم آگیا۔ اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے۔ ابھی وہ پھر آئے گا۔ رسول کریم ﷺ کے اس فرمانے کی وجہ سے مجھ کو یقین تھا کہ وہ پھر ضرور آئے گا۔ اس لئے میں اس کی تاک میں لگا رہا۔ اور جب وہ دوسری رات آ کے پھر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پھر پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کروں گا۔ لیکن اب بھی اس کی وہی التجا تھی کہ مجھے چھوڑ دے، میں محتاج ہوں۔ بال بچوں کا بوجھ میرے سر پر ہے۔ اب میں کبھی نہیں آؤں گا، مجھے رحم آگیا اور میں نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے پھر اسی سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا۔ جس پر مجھے رحم آ

۱۰- بَابُ إِذَا وَكَّلَ رَجُلًا فَرَكَ
الْوَكِيلُ شَيْئًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكَّلُ فَهُوَ
جَائِزٌ وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى
جَاوَزَ

۲۳۱۱- وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو
عُمَرَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْرِينَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
(وَكَلَّنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ
رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَخْتُو مِنْ
الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ: وَاللَّهِ لَأَرْفَعَنَّكَ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ،
وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ. قَالَ:
فَخَلَّيْتُ عَنْهُ. فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ
(يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟)
قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَأَ حَاجَةً
شَدِيدَةً وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ.
قَالَ: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ)).
فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
إِنَّهُ سَيَعُودُ، فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَخْتُو مِنْ
الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ،
وَعَلَيَّ عِيَالٌ، لَا أَعُودُ. فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ
سَبِيلَهُ. فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟))
قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَأَ حَاجَةً شَدِيدَةً
وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. قَالَ:

گیا۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے۔ اور وہ پھر آئے گا۔ تیسری مرتبہ پھر میں اس کے انتظار میں تھا کہ اس نے پھر تیسری رات آکر غلہ اٹھانا شروع کیا تو میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچانا اب ضروری ہو گیا ہے۔ یہ تیسرا موقع ہے۔ ہر مرتبہ تم یقین دلاتے رہے کہ پھر نہیں آؤ گے۔ لیکن تم باز نہیں آئے۔ اس نے کہا کہ اس مرتبہ مجھے چھوڑ دے تو میں تمہیں ایسے چند کلمات سکھا دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو آیت الکرسی ﴿اللہ لا الہ الا هو الحي القيوم﴾ پوری پڑھ لیا کرو۔ ایک گمراہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے پاس کبھی نہیں آسکے گا۔ اس مرتبہ بھی پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے دریافت فرمایا گذشتہ رات تمہارے قیدی نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے مجھے چند کلمات سکھائے اور یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ پہنچائے گا۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے بتایا تھا کہ جب بستر پر لیٹو تو آیت الکرسی پڑھ لو، شروع ﴿اللہ لا الہ الا هو الحي القيوم﴾ سے آخر تک۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر (اس کے پڑھنے سے) ایک گمراہ فرشتہ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں آسکے گا۔ صحابہ خیر کو سب سے آگے بڑھ کر لینے والے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے (ان کی یہ بات سن کر) فرمایا کہ اگرچہ وہ جھوٹا تھا۔ لیکن تم سے یہ بات سچ کہہ گیا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا معاملہ کس سے تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

((أَمَا أَنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ)). فَرَصَدْتَهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَخْتُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأُرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ، إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ. قَالَ: دَعْنِي أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا. قُلْتُ: مَا هُنَّ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَأَقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرُبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ. فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ. فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟)) قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ. قَالَ: ((مَا هِيَ؟)) قُلْتُ: قَالَ لِي إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَأَقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ وَقَالَ لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرُبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، وَكَانُوا أُخْرِصَ شَيْءٌ عَلَى الْخَيْرِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ. تَعَلَّمَ مِنْ تُخَاطَبُ مِنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((ذَلِكَ شَيْطَانٌ)). [طرفاه في: ٣٢٧٥، ٥٠١٠].

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجور میں ہاتھ کا نشان دیکھا تھا۔ جیسے اس میں سے کوئی اٹھا کر لے گیا ہو۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس کو پکڑنا چاہتا ہے؟ تو یوں کہ سبحان من سخوک لمحمد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہی کہا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ (وحیدی)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور امن الرسول سے اخیر سورۃ تک۔ اس میں یوں ہے کہ صدقہ کی کھجور آنحضرت ﷺ نے میری حفاظت میں دی تھی۔ میں جو دیکھوں تو روز بروز وہ کم ہو رہی ہے۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا شکوہ کیا، آپ نے فرمایا یہ شیطان کا کام ہے۔ پھر میں اس کو تاکتا رہا۔ وہ ہاتھی کی صورت میں نمودار ہوا۔ جب دروازے کے قریب پہنچا تو دراڑوں میں سے صورت بدل کر اندر چلا آیا اور کھجوروں کے پاس آکر اس کے لئے لگانے لگا۔ میں نے اپنے کپڑے مضبوط باندھے اور اس کی کمر پکڑی، میں نے کہا اللہ کے دشمن تو نے صدقہ کی کھجور اڑا دی۔ دوسرے لوگ تجھ سے زیادہ اس کے حقدار تھے۔ میں تو تجھ کو پکڑ کر آنحضرت ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ وہاں تیری خوب فضیلت ہوگی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے پوچھا تو میرے گھر میں کھجور کھانے کے لئے کیوں گھسا۔ کہنے لگا میں بوڑھا محتاج، عیالدار ہوں۔ اور نصیبین سے آ رہا ہوں۔ اگر مجھے کہیں اور کچھ مل جاتا تو میں تیرے پاس نہ آتا۔ اور ہم تمہارے ہی شہر میں رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تمہارے پیغمبر صاحب ہوئے۔ جب ان پر یہ دو آیتیں اتریں تو ہم بھاگ گئے۔ اگر تو مجھ کو چھوڑ دے تو میں وہ آیتیں تجھ کو سکھلا دوں گا۔ میں نے کہا اچھا۔ پھر اس نے آیت الکرسی اور امن الرسول سے سورۃ بقرہ کے اخیر تک بتلائی۔ (فتح)

نسائی کی روایت میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یوں روایت ہے۔ میرے پاس کھجور کا ایک تھیلا تھا۔ اس میں سے روز کھجور کم ہو رہی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا ایک جوان خوبصورت لڑکا وہاں موجود ہے۔ میں نے پوچھا تو آدمی ہے یا جن ہے۔ وہ کہنے لگا میں جن ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ہم تم سے کیسے بچیں؟ اس نے کہا آیت الکرسی پڑھ کر۔ پھر آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس خبیث نے سچ کہا۔ معلوم ہوا جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس میں شیطان شریک ہو جاتے ہیں اور شیطان کا دیکھنا ممکن ہے جب وہ اپنی خلقی صورت بدل لے۔ (وحیدی)

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ و فی الحدیث من الفوائد غیر ماتقدم ان الشیطان قد یعلم ما ینفع بہ المؤمن و ان الحکمة قد یلتقاها الفاجر فلا ینفع بہا و توخذ عنہ فینفع بہا و ان الشخص قد یعلم الشی و لا یعمل بہ و ان الکافر قد یصدق ببعض ما یصدق بہ المنومن و لا یكون بذالک مومنا و بان الکذاب قد یصدق و بان الشیطان من شانہ ان یکذب و ان من اقم فی حفظ شیئ سمی و کیلا و ان الجن یا کلون من طعام الانس و انہم یظہرون للانسان لکن بالشرط المذکور و انہم یتکلمون بکلام الانس و انہم یسرقون و یخدعون و فیہ فضل آیۃ الکرسی و فضل آخر سورۃ البقرۃ و ان الجن یصیبون من الطعام الذی لا یذکر اسم اللہ علیہ الخ (فتح الباری)

یعنی اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں۔ جن میں سے ایک یہ کہ شیطان ایسی باتیں بھی جانتا ہے جن سے مومن فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور کبھی حکمت کی باتیں فاجر کے منہ سے بھی نکل جاتی ہیں۔ وہ خود تو ان سے فائدہ نہیں اٹھاتا مگر دوسرے اس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں اور نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ اور بعض آدمی کچھ اچھی بات جانتے ہیں، مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور بعض کافر ایسی قابل تصدیق بات کہہ دیتے ہیں جیسی اہل ایمان مگر وہ کافر اس سے مومن نہیں ہو جاتے۔ اور بعض دفعہ جھوٹوں کی بھی تصدیق کی جا سکتی ہے اور شیطان کی شان یہی ہے کہ اسے جھوٹا کہا جائے اور یہ کہ جسے کسی چیز کی حفاظت پر مقرر کیا جائے اسے وکیل کہا جاتا ہے اور یہ کہ جنات انسانی غذا نہیں کھاتے ہیں اور وہ انسانوں کے سامنے ظاہر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ جو مذکور ہوئی اور یہ بھی کہ وہ انسانی زبانوں میں کلام بھی کر سکتے ہیں۔ اور وہ چوری بھی کر سکتے ہیں اور وہ دھکے مازی بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس میں آیت

الکرسی کی اور آخر سورہ بقرہ کی بھی فضیلت ہے۔ اور یہ بھی کہ شیطان اس غذا کو حاصل کر لیتے ہیں۔ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔
 آج ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ میں بوقت مغرب مقام ابراہیم کے پاس یہ نوٹ لکھا گیا۔ نیز آج ۵ صفر ۱۳۹۰ھ کو مدینہ طیبہ حرم نبوی میں
 بوقت فجر اس پر نظر ثانی کی گئی۔ ربنا تقبل منا و اغفر لنا ان نسینا و اخطانا آمین

۱۱- بَابُ إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبِعَهُ مَرْدُودًا
 باب اگر وکیل کوئی ایسی بیع کرے جو فاسد ہو تو وہ بیع واپس
 کی جائے گی

باب کی حدیث میں اس کی صراحت نہیں کہ وہ واپس ہوگی۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے
 دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا۔ جس کو امام مسلم نے نکالا۔ اس میں یوں ہے۔ یہ سود ہے اس کو پھیر دے۔ (وحیدی)

۲۳۱۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ عَنْ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((مِنْ أَيْنَ هَذَا؟)) قَالَ بِلَالٌ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيءٌ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِيُطْعَمَ النَّبِيُّ ﷺ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عِنْدَ ذَلِكَ: ((أَوْهَ أَوْهَ، عَيْنَ الرَّبَا، عَيْنَ الرَّبَا لَا تَفْعَلْ، وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعِ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ)).

۲۳۱۳) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہ میں نے عقبہ بن عبد الغافر سے سنا اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں برنی کھجور (کھجور کی ایک عمدہ قسم) لے کر آئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس خراب کھجور تھی۔ اس کی دو صاع، اس کی ایک صاع کے بدلے میں دے کر ہم اسے لائے ہیں۔ تاکہ ہم یہ آپ کو کھلائیں آپ نے فرمایا۔ توبہ! توبہ! یہ تو سود ہے، بالکل سود۔ ایسا نہ کیا کہ البتہ (اچھی کھجور) خریدنے کا ارادہ ہو تو (خراب) کھجور بیچ کر (اس کی قیمت سے) عمدہ خرید کر۔

معلوم ہوا کہ ایک ہی جنس میں کمی و بیشی سے لین دین سود میں داخل ہے۔ اس کی صورت یہ بتلائی گئی کہ گھٹیا جنس کو الگ نقد بیچ کر اس کے روپوں سے وہی بڑھیا جنس خرید لی جائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ بیع فاسد تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اسے واپس کرا دیا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

حضرت مولانا وحید الزماں نے مسلم شریف کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ باب الرباء میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں۔ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الرباء فردوه۔ الحديث یعنی یہ سود ہے لهذا اس کو واپس لوٹا دو۔ اس پر علامہ نووی لکھتے ہیں:- هذا دليل على ان المقبوض ببيع فاسد يجب رده على بائعه و اذا رده استرد الثمن فان قيل فلم يذكر في الحديث السابق انه صلى الله عليه وسلم امر برده فالجواب ان الظاهر انها قضية واحدة و امر فيها برده لبعض الرواة حفظ ذلك و بعضهم لم يحفظه فبقيلنا زيادة الثقة و لو ثبت انها قضيتان لحملت الاولى على انه ايضا امر به و ان لم يبلغنا ذلك و لو ثبت انه لم يامر به مع انها قضيتان لحملنا ها على انه جهل بائعه و لا يمكن معرفته فصار مالا ضائعاً لمن عليه دين بقيمته و هو التمر الذي

قبضه فحصل انه لا اشكال في الحديث والله الحمد (نوی)

یعنی یہ اس امر پر دلیل ہے کہ ایسی قبضہ میں لی ہوئی بیع بھی فاسد ہوگی۔ جس کا بائع پر لوٹا لینا واجب ہے اور جب وہ بیع رد ہوگئی تو اس کی قیمت خود رد ہوگئی۔ اگر کہا جائے کہ حدیث سابق میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے رد کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہری ہی ہے کہ قبضہ ایک ہی ہے اور اس میں آپ نے واپسی کا حکم فرمایا۔ بعض راویوں نے اس کو یاد رکھا اور بعض نے یاد نہیں رکھا۔ پس ہم نے ثقہ راویوں کی زیادتی کو قبول کیا۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ دو قبضے ہیں۔ تو پہلے کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے یہی حکم فرمایا تھا اگرچہ یہ ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ اور اگر یہ ثابت ہو کہ آپ نے یہ حکم نہیں فرمایا باوجودیکہ یہ دو قبضے ہیں۔ تو ہم اس پر محمول کریں گے کہ اس کا بائع مجبول ہو گیا اور وہ بعد میں پہچانا نہ جاسکا۔ تو اس صورت میں وہ مال ضائع ہو گیا اس شخص کے لئے جس نے اس کی قیمت کا بوجھ اپنے سر پر رکھا اور یہ وہی سمجور ہیں جو اس نے قبضہ میں لی ہے۔ پس حاصل ہوا کہ حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

الحمد لله آج ۵ صفر ۱۳۹۰ھ کو حرم نبوی مدینہ طیبہ میں بوقت فجر یہ سلسلہ نظر ثانی یہ نوٹ لکھا گیا۔

باب وقف کے مال میں وکالت

اور وکیل کا خرچہ اور وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا

اور خود بھی دستور کے موافق کھانا

(۲۳۱۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے باب میں جو کتاب لکھوائی تھی اس میں یوں ہے کہ صدقے کا متولی اس میں سے کھا سکتا ہے اور دوست کو کھلا سکتا ہے۔ لیکن روپیہ نہ جمع کرے۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقے کے متولی تھے۔ وہ مکہ والوں کو اس میں سے تحفہ بھیجتے تھے۔ جہاں آپ قیام فرمایا کرتے تھے۔

۱۲- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ

وَنَقْفَتِهِ، وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ

بِالْمَعْرُوفِ

۲۳۱۳- حَدَّثَنَا قَتِيبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ وَيُؤْكَلَ صَدِيقًا لَهُ غَيْرَ مُتَأْتِلٍ مَالًا. فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ، يُهْدِي لِنَاسٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ)).

[أطرافه في: ۲۱۳۷، ۲۷۶۴، ۲۷۷۲،

۲۷۷۳، ۲۷۷۷.]

یہاں وکیل سے ناظر متولی مراد ہے۔ اگر واقف کی اجازت ہے تو وہ اس میں سے اپنے دوستوں کو بوقت ضرورت کھلا بھی سکتا ہے اور خود بھی کھا سکتا ہے۔

باب حد لگانے کے لئے کسی کو وکیل کرنا

(۲۳۱۴) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو لیث بن سعد نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبید اللہ نے،

۱۳- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُودِ

۲۳۱۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ غُبَيْدِ

اللہ عن زید بن خالد بن خالد وأبي هريرة رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: ((وَأَعِذْ يَا أَنَسُ عَلَى امْرَأَةٍ هَذَا، فَإِنْ اعْتَرَفَتْ فَارْجِعْهَا)).

انہیں زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن سخاک اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے انیس! اس خاتون کے یہاں جا۔ اگر وہ زنا کا اقرار کر لے، تو اسے سنگسار کر دے۔

[أطرافه في : ٢٦٤٩، ٢٦٩٦، ٢١٢٥، ٦٦٣٤، ٦٨٢٨، ٦٨٣١، ٢٨٣٦، ٧٢٧٩].

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انیس کو حد لگانے کے لئے وکیل مقرر فرمایا۔ اس سے قانونی پہلو یہ بھی نکلا کہ مجرم خود اگر جرم کا اقرار کر لے تو اس پر قانون لاگو ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اور زنا پر حد شرعی سنگساری بھی ثابت ہوئی۔

٢٣١٦- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: ((جِيءَ بِالنُّعْمَانَ - أَوْ ابْنِ النُّعْمَانَ - شَارِبًا، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَانَ فِيهِ أَنْ يَضْرِبَهُ، قَالَ فَكُنْتُ أَنَا فِيمَنْ ضَرَبَهُ، فَضْرَبْنَاهُ بِالنُّعَالِ وَالْحِجْرِيَّةِ)).

ہم سے ابن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد الوہاب ثقفی نے خبر دی، انیس ابوب نے، انیس ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عجمان یا ابن عجمان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ انہوں نے شراب پی لی تھی۔ جو لوگ اس وقت گھر میں موجود تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سے انہیں مارنے کے لئے حکم فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا میں بھی مارنے والوں میں تھا۔ ہم نے جو توں اور چھڑیوں سے انہیں مارا تھا۔

[طرفاه في : ٦٧٧٤، ٦٧٧٥].

عجمان یا ابن النعمان کے بارے میں راوی کو شک ہے۔ اسماعیلی کی روایت میں نعمان یا عجمان مذکور ہے۔ حافظ نے کہا اس کا نام عجمان بن عمرو بن رفاعہ انصاری تھا۔ بدر کی لڑائی میں شریک تھا۔ اور بڑا خوش مزاج آدمی تھا۔ رسول کریم ﷺ نے گمراہوں کو حد مارنے کا حکم فرمایا۔ اس سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ آپ نے گھر کے موجود لوگوں کو حد مارنے کے لئے وکیل مقرر فرمایا۔ اسی سے حدود میں وکالت ثابت ہوئی اور یہی ترجمہ الباب ہے۔

١٤- باب الوكالة في البدن

میں

وتعاهدُها

وکالت تو اس سے ثابت ہوئی کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ قربانیاں روانہ کر دیں، اور عمرانی اس سے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ہار ڈالے۔

٢٣١٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي

ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے، انہیں عمرہ

بنت عبدالرحمن نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا میں نے اپنے ہاتھوں سے نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے قلاوے بٹے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان جانوروں کو یہ قلاوے اپنے ہاتھ سے پھرائے تھے۔ آپ نے وہ جانور میرے والد کے ساتھ (مکہ میں قربانی کے لئے) بھیجے۔ ان کی قربانی کی گئی۔ لیکن (اس بھیجنے کی وجہ سے) آپ پر کوئی ایسی چیز حرام نہیں ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا تھا۔

بُكَرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: ((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَا قَلَّتُ قَلَائِدَ هَذِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِيَدِي، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِي، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا أَحَلَّهُ اللَّهُ لَهُ حَتَّى نَجِرَ الْهَدْيُ)).

[راجع: ۱۶۹۶]

حضرت رسول کریم ﷺ کے قربانی کے اونٹوں کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قلاوے بٹنے میں آپ کی وکالت فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عومیر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی شادی ۱۰ نبوی میں مکہ شریف ہی میں ہوئی۔ شوال ۲ھ میں ہجرت سے ۱۸ ماہ بعد رخصتی عمل میں آئی۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ ۹ سال رہی ہیں۔ کیونکہ وصال نبوی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی ضمیمہ فقیہ عالمہ فاضلہ تھیں۔ حضور ﷺ سے بکثرت احادیث آپ نے نقل کی ہیں۔ وقائع عرب و معاربت و اشعار کی زبردست واقف کار تھیں۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ایک بڑے طبقہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ مدینہ طیبہ میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں شب سہ شبہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ وصیت کے مطابق شب میں بقیع فرقد میں آپ کو دفن کیا گیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جوان دنوں معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں مدینہ میں مروان کے ماتحت تھے۔

بقیع فرقد مدینہ کا پرانا قبرستان ہے، جو مسجد نبوی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے۔ آج کل اس کی جانب مسجد نبوی سے ایک وسیع سڑک نکال دی گئی ہے۔ قبرستان کو چاروں طرف ایک اونچی فصیل سے گھیر دیا گیا ہے۔ اندر پرانی قبریں بیشتر ٹاپوڈ ہو چکی ہیں، اہل بدعت نے پہلے دور میں یہاں بعض صحابہ و دیگر بزرگان دین کے ناموں پر بڑے بڑے قبے بنا رکھے تھے۔ اور ان پر غلاف، پھول ڈالے جاتے۔ اور وہاں نذر نیازیں چڑھائی جاتی تھیں۔ سعودی حکومت نے حدیث نبوی کی روشنی میں ان سب کو مسمار کر دیا ہے۔ پختہ قبریں بنانا شریعت اسلامیہ میں قطعاً منع ہے اور ان پر چادر پھول محرمات و بدعات ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو ایسی بدعات سے بچائے۔ آمین۔

۱۵- بَابُ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لَوَكَيْلِهِ: بَابُ أَكْرَسِي نِي فِي سَبْعَةِ كِهَاتِي مَنَاسِبِ جَانُو
صَعْفَةُ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ وَقَالَ الْوَكَيْلُ: اسے خرچ کرو، اور وکیل نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے

قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتُ

میں نے سن لیا

یعنی وکیل نے اپنی رائے سے اس مال کو کسی کام میں خرچ کیا تو یہ جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ابو طلحہ نے وکیل کیا کہ میرا ہاں کو آپ جس کار خیر میں چاہیں صرف کریں۔ آپ نے ان کو یہ رائے دی کہ اپنے ہی ناتہ داروں کو ہاں دیں۔ (وحیدی)

۲۳۱۸- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ (۲۳۱۸) مجھ سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے امام مالک فرأت علی مالک عن إسحاق بن عبد الله کے سامنے قرأت کی بواسطہ اسحاق بن عبد الله کے کہ انہوں نے انس

بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار کے سب سے مالدار لوگوں میں سے تھے۔ ”بیرحاء“ (ایک باغ) ان کا سب سے زیادہ محبوب مال تھا۔ جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ رسول کریم ﷺ بھی وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا نہایت بیٹھا عمدہ پانی پیتے تھے۔ پھر جب قرآن کی آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا نَحِبُونَ﴾ (تم نیکی ہرگز نہیں حاصل کر سکتے جب تک نہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں وہ چیز جو تمہیں زیادہ پسند ہو) تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا نَحِبُونَ﴾ اور مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ پسند میرا یہی باغ بیرحاء ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اس کی نیکی اور ذخیرہ ثواب کی امید میں صرف اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہوں۔ پس آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا، واہ! واہ! یہ تو بڑی ہی نفع والا مال ہے۔ بہت ہی مفید ہے۔ اس کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا۔ اب میں تو یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے تو اپنے رشتہ داروں ہی میں تقسیم کر دے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ یہ کتواں انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اس روایت کی متابعت اسماعیل نے مالک سے کی ہے۔ اور روح نے مالک سے (لفظ رائج کے بجائے) رائج نقل کیا ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیرحاء کے بارے میں آنحضرت ﷺ کو وکیل ٹھہرایا اور آپ نے اسے انہی کے رشتہ داروں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔ اسی سے ترجمہ الباب ثابت ہوا۔ چونکہ رشتہ داروں کا حق مقدم ہے اور وہی صاحب میراث بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان ہی کو ترجیح دی۔ جو رسول کریم ﷺ کی بہت ہی بڑی دور اندیشی کا ثبوت ہے۔ یہ کتواں مدینہ شریف میں حرم نبوی کے قریب اب بھی موجود ہے اور میں نے بھی وہاں حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب خزائنی کا خزانہ میں

وکیل ہونا

ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو

اللہ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِي بِالْمَدِينَةِ مَالًا، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرِحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنِّي أَحَبُّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرِحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَزْجُوا بِرُهَا وَذُخْرُهَا عِنْدَ اللَّهِ، فَضَعَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ شِئْتَ. فَقَالَ: (بِخ، ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ. قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيهَا، وَأَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ)). قَالَ: أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَكَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ)).

تَابِعَهُ إِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ. وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ مَالِكٍ ((رَائِحٌ)). (راجع: [1461])

۱۶- بَابُ وَكَالَةِ الْأَمِينِ فِي

الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا

۲۳۱۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ

اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے برید بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بردہ نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امانت دار خزانچی جو خرچ کرتا ہے۔ بعض دفعہ یہ فرمایا کہ جو دینا ہے حکم کے مطابق کامل اور پوری طرح جس چیز (کے دینے) کا اسے حکم ہو اور اسے دیتے وقت اس کا دل بھی خوش ہو، تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْخَازِنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُنْفِقُ)) - وَرُبَّمَا قَالَ: ((الَّذِي يُعْطِي - مَا أَمَرَ بِهِ كَامِلًا مُؤَفَّرًا طِيبَ نَفْسُهُ إِلَى الَّذِي أَمَرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ)). [راجع: ۱۴۳۸]

یعنی اس کو مالک کے برابر ثواب ملے گا کہ اس نے بخوشی مالک کا حکم بجایا اور صدقہ کر دیا۔ اور مالک کی طرف سے مالک کے حکم کے مطابق وہ مال خرچ کرنے میں وکیل ہوا۔ یہی منٹائے باب ہے۔

۴۱- کتب الحراث و المزارعة

کتاب کھیتی باڑی اور بٹائی کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب کھیت بونے اور درخت لگانے کی فضیلت جس میں سے لوگ کھائیں۔

اور (سورہ واقعہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”یہ تو بتاؤ جو تم بوتے ہو۔ کیا اسے تم اگاتے ہو، یا اس کے اگلنے والے ہم ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چوراچورا بنا دیں۔“

۱ - بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْفَرْسِ إِذَا أَكَلَ مِنْهُ. وَقَوْلُهُ تَعَالَى:

﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرَثُونَ، أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ. لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا﴾ [الواقعة: ۶۳-۶۵]

مزارعہ باب مفاہمہ کا مصدر ہے جس کا ماخذ زرع ہے، امام الحدیث و سید المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں بھی فضائل زراعت کے سلسلہ میں پہلے قرآن پاک کی آیت نقل فرمائی۔ جس میں ارشاد باری ہے ﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرَثُونَ﴾ انتم تزرعونہ ام نحن الزارعون ﴿ [الواقعة: ۶۳، ۶۴] یعنی اے کاشتکارو! تم جو کھیتی کرتے ہو، کیا تم کھیتی کرتے ہو یا در حقیقت کھیتی کرنے

والے ہم ہیں۔ ہم چاہیں تو تیار کھیتی کو برباد کر کے رکھ دیں۔ پھر تم ہکا بکا ہو کر رہ جاؤ۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

ولاشك ان الایة تدل علی اباحة الزرع من جهة الامتنان به والحديث يدل علی فضله بالقييد الذي ذكره المصنف و قال ابن المنير
اشارة البخاری الی اباحة الزرع وان من نهی عنه كما ورد عن عمر لمحلله ما اذا شغل الحرث عن الحرب ونحوه من الامور المطلوبة و
علی ذلك یحمل حدیث ابی امامة المذكور فی الباب الذي بعده یعنی کوئی شک و شبہ نہیں کہ آیت قرآنی کھیتی کے مباح ہونے پر دلالت
کر رہی ہے اس طور پر بھی کہ یہ خدا کا بڑا بھاری کرم ہے اور حدیث بھی اس کی فضیلت پر دال ہے، اس قید کے ساتھ جسے مصنف
نے ذکر کیا ہے۔ ابن مزیر کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کھیتی کے مباح ہونے پر اشارہ کیا ہے۔ اور اس سے جو ممانعت وارد ہوئی ہے
اس کا محل جب ہے کہ کھیتی مسلمان کو جماد اور امور شرع سے غافل کر دے۔ ابوامامہ کی حدیث جو بعد میں کھیتی کی مذمت میں آرہی
ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے۔ مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت ﴿الفرء یتیم ماتحرون﴾ سے یہ ثابت کیا
کہ کھیتی کرنا مباح ہے اور جس حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی میں ایسا مشغول ہونا منع ہے کہ آدمی
جماد سے باز رہے یا دین کے دوسرے کاموں سے۔ (وحیدی)

۲۳۲۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ
الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ
قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرُسُ
غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ
إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ)).
وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ: قَالَ حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ
حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ

(۲۳۲۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ
نے بیان کیا، (دوسری سند) اور مجھ سے عبدالرحمن بن مبارک نے
بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے
انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیت میں بیج
بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس
کی طرف سے صدقہ ہے مسلم نے بیان کیا کہ ہم سے ابان نے بیان
کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن حجر نے نبی کریم ﷺ
کے حوالہ سے۔

ﷺ. [طرفہ فی: ۶۰۱۲].

اس حدیث کا شان ورواد امام مسلم نے یوں بیان کیا ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای نخلا لام مبشر امرأة من
الانصار فقال من غرس هذا النخل امسلم ام كافر فقالوا مسلم فقال لا یغرس مسلم غرسا لیاكل منه انسان او طیر او دابة الا
كان له صدقة یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت ام مبشر نامی کا لگایا ہوا کھجور کا درخت دیکھا، آپ نے پوچھا کہ یہ درخت
کسی مسلمان نے لگایا ہے یا کافر نے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ مسلمان کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان کوئی
درخت لگائے پھر اس سے آدمی یا پرندے یا جانور کھائیں تو یہ سب کچھ اس کی طرف سے صدقہ میں لکھا جاتا ہے۔

حدیث انس روایت کردہ امام بخاری میں مزید وسعت کے ساتھ لفظ او یزرع زرعا بھی موجود ہے یعنی باغ لگائے یا کھیتی کرے۔ تو
اس سے جو بھی آدمی، جانور فائدہ اٹھائیں اس کے مالک کے ثواب میں بطور صدقہ لکھا جاتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں وفی الحدیث فضل
الغرس والزرع والحض علی عمارة الارض یعنی اس حدیث میں باغبانی اور زراعت اور زمین کو آباد کرنے کی فضیلت مذکور ہے۔

فی الواقع کھیتی کی بڑی اہمیت ہے کہ انسان کی شکم پری کا بڑا ذریعہ کھیتی ہی ہے۔ اگر کھیتی نہ کی جائے تو غلہ کی پیداوار نہ ہو سکے۔ اسی لئے قرآن و حدیث میں اس فن کا ذکر بھی آیا۔ مگر جو کاروبار یاد خدا اور فرائض اسلام کی ادائیگی میں خارج ہو، وہ الٹا وہیل بھی بن جاتا ہے۔ کھیتی کا بھی یہی حال ہے کہ بیشتر کھیتی باڑی کرنے والے یاد الہی سے غافل اور فرائض اسلام میں مست ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں کھیتی اور اس کے آلات کی مذمت بھی وارد ہے۔ بہر حال مسلمان کو دنیاوی کاروبار کے ساتھ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھنا اور فرائض اسلام کو ادا کرنا ضروری ہے۔ واللہ ہوا الموفق۔

الحمد للہ حدیث ہالا کے پیش نظر میں نے بھی اپنے کھیتوں واقع موضع رہپوہ میں کئی درخت لگوائے ہیں۔ جو جلد ہی سایہ دینے کے قاتل ہونے والے ہیں۔ اسل عنیزی نذیر احمد رازی نے ایک بڑا کپودا نصب کیا ہے۔ جسے وہ دہلی سے لے گئے تھے۔ اللہ کرے کہ وہ پروان چڑھ کر صد ہا سالوں کے لئے ذخیرہ حسنت بن جائے اور عزیزان خلیل احمد و نذیر احمد کو توفیق دے کہ وہ کھیتی کا کام ان ہی احادیث کی روشنی میں کریں جس سے ان کو برکات دارین حاصل ہوں گی۔

آج یوم عاشورہ محرم ۱۳۹۰ھ کو کعبہ شریف میں یہ درخواست رب کعبہ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ آمین یا رب العالمین۔

۲- بَابُ مَا يُحْدَرُ مِنْ عَوَاقِبِ
الاشتغال بِالْآلَةِ الزَّرْعِ، أَوْ مُجَاوِزَةَ
الْحَدِّ الَّذِي أَمَرَ بِهِ

باب کھیتی کے سلمان میں بہت زیادہ مصروف رہنا
یا حد سے زیادہ اس میں لگ جانا

اس کا انجام برا ہے

۲۳۲۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَالِمٍ الْجَمِصِيُّ قَالَ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ الْأَنْهَارِيِّ عَنْ أَبِي
أَمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ - وَرَأَى سَكَّةَ وَشَيْئًا
مِنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ - سَمِعْتُ النَّبِيَّ
ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَدْخُلُ هَذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا
أَدْخَلَهُ الذَّلَّةَ))

حضرت امام بخاری نے متفقہ باب میں احادیث آمدہ در مدح زراعت و در ذم زراعت میں تطبیق پیش فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کھیتی باڑی اگر حد اعتدال میں کی جائے، کہ اس کی وجہ سے فرائض اسلام کی ادائیگی میں کوئی تساہل نہ ہو تو وہ کھیتی قاتل تعریف ہے۔ جس کی فضیلت حدیث واردہ میں نقل ہوئی ہے۔ اور اگر کھیتی باڑی میں اس قدر مشغولیت ہو جائے کہ ایک مسلمان اپنے دینی فرائض سے بھی غافل ہو جائے تو پھر وہ کھیتی قاتل تعریف نہیں رہتی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جو تبصرہ فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

هذا من اخباره صلى الله عليه وسلم بالمعربات لان المشاهد الان ان اكثر الظلم انما هو على اهل الحرث و قد اشار البخارى بالترجمة الى الجمع بين حديث ابى امامة والحديث الماضى فى فضل الزرع والغرس و ذالك باحد الامرین اما ان يحمل ماورد من الذم على عاقبة ذالك و محله اذا اشتغل به فضيع بسببه ما امر بحفظه و اما ان يحمل على ما اذا لم يضع انا انه جاوز الحد فيه والذى يظهر ان كلام ابى امامة محمول على من يعاطى ذالك بنفسه اما ان له عمال يعملون له و ادخل داره الالة المذكورة لتحتفظ لهم فليس مراد

لویمكن الحمل على عمومہ فان الذل شامل لكل من ادخل نفسه ما يستلزم مطالبة اخره و لا سيما اذا كان المطالب من الولاة و عن الداودی هذا لمن يقرب من العدو فانها اذا اشتغل بالحرث لا يشتغل بالفروسية فيتا سد عليه العدو فحقهم ان يشتغلوا بالفروسية و على غيرهم امدادهم بما يحتاجون اليه (فتح الباری)

یعنی یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی ان خبروں میں سے ہے جن کو مشاہدہ نے بالکل صحیح ثابت کر دیا۔ کیونکہ اکثر مظالم کاشتکار ہی ہوتے چلے آ رہے ہیں اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب سے حدیث ابی امامہ اور حدیث سابقہ بابت فضیلت زراعت و باغبانی میں تلبیح پر اشارہ فرمایا ہے اور یہ دو امور میں سے ایک ہے۔ اول تو یہ کہ جو خدمت وارد ہے اسے اس کے انجام پر محمول کیا جائے، اگر انجام میں اس میں اس قدر مشغولیت ہو گئی کہ اسلامی فرائض سے بھی غافل ہونے لگا۔ دوسرے یہ بھی کہ فرائض کو تو ضائع نہیں کیا مگر حد اعتدال سے آگے تجاوز کر کے اس میں مشغول ہو گیا تو یہ پیشہ اچھا نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابو امامہ والی حدیث ایسے ہی شخص پر وارد ہوگی جو خود اپنے طور پر اس میں مشغول ہو اور اس میں حد اعتدال سے تجاوز کر جائے۔ اور جس کے نوکر چاکر کام انجام دیتے ہوں اور حفاظت کے لئے آلات زراعت اس کے گھر میں رکھے جائیں تو ذم سے وہ شخص مراد نہ ہوگا۔ حدیث ذم عموم پر بھی محمول کی جاسکتی ہے کہ کاشتکاروں کو بسا اوقات ادائے مالہ کے لئے حکام کے سامنے ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ اور داؤدی نے کہا کہ یہ ذم اس کے لئے ہے جو دشمن سے قریب ہو، کہ وہ کھیتی باڑی میں مشغول رہ کر دشمن سے بے خوف ہو جائے گا اور ایک دن دشمن ان کے اوپر چڑھ بیٹھے گا۔ پس ان کے لئے ضروری ہے کہ سپاہ گری میں مشغول رہیں اور حاجت کی اشیاء سے دوسرے لوگ ان کی مدد کریں۔

زراعت باغبانی ایک بہترین فن ہے۔ بہت سے انبیاء، اولیاء، علماء زراعت پیشہ رہے ہیں۔ زمین میں قدرت نے اجناس اور پھلوں سے جو نعمتیں پوشیدہ رکھی ہیں ان کا نکالنا یہ زراعت پیشہ اور باغبان حضرات ہی کا کام ہے۔ اور جاندار مخلوق کے لئے جو اجناس اور چارے کی ضرورت ہے اس کا میا کرنے والا بوندہ تعالیٰ ایک زراعت پیشہ کاشتکاری ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف پھلوں سے ان فنوں کا ذکر آیا ہے۔ سورہ بقرہ میں مل جوتے والے بیل کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس فن کی شرافت میں کوئی شبہ نہیں ہے مگر دیکھا گیا ہے کہ زراعت پیشہ قومیں زیادہ تر مسکین اور غربت اور ذلت کا شکار رہتی ہیں۔ پھر ان کے سروں پر مالیانے کا پہاڑ ایسا خطرناک ہوتا ہے کہ بسا اوقات ان کو ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے۔ احادیث متعلقہ خدمت میں یہی پہلو ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ فن بہت قاتل تعریف اور باعث رفح درجات دارین ہے۔ آج کے دور میں اس فن کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ جب کہ آج غذائی مسئلہ بنی نوع انسان کے لئے ایک اہم ترین اقتصادی مسئلہ بن گیا ہے۔ ہر حکومت زیادہ سے زیادہ اس فن پر توجہ دے رہی ہے۔

ذلت سے مراد یہ ہے کہ حکام ان سے پیسہ وصول کرنے میں ان پر طرح طرح کے ظلم توڑیں گے۔ حافظ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے جیسا فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ اکثر ظلم کاشتکار کاشتکار لوگ ہی بنتے ہیں۔ بعض نے کہا ذلت سے یہ مراد ہے کہ جب رات دن کھیتی باڑی میں لگ جائیں گے تو سپاہ گری اور فنون جنگ بھول جائیں گے اور دشمن ان پر غالب ہو جائے گا۔

علامہ نووی احادیث زراعت کے ذیل فرماتے ہیں :- فی هذه الاحادیث فضیلة الغرس و فضیلة الزرع و ان اجر فاعلی ذالک مستمر مادام الغراس و الزرع و ما تولد منه الی يوم القيامة و قد اختلف العلماء فی اطیب المكاسب و افضلها فقیل التجارة و فقیل الصنعة بالید و فقیل الزراعة و هو الصحيح و قد بسطت ابضا حہ فی اخر باب الاطعمة من شرح المہذب و فی هذه الاحادیث ایضاً ان الثواب والاجر فی

الآخرة مختص بالمسلمین و ان الانسان یناب علی ماسرق من ماله او اتلفته دابة او طائر و نحوهما (نووی)

یعنی ان احادیث میں درخت لگانے اور کھیتی کرنے کی فضیلت وارد ہے۔ اور یہ کہ کاشتکار اور باغبان کا ثواب ہمیشہ جاری رہتا ہے جب تک بھی اس کی وہ کھیتی یا درخت رہتے ہیں۔ ثواب کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہ سکتا ہے۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے

کہ بہترین کسب کون سا ہے۔ کہا گیا ہے کہ تجارت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دستکاری بہترین کسب ہے۔ اور کہا گیا کہ بہترین کسب کھیتی باڑی ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور میں نے باب الاطعمہ شرح منہب میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ آخرت کا اجر و ثواب مسلمانوں ہی کے لئے خاص ہے اور یہ بھی ہے کہ کاشتکار کی کھیتی میں سے کچھ چوری ہو جائے یا جانور پرندے کچھ اس میں نقصان کر دیں تو ان سب کے بدلے کاشتکار کو ثواب ملتا ہے۔

یا اللہ! مجھ کو اور میرے بچوں کو ان احادیث کا مصداق بناؤ۔ جب کہ اپنا آپہلی پیشہ کاشتکاری ہی ہے، اور یا اللہ! اپنی برکتوں سے ہمیشہ نوازو۔ اور ہر قسم کی ذلت، مصیبت، پریشانی، تنگ حالی سے بچاؤ، آمین ثم آمین۔

باب کھیتی کے لئے کتابالانا

۳- بابُ افْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ

اس باب سے امام بخاری نے کھیتی کی اباحت ثابت کی کیونکہ جب کھیت کے لیے کتا رکھنا جائز ہوا تو کھیتی کرنا بھی درست ہو گا۔ حدیث باب سے کھیت یا شکار کی حفاظت کے لیے کتابالانے کا جواز نکلا۔ حافظ نے کہا اسی قیاس پر اور کسی ضرورت سے بھی کتے کا رکھنا جائز ہو گا۔ لیکن بلا ضرورت جائز نہیں۔

(۲۳۲۲) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے کوئی کتا رکھا، اس نے روزانہ اپنے عمل سے ایک قیراط کی کمی کر لی۔ البتہ کھیتی یا مویشی (کی حفاظت کے لیے) کتے اس سے الگ ہیں۔ ابن سیرین اور ابو صالح نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا، بحوالہ نبی کریم ﷺ کہ بکری کے ریوڑ، کھیتی اور شکار کے کتے الگ ہیں۔ ابو حازم نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ شکاری اور مویشی کے کتے (الگ ہیں)۔

۲۳۲۲- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطًا، إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ)). قَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَأَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ حَرْثٍ أَوْ صَيْدٍ)). وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ)). [طرفه في : ۲۳۲۴].

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھیتی کی حفاظت کے لیے بھی کتابالا جاسکتا ہے جس طرح سے شکار کے لیے کتابالانا جائز ہے۔ محض شوقیہ کتابالانا منع ہے۔ اس لیے کہ اس سے بہت سے خطرات ہوتے ہیں۔ بڑا خطرہ یہ کہ ایسے کتے موقع پاتے ہی برتنوں میں منہ ڈال کر ان کو گندا کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ آنے جانے والوں کو ستاتے بھی ہیں۔ ان کے کانٹے کا ڈر ہوتا ہے۔ اسی لئے ایسے گھریں رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے جس میں یہ موذی جانور رکھا گیا ہو۔ ایسے مسلمان کی نیکیوں میں سے ایک قیراط نیکیاں کم ہوتی رہتی ہیں جو بے منفعت کتے کو پالتا ہو۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ قبل سبب نقصان امتناع الملكة من دخول بيته او مابالحق المارين من الاذى اولان بعضها شياطين او عقوبة لمخالفة النهي اولو لو عندهمى الاوانى عند غفلة صاحبها فرېما يتنجس الطاهر منها فاذا استعمل فى العبادة لم يقع موقع الطاهر الخ۔

وفي الحديث الحث على تكثير الاعمال الصالحة والعهد من العمل بما ينقصها والتبهيه على اسباب الزيادة فيها والنقص منها ليجتنب او ترتكب و بيان لطف الله تعالى بخلقه في اباحة مالهم به نفع و تبليغ نبيهم صلى الله عليه وسلم امور معاشهم و معادهم و ليه ترجيح المصلحة الراجحة على المفسدة لوقوع استثناء ما ينفع به مما حرم اتخاذه (فتح الباري)

یعنی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہونے کا سبب ایک تو یہ کہ رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، یا یہ کہ اس کتے کی وجہ سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یا اس لئے بھی کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں۔ یا اس لئے کہ بلاوجود نبی کے گنا رکھا گیا، اس سے نیکی کم ہوتی ہے۔ یا اس لئے کہ وہ برتنوں میں منہ ڈالتے رہتے ہیں۔ جہاں گھر والے سے ذرا غفلت ہوئی اور کتے نے فوراً پاک پانی کو ناپاک کر ڈالا۔ اب اگر عبادت کے لئے وہ استعمال کیا گیا، تو اس سے پاکی حاصل نہ ہوگی۔ الغرض یہ جملہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے محض شوقیہ کتاب پالنے والوں کی نیکیاں روزانہ ایک ایک قیراط کم ہوتی رہتی ہیں۔ مگر تہذیب مغرب کا برا ہو آج کل کی نئی تہذیب میں کتاب پالنا بھی ایک فیشن بن گیا ہے۔ امیر گھرانوں میں محض شوقیہ پلنے والے کتوں کی اس قدر خدمت کی جاتی ہے کہ ان کے نسلانے دھلانے کے لئے خاص ملازم ہوتے ہیں۔ ان کی خوراک کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ استغفر اللہ! مسلمانوں کو ایسے فضول بے ہودہ فضول خرچی کے کاموں سے بسر حال پرہیز لازم ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث ہذا بہت سے فوائد پر مشتمل ہے جن میں سے اعمال صالحہ کی کثرت پر رغبت دلانا بھی ہے اور ایسے اعمال بد سے ڈرانا بھی جن سے نیکی برباد گناہ لازم آئے۔ حدیث ہذا میں ہر دو امور کے لئے تنبیہ ہے کہ نیکیاں بکھرتی جائیں اور برائیوں سے بکھرتی پرہیز کیا جائے۔ اور یہ بھی کہ اللہ کی اپنی مخلوق پر مہربانی ہے کہ جو چیز اس کے لئے نفع بخش ہے وہ مباح قرار دی ہے اور اس حدیث میں تبلیغ نبوی بابت امور معاش و معاد بھی مذکور ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض چیزیں حرام ہوتی ہیں جیسا کہ کتاب پالنا، مگر ان کے نفع بخش ہونے کی صورت میں ان کو مصلحت کی بنا پر مستثنیٰ بھی کر دیا جاتا ہے۔

۲۳۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ - رَجُلٌ مِنْ أَزْدِ شَنْوَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ - قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ اقْتَسَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطًا)). قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: بَلَى وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ)).

۲۳۲۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن خصیفہ نے، ان سے سائب بن یزید نے بیان کیا، کہ سفیان بن زہیر نے ازد شنوہ قبیلے کے ایک بزرگ سے سنا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جس نے کتاب پالا، جو نہ کھیتی کے لئے ہے اور نہ مویشی کے لئے، تو اس کی نیکیوں سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم! (میں نے ضرور آپ سے یہ سنا ہے۔

[طرفہ بی: ۳۳۲۵]

قیراط یہاں عند اللہ ایک مقدار معلوم ہے۔ مراد یہ کہ بے حد نیکیاں کم ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجوہ بہت ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایسے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، دوسرے یہ کہ ایسا کتاب گزرنے والوں اور آنے جانے والے مسمانوں پر حملہ کے لئے دوڑتا ہے جس کا

گناہ کتابالے والے پر ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ گھر کے برتنوں کو منہ ڈال ڈال کر نپاک کرتا رہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ وہ نجاستیں کھا کھا کر گھر پر آتا ہے اور بدبو اور دیگر امراض اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور بھی بہت سی وجوہ ہیں۔ اس لئے شریعت اسلامی نے گھر میں بے کار کتا رکھنے کی سختی کے ساتھ ممانعت کی ہے۔ شکاری کتے اور تربیت دیئے ہوئے دیگر جانور کتے اس سے الگ ہیں۔

باب کھیتی کے لئے بیل سے کام لینا۔

۲۳۲۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ قَالٍ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى بَقْرَةٍ انْفَتَحَ إِلَيْهِ فَقَالَتْ: لِمَ أُخْلِقُ لِهَذَا، خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ. قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ. وَأَخَذَ الذَّنْبُ شَاةً فَتَبَعَهَا الرَّاعِي، فَقَالَ الذَّنْبُ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السُّبُعِ، يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي؟ قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ)). قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: وَمَا هُمَا يَوْمَيْنِ فِي الْقَوْمِ.

۲۳۲۴- ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے انہوں نے ابو سلمہ سے سنا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (نبی اسرائیل میں سے) ایک شخص بیل پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ اس بیل نے اس کی طرف دیکھا اور اس سوار سے کہا کہ میں اس کے لئے نہیں پیدا ہوا ہوں، میری پیدائش تو کھیت جوتنے کے لئے ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابو بکر و عمر بھی ایمان لائے۔ اور ایک دفعہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری پکڑ لی تھی تو گڈریے نے اس کا پیچھا کیا۔ بھیڑیا بولا، آج تو تو اسے بچاتا ہے۔ جس دن (مدینہ اجاڑ ہو گا) درندے ہی درندے رہ جائیں گے۔ اس دن میرے سوا کون بکریوں کا چرانے والا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم بھی۔ ابو سلمہ نے کہا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔

۳۶۹۰، ۳۶۶۳، ۳۴۷۱.]

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب کے تحت اس حدیث کو درج فرمایا۔ جس میں ایک اسرائیلی مرد کا اور ایک بیل کا مکالمہ مذکور ہوا ہے۔ وہ اسرائیلی بیل کو سواری کے کام میں استعمال کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیل کو انسانی زبان میں بولنے کی طاقت دی اور وہ کہنے لگا کہ میں کھیتی کے لئے پیدا ہوا ہوں، سواری کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ چونکہ یہ بولنے کا واقعہ خرق عادت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اللہ پاک اس پر قادر ہے کہ وہ بیل جیسے جانور کو انسانی زبان میں گفتگو کی طاقت بخش دے۔ اس لئے اللہ کے محبوب رسول ﷺ نے اس پر اظہار ایمان فرمایا۔ بلکہ ساتھ ہی حضرات شیخین کو بھی شامل فرمایا کہ آپ کو ان پر احمہ کامل تھا حالانکہ وہ ہر دو وہاں اس وقت موجود بھی نہ تھے۔ وانما قال ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم لفة بهما العلمة بصدق ايمانهما وقوة يقينهما وكمال معرفتهما بقدره الله تعالى (یعنی آنحضرت ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ آپ کو ان ہر دو پر احمہ تھا۔ آپ ان کے ایمان اور یقین کی صداقت اور قوت سے واقف تھے۔ اور جانتے تھے کہ ان کو بھی قدرت الہی کی معرفت بدرجہ کمال حاصل ہے۔ اس لئے آپ نے اس ایمان میں ان کو بھی شریک فرمایا۔ رضی اللہ عنہما وارضاهما۔

حدیث کا دوسرا حصہ بھیڑیے سے متعلق ہے جو ایک بکری کو پکڑ کر لے جا رہا تھا کہ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور اللہ نے بھیڑیے کو انسانی زبان میں بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے چرواہے سے کہا کہ آج تو تم نے اس بکری کو مجھ سے چھڑا لیا۔ مگر اس

دن ان بکریوں کو ہم سے کون چمڑائے گا جس دن مینہ اجاڑ ہو جائے گا اور بکریوں کا چرواہا ہمارے سوا کوئی نہ ہو گا۔ قال القرطبی کانہ یشور الی حدیث ابی ہریرۃ المعروف بتروکون المدینۃ علی غیر ما کانت لا یشھاھا الا العوالی یرید السباع والطيور قرطبی نے کہا کہ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو مرفوعاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ مینہ کو خیریت کے ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ واپسی پر دیکھیں گے کہ وہ سارا شہر درندوں، چرندوں اور پرندوں کا مسکن بنا ہوا ہے۔ اس بھیڑیے کی آواز پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ایمان فرماتے ہوئے حضرات صاحبین کو بھی شریک فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب منعقد فرمایا تھا وہ حدیث میں تیل کے مکالمہ والے حصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان جب سے عالم شعور میں آکر زراعت کی طرف متوجہ ہوا تو زمین کو قتل کاشت بنانے کے لئے اس نے زیادہ تر تیل ہی کا استعمال کیا ہے۔ اگرچہ گدھے، گھوڑے، اونٹ، مینے بھی بعض بعض ملکوں میں ہلوں میں جوتے جاتے ہیں۔ مگر عموم کے لحاظ سے تیل ہی کو قدرت نے اس خدمت جلیلہ کا اہل بنایا ہے۔ آج اس مشینی دور میں بھی تیل بغیر چارہ نہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

۵- بَابُ إِذَا قَالَ أَكْفَيْهِ مَوْنَةً
بَابُ بَلْغِ وَالْأَكْسَى سَعَى كَمَا أَنَّ تَوَسُّبَ دَرَّخْتِمْ وَغَيْرِهِ كِي دِيكِهِ
بھال کر، تو اور میں پھل میں شریک رہیں گے

چونکہ مسائل زراعت کا ذکر ہو رہا ہے اسلئے ایک صورت کاشتکاری کی یہ بھی ہے جو باب میں بتلائی گئی کہ کھیت یا باغ والا کسی کو شریک کرے اس شرط پر کہ اس کے کھیت یا باغ میں کل محنت وہ صرف کرے گا اور پیداوار نصفاً نصف تقسیم ہو جائے گی۔ یہ صورت شرعاً جائز ہے جیسا کہ حدیث باب میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مینہ تشریف لائے تو انصار نے ازراہ ہمدردی و اخوت اپنی زمینوں، باغوں کو ماجرین میں تقسیم کرنا چاہا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ شرکت کار کی تجویز پر اتفاق ہو گیا کہ ماجرین ہمارے کھیتوں یا کھجور کے باغوں میں کام کریں اور پیداوار تقسیم ہو جایا کرے۔ اس پر سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ اور سمعنا و اطعنا سے اظہار رضامندی فرمایا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ابتدائے اسلام ہی سے عام طور پر مسلمانوں کا یہ رجحان طبع رہا ہے کہ وہ خود اپنے بل بوتے پر زندگی گذاریں اور اللہ کے سوا اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں۔ اور رزق حلال کی تلاش کے لئے ان کو جو بھی دشوار سے دشوار راستہ اختیار کرنا پڑے، وہ اسی کو اختیار کر لیں۔ مسلمانوں کا یہی جذبہ تھا جو بعد کے زمانوں میں بھگل تجارت اشاعت اسلام کے لئے ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوا۔ اور اہل اسلام نے تجارت کے لئے دنیا کے کونے کونے کو چھان مارا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جنگ گئے اسلام کی زندہ جیتی جاگتی تصویر بن کر گئے۔ اور دنیا کے لئے پیغامِ رحمت ثابت ہوئے۔ صد افسوس کہ آج یہ باتیں خواب و خیال بن کر رہ گئی ہیں۔ اللہ اشاء اللہ، رحمہ اللہ علینا۔ آمین۔

ان حقائق پر ان مغرب زدہ نوجوانوں کو بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جو اسلام کو محض ایک خانگی معاملہ کہہ کر سیاستِ معیشت سے الگ سمجھ بیٹھے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ اسلام نے نوع انسانی کی ہر ہر شعبہ زندگی میں پوری پوری رہنمائی کی ہے، اسلام فطری قوانین کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔

۲۳۲۵- حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ
أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّنَادِ عَنْ
الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ

ہمارے باغات آپ ہم میں اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں تقسیم فرما دیں۔ آپ نے انکار کیا تو انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ آپ لوگ درختوں میں محنت کرو، ہم تم میوے میں شریک رہیں گے۔ انہوں نے کہا اچھا، ہم لے سنا اور قبول کیا۔

قَالَ: ((قَالَ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَسْمِنُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ. قَالَ: لَا. فَقَالُوا: تَكْفُونَا الْمُوْنَةَ وَنَشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ. قَالُوا: سَمِعْنَا وَأَعْطْنَا)).
[طرفہ فی: ۲۷۱۹، ۳۷۸۲].

تشریح معلوم ہوا یہ صورت جائز ہے کہ باغ یا زمین ایک شخص کی ہو اور کام اور محنت دوسرا شخص کرے، دونوں پیداوار میں شریک ہوں۔ اس کو مساقات کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جو انصار کو زمین تقسیم کر دینے سے منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یقین تھا کہ مسلمانوں کی ترقی بہت ہوگی، بہت سی زمینیں ملیں گی۔ تو انصار کی زمین انہی کے پاس رہنا آپ نے مناسب سمجھا۔

۶- بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ
وَقَالَ أَنَسٌ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّخْلِ فَقَطَعَ.
باب میوہ دار درخت اور کھجور کے درخت کاٹنا۔
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے۔

یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جو باب المساجد میں اوپر موصولاً گزر چکی ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی ضرورت سے یا دشمن کا نقصان کرنے کے لئے جب اس کی حاجت ہو تو میوہ دار درخت کاٹنا یا کھیتی باغ جلا دینا درست ہے۔

۲۳۲۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانٌ:
(۲۳۲۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہ ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بنی النضیر کے کھجوروں کے باغ جلا دیئے اور کاٹ دیئے۔ ان ہی کے باغات کا نام بویرہ تھا۔ اور حسان بن علی رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے۔

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤْيٍ
يَخْرِيقُ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرٌ
بنی لوی قریش کے سرداروں پر (غلبہ کو) بویرہ کی آگ نے آسان بنا دیا جو ہر طرف پھیلتی ہی جا رہی تھی۔

[أطرافہ فی: ۳۰۲۱، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲،

[۴۸۸۴]

تشریح بنی لوی قریش کو کہتے ہیں۔ اور سراة کا ترجمہ عمائد اور معززین۔ بویرہ ایک مقام کا نام ہے جہاں بنی النضیر یہودیوں کے باغات تھے۔ ہوا یہ تھا کہ قریش ہی کے لوگ اس پہاڑی کے باعث ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے بنی قریظہ اور بنی النضیر کو بھڑکا کر آنحضرت ﷺ سے عداوت کرائی۔ بعض نے کہا آپ نے یہ درخت اس لئے جلوائے کہ جنگ کے لئے صاف میدان کی ضرورت تھی۔ تاکہ دشمنوں کو چھپ رہنے کا اور کین گاہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ بحالت جنگ بہت سے امور سامنے آتے ہیں۔ جن میں قیادت کرنے والوں کو بہت سوچنا پڑتا ہے۔ کھیتوں اور درختوں کا کاٹنا اگرچہ خود انسانی اقتصادی نقصان ہے مگر بعض شدید ضرورتوں

کے تحت یہ بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آج کے نام نہاد مذہب لوگوں کو دیکھو گے کہ جنگ کے دنوں میں وہ کیا کیا حرکات کر جاتے ہیں۔ بھارت کے غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جو مظالم جنہاں ڈھائے وہ تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔ جنگ عظیم میں یورپی اقوام نے کیا کیا حرکتیں کیں۔ جن کے تصور سے جسم پر لڑہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور آج بھی دنیا میں اکثریت اپنی اقلیتوں پر جو ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہے وہ دنیا پر روشن ہے۔ بہر حال حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب

۷- باب

اس میں کوئی ترجمہ مذکور نہیں ہے گویا یہ باب پہلے باب کی ایک فصل ہے اور مناسبت یہ ہے کہ جب بیٹائی ایک میعاد کے لئے جائز ہوئی تو مدت گزرنے کے بعد زمین کا مالک یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا درخت یا کھیتی اکھاڑ لے جاؤ۔ پس درخت کا کاٹنا ثابت ہوا۔ اگلے باب کا یہی مطلب تھا۔

(۲۳۲۷) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، کہنا ہم کو یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہیں حنظلہ بن قیس انصاری نے، انہوں نے رافع بن خدیج بن حذافہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مدینہ میں ہمارے پاس کھیت اوروں سے زیادہ تھے۔ ہم کھیتوں کو اس شرط کے ساتھ دوسروں کو جو تنے اور بونے کے لئے دیا کرتے تھے کہ کھیت کے ایک حقیرہ حصے (کی پیداوار) مالک زمین لے گا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ خاص اسی حصے کی پیداوار ماری جاتی اور سارا کھیت سلامت رہتا۔ اور بعض دفعہ سارے کھیت کی پیداوار ماری جاتی اور یہ خاص حصہ بچ جاتا۔ اس لئے ہمیں اس طرح معاملہ کرنے سے روک دیا گیا۔ اور سونا اور چاندی کے بدل ٹھیکہ دینے کا تو اس وقت رواج ہی نہ تھا۔

نقدی کرایہ کا معاملہ اس وقت نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس صورت مذکورہ میں مالک اور کاشتکار ہر دو کے لئے نفع کے ساتھ نقصان کا بھی ہر وقت احتمال تھا۔ اس لئے اس صورت سے اس معاملہ کو منع کر دیا گیا۔

باب آدھی یا کم وزیادہ پیداوار پر بیٹائی کرنا

(یہ بلا تردد جائز ہے) اور قیس بن مسلم نے بیان کیا اور ان سے ابو جعفر نے بیان کیا کہ مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھرا یا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پر کاشتکاری نہ کرتا ہو۔ حضرت علی اور سعد بن مالک اور عبد اللہ بن مسعود اور عمر بن عبد العزیز اور قاسم اور عروہ اور حضرت ابو بکر کی اولاد اور حضرت عمر کی اولاد اور حضرت علی کی اولاد اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم اجمعین سب بیٹائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ اور

۲۳۲۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسِ الْأَنْصَارِيِّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ قَالَ: ((كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مُزْدَرَعًا، كُنَّا نَكْرِي الْأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسْمًى لِسَيْدِ الْأَرْضِ، قَالَ لَمِمَّا يُصَابُ ذَلِكَ وَتَسْلِمُ الْأَرْضُ وَمِمَّا يُصَابُ الْأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذَلِكَ، فَهِنَا. وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ)).

۸- بَابُ الْمُرَاعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: مَا فِي الْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةَ إِلَّا يَزْرَعُونَ عَلَى الثَّلَاثِ وَالرَّبِيعِ. وَزَارِعٌ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَآبُو

سیرین. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ: كُنْتُ أَشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ فِي الْبُرْزَعِ. وَعَاصِلُ عُمَرَ النَّاسِ عَلَى إِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَدْرِ مِنْ عِنْدِهِ فَلَهُ الشُّطْرُ، وَإِنْ جَاءُوا بِالْبَدْرِ فَلَهُمْ كَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الْأَرْضُ لِأَحَدِهِمَا فَيُنْفِقَانِ جَمِيعًا، فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا. وَرَأَى ذَلِكَ الزُّهْرِيُّ. وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ أَنْ يُجْتَنِيَ الْقَطْنُ عَلَى النَّصَبِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ: لَا بَأْسَ أَنْ يُغَطِيَ الثَّوْبُ بِالثَّلْثِ أَوْ الرَّبِيعِ وَنَحْوِهِ: وَقَالَ مَعْمَرٌ: لَا بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الْمَاثِبَةُ عَلَى الثَّلْثِ وَالرَّبِيعِ إِلَى أَجْلِ مُسْمَى.

عبدالرحمن بن اسود نے کہا کہ میں عبدالرحمن بن یزید کے ساتھ کھیتی باڑی میں ساجھی رہا کرتا تھا اور حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کاشت کا معاملہ اس شرط پر طے کیا تھا کہ اگر بیج وہ خود (حضرت عمرؓ) میا کریں تو پیداوار کا آدھا حصہ لیں، اور اگر تخم ان لوگوں کا ہو جو کام کریں گے تو پیداوار کے اتنے حصے کے وہ مالک ہوں۔ حسن بصریؒ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی ایک شخص کی ہو اور اس پر خرچ دونوں (مالک اور کاشتکار) مل کر کریں۔ پھر جو پیداوار ہو اسے دونوں بانٹ لیں۔ زہریؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔ اور حسن نے کہا کہ کہاس اگر آدمی (لینے کی شرط) پر چنی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم، ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ (کپڑا بننے والوں کو) دھاگا اگر تھائی، چوتھائی یا اسی طرح کی شرکت پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ معمر نے کہا کہ اگر جانور ایک مہینہ مدت کے لئے اس کی تھائی یا چوتھائی کھائی پر دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

باب کے ذیل میں کئی ایک اثر مذکور ہوئے ہیں جن کی تفصیل یہ کہ ابو جعفر مذکور امام محمد باقرؑ کی کنیت ہے جو امام جعفر صادقؑ کے والد ہیں۔ حضرت علی اور سہ اور ابن مسعود اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے اثروں کو ابن ابی شیبہ نے اور قاسم کے اثر کو عبدالرزاق نے اور عروہ کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے امام محمد باقر سے نکالا۔ اس میں یہ ہے ان سے بیٹائی کو پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے ابو بکر اور عمر اور علی سب کے خاندان والوں کو یہ کرتے دیکھا ہے۔ اور ابن سیرین کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور عبدالرحمن بن اسود کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور نسائی نے وصل کیا اور حضرت عمرؓ کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی اور طحاوی نے وصل کیا۔

امام بخاریؒ کا مطلب اس اثر کے لائنے سے یہ ہے کہ مزارعت اور عمامہ دونوں ایک ہیں۔ بعض نے کہا جب تخم زمین کا مالک دے تو وہ مزارعت ہے اور جب کام کرنے والا تخم اپنے پاس سے ڈالے تو وہ عمامہ ہے۔ بہر حال مزارعت اور عمامہ امام احمد اور نویمہ اور ابن منذر اور خطابی کے نزدیک درست ہے اور باقی علماء نے اس کو ناجائز کہا ہے۔ لیکن صحیح مذہب امام احمد کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ حسن بصری کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور زہری کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے وصل کیا اور ابراہیم کے قول کو ابو بکر اثر نے اور ابن سیرین کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطاء اور قتادہ اور حکم اور زہری کے بھی اقوال کو انہوں ہی نے وصل کیا۔ (خلاصہ از وحیدی)

مطلب یہ ہے کہ مزارعت کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً فی بیگمہ لکن بصورت روپیہ مقرر کر لیا جائے، یہ صورت بہر حال جائز ہے۔ ایک صورت یہ کہ مالک زمین کا کوئی قطعہ اپنے لئے خاص کر لے کہ اس کی پیداوار خاص میری ہوگی یا مالک غلہ طے کر لے کہ پیداوار کچھ بھی ہو، میں اتنا غلہ لوں گا۔ یہ صورتیں اس لئے ناجائز ہیں کہ معاملہ کرتے وقت دونوں فریق ناواقف ہیں۔ مستقبل میں ہر دو

کے لئے نفع و نقصان کا احتمال ہے۔ اس لئے شریعت نے ایسے دھوکے کے معاملہ سے روک دیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ تہائی یا چوتھائی پر معاملہ کیا جائے یہ صورت بہر حال جائز ہے۔ اور یہاں اسی کا بیان مقصود ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں :- والحق ان البخاری انما اراد بسياق هذه الاثار الاشارة الى ان الصحابة لم ينقل عنهم خلاف في الجواز خصوصا اهل المدينة فيلزم من يقدم عملهم على الاخبار المرفوعة ان يقولوا بالجواز على قاعدتهم (فتح الباری) یعنی حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ان آثار کے یہاں ذکر کرنے سے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرام سے جواز کے خلاف کچھ منقول نہیں ہے خاص طور پر مدینہ والوں سے۔

(۲۳۲۸) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے) وہاں (کی زمین میں) پھل کھیتی اور جو بھی پیداوار ہو اس کے آدھے حصے پر معاملہ کیا تھا۔ آپ اس میں سے اپنی بیویوں کو سو وسق دیتے تھے۔ جس میں اسی وسق کھجور ہوتی اور بیس وسق جو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) جب خیبر کی زمین تقسیم کی تو ازواج مطہرات کو آپ نے اس کا اختیار دیا کہ (اگر وہ چاہیں تو) انہیں بھی وہاں کا پانی اور قطعہ زمین دے دیا جائے۔ یا وہی پہلی صورت باقی رکھی جائے۔ چنانچہ بعض نے زمین لینا پسند کیا۔ اور بعض نے (پیداوار سے) وسق لینا پسند کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمین ہی لینا پسند کیا تھا۔

۲۳۲۸- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ)) عَامِلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ تَمْرٍ أَوْ زُرْعٍ، فَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ. ثَمَانُونَ وَسَقٍ تَمْرًا، وَعِشْرُونَ وَسَقًا شَعِيرًا. فَكَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ فَخَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يُقَطَّعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ يُنْضَى لَهُنَّ؛ فَمَنْهِنَّ مَنْ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَمِنْهِنَّ مَنْ اخْتَارَ الْوَسْقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتْ (الأرض)). [راجع: ۲۲۸۵]

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر والوں سے نصف پیداوار پر معاملہ کیا۔ رسول کریم ﷺ نے ازواج مطہرات کے لئے فی نفر سو وسق غلہ مقرر فرمایا تھا۔ یہی طریقہ عہد صدیقی میں رہا۔ مگر عہد فاروقی میں یہودیوں سے معاملہ ختم کر دیا گیا۔ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو غلہ یا زمین ہر دو کا اختیار دے دیا تھا۔ ایک وسق چار من اور بارہ سیر وزن کے برابر ہوتا ہے۔

بذیل حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عامل خیبر بشطر ما ینخرج منها حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

هذا الحديث هو عمدة من اجاز المزارعة والمخابرة لتقرير النبي صلی اللہ علیہ وسلم كذالك واستمراره على عهد ابی بکر الی ان اجلاهم عمر كما سياتي بعد ابواب استئبل به على جواز المساقات في النخل والكرم و جميع الشجر الذي من شانہ ان یشمر بجزء معلوم يجعل للعامل من العمرة و به قال الجمهور (فتح الباری) یعنی یہ حدیث عہدہ دلیل ہے اس کی جو مزارعت اور مخابرہ کو جائز قرار دیتا ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی طریق کار کو قائم رکھا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی دستور رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا۔ آپ نے بعد میں ان یہود کو خیبر سے جلا وطن کر دیا تھا۔ کھیتی کے علاوہ جملہ پھل دار درختوں میں بھی یہ معاملہ جائز قرار دیا گیا کہ کارکنان کے لئے مالک پھلوں کا کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جمہور کا یہی فتویٰ ہے۔

اس میں کھیت اور باغ کے مالک کا بھی فائدہ ہے کہ وہ بغیر محنت کے پیداوار کا ایک حصہ حاصل کر لیتا ہے اور محنت کرنے والے کے لئے بھی سہولت ہے کہ وہ زمینات سے اپنی محنت کے نتیجہ میں پیداوار لے لیتا ہے۔ محنت کش طبقہ کے لئے یہ وہ اعتراف کا راستہ ہے جو اسلام نے پیش کر کے ایسے مسائل کو حل کر دیا ہے۔ توڑ پھوڑ، فتنہ، تخریب کاری کا وہ راستہ جو آج کل بعض جماعتوں کی طرف سے محنت کش لوگوں کو ابھارنے کے لئے دنیا میں جاری ہے، یہ راستہ شرعاً بالکل غلط اور قطعاً ناجائز ہے۔

باب اگر بیٹائی میں سالوں کی تعداد

۹- بَابُ إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السَّيِّئِينَ فِي

مقرر نہ کرے؟

الْمَزَارَعَةِ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ صراحت نہیں کی کہ وہ جائز ہے یا ناجائز۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ مزارعت میں جب میعاد نہ ہو تو وہ جائز ہے یا نہیں؟ ابن بطلان نے کہا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور دلیل ان کی یہی حدیث ہے۔ ایسی صورت میں زمین کے مالک کو اختیار ہو گا کہ جب چاہے کاشتکار کو نکال دے۔ (وحیدی)

(۲۳۳۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے پھل اور اناج کی آدمی پیداوار پر وہاں کے رہنے والوں سے معاملہ کیا تھا۔

۲۳۲۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((عَامَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ تَمْرٍ أَوْ زَرْعٍ)).

[راجع: ۲۲۸۵]

باب:-

۱۰- بَابُ

(۲۳۳۰) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہ عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے طاؤس سے عرض کیا، کاش! آپ بیٹائی کا معاملہ چھوڑ دیتے، کیوں کہ ان لوگوں (رائع بن خدیج اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ) کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس پر طاؤس نے کہا کہ میں تو لوگوں کو زمین دیتا ہوں اور ان کا فائدہ کرتا ہوں۔ اور صحابہ میں جو بڑے عالم تھے انہوں نے مجھے خبر دی ہے۔ آپ کی مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہیں روکا۔ بلکہ آپ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو (اپنی زمین) مفت دے دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا محصول لے۔

۲۳۳۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: قُلْتُ لِبِطَاوَسٍ: لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابِرَةَ: فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُ. قَالَ: أَيُّ عَمْرُو، إِنِّي أَغْطِيهِمْ وَأَعِينُهُمْ. وَإِنْ أَغْلَمْتَهُمْ أَخْبِرَنِي - يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: ((أَنْ يَمْنَحَ أَحَدَكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَغْلُومًا)).

[طرفاہ فی: ۲۳۴۲، ۲۶۳۴]

امام طحاوی نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نکالا۔ انہوں نے کہا، اللہ رافع بن خدیج کو بخشے، میں ان سے زیادہ اس حدیث کو جانتا ہوں۔ ہوا یہ تھا کہ دو انصاری آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لڑتے آئے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہارا یہ حال ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر مت دیا کرو۔ رافع نے یہ لفظ سن لیا کہ کھیتوں کو کرایہ پر مت دیا کرو۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کرایہ پر دینے کو منع نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے یہ برا سمجھا کہ اس کے سبب سے لوگوں میں فساد اور جھگڑا پیدا ہو۔ ہاں یہ مفہوم بھی درست ہے کہ اگر کسی کے پاس قاتل زمین بیکار پڑی ہوئی ہے تو ہتر ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی کو بطور بخشش دے دے کہ وہ اس زمین سے فائدہ حاصل کر سکے۔ ویسے قانونی حیثیت میں تو بہر حال وہ اس کا مالک ہے۔ اور بیٹائی یا کرایہ پر بھی دے سکتا ہے۔

لفظ مخابره بیٹائی پر کسی کے کھیت کو جوٹنے اور بونے کو کہتے ہیں۔ جب کہ بیج بھی کام کرنے والے ہی کا ہو۔ عام اصطلاح میں اسے بیٹائی کہا جاتا ہے۔ خبیرہ حصہ کو بھی کہتے ہیں، اسی سے مخابره نکلا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ لفظ خبیر سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیر والوں سے یہی معاملہ کیا تھا کہ آدمی پیداوار وہ لے لیں آدمی آپ کو دیں۔ بعض نے کہا کہ یہ لفظ خبار سے نکلا ہے جس کے معنی نرم زمین کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ فدفعنا فی خبار من الارض یعنی ہم نرم زمین میں پھینک دیئے گئے۔ نووی نے کہا کہ مخابره اور مزارعہ میں یہ فرق ہے کہ مخابره میں تخم عامل کا ہوتا ہے نہ کہ مالک زمین کا۔ اور مزارعہ میں تخم مالک زمین کا ہوتا ہے۔

۱۱- بَابُ الْمَزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُودِ باب یہود کے ساتھ بیٹائی کا معاملہ کرنا

اس باب کے لائنے سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ مزارعت جیسی مسلمانوں میں آپس میں درست ہے ویسی ہی مسلمان اور کافر میں بھی درست ہے اور چونکہ حدیث میں صرف یہود کا ذکر تھا۔ لہذا ترجمہ باب میں ان ہی کو بیان کیا۔ اور جب یہود کے ساتھ مزارعت کرنا جائز ہوا تو ہر ایک غیر مسلم کے ساتھ جائز ہو گا۔ اس قسم کے دنیاوی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی معاملات میں اسلام نے مذہبی تنگ نظری سے کام نہیں لیا ہے۔ بلکہ ایسے جملہ امور میں صرف مفاد انسانی کو سامنے رکھ کر مسلم اور غیر مسلم ہر دو کا باہمی معاملہ جائز رکھا ہے۔ ہاں عدل ہر جگہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ ﴿إِغْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾ (المائدہ: ۸) کا یہی مفہوم ہے کہ عدل کرو یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ عدل کا مطالبہ مسلم اور غیر مسلم سب سے یکساں ہے۔ آج کے زمانہ میں اہل اسلام زمین کے ہر حصے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور بسا اوقات غیر مسلم لوگوں سے ان کے دنیاوی معاملات لین دین وغیرہ کا تعلق رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آج سے چودہ سو سال قبل ایسے حالات کا اندازہ تھا۔ اس لئے دنیاوی امور میں مذہبی تعصب سے کام نہیں لیا گیا۔

۲۳۳۱- حَدَّثَنَا بَنُ مِقَاتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ غَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُودَ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا)). [راجع: ۲۲۸۵]

(۲۳۳۱) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں عبید اللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر سونپی تھی کہ اس میں محنت کریں اور جو تیس بوئیں اور اس کی پیداوار کا آدھا حصہ لیں۔

باب بیٹائی میں کون سی شرطیں لگانا

مکروہ ہے۔

(۲۳۳۲) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان بن

۱۲- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الشَّرْوَطِ

فی الْمَزَارَعَةِ

۲۳۳۲- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ

عیینہ نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید انصاری نے، انہوں نے حنظلہ زرقی سے سنا کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے پاس مدینہ کے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زمین زیادہ تھی۔ ہمارے یہاں طریقہ یہ تھا کہ جب زمین بصورت جنس کراہیہ پر دیتے تو یہ شرط لگا دیتے کہ اس حصہ کی پیداوار تو میری رہے گی۔ اور اس حصہ کی تمہاری رہے گی۔ پھر کبھی ایسا ہوتا کہ ایک حصہ کی پیداوار خوب ہوتی اور دوسرے کی نہ ہوتی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس طرح معاملہ کرنے سے منع فرمایا۔

أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ حَنْظَلَةَ الزُّرْقِيُّ عَنِ رَافِعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ حَقْلًا، وَكَانَ أَحَدُنَا يُكْرِي أَرْضَهُ لِقَوْلِهِ: هَذِهِ الْقِطْعَةُ لِي وَهَذِهِ لَكَ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ ذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ، فَهَنَاهُمْ النَّبِيُّ ﷺ)).

[راجع: ۲۲۸۶]

یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک فاسد شرط ہے کہ یہاں کی پیداوار میں لوں گا وہاں کی تولے۔ یہ سراسر نزاع کی صورت ہے۔ اسی لئے ایسی شرطیں لگانا مکروہ قرار دیا گیا۔

باب جب کسی کے مال سے ان کی اجازت بغیر ہی کاشت کی اور اس میں ان کا ہی فائدہ رہا ہو۔

۱۳- بَابُ إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بَغَيْرِ إِذْنِهِمْ، وَكَانَ فِي ذَلِكَ صَلَاحٌ لَهُمْ

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں وہی تین آدمیوں کی حدیث بیان کی جو اوپر ذکر ہو چکی ہے اور ترجمہ باب تیسرے شخص کے بیان سے نکلا کہ اس نے مزدور کی بے اجازت اس کے مال کو کام میں لگایا اور اس کے لئے فائدہ کمایا، اور اگر ایسا کرنا گناہ ہوتا تو یہ شخص اس کام کو دفع بلا کا وسیلہ کیوں بناتا۔ (وحیدی)

۲۳۳۳- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا ثَلَاثَةٌ نَفَرٍ يَمْشُونَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوُّوا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَانطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلَّهِ فَادْعُوا اللَّهَ بِهَا لَعَلَّهُ يَفْرَجَهَا عَنْكُمْ.

(۲۳۳۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے ابو صمرہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تین آدمی کہیں چلے جا رہے تھے کہ بارش نے ان کو آلیا۔ تینوں نے ایک پہاڑ کی غار میں پناہ لے لی، اچانک اوپر سے ایک چٹان غار کے سامنے آ گری، اور انہیں (غار کے اندر) بالکل بند کر دیا۔ اب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تم لوگ اب اپنے ایسے کاموں کو یاد کرو۔ جنہیں تم نے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہو۔ اور اسی کام کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ ممکن ہے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو ٹال دے۔ چنانچہ ایک شخص نے دعا شروع کی۔ اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لئے (جانور) چرایا کرتا تھا۔ پھر جب واپس

قَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَلِي صَبِيَّةٌ صِغَارٌ كُنْتُ

ہو تا تو دودھ دوہتا۔ سب سے پہلے اپنی اولاد سے بھی پہلے، میں والدین ہی کو دودھ پلاتا تھا۔ ایک دن دیر ہو گئی اور رات گئے تک گھر واپس آیا۔ اس وقت میرے ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور (اس کا پیالہ لے کر) میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں۔ لیکن اپنے بچوں کو بھی (والدین سے پہلے) پلاتا مجھے پسند نہیں تھا۔ بچے صبح تک میرے قدموں پر پڑے تڑپتے رہے، پس اگر تیرے نزدیک بھی میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لئے تھا تو (غار سے اس چٹان کو ہٹا کر) ہمارے لئے اتنا راستہ بنا دے کہ آسمان نظر آسکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے راستہ بنا دیا اور انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے نے کہا اے اللہ! میری ایک بچا زاد بہن تھی۔ مرد عورتوں سے جس طرح کی انتہائی محبت کر سکتے ہیں، مجھے اس سے اتنی ہی محبت تھی۔ میں نے اسے اپنے پاس بلانا چاہا۔ لیکن وہ سو دینار دینے کی صورت میں راضی ہوئی۔ میں نے کوشش کی اور وہ رقم جمع کی۔ پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا، تو اس نے مجھ سے کہا، اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور اس کی امر کو حق کے بغیر نہ توڑ۔ میں یہ سنتے ہی دور ہو گیا۔ اگر میرا یہ عمل تیرے علم میں بھی تیری رضای کے لئے تھا تو (اس غار سے) پتھر کو ہٹا دے۔ پس غار کا منہ کچھ اور کھلا۔ اب تیسرا بولا کہ اے اللہ! میں نے ایک مزدور تین فرق چاول کی مزدوری پر مقرر کیا تھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا۔ تو مجھ سے کہا کہ اب میری مزدوری مجھے دے دے۔ میں نے پیش کر دی لیکن اس وقت وہ انکار کر بیٹھا۔ پھر میں برابر اس کی اجرت سے کاشت کرتا رہا۔ اور اس کے نتیجے میں بڑھنے سے بیل اور چرواہے میرے پاس جمع ہو گئے۔ اب وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ اللہ سے ڈر! میں نے کہا کہ بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جا اور اسے لے لے۔ اس نے کہا، اللہ سے ڈر! اور مجھ سے مذاق نہ کر، میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں (یہ سب تیرا ہی ہے، اب تم اسے لے جاؤ۔ پس اس نے ان سب پر قبضہ کر لیا۔ الہی!

أَرْعَى عَلَيْهِمْ فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ
فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيْهِ أَسْقِيَهُمَا قَبْلَ نَبِيِّ. وَإِنِّي
اسْتَأْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ آتِ حَتَّى
أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا
كُنْتُ أُحْلِبُ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُوسِهِمَا وَ
أَكْرَهُ أَنْ أَوْفِظَهُمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِي
الصَّيِّئَةَ وَالصَّيِّئَةَ يَتَصَاغُونَ عِنْدَ قَدَمِي حَتَّى
طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِن كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ
ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَأَفْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا
السَّمَاءَ، فَفَرَّجَ اللَّهُ فَرَأَوْا السَّمَاءَ. وَقَالَ
الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ
أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجَالُ النِّسَاءَ،
فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ حَتَّى أَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ
فَبِعَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ
رَجْلَيْهَا قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا
تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ، فَإِن
كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَأَفْرُجْ
عَنَّا فُرْجَةً، فَفَرَّجَ. وَقَالَ الثَّلَاثُ: اللَّهُمَّ
إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجْرًا بَفَرَقِ أَرْزٍ، فَلَمَّا
قَضَيْتُ عَمَلَهُ قَالَ: أَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ
عَلَيْهِ فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَرْزَلْ أَرْزَعُهُ حَتَّى
جَمَعْتُ مِنْهُ بَقْرًا وَرَعَيْتُهَا، فَبَاءَنِي فَقَالَ:
اتَّقِ اللَّهَ. فَقُلْتُ: أَذْهَبُ إِلَى ذَلِكَ الْبَقْرِ
وَرَعَايَتِهَا فَخُذْ. فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا
تَسْتَهْزِئْ بِي. فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ
بِكَ، فَخُذْ، فَأَخَذَهُ. فَإِن كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي
فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَأَفْرُجْ مَا سَمِي.

فَقَرَجَ اللَّهُ). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ: ((فَسَعَيْتُ)). [راجع: ۲۲۱۵]

اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیری خوشنودی ہی کے لئے کیا تھا تو تو اس غار کو کھول دے۔ اب وہ غار پورا کھل چکا تھا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ ابن عقبہ نے نافع سے (اپنی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے) فسحیت نقل کیا ہے۔

دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یعنی میں نے محنت کر کے سوا شرفیاں جمع کیں۔ ابن عقبہ کی روایت کو خود امام بخاری نے کتاب الادب میں وصل کیا ہے۔

اس حدیث طویل کے ذیل میں حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ اور در فیہ حدیث الثلاثة الذین انطبق علیہم الغار و سبائی القول فی شرحہ فی احادیث الانبیاء والمقصود منہ ہذا قول احد الثلاثة فعرضت علیہ ای علی الاجیر حقہ فرغب عنہ فلم ازل ازرعہ حتی جمعت منہا بقرا و رعایتہا فان الظاہرانہ عین لہ اجرہ فلما ترکہا بعد ان تعینت لہ ثم تصرف فیہا المستاجر بعینہا صارت من ضمانہ قال ابن المنیر مطابقتہ الترجمة انہ قد عین لہ حقہ و مکنہ منہ فبرئت ذمہ بذا لک فلما ترکہ وضع المستاجر یدہ علیہ و ضعا مستانفائتم تصرف فیہ بطریق الاصلاح لا بطریق التصحیح فاغتر ذالک ولم یعد تعدیا ولذا لک تو سل بہ الی اللہ عزوجل و جعلہ من الفضل اعمالہ و اقر علی ذالک و وقعت لہ الاجابۃ الخ (فتح الباری)

یعنی اس جگہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تین اشخاص والی حدیث کو نقل فرمایا جن کو غار نے چھپا لیا تھا۔ اس کی پوری شرح کتاب احادیث الانبیاء میں آئے گی۔ یہاں مقصود ان تینوں میں سے اس ایک شخص کا قول ہے۔ جس نے کہا تھا کہ میں نے اپنے مزدور کو اس کا پورا حق دینا چاہا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پس اس نے اس کی کاشت شروع کر دی، یہاں تک کہ اس نے اس کی آمد سے تیل اور اس کے لئے ہالی خرید لئے۔ پس ظاہر ہے کہ اس نے اس مزدور کی اجرت مقرر کر رکھی تھی مگر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس نالک نے اپنی ذمہ داری پر اسے کاروبار میں لگا دیا۔ ابن منیر نے کہا کہ مطابقت یوں ہے کہ اس بلغ والے نے اس کی اجرت مقرر کر دی اور اس کو دی۔ مگر اس مزدور نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس شخص نے اصلاح اور ترقی کی نیت سے اسے بڑھانا شروع کر دیا۔ اسی نیت خیر کی وجہ سے اس نے اسے اپنا افضل عمل سمجھا اور بطور وسیلہ دربار الہی میں پیش کیا اور اللہ نے اس کے اس عمل خیر کو قبول فرمایا۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

اس سے اعمال خیر کو بطور وسیلہ بوقت دعا دربار الہی میں پیش کرنا بھی ثابت ہوا۔ یہی وہ وسیلہ ہے جس کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔ ((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)) (المائدہ: ۳۵) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (اعمال خیر سے) اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو، اور اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد محنت کو شش بصورت جماد وغیرہ جاری رکھو تاکہ تم کو کامیابی حاصل ہو۔ جو لوگ اعمال خیر کو چھوڑ کر بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اسی خیال باطل کے تحت ان کو اٹھتے بیٹھتے پکارتے ہیں وہ لوگ شرک کا ارتکاب کر کے عند اللہ ذمہ مشرکین میں لکھے جاتے ہیں۔ اہل بیت علیہم السلام کا یہ وہ فریب ہے جس میں نام نہاد اہل اسلام کی کثیر تعداد گرفتار ہے۔ اسی خیال باطل کے تحت بزرگان دین کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات پر تقریبات کی جاتی ہیں۔ قربانیاں دی جاتی ہیں۔ عرس کئے جاتے ہیں۔ ان کے ناموں پر نذرین نیازیں ہوتی ہیں۔ یہ جملہ امور مشرکین قوموں سے سیکھے گئے ہیں اور جو مسلمان ان میں گرفتار ہیں ان کو اپنے دین و ایمان کی خیر منانی چاہئے۔

۱۴ - بَابُ أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ
باب صحابہ کرام کے اوقاف اور خراجی زمین اور اس کی بٹائی کا بیان۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ (جب وہ

وَأَرْضِ الْخَوَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ (تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا بَيَاعَ، وَلَكِنْ يُنْفَقُ نَمْرَةً. فَتَصَدَّقْ بِهِ)).

اپنا ایک کھجور کا باغ اللہ وقف کر رہے تھے) اصل زمین کو وقف کر دے، اس کو کوئی بیچ نہ سکے۔ البتہ اس کا پھل خرچ کیا جاتا رہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

ابن بطال نے کہا اس باب کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی آپ کے اوقاف میں اسی طرح مزارعت کرتے رہے جیسے خیر کے یہودی کیا کرتے تھے۔

تشریح یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب الوصایا میں نکالا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک باغ جس کو تمغہ کہتے تھے، صدقہ کر دیا۔ اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا، میں نے کچھ مال کمایا ہے، میں چاہتا ہوں اس کو صدقہ کروں۔ وہ مال بہت عمدہ ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی اصل صدقہ کر دے نہ وہ بیچ ہو سکے نہ بہہ، نہ اس میں ترک ہو بلکہ اس کا میوہ خیرات ہوا کرے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی طرح اللہ کی راہ یعنی مجاہدین اور مساکین اور غلاموں کے آزاد کرانے اور مہمانوں اور مسافروں اور ناطے والوں کے لئے صدقہ کر دیا۔ اور یہ اجازت دی کہ جو اس کا متولی ہو وہ اس میں سے دستور کے موافق کھائے، اپنے دوستوں کو کھائے۔ لیکن اس میں سے دولت جمع نہ کرے۔ باب میں اور حدیث باب میں بنجر زمین کی آباد کاری کا ذکر ہے۔ طحاوی نے کہا بنجر وہ زمین جو کسی کی ملک نہ ہو، نہ شہر اور نہ بستی کے متعلق ہو۔ آج کے حالات کے تحت اس تعریف سے کوئی زمین ایسی بنجر نہیں رہتی جو اس باب یا حدیث کے ذیل آسکے۔ اس لئے کہ آج زمین کا ایک ایک چپہ خواہ وہ بنجر در بنجر ہی کیوں نہ ہو وہ حکومت کی ملکیت میں داخل ہے۔ یا کسی گاؤں بستی سے متعلق ہے تو اس کی ملکیت میں شامل ہے۔

بہر صورت مفہوم حدیث اور باب اپنی جگہ بالکل آج بھی جاری ہے کہ بنجر زمینوں کے آباد کرنے والوں کا حق ہے۔ اور موجودہ حکومت یا اہل قریہ کا فرض ہے کہ وہ زمین اسی آباد کرنے والے کے نام منتقل کر دیں۔ اسی سے زمین کی آباد کاری کے لئے ہمت افزائی مقصود ہے۔ اور یہ ہر زمانہ میں انسانیت کا ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ جس قدر زمین زیادہ آباد ہوگی بنی نوع انسان کو اس سے زیادہ نفع پہنچے گا۔ لفظ ”ارضا مواتا“ اس بنجر زمین پر بولا جاتا ہے جس میں کھیتی نہ ہوتی ہو۔ اس کے آباد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں پانی لایا جائے۔ پھر اس میں باغ لگائے جائیں یا کھیتی کی جائے تو اس کا حق ملکیت اس کے آباد کرنے والے کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ حکومت یا اہل بستی اگر ایسی زمین کو اس سے چھین کر کسی اور کو دیں گے تو وہ عند اللہ ظالم ٹھہریں گے۔

۲۳۳۴- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَوْ لَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحَتْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ)).

(۲۳۳۳) ہم سے صدقہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالرحمن بن ممدی نے خبر دی، انہیں امام مالک نے، انہیں زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جتنے شہر بھی فتح کرتا، انہیں فتح کرنے والوں میں ہی تقسیم کرتا جاتا، بالکل اسی طرح جس طرح نبی کریم ﷺ نے خیبر کی زمین تقسیم فرمادی تھی۔

[أطرافه في: ۳۱۲۵، ۴۲۳۵، ۴۲۳۶].

تشریح مطلب یہ ہے کہ آئندہ ایسے بہت سے مسلمان لوگ پیدا ہوں گے جو محتاج ہوں گے۔ اگر میں تمام مفتوحہ ممالک کو غازیوں میں تقسیم کرتا چلا جاؤں، تو آئندہ محتاج مسلمان محروم رہ جائیں گے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا جب سواد کا ملک

فتح ہوا۔

۱۵- بَابُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا

وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي أَرْضِ
الْخَرَابِ بِالْكُوفَةِ . وَقَالَ عُمَرُ : مَنْ أَحْيَا
أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ . وَيُرْوَى عَنْ عُمَرَ بْنِ
عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَقَالَ فِي غَيْرِ حَقٍّ
مُسْلِمٍ : وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ .
وَيُرْوَى فِيهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

باب اس شخص کا بیان جس نے بجز زمین کو آباد کیا۔
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ویران علاقوں کو آباد کرنے کے لئے
یہی حکم دیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کوئی بجز زمین کو آباد
کرے، وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔ اور حضرت عمر اور ابن عوف رضی اللہ عنہما
بھی یہی روایت ہے۔ البتہ ابن عوف رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے
(اپنی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ بشرطیکہ وہ (غیر آباد زمین) کسی
مسلمان کی نہ ہو، اور ظالم رگ والے کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔
اور اس سلسلے میں جابر رضی اللہ عنہ کی بھی نبی کریم ﷺ سے ایک ایسی ہی
روایت ہے۔

۲۳۳۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ
حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُيَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
قَالَ: ((مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ
أَحَقُّ)). قَالَ عُرْوَةُ : قَضَى بِهِ عُمَرُ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ فِي خِلَافَتِهِ.

۲۳۳۵) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے
بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن
عبدالرحمن نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہما
نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کوئی ایسی زمین
آباد کی، جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو اس زمین کا وہی حق دار ہے۔ عروہ
نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہی
فیصلہ کیا تھا۔

تفسیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے یہ امر ظاہر ہے کہ ایسی بجز زمینوں کی آباد کاری، پھر ان کی ملکیت، یہ
جملہ امور حکومت وقت کی اجازت سے وابستہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا تھا آج بھی بیشتر ممالک میں یہی قانون
نافذ ہے۔ جو غیر آباد زمینوں کی آباد کاری کے لئے بے حد ضروری ہے۔ عروہ کے اثر کو امام مالک رضی اللہ عنہ نے موطا میں وصل کیا۔ اور اس
کی دوسری روایت میں مذکور ہے جس کو ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں نکالا کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زمینوں
کو روکنے لگے، تب آپ نے یہ قانون نافذ کیا کہ جو کوئی نا آباد زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی۔ مطلب یہ تھا کہ محض قبضہ
کرنے یا روکنے سے ایسی زمین پر حق ملکیت ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اس کو آباد نہ کرے۔ حافظ صاحب نے بحوالہ طحاوی نقل فرمایا
ہے کہ خرج رجل من اهل البصرة يقال له ابو عبدالله الى عمر فقال ان بارض البصرة ارضا لاتضر باحد من المسلمين وليست بارض
خوارج فان شئت ان تقطعيها اتخذها قصبًا و زبونًا فكتب عمر الى ابي موسى ان كانت كذلك فاقطعها اياه (فتح) یعنی بصرہ کا باشندہ ابو
عبد اللہ نامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بتلایا کہ بصرہ میں ایک ایسی زمین پڑی ہوئی ہے کہ جس سے کسی مسلمان کو
کوئی ضرر نہیں ہے۔ نہ وہ خرابی ہے۔ اگر آپ اسے مجھے دے دیں تو میں اس میں زیتون وغیرہ کے درخت لگا لوں گا۔ آپ نے عامل
بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جا کر اس زمین کو دیکھیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو اسے اس شخص کو دے دیں۔ معلوم ہوا کہ

قاتو زمینوں کو آباد کرنے کے لئے حکومت وقت کی اجازت ضروری ہے۔

۱۶- باب

باب

اس باب میں کوئی ترجمہ مذکور نہیں ہے۔ گویا پہلے باب ہی کی ایک فصل ہے۔ اور مناسبت باب کی حدیث سے یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ کی زمین میں یہ حکم نہیں دیا کہ جو کوئی اس کو آباد کرے تو وہ اس کی ملک ہے۔ کیونکہ ذوالحلیفہ لوگوں کے اترنے کی جگہ ہے۔ ثابت ہوا کہ غیر آباد زمین اگر پڑاؤ وغیرہ کے کام آتی ہو تو وہ کسی کی ملک نہیں، وہاں ہر شخص اتر سکتا ہے۔ وادی عقیق کے لئے بھی یہی حکم لگایا گیا۔ حدیث ذیل کے یہاں وارد کرنے کا یہی مقصد ہے۔

۲۳۳۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرَى وَهُوَ فِي مَعْرَسِهِ بِوَادِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ بِيَطْحَاءَ مَبَارَكَةٍ. فَقَالَ مُوسَى: وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللَّهِ ﷺ يُنِيخُ بِهِ يَتَحَرَّى مَعْرَسَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِيَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ)). [راجع: ۴۸۳]

(۲۳۳۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ان کے باپ نے کہ نبی کریم ﷺ نے (مکہ کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے) جب ذوالحلیفہ میں نالہ کے نشیب میں رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کیا تو آپ سے خواب میں کہا گیا کہ آپ اس وقت ایک مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ (راوی حدیث) نے بیان کیا کہ سالم (بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے بھی ہمارے ساتھ وہیں اونٹ بٹھایا۔ جہاں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بٹھایا کرتے تھے، تاکہ اس جگہ قیام کر سکیں، جہاں نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔ یہ جگہ وادی عقیق کی مسجد سے نالہ کے نشیب میں ہے۔ وادی عقیق اور راستے کے درمیان میں۔

۲۳۳۷- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اللَّيْلَةَ أَنَا بِي آتٍ مِنْ رَبِّي وَهُوَ بِالْعَقِيقِ أَنْ صَلَّيْتُ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْتُ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّتِهِ)). [راجع: ۲۱۵۳۴]

(۲۳۳۷) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا فرشتہ آیا۔ آپ اس وقت وادی عقیق میں قیام کئے ہوئے تھے (اور اس نے یہ پیغام پہنچایا کہ) اس مبارک وادی میں نماز پڑھ اور کہا کہ کہہ دیجئے! عمرہ حج میں شریک ہو گیا۔

مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ کو مزید واضح کرنا چاہتے ہیں کہ بجز اور غیر آباد زمین پر جو کسی کی بھی ملکیت نہ ہو، بل چلانے والا اس کا مالک بن جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے وادی عقیق میں قیام فرمایا جو کسی کی ملکیت نہ تھی۔ اس لئے یہ وادی رسول کریم ﷺ کے قیام کرنے کی جگہ بن گئی، بالکل اسی طرح غیر آباد اور نا ملکیت زمین کا آباد کرنے والا اس کا مالک بن

جاتا ہے۔ آج کل چونکہ زمین کا چپہ چپہ ہر ملک کی حکومت کی ملکیت مانا گیا ہے اس لیے ایسی زمینات کے لیے حکومت کی اجازت ضروری ہے۔

باب اگر زمین کا مالک کاشتکار سے یوں کہے میں تجھ کو اس وقت تک رکھوں گا جب تک اللہ تجھ کو رکھے اور کوئی مدت مقرر نہ کرے تو معاملہ ان کی خوشی پر رہے گا (جب

۱۷- بَابُ إِذَا قَالَ رَبُّ الْأَرْضِ
أَقْرَبُكَ مَا أَقْرَبَكَ اللَّهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَجْلاً
مَعْلُوماً - فَهُمَا عَلَى تَرَاضِيهِمَا

چاہیں فتح کر دیں)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ ثابت فرمایا کہ فتح خیر کے بعد خیر کی زمین اسلامی ملکیت میں آگئی تھی۔ آپ نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر فریقین رضامند ہوں تو بیانی کا معاملہ تعین مدت کے بغیر بھی جائز ہے۔ مگر یہ فریقین کی رضا مندی پر موقوف ہے۔ خیر کی زمین کا معاملہ کچھ ایسا تھا کہ اس کا بیشتر حصہ تو جنگ کے بعد فتح ہو گیا تھا۔ جو حسب قاعدہ شرع اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ملکیت میں آ گیا تھا۔ کچھ حصہ صلح کے بعد فتح ہوا۔ پھر وہ بھی حسب قاعدہ جنگ مسلمانوں کی ملک قرار دیا گیا۔ حجاز اور ارض حجاز دو مقاموں کے نام ہیں جو سمندر کے کنارے بنی طے کے ملک پر واقع ہیں۔ ملک شام کی راہ یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

(۲۳۳۸) ہم سے احمد بن مقدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہیں نافع نے خبر دی، اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب خیبر پر) فتح حاصل کی تھی (ذوسری سند) اور عبدالرزاق نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو سرزمین حجاز سے نکال دیا تھا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر فتح پائی تو آپ نے بھی یہودیوں کو وہاں سے نکالنا چاہا تھا۔ جب آپ کو وہاں فتح حاصل ہوئی تو اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہو گئی تھی۔ آپ کا ارادہ یہودیوں کو وہاں سے باہر کرنے کا تھا۔ لیکن یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں یہیں رہنے دیں۔ ہم (خیبر کی اراضی کا) سارا کام خود کریں گے اور اس کی پیداوار کا نصف حصہ لے لیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۲۳۳۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ
حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا
مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ)). وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا
بْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عَقِبَةَ
عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: ((إِنَّ عُمَرَ بْنَ
الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَجْلَى الْيَهُودِ
وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ أَرَادَ
إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا، وَكَانَتْ الْأَرْضُ حِينَ
ظَهَرَ عَلَيْهَا اللَّهُ وَلِرَسُولِهِ ﷺ وَلِلْمُسْلِمِينَ،
وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا فَسَأَلَتِ الْيَهُودُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِيُقَرَّهُمْ بِهَا أَنْ يَكْفُوا
عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ لَهُمْ

فرمایا کہ اچھا جب تک ہم چاہیں تمہیں اس شرط پر یہاں رہنے دین گے۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں رہے۔ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تہاء اور ارسحاء کی طرف جلا وطن کر دیا۔

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: نَفَرْتُكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا، فَفَرُّوا بِهَا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرَ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرْيْحَاءَ)). [راجع: ۲۲۸۵]

کیونکہ وہ ہر وقت مسلمانوں کے خلاف خبیہ سازشیں کیا کرتے تھے۔

باب نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام

کھیتی باڑی میں ایک دوسرے کی مدد

کس طرح کرتے تھے۔

۱۸- بَابُ مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ

النَّبِيِّ ﷺ يُؤَامِسِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي

الزَّرَاعَةِ وَالشَّمْرَةِ

کھیتی کا کام ہی ایسا ہے کہ اس میں باہمی اشتراک و امداد کی بے حد ضرورت ہے۔ اس بارے میں انصار و مہاجرین کا باہمی اشتراک بہت ہی قابل تحسین ہے۔ انصار نے اپنے کھیت اور پلنگ مہاجرین کے حوالے کر دیئے۔ اور مہاجرین نے اپنی محنت سے ان کو گل و گلزار بنا دیا۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

(۲۳۳۹) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں امام اوزاعی نے خبر دی، انہیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے غلام ابو نجاشی نے۔ انہوں نے رافع بن خدیج بن رافع رضی اللہ عنہ سے سنا، اور انہوں نے اپنے چچا ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ سے، ظہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع کیا تھا جس میں ہمارا (بظاہر ذاتی) فائدہ تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا وہ حق ہے۔ ظہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے کھیتوں کا معاملہ کس طرح کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم اپنے کھیتوں کو (لوٹے کے لیے) نہر کے قریب کی زمین کی شرط پر دے دیتے ہیں۔ اسی طرح کھجور اور جو کے چند وستن پر۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یا خود اس میں کھیتی کیا کرو یا دوسروں سے کراؤ، ورنہ اسے یوں خللی ہی چھوڑ دو۔ رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا (آپ کا یہ فرمان) میں نے سنا اور مان لیا۔

۲۳۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَبِي النَّجَّاشِيِّ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ ابْنَ رَافِعٍ عَنِ عَمِّهِ ظَهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظَهَيْرٌ: لَقَدْ نَهَاَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِعًا. قُلْتُ: مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَهُوَ حَقٌّ. قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَا تَصْنَعُونَ بِمَحَاقِلِكُمْ؟)) قُلْتُ: نُوَاجِرُهَا عَلَى الرِّبْعِ وَعَلَى الْأَوْسُقِ مِنَ الشَّمْرِ وَالشَّعِيرِ. قَالَ: ((لَا تَفْعَلُوا، أَرْزَعُوهَا، أَوْ أَرْزَعُوهَا، أَوْ أَمْسِكُوهَا. قَالَ رَافِعٌ: قُلْتُ سَمِعًا وَطَاعَةً)).

[ظرفاہ فی: ۲۳۴۶، ۴۰۱۲]۔

بعض روایتوں میں لفظ "علی الربیع" کی جگہ علی الربیع آیا ہے۔ ارعاء اسی کی جمع ہے۔ ربیع تالی کو کہتے ہیں۔ اور بعض روایتوں میں علی الربیع ہے۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے۔ یعنی چوتھائی پیداوار پر۔ لیکن حافظ نے کہا صحیح "علی الربیع" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ زمین کا کرایہ یہ ٹھہراتے کہ تالیوں پر جو پیداوار ہو وہ تو زمین والے کا اور باقی پیداوار محنت کرنے والے کی ہوگی

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یا تو خود کھیتی کرو یا کراؤ یا اسے خالی پڑا رہنے دو یا کاشت کے لیے اپنے کسی مسلمان بھائی کو بخش دو۔ زمین کا کوئی خاص قطعہ کھیت والا اپنے لئے مخصوص کر لے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس میں کاشتکار کے لیے نقصان کا احتمال ہے۔ بلکہ ایک طرح سے کھیت والے کے لئے بھی۔ کیونکہ ممکن ہے اس خاص ٹکڑے سے دوسرے ٹکڑوں میں پیداوار بہتر ہو۔ پس نصف یا تہائی چوتھائی پٹائی پر اجازت دی گئی اور یہی طریقہ آج تک ہر جگہ مروج ہے۔ بصورت نقد روپیہ وغیرہ محصول لے کر زمین کاشتکار کو دے دینا یہ طریقہ بھی اسلام نے جائز رکھا۔ آگے آنے والی احادیث میں یہ جملہ تفصیلات مذکور ہو رہی ہیں۔

۲۳۴۰- ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم کو امام اوزاعی نے خبر دی اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صحابہ تہائی، چوتھائی یا نصف پر پٹائی کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود بوئے ورنہ دوسروں کو بخش دے۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔

۲۳۴۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانُوا يَزْرَعُونَهَا بِالْفُلْثِ وَالرُّبْعِ وَالنِّصْفِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرِغْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيَمْسِكْ أَرْضَهُ)). [طرفه في: ۲۶۳۲].

۲۳۴۱) اور ربیع بن نافع ابو توبہ نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو تو وہ خود بوئے ورنہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو بخش دے، اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔

۲۳۴۱- وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَىٰ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرِغْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ أَبِي فَلْيَمْسِكْ أَرْضَهُ)).

۲۳۴۲) ہم سے قیسہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے اس کا (یعنی رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کا) ذکر طاؤس سے کیا تو انہوں نے کہا کہ (پٹائی وغیرہ پر) کاشت کر سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا تھا۔ البتہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اپنے کسی بھائی کو زمین بخشش کے طور پر دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اس پر اس سے کوئی محصول لے۔ (یہ اس صورت میں کہ زمیندار کے پاس فالتو زمین بیکار پڑی ہو)

۲۳۴۲- حَدَّثَنَا قَيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو قَالَ: ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ فَقَالَ يُزْرَعُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنْ النَّبِيِّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: ((أَنْ يَمْنَحَ أَحَدَكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مَعْلُومًا)). [راجع: ۲۳۳۰]

۲۳۴۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم

۲۳۴۳- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ

سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کھیتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہد خلافت میں کرایہ پر دیتے تھے۔

(۲۳۴۳) پھر رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع کیا تھا۔ (یہ سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہما رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے نبی کریم ﷺ کے عہد میں ہم اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے بدل جو نالیوں پر ہو اور تھوڑی گھاس کے بدل دیا کرتے تھے۔

قانون الگ ہے اور ایثار الگ۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے قانون نہیں بلکہ احسان اور ایثار کے طریقہ کو بتلایا ہے اس کے برخلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جواز اور عدم جواز کی صورت بیان فرما رہے ہیں۔ جس کا مقصد یہ کہ مدینہ میں جو یہ طریقہ رائج تھا کہ نہر کے قریب کی پیداوار زمین کا مالک لے لیتا اس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا۔ مطلق بیائی سے منع نہیں فرمایا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین بطور ہمدردی کاشت کے لئے اپنے کسی بھائی کو دے دے۔ آنحضرت ﷺ نے اس طرز عمل کی بڑے شاندار لفظوں میں رغبت دلائی ہے۔

(۲۳۴۵) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عمیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھے معلوم تھا کہ زمین کو بیائی پر دیا جاتا تھا۔ پھر انہیں ڈر ہوا کہ ممکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں کوئی نئی ہدایت فرمائی ہو جس کا علم انہیں نہ ہوا ہو۔ چنانچہ انہوں نے (احتیاطاً) زمین کو بیائی پر دینا چھوڑ دیا۔

حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ: ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ)). [طرفہ بی: ۲۳۴۵].

۲۳۴۴- ثُمَّ حَدَّثَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ، فَذَهَبَتْ مَعَهُ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَا كُنَّا نُكْرِي مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَا عَلَى الْأَرْبَعَاءِ وَبِشَيْءٍ مِنَ التَّنِينِ)). [راجع: ۲۲۸۶]

۲۳۴۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَبِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلِ بْنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنْتُ أَغْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى، ثُمَّ خَشِيتُ عَبْدَ اللَّهِ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ ﷺ، قَدْ أَخَذَتْ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهُ، فَزَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ)). [راجع: ۲۳۴۳]

پچھے تفصیل سے گزر چکا ہے کہ بیشتر ماجرین انصار کی زمینوں پر بیائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ پس بیائی پر دینا بلاشبہ جائز ہے۔ یوں احتیاط کا معاملہ الگ ہے۔

باب نقدی لگان پر سونے چاندی کے بدل

زمین دینا

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہتر کام جو تم کرنا چاہو یہ ہے کہ اپنی خالی زمین کو ایک سال سے دوسرے سال تک کرایہ پر دو۔

(۲۳۴۶۴) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے حنظلہ بن قیس نے بیان کیا، ان سے رافع بن خدیج بن جوشق نے بیان کیا کہ میرے دونوں چچا (ظہیر اور میر بن جوشق) نے بیان کیا کہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زمین کو بٹائی پر نہر (کے قریب کی پیداوار) کی شرط پر دیا کرتے۔ یا کوئی بھی ایسا خطہ ہوتا جسے مالک زمین (اپنے لیے) چھٹا لیتا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ حنظلہ نے کہا کہ اس پر میں نے رافع بن خدیج بن جوشق سے پوچھا، اگر درہم و دینار کے بدلے یہ معاملہ کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر دینار و درہم کے بدلے میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور لیث نے کہا نبی کریم ﷺ نے جس طرح کی بٹائی سے منع فرمایا تھا، وہ ایسی صورت ہے کہ حلال و حرام کی تمیز رکھنے والا کوئی بھی شخص اسے جائز نہیں قرار دے سکتا۔ کیونکہ اس میں کھلا دھوکہ ہے۔

۱۹- بَابُ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ

وَالْفِضَّةِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنْ أَمْتَلَ مَا أَنْتُمْ صَائِعُونَ أَنْ تَسْتَأْجِرُوا الْأَرْضَ الْبَيْضَاءَ مِنَ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ.

۲۳۴۶، ۲۳۴۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: ((حَدَّثَنِي عَمَّامِي أَنَّهُمْ كَانُوا يُكْرَمُونَ الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْأَرْبَعَاءِ أَوْ شَيْءٍ يَسْتَنْبِئُهُ صَاحِبُ الْأَرْضِ، فَهِيَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ. فَقُلْتُ لِرَافِعٍ: فَكَيْفَ هِيَ بِالذَّنْبَارِ وَالذَّرْهَمِ؟ فَقَالَ رَافِعٌ: لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالذَّنْبَارِ وَالذَّرْهَمِ)). وَقَالَ اللَّيْثُ: وَكَانَ الَّذِي نَهَى مِنْ ذَلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِزُوهُ، لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَخَاطَرَةِ.

[راجع: ۲۳۳۹] [طرفہ فی: ۴۰۱۳].

اس سے جمہور کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ جس مزارعت میں دھوکہ نہ ہو مثلاً روپیہ وغیرہ کے بدلے ہو یا پیداوار کے نصف یا ربح پر ہو تو وہ جائز ہے۔ منع وہی مزارعت ہے جس میں دھوکہ ہو مثلاً کسی خاص مقام کی پیداوار پر۔

باب

۲۰- بَابُ

(۲۳۴۸) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلج نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، (دوسری سند) اور ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عامر نے بیان کیا، ان سے فلج نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عطاء

۲۳۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ

بن یسار نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بیان فرما رہے تھے۔۔۔ ایک دیہاتی بھی مجلس میں حاضر تھا۔۔۔ کہ اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی کرنے کی اجازت چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا اپنی موجودہ حالت پر تو راضی نہیں ہے؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں! لیکن میرا جی کھیتی کرنے کو چاہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس نے بیج ڈالا۔ پلک جھپکنے میں وہ آگ بھی آیا۔ پک بھی گیا اور کٹ بھی لیا گیا۔ اور اس کے دانے پہاڑوں کی طرح ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! اسے رکھ لے، تجھے کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر دیہاتی نے کہا کہ قسم خدا کی وہ تو کوئی قریشی یا انصاری ہی ہو گا۔ کیونکہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں۔ ہم تو کھیتی ہی نہیں کرتے۔ اس بات پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی۔

عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ - وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ - أَنْ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْحَنَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ، فَقَالَ لَهُ: أَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنْ أَحِبُّ أَنْ أَرْزَع. قَالَ فَبَدَرَ، فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتَهُ وَاسْتَوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادَهُ، فَكَانَ أَنْثَالَ الْجِبَالِ. فَيَقُولُ اللَّهُ: ذُو نِكَ يَا ابْنَ آدَمَ، فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ. فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللَّهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا، فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ. وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ فَصَحَّكَ النَّبِيُّ ﷺ)). [طرفه في: ۷۵۱۹].

حقیقت میں آدمی ایسا ہی حریص ہے۔ کتنی بھی دولت اور راحت ہو، وہ اس پر قناعت نہیں کرتا۔ زیادہ طلبی اس کے خیر میں ہے۔ اسی طرح کون مزاجی، حالانکہ جنت میں سب کچھ موجود ہو گا پھر بھی کچھ لوگ کھیتی کی خواہش کریں گے، اللہ پاک اپنے فضل سے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دے گا جیسا کہ روایت مذکورہ میں ہے۔ جو اپنے معانی اور مطالب کے لحاظ سے حقائق پر مبنی ہے۔

باب درخت بونے کا بیان

(۲۳۳۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے، ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ جمعہ کے دن ہمیں بہت خوشی (اس بات کی) ہوتی تھی کہ ہماری ایک بوڑھی عورت تھیں جو اس چندر کو اکھاڑا تیں جسے ہم اپنے باغ کی مینڈوں پر بویا کرتے تھے۔ وہ ان کو اپنی ہانڈی میں پکاتیں اور اس میں تھوڑے سے جو بھی ڈال دیتیں۔ ابو حازم نے کہا میں نہیں جانتا ہوں کہ سہل نے یوں کہا نہ اس میں چربی ہوتی نہ چکنائی۔ پھر جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ وہ اپنا پکوان ہمارے سامنے کر دیتیں۔ اور اس لیے ہمیں جمعہ کے دن کی خوشی ہوتی تھی۔ ہم دوپہر کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کے بعد

۲۱- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغُرُسِ

۲۳۴۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنْ كُنَّا نَفْرَحُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ مِنْ أَصُولِ سَلِقٍ لَنَا كُنَّا نَفْرُسُهُ فِي أَرْبَعَانِيَا فَتَجْعَلُهُ فِي قَدِيرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَاتٍ مِنْ شَعِيرٍ - لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِيهِ شَخْمٌ وَلَا وَدَكٌ - فإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبْتَهُ إِلَيْنَا، فَكُنَّا نَفْرَحُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ، وَمَا كُنَّا

تَعْدِي وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ).

کیا کرتے تھے۔

[راجع: ۹۳۸]

صحابہ کرام کا اپنے بانوں کی مینڈوں پر چند رنگا رنگ کور ہے۔ اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا نیز اس بوڑھی اماں کا جذبہ خدمت قابلِ صد رشک ثابت ہوا۔ جو اصحاب رسول کریم ﷺ کی ضیافت کے لئے اتنا اہتمام کرتی۔ اور ہر جمعہ کو اصحاب رسول ﷺ کو اپنے ہاں مدعو فرماتی تھی۔ چند اور جو 'ہردو کا مخلوط دلیہ جو تیار ہوتا اس کی لذت اور لطافت کا کیا کتنا۔ بہر حال حدیث سے بہت سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ یہ بھی کہ جمعہ کے دن مسنون ہے کہ دوپہر کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کی نماز کے بعد کیا جائے۔ خواتین کا بوقتِ ضرورت اپنے کھیتوں پر جانا بھی ثابت ہوا۔ مگر پردہ شرعی ضروری ہے۔

(۲۳۵۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیث بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ مجھے بھی اللہ سے ملنا ہے (میں غلط بیانی کیسے کر سکتا ہوں) یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار آخر اس کی طرح کیوں احادیث بیان نہیں کرتے بات یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے اور میرے بھائی انصار کو ان کی جائیداد (کھیت اور باغات وغیرہ) مشغول رکھا کرتی تھی۔ صرف میں ایک مسکین آدمی تھا۔ پیٹ بھر لینے کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت ہی میں برابر حاضر رہا کرتا۔ جب یہ سب حضرات غیر حاضر رہتے تو میں حاضر ہوتا۔ اس لئے جن احادیث کو یہ یاد نہیں کر سکتے تھے، میں انہیں یاد رکھتا تھا۔ اور ایک دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص بھی اپنے کپڑے کو میری اس تقریر کے ختم ہونے تک پھیلانے رکھے پھر (تقریر ختم ہونے پر) اسے اپنے سینے سے لگا لے تو وہ میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا۔ میں نے اپنی کملی کو پھیلا دیا۔ جس کے سوا میرے بدن پر اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی تقریر ختم فرمائی تو میں نے وہ چادر اپنے سینے سے لگالی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث کیا! پھر آج تک میں آپ کے اسی ارشاد کی وجہ سے (آپ کی اس حدیث) یاد رکھتا ہوں۔ اللہ گواہ ہے کہ اگر

۲۳۵۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((يَقُولُونَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْتَرُ الْحَدِيثَ، وَاللَّهُ الْمَوْعِدُ. وَيَقُولُونَ: مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ مِثْلَ أَحَادِيثِهِ؟ وَإِنْ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانُوا يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنْ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوا يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ أَمْرًا مَسْكِينًا أَلْزَمَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى مِلءِ بَطْنِي، فَأَحْضَرُ جِنَّينَ يَغِيبُونَ، وَأَعْيِي جِنَّينَ يَنْسُونَ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ: لَنْ يَنْسَطُ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهُ - حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ - ثُمَّ يَجْمَعُهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا، فَسَطَطْتُ نَعْرَةَ نَعْرَةٍ لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ ﷺ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَوَ الَّذِي بَعَنَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَيَّ يَوْمِي هَذَا. وَاللَّهُ لَوْ ذَاتَانِ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا

أَبَدًا ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ
الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ - إِلَىٰ قَوْلِهِ :-
الرَّحِيمِ﴾. [راجع: ۱۱۸]

قرآن کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تم سے کوئی حدیث کبھی بیان نہ
کرتا۔ (آیت) ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ سے اللہ
تعالیٰ کے ارشاد الرحیم تک۔ (جس میں اس دین کے چھپانے والے
پر جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ دنیا میں بھیجا ہے، سخت
لعنت کی گئی ہے)

یہ حدیث کئی جگہ نقل ہوئی ہے، اور مجتہد مطلق حضرات امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے،
یہاں اس حدیث کے لانے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ انصار مدینہ عام طور پر کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کھیتوں
اور باغوں کو ذریعہ معاش بنانا کوئی امر معیوب نہیں ہے بلکہ باعث اجر و ثواب ہے کہ جتنی مخلوق ان سے فائدہ اٹھائے گی اس کے لئے
اجر و ثواب میں زیادتی کا موجب ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۴۲- کتاب المساقاة

کتاب مساقات کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مساقات درحقیقت مزارعت کی ایک قسم ہے۔ فرق یہ ہے کہ مزارعت زمین میں ہوتی ہے اور مساقات درختوں میں، یعنی ایک
مخض کے درخت ہوں وہ دوسرے سے پوں کے، تم ان کو پانی دیا کرو، ان کی خدمت کرتے رہو، پیداوار ہم تم ہاٹ لیں گے، اسی
بارے کے مسائل بیان ہوں گے، مساقات سنی سے مشتق ہے جس کے معنی میراب کرنا ہے۔ اصطلاح میں یہی کہ باغ یا کھیت کا مالک
اپنا باغ یا کھیت اس شرط پر کسی کو دے دے کہ اس کی آبپاشی اور محنت اس کے ذمہ ہوگی اور پیداوار میں دونوں شریک رہیں گے۔

بَابُ فِي الشَّرْبِ ، وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :
﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلِّ شَيْءٍ حَيًّا أَفَلَا
يُؤْمِنُونَ﴾ وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : ﴿أَفَرَأَيْتُمْ
الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ أَلَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ
الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ

باب کھیتوں اور باغوں کے لیے پانی میں سے اپنا حصہ لینا
اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنوں میں فرمایا ”اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو
زندہ کیا۔ اب بھی تم ایمان نہیں لاتے۔“ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ
”دیکھا تم نے اس پانی کو جس کو تم پیتے ہو، کیا تم نے بادلوں سے اسے
اتار ہے، یا اس کے اتارنے والے ہم ہیں۔ ہم اگر چاہتے تو اس کو

کھاری بنا دیتے۔ پھر بھی تم شکر ادا نہیں کرتے“ اجاج (قرآن مجید کی آیت میں) کھاری پانی کے معنی میں ہے۔ اور مزن بادل کو کہتے ہیں۔

باب پانی کی تقسیم

اور جو کتاب ہے پانی کا حصہ خیرات کرنا اور بہہ کرنا اور اس کی وصیت کرنا جائز ہے وہ پانی بنا ہوا ہو یا بن بنا ہوا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کوئی ہے جو بیئر رومہ (مدینہ کا ایک مشہور کنواں) کو خرید لے اور اپنا ڈول اس میں اسی طرح ڈالے جس طرح اور مسلمان ڈالیں۔ (یعنی اسے وقف کر دے) آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خریدا۔

أَجَا جَا فُلُو لَا تَشْكُرُونَ ﴿١﴾
الْأَجَا جُ : الْمَزْنُ السَّحَابُ .

۱- بَابُ فِي الشَّرْبِ

وَمَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهَيْبَتَهُ وَوَصِيَّتَهُ جَائِزَةً ، مَقْسُومًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَقْسُومٍ .
وَقَالَ عُثْمَانُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَنْ يَشْتَرِي بِنْرَ رُومَةَ فَيَكُونُ ذَاوُهُ فِيهَا كَدِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ)) فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .

بیئر رومہ مدینہ کا مشہور کنواں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ مسلمان اس سے خرید کر پانی استعمال کیا کرتے تھے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے اسے خریدنے اور عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دینے کی ترغیب دلائی جس پر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ کنواں، نمر، تلاب وغیرہ پانی کے ذخائر کسی بھی فرد کی ملکیت میں آسکتے ہیں۔ اس لئے اسلام میں ان سب کی خرید و فروخت و بہہ اور وصیت وغیرہ جائز رکھی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ کنواں بحمد اللہ آج بھی موجود ہے۔ حکومت سعودیہ نے اس پر ایک بہترین فارم قائم کیا ہوا ہے اور مٹیوں سے یہاں آبپاشی کی جاتی ہے۔ الحمد للہ کہ ۸۹ھ کے حج و زیارت کے موقع پر یہاں بھی جانے کا موقع ملا۔ جو جامعہ اسلامیہ کی طرف ہے اور حرم مدینہ سے ہر وقت موٹریں ادھر آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہاں کا ماحول بے حد خوشگوار ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ ماحول دیکھنا نصیب کرے۔ آمین۔

(۲۳۵۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عثمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے اسل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دودھ اور پانی کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کو پیا۔ آپ کی دائیں طرف ایک نو عمر لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ اور کچھ بڑے بوڑھے لوگ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا لڑکے! کیا تو اجازت دے گا کہ میں پہلے یہ پیالہ بڑوں کو دے دوں۔ اس پر اس نے کہا، یا رسول اللہ! میں تو آپ کے جھوٹے میں سے اپنے حصہ کو اپنے سوا کسی کو نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ نے وہ پیالہ پہلے اسی کو دے دیا۔

۲۳۵۱- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِقَدْحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْأَشْيَاحُ عَنْ يَسَارِهِ ، فَقَالَ يَا غُلَامُ : ((أَتَأْذُنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهِ الْأَشْيَاحُ؟)) قَالَ : مَا كُنْتُ لِأُوْتِرَ بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ)).

[أطرافه في : ۲۳۶۶ ، ۲۴۵۱ ، ۲۶۰۲ .

یہ نو عمر لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے اور اتفاق سے یہ اس وقت مجلس میں دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ دیگر شیوخ اور بزرگ صحابہ بائیں جانب تھے۔ آنحضرت ﷺ نے جب پانی ماندہ مشروب کو تقسیم فرمانا چاہا تو یہ تقسیم دائیں طرف سے شروع ہوئی تھی اور اس کا حق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی کو پہنچتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بائیں جانب والے بزرگوں کا خیال فرما کر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اجازت چاہی لیکن وہ اس لیے تیار نہ ہوئے کہ اس طور پر آنحضرت ﷺ کا چپایا ہوا پانی کہاں اور کب نصیب ہونا تھا۔ اس لیے انہوں نے اس ایثار سے صاف انکار کر دیا۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت یوں ہے کہ پانی کی تقسیم ہو سکتی ہے اور اس کے حصے کی ملک جائز ہے۔ ورنہ آپ ﷺ اس لڑکے سے اجازت کیوں طلب فرماتے۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ تقسیم میں پہلے دائیں طرف والوں کا حصہ ہے، پھر بائیں طرف والوں کا۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنا چپا ہوا پانی اس لڑکے پر بہہ فرمایا۔ اس سے پانی کا بہہ کر دینا بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حق اور ناحق کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کا بھی لحاظ نہیں کیا جاسکتا۔ حق بہر حال حق ہے۔ اگر وہ کسی چھوٹے آدمی کو پہنچتا ہے تو بیوں کا فرض ہے کہ بہ رضا و رغبت اسے اس کے حق میں منتقل ہونے دیں۔ اور اپنی بڑائی کا خیال چھوڑ دیں۔ لیکن آج کے دور میں ایسے ایثار کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ ایثار اور قربانی ایمان کا تقاضا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ توفیق بخشے۔ آمین۔

(۲۳۵۲) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھر میں پلی ہوئی ایک بکری کا دودھ دوہا گیا، جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کے گھر میں پلی تھی۔ پھر اس کے دودھ میں اس کنویں کا پانی ملا کر جو انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے پیا۔ جب اپنے منہ سے پیالہ آپ نے جدا کیا تو بائیں طرف ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور دائیں طرف ایک دیہاتی تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ ڈرے کہ آپ یہ پیالہ دیہاتی کو نہ دے دیں۔ اس لیے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیجئے۔ آپ نے پیالہ اسی دیہاتی کو دیا جو آپ کی دائیں طرف تھا۔ اور فرمایا کہ دائیں طرف والا زیادہ حق دار ہے۔ پھر وہ جو اس کی دائیں طرف ہو۔

۲۳۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: ((حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهَا خَلَبَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، شَاةَ دَاجِنٍ - وَهُوَ فِي دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - وَشَيْبٌ لَبَنَهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي فِي دَارِ أَنَسٍ، فَأَعْطَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ، حَتَّى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ عَنْ فِيهِ، وَعَلَى يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ عُمَرُ - وَخَافَ أَنْ يُعْطِيَهِ الْأَعْرَابِيُّ - أَعْطَى أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عِنْدَكَ، فَأَعْطَاهُ الْأَعْرَابِيُّ الَّذِي عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ: الْإِيْمَنَ فَلَا يُؤْمِنَنَّ)).

[أطرافه في : ۲۵۷۱، ۵۶۱۲، ۵۶۱۹].

اس حدیث سے بھی پانی کا تقسیم یا بہہ کرنا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام میں حق کے مقابلہ پر کسی کے لیے رعایت نہیں ہے۔ کوئی کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو۔ حق اس سے بھی بڑا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی میں کس کو شک ہو سکتا ہے مگر آنحضرت ﷺ نے آپ کو نظر انداز فرما کر دیہاتی کو وہ پانی دیا اس لیے کہ قانون دیہاتی ہی کے حق میں تھا۔ امام عادل کی یہی شان ہونی چاہئے۔ اور ﴿اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾ (المائدہ: ۸) کا بھی یہی مطلب ہے۔ یہاں اس دیہاتی سے اجازت

بھی نہیں لی گئی جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لی گئی تھی۔ اس ڈر سے کہ کہیں دہماتی بدل نہ ہو جائے۔

باب اس کے بارے میں جس نے کہا کہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حق دار ہے یہاں تک وہ (اپنا کھیت باغات وغیرہ) سیراب کر لے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ضرورت سے زیادہ جو پانی ہو اس سے کسی کو نہ روکا جائے۔

(۲۳۵۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پانی سے کسی کو اس لئے نہ روکا جائے کہ اس طرح جو ضرورت سے زیادہ گھاس ہو وہ بھی رکی رہے۔

۲- بَابُ مَنْ قَالَ: إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرَوْى، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ))

۲۳۵۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُضْمَعَ بِهِ الْكَلَامُ)).

[طرفاہ فی ۲۳۵۴، ۶۹۶۲]

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا کتواں ایک مقام پر ہو، اس کے ارد گرد گھاس ہو جس میں عام طور پر سب کو چرانے کا حق ہو۔ مگر کتوئیں والا کسی کے جانوروں کو پانی نہ پینے دے اس غرض سے کہ جب پانی پینے کو نہ ملے گا تو لوگ اپنے جانور بھی وہاں چرانے کو نہ لائیں گے اور گھاس محفوظ رہے گی۔ جمہور کے نزدیک یہ حدیث محمول ہے اس کتوئیں پر جو ملکی زمین میں ہو یا ویران زمین میں بشرطیکہ ملکیت کی نیت سے کھودا گیا ہو اور جو کتواں غلق اللہ کے آرام کے لیے ویران زمین میں کھودا جائے اس کا پانی ملک نہیں ہوتا۔ لیکن کھودنے والا جب تک وہاں سے کوچ نہ کرے اس پانی کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ اور ضرورت سے یہ مراد ہے کہ اپنے اور بال بچوں اور زراعت اور مویشی کیلئے جو پانی درکار ہو۔ اسکے بعد جو فاضل ہو اسکا روکنا جائز نہیں۔ خطابی نے کہا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے مگر اسکی دلیل کیا ہے پس ظاہر یہی ہے کہ نہی تحریمی ہے اور پانی کو نہ روکنا واجب ہے۔ اب اختلاف ہے کہ فاضل پانی کی قیمت لینا اس کو روکنا ہے یا نہیں، ترجیح اسی کو حاصل ہے کہ فاضل پانی کی قیمت نہ لی جائے۔ کیونکہ یہ بھی ایک طرح اس کا روکنا ہی ہے۔

(۲۳۵۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عمیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابن مسیب اور ابو سلمہ نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فالتو پانی سے کسی کو اس غرض سے نہ روکو کہ جو گھاس ضرورت سے زیادہ ہو اسے بھی روک لو۔

۲۳۵۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَامِ)). [راجع: ۲۳۵۳]

باب جس نے اپنی ملک میں کوئی کتواں کھودا، اس میں کوئی گھر کر مر جائے تو اس پر تاوان نہ ہوگا

۳- بَابُ مَنْ حَفَرَ بِنْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ

امام بخاری رحمہ اللہ کے یہ قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں اہل کوفہ کے ساتھ متفق ہیں کہ اگر یہ کنواں اپنی ملک میں کھودا ہو تب کنویں والے پر ضمان نہ ہو گا۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ کسی حال میں ضمان نہ ہو گا خواہ اپنی ملک میں ہو یا غیر ملک میں۔ مزید تفصیل کتاب الديات میں آئے گی۔

(۲۳۵۵) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبید اللہ بن موسیٰ نے خبر دی، انہیں اسرائیل نے، انہیں ابو حصین نے، انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کان (میں مرنے والے) کا تاوان نہیں، کنویں (میں) گر کر مر جانے والے) کا تاوان نہیں۔ اور کسی کا جانور (اگر کسی آدمی کو مار دے تو اس کا) تاوان نہیں۔ گڑھے ہوئے مال میں سے پانچواں حصہ دینا ہو گا۔

باب کنویں کے بارے میں جھگڑنا

اور اس کا فیصلہ کرنا

(۲۳۵۶، ۲۳۵۷) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو حمزہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے شقیق نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو شخص کوئی ایسی جھوٹی قسم کھائے جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان کے مال پر ناحق قبضہ کر لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بہت زیادہ غضب ناک ہو گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے (سورہ آل عمران کی یہ) آیت نازل فرمائی، کہ ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی دولت خریدتے ہیں“ آخر آیت تک۔ پھر اشعث رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ ابو عبد الرحمن (عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے تم سے کیا حدیث بیان کی ہے؟ یہ آیت تو میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرا ایک کنواں میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں تھا۔ (پھر جھگڑا ہوا تو) آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تو اپنے گواہ لا۔ میں نے عرض کیا کہ گواہ تو میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر فریق مخالف سے قسم لے لے۔ اس پر میں نے کہا، یا رسول اللہ! یہ تو قسم کھا بیٹھے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس بارے میں یہ آیت نازل فرما کر اس کی تصدیق کی۔

۲۳۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((الْمَقْدُونُ جَبَّارٌ، وَالْبُرُّ جَبَّارٌ، وَالْعَجْمَاءُ جَبَّارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ)). [راجع: ۱۴۹۹]

۴- بَابُ الْخُصُومَةِ فِي الْبُرِّ،

وَالْقَضَاءِ فِيهَا

۲۳۵۶، ۲۳۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَقْطَعُ بِهَا مَالَ امْرَأَةٍ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهُ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾)) الْآيَةَ فَجَاءَ الْأَشْعَثُ فَقَالَ: مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي أَنْزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةَ! كَانَتْ لِي بِنْتُ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي، فَقَالَ لِي: شَهُودُكَ، قُلْتُ مَا لِي شَهُودٌ، قَالَ: ((فَيَمِينُهُ)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا يَخْلِفُ. فَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَذَا. فَأَنْزَلَ اللَّهُ ذَلِكَ تَصْدِيقًا لَهُ)).

[اطرافه في: ۲۴۱۶، ۲۵۱۵، ۲۶۶۶،

۲۶۶۶، ۲۶۷۳، ۲۶۷۶، ۴۵۴۹]

،۶۶۶۰ ،۴۵۰۰ ،۲۶۷۷ ،۲۶۷۰

،۶۶۷۶ ،۷۱۸۳ ،۷۴۴۵

،۷۱۸۴ ،۶۶۷۷

[أطرفه في : ۲۴۱۷ ، ۲۵۱۶ ، ۲۶۶۷ ،

باب اس شخص کا گناہ جس نے کسی مسافر کو پانی سے روک دیا

۵- بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ مِنَ الْمَاءِ

یعنی جو پانی اس کی ضرورت سے زیادہ ہو جیسے حدیث میں اس کی تصریح ہے اور ضرورت کے موافق جو پانی ہو اس کا مالک زیادہ حق دار ہے بہ نسبت مسافر کے۔

(۲۳۵۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا کہ میں نے ابو صالح سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین طرح کے لوگ وہ ہوں گے جن کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر بھی نہیں اٹھائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔ ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور اس نے کسی مسافر کو اس کے استعمال سے روک دیا۔ دوسرا وہ شخص جو کسی حاکم سے بیعت صرف دنیا کے لئے کرے کہ اگر وہ حاکم اسے کچھ دے تو وہ راضی رہے ورنہ خفا ہو جائے۔ تیسرے وہ شخص جو اپنا (بیچنے کا) سامان عصر کے بعد لے کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، مجھے اس سامان کی قیمت اتنی مل رہی تھی۔ اس پر ایک شخص نے اسے سچ سمجھا (اور اس کی بتائی ہوئی قیمت پر اس سامان کو خرید لیا) پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ”جو لوگ اللہ کو درمیان میں دے کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کا تھوڑا سا مال مول لیتے ہیں۔“ آخر تک۔

۲۳۵۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُرَكِّبُهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مَاءٍ بِالطَّرِيقِ، فَمَنَعَهُ مِنْ ابْنِ السَّبِيلِ. وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامَهُ لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخَطَ. وَرَجُلٌ أَقَامَ سَلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ: وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ لَقَدْ أَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا، فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾))

[أطرفه في : ۲۳۶۹ ، ۲۶۷۲ ، ۷۲۱۲ ،

،۷۴۴۶

حدیث میں جن تین ملعون آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اول فالتو پانی سے روکنے والا، خاص طور پر پیاسے مسافر کو محروم رکھنے والا۔ وہ انسانیت کا مجرم ہے، اخلاق کا باغی ہے، ہمدردی کا دشمن ہے۔ اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ ایک پیاسے مسافر کو دیکھ کر دل نرم ہونا چاہئے۔ اس کی جان خطرے میں ہے۔ اس کی بقا کے لئے اسے پانی پلانا چاہئے نہ کہ اسے پیاسا لوٹا دیا جائے۔ دوسرا وہ انسان جو اسلامی تنظیم میں محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے گھس بیٹھا ہے اور وہ

تَشْرِیح

خلاف مفاد ذرا سی بات بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہی وہ بدترین انسان ہے جو ملی اتحاد کا دشمن قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور ایسے غدار کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اس زمانہ میں اسلامی مدارس و دیگر تنظیموں میں بکثرت ایسے ہی لوگ برسر اقتدار ہیں۔ جو محض ذاتی مفاد کے لئے ان سے چپے ہوئے ہیں۔ اگر کسی وقت ان کے وقار پر ذرا بھی چوٹ پڑی تو وہ اسی مدرسہ کے، اسی تنظیم کے انتہائی دشمن بن کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ حدیث میں حاکم اسلام سے بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ مگر ہر اسلامی تنظیم کو اسی پر سمجھا جاسکتا ہے۔ تاریخ اسلامی میں کتنے ہی ایسے غدار ملتے ہیں جنہوں نے اپنے ذاتی نقصان کا خیال کر کے اسلامی حکومت کو سازشوں کی آماجگاہ بنا کر آخر میں اس کو تہہ و بالا کرا دیا۔ تیسرا وہ تاجر ہے جو مال نکالنے کے لئے جھوٹ فریب کا ہر ہتھیار استعمال کرتا ہے اور جھوٹ بول بول کر خوب بڑھا چڑھا کر اپنا مال نکالتا ہے۔

اغرض بغور دیکھا جائے تو یہ تینوں مجرم انتہائی مذمت کے قابل ہیں۔ اور حدیث ہذا میں جو کچھ ان کے متعلق بتلایا گیا ہے وہ اپنی جگہ پر بالکل صدق اور صواب ہے۔

باب نہر کاپانی روکنا

۶- بَابُ مَسْكَوِ الْأَنْهَارِ

(۶۰، ۲۳۵۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک انصاری مروی زبیر رضی اللہ عنہما سے حرہ کے نالے میں جس کاپانی مدینہ کے لوگ کھجور کے درختوں کو دیا کرتے تھے، اپنے جھگڑے کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ انصاری رضی اللہ عنہما سے کہنے لگا کاپانی کو آگے جانے دو لیکن زبیر رضی اللہ عنہما کو اس سے انکار تھا۔ اور یہی جھگڑا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش تھا۔ آنحضرت ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ (پہلے اپنا باغ) سیخ لے پھر اپنے پڑوسی بھائی کے لئے جلدی جانے دے۔ اس پر انصاری رضی اللہ عنہما کو غصہ آگیا اور انہوں نے کہا ہاں زبیر آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں نا۔ بس رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا، اے زبیر! تم میرا ب کر لو۔ پھر پانی کو اتنی دیر تک روکے رکھو کہ وہ منڈیروں تک چڑھ جائے۔ زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا، اللہ کی قسم! میرا تو خیال ہے کہ یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہے ”ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھ کو حاکم نہ تسلیم کر لیں۔“ آخر تک۔

۲۳۵۹، ۲۳۶۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَدَّثَهُ: ((أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: سَرَحَ الْمَاءَ يَمُرُّ - فَأَبَى عَلَيْهِ. فَاحْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسَلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ)). فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: إِنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ. فَتَلَوْنَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اخْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ)). فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ إِنِّي لِأَخْبِسُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾.

یہ حدیث اور آیت کریمہ اطاعت رسول کریم ﷺ کی فرضیت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ اور اس امر پر بھی کہ جو لوگ صاف صریح واضح ارشاد نبوی سن کر اس کی تسلیم میں پس و پیش کریں وہ ایمان سے محروم ہیں۔ قرآن مجید کی اور بھی بہت سی آیات میں اس اصول کو بیان کیا گیا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے ﴿ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَنْكَرُوهُ لَهُمُ الْخِزْيَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴾ (الاحزاب: ۳۶) کسی بھی مومن مرد اور عورت کے لئے یہ زیبا نہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ سن لے تو پھر اس کے لئے اس بارے میں کچھ اور اختیار باقی رہ جائے۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلا ہوا گمراہ ہے۔

اب ان لوگوں کو خود فیصلہ کرنا چاہئے جو آیات قرآنی و احادیث نبوی کے خلاف اپنی رائے اور قیاس کو ترجیح دیتے ہیں یا وہ اپنے اماموں، پیروں، مرشدوں کے فتاویٰ کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ کو مختلف جیلوں بہانوں سے ٹال دیتے ہیں۔ ان کو خود سوچنا چاہئے کہ ایک انصاری مسلمان صحابی نے جب آنحضرت ﷺ کے ایک قطعی فیصلہ کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا تو اللہ پاک نے کس غضبناک لہجہ میں اسے ڈانٹا اور اطاعت نبوی کے لئے حکم فرمایا۔ جب ایک صحابی انصاری کے لئے یہ قانون ہے، تو اور کسی مسلمان کی کیا وقعت ہے کہ وہ کلمے لفظوں میں قرآن و حدیث کی مخالفت کرے۔ اور پھر بھی ایمان کا ٹھیکیدار بنا رہے۔ اس آیت شریفہ میں منکرین حدیث کو بھی ڈانٹا گیا ہے۔ اور ان کو بتلایا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ جو بھی امور دینی میں ارشاد فرمائیں آپ کا وہ ارشاد بھی وحی الہی میں داخل ہے جس کا تسلیم کرنا اسی طرح واجب ہے جیسا کہ قرآن مجید کا تسلیم کرنا واجب ہے۔ جو لوگ حدیث نبوی کا انکار کرتے ہیں وہ قرآن مجید کے بھی منکر ہیں، قرآن و حدیث میں باہمی طور پر جسم اور روح کا تعلق ہے۔ اس حقیقت کا انکاری اپنی عقل و فہم سے دشمنی کا اظہار کرنے والا ہے۔

۷- بَابُ شَرْبِ الْأَعْلَى قَبْلَ الْأَسْفَلِ باب جس کا کھیت بلندی پر ہو پہلے وہ اپنے کھیتوں کو پانی

پلائے۔

جو ضرر یا نالہ کسی کی ملک نہ ہو اس سے پانی لینے میں پہلے بلند کھیت والے کا حق ہے۔ وہ اتنا پانی اپنے کھیت میں دے سکتا ہے کہ اب زمین پانی نہ پئے۔ اور کھیت کی منڈیوں تک پانی چڑھ آئے۔ پھر نشیبی کھیت والے کی طرف پانی کو چھوڑ دے۔

۲۳۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرُورَةَ قَالَتْ: ((حَاصِمَ الزُّبَيْرِ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا زُبَيْرُ اسْقِ نَوْمَ أَرْسِلَ)) فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: إِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ يَنْلُغُ الْمَاءَ الْجَدْرَ ثُمَّ أَمْسِكْ)).

۲۳۶۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا، کہ زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک انصاری رضی اللہ عنہ کا جھگڑا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زبیر! پہلے تم (اپنا باغ) سیراب کر لو، پھر پانی آگے کے لئے چھوڑ دینا، اس پر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آپ کی چھو بھی کے لڑکے ہیں! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، زبیر! اپنا باغ اتنا سیراب کر لو کہ پانی اس کی منڈیوں تک پہنچ جائے اتنے روک رکھو، زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا لگان ہے کہ یہ آیت ”ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ

ذَلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾۔ اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک آپ کو اپنے تمام اختلافات میں حکم نہ تسلیم کر لیں۔ ”اسی باب میں نازل ہوئی ہے۔

[راجع: ۲۳۵۹]

معلوم ہوا کہ فیصلہ نبوی کے سامنے بلاچوں و چرا سر تسلیم خم کر دینا ہی ایمان کی دلیل ہے اگر اس بارے میں ذرہ برابر بھی دل میں تنگی محسوس کی تو پھر ایمان کا خدا ہی حافظ ہے۔ ان مقلدین جاہلین کو سوچنا چاہئے جو صحیح حدیث کے مقابلہ پر محض اپنے مسلکی تعصب کی بنا پر خم ٹھونک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور فیصلہ نبوی کو رد کر دیتے ہیں، حوض کوثر پر آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ لوگ کیا منہ لے کر جائیں گے۔

باب بلند کھیت والا ٹخنوں تک پانی بھر لے،

(۲۳۶۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو مخلد نے خبر دی، کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک انصاری مرد نے زبیر رضی اللہ عنہما سے حرہ کی ندی کے بارے میں جس سے کھجوروں کے باغ سیراب ہوا کرتے تھے، جھگڑا کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زبیر! تم سیراب کر لو۔ پھر اپنے پڑوسی بھائی کے لئے جلد پانی چھوڑ دینا۔ اس پر انصاری رضی اللہ عنہما نے کہا: جی ہاں! آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں نا۔ رسول اللہ ﷺ کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم سیراب کرو، یہاں تک کہ پانی کھیت کی مینڈوں تک پہنچ جائے۔ اس طرح آپ نے زبیر رضی اللہ عنہما کو ان کا پورا حق دلوا دیا۔ زبیر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ قسم اللہ کی یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی ”ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! اس وقت تک یہ ایمان والے نہیں ہوں گے۔ جب تک اپنے جملہ اختلافات میں آپ کو حکم نہ تسلیم کریں۔“ ابن شہاب نے کہا کہ انصار اور تمام لوگوں نے اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی بنا پر کہ ”سیراب کرو اور پھر اس وقت تک رک جاؤ“ جب تک پانی منڈیوں تک نہ پہنچ جائے“ ایک اندازہ لگالیا، یعنی پانی ٹخنوں تک بھر جائے۔

۸- بَابُ شِرْبِ الْأَعْلَىٰ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

۲۳۶۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ: ((أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصِمَ الزُّبَيْرِ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْحِوْرَةِ يَسْتَقِي بِهِ النَّخْلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ - فَأَمْرَةٌ بِالْمَعْرُوفِ - ثُمَّ أَرْسَلَهُ إِلَى جَارِكِ)).

فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: أُن كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ. فَعَلَوْنَ وَجَهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: ((اسْقِ نِمَّ أَحْسِنَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَنْدِ - وَاسْتَوْعَمِي لَهُ حَقَّهُ)). فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللَّهِ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ أَنْزَلَتْ فِي ذَلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَقَدَرْتُ الْأَنْصَارَ وَالنَّاسَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ: ((اسْقِ نِمَّ أَحْسِنَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَى الْجَنْدِ)) وَكَانَ ذَلِكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

[راجع: ۲۳۵۹]

گویا قانونی طور پر یہ اصول قرار پایا کہ کھیت میں ٹخنوں تک پانی کا بھر جانا اس کا سیراب ہونا ہے۔

باب پانی پلانے کے ثواب کا بیان

(۲۳۶۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تمیمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خریدی، انہیں سہی نے، انہیں ابو صالح نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی۔ اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتاباںپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کچھ چٹا رہا ہے۔ اس نے (اپنے دل میں) کہا، یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ (چنانچہ وہ پھر کنویں میں اتر اور اپنے چڑے کے موزے کو (پانی سے) بھر کر اسے اپنے منہ سے پلائے ہوئے اوپر آیا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہمیں چوپاؤں پر بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا، ہر جاندار میں ثواب ہے۔ اس روایت کی متابعت حماد بن سلمہ اور ربیع بن مسلم نے محمد بن زیاد سے کی ہے۔

۹- بَابُ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ

۲۳۶۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيِّ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَنَزَلَ بِنَاءً فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي. فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ)). قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ قَالَ: ((فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٌ أَجْرٌ)). تَابَعَهُ حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ وَالرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ.

[راجع: ۱۷۳]

ثابت ہوا کہ کسی بھی جاندار کو پانی پلا کر اس کی پیاس رفع کر دینا ایسا عمل ہے کہ جو مغفرت کا سبب بن سکتا ہے۔ جیسا کہ اس شخص نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا اور اسی عمل کی وجہ سے بخشا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ تو بظاہر عام ہے، ہر جانور کو شال ہے۔ بعض نے کہا مراد اس سے حلال چوپائے جانور ہیں۔ اور کتے اور سور وغیرہ میں ثواب نہیں کیونکہ ان کے مار ڈالنے کا حکم ہے۔ میں (مولانا وحید الزماں) کتابوں میں حدیث کو مطلق رکھنا بہتر ہے۔ کتے اور سور کو بھی یہ کیا ضروری ہے کہ پیاسا رکھ کر مارا جائے۔ پہلے اس کو پانی پلا دیں پھر مار ڈالیں۔ ابو عبد اللہ نے کہا یہ حدیث بنی اسرائیل کے لوگوں سے متعلق ہے۔ ان کو کتوں کے مارنے کا حکم نہ تھا (وحیدی) حدیث میں لفظ فی کل کبد رطبه عام ہے جس میں ہر جاندار داخل ہے اس لحاظ سے مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ کی تشریح خوب ہے۔

(۲۳۶۴) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ سورج گرہن کی نماز پڑھی پھر فرمایا (ابھی ابھی) دوزخ مجھ سے اتنی قریب آگئی تھی کہ میں نے چونک کر کہا۔ اے رب! کیا میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ اتنے میں دوزخ میں میری نظر ایک عورت پر پڑی۔ (اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا)

۲۳۶۴- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَاةَ الْكُسُوفِ فَقَالَ: ((ذَلَّتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ أَيُّ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ - حَسِبْتُ أَنَّه -

تَخَذِيهَا هِرَّةً. قَالَ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوا: حَبَسْنَاهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا)).
[راجع: ۷۴۵]

مجھے یاد ہے کہ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ) اس عورت کو ایک بلی کوچ رہی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس پر اس عذاب کی کیا وجہ ہے؟ آپ کے ساتھ والے فرشتوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو اتنی دیر تک باندھے رکھا کہ وہ بھوک کے مارے مر گئی۔

اس حدیث کو یہاں لانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی بھی جاندار کو باوجود قدرت اور آسانی کے اگر کوئی شخص کھانا پانی نہ دے اور وہ جاندار بھوک پیاس کی وجہ سے مر جائے تو اس شخص کے لئے یہ جرم دوزخ میں جانے کا سبب بن سکتا ہے ان هذه المرأة لما حبست هذه الهرة الى ان ماتت بالجوع والعطش فاستحقت هذه العذاب فلو كانت سقيها لم تعذب و من ههنا يعلم فضل سقى الماء و هو مطابق للترجمة (عینی)

۲۳۶۵- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((عَذِبَتْ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، قَالَ: فَقَالَ: - وَاللَّهِ أَغْلَمُ - : لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِهَا، وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ)).
[طرفاه فی : ۳۳۱۸، ۳۴۸۲].

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک عورت کو عذاب، ایک بلی کی وجہ سے ہوا جسے اس نے اتنی دیر تک باندھے رکھا تھا کہ وہ بھوک کی وجہ سے مر گئی۔ اور وہ عورت اسی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تھا۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔۔۔ کہ جب تو نے اس بلی کو باندھے رکھا اس وقت تک نہ تو نے اسے کچھ کھلایا نہ پلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔

اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ بلی کو پانی نہ پلانے سے عذاب ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ پانی پلانا ثواب ہے۔ ابن منیر نے کہا اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ بلی کا قتل کرنا درست نہیں۔

لطفہ: تفسیر البخاری میں خشاش الارض کا ترجمہ گھاس پھوس کرتے ہوئے بلی کے لئے لکھا ہے کہ نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین سے گھاس پھوس ہی کھا سکے۔ عام طور پر بلی گوشت خور جانور ہے نہ چرندہ کہ وہ گھاس پھوس کھاتی ہو۔ شاید فاضل مترجم کی نظر میں گھاس پھوس کھانے والی بلیاں موجود ہوں ورنہ عموماً بلیاں گوشت خور ہوتی ہیں۔ اسی لئے دوسرے مترجمین بخاری خشاش الارض کا ترجمہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کرتے ہیں۔ خشاش بفتح الخاء اشهر الثلاثة و هي هوام و قيل ضعاف الطير (مجمع البحار لغات الحديث لفظ (خ) ص ۳۸)

۱۰- بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ

الْحَوْضِ وَالْقَرْيَةِ أَحَقُّ بِمَانِهِ

۲۳۶۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول

باب جن کے نزدیک حوض والا اور مشک کا مالک ہی اپنے

پانی کا زیادہ حق دار ہے۔

اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا اور آپ نے اسے نوش فرمایا۔ آپ کی دائیں طرف ایک لڑکا تھا جو حاضرین میں سب سے کم عمر تھا۔ بڑی عمر والے صحابہ آپ کی بائیں طرف تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے لڑکے! کیا تمہاری اجازت ہے کہ میں اس پیالے کا سچا ہو اپنی بوڑھوں کو دوں؟ اس نے جواب دیا، یا رسول اللہ! میں تو آپ کا جھوٹا اپنے حصہ کا کسی کو دینے والا نہیں ہوں۔ آخر آپ نے وہ پیالہ اسی کو دے دیا۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ هُوَ أَخَذْتُ الْقَوْمَ، وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، قَالَ: ((بَا غُلَامٌ أَتَاذُنَ لِي أَنْ أُعْطِيَ الْأَشْيَاخُ؟)) فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَوْلَادِي بِنَصِيحِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ)).

[راجع: ۲۳۵۱]

ترجمہ باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ حوض اور منگ کو پیالے پر قیاس کیا۔ لیکن میر نے کہا وہ مناسبت یہ ہے کہ جب داہنی طرف بیٹھے والا پیالہ کا زیادہ حق دار ہوا صرف داہنی طرف بیٹھے کی وجہ سے تو جس نے حوض بنایا، منگ تیار کیا، وہ بطریق اولیٰ پہلے اس کے پانی کا حق دار ہوگا۔

(۲۳۶۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غدر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں (قیامت کے دن) اپنے حوض سے کچھ لوگوں کو اس طرح ہانک دوں گا جیسے اجنبی اونٹ حوض سے ہانک دیئے جاتے ہیں۔

۲۳۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُدْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لِأُدْوِدَ عَنْ حَوْضِي كَمَا تَذَاذُ الْفَرِيَّةُ مِنَ الْإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ)).

یہیں سے باب کا مطلب نکلا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس حوض والے پر انکار نہیں کیا، اس امر پر کہ وہ جالوروں کو اپنے حوض سے ہانک رہتا ہے۔

(۲۳۶۸) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد الرزاق نے خبر دی، کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ایوب اور کثیر بن کثیر نے دونوں کی روایتوں میں ایک دوسرے کی یہ نسبت تھی اور زیادتی ہے، اور ان سے سعید بن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اسماعیل رضی اللہ عنہ کی والدہ (حجرت باجرہ طہیبا السلام) پر اللہ رحم فرمائے کہ اگر انہوں نے زمزم کو چھوڑ دیا ہوتا یا یوں فرمایا کہ اگر وہ زم زم سے چلو بھر کر نہ لیتیں تو وہ ایک بہتا چشمہ ہوتا۔ پھر جب قبیلہ جرم کے لوگ آئے اور (حجرت باجرہ طہیبا السلام سے) کہا کہ آپ ہمیں اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دیں، تو

۲۳۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ - يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكْتَ زَمْزَمَ = أَوْ قَالَ: لَوْ تَعْرِفَ مِنَ الْمَاءِ - لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا. وَأَقْبَلَ جُرْهُمُ فَقَالُوا: أَتَأْذِنِينَ أَنْ نَسْرُلَ عِنْدَكَ؟)) قَالَتْ:

نَعْمَ، وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ. قَالُوا : انہوں نے اسے قبول کر لیا اس شرط پر کہ پانی پر ان کا کوئی حق نہ ہو (نعم)۔
گا۔ قبیلہ والوں نے یہ شرط مان لی تھی۔

[أطرافه في : ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵]۔

حدیث ہذا میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ان واقعات کی طرف اشارہ ہے جب کہ وہ ابتدائی دور میں مکہ شریف میں سکونت پذیر ہوئی تھیں۔ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حوالہ بخدا کر کے واپس ہو چکے تھے اور وہ پانی کی تلاش میں کوہ صفا اور مروہ کا چکر لگ رہی تھیں کہ اچانک ان کو زمزم کا چشمہ نظر آیا۔ اور وہ دوڑ کر اس کے پاس آئیں اور اس کے پانی کے ارد گرد منڈیر لگانا شروع کر دیا۔ اسی کیفیت کا یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

مجتہد مطلق اس حدیث کو یہاں یہ مسئلہ بیان فرمانے کے لئے لائے ہیں کہ کنویں یا تالاب کا اصل مالک اگر موجود ہے تو بہر حال اس کی ملکیت کا حق اس کے لئے ثابت ہے۔ ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے اس قول پر کہ پانی پر تمہارا (قبیلہ بنو جرہم کا) کوئی حق نہ ہو گا، اس پر آنحضرت ﷺ نے انکار نہیں فرمایا۔ خطابی نے کہا اس سے یہ نکلا کہ جنگل میں جو کوئی پانی نکالے وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اور دوسرا کوئی اس میں اس کی رضامندی کے بغیر شریک نہیں ہو سکتا۔

ہاجرہ علیہا السلام ایک فرعون مصر کی بیٹی تھی۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کی کرامت دیکھ کر اس نے اس مبارک خاندان میں شرکت کا فخر حاصل کرنے کی غرض سے ان کے حوالہ کر دیا تھا۔ اس کا تفصیلی بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

۲۳۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ خَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطِيَ وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ خَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٌ بَعْدَ الْعَصْرِ لَيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَائِهِ فَيَقُولُ اللَّهُ: الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلًا مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ)). قَالَ عَلِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ - غَيْرَ مَرَّةٍ - عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ يَتَلَوُّ بِه النَّبِيِّ ﷺ.

(۲۳۶۹) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابو صالح سان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھے گا۔ وہ شخص جو کسی مسلمان کے متعلق قسم کھائے کہ اسے اس کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جا رہی ہے۔ حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ شخص جس نے جھوٹی قسم عصر کے بعد اسلئے کھالی کہ اسکے ذریعہ ایک مسلمان کے مال کو ہضم کر جائے۔ وہ شخص جو اپنی ضرورت سے بچے پانی سے کسی کو روکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں اپنا فضل اسی طرح تمہیں نہیں دوں گا جس طرح تم نے ایک ایسی چیز کے فالتو حصے کو نہیں دیا تھا جسے خود تمہارے ہاتھوں نے بتایا بھی نہ تھا۔ علی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو سے کئی مرتبہ بیان کیا کہ انہوں نے ابو صالح سے سنا اور وہ نبی کریم ﷺ تک اس حدیث کی سند پہنچاتے تھے۔

[راجع: ۲۳۵۸]

تشیخ حدیث میں بیان کردہ مضمون نمبر ۳ سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ ضرورت سے زیادہ پانی روکنے پر یہ سزا ملی تو معلوم ہوا کہ بقدر ضرورت اس کو روکنا جائز تھا۔ اور وہ اس کا حق رکھتا تھا۔ بعض نے کہا یہ جو فرمایا جو تیرا بنایا ہوا نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ پانی اس نے اپنی محنت سے نکالا ہوتا، جیسے کنواں کھودا ہوتا یا منگ میں بھر کر لایا ہوتا تو وہ اس کا حق دار ہوتا۔ (وحیدی)

۱۱- بَابُ لَا حِمَىٰ إِلَّا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ
باب اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی اور چر اگاہ محفوظ نہیں کر سکتا

(۲۳۷۰) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب بن عتبہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ صعب بن بشامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چر اگاہ اللہ اور اس کا رسول ہی محفوظ کر سکتا ہے۔ (ابن شہاب نے) بیان کیا کہ ہم تک یہ بھی پہنچا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تضحیح میں چر اگاہ بنوائی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرف اور ربذہ کو چر اگاہ بنایا۔

۲۳۷۰- حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَشَامَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا حِمَىٰ إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ)). وَقَالَ بَلَّغْنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَمَى النَّقِيعَ، وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى السَّرْفَ وَالرَّبِذَةَ.

[طرفہ فی : ۳۰۱۳].

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جنگل میں چر اگاہ روکنا، گھاس اور شکار بند کرنا یہ کسی کو نہیں پہنچتا، سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے۔ امام اور خلیفہ بھی رسول کا قائم مقام ہے۔ اس کے سوا اور لوگوں کو چر اگاہ روکنا اور محفوظ کرنا درست نہیں۔ شافعیہ اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ تضحیح ایک مقام ہے مدینہ سے بیس میل پر، اور سرف اور ربذہ بھی مقاموں کے نام ہیں۔

۱۲- بَابُ شُرْبِ النَّاسِ وَسُقْيِ الدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ
باب نہروں میں سے آدمی اور جانور سب پانی پی سکتے ہیں

امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ جو نہریں راستے پر واقع ہوں۔ ان میں آدمی اور جانور سب پانی پی سکتے ہیں۔ وہ کسی کے لئے خاص نہیں ہو سکتیں۔

(۲۳۷۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تمیمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے، انہیں ابو صالح سلمان نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، گھوڑا ایک شخص کے لئے باعث ثواب ہے، دوسرے کے لئے بچاؤ ہے۔ اور تیسرے کے لئے وبال ہے۔ جس کے لئے گھوڑا اجر و ثواب ہے، وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ کے لئے اس کو پالے، وہ اسے کسی

۲۳۷۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلَى رَجُلٍ وَرَزٌّ فَإِمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ

ہریالے میدان میں باندھے (راوی نے کہا) یا کسی باغ میں۔ تو جس قدر بھی وہ اس ہریالے میدان یا باغ میں چرے گا۔ اس کی نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ اگر اتفاق سے اس کی رسی ٹوٹ گئی اور گھوڑا ایک یا دو مرتبہ آگے کے پاؤں اٹھا کر کودا۔ تو اس کے آثار قدم اور لید بھی مالک کی نیکیوں میں لکھے جائیں گے اور اگر وہ گھوڑا کسی ندی سے گذرے اور اس کا پانی پئے۔ خواہ مالک نے اسے پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو بھی یہ اس کی نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ تو اس نیت سے پالا جانے والا گھوڑا انہیں وجوہ سے باعث ثواب ہے دوسرا شخص وہ ہے جو لوگوں سے بے نیاز رہنے اور ان کے سامنے دست سوال بڑھانے سے بچنے کے لئے گھوڑا پالے، پھر اس کی گردن اور اس کی پیٹھ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی فراموش نہ کرے تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لئے پردہ ہے۔ تیسرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی میں پالے۔ تو یہ گھوڑا اس کے لئے وبال ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی حکم وحی سے معلوم نہیں ہوا۔ سوا اس جامع آیت کے ”جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا“ اس کا بدلہ پائے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا“ اس کا بدلہ پائے گا۔“

فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرَجٍ أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرَجِ أَوْ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ أَنَّهُ انْفَطَعَ طِيلُهَا فَاسْتَنْتَ شَرْفًا أَوْ شَرْفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاتُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهُ مَرَّتْ بِبَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ، فَهِيَ لِذَلِكَ أَجْرًا. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَعْنِيًا وَتَعَفُّفًا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظَهْرِهَا فَهِيَ لِذَلِكَ سِتْرًا. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخَرًا وَرِيَاءً وَنَوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ (وِزْرًا). وَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحُمْرِ فَقَالَ: ((مَا أَنْزَلَ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَةُ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾)).

[أطرافه في: ٢٨٦٠، ٣٦٤٦، ٤٩٦٢،

٤٩٦٣، ٧٣٥٦.]

باب کا مضمون حدیث کے جملہ و لو انہا مرت بہر الخ سے نکلتا ہے۔ کیونکہ اگر جانوروں کو نمر سے پانی پی لینا جائز نہ ہوتا تو اس پر ثواب کیوں ملتا۔ اور جب غیر پلانے کے قصد کے ان کے خود بخود پانی پی لینے کے ثواب ملا، تو قصداً پلانا بطریق اولیٰ جائز بلکہ موجب ثواب ہوگا۔

(۲۳۷۲) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے، ان سے منبعت کے غلام یزید نے اور ان سے زید بن خالد بن عبد اللہ نے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آپ سے لقطہ (راستے میں کسی کی گم ہوئی چیز جو پاگئی ہو) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تھیلی

٢٣٧٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللَّقْطَةِ فَقَالَ: ((اعْرِفْ

اور اس کے بندھن کی خوب جانچ کر لو۔ پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اس عرصے میں اگر اس کا مالک آجائے (تو اسے دے دو) ورنہ پھر وہ چیز تمہاری ہے۔ سائل نے پوچھا، اور گمشدہ بکری؟ آپ نے فرمایا، وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا پھر بھیڑیے کی ہے۔ سائل نے پوچھا، اور گمشدہ اونٹ؟ آپ نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اسے سیراب رکھنے والی چیز ہے اور اس کا گھر ہے۔ پانی پر بھی وہ جاسکتا ہے اور درخت (کے پتے) بھی کھاسکتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پا جائے۔

باب لکڑی اور گھاس بیچنا

اس باب کی مناسبت کتاب الشرب سے یہ ہے کہ لکڑی پانی گھاس وغیرہ یہ سب مشترک چیزیں ہیں۔ جن سے ہر ایک آدمی نفع اٹھا سکتا ہے۔ حدیث میں جو لکڑی اور گھاس بیان کی گئی ہے اس سے مراد یہی ہے کہ جو غیر ملکی زمین میں واقع ہو۔

۲۳۷۳- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبَلًا فَيَأْخُذَ حَزْمَةً مِنْ حَطَبٍ فَيَبِيعَ فَيَكْفُ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أُعْطِيَ أَمْ مُنِعَ)).

[راجع: ۱۴۷۱]

کوئی امید نہ ہو

برے ہی ایمان افروز انداز میں مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب دلائی گئی ہے خواہ وہ کتنے ہی چھوٹے پیمانے پر ہو۔ بہر حال سوال کرنے سے بہتر ہے خواہ اس کو پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر اپنے سر پر لا کر لانی پڑیں۔ اور ان کی فروخت سے وہ گذران کر سکے۔ بیکاری سے یہ بھی بدرجہا بہتر ہے۔ روایت میں صرف لکڑی کا ذکر ہے۔ حضرت امام نے گھاس کو بھی باب میں شامل فرمایا ہے۔ گھاس جنگل سے کھود کر لانا اور بازار میں فروخت کرنا، یہ بھی عند اللہ بہت ہی محبوب ہے کہ بندہ کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ آگے حدیث میں گھاس کا بھی ذکر آ رہا ہے۔

۲۳۷۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلِ بْنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

۲۳۷۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابو عبید نے، اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

برے ہی ایمان افروز انداز میں مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب دلائی گئی ہے خواہ وہ کتنے ہی چھوٹے پیمانے پر ہو۔ بہر حال سوال کرنے سے بہتر ہے خواہ اس کو پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر اپنے سر پر لا کر لانی پڑیں۔ اور ان کی فروخت سے وہ گذران کر سکے۔ بیکاری سے یہ بھی بدرجہا بہتر ہے۔ روایت میں صرف لکڑی کا ذکر ہے۔ حضرت امام نے گھاس کو بھی باب میں شامل فرمایا ہے۔ گھاس جنگل سے کھود کر لانا اور بازار میں فروخت کرنا، یہ بھی عند اللہ بہت ہی محبوب ہے کہ بندہ کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ آگے حدیث میں گھاس کا بھی ذکر آ رہا ہے۔

فرمایا، اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر (بیچنے کے لئے) لئے پھرے تو وہ اس سے اچھا ہے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ پھر خواہ اسے کچھ دے یا نہ دے [راجعہ: ۱۴۷۰]

(۲۳۷۵) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی، انہیں زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے، ان سے ان کے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی لڑائی کے موقع پر مجھے ایک جوان اونٹنی غنیمت میں ملی تھی۔ اور ایک دوسری اونٹنی مجھے رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرمائی تھی۔ ایک دن ایک انصاری صحابی کے دروازے پر میں ان دونوں کو اس خیال سے باندھے ہوئے تھا۔ کہ ان کی پیٹھ پر ازخر (عرب کی ایک خوشبو دار گھاس جسے سنار وغیرہ استعمال کرتے تھے) رکھ کر بیچنے لے جاؤں۔ بنی قینقاع کا ایک سنار بھی میرے ساتھ تھا۔ اس طرح (خیال یہ تھا کہ) اس کی آمدنی سے فاطمہ رضی اللہ عنہا (جن سے میں نکاح کرنے والا تھا ان) کا ولیمہ کروں گا۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اسی (انصاری کے) گھر میں شراب پی رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی۔ اس نے جب یہ مصرعہ پڑھا ”ہاں: اے حمزہ! اٹھو فریہ جوان اونٹیوں کی طرف“ (بڑھ) حمزہ رضی اللہ عنہما جوش میں تلوار لے کر اٹھے اور دونوں اونٹیوں کے کوہان چیر دیئے۔ ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ اور ان کی کلبجی نکال لی (ابن جریج نے بیان کیا کہ) میں نے ابن شہاب سے پوچھا، کیا کوہان کا گوشت بھی کاٹ لیا تھا۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ ان دونوں کے کوہان کاٹ لئے اور انہیں لے گئے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ تشریف لائے۔

يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَأَنْ يَخْتَلِبَ أَحَدَكُمْ حُمْزَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا لِيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ)).

اس سے بھی لکڑیاں بیچنا ثابت ہوا۔

۲۳۷۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ: ((أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فِي مَعْنَمِ يَوْمِ بَدْرٍ، قَالَ: وَأَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَارِفًا أُخْرَى، فَأَنْخَتَهَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْ خِرًا لِأَيُّعُهُ، وَمَعِيَ صَانِعٌ مِنْ بَنِي قَيْنِقَاعٍ فَاسْتَعِينَ بِهِ عَلِيٌّ وَوَلِيمَةُ فَاطِمَةَ، وَحُمْزَةً بِنِ عَيْدِ الْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْتَةً. فَقَالَتْ: أَلَا يَا حَمَزُ لِلشَّرَفِ النَّوَاءِ، فَتَارَ إِلَيْهِمَا حُمْزَةٌ بِالسَّيْفِ فَجَبَّ أَسْنِمَتُهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا - قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ: وَمَنْ السَّنَامِ. قَالَ: قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتُهُمَا فَذَهَبَ بِهَا - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرِ أَلْفَطْعِيِّ، فَاتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبْرَ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلِيٌّ حُمْزَةً فَعَظِطَ عَلَيْهِ، فَرَفَعَ حُمْزَةً بِصَرَّةٍ وَقَالَ: هَلْ أَنْتُمْ

إِلَّا عَيْنِدَ لَابَالِيهِ! فَرَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
يُقَهِّقِرُ حَتَّى خَرَجَ عَنْهُمْ، وَذَلِكَ قَبْلَ
تَحْرِيمِ الْخَمْرِ)). [راجع: ۲۰۸۹]

زیدؓ بھی آپ کے ساتھ ہی تھے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔
حضور ﷺ جب حضرت حمزہؓ کے پاس پہنچے اور آپ نے خفگی ظاہر
فرمائی، تو حضرت حمزہ نے نظر اٹھا کر کہا ”تم سب میرے باپ دادا کے
غلام ہو۔“ حضور ﷺ اٹے پاؤں لوٹ کر ان کے پاس سے چلے
آئے۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا قصہ ہے۔

تَسْبِيحٌ
حدیث ہذا میں بیان کردہ واقعات اس وقت سے متعلق ہیں جب کہ اسلام میں شراب گناہنا حرام نہ ہوا تھا۔ بدر کے اموال
غنیمت میں سے ایک جوان اونٹنی حضرت علیؓ کو بطور مال غنیمت ملی تھی۔ اور ایک اور اونٹنی آنحضرت ﷺ نے ان کو
بطور صلہ رحمی اپنے خاص حصہ میں سے مرحمت فرمادی تھی۔ چنانچہ ان کا ارادہ ہوا کہ کیوں نہ ان اونٹیوں سے کام لیا جائے۔ اور ان
پر جھگ سے اذخر گھاس جمع کر کے لاد کر لائی جائے اور اسے بازار میں فروخت کیا جائے۔ تاکہ ضروریات شادی کے لئے جو ہونے ہی
والی تھی کچھ سرمایہ جمع ہو جائے۔ اس کاروبار میں ایک دوسرے انصاری بھائی اور ایک بنی قینقاع کے سنا بھی شریک ہونے والے تھے۔
حضرت علیؓ ہی بنی قینقاع کے ساتھ اپنی ہر دو سواریوں کو لے کر اس انصاری مسلمان کے گھر پہنچے۔ اور اس کے دروازے پر جا کر ہر
دو اونٹیوں کو باندھ دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس انصاری کے اسی گھر میں اس وقت حضرت حمزہؓ شراب نوشی اور گناہ سننے میں محو
تھے۔ گانے والی نے جب ان اونٹیوں کو دیکھا اور ان کی فریبی اور جوانی پر نظر ڈالی اور ان کا گوشت بہت ہی لذیذ تصور کیا، تو اس نے
اس عالم مستی میں حضرت حمزہؓ کو گاتے گاتے یہ مصرع بھی بنا کر سنا دیا جو روایت میں مذکور ہے۔ (پورا شعر یوں ہے)

الایاحمزللشرفالنواء وھنمعلقاتبالغناء

حمزہ! اٹھو یہ عمروالی موٹی اونٹنیاں جو مکان کے صحن میں بندھی ہوئی ہیں، ان کو کاٹو اور ان کا گوشت بھون کر کھاؤ اور ہم کو

کھاؤ۔

حضرت حمزہؓ پر مستی سوار تھی، شعر سنتے ہی فوراً تلوار لے کر کھڑے ہوئے اور عالم بے ہوشی میں ان ہر دو اونٹیوں پر حملہ کر
دیا اور ان کے کلیجے نکال کر، کوبان کاٹ کر گوشت کا بہترین حصہ کباب کے لئے لے آئے۔ حضرت علیؓ نے یہ جگر خراش منظر دیکھا
تو اپنے محترم چچا کا احترام سامنے رکھتے ہوئے وہاں ایک لفظ زبان پر نہ لائے بلکہ سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت
زید بن حارثہؓ بھی وہاں موجود تھے۔ چنانچہ آپ نے سارا واقعہ آنحضرت ﷺ کو سنایا اور اپنی اس پریشانی کو تفصیل سے بیان کیا۔ جسے
سن کر آنحضرت ﷺ زید بن حارثہؓ اور آپ کو ہمراہ لے کر فوراً ہی موقع پر معائنہ فرمانے کے لئے چل کھڑے ہوئے اور حضرت
حمزہؓ کے پاس پہنچے جو کہ ابھی تک شراب اور کباب کے نشہ میں چور تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہؓ پر اظہارِ خفگی فرمایا مگر
حمزہ کے ہوش و حواس شراب و کباب میں گم تھے۔ وہ صحیح غور نہ کر سکے بلکہ الٹا اس پر خود ہی اظہارِ خفگی فرمایا۔ اور وہ الفاظ کہے جو
روایت میں مذکور ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں، حضرت حمزہ اس وقت نشہ میں تھے۔ اس لئے ایسا کہنے سے وہ گنہگار نہیں ہوئے دوسرے ان کا مطلب یہ تھا کہ
میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور حضرت علیؓ کے والد حضرت ابو طالب دونوں ان کے
لڑکے تھے اور لڑکا گویا اپنے باپ کا غلام ہی ہوتا ہے۔ یہ حالات دیکھ کر آنحضرت ﷺ خاموشی سے واپس لوٹ آئے۔ اس وقت یہی
مناسب تھا۔ شاید حمزہ کچھ اور کہہ بیٹھتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان کا نشہ اترنے کے بعد آپ نے ان سے ان اونٹیوں کی قیمت
حضرت علیؓ کو دوائی، باب کا مطلب اس فقرے سے نکلتا ہے کہ ان پر اذخر لاد کر لاؤں، اذخر ایک خوشبو دار گھاس ہے (وحیدی)

۱۴- بَابُ الْقَطَائِعِ باب قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا بیان

اصل کتاب میں قطع کا لفظ ہے۔ وہ مقطع اور جاگیر دونوں کو شامل ہے۔ شافعیہ نے کہا 'آباد زمین کو جاگیر میں دینا درست نہیں۔ ویران زمین میں سے امام جس کو لائق سمجھے جاگیر دے سکتا ہے۔ مگر جاگیر دار یا مقطع دار اس کا مالک نہیں ہو جاتا' محب طبری نے اسی کا یقین کیا ہے۔ لیکن قاضی عیاض نے کہا کہ اگر امام اس کو مالک بنا دے تو وہ مالک ہو جاتا ہے (وحیدی)

۲۳۷۶- حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَمَادُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْطَعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: حَتَّى تَقْطَعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِثْلَ الَّذِي تَقْطَعُ لَنَا. قَالَ: ((سَتَرُونَ بَعْدِي أَثَرَةَ، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي)).

(۲۳۷۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بحرین میں کچھ قطعات اراضی بطور جاگیر (انصار کو) دینے کا ارادہ کیا تو انصار نے عرض کیا کہ ہم جب لیں گے کہ آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح کے قطعات عنایت فرمائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میرے بعد (دوسرے لوگوں کو) تم پر ترجیح دی جا کرے گی تو اس وقت تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ ہم سے (آخرت میں آکر) ملاقات کرو۔

[أطرافه في : ۲۳۷۷، ۳۱۶۳، ۳۷۹۴.]

آنحضرت ﷺ نے انصار کو بحرین میں کچھ جاگیریں دینے کا ارادہ فرمایا، اسی سے قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا جواز ثابت ہوا۔ حکومت کے پاس اگر کچھ زمین فالتو ہو تو وہ پبلک میں کسی کو بھی اس کی ملی خدمات کے صلہ میں دے سکتی ہے۔ یہی مقصد باب ہے۔ مستقبل کے لئے آپ نے انصار کو ہدایت فرمائی کہ وہ فتنوں کے دور میں جب عام حق تلفی دیکھیں خاص طور پر اپنے بارے میں ناسازگار حالات ان کے سامنے آئیں تو ان کو چاہئے کہ صبر و شکر سے کام لیں۔ ان کے رفع درجات کے لئے یہ بڑا بھاری ذریعہ ہو گا۔

۱۵- بَابُ كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ باب قطعات اراضی بطور جاگیر دیکر ان کی سند لکھ دینا۔

۲۳۷۷- وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْأَنْصَارَ لِيَقْطَعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ فَعَلْتَ فَاصْبِرْ لِإِخْوَانِنَا مِنَ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا، فَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ((إِنْ كُنْ سَتَرُونَ بَعْدِي أَثَرَةَ، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي)). [راجع: ۲۳۷۶]

(۲۳۷۷) اور لیث نے یحییٰ بن سعید سے بیان کیا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کو بلا کر بحرین میں انہیں قطعات اراضی بطور جاگیر دینے چاہے تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ایسا کرنا ہی ہے تو ہمارے بھائی قریش (مہاجرین) کو بھی اسی طرح کے قطعات کی سند لکھ دیجئے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے پاس اتنی زمین ہی نہ تھی۔ اس لئے آپ نے ان سے فرمایا "میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر مقدم کیا جائے گا۔ تو اس وقت تم مجھ سے ملنے تک صبر کئے رہنا۔"

حکومت اگر کسی کو بطور انعام جاگیر عطا کرے تو اس کی سند لکھ دینا ضروری ہے تاکہ وہ آئندہ ان کے کام آئے اور کوئی ان کا حق

نہ مار سکے۔ ہندوستان میں شاہان اسلام نے ایسی کتنی سندیں تاننے کے پتروں پر کندہ کر کے بت سے مندروں کے پجاریوں کو دی ہیں جن میں ان کے لئے زمینوں کا ذکر ہے پھر بھی تعصب کا برا ہو کہ آج ان کی شاندار تاریخ کو مسخ کر کے مسلمانوں کے خلاف فضائیتار

کی جارہی ہے۔ اللہ انصر الاسلام والمسلمین آمین

باب اونٹنی کو پانی کے پاس دوہنا

(۲۳۷۸) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن فلج نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عبدالرحمن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اونٹ کا حق یہ ہے کہ ان کا دودھ پانی کے پاس دوہا جائے۔

۱۶- بَابُ حَلْبِ الْإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ

۲۳۷۸- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي

عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

أَبِي عُمَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مِنْ حَقِّ الْإِبِلِ أَنْ

تُحَلَبَ عَلَى الْمَاءِ)). [راجع: ۱۴۰۲]

باب بلغ میں سے گزرنے کا حق یا کھجور کے درختوں میں

پانی پلانے کا حصہ

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر کسی شخص نے پیوندی کرنے کے بعد کھجور کا کوئی درخت بیچا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا ہوتا ہے۔ اور اس بلغ میں سے گزرنے اور سیراب کرنے کا حق بھی اسے حاصل رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا پھل توڑ لیا جائے۔ صاحب عربیہ کو بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے۔

۱۷- بَابِ الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ مَمْرٌ أَوْ

شِرْبٌ فِي حَائِطٍ أَوْ نَخْلٍ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ

تَوَبَّرَ فَصَمَرْتَهَا لِلْبَائِعِ، وَلِلْبَائِعِ اللَّمْرُ

وَالسَّقْمِيُّ حَتَّى يَرْفَعَ، وَكَذَلِكَ رَبُّ

الْعَرَبِيَّةِ)).

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام احمد رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی ہے۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر پالنے والے اس غلام کو کسی مال کا مالک بنا دیا تھا تو وہ مال خریدار کا ہو گیا، مگر یہ کہ پالنے والا شرط کر لے۔

باب کی مناسبت اس طرح سے ہے کہ جب عربیہ کا دینا جائز ہو تو خواہ مخواہ عربیہ والا بلغ میں جائے گا اپنے پھلوں کی حفاظت کرنے کو۔ یہ جو فرمایا کہ اندازہ کر کے اس کے برابر خشک کھجور کے بدل بیچ ڈالنے کی اجازت دی اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص دو تین درخت کھجور کے بطور عربیہ کے لے۔ وہ ایک اندازہ کرنے والے کو بلائے وہ اندازہ کر دے کہ درخت پر جو تازی کھجور ہے وہ سوکنے کے بعد اتنی رہے گی اور یہ عربیہ والا اتنی سوکھی کھجور کسی شخص سے لے کر درخت کا میوہ اس کے ہاتھ بیچ ڈالے تو یہ درست ہے حالانکہ یوں کھجور کو کھجور کے بدل اندازہ کر کے بیچنا درست نہیں کیونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال رہتا ہے مگر عربیہ والے اکثر محتاج بھوکے لوگ ہوتے ہیں تو ان کو کھانے کے لئے ضرورت پڑتی ہے، اس لئے ان کے لئے یہ بیچ آپ نے جائز فرمادی۔

(۲۳۷۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث

نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ

نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

۲۳۷۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

سے سنا آپ نے فرمایا تھا کہ پیوند کاری کے بعد اگر کسی شخص نے اپنا کھجور کا درخت بیچا تو (اس سال کی فصل کا) پھل بیچنے والے ہی کا رہتا ہے۔ ہاں اگر خریدار شرط لگا دے (کہ پھل بھی خریداری کا ہوگا) تو یہ صورت الگ ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کوئی مال والا غلام بیچا تو وہ مال بیچنے والے کا ہوتا ہے۔ ہاں اگر خریدار شرط لگا دے تو یہ صورت الگ ہے۔ یہ حدیث امام مالک سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اس میں صرف غلام کا ذکر ہے۔

(۲۳۸۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ نے عربیہ کے سلسلہ میں اس کی رخصت دی تھی کہ اندازہ کر کے خشک کھجور کے بدلے بیچا جاسکتا ہے۔

(۲۳۸۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابره، محالہ، اور مزابہ سے منع فرمایا تھا۔ اسی طرح پھل کو پختہ ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا تھا، اور یہ کہ میوہ یا غلہ جو درخت پر لگا ہو، دینار و درہم ہی کے بدلے بیچا جائے۔ البتہ عریا کی اجازت دی ہے۔

الفاظ مخابره، محالہ اور مزابہ کے معانی بیچنے تفصیل سے لکھے جا چکے ہیں۔

(۲۳۸۲) ہم سے یحییٰ بن قزعمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے خبر دی، انہیں داؤد بن حصین نے، انہیں ابو احمد کے غلام ابو سفیان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عربیہ کی اندازہ کر کے خشک کھجور کے بدلے پانچ وسق سے کم (یا یہ کہا کہ) پانچ وسق کے اندر اجازت

قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، يَقُولُ : ((مَنْ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تَوَبَّرَ فَصَمَرَتْهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. وَمَنْ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ)). وَعَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْعَبْدِ.

[راجع: ۲۲۰۳]

۲۳۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا ثَمَرًا))

[راجع: ۲۱۷۳]

۲۳۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَالَفَةِ وَعَنِ الْمُزَابَةِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهُ، وَأَنْ لَا تُبَاعَ إِلَّا بِالذَّنْبَارِ وَالذَّرْهِمِ، إِلَّا الْعَرَايَا)).

[راجع: ۱۴۸۷]

۲۳۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِمَنْ يَبِيعُ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ الثَّمَرِ

دی ہے اس میں شک داؤد بن حصین کو ہوا۔ (بیع عربہ کا بیان پیچھے مفصل ہو چکا ہے)

فِيمَا ذُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِي خَمْسَةِ
أَوْسُقٍ، شَكَّ دَاوُدُ فِي ذَلِكَ)).

[راجع: ۲۱۹]

(۸۴، ۲۳۸۳) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو اسامہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے ولید بن کثیر نے خبر دی، کہا کہ مجھے بنی حارثہ کے غلام بشیر بن یسار نے خبر دی، ان سے رافع بن خدیج اور سہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابہ یعنی درخت پر لگے ہوئے کھجور کو خشک کی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا، عربیہ کرنے والوں کے علاوہ کہ انہیں آپ نے اجازت دے دی تھی۔ ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے بشیر نے اسی طرح یہ حدیث بیان کی تھی۔ (یہ تعلق ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کو نہیں پایا۔ حافظ نے کہا کہ مجھ کو یہ تعلق موصولاً نہیں ملی)

۲۳۸۳، ۲۳۸۴ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ
يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي
الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ
يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ
وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَمَزَةَ حَدَّثَاهُ ((أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمَزَابَةِ، بَيْعِ التَّمْرِ
بِالتَّمْرِ، إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَبِيَّةِ فَإِنَّهُ أَذِنَ
لَهُمْ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ ابْنُ
إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي بُشَيْرٌ . . . مِثْلَهُ.

[راجع: ۲۱۹]

تشریحات مفیدہ از خطیب الاسلام فاضل علام حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی ناظم جامعہ سراج العلوم جمنڈا انگریزیال
ادام اللہ فیوضم۔

کتاب الزارعۃ اور کتاب المساقاة کے خاتمہ پر اپنے ناظرین کرام کی معلومات میں مزید اضافہ کے لئے ہم ایک فاضلانہ تبصرہ درج کر رہے ہیں جو فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرؤف رحمانی زید مجدہم کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے۔ فاضل علامہ نے اپنے اس مقالہ میں مسائل مزارعت کو مزید احسن طریق پر ذہن نشین کرانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ جس کے لئے مولانا موصوف نہ صرف میرے بلکہ جملہ قارئین کرام بخاری شریف کی طرف سے شکر یہ کے مستحق ہیں۔ اللہ پاک اس عظیم خدمت ترجمہ و تشریحات صحیح بخاری شریف میں اس علمی تعاون و اشتراک پر محترم مولانا موصوف کو برکات دارین سے نوازے اور آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔
مولانا خود بھی ایک کامیاب زمیندار ہیں۔ اس لیے آپ کی بیان کردہ تفصیلات کس قدر جامع ہوں گی، شائقین مطالعہ سے خود ان کا اندازہ کر سکیں گے۔ محترم مولانا کی تشریحات مفیدہ کا متن درج ذیل ہے۔ (مترجم)

زمین کی آباد کاری کا اہتمام: (۱) ملک کی تمام خام پیداوار اور اشیائے خوردنی کا دار و مدار زمین کی کاشت پر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی زمین کے آباد و گلزار رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشترى قرية يعمرها كان حقا على الله عونه یعنی جو شخص کسی گاؤں کو خرید کر اس کو آباد کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح سے مدد کرے گا۔ (منتخب کنز العمال جلد دوم ص ۱۴۸)

اسی طرح کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی ہے فمن احيا ارضا ميتا فهي له و ليس بمحتجر حق بعد ثلث یعنی جس شخص نے کسی بخر و افتادہ زمین کی کاشت کر لی تو وہ اسی کی ملکیت ہے۔ اور بلا کاشت کئے ہوئے

روک رکھنے والے کا تین سال کے بعد حق ساقط ہو جاتا ہے۔ (کتاب الخراج، ص: ۷۲)

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قیامت قائم ہو جانے کی خبر مل جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی شاخ اور پودا ہو۔ تو اسے ضائع نہ کرے۔ بلکہ اسے زمین میں گاڑ اور بٹھا کر دم لے۔ (الادب المفرد ص ۶۹)

ایک روایت اس طرح وارد ہے کہ اگر تم سن لو کہ دجال کا ناکل چکا ہے اور قیامت کے دوسرے سب آثار و علامات نمایاں ہو چکے ہیں۔ اور تم کوئی نرم و نازک پودا زمین میں بٹھانا اور لگانا چاہتے ہو تو ضرور لگا دو۔ اور اس کی دیکھ بھال اور نشوونما کے انتظامات میں سستی نہ کرو۔ کیونکہ وہ بہر حال زندگی کے گزرنے کے لئے ایک ضروری کوشش ہے۔ (الادب المفرد ص ۶۹)

انتباہ: ان روایات میں غور کرنے سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ زمین کی پیداوار حاصل کرنے کے لئے اور پھل دار درختوں اور غلہ والے پودوں کو لگانے کے لئے کس قدر عملی اہتمام مقصود ہے کہ مرتے مرتے اور قیامت ہوتے ہوئے بھی انسان زراعتی کاروبار اور زمینی پیداوار کے معاملہ میں ذرا بھی بے فکری اور سستی ولا پرواہی نہ برتے۔

کیا زراعت کا پیشہ ذلیل ہے؟ ان حالات کی موجودگی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ زراعت کا پیشہ ذلیل ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بل اور کھیتی کے بعض آلات دیکھ کر فرمایا کہ لا یدخل ہذا بیت قوم الا ادخلہ اللہ الذل یعنی جس گھر میں یہ داخل ہو گا اس میں ذلت داخل ہو کر رہے گی۔

لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ کی روشنی میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی کا پیشہ اس قدر ہمہ وقتی مشغولیت کا طالب ہے کہ جو اس میں منہمک ہو گا وہ اسلامی زندگی کے سب سے اہم کام جہاد کو چھوڑ بیٹھے گا اور اس سے بے پروا رہے گا اور ظاہر ہے کہ ترک جہاد، شوکت و قوت کے اعتزال کے مترادف ہے۔ بہر حال اگر کھیتی کی مذمت ہے تو اس کی ہمہ گیر مصروفیت کے سبب کہ وہ اپنے ساتھ بے حد مشغول رکھ کر دوسرے تمام اہم مقاصد سے غافل و بے نیاز کر دیتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسی فلسفہ کے ماتحت لکھتے ہیں ﴿ فاذا ترکوا الجہاد واتبعوا اذنب البقر احاط بہم الذل و غلبت علیہم اہل سائر الادیان (حجۃ اللہ البالغہ، جلد: ثانی / ص: ۱۷۳) ﴾ یعنی کاشتکار بیلوں کی دم میں لگ کر جہاد وغیرہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور ان پر ذلت محیط ہو جاتی ہے۔ اور جہاد سے کاشتکاروں اور زمینداروں کی غفلت ان کی رہی سہی شوکت و قوت کو ختم کر دیتی ہے۔ اور ان پر تمام ادیان اور مذاہب اپنا تسلط جما لیتے ہیں۔ لیکن اگر جہاد یا دین کے دوسرے اہم مقاصد سے صرف نظر نہ ہو تو آبادی زمین اور کاشتکاری خود اہم مقاصد میں سے ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی لوگوں کو مختلف زمینوں کو بطور جاگیر عطا فرمایا کہ اسے آباد و گلزار رکھیں اور خلق خدا اور خود اس سے مستفید ہوں۔

زمین کا آباد رہنا اور عوامی ہونا اصل مقصد ہے:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب زراعت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی تو کچھ لوگوں نے ایسی جاگیروں کے بعض افتادہ حصص کو آباد کر لیا تو اصل مالکان زمین نالاش کے لئے دربار فاروقی میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے اب تک غیر آباد چھوڑے رکھا۔ اب ان لوگوں نے جب اسے آباد کر لیا تو تم ان کو بٹھانا چاہتے ہو۔ مجھے اگر اس امر کا احترام پیش نظر نہ ہوتا کہ تم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگیریں عنایت کی تھیں تو تم لوگوں کو کچھ نہ دلاتا۔ لیکن اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی آباد کاری اور پرتی توڑائی کا معاوضہ اگر تم دے دو گے تو زمین تمہارے حوالہ ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو زمین کے منہمکے آبادی کی قیمت دے کر وہ لوگ اس

کے مالک بن جائیں گے۔ فرمان کے آخری الفاظ یہ ہیں و ان شنتم ردوا علیکم لمن ادرى انتم ہی لهم (کتاب الاموال، ص: ۳۸۹) اس کے بعد عام حکم دیا کہ جس نے کسی زمین کو تین برس تک غیر آباد رکھا تو جو شخص بھی اس کے بعد اسے آباد کرے گا اس کی ملکیت تسلیم کر لی جائے گی۔ (کتاب الخراج، ص: ۷۲)

اس حکم کا خاطر خواہ اثر ہوا اور بکثرت بیکار و مقبوضہ محض زمینیں آباد ہو گئیں۔
(۲) رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لمبی زمین جاگیر کے طور پر عطا فرمائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے آباد کیے ہوئے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ غیر آباد زمین اس سے واپس لے لی۔ (کتاب الخراج، ص: ۷۸)

(۳) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک جاگیر عطا فرمائی تھی اور چند اشخاص کو گواہ بنا کر حکم نامہ ان کے حوالہ کر دیا۔ گواہوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جب دستخط لینے کی غرض سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے ہیں تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔ اھذا کله لک دون الناس "کیا یہ پوری جائیداد تمام کو مل جائے گی اور دوسرے لوگ محروم رہ جائیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔ "والله لا ادرى انت الخليفة ام عمر" میں نہیں جانتا کہ اس وقت آپ امیر المؤمنین ہیں یا عمر؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ عمرو لکن اطاعة لی ﴾ "ہاں ان شاء اللہ العزیز آئندہ عمر فاروق ہی امیر المؤمنین ہوں گے۔ البتہ اطاعت میری ہو گی۔ الغرض سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی بنا پر وہ جاگیر نہ پاسکے۔ (منتخب کنز العمال جلد چہارم / ص: ۳۹۰۔ و کتاب الاموال، ص: ۲۷۶)

(۴) اس طرح حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک جاگیر عطا فرمائی۔ جب دستخط کرانے کی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت فاروق نے دستخط کرنے سے انکار ہی پر ہی نہ کیا بلکہ تحریر شدہ سطروں کو مٹا دیا۔ عیینہ رضی اللہ عنہ دوبارہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ دوسرا حکم نامہ ارقام فرمایا جائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بر ملا فرمایا۔ واللہ لا اجدد شینا دہ عمر قسم خدا کی وہ کام دوبارہ نہیں کروں گا جس کو عمر رضی اللہ عنہ نے رد کیا ہو۔ (منتخب کنز العمال، جلد: چہارم / ص: ۲۹۱)

اسی سلسلہ میں ابن الجوزی نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی تیزی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ یہ جاگیر و اراضی جو آپ ان کو دے رہے ہیں، یہ آپ کی ذاتی زمین ہے یا سب مسلمانوں کی ملکیت ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ سب کی چیز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تو پھر آپ نے کسی خاص شخص کے لئے اتنی بڑی جاگیر کو مخصوص کیوں کیا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان حضرات سے جو میرے پاس بیٹھے ہیں، مشورہ لے کر کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ سب کے نمائندہ نہیں ہو سکتے۔ (سیرت عمراء ابن الخطاب، ص: ۳۰۰ و اصلہ لابن حجر رحمہ اللہ جلد: ثالث / ص: ۵۶۰)

بہر حال ان کے اس شدید انکار کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ میں تلاش کی جاسکتی ہے۔ اھذا کله لک دون الناس کیا دیگر افراد کو محروم کر کے یہ سب کچھ تمہیں کو مل جائے گا۔ (منتخب کنز العمال، جلد: چہارم / ص: ۳۷۱ و کتاب الاموال، ص: ۲۷۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مفاد عامہ کی چیز کسی شخص واحد کے لئے قانوناً مخصوص نہیں کی جاسکتی، کوئی جاگیر یا جائیداد شخص واحد کو صرف اسی قدر ملے گی جتنا وہ سرسبز و شاداب اور آباد رکھ سکے۔ در حقیقت رسول پاک ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کا منشاء یہ تھا کہ قطعات لوگوں کو دے کر زمینوں کو زیر کاشت لایا جائے تاکہ خلق خدا کے لئے زیادہ سے زیادہ غلہ مہیا ہو سکے۔ مگر یہ بات ہر وقت طوط خاطر رہتی چاہئے کہ زمین صرف امراء کے ہاتھوں میں پڑ کر عیش و کوشی اور عشرت پسندی کا سبب نہ بن سکے۔ یا بیکار نہ پڑی رہے۔ اس لئے احتیاط ضروری تھی کہ زمین صرف ان لوگوں کو دی جائے جو اہل تھے اور صرف اسی قدر دی جائے جتنی وہ بار آور کر سکتے ہوں۔ بہر حال پبلک کے فائدہ کے لئے بیکار اور زائد کاشت زمین حکومت اسلامی اپنے نظم میں لے لیتی ہے تاکہ اس کو مستحقین میں تقسیم کیا جا سکے۔

انگریزی دور حکومت میں رواج تھا کہ لوگ زمینوں پر سیر خود کاشت لکھا کر اور فرضی ناموں سے اندراج کرا کے زمینوں پر قابض رہتے تھے۔ اور اس سے دوسرے لوگوں کا نفع اٹھانا شخص واحد کی نامزدگی کی وجہ سے ناممکن تھا۔ ملک میں زرعی زمینوں پر قبضہ الحاصل ہونے اور ساری زمینوں کے زیر کاشت نہ آسکنے کے باعث قحط اور پیداوار کی کمی برابر چلی آتی رہی۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جتنی کاشت تم خود کر سکو اتنی ہی اراضی پر قابض رہو۔ یا جتنی آبادی مزدوروں اور بلواہوں کے ذریعہ زیر کاشت لاسکتے ہو بس اسی پر تصرف رکھو باقی حکومت کے حوالہ کر دو۔ اسلامی حکومت کو حق ہے کہ مالک اور زمیندار کو یہ نوٹس دے دے کہ ان عجزت عن عمارتھا عمرنا ہا وزرعنا ہا اگر اس زمین کے آباد کرنے کی صلاحیت تجھ میں نہیں ہے تو ہم اس زمین کو آباد کریں گے۔ " حکومت کے نوٹس کے ان الفاظ کو نقل کر کے علامہ ابو بکر حصاص نے لکھا ہے۔ کذا لک بفعل الامام عندنا باراضی العاجز عن عمارتھا اپنی زمین کی آبادی سے جو محذور ہوں، ان کی زمینوں کے متعلق امام کو یہی کرنا چاہیے۔ (احکام القرآن، جلد: ۳ / ص: ۵۳۲)

اور اس قسم کے عسستی فرامین حکومت کی طرف سے جاری بھی ہوا کرتے تھے۔ مثلاً عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے فرمان کے الفاظ اسی سلسلہ میں کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں کہ اپنے گورنروں کو لکھا کرتے تھے۔ لا تدعوا الارض خرابا (مخلى ابن حزم، جلد: ۸ / ص: ۲۲۱) زمین کو ہرگز غیر آباد نہ چھوڑنا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اسی لئے اپنے عمال کو پارہا پارہا تاکید کے ساتھ لکھا کرتے تھے کہ نصف حاصل پر کسان کو زمینوں کا بندوبست کرو۔ اگر تیار نہ ہوں تو فاعطوھا بالثلث فان لم یزرع فاعطوھا حتى یبلغ العشر تمائی پر بندوبست کر دو۔ اگر پھر بھی آباد نہ ہو تو دسویں حصہ کی شرط پر دے دو اور آخر میں یہ بھی اجازت دے دی جاتی فان لم یزرعھا احد فامنعھا یعنی پھر بھی کوئی کسی زمین کو آباد نہ کرے تو لوگوں کو یونہی مفت آباد کرنے کو دے دو۔ اور اگر زمین کو مفت لینے پر بھی کوئی آمادہ نہ ہو، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا حکم یہ تھا۔ فان لم یزرع فاتفق علیھا من بیت مال المسلمین یعنی حکومت کے خزانہ سے خرچ کر کے غیر آباد زمینوں کو آباد کرو۔ بہر حال زمین کی آباد کاری کیلئے کوئی ممکن صورت ایسی باقی نہیں رہی جو چھوڑ دی گئی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نجران کے سود خوار سرمایہ داروں کو معاوضہ دے کر زرعی زمینوں کو حاصل کر کے مقامی کاشتکاروں کے ساتھ بندوبست کر دیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے اسی موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ ان جنوا بالبقر والحديد من عندہم فلہم الثلثان ولعمر الثلث وان جاء عمر بالبلد من عندہ فله الشطر (فتح الباری، جلد: ۵ / ص: ۱۰) اگر تیل اور لوہا (تل تیل) کسانوں کی طرف سے میا کیا جائے تو ان کو پیداوار کا دو تمائی ملے گا۔ اور عمر (حکومت) کو تمائی اور بیج کا بندوبست اگر عمر (کی حکومت) کرے تو کسانوں کو نصف حصہ ملے گا۔ اس واقعہ سے آبادی زمین اور انصاف و رعایت جتنی رعایا کا حال خوب واضح ہوا۔

(۵) ایک زمین قبیلہ مزینہ کے کچھ افراد کو ملی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اس جاگیر کو یونہی چھوڑ رکھا تھا۔ تو دوسرے لوگوں نے اس کو آباد کر لیا۔ مزینہ کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسکی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص تین برس تک زمین یونہی چھوڑ رکھے گا اور دوسرا کوئی شخص اسے آباد کرے تو یہ دوسرا ہی اس زمین کا حق دار ہو جائے گا۔ (احکام السلطانیہ للملوروی ص: ۱۸۲)

(۶) حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ فخذ منها ما قدرت علی عمارتھا یعنی جو زمین تم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے اس میں سے جس قدر تم آباد رکھ سکتے ہو اسے اپنے پاس رکھو۔ لیکن جب وہ پوری اراضی کو آباد نہ کر سکے تو باقی ماندہ زمین کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اراضی اس مقصد کے پیش نظر دی تھی کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تو نہ تھا کہ تم خواہ مخواہ قابض ہی رہو۔ (تعلیق کتاب الاموال ص: ۲۹۰ بحوالہ ابو داؤد و مستدرک حاکم و خلاصۃ الوفاء ص: ۳۳)

(نوٹ) اس بلال رضی اللہ عنہ سے بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول مراد نہیں ہیں بلکہ بلال بن ابی رباح ہیں۔ (استیعاب)

(۷) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں بھی اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شخص نے زمین کو غیر آباد

سمجھ کر اس کو آباد کر لیا۔ زمین والے کو اس کی اطلاع ملی تو نالش لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے جو کچھ زمین کے سلسلہ محنت مزدوری صرف کی ہے اس کا معاوضہ تم ادا کر دو۔ گویا اس نے یہ کام تمہارے لئے کیا ہے۔ اس نے کہا اس کے مصارف ادا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ تو آپ نے مدعی علیہ سے فرمایا۔ ادفع الیہ ثمن ارضہ یعنی تم اس کی قیمت ادا کر کے اس کے مالک بن جاؤ اور اب کھیت کو سرسبز و شاداب رکھو۔ (کتاب الاموال ص ۲۸۹)

یہ فیصلے بتلاتے ہیں کہ ان حضرات کا منشاء یہ تھا کہ زمین کبھی غیر آباد اور بیکار نہ رہنے پائے اور ہر شخص کے پاس اتنی ہی رہے جتنی خود کاشت کر سکے یا کرا سکے۔ ان واقعات کی روشنی میں اب گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے وہ بڑے بڑے ٹکڑے جو ایسے زمینداروں کے قبضے میں ہوں جن کی کاشت نہ وہ خود کرتے ہیں، نہ مزدوروں کے ذریعہ ہی کراتے ہیں۔ بلکہ فرضی سیر و فرضی خود کاشت کے فرضی اندراجات کے ذریعہ ان جاگیروں پر قابض رہنا چاہتے ہوں۔ ایسے زمینداروں کے اس ظالمانہ قبضہ کے لئے شریعت اسلامیہ میں کوئی جواز نہیں ہے۔ زمینداروں، جاگیرداروں کے نظام میں پہلے عموماً جاگیردار اور تعلقہ دار ایسی ایسی زمینوں پر قابض رہتے تھے اور پڑواری کے کھاتوں میں سیر خود کاشت کا فرضی اندراج کراتے تھے، حالانکہ درحقیقت ان کی کاشت نہ ہوتی تھی۔

زمین کی آباد کاری کے لیے بلا سودی قرضہ کا انتظام: آج کے دور میں حکومت کاشتکاروں کے سدھار کے لئے بیج وغیرہ کی سوسائٹی کھول کر سودی قرضہ پر کھیتی کے آلات، زراعت اور بیج وغیرہ تقسیم کرتی ہے۔ لیکن خلافت راشدہ میں یہ بات نہ تھی۔ بلکہ وہ غیر مسلم رعایا کو بھی کھیتی کی ضروریات و فراہمی آلات کے لئے بلا سودی رقم دیتی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے عراق، کوفہ و بصرہ کے حکام کے نام فرمان بھیجا تھا کہ بیت المال کی رقم سے ان غیر مسلم رعایا کی امداد کرو جو ہمیں جزیہ دیتے ہیں۔ اور کسی تنگی و پریشانی کے سبب اپنی زمینوں کو آباد نہیں کر سکتے تو ان کی ضروریات کے مطابق ان کو قرض دو۔ تاکہ وہ زمین آباد کرنے کا سامان کر لیں، بیل خرید لیں، اور تخم ریزی کا انتظام کر لیں۔ اور یہ بھی بتادو کہ ہم اس قرض کو اس سال نہیں لیں گے بلکہ دو سال بعد لیں گے۔ تاکہ وہ اچھی طرح اپنا کام سمجھ لیں (کتاب الاموال ص ۲۵۱، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۶۷)

زمین کی آباد کاری اور پیداوار کے اضافہ کے لیے پانی کا اہتمام: غلہ کی پیداوار پانی کی فراہمی اور مناسب آب پاشی پر موقوف ہے۔ جب زمین کو چشموں اور نہروں کے ذریعہ پانی کی فراوانی حاصل ہوتی ہے۔ تو غلہ سرسبز و شاداب ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کاشتکار کی اس اہم ضرورت کا ہمیشہ لحاظ رکھا۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کی ماتحتی میں اسلامی فوجوں نے سواد عراق کو فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان بھیجا کہ جائیداد منقولہ گھوڑے، ہتھیار وغیرہ اور نقد کو لشکر میں تقسیم کرو، اور جائیداد غیر منقولہ کو مقامی باشندوں ہی کے قبضے میں رہنے دو، تاکہ اس کی مال گذاری اور خراج سے اسلامی ضروریات اور سرحدی افواج کے مصارف اور آئندہ عسکری تنظیموں کے ضروری اخراجات فراہم ہوتے رہیں۔ اس موقع پر آپ نے زمینوں کی شادابی کے خیال سے فرمایا۔ الارض والانہار لعمالہا زمین اور اس کے متعلقہ نہروں کو موجودہ کاشتکاروں ہی کے قبضے میں رہنے دو۔ (کتاب الاموال ص ۵۹، سیرت عمر لابن الجوزی ص ۸۰، مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۱۷)

غلہ کی پیداوار اور آبپاشی کی اہمیت کے سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک معاملہ پیش ہوا۔ محمد بن مسلمہ، ابن ضحاک کو اپنی زمین میں سے نرلے جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم کو اجازت دے دینی چاہیے، کیونکہ تمہاری زمین سے ہو کر ان کی زمین میں جائے گی، تو اول و آخر اس سے تم بھی فائدہ اٹھا سکو گے۔ محمد بن مسلمہ نے اپنے فریق مدعی سے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانے دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، واللہ لیمرن بہ و

لو علی بطنک قسم خدا کی وہ نہر بنائی جائے گی چاہے تمہارے پیٹ پر سے ہو کر کیوں نہ گذرے۔ حتیٰ کہ نہر جاری کرنے کا حکم دے دیا اور انہوں نے نہر نکال لی۔ (موطا امام محمد ص ۳۸۲)

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ کے مبارک دور میں زمین کی آبپاشی اور پیداوار کے اضافہ ہی کے لئے پانی وغیرہ کے بہم رسانی کا ہر ممکن طور سے انتظام و اہتمام ہوتا رہا۔

بلا مرضی کاشت: زمین کی آباد کاری کے سلسلہ میں بلا اجازت کاشت، بیانی، دغل کاری وغیرہ سے متعلق چند ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

اب سب سے پہلے سنئے کہ زمین والے کی بلا مرضی کاشت کی حقیقت شریعت میں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے۔ ”من زرع ارضا بغیر اذن اہلہا لیس له من الزرع شئی یعنی جس نے کسی کی زمین کو بلا اجازت جوت لیا، تو اس کو اس کھیتی سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین والے کی حیثیت عرفی کا احترام شریعت میں مد نظر ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس کے غیر افتادہ اور آباد زمین پر یونہی قبضہ کرے گا تو اس کا تصرف قطعاً باطل ہے۔ لیکن بجز وغیر آباد پرتی زمین جو مسلسل تین سال تک اگر مالک زمین اپنی تصرف و کاشت میں نہ لاسکے، اس کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔

دغل کاری: اسی طرح دغل کاری کا موجودہ سہم بھی قطعاً باطل ہے۔ اسلام کبھی کاشکار کو یہ اجازت نہ دے گا کہ وہ اصل مالک زمین کی زمین پر پڑاری وغیرہ کی فرضی کاروائیوں کی بنا پر قبضہ جمالے۔ کاشکار کی محنت و شرکت زمین کی پیداوار اور زمین کے منافع میں ہے نہ کہ اصل زمین کی ملکیت میں۔ اگر عدالت سے اس کے حق میں فیصلہ بھی ہو جائے، اور فرضی دلائل و شواہد اور پڑاریوں کے اندراجات و کاغذات کے بنا پر کوئی حاکم فیصلہ بھی کر دے تو وہ شرعاً باطل ہے۔ احادیث میں اس سلسلہ میں سخت وعید وارد ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ و انما تختصمون الی و لعل بعضکم یكون الحن بحجته من بعض فاقضی له علی نحو ما اسمع لمن قضیت له بحق

اخیه فلا یأخذہ فانا اقطع له قطعۃ من النار (مشکوٰۃ جلد ثانی باب الاقضیۃ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حاکم کے ایسے کاغذات پڑاری وغیرہ کے فراہم کردہ شواہد کی بنا پر اگر کسی شخص کے لئے ایسی زمین کی ملکیت کا بنام دغل کاری فیصلہ ہو بھی جائے جو درحقیقت اس کی مملوکہ و زر خرید نہ تھی۔ تو اس حاکم کا فیصلہ ہرگز اس زمین کو دغل کار کے لئے حلال نہیں قرار دے سکتا۔ پڑاری سے ساز باز کر کے ایسی زمینوں پر قبضہ لکھانا یا اپنی ملکیت دکھانا جو درحقیقت زمیندار کی زر خرید ہے، اولاً حرام ہے اور ان اکاذیب و شادات کاذبہ کی بنیاد پر اسے حلال سمجھنا حرام در حرام ہے۔

بیانی: آنحضرت ﷺ نے خیبر کو فتح کر کے وہاں کی زمین کو خیبر کے کسانوں کے سپرد فرمایا۔ بیانی کے سلسلہ میں طے ہوا کہ نصف کاشکار لیں گے اور نصف آنحضرت ﷺ لیں گے۔ جب کجور پک کر تیار ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو کجوروں کا تخمینہ کرنے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فراخدی کے ساتھ ایسا تخمینہ نکالا کہ اس منعقلانہ تقسیم پر سووی کاشکار پکار اٹھے۔ بھذا قامت السفوات والارض کہ آسمان و زمین اب تک اسی قسم کے عدل و انصاف کی بنا پر قائم ہیں۔ انہوں نے پوری پیداوار کو چالیس ہزار و سق ٹھہرایا۔ اور پورے بلغ کا دو مساوی حصہ بنا دیا اور ان کو اختیار دے دیا کہ اس میں سے جس حصہ کو چاہیں لے لیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھل توڑنے کے بعد ایک نصف کی پیداوار دو سرے نصف پر ذرہ برابر بھی زیادہ نہ نکلی۔ (کتب الاموال ص ۳۸۲)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیانی کو جائز لکھا ہے، فرماتے ہیں والمواذعہ جائزۃ فی اصح قول العلماء و ہی عمل

المسلمین علیٰ عہد نبیہم و عہد خلفاء الراشیدین و علیہا عمل آل ابی بکر و آل عمرو آل عثمان و آل علیؑ و غیرہم و ہی قول اکابر الصحابة و ہی مذهب فقہاء الحدیث و احمد بن حنبل و ابن راہویہ و البخاری و ابن خزیمة و غیرہم و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد عامل اہل خیبر بشطر ما ینخرج منها من ثمر و زرع حتی مات (الحسبة فی الاسلام ص ۲۰۰)

اس کا حاصل یہ ہے کہ پٹائی کھیتی جائز ہے عہد نبوی و عہد خلفائے راشدین و صحابہ کرامؓ میں اس طرح کا تعامل موجود ہے۔ زمین سے شریعت کو پیداوار حاصل کرنا مقصود ہے۔ زمین کبھی معطل و بیکار ہاتھوں میں پڑی نہ رہے۔ اس لئے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجبوری سے اپنی زمین فروخت کرنے لگے تو اپنے دوسرے پڑوسی کاشتکار سے سب سے پہلے پوچھے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص کے پاس زمین یا کھجور کے پھلتے ہوئے اور ان کو وہ فروخت کرنا چاہتا ہو تو اس کو سب سے پہلے اپنے شریک پر پیش کرے۔ (مسند احمد جلد ۳ ص ۳۰۷)

اسی طرح اگر شرکت میں کھیتی ہو اور کوئی شخص اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے اپنے شریک کو پیش کرے اس لئے کہ وہ اول حق دار ہے۔ (مسند احمد جلد ۳ ص ۳۸۱)

یہاں یہ مقصد ہے کہ دوسرا آدمی آلات حرث و انتظامات اور وسائل فراہم کرے گا۔ ممکن ہے جلد مہیا نہ ہو اور اس کے پڑوسی کے پاس جب کہ تمام آلات و اسباب فراہم ہیں تو زمین کے بار آور وزیر کاشت ہو جانے کے لئے یہاں زیادہ اطمینان بخش صورت موجود ہے۔ اس لئے پہلے یہ زمین اس پڑوسی کو پیش کرنا لازم ہے۔

کاشتکاری کے لئے ترغیب: (۱۱) زینی پیداوار کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے مختلف انداز میں توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ یمن سے آئے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، تم کون لوگ ہو؟ جواب دیا کہ ہم لوگ متوکل علی اللہ ہیں۔ فرمایا، تم لوگ ہرگز متوکل علی اللہ نہیں ہو سکتے۔ انما المتوکل رجل القبی فی الارض و توکل علی اللہ متوکل وہ شخص ہے جو زمین میں ہل چلا کے اسے ملائم کر کے اس میں بیج ڈالے، پھر اس کے نشوونما و برگ و بار کے معاملہ کو خدا کے سپرد کر دے۔ (منتخب کنز العمال، جلد ۲/ص ۲۱۱)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ عمل کریں اور نتیجہ عمل کو خدا کے سپرد کر دیں وہی لوگ دراصل متوکل ہیں۔ کاشتکار کی تمثیل ترغیب پر دلالت کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ہے کہ حقیقی توکل کی مثال کاشتکار کی زندگی و سپردگی میں ملاحظہ کی جاتی ہے۔ بیج کی پرورش ہوا، پانی میں آسمان کی طرف نظر، آفتاب و ماہتاب سے مناسب تمازت و ٹھنڈک کی ملی جلی کیفیتوں کا جس قدر احتیاج کسان (کاشتکار) کو ہے اور جس طرح قلبہ رانی کے بعد کسان اپنے تمام معاملات از اول تا آخر خدا کے سپرد کرتا ہے۔ یہ بات کسی شعبہ میں اس حد تک نہیں ہے۔

علامہ غزالیؒ نے لکھا ہے کہ کھیتی باڑی، تجارت و زراعت وغیرہ سے الگ ہونا اور متعلقہ امور معاش کا اہتمام چھوڑ دینا حرام ہے۔ اور اس کا توکل نام رکھنا غلط ہے۔ (احیاء العلوم جلد رابع ص ۲۶۵)

(۱۲) زمین کی آبادی و کاشتکاری کا حکم حضرت عمرؓ نے بھی دیا ہے۔ ابو ظبیان نامی ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ تم کو کس قدر و عقیقہ بیت المال سے ملتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ڈھائی ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا کہ یا ابا ظبیان اتعذ من العوث یعنی اے ابو ظبیان! کھیتی کا سلسلہ قائم رکھو۔ و عقیقہ پر بھروسہ کر کے کاشتکاری سے غفلت نہ کرو۔ (الادب المفرد ص ۸۴)

(۱۳) ایک بار حضرت عمرؓ نے قیدیوں کے متعلق فرمایا کہ تحقیقات کر کے کاشتکار و زراعت پیشہ افراد کو سب سے پہلے رہا کرو۔ حکم کے الفاظ یہ ہیں۔ خلوا کل اکاد و زراعت (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۳۱۳)

یہ عام قیدیوں سے صرف کاشتکار کی فوری رہائی کا بندوبست اس لئے فرمایا جا رہا ہے کہ ملک کے عوامی فلاح کا دار و مدار غلہ و اجناس کی عام پیداوار پر ہے۔ ہمارے یہاں نیپال میں تمام مقدمات کی کھیتی کے زمانہ میں لمبی تاریخیں دے کر ملتوی کر دی جاتی ہیں تاکہ کاشتکار اپنے مکان پر واپس جا کر فراغت سے کھیتی سنبھال سکیں۔

لے اڑی طرز نفاذ بلبل نالاں ہم سے گل نے سیکھی روش چاک گریباں ہم سے

(۱۳) ایک بار حضرت عمرؓ نے زید بن مسلمہ کو دیکھا کہ زمین کو آباد کر رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اصبحت استغن عن الناس یکن اصون لدینک و اکرم لک علیہم یعنی یہ تم بہت اچھا کر رہے ہو۔ اسی طرح وجہ معاش کا انتظام ہو جانے سے دوسروں سے تم کو استغناء حاصل ہو جائے گا اور تمہارے دین کی حفاظت ہوگی اور اس طرح لوگوں میں تمہاری عزت بھی ہوگی۔ یہ فرما کر حضرت عمرؓ نے یہ شعر پڑھا۔

فلن ازال علی الزوراء اعمرها ان الکریم علی الاخوان ذومال

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۶۳)

(۱۵) حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب وطائف پر بھروسہ ہونے لگا، تو آپ نے بھی حکم دیا و من کان له منکم ضرع فلیلحق بضرعه و من له ذرع فلیلحق بزرعه فانما لا نعطي مال الله الا لمن غزاه فی سبیلہ (الامامة والسیاسة جلد اول ص ۳۳) یعنی جس کے پاس دودھ والے جانور ہوں وہ اپنے ریوڑ کی پرورش سے اپنے معاش کا انتظام کرے۔ اور جس کے پاس کھیت ہو وہ کھیتی میں لگ کر اپنی ضرورتوں کا انتظام کر لے۔ وکھیفہ پر بھروسہ کرنے کے سبب سے سارا نظام معطل ہو جائے گا۔ اس لئے اب یہ مال صرف مجاہد و غازی سپاہیوں کے لئے مخصوص رہے گا۔ چنانچہ حضرات ابوبکر صدیقؓ بھی سخ نامی مقام میں اپنی زمین داری کا کاروبار کرتے تھے۔ اور حضرت عمر فاروقؓ خود بھی کاشت کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الزراعه)

حضرت عمار بن یاسرؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ نے بھی مختلف چاکیروں کو پٹائی پر ڈے رکھا تھا۔ (کتاب الخراج ص

۷۳)

۴۳- کتاب الاستعراض

واداء الايون والحجر والتالیس

کتاب قرض لینے اور قرض ادا کرنے اور حجر

کرنے اور مفلسی منظور کرنے کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حجر کا معنی لغت میں روکنا، منع کرنا اور شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ حاکم اسلام کسی شخص کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔ اور یہ دو وجہ سے ہوتا ہے۔ یا تو وہ شخص بے وقوف ہو، اپنا مال تباہ کرتا ہو۔ یا دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے۔ مثلاً

مدیون مفلس پر حجر کرنا، قرض خواہوں کے حقوق بچانے کے لئے یا راہن پر یا مرتن پر یا مریض پر اور وارث کا حق بچانے کے لئے۔ مفلس لغت میں کسی آدمی کا محتاجی کے ساتھ مشہور ہو جانا۔ یہ لفظ فلوس سے ماخوذ ہے اور یہ پیسہ کے معنی میں ہے۔ شرعاً جسے حاکم وقت دیوالیہ قرار دے کر اس کو بقایا الماک میں تصرف سے روک دے تاکہ جو بھی ممکن ہو اس کے قرض خواہوں وغیرہ کو دے کر ان کے معاملات ختم کرائے جائیں۔

باب جو شخص کوئی چیز قرض خریدنے اور اس کے پاس

قیمت نہ ہو یا اس وقت موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

(۲۳۸۵) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو جریر نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں شعبی نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا۔ آپ نے فرمایا، اپنے اونٹ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا تم اسے بیچو گے؟ میں نے کہا کہ ہاں، چنانچہ اونٹ میں نے آپ کو بیچ دیا۔ اور جب آپ مدینہ پہنچے۔ تو صبح اونٹ کو لے کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی قیمت ادا کر دی۔

ثابت ہوا کہ معاملہ ادھار کرنا بھی درست ہے مگر شرط یہ کہ وعدہ پر رقم ادا کر دی جائے۔

(۲۳۸۶) ہم سے معلى بن اسد نے بیان کیا، ان سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ابراہیم کی خدمت میں ہم نے بیچ سلم میں رہن کا ذکر کیا، تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اسود نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ ایک خاص مدت (کے قرض پر) خریدا، اور اپنی لوبہ کی زرہ اس کے پاس رہن رکھ دی۔

۱۔ باب مَن اشْتَرَى بِالذَّيْنِ وَلَيْسَ

عِنْدَهُ ثَمَنُهُ، أَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ

۲۳۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((عَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ؟ أَتَبِيعُنِيهِ؟)) قُلْتُ نَعَمْ، فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ. فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْبَعِيرِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ)). [راجع: ۴۴۳]

۲۳۸۶ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: ((تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنِ فِي السَّلْمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهْنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ)). [راجع: ۲۰۸۶]

معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت کوئی اپنی چیز رہن بھی رکھی جاسکتی ہے۔ لیکن آج کل الامتعالیہ ہے کہ رہن کی چیز از قسم زیور وغیرہ پر بھی مہاجن لوگ سود لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ زیور جلدی واپس نہ لیا جائے تو ایک نہ ایک دن سارا سود کی نذر ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے جس طرح سود لینا حرام ہے ویسے ہی سود دینا بھی حرام ہے۔ لہذا ایسا گروی معاملہ ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

باب جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے اور جو

۲۔ باب مَن أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ

أَدَاءَهَا، أَوْ إِنْتِلاَفَهَا

ہضم کرنے کی نیت سے لے

(۲۳۸۷) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اوسی نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے ثور بن زید نے، ان سے ابو نعیم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کوئی لوگوں کا مال قرض کے طور پر ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کرے گا اور جو کوئی نہ دینے کے لیے لے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو تباہ کر دے گا۔

۲۳۸۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَى اللَّهِ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ)).

حدیث نبوی اپنے مطلب میں واضح ہے۔ جس کی نیت ادا کرنے کی ہوتی ہے اللہ پاک بھی ضرور اس کے لئے کچھ نہ کچھ اسباب و مسائل بنا دیتا ہے۔ جن سے وہ قرض ادا کر دیتا ہے اور جن کی نیت ادا کرنے کی ہی نہ ہو، اس کی اللہ بھی مدد نہیں کرتا۔ اس صورت میں قرض لینا گویا لوگوں کے مال پر ڈاکہ ڈالنا ہے پھر ایسے لوگوں کی سزا بھی ختم ہو جاتی ہے اور سب لوگ اس کی بے ایمانی سے واقف ہو کر اس سے لین دین ترک کر دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرض لیتے وقت ادا کرنے کی نیت اور فکر ضروری ہے۔

باب قرضوں کا ادا کرنا

۳- بَابُ أَدَاءِ الدُّيُونِ ، وَقَالَ اللَّهُ

تَعَالَى:

اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء میں) فرمایا ”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی ہی نصیحت کرتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے۔“

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ، إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾

(۲۳۸۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو شہاب نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے زید بن وہب نے اور ان سے ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے جب دیکھا، آپ کی مراد احد پہاڑ (کو دیکھنے) سے تھی۔ تو فرمایا کہ میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو اس میں سے میرے پاس ایک دینار کے برابر بھی تین دن سے زیادہ باقی رہے۔ سو اس دینار کے جو میں کسی کا قرض ادا کرنے کے لئے رکھ لوں۔ پھر فرمایا، (دنیا میں) دیکھو جو زیادہ (مال) والے ہیں وہی محتاج ہیں۔ سو ان کے جو اپنے مال و دولت کو یوں اور یوں خرچ کریں۔ ابو شہاب راوی نے اپنے سامنے اور دائیں طرف اور بائیں طرف اشارہ کیا۔ لیکن

۲۳۸۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شَهَابٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أَبْصَرَ - يَعْنِي أَحَدًا - قَالَ: ((مَا أَحَبُّ أَنَّهُ تَحَوَّلَ لِي ذَهَبًا يَمَكْتُ عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ فَوْقَ ثَلَاثِ إِلَّا دِينَارًا أَرْصُدُهُ لِذَيْنٍ)). ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الْأَكْثَرِينَ هُمُ الْأَقْلُونَ، إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا)) - وَأَشَارَ أَبُو شَهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ - ((وَقَلِيلٌ

ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں ٹھہرے رہوں۔ اور آپ تھوڑی دور آگے کی طرف بڑھے۔ میں نے کچھ آواز سنی۔ (جیسے آپ کسی سے باتیں کر رہے ہوں) میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ لیکن پھر آپ کا فرمان یاد آیا کہ ”میں اس وقت تک ٹھہرے رہنا جب تک میں نہ آجاؤں۔“ اس کے بعد جب آپ تشریف لائے تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ابھی میں نے کچھ سنا تھا (یا راوی نے یہ کہا کہ) میں نے کوئی آواز سنی تھی۔ آپ نے فرمایا، تم نے بھی سنا! میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے اور کہہ گئے ہیں کہ تمہاری امت کا جو شخص بھی اس حالت میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ اگرچہ وہ اس طرح (کے گناہ) کرتا رہا ہو۔ تو آپ نے کہا کہ ہاں۔

(۲۳۸۹) ہم سے احمد بن شیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے یونس نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس (سونے) کا کوئی بھی حصہ میرے پاس رہ جائے۔ سو اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لئے رکھ چھوڑوں۔ اس کی روایت صالح اور عقیل نے زہری سے کی ہے۔

مَا هُمْ)). وَقَالَ : ((مَكَانَكَ))، وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا، فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ. ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهُ : مَكَانَكَ حَتَّى آتِيَكَ. فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، الَّذِي سَمِعْتُ - أَوْ قَالَ : الصَّوْتِ الَّذِي سَمِعْتُ - قَالَ : ((وَهَلْ سَمِعْتُ؟)) قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : ((أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ : مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ : وَإِنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَآ؟ قَالَ : نَعَمْ)). [راجع: ۱۲۳۷]

۲۳۸۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَيْبَةَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : حَدَّثَنِي عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسْرُنِي أَنْ يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِشْرِينَ مِنْهُ شَيْئًا، إِلَّا شَيْئًا أَرْضَدُهُ لِذَيْنٍ)) رَوَاهُ صَالِحٌ وَعَقِيلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ

[طرفہ فی : ۶۴۴۵، ۷۲۲۸]

باب کا مطلب اس فقرے سے نکلتا ہے۔ مگر وہ دینار تو رہے جس کو میں نے قرضہ ادا کرنے کے لئے رکھ لیا ہو۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض ادا کرنے کی فکر ہر شخص کو کرنا چاہئے۔ اور اس کا ادا کرنا خیرات کرنے پر مقدم ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ خیرات کرنے کے لئے کوئی شخص بلا ضرورت قرض لے تو جائز ہے یا نہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ ادا کرنے کی نیت ہو تو جائز ہے، بلکہ ثواب ہے۔ عبد اللہ بن جعفر نے ضرورت قرض لیا کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا، انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اللہ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنا قرض ادا کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے ساتھ رہے اور تجزیہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو شخص نیک کاموں میں خرچ کرنے کی وجہ سے قرض دار ہو جائے تو پروردگار اس کا قرض غیب سے ادا کر دیتا ہے۔ مگر ایسی کمی صفت شخصیتیں آج کل نایاب ہیں۔ بہ حالات موجودہ قرض کسی حال میں بھی اچھا نہیں ہے۔ یوں مجبوری میں سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ مگر

خیر خیرات کرنے کے لئے قرض نکالنا تو آج کل کسی طرح بھی زیبا نہیں۔ کیونکہ ادائگی کا معاملہ بہت ہی پریشان کن بن جاتا ہے۔ پھر ایسا مقروض آدمی دین اور دنیا ہر لحاظ سے گر جاتا ہے۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو قرض سے بچائے۔ اور مسلمان قرضداروں کا غیب سے قرض ادا کرے۔ آمین۔

باب اونٹ قرض لینا

۲۳۹۰) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں سلمہ بن کیل نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابو سلمہ سے سنا، وہ ہمارے گھر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت ست کہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو سزا دینی چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اسے کہنے دو۔ صاحب حق کے لئے کہنے کا حق ہوتا ہے اور اسے ایک اونٹ خرید کر دے دو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ سے (جو اس نے آپ کو قرض دیا تھا) اچھی عمری کا اونٹ مل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہی خرید کے اسے دے دو۔ کیونکہ تم میں اچھا وہی ہے، جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔ (حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے)

باب تقاضے میں نرمی کرنا

۲۳۹۱) ہم سے مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبد الملک نے، ان سے ربیع بن حراش نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا (قبر میں) اس سے سوال ہوا۔ تمہارے پاس کوئی نیکی ہے؟ اس نے کہا کہ میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا۔ (اور جب کسی پر میرا قرض ہوتا) تو میں مالداروں کو مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ دستوں کے قرض کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ اسی پر اس کی بخشش ہو گئی۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔

۴- بَابُ اسْتِقْرَاضِ الْاِبِلِ

۲۳۹۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا سَلْمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلْمَةَ بَعْنِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا تَقَاضَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَغْلَطَ لَهُ، فَهَمَّ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: ((دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا))، وَاشْتَرُوا لَهُ بَعِيرًا فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ. وَقَالُوا: لَا نَجِدُ إِلَّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِيهِ، قَالَ: ((اشْتَرُوهُ فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ، فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)). [راجع: ۲۳۰۵]

۵- بَابُ حُسْنِ التَّقَاضِي

۲۳۹۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَبِيعٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَاتَ رَجُلًا فَقِيلَ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ؟ قَالَ: كُنْتُ أَتَابِعُ النَّاسَ فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوَسِّرِ وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ. لَفَفِرَ لَهُ)). قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: سَمِعْتُهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۲۰۷۷]

اس سے تقاضے میں نرمی کرنے کی نصیحت ثابت ہوئی۔ اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا ﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنُظِرْهُ إِلَىٰ مُنْهَرٍ وَأَنْ تَصَلُّوا عَنكُمْ﴾ (البقرة: ۲۸۰) یعنی اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو ڈھیل دینا بہتر ہے اور اگر اس پر صدقہ ہی کر دو تو یہ اور بھی

بہتر ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ عمل عند اللہ بہت ہی پسندیدہ ہے۔

۶- بَابُ هَلْ يُعْطَى أَكْبَرَ مِنْ سِنِهِ؟

باب کیابدلہ میں قرض والے اونٹ سے زیادہ عمر والا اونٹ

دیا جاسکتا ہے؟

مراویہ ہے کہ قرض میں معاملہ کی رو سے کم عمر والا اونٹ دیتا ہے۔ مگر وہ نہ ملا اور بڑی عمر والا مل گیا تو اسی کو دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ دینے والے کو اس میں نقصان بھی ہے۔

(۲۳۹۲) ہم سے مسدو نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے، ان سے سفیان ثوری نے، کہ مجھ سے سلمہ بن کبیل نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ سے اپنا قرض کا اونٹ مانگنے آیا۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اسے اس کا اونٹ دے دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا ہی اونٹ بل رہا ہے۔ اس پر اس شخص (قرض خواہ) نے کہا مجھے تم نے میرا پورا حق دیا۔ تمہیں اللہ تمہارا حق پورا پورا دے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے وہی اونٹ دے دو۔ کیونکہ بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ بہتر طریقہ پر اپنا قرض ادا کرتا ہو۔

باب قرض اچھی طرح سے ادا کرنا

(۲۳۹۳) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص آپ سے تقاضا کرتے آیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے اونٹ دے دو۔ صحابہ نے تلاش کیا لیکن ایسا ہی اونٹ مل سکا جو قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہی دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے میرا حق پوری طرح دیا اللہ آپ کو بھی اس کا بدلہ پورا پورا دے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں بہتر آجی وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں بھی سب سے بہتر ہو۔

معلوم ہوا کہ قرض خواہ کو اس کے حق سے زیادہ دے دینا بڑا کار ثواب ہے۔

(۲۳۹۴) ہم سے خلاد نے بیان کیا، ان سے مسعر نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے

۲۳۹۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ سَفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَلْمَةُ بْنُ كَبِيلٍ عَنْ أَبِي سَلْمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنْ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَضَاهُ بَعِيرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَعْطُوهُ)). فَقَالُوا: نَجِدُ إِلَّا سِنًا أَفْضَلَ مِنْ سِنِهِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاكَ اللَّهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَعْطُوهُ، فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً)). [راجع: ۲۳۰۵]

۷- بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ

۲۳۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ سَلْمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سِنٌَّ مِنَ الْإِبِلِ، فَجَاءَهُ يَتَقَضَاهُ، فَقَالَ ﷺ: ((أَعْطُوهُ)). فَطَلَبُوا سِنَهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلَّا سِنًا فَوْقَهَا، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ)). فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي وَفَى اللَّهُ بِكَ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً)). [راجع: ۲۳۰۵]

۲۳۹۴- حَدَّثَنَا خَلَادٌ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ وَقَالَ مُحَارِبُ بْنُ دَثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ

بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے۔ معمر نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے چاشت کے وقت کا ذکر کیا۔ (کہ اس وقت خدمت نبوی میں حاضر ہوا) پھر آپ نے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ لو۔ میرا آپ پر قرض تھا؛ آپ نے اسے ادا کیا، بلکہ زیادہ بھی دے دیا۔

اللَّهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ - قَالَ مِسْعَرٌ: أَرَاهُ قَالَ ضَحَى - فَقَالَ: ((صَلِّ رَكَعَتَيْنِ. وَكَانَ لِي عَلَيْهِ ذَيْنَ فَقَضَانِي وَزَادَنِي)).

[راجع: ۴۴۳]

ایسے لوگ بہت ہی قابل تعریف ہیں جو خوش خوش قرض ادا کر کے بکدوشی حاصل کر لیں۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑے پیارے بندے ہیں۔ اچھی ادائیگی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ واجب حق سے کچھ زیادہ ہی دے دیں۔

باب اگر مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے

۸- بَابُ إِذَا قَضَى ذُوْنَ حَقِّهِ أَوْ

جب کہ قرض خواہ اسی پر راضی بھی ہو) یا قرض خواہ اسے معاف کر دے تو جائز ہے۔

حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ

(۲۳۹۵) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے بیان کیا، ان سے کعب بن مالک نے بیان کیا اور انہیں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان کے والد (عبد اللہ رضی اللہ عنہما) احد کے دن شہید کر دیئے گئے تھے۔ ان پر قرض چلا آ رہا تھا۔ قرض خواہوں نے اپنے حق کے مطالبے میں سختی اختیار کی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ وہ میرے باغ کی کھجور لے لیں۔ اور میرے والد کو معاف کر دیں۔ لیکن قرض خواہوں نے اس سے انکار کیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں میرے باغ کا میوہ نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ ہم صبح کو تمہارے باغ میں آئیں گے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپ ہمارے باغ میں تشریف لائے۔ آپ درختوں میں پھرتے رہے اور اس کے میوے میں برکت کی دعا فرماتے رہے۔ پھر میں نے کھجور توڑی اور ان کا تمام قرض ادا کرنے کے بعد بھی کھجور باقی بچ گئی۔

۲۳۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبٍ بِنِ مَالِكِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا وَعَلَيْهِ ذَيْنَ، فَاشْتَدَّ الْفُرْمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا تَمْرَ حَائِطِي وَيَحْلَلُوا أَبِي فَأَبَوْا، فَلَمْ يَعْطِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ حَائِطِي وَقَالَ: سَنَعْدُو عَلَيْكَ، فَعَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ تَمْرِهَا)). [راجع: ۲۱۲۷]

مضمون باب اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے شہید صحابی رضی اللہ عنہما کے قرض خواہوں سے کچھ قرض معاف کر دینے کے لئے فرمایا۔ جب وہ لوگ تیار نہ ہوئے، تو رسول کریم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما کے باغ میں دعائے برکت فرمائی۔ جس کی وجہ سے سارا قرض پورا ادا ہونے کے بعد بھی کھجوریں باقی رہ گئیں۔

باب اگر قرض ادا کرتے وقت کھجور کے بدل اتنی ہی کھجور یا

۹- بَابُ إِذَا قَاصَّ ، أَوْ جَازَفَهُ فِي

اور کوئی میوہ یا اناج کے بدل برابر ناپ تول کر یا اندازہ کر کے

الدِّينِ تَمْرًا بَتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ

دے تو درست ہے

(۲۳۹۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے وہب بن کیسان نے اور انہیں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب ان کے والد شہید ہوئے تو ایک یہودی کا تیس وسق قرض اپنے اوپر چھوڑ گئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے مہلت مانگی، لیکن وہ نہیں مانا۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ اس یہودی (ابو شہم) سے (مہلت دینے کی) سفارش کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور یہودی سے یہ فرمایا کہ جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھل (جو بھی ہوں) اس قرض کے بدلے میں لے لے، جو ان کے والد کے اوپر اس کا ہے، اس نے اس سے بھی انکار کیا۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں داخل ہوئے اور اس میں چلتے رہے۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ باغ کا پھل توڑ کے اس کا قرض ادا کرو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو انہوں نے باغ کی کھجوریں توڑیں اور یہودی کا تیس وسق ادا کر دیا۔ سترہ وسق اس میں سے بیچ بھی رہا۔ جابر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو بھی یہ اطلاع دیں۔ آپ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو انہوں نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی خبر ابن خطاب کو بھی کر دو۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں چل رہے تھے کہ اس میں ضرور برکت ہوگی۔

۲۳۹۶ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: ((أَنَّ أَبَاهُ تَوَفَّى وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسَقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ، فَأَبَى أَنْ يُنْظِرَهُ، فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ تَمْرًا نَخْلِهِ بِالذِّي. لَهُ فَأَبَى، فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّخْلَ فَمَشَى فِيهَا، ثُمَّ قَالَ لِعَابِرٍ: ((جُدْ لَهْ فَأَوْفِ لَهْ الَّذِي لَهْ))، فَجَدَّهُ بَعْدَ مَا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَوْفَاهُ ثَلَاثِينَ وَسَقًا، وَفَضَلَتْ لَهْ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسَقًا، فَجَاءَ جَابِرٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِيُخْبِرَهُ بِالذِّي كَانَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا أَنْصَرَفَ أَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ: ((أَخْبِرْ ذَلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ))، فَذَهَبَ جَابِرٌ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهْ عُمَرُ: لَقَدْ عَلِمْتُ حِينَ مَشَى فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُبَارِكَنَّ فِيهَا)). [راجع: ۲۱۲۷]

یہ آپ کا معجزہ تھا۔ عرب لوگوں کو کھجور کا جو درختوں پر ہو ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ توڑ کر تولیں ناپیں تو اندازہ بالکل صحیح نکلتا ہے۔ میردو سیر کی کمی بیشی ہو تو یہ اور بات ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ڈیوڑھے سے زیادہ کا فرق نکلے۔ اگر کھجور پہلے ہی سے زیادہ ہوتی تو یہودی خوشی سے باغ کا سب میوہ اپنے قرض کے بدل قبول کر لیتا۔ مگر وہ تیس وسق سے بھی کم معلوم ہوتا تھا۔ آپ کے وہاں پھرنے اور دعا کرنے کی برکت سے وہ ۳۷ وسق ہو گیا۔ یہ امر عقل کے خلاف نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے معجزات مکرر سر کر ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

باب قرض سے اللہ کی پناہ مانگنا

(۲۳۹۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے خبر دی، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں (دوسری سند) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے، ان سے محمد بن ابی عتیق نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا، اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے تو یہ بھی کہتے ”اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“ کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ قرض سے اتنی پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ جب آدمی مقروض ہوتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

باب قرض دار کی نماز جنازہ کا بیان

(۲۳۹۸) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص (اپنے انتقال کے وقت) مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔ اور جو قرض چھوڑے تو وہ ہمارے ذمہ ہے۔

(۲۳۹۹) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عامر نے بیان کیا، ان سے فلح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عبدالرحمن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر مومن کا میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ ”نبی مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔“ اس لئے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہئے کہ ورثا اس کے مالک ہوں۔ وہ جو بھی ہوں، اور جو شخص قرض

۱۰- بَابُ مِنَ اسْتِعَاذِ مِنَ الدِّينِ
 ۲۳۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ
 عَنِ الزُّهْرِيِّ ح. وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ:
 حَدَّثَنِي أَحِبِّي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
 أَبِي عَتِيْقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ
 عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ:
 ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْتَمِ
 وَالْمَغْرَمِ)). فَقَالَ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا
 تَسْتَعِينُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ قَالَ:
 ((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ
 وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ)). [راجع: ۸۳۲]

۱۱- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ تَرَكَ دِينًا
 ۲۳۹۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا
 شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
 ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ
 تَرَكَ كَلًّا فَلِإِنِّ)). [راجع: ۲۲۹۸]

۲۳۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
 حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ
 هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
 عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
 النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا
 أَوْلَىٰ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. أَفْرُؤُوا إِن
 شِئْتُمْ: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
 أَنْفُسِهِمْ﴾، فَإِذَا مَاتَ مُؤْمِنٌ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا

فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَن كَانَ، وَمَن تَرَكَ ذَيْنَا أَوْ ضِيَاعًا فَلْيَأْتِيَنِي، فَأَنَا مَوْلَاهُ)).
چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آجائیں کہ ان کا ولی میں ہوں۔

[راجع: ۲۲۹۸]

یعنی اس کے بال بچوں کو پرورش کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی بیت المال میں سے یہ خرچہ دیا جائے گا۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ شفقت اور عنایت کیا ہوگی۔ جو حضرت رسول کریم ﷺ کو اپنی امت سے تھی۔ باپ بھی بیٹے پر اتنا مہربان نہیں ہوتا جتنے آنحضرت ﷺ کی مسلمانوں پر مہربانی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان بھی سب آپ پر جان و دل سے فدا تھے۔ مسلمانوں کی حکومت کیا تھی، ایک جمہوریت تھی۔ ملک کے انتظام اور آمدنی میں مسلمان سب برابر کے شریک تھے۔ اور بیت المال یعنی خزانہ ملک سارے مسلمانوں کا حصہ تھا۔ یہ نہیں کہ وہ بادشاہ کا ذاتی سمجھا جائے کہ جس طرح چاہے، اپنی خواہشوں میں اس کو اڑائے اور مسلمان فاتحہ مرتے رہیں۔ جیسے ہمارے زمانے میں عموماً مسلمان رئیسوں اور نوابوں کا حال ہے۔ اللہ ان کو ہدایت کرے۔

﴿الْكُفِيُّ أَزَلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ - (الاحزاب: ۶) یعنی جتنا ہر مومن خود اپنی جان پر آپ مہربان ہوتا ہے اس سے زیادہ آنحضرت ﷺ اس پر مہربان ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی گناہ اور کفر کر کے اپنے تئیں ہلاکت ابدی میں ڈالنا چاہتا ہے اور آنحضرت ﷺ اس کو بچانا چاہتے ہیں اور فلاح ابدی کی طرف لے جاتا۔ اس لئے آپ ہر مومن پر خود اس کے نفس سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو نادار غریب مسلمان بحالت قرض انتقال کر جائیں، بیت المال سے ان کے قرض کی ادائیگی کی جائے گی۔ بیت المال سے وہ خزانہ مراد ہے جو اسلامی خلافت کی تحویل میں ہوتا ہے۔ جس میں اموال غنائم، اموال زکوٰۃ اور دیگر قسم کی اسلامی آمدنیں جمع ہوتی ہیں۔ اس بیت المال کا ایک مصرف نادار غریب مساکین کے قرضوں کی ادائیگی بھی ہے۔

باب ادائیگی میں مالدار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

۲۴۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَمِيِّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنْبِهِ أَخْبَىٰ وَهَبِ بْنِ مُنْبِهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ)). [راجع: ۲۲۸۷]

۲۴۰۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام بن منبہ، وہب بن منبہ کے بھائی نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مالدار کی طرف سے (قرض کی ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

باب جس شخص کا حق نکلتا ہو وہ تقاضا کر سکتا ہے

۱۳ - بَابُ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ وَيَذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لِي الْوَالِدِ يُعْلِلُ عَقُوبَتَهُ وَعَرَضُهُ)). قَالَ سُفْيَانٌ عَرَضُهُ: يَقُولُ مَطْلَتْنِي. وَعَقُوبَتُهُ: الْخَبْسُ.

اور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ (قرض کے ادا کرنے پر) قدرت رکھنے کے باوجود ٹال مٹول کرنا، اس کی سزا اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے۔ سفیان نے کہا کہ عزت کو حلال کرنا یہ ہے کہ قرض خواہ کے ”تم صرف ٹال مٹول کر رہے ہو۔“ اور اس کی سزا قید کرنا ہے۔

۲۴۰۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

۲۴۰۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سلمہ نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص قرض مانگنے اور سخت تقاضا کرنے لگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی گوشمالی کرنی چاہی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو، حق دار ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ آتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَطَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: ((دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا)). [راجع: ۲۳۰۵]

اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حقوق العباد کے معاملہ میں اسلام نے کس قدر ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے۔ مذکورہ قرض خواہ وقت مقررہ سے پہلے ہی تقاضا کرنے آگیا تھا۔ اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے نہ صرف اس کی سخت کلامی کو برداشت کیا بلکہ اس کی سخت کلامی کو روا رکھا۔

باب اگر بیع یا قرض یا امانت کا مال بجنسہ دیوالیہ شخص کے پاس مل جائے تو جس کا وہ مال ہے دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ اس کا حق دار ہوگا

۱۴ - بَابُ إِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيْعَةِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

اور حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کوئی دیوالیہ ہو جائے اور اس کا دیوالیہ ہونا حاکم کی عدالت میں واضح ہو جائے تو نہ اس کا اپنے کسی غلام کو آزاد کرنا جائز ہو گا اور نہ اس کی خرید و فروخت صحیح مانی جائے گی۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ جو شخص اپنا حق دیوالیہ ہونے سے پہلے لے لے تو وہ اسی کا ہو جاتا ہے اور جو کوئی اپنا ہی سامان اسکے ہاں پہچان لے تو وہی اس کا مستحق ہوتا ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا أُلْفِسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِنْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاؤُهُ. وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: قَضَى عُثْمَانُ مَنْ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفْلِسَ فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهُ بَعِيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.

مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا امانت رکھا یا اس کے ہاتھ ادھار بیچا یا قرض دیا، اب عمرو نادار ہو گیا، گھوڑا جوں کا توں عمرو کے پاس ملا۔ تو زید اس کو لے لے گا دوسرے قرض خواہوں کا اس میں حصہ نہ ہوگا

(۲۴۰۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی، انہیں عمر بن عبدالعزیز نے خبر دی، انہیں ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام نے خبر دی، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، جو شخص ہو اپنا مال کسی شخص کے پاس پالے جب کہ وہ شخص دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہو۔ تو صاحب مال ہی اس کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہے۔

۲۴۰۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - أَوْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ - : (مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بَعِيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ)

قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ)).

اگر وہ چیز بدل گئی، مثلاً سونا خریدا تھا، اس کا زیور بنا ڈالا تو اب سب قرض خواہوں کا حق اس میں برابر ہو گا۔ حنفیہ نے اس حدیث کے خلاف اپنا مذہب قرار دیا ہے اور قیاس پر عمل کیا ہے۔ حالانکہ وہ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ قیاس کو حدیث کے مخالف ترک کر دینا چاہیے۔

حدیث اپنے مضمون میں واضح ہے کہ جب کسی شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز خریدی اور اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن قیمت نہیں ادا کی تھی کہ وہ دیوالیہ ہو گیا۔ پس اگر وہ اصل سامان اس کے پاس موجود ہے تو اس کا مستحق بیچنے والا ہی ہو گا اور دوسرے قرض خواہوں کا اس میں کوئی حق نہ ہو گا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے جو حدیث ہذا سے ظاہر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

باب اگر کوئی مالدار ہو کر کل پر سوں تک قرض ادا کرنے کا وعدہ کرے تو یہ ٹال مٹول کرنا نہیں سمجھا جائے گا

اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے والد کے قرض کے سلسلے میں جب قرض خواہوں نے اپنا حق مانگنے میں شدت اختیار کی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ صورت رکھی کہ وہ میرے باغ کا میوہ قبول کر لیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ نہیں دیا اور نہ پھل توڑوائے بلکہ فرمایا کہ میں تمہارے پاس کل آؤں گا چنانچہ دوسرے دن صبح ہی آپ ہمارے یہاں تشریف لائے اور پھلوں میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور میں نے (اسی باغ سے) ان سب کا قرض ادا کر دیا۔

باب دیوالیہ یا محتاج کا مال بیچ کر قرض خواہوں کو بانٹ دینا یا خود اس کو ہی دے دینا کہ اپنی ذات پر خرچ کرے

(۲۴۰۳) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنی موت کے ساتھ آزاد کرنے کے لئے کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون خریدتا ہے؟ نعیم بن عبد اللہ نے اسے خرید لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت

۱۵- بَابُ مَنْ أَخَّرَ الْغَرِيمَ إِلَى الْغَدِ
أَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذَلِكَ مَطْلًا

وَقَالَ جَابِرٌ: (اشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ فِي دِينِ أَبِي، فَسَأَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْبَلُوا ثَمَرَ حَائِطِي فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمُ الْحَائِطَ وَلَمْ يَكْسِرُوهُ لَهُمْ وَقَالَ: ((سَأَعْذُو عَلَيْكُمْ)) (غَدًا))، فَعَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ فَعَدَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَفَضَّيْتُهُمْ)).

۱۶- بَابُ مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ
أَوْ الْمُعْدِمِ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ، أَوْ
أَعْطَاهُ حَتَّى يُنْفِقَ عَلَى نَفْسِهِ

۲۴۰۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمِ قَالَ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رِبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَعْتَقَ رَجُلٌ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟)) فَاشْتَرَاهُ نَعِيمُ بْنُ

عَبْدُ اللَّهِ، فَأَخَذَ ثَمَنَهُ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ)). (آٹھ سو درہم) وصول کر کے اس کے مالک کو دے دی۔

[راجع: ۲۱۴۱]

اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔ شخص مذکور مفلس تھا، صرف وہی غلام اس کا سرمایہ تھا اور اس کے لئے اس نے اپنے مرنے کے بعد آزادی کا اعلان کر دیا تھا جس سے دیگر مستحقین کی حق تلفی ہوتی تھی۔ لہذا آنحضرت ﷺ نے اسے اس کی حیات ہی میں فروخت کرا دیا۔

باب ایک معین مدت کے وعدہ پر

قرض دینا یا بیع کرنا

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کسی مدت معین تک کے لئے قرض میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اس کے درہموں سے زیادہ کھرے درہم اسے ملیں۔ لیکن اس صورت میں جب کہ اس کی شرط نہ لگائی ہو۔ عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا کہ قرض میں قرض لینے والا اپنی مقررہ مدت کا پابند ہوگا۔

(۲۳۰۴) لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے کسی اسرائیلی شخص کا تذکرہ فرمایا جس نے دوسرے اسرائیلی شخص سے قرض مانگا تھا۔ اور اس نے ایک مقررہ مدت کے لئے اسے قرض دے دیا تھا۔ (جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے)

باب قرض میں کمی کرنے کی سفارش کرنا

(۲۳۰۵) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے مغیرہ نے، ان سے عامر نے، اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (میرے والد) عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اپنے پیچھے مال بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ میں قرض خواہوں کے پاس گیا کہ اپنا کچھ قرض معاف کر دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا، پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے ان کے پاس سفارش کروائی۔

۱۷- بَابُ إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ

مُسْمًى ، أَوْ أَجَلَهُ فِي الْبَيْعِ

قَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ : لَا بَأْسَ بِهِ ، وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهِ مَا لَمْ يَشْتَرِطْ . وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ : هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ .

۲۴۰۴- وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسَلِّفَهُ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسْمًى. الْحَدِيثُ.

[راجع: ۱۴۹۸]

۱۸- بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدِّينِ

۲۴۰۵- حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ عَامِرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أُصِيبَ عَبْدُ اللَّهِ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدِينًا، فَطَلَبْتُ إِلَيْ أَصْحَابِ الدِّينِ أَنْ يَصْعَعُوا بَعْضًا مِنْ دِينِهِ فَأَبَوْا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَشْفَعْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا.

انہوں نے اس کے باوجود بھی انکار کیا۔ آخر آپؐ نے فرمایا کہ (اپنے باغ کی) تمام کھجور کی قسمیں الگ الگ کر لو۔ عذق بن زید الگ، لین الگ اور عجوہ الگ (یہ سب عمدہ قسم کی کھجوروں کے نام ہیں) اس کے بعد قرض خواہوں کو بلاؤ اور میں بھی آؤں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا کر دیا۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپؐ ان کے ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ اور ہر قرض خواہ کے لئے ماپ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سب کا قرض پورا ہو گیا اور کھجور اسی طرح باقی بچ رہی جیسے پہلے تھی۔ گویا کسی نے اسے چھوا تک نہیں ہے۔

(۲۳۰۶) اور ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک جماد میں ایک اونٹ پر سوار ہو کر گیا۔ اونٹ تھک گیا۔ اس لئے میں لوگوں سے پیچھے رہ گیا۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ نے اسے پیچھے سے مارا اور فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ دو۔ مدینہ تک اس پر سواری کی تمہیں اجازت ہے۔ پھر جب ہم مدینہ سے قریب ہوئے تو میں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت چاہی، عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ابھی نئی شادی کی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا، کنواری سے کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا کہ بیوہ سے، میرے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اپنے پیچھے کئی چھوٹی بچیاں چھوڑ گئے ہیں۔ اس لیے میں نے بیوہ سے کی تاکہ انہیں تعلیم دے اور ادب سکھاتی رہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ چنانچہ میں گھر گیا۔ میں نے جب اپنے ماموں سے اونٹ بیچنے کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے ملامت کی۔ اس لیے میں نے ان سے اونٹ کے تھک جانے اور نبی اکرم ﷺ کے واقعہ کا بھی ذکر کیا۔ اور آپ کے اونٹ کو مارنے کا بھی۔ جب نبی کریم ﷺ مدینے پہنچے تو میں بھی صبح کے وقت اونٹ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت بھی دے دی اور وہ اونٹ بھی مجھ کو واپس بخش دیا اور قوم کے ساتھ میرا (مال غنیمت کا) حصہ بھی مجھ کو بخش دیا۔

مہموں نے اس وجہ سے ملامت کی ہو گی کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ اونٹ بیچنا کیا ضرور تھا۔ یوں ہی آپ کو دے دیا ہوتا۔ بعض نے کہا اس بات پر کہ ایک ہی اونٹ ہمارے پاس تھا۔ اس سے گھر کا کام کاج نکلتا تھا، وہ بھی تو نے بیچ ڈالا۔ اب

لَقَالَ: ((صَنَّفَ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ عَلَى حِدَّتِهِ: عَذَقَ ابْنَ زَيْدٍ عَلَى حِدَّةٍ، وَاللَّيْنَ عَلَى حِدَّةٍ، وَالْعَجْوَةَ عَلَى حِدَّةٍ، ثُمَّ أَحْضَرَهُمْ حَتَّى آتَيْكَ)). لَفَعَلْتُ. ثُمَّ جَاءَ ﷺ لَفَعَدَ عَلَيْهِ، وَكَانَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتَّى اسْتَوْفَى، وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ)). [راجع: ۲۱۲۷]

۲۴۰۶ - ((وَعَزَّوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى نَاضِحٍ لَنَا، فَأَزْحَفَ الْجَمَلُ فَتَخَلَّفَ عَلَيَّ فَوَكَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ خَلْفِي. قَالَ: بَعْنِيهِ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ - فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَأْذَنْتُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ ﷺ: ((فَمَا تَزَوَّجْتَ، بِكْرًا أَمْ نَيْبًا؟)) قُلْتُ: نَيْبًا، أُصِيبَ عَبْدُ اللَّهِ وَتَرَكَ جَوَارِي صِفَارًا فَتَزَوَّجْتُ نَيْبًا تَعْلَمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ. ثُمَّ قَالَ: ((أَنْتِ أَهْلُكَ)). فَقَدِمْتُ فَأَخْبَرْتُ خَالِيَّ بَيْعِ الْجَمَلِ فَلَا مَنِي، فَأَخْبَرْتُهُ بِأَعْيَاءِ الْجَمَلِ، وَبِالَّذِي كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَوَكَّرَهُ إِيَّاهُ. فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْجَمَلِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ)).

[راجع: ۴۴۳]

تَشْرِيحُ

تکلیف ہوگی۔ بعض نے کہا ماموں سے جد بن قیس مراد ہے وہ منافق تھا۔

باب مال کو تباہ کرنا یعنی بے جا اسراف

۱۹- بَابُ مَا يُنْهَى عَنْ إِسْوَاعَةِ

منع ہے

الْمَالِ

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا (اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورہ یونس میں کہ) اور اللہ فساد یوں کا منصوبہ چلنے نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ ہود میں) فرمایا ہے۔ کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے کہ جسے ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی طبیعت کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء میں) ارشاد فرمایا اپنا روپیہ بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دو اور بے وقوفی کی حالت میں حجر کرنا۔

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
الْفُسَادَ﴾ وَلَا يُصْلِحُ عَمَلَ
الْمُفْسِدِينَ﴾، وَقَالَ فِي قَوْلِهِ:
﴿أَصْلَوَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ تَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا
أَبَ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ﴾، وَقَالَ
تَعَالَى: ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ﴾
وَالْحَجَرَ فِي ذَلِكَ، وَمَا يُنْهَى عَنِ
الْإِسْوَاعِ.

بے وقوفوں سے مراد نادان ہیں جو مال کو سنبھال نہ سکیں بلکہ اس کو تباہ اور برباد کر دیں۔ جیسے عورت بچے، کم عقل جوان بڑھے وغیرہ۔ حجر کا معنی لغت میں روکنا، منع کرنا۔ اور شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ حاکم اسلام کسی شخص کو اس کے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔ اور یہ دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو وہ شخص بے وقوف ہو، اپنا مال تباہ کرتا ہو یا دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے۔ مثلاً مدیون مفلس پر حجر کرنا، قرض خواہوں کے حقوق بچانے کے لیے۔ یا راہن پر یا مریض پر مرغن اور وارث کا حق بچانے کے لیے۔ اس روکنے کو شرعی اصطلاح میں حجر کہا جاتا ہے۔

آیات قرآنی سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حلال طور پر کمایا ہوا مال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا ضائع کرنا یا ایسے نادانوں کو اسے سونپنا جو اس کی حفاظت نہ کر سکیں باوجود یہ کہ وہ اس کے حق دار ہیں۔ پھر بھی ان کو ان کے گزارے سے زیادہ دینا اس مال کو گویا ضائع کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہ ہوگا۔

(۲۴۰۷) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ خرید و فروخت میں مجھے دھوکا دے دیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب خرید و فروخت کیا کرے، تو کہہ دیا کر کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔ چنانچہ پھر وہ شخص اسی طرح کہا کرتا تھا۔

۲۴۰۷- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ
ابْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَالَ
رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنِّي أَخَذْتُ فِيهِ الْبُيُوعَ،
فَقَالَ: ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَافَةَ)).
فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُولُهُ)). [راجع: ۲۱۱۷]

ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے اور مجھ کو تین دن تک اختیار ہے۔ یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مال کو تباہ کرنا برا جانا، اس لیے اس کو یہ حکم دیا کہ بیع کے وقت یوں کہا کرو، دھوکا فریب کا کام نہیں ہے۔

۲۴۰۸- حَدَّثَنِي عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ
(۲۴۰۸) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے

بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے شعبی نے، ان سے مغیرہ بن شعبہ کے غلام وراڈ نے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں (اور باپ) کی نافرمانی، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (واجب، حقوق کی) ادائیگی نہ کرنا اور (دوسروں کا مال ناجائز طریقہ پر) دبا لینا حرام قرار دیا ہے۔ اور فضول بکواس کرنے، اور کثرت سے سوالات کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ وَرَادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ لِنَبِيِّ ﷺ: ((إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَادَّ الْأَبْنَاتِ، وَمَنْعَ وَهَاتِ. وَكَرِهَ لَكُمْ قَيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ)). [راجع: ۸۴۴]

لفظ معاوقات کا ترجمہ بعض نے یوں کیا ہے اپنے اوپر پر جو حق واجب ہے جیسے زکوٰۃ، مال بچوں، نالتے والوں کی پرورش، وہ نہ دینا۔ اور جس کا لینا حرام ہے یعنی پرایا مال وہ لے لینا، قیل و قال کا مطلب خواہ مخواہ اپنا علم جتانے کے لیے لوگوں سے سوالات کرنا۔ یا بے ضرورت حالات پوچھنا، کیونکہ یہ لوگوں کو برا معلوم ہوتا ہے۔ بعض بات وہ بیان کرنا نہیں چاہتے۔ اسکے پوچھنے سے ناخوش ہوتے ہیں۔

ترجمہ باب لفظ اضعاء المال سے نکلتا ہے یعنی مال ضائع کرنا مکروہ ہے۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مال برباد کرنا یہ ہے کہ کھانے پینے لباس وغیرہ میں بے ضرورت تکلف کرنا۔ باسن پر سونے چاندی کا طبع کرنا۔ دیوار چھت وغیرہ سونے چاندی سے رنگنا۔ سعید بن جبیر نے کہا مال برباد کرنا یہ ہے کہ حرام کاموں میں خرچ کرے اور صحیح یہی ہے کہ خلاف شرع جو خرچ ہو، خواہ دینی یا دنیاوی کام میں وہ برباد کرنے میں داخل ہے۔ بہر حال جو کام شرعاً منع ہیں جیسے پتنگ بازی، مرغ بازی، آتش بازی، ناچ رنگ ان میں تو ایک پیسہ بھی خرچ کرنا حرام ہے۔ اور جو کام ثواب کے ہیں مثلاً محتاجوں، مسافروں، غریبوں، بیماروں کی خدمت، قومی کام جیسے مدرسے، پل، سرائے، مسجد، محتاج خانے، شفا خانے بنانا، ان میں جتنا خرچ کرے وہ ثواب ہی ثواب ہے۔ اس کو برباد کرنا نہیں کہہ سکتے۔ ارہ گیا اپنے نفس کی لذت میں خرچ کرنا تو اپنی حیثیت اور حالت کے موافق اس میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی عزت یا آبرو بچانے کے لئے یا کسی آفت کو روکنے کے لیے۔ اس کے سوا بے ضرورت نفسانی خواہشوں میں مال خرچ کرنا مثلاً بے فائدہ ہمت سے، کچرے بنا لینا، یا ہمت سے گھوڑے رکھنا، یا ہمت سے سامان خریدنا یہ بھی اسراف میں داخل ہے۔

باب غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی تصرف نہ کرے

۲۰- بابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ ، وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

(۲۳۰۹) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں سالم بن عبد اللہ نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ پس بادشاہ حاکم ہی ہے۔ اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ ہر انسان اپنے

۲۴۰۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي هَمَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَلَا إِمَامَ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ

گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ سب میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے والد کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَّةٌ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا. وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). قَالَ فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَأَخْسِبُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). [راجع: ۸۹۳]

یہ حدیث ایک بہت بڑے تمدنی اصل الاصول پر مشتمل ہے۔ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کی کچھ نہ ذمہ داریاں نہ ہوں۔ ان ذمہ داریوں کو محسوس کر کے صحیح طور پر ادا کرنا عین شرعی مطالبہ ہے۔ ایک حاکم بادشاہ اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے، گھر میں مرد جملہ اہل خانہ پر حاکم ہے۔ عورت گھر کی مالکہ ہونے کی حیثیت سے گھر اور اولاد کی ذمہ دار ہے۔ ایک غلام اپنے آقا کے مال میں ذمہ دار ہے۔ ایک مرد اپنے والد کے مال کا ذمہ دار ہے الغرض اسی سلسلہ میں تقریباً دنیا کا ہر انسان بندھا ہوا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے۔ حاکم کا فرض ہے اپنی حکومت کے ہر کہ رومہ پر نظر شفقت رکھے۔ ایک مرد کا فرض ہے کہ اپنے جملہ اہل خانہ پر توجہ رکھے۔ ایک عورت کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کے گھر کی ہر طرح سے پوری پوری حفاظت کرے۔ اس کی دولت اور اولاد اور عزت میں کوئی خیانت نہ کرے۔ ایک غلام، نوکر، مزدور کا فرض ہے کہ اپنے فرائض متعلقہ کی ادائیگی میں اللہ کا خوف کر کے کوتاہی نہ کرے۔ یہی باب کا مقصد ہے۔

۴۴۔ کتاب التخصیصات

کتاب نالشوں اور جھگڑوں کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جھگڑا ہونے کا بیان

(۲۳۱۰) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ عبد الملک بن میسرہ نے مجھے خریدی، کہا کہ میں نے نزال بن سمرہ سے سنا، اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو قرآن کی ایک آیت اس طرح پڑھتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس کے خلاف سنا تھا۔ اس لئے میں ان کا ہاتھ تھامے آپ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے (میرا اعتراض سن کر) فرمایا کہ تم دونوں درست پڑھتے ہو۔ شعبہ نے بیان کیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اختلاف نہ کیا کرو۔ کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔

وَالْخُصُومَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِ
۲۴۱۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ قَالَ: عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ أَخْبَرَنِي
قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ
يَقُولُ: سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةَ سَمِعْتُ مِنَ
النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَأَنْتَبْتُ بِهِ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ((كَلَا كَمَا
مُحْسِنٌ)). قَالَ شُعْبَةُ أَظْنُهُ قَالَ: ((لَا
تَخْتَلِفُوا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوا
فَهَلَكُوا)).

[أطرافه في : ۳۴۰۸، ۳۴۱۴، ۳۴۷۶،

۴۸۱۳، ۵۰۶۳، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸،

۷۴۲۸، ۷۴۷۷.]

تشریح ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس شخص کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ جب قرآن غلط پڑھنے پر پکڑ کر لے جانا درست ٹھہرا تو اپنے حق کے بدل بھی پکڑ کر لے جانا درست ہو گا۔ جیسے پہلا امر ایک مقدمہ ہے ویسا ہی دوسرا بھی۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ ایسی چھوٹی باتوں میں لڑنا جھگڑنا، جگ و جدل کرنا برا ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو لازم تھا کہ اس سے دوسری طرح پڑھنے کی وجہ پوچھتے۔ جب وہ کہتا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی سنا ہے تو آپ سے دریافت کرتے۔ اس حدیث سے ان متعصب مقلدوں کو نصیحت لینا چاہیے، جو آئین اور رفع یدین اور اسی طرح کی باتوں پر لوگوں سے فساد اور جھگڑا کرتے ہیں۔ اگر دین کے کسی کام میں شبہ ہو تو کرنے والے سے نرمی اور اخلاق کے ساتھ اس کی دلیل پوچھتے۔ جب وہ حدیث یا قرآن سے کوئی دلیل بتلا دے بس سکوت کرے۔ اب اس سے معترض نہ ہو۔ ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ جس حدیث پر چاہے عمل کرے۔ بشرطیکہ وہ حدیث بلا اتفاق منسوخ نہ ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ اختلاف یہ نہیں ہے کہ ایک رفع یدین کرے، دوسرا نہ کرے۔ ایک پکار کر آئین کے ایک آہستہ۔ بلکہ اختلاف یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ناحق جھگڑے، اس کو ستائے کیونکہ آپ نے ان دونوں کی قرأتوں کو اچھا فرمایا۔ اور لڑنے جھگڑنے کو برا کہا۔ وقال المظہری الاختلاف فی القرآن غیر جائز لان کل لفظ منه اذا جاز قرآناہ علی وجہین او اکثر فلو انکر احد واحد امن ذینک الوجہین او الوجہ فقد انکر القرآن ولا يجوز فی القرآن القول بالرای لان القرآن سنة متبعہ بل علیہما ان یسالا عن ذالک ممن هو اعلم منهما (قسطلانی) یعنی مظہری نے کہا کہ قرآن مجید میں اختلاف کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس کا ہر لفظ جب اس کی قرأت دونوں طریقوں پر جائز ہو تو ان میں سے ایک قرأت کا انکار کرنا یا دونوں کا انکار یہ سارے قرآن کا انکار ہو گا۔ اور قرآن شریف کے بارے میں اپنی رائے کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید مسلسل طور پر نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ پس ان اختلاف کرنے والوں کو لازم تھا کہ اپنے سے زیادہ جاننے والے سے تحقیق کر لیتے۔

الغرض اختلاف جو موجب اشتقاق و افتراق و فساد ہو وہ اختلاف سخت مذموم ہے اور طبعی اختلاف مذموم نہیں ہے۔

حدیث باب سے یہ بھی نکلا کہ دعویٰ اور مقدمات میں ایک مسلمان کسی بھی غیر مسلم پر اور کوئی بھی غیر مسلم کسی بھی مسلمان پر اسلامی عدالت میں دعویٰ کر سکتا ہے۔ انصاف چاہنے کے لئے مدعی اور مدعا علیہ کا ہم مذہب ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

۲۴۱۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((اسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ، قَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ، فَقَالَ الْيَهُودِي: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِي، فَذَهَبَ الْيَهُودِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمَرَ الْمُسْلِمَ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاصْعَقْ مَعَهُمْ فَأَكُونَ أَوَّلَ مَنْ يُفَيْقُ، فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَنْبَ الْعَرْشِ، فَلَا أَذْرِي أَكَانَ فَيَمُنْ صَعَقَ فَأَفَاقَ قَلْبِي، أَوْ كَانَ مِمَّنْ اسْتَنَى اللَّهَ)).

(۲۴۱۱) ہم سے یحییٰ بن قزعة نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو شخصوں نے جن میں ایک مسلمان تھا اور دو سرا یہودی، ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ مسلمان نے کہا، اس ذات کی قسم! جن نے محمد (ﷺ) کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اور یہودی نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے طمانچہ مارا۔ وہ یہودی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسلمان کے ساتھ اپنے واقعہ کو بیان کیا۔ پھر حضور ﷺ نے اس مسلمان کو بلایا اور ان سے واقعہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے آپ کو اس کی تفصیل بتادی۔ آپ نے اس کے بعد فرمایا۔ مجھے موسیٰ ﷺ پر ترجیح نہ دو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش کر دیئے جائیں گے۔ میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔ بے ہوشی سے ہوش میں آنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا۔ لیکن موسیٰ ﷺ کو عرش الہی کا کنارہ پڑے ہوئے پاؤں گا۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ ﷺ بھی بے ہوش ہونے والوں میں ہوں گے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آجائے گا یا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان لوگوں میں رکھا ہے جو بے ہوشی سے مستثنیٰ ہیں۔

ایک روایت میں یوں ہے اس یہودی نے کہا یا رسول اللہ! میں ذمی ہوں اور آپ کی امان میں ہوں۔ اس پر بھی اس مسلمان نے مجھ کو تھپڑ مارا۔ آپ غصے ہوئے اور مسلمان سے پوچھا تو نے اس کو کیوں تھپڑ مارا۔ اس پر اس مسلمان نے یہ واقعہ بیان کیا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ کسی نبی کی شان میں ایک راہی برابر بھی تنقیص کا کوئی پہلو اختیار کیا جائے۔

۲۴۱۲- حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ

(۲۴۱۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ یحییٰ بن عمارہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک

﴿جَالِسٌ جَاءَ يَهُودِيٌّ فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِكَ. فَقَالَ: ((من؟)) قَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: ((ادْعُوهُ)). فَقَالَ: ((أَضْرِبْتَهُ؟)) قَالَ: سَمِعْتُهُ بِالسُّوقِ يَخْلِفُ: وَالَّذِي اصْطَلَفَى مُوسَى عَلَى النَّبِيِّ، قُلْتُ: أَيُّ خَيْبَتٍ، عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَأَخَذَتْنِي غَضَبَةٌ ضَرَبْتُ وَجْهَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوْلَ مَنْ تَشْتَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى أَخِذْ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلَا أَذْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ، أَمْ حُوسِبَ بِصَعْفَةٍ الْأُولَى)).

[أطرافه في : ٣٣٩٨، ٤٦٣٨، ٦٩١٦،

٦٩١٧، ٧٤٢٧].

یہودی آیا اور کہا اے ابوالقاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا، کس نے؟ اس نے کہا کہ ایک انصاری نے۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں بلاؤ۔ وہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اسے مارا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اسے بازار میں یہ قسم کھاتے سنا۔ اس ذات کی قسم! جس نے موسیٰ ﷺ کو تمام انسانوں پر بزرگی دی۔ میں نے کہا، او خبیث! کیا محمد ﷺ پر بھی! مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھو انبیاء میں باہم ایک دوسرے پر اس طرح بزرگی نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت میں بے ہوش ہو جائیں گے۔ اپنی قبر سے سب سے پہلے نکلنے والا میں ہی ہوں گا۔ لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ ﷺ عرش الہی کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ ﷺ بھی بے ہوش ہوں گے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے یا انہیں پہلی بے ہوشی جو طور پر ہو چکی ہے وہی کافی ہوگی۔

تشریح اس حدیث کے ذیل میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ ومطابقة الحديث للترجمة في قوله عليه الصلوة والسلام ادعوه فان المراد به اشخاصه بين يديه صلى الله عليه وسلم يعني باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو یہاں بلاؤ۔ گویا آنحضرت ﷺ کے سامنے اس کی حاضری ہی اس کے حق میں سزا تھی۔ اس حدیث کو اور بھی کئی مقامات پر امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرما کر اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی فضیلت جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام پر ایسی ہی ہے جیسی فضیلت چاند کو آسمان کے سارے ستاروں پر حاصل ہے۔ اس حقیقت کے باوجود آپ نے پسند نہیں فرمایا کہ لوگ آپ کی فضیلت بیان کرنے کے سلسلے میں کسی دوسرے نبی کی تنقیص شروع کر دیں۔ آپ نے خود حضرت موسیٰ ﷺ کی فضیلت کا اعتراف فرمایا۔ بلکہ ذکر بھی فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ہوش میں آنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ ﷺ عرش کا پایہ پکڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ نہ معلوم آپ ان میں سے ہیں جن کا اللہ نے اشتہاء فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے ﴿فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ﴾ (الزمر: ٦٨) یعنی قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے گا بے ہوش نہ ہوں گے۔ یا پہلے طور پر جو بے ہوشی ان کو لاحق ہو چکی ہے وہ یہاں کام دے دے گی یا آپ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کو اللہ پاک نے محاسبہ سے بری قرار دے دیا ہو گا۔ بہر حال آپ نے اس جزوی فضیلت کے بارے میں حضرت موسیٰ ﷺ کی افضلیت کا اعتراف فرمایا۔ اگرچہ یہ سب کچھ محض بطور اظہار انکساری ہی ہے۔ اللہ

پاک نے اپنے حبیب ﷺ کو خاتم النبیین کا درجہ بخشا ہے جملہ انبیاء عظیم السلام پر آپ کی افضلیت کے لئے یہ عزت کم نہیں ہے۔

۲۴۱۳- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجْرَيْنِ. قِيلَ: مَنْ فَعَلَ هَذَا بِكَ، أَفَلَانَ أَفَلَانَ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا، فَأَخَذَ الْيَهُودِيُّ فَأَعْتَرَفَ، فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَرَضَ رَأْسَهُ بَيْنَ حَجْرَيْنِ)).

[أطرافه في : ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۷۷۷، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵].

ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا تھا (اس میں کچھ جان باقی تھی) اس سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے، فلاں نے؟ جب اس یہودی کا نام آیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں) یہودی پکڑا گیا اور اس نے بھی جرم کا اقرار کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مقتولہ لڑکی انصار سے تھی۔ و عند الطحاوی عدا یہودی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جاریۃ فاخذوا وضاجا کانت علیہا و رضح راسہا والواضاح نوع من الحلی یعمل من الفضة و لمسلم فرضح راسہا بین حجرین و للترمذی خرجت جاریۃ علیہا اوضاح فاخذہا یہودی فرضح راسہا واخذ ما علیہا من الحلی قال فادرکت و بہارمق فاتی بہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل الحدیث یعنی زمانہ رسالت میں ایک یہودی ڈاکو نے ایک لڑکی پر حملہ کیا جو چاندی کے کڑے پہنے ہوئے تھی۔ یہودی نے اس بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا اور کڑے اس کے بدن سے اتار لیے چنانچہ وہ بچی اس حال میں کہ اس میں کچھ جان باقی تھی، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائی گئی اور اس نے اس یہودی کا یہ ڈاکہ ظاہر کر دیا۔ اس کی سزا میں یہودی کا بھی سر دو پتھروں کے درمیان کچل کر اس کو ہلاک کیا گیا۔

احتج بہ المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ والجمهور علی ان من قتل بشئی یقتل بمثلہ (قسطلانی) یعنی مالکیہ اور شافعیہ اور حنابلہ اور جمہور نے اس سے دلیل پکڑی ہے کہ جو شخص جس کسی چیز سے کسی کو قتل کرے گا اسی کے مثل سے اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ قصاص کا تقاضا بھی یہی ہے۔ مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے اس کے خلاف ہے۔ وہ مماثلت کے قائل نہیں ہیں۔ اور یہاں جو مذکور ہے اسے محض سیاسی اور تعزیری حیثیت دیتے ہیں۔ قانونی حیثیت میں اسے تسلیم نہیں کرتے مگر آپ کا یہ خیال حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے قائل قبول نہیں ہے۔ حضرت امام رحمہ اللہ نے خود فرما دیا ہے اذ اصح الحدیث فہو مذہبی جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

باب ایک شخص نادان یا کم عقل ہو گو حاکم اس پر پابندی نہ لگائے مگر اس کا کیا ہوا معاملہ رد کیا جائے گا

۲- بَابُ مَنْ رَدَّ أَمْرَ السَّفِيهِ وَالضَّعِيفِ الْعَقْلِ،

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا صدقہ رد کر دیا پھر اس کو ایسی حالت میں صدقہ کرنے سے منع فرما دیا، اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر کسی کا کسی دوسرے پر قرض

وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الْإِمَامُ وَيَذْكُرُ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَدَّ عَلَيَّ الْمُتَصَدَّقَ قَبْلَ النَّهْيِ، ثُمَّ

ہو اور مقروض کے پاس صرف ایک ہی غلام ہو۔ اس کے سوا اس کے پاس کچھ بھی جائیداد نہ ہو تو اگر مقروض اپنے اس غلام کو آزاد کر دے تو اس کی آزادی جائز نہ ہوگی۔ اور اگر کسی نے کسی کم عقل کی کوئی چیز بیچ کر اس کی قیمت اسے دے دی اور اس سے اپنی اصلاح کرنے اور اپنا خیال رکھنے کے لئے کہا۔ لیکن اس نے اس کے باوجود مال برباد کر دیا تو اسے اس کے خرچ کرنے سے حاکم روک دے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے اس شخص سے جو خریدتے وقت دھوکا کھا جایا کرتا تھا فرمایا تھا کہ جب تو کچھ خرید و فروخت کرے تو کہا کر کہ کوئی دھوکے کا کام نہیں ہے۔ رسول پاک ﷺ نے اس کا مال اپنے قبضے میں نہ لیا۔

نَهَاہُ. وَقَالَ مَالِكٌ: إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلَي رَجُلٍ مَالٌ وَلَهُ عِبْدٌ وَلَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ فَأَعْتَقَهُ لَمْ يَجْزُ عِتْقُهُ. وَبَاعَ عَلَى الضَّعِيفِ وَخَوَهُ فَلَذَعَ ثَمَنَهُ إِلَيْهِ وَأَمْرَهُ بِالْإِصْلَاحِ وَالْقِيَامِ بِشَأْنِهِ فَإِنَّ أَلْسِدَ بَعْدُ مَنَعَهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ إِضَاعَةِ الْمَالِ، وَقَالَ اللَّذِي يُخَدِّعُ فِي الْبَيْعِ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ، وَلَمْ يَأْخُذِ النَّبِيُّ ﷺ مَالَهُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہما والی حدیث کو عبد بن حمید نے نکالا ہے۔ ہوا یہ کہ ایک شخص ایک مرضی کے انڈے کے برابر سونے کا ایک ڈالا لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں آیا اور کہنے لگا کہ آپ بطور صدقہ اسے میری طرف سے قبول فرمائیے۔ واللہ! میرے پاس اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر یہی کہا۔ آخر آپ نے وہ ڈالا اس کی طرف پھینک دیا اور فرمایا تم میں کوئی نادر ہوتا ہے اور اپنا مال جس کے سوا اس کے پاس کچھ اور نہیں ہوتا خیرات کرتا ہے۔ پھر خالی ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرتا ہے۔ یہ خیرات کسی حالت میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ خیرات اس وقت کرنی چاہیے جب آدمی کے پاس خیرات کرنے کے بعد بھی مال باقی رہ جائے۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن خزیمہ نے نکالا ہے۔

یہ حدیث اسلام کے ایک جامع اصل الاصول کو ظاہر کر رہی ہے کہ انسان کا دنیا میں محتاج اور تنگ دست بن کر رہنا عند اللہ کسی حال میں بھی محبوب نہیں ہے۔ اور خیرات و صدقات کا یہ نظریہ بھی صحیح نہیں کہ ایک آدمی اپنے سارے اثاثہ حیات کو خیرات کر کے پھر خود خالی ہاتھ بن کر بیٹھ جائے اور پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہے۔ آیت قرآنی ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ الایہ اس پر واضح دلیل ہے۔ ہاں بلا شک اگر کوئی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما جیسا ایمان و تقویٰ اور توکل کا مالک ہو تو اس کے لئے سب کچھ جائز ہے۔ مگر یہ قطعاً ناممکن ہے کہ امت میں کوئی قیامت تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کا شیل پیدا ہو سکے۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے الفاظ مبارکہ ہمیشہ آب زر سے لکھے جائیں گے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کیا خیرات لے کر آئے اور کیا گھر میں چھوڑ کر آئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ ترک اللہ و رسول میں گھر میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں اور باقی سب کچھ لا کر حاضر کر دیا ہے۔ زبان حال سے گویا آپ نے فرمایا تھا ﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الانعام: ۱۶۲) رضی اللہ عنہ وارضاه

امت کے ان بدترین لوگوں پر ہزار نفرین جو ایسے فخر اسلام عاشق رسول کریم ﷺ کی شان میں تیرا بازی کرتے اور بے حیائی کی حد ہو گئی کہ اس تیرا بازی کو کار ثواب جانتے ہیں۔ سچ ہے۔ ﴿فَاضْلَمُوا الشَّيْطَانَ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾

اس باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ و اشار البخاری بما ذكر من احاديث الباب الی التفصیل بین من ظهرو منه الاضاعة ليرد تصرفه فيما اذا كان في الشئ الكثير او المستغرق و عليه تحمل قصة الملبس و بين ما اذا كان في الشئ اليسير او جعل له شرطاً يامن به

من افساد مالہ فلا یورد (فتح الباری) یعنی باب میں مندرجہ احادیث سے مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب مال کثیر ہو یا کوئی اور چیز جو خاص اہمیت رکھتی ہو اور صاحب مال کی طرف سے اس کے ضائع کر دینے کا خطرہ ہو تو اس کا تصرف حکومت کی طرف سے اس میں رد کر دیا جائے گا۔ مدیر کا واقعہ اسی پر محمول ہے اور اگر تھوڑی چیز ہو یا کوئی ایسی شرط لگا دی گئی ہو جس سے اس مال کے ضائع ہونے کا ڈر نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا تصرف قائم رہے گا اور وہ رد نہ کیا جاسکے گا۔ اصل مقصد مال کی حفاظت اور قرض خواہ وغیرہ اہل حقوق کو ان کے حقوق کا ملنا ہے۔ یہ جس صورت ممکن ہو۔ یہ سلطان اسلام کی صوابدید سے متعلق چیز ہے۔

(۲۳۱۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک صحابی کوئی چیز خریدتے وقت دھوکا کھا جایا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تو خرید کرے تو کہہ دیا کر کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔ پس وہ اسی طرح کہا کرتے تھے۔

۲۴۱۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي النَّبِيعِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ))، فَكَانَ يَقُولُهُ)).

[راجع: ۲۱۱۷]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کم تجربہ ہونے کے باوجود اس شخص پر کوئی پابندی نہیں لگائی، حالانکہ سامان خریدنا ان سے نہیں آتا تھا۔ اسی سے مقصد ثابت ہوا۔

(۲۳۱۵) ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے محمد بن مسکد رنے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کیا۔ لیکن اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہ تھا۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کا غلام واپس کر دیا۔ اور اسے نعیم بن نحام نے خرید لیا۔

۲۴۱۵- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنَّبِ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَجُلًا أَغْتَقَ عَبْدًا لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَبْتَنَاعَهُ مِنْهُ نَعِيمُ بْنُ نَحَامٍ)).

[راجع: ۲۱۴۱]

دوسری روایات میں ہے کہ یہ شخص مقروض تھا اور قرض کی ادائیگی کے لیے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ صرف یہی غلام تھا اور اسے بھی اس نے مدیر کر دیا تھا۔ آپ نے جب تفصیلات کو معلوم کر لیا تو اس کی آزادی کو رو کر کے اس غلام کو نیلام کر دیا اور اس حاصل شدہ رقم سے اس کا قرض ادا کر دیا۔ واللہ اعلم۔

باب مدعی یا مدعی علیہ ایک دوسرے کی نسبت جو کہیں

(یہ غیبت میں داخل نہیں ہے) بشرطیکہ ایسا کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالیں جس میں حد یا تعزیر واجب ہو۔ ورنہ سزا دی جائے گی۔

۴- بَابُ كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي

بَعْضٍ

باب کے ذیل حافظ مرحوم فرماتے ہیں۔ ای فیما لا یوجب حدا ولا تعزیرا فلا یکون ذالک من الغیبة المحرمة ذکر لہ اربع احادیث

یعنی مدعی اور مدعی علیہ آپس میں ایسا کلام کریں جس پر حد واجب نہ ہوتی ہو اور نہ تعزیر۔ پس ایسا کلام غیبت محرمہ میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس باب کے ذیل حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چار احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی اور دوسری حدیث ابن مسعود اور اشعث رضی اللہ عنہما کی ہے۔ والغرض منہ قوله قلت يا رسول الله اذا يحلف ويذهب بمالي فانه نسبة الى الحلف الكاذب ولم يواخذ بذلك لانه اخبر بما يعلمه منہ في حال التظلم منہ یعنی عرض حدیث اشعث رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدعی علیہ کے بارے میں یہ بیان دیا کہ وہ جھوٹی قسم کھا کر میرا مال لے اڑے گا۔ آپ نے مدعی کے اس بیان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ تیسری حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جس میں فارفتعت اصواتهما کے الفاظ ہیں۔ اور بعض طرق میں فلاحیا کا لفظ بھی آیا ہے کہ وہ دونوں باہمی طور پر جھگڑنے لگے۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوتا ہے۔ چوتھی حدیث ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محض اپنے اجتہاد کی بنا پر حضرت ہشام رضی اللہ عنہ پر انکار فرمایا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ دوران مقدمہ میں عین عدالت میں مدعی اور مدعی علیہ آپس میں بعض دفعہ کچھ سخت کلامی کر گزرتے ہیں اور بعض اوقات عدالت ان پر کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ ہاں اگر حد کے باہر کوئی شخص عدالت کا احترام بالائے طاق رکھ کر سخت کلامی کرے گا تو یقیناً وہ قابل سزا ہو گا۔

(۲۳۱۶، ۲۴۱۷) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں شقیق نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کوئی جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھائی تاکہ کسی مسلمان کا مال ناجائز طور پر حاصل کر لے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں حاضر ہو گا کہ اللہ پاک اس پر نہایت ہی غضبناک ہو گا۔ راوی نے بیان کیا اس پر اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھ سے ہی متعلق ایک مسئلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا۔ اس نے انکار کیا تو میں نے مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا، کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا کہ پھر تو قسم کھا۔ اشعث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر تو یہ جھوٹی قسم کھالے گا اور میرا مال اڑالے جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑی پونجی خریدتے ہیں، آخر آیت تک۔

۲۴۱۶، ۲۴۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانٌ)). قَالَ فَقَالَ الْأَشْعَثُ: فَمِيَ وَاللَّهِ كَانَ ذَلِكَ كَانَ بَنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ، فَجَحَدَنِي، فَقَدَمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَلَيْكَ بَيِّنَةٌ؟)) قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: ((اخْلِفْ)). قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا يَخْلِفُ وَيَذْهَبَ بِمَالِي. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ)).

مدعی یعنی اشعث رضی اللہ عنہ نے عدالت عالیہ نبویہ میں یہودی کی خای کو صاف لفظوں میں ظاہر کر دیا۔ باب کا یہی مقصد ہے کہ مقدمہ سے متعلق مدعی اور مدعی علیہ عدالت میں اپنے اپنے دلائل واضح کر دیں، اس کا نام غیبت نہیں ہے۔

۲۴۱۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُثْمَانُ بْنُ غَمْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَذَرٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى: ((يَا كَعْبُ)) قَالَ: لَيْتَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((صَغَ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا)) - فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيْ الشُّطْرَ - قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((قُمْ فَأَقْضِهِ)).

۲۴۱۸) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عبد اللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن ابی حذر رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا۔ اور دونوں کی آواز اتنی بلند ہو گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گھر میں سن لی۔ آپ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر پکارا اے کعب! انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے قرض میں سے اتنا کم کر دے اور آپ نے آدھا قرض کم کر دیئے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے کم کر دیا۔ پھر آپ نے ابن ابی حذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھ اب قرض ادا کر دے۔

[راجع: ۴۷۵]

جھگڑا طے کرانے کا ایک بہترین راستہ آپ نے اختیار فرمایا۔ اور بے حد خوش قسمت ہیں وہ دونوں فریق جنہوں نے دل و جان سے آپ کا یہ فیصلہ منظور کر لیا۔ مقروض اگر تنگ دست ہے تو ایسی رعایت دینا ضروری ہو جاتا ہے اور صاحب مال کو بہر صورت صبر اور شکر کے ساتھ جو ملے وہ لے لینا ضروری ہو جاتا ہے۔

۲۴۱۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أقرَّوَهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أقرَّأْنِيهَا، وَكَذْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَهْلَيْتُهُ حَتَّى انصَرَفَ، ثُمَّ

۲۴۱۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے، انہیں عبد الرحمن بن عبد القاری نے، کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورہ فرقان ایک دفعہ اس قرأت سے پڑھتے سنا جو اس کے خلاف تھی جو میں پڑھتا تھا۔ حالانکہ میری قرأت خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں فوراً ہی ان پر کچھ کر بیٹھوں، لیکن میں نے انہیں مہلت دی کہ وہ (نماز سے) فارغ ہو لیں۔ اس کے بعد میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے آپ سے کہا کہ میں نے انہیں اس قرأت کے خلاف پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ پہلے انہیں چھوڑ دے۔ پھر ان سے فرمایا کہ اچھا اب تم قرأت سناؤ۔ انہوں نے وہی اپنی قرأت سائی۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح ۷ ازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھ سے آپ نے فرمایا کہ اب تم بھی پڑھو۔ میں نے بھی پڑھ کے سنایا۔ آپ نے اس پر بھی فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی۔ قرآن سات قرأتوں میں نازل ہوا ہے، تم کو جس میں آسانی ہو اسی طرح سے پڑھ لیا کرو۔

لَتُبْنَهُ بِرِذَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَيَّ غَيْرَ مَا أَقْرَأْتِنِيهَا. فَقَالَ لِي: ((أَرْسِلْهُ)). ثُمَّ قَالَ لَهُ: ((اقْرَأْ)) فَقَرَأَ. قَالَ: ((هَكَذَا أَنْزَلْتُمْ)). ثُمَّ قَالَ لِي: ((اقْرَأْ)). فَقَرَأْتُ. فَقَالَ: ((هَكَذَا أَنْزَلْتُ، إِنَّ الْقُرْآنَ أَنْزَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَافٍ، فَأَقْرَأُوا مَا تَيَسَّرَ)). [أطرافه في: ٤٩٩٢، ٥٠٤١، ٦٩٣٦، ٧٥٥٠].

یعنی عرب کے ساتوں قبیلوں کے محاورے اور طرز پر اور کہیں کہیں اختلاف حرکات یا اختلاف حروف سے کوئی ضرر نہیں بشرطیکہ معانی اور مطالب میں فرق نہ آئے۔ جیسے سات قرأتوں کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید مشہور سات قرأتوں میں سے ہر قرأت کے موافق پڑھا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ لیکن شاذ قرأت کے ساتھ پڑھنا اکثر علماء نے درست نہیں رکھا۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی و صلوة العصر یا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت فما استمتعتم منہن الی اجل مسمی

باب جب حال معلوم ہو جائے تو مجرموں اور جھگڑے والوں کو گھر سے نکال دینا

۵- باب إخراج أهل المعاصي والخصوم من البيت بعد المعرفة وقد أخرج عمرُ أختَ أبي بكرٍ حين ناحت

اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بہن ام فروہ رضی اللہ عنہا نے جب وفات صدیق اکبر پر نوحہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں (ان کے گھر سے) نکال دیا۔

تاکہ اس حرکت سے روح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ ہو۔ اور تجمیر و تکفین کے کام میں خلل نہ آئے۔ پھر فاروق اعظم کا جلال نوحہ جیسے ناجائز کام کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ ام فروہ والی روایت کو ابن سعد نے طبقات میں نکالا ہے۔

(۲۳۲۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تو یہ ارادہ کر لیا تھا کہ نماز کی جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر خود ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو جلا

۲۴۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتَقَامَ، ثُمَّ أَخَالَفَ إِلَى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا

[راجع: ۶۴۴]

اس سے بھی ثابت ہوا کہ خطا کاروں پر کس حد تک تعزیر کا حکم ہے۔ خصوصاً نماز باجماعت میں تساہل برتنا اتنی بڑی غلطی ہے جس کے ارتکاب کرنے والوں پر آپ نے اپنے انتہائی غیظ و غضب کا اظہار فرمایا۔ اسی سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔

تشیخ حدیث میں لفظ فاحرق علیہم سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب گھر جلانے جائیں گے تو وہ نکل بھاگیں گے۔ پس گھر سے نکالنا جائز ہوا۔ ہمارے شیخ امام ابن قیم نے اس حدیث سے اور کئی حدیثوں سے دلیل لی ہے کہ شریعت میں تعزیر بالمال درست ہے یعنی حاکم اسلام کسی جرم کی سزا میں مجرم کو مالی تاوان کر سکتا ہے۔

پچھلے باب میں مدعی اور مدعی علیہ کے باہمی ناروا کلام کے بارے میں کچھ نرمی تھی۔ مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب منعقد فرما کر اشارہ کیا کہ اگر حد سے باہر کوئی حرکت ہو تو ان پر سخت گرفت بھی ہو سکتی ہے۔ ان کو عدالت سے باہر نکالا جا سکتا ہے۔ حضرت امام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے استدلال فرمایا کہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر خود ان کی بن ام فرہ رضی اللہ عنہا کو جب نوہ کرتے دیکھا تو ان کو گھر سے نکلوا دیا۔ بلکہ بعض دوسری نوہ کرنے والی عورتوں کو درے مار مار کر گھر سے باہر نکالا۔

فیبت مشروعية الاقتصار على اخراج اهل المعصية من باب الولي و محل اخراج الخصوم اذا وقع منهم من المراء و اللدد ما يقتضی ذالک۔ (فتح الباری)

۶۔ باب دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمِيْتِ باب میت کا وصی اس کی طرف سے دعویٰ کر سکتا ہے

(اس باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ای عن المیت فی الاستلحاق وغیرہ من الحقوق ذکر فیہ حدیث عائشہ فی قصة سعد و ابن زمعة قال ابن المنیر ملخصه دعوی الوصی عن الموصی علیہ لانازع فیہ و كان المصنف اراد بیان مستند الاجماع و سیاتی مباحث الحدیث المذكور فی کتاب الفرائض (فتح) یعنی مرنے والا جس کو وصیت کر جائے وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے دعویٰ کر سکتا ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ گویا حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اشارہ فرمایا ہے کہ اس پر جمیع علمائے امت کا اجماع ہے۔

۲۴۲۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرُوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي ابْنِ أُمِّهِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصَانِي أَحْيَى إِذَا قَدِمْتُ أَنْ أَنْظُرَ ابْنَ أُمِّهِ زَمْعَةَ فَأَقْبِضَهُ فَإِنَّهُ ابْنِي. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَحْيَى وَابْنُ أُمِّهِ أَبِي، وَوَلَدَ عَلِيَّ فِرَاشٍ أَبِي فَرَأَى النَّبِيَّ ﷺ سَبَّهَا بَيْنًا، فَقَالَ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ،

۲۳۲۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ زمعہ کی ایک باندی کے لڑکے کے بارے میں عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنا جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میرے بھائی نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ جب میں (مکہ) آؤں اور زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھوں تو اسے اپنی پرورش میں لے لوں۔ کیونکہ وہ انہیں کالڑکا ہے۔ اور عبد بن زمعہ نے کہا، کہ وہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے۔ میرے والد ہی کے ”فراش“ میں اس کی پیدائش ہوئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے اندر (عتبہ کی)

الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ. وَاحْتَجَبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةَ)).

واضح مشابہت دیکھی۔ لیکن فرمایا اے عبد بن زعمہ! لڑکا تو تمہاری ہی پرورش میں رہے گا۔ کیونکہ لڑکا ”فراش“ کے تابع ہوتا ہے۔ اور سودہ رضی اللہ عنہا تو اس لڑکے سے پردہ کیا کر۔

[راجع: ۲۰۵۳]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے کافر بھائی کی طرف سے وصی تھے۔ اس لیے انہوں نے اس کی طرف سے دعویٰ کیا۔ جس میں کچھ اصلیت تھی۔ مگر قانون کی رو سے وہ دعویٰ صحیح نہ تھا۔ کیونکہ اسلامی قانون یہ ہے الولد للفراش وللعاهر الحجر اس لیے آپ نے ان کا دعویٰ خارج کر دیا۔ مگر اتقوا الشبهات کے تحت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم فرما دیا۔ بعض دفعہ حاکم کے سامنے کچھ ایسے حقائق آجاتے ہیں کہ ان کو جملہ دلائل سے بالا ہو کر اپنی صوابدید پر فیصلہ کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

باب اگر شرارت کا ڈر ہو تو ملزم کا باندھنا درست ہے

۷- باب التَّوْتُقِ مَنْ تَخَشَى مَعْرَتَهُ

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے غلام) عکرمہ کو قرآن و حدیث اور دین کے فرائض سکھانے کے لئے قید کیا۔

وَقَيْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِكْرَمَةَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ.

(۲۳۲۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سواروں کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثمال تھا اور جو اہل یمامہ کا سردار تھا، پکڑ لائے اور اسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے پوچھا، ثمامہ! تو کس خیال میں ہے؟ انہوں نے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اچھا ہوں۔ پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

۲۴۲۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أَثْمَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةِ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ. فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟))

قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ: ((أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ)).

[راجع: ۴۶۲]

کئی دفعہ کی گفتگو میں ثمامہ اخلاق نبوی سے حد درجہ متاثر ہو چکا تھا۔ اس نے آپ سے ہر بار کہا تھا کہ آپ اگر میرے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے تو میں اس کی نائدری نہیں کروں گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آپ نے اسے بخوشی اعزاز و اکرام کے ساتھ آزاد فرما دیا۔ وہ فوراً ہی ایک کنوین پر گیا اور غسل کر کے آیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ پس ترجمۃ الباب ثابت ہوا کہ بعض حالات میں کسی انسان کا کچھ وقت کے لئے عقید کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور ایسی حالت میں یہ گناہ نہیں ہے بلکہ نتیجہ کے لحاظ سے مفید ثابت ہوتا ہے۔

عبد نبوی انسانی تمدن کا ابتدائی دور تھا۔ کوئی جیل خانہ الگ نہ تھا۔ لہذا مسجد ہی سے یہ کام بھی لیا گیا۔ اور اس لئے بھی کہ ثمامہ کو مسلمانوں کے دیکھنے کا بہت ہی قریب سے موقع دیا جائے اور وہ اسلام کی خوبیوں اور مسلمانوں کے اوصاف حسنہ کا بغور معائنہ کر سکے۔

خصوصاً اخلاق محمدی نے اسے بہت ہی زیادہ متاثر کیا۔ سچ ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تہاداری۔

ترجمہ الباب الفاظ فربطوہ بساریہ من سوارى المسجد سے نکلتا ہے۔ شریح قاضی جب کسی پر کچھ حکم کرتے اور اس کے بھاگ جانے کا ڈر ہوتا تو مسجد میں اس کو حراست میں رکھنے کا حکم دیتے۔ جب مجلس برخاست کرتے، اگر وہ اپنے ذمے کا حق ادا کر دیتا تو اس کو چھوڑ دیتے ورنہ قید خانے میں بھجوا دیتے۔

دوسری روایت میں یوں ہے آپ ہر صبح کو ثمامہ کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کا مزاج اور حالات دریافت فرماتے۔ وہ کہتا کہ اگر آپ مجھ کو قتل کرادیں گے تو میرا بدلہ لینے والے لوگ بہت ہیں۔ اور اگر آپ مجھ کو چھوڑ دیں گے تو میں آپ کا بہت بہت احسان مند رہوں گا۔ اور اگر آپ میری آزادی کے عوض روپیہ چاہتے ہیں تو جس قدر آپ فرمائیں گے آپ کو روپیہ دوں گا۔ کئی روز تک معاملہ ایسے ہی چلتا رہا۔ آخر ایک روز رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ثمامہ کو بلا شرط آزاد کرادیا۔ جب وہ چلنے لگا تو صحابہ کو خیال ہوا کہ شاید یہ فرار اختیار کر رہا ہے۔ مگر ثمامہ ایک درخت کے نیچے گیا جہاں پانی موجود تھا۔ وہاں اس نے غسل کیا۔ اور پاک صاف ہو کر دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ حضور اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ فوراً ہی اس نے کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھا اور صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

باب حرم میں کسی کو باندھنا اور قید کرنا

اور نافع بن عبد الحارث نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے ایک مکان جیل خانہ بنانے کے لیے اس شرط پر خریدا کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ اس خریداری کو منظور کریں گے تو بیع پوری ہوگی۔ ورنہ صفوان کو جواب آنے تک چار سو دینار تک کرایہ دیا جائے گا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں لوگوں کو قید کیا۔

۸- بَابُ الرِّبْطِ وَالْحَبْسِ فِي الْحَرَمِ

وَاشْتَرَى نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ دَارًا لِلسَّجْنِ بِمَكَّةَ مِنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَلَى أَنْ عَمَرَ إِنْ رَضِيَ فَأَلْبَيْعُ بَيْعُهُ، وَإِنْ لَمْ يَرْضَ عَمَرُ فَلِصَفْوَانَ أَرْبَعُمِائَةٍ. وَسَجَّنَ ابْنَ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ.

مکہ المکرمہ سارا ہی حرم میں داخل ہے۔ لہذا حرم میں جیل خانہ بنانا اور مجرموں کو قید کرنا ثابت ہوا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن سعد وغیرہ نے نکالا ہے کہ ابن زبیر نے حسن بن محمد بن حنفیہ کو دارالندوہ میں جبن عارم میں قید کیا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگ گئے۔

(۲۴۲۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا۔ جو بنو حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے۔ اور مسجد کے ایک ستون سے اس کو باندھ دیا۔

۲۴۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثَمَامَةُ بْنُ أَثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي

الْمَسْجِدِ)). [راجع: ۴۶۲]

مکہ بھی حرم ہے تو حرم میں قید کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ یہ باب لا کر امام بخاری نے رد کیا جو ابن ابی شیبہ نے طاؤس سے روایت کیا کہ وہ مکہ میں کسی کو قید کرنا برائے سمجھتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
۹- بَابُ الْمَلَاذِمَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب قرض دار کے ساتھ رہنے کا بیان

اس طرح کہ قرض خواہ ارادہ کرے کہ جب تک مقروض میرا روپیہ ادا نہ کرے میں اس کے ساتھ چمٹا ہی رہوں گا اور اس کا پیچھا کبھی نہ چھوڑوں گا۔

۲۴۲۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْنَظِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ - وَقَالَ غَيْرُهُ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكِ الْأَنْصَارِيِّ: ((عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ دَيْنٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ، فَتَكَلَّمَ حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا كَعْبُ)) - وَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُولُ: النَّصْفَ - فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

(۲۳۲۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا اور یحییٰ بن بکیر کے علاوہ نے بیان کیا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ہرمز نے، ان سے عبد اللہ بن کعب بن مالک انصاری نے، اور ان سے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ عبد اللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ پر ان کا قرض تھا، ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا۔ پھر دونوں کی گفتگو تیز ہونے لگی اور آواز بلند ہو گئی۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا، اور آپ نے فرمایا، اے کعب! اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے گویا یہ فرمایا کہ آدھے قرض کی کمی کر دے۔ چنانچہ انہوں نے آدھا لے لیا اور آدھا قرض معاف کر دیا۔

[راجع: ۴۵۷]

لفظ حدیث ملزمہ سے ترجمہ باب نکلا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنے قرض وصول کرنے کے لئے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے چلے اور کہا کہ جب تک میرا قرض ادا نہ کر دے گا میں تیرا پیچھا نہ چھوڑوں گا، اور جب آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا اور اس طرح چپٹنے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے چپٹنے کا جواز نکلا۔ آنحضرت ﷺ نے آدھا قرض معاف کرنے کی سفارش فرمائی، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مقروض اگر تنگ دست ہے تو قرض خواہ کو چاہیے کہ کچھ معاف کر دے، نیک کام کے لئے سفارش کرنا بھی ثابت ہوا۔

۱۰- بَابُ التَّقَاضِي

باب تقاضا کرنے کا بیان

۲۴۲۵- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ بْنُ حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الصُّحَيْ عَنِ مَسْرُوقٍ عَنِ خَبَّابِ قَالَ: ((كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلِ

(۲۳۲۵) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ وہب بن جریر بن حازم نے بیان کیا، انہیں شعبہ نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابوالضحیٰ نے، انہیں مسروق نے، اور ان سے خباب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہے کا کام کرتا تھا۔ اور عاص بن وائل (کافر) پر میرے کچھ روپے قرض تھے۔ میں اس کے پاس

تقاضا کرنے گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ جب تک تو محمد (ﷺ) کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض ادا نہیں کروں گا۔ میں نے کہا ہرگز نہیں اللہ کی قسم! میں حضرت محمد (ﷺ) کا انکار کبھی نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مارے اور پھر تم کو اٹھائے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر مجھ سے بھی تقاضا نہ کر۔ میں جب مر کے دوبارہ زندہ ہوں گا اور مجھے (دوسری زندگی میں) مال اور اولاد دی جائے گی تو تمہارا قرض بھی ادا کر دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے مال اور اولاد ضرور دی جائے گی۔“ آخر آیت تک۔

ذَرَاهُمْ، فَأَتَيْتُهُ أَنْقَاضَهُ فَقَالَ: لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ. قَالَ: فَذَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا ثُمَّ أَقْضِيكَ. فَزَلْتُ: ﴿هَذَا قُرْآنُ آيَةِ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ: لَأُوتِينَ مَالًا وَوَلَدًا﴾ (الآية). [راجع: ۲۰۹۱]

حضرت خباب (رضی اللہ عنہ) عاص بن وائل غیر مسلم کے ہاں اپنی مزدوری وصول کرنے کا تقاضا کرنے گئے۔ اسی سے مقصد باب شیشی ثابت ہوا۔ عاص نے جو جواب دیا وہ انتہائی نامعقول جواب تھا۔ جس پر قرآن مجید میں نوٹس لیا گیا۔ اس حدیث سے مجتہد مطلق امام بخاری (رضی اللہ عنہ) نے کئی ایک مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ اس لئے متعدد مقالات پر یہ حدیث نقل کی گئی ہے جو حضرت امام بخاری (رضی اللہ عنہ) کے تفقہ و قوت اجتہاد کی بین دلیل ہے۔ ہزار افسوس ان اہل جبہ و دستار پر جو حضرت امام بخاری (رضی اللہ عنہ) جیسے فقیہ امت کی شان میں تنقیص کرتے اور آپ کی فہم و درایت سے منکر ہو کر خود اپنی تافہمی کا ثبوت دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر (رضی اللہ عنہ) ان ابواب کے خاتمہ پر فرماتے ہیں۔ اشتمل کتاب الاستقراض و مامعہ من الحجر و التفلیس و ما اتصل بہ من الاشخاص و الملازمة علی خمسين حديثًا المعلق منها ستة المكرر منها فيه و فيما مضى ثمانية و ثلاثون حديثًا و البقية خالصة و الفقه مسلم علی جميعها سوى حديث ابى هريرة (من اخذ اموال الناس يريد اتلافها) و حديث (اما احب ان لى احدا ذهابا) و حديث (لى الواجد) و حديث ابن مسعود فى القراءة و فيه من الاثار عن الصحابة و من بعدهم الينا عشر اثرا و الله اعلم (فتح الباری) یعنی یہ کتاب الاستقراض و الملازمة پچاس احادیث پر مشتمل ہے جن میں احادیث معلقہ صرف چھ ہیں۔ مکرر احادیث اڑتیس ہیں۔ اور باقی خالص ہیں۔ امام مسلم نے بجز چند احادیث کے جو یہاں مذکور ہیں سب میں حضرت امام بخاری (رضی اللہ عنہ) سے موافقت کی ہے۔ اور ان ابواب میں صحابہ و تابعین کے بارہ آثار مذکور ہوئے ہیں۔

سند میں مذکورہ بزرگ حضرت مسروق ابن الاعدع ہیں۔ جو ہمدانی اور کوئی ہیں۔ آنحضرت (ﷺ) کی وفات سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صحابہ کے صدر اول جیسے ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ پایا۔ سرکردہ علماء اور فقہاء میں سے تھے۔ مروان شرجیل نے فرمایا کہ کسی ہمدانی عورت نے مسروق جیسا نیک سپوت نہیں جتا۔

شعبی نے فرمایا: اگر کسی گھرانے کے لوگ جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو وہ یہ ہیں اسود، علقمہ اور مسروق۔

محمد بن منتشر نے فرمایا کہ خالد بن عبد اللہ بصرہ کے عامل (گورنر) تھے۔ انہوں نے بطور ہدیہ تیس ہزار روپوں کی رقم حضرت مسروق کی خدمت میں پیش کی۔ یہ ان کے فخر کا زمانہ تھا۔ پھر بھی انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ بچپن میں ان کو چرا لیا گیا تھا۔ پھر مل گئے تو ان کا نام مسروق ہو گیا۔ ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔

۶۲ ھ میں بمقام کوفہ وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة۔

شہر کوفہ کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی۔ اس وقت آپ نے وہاں فرمایا تھا۔ نکوفوا فی هذا الموضوع یہاں پر جمع ہو جاؤ۔ اسی روز اس شہر کا نام کوفہ پڑ گیا۔ بعض نے اس کا پرانا نام کوفان بتایا ہے۔ یہ شہر عراق میں واقع ہے۔ عرصہ تک علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔

۴۵۔ کتاب اللقطة

کتاب لقطہ یعنی گری پڑی ہوئی چیزوں کے بارے میں احکام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ بَابُ إِذَا أَخْبَرَ أَخْبَرَهُ رَبُّ
اللَّقْطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ
باب اور جب لقطہ کا مالک اس کی صحیح نشانی بتا دے تو اسے
اس کے حوالہ کر دے۔

لفظ لقطہ کا مصدر لقط ہے جس کے معنی چن لینا، زمین پر سے اٹھا لینا، سینا، رنو کرنا، انتخاب کرنا، چونچ سے اٹھانا ہے۔ اسی سے لفظ ملاقطہ اور النقاط ہیں۔ جن کے معانی برابر ہوتے ہیں۔ اور تلفظ اور النقاط کے معنی ادھر ادھر سے جمع کرنا چننا ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جن کی تشریحات اپنے اپنے مقامات پر ہوں گی۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ (فی اللقطة) بضم اللام و فتح القاف و يجوز اسكانها والمشهور عند المحققين فتحها قال الازهرى وهو الذى سمع من العرب و اجمع عليه اهل اللغة والحديث و يقال لقاطه بضم اللام و لقط بفتحها بلا هاء و هى فى اللغة الشئى الملقوط و شرعا ما وجد من حق ضائع محترم غير محرز و لا ممتنع بقوته و لا يعرف الواجد مستحقه و فى الالتقاط معنى الامانة والولاية من حيث ان الملقط امين فيما التقطه والشرع و لا ه حفظه كالولى فى مال الطفل و فيه معنى الاكتساب من حيث ان له التملك بعد التعريف (قسطلانی) مختصر یہ کہ لفظ لقط لام کے ضمہ اور قاف کے فتح کے ساتھ ہے اور اس کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے مگر محدثین اور لغت والوں کے ہاں فتح کے ساتھ ہی مشہور ہے عرب کی زبانوں سے ایسا ہی سنا گیا ہے۔ لغت میں لقطہ کسی گرمی پڑی چیز کو کہتے ہیں۔ اور شریعت میں ایسی چیز جو پڑی ہوئی پائی جائے اور وہ کسی بھی آدمی کے حق ضائع سے متعلق ہو اور پانے والا اس کے مالک کو نہ پائے۔ اور لفظ النقط میں نمانت اور ولایت کے معانی بھی مشتمل ہیں۔ اس لئے کہ ملقط امین ہے جو اس نے پایا ہے اور شرعاً وہ اس مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے جیسے بچے کے مال کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور اس میں اکتساب کے معانی بھی ہیں کہ پہنچانے کے بعد اگر اس کا مالک نہ لے تو اس چیز میں اس کو حق ملکیت ثابت ہو جاتا ہے۔

۲۴۲۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ۲۴۲۶) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا

لگائے۔ اللہ پاک آج کے نوجوانوں کو توفیق دے کہ وہ حقائق اسلام کو سمجھ کر اسلام جیسی نعمت سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کریں اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے راستے کو اپنائیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما انصاری خزرجی ہیں۔ یہ کاتب وحی تھے۔ اور ان چھ خوش نصیب اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے عہد رسالت ہی میں پورا قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور ان فقہائے اسلام میں سے ہیں جو آپ کے عہد مبارک میں فتویٰ دینے کے مجاز تھے۔ صحابہ میں قرآن شریف کے اچھے قاری مشہور تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو سید الانصار کا خطاب بخشا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سید المسلمین کے خطاب سے نوازا تھا۔ آپ کی وفات مدینہ طیبہ ہی میں ۱۹ھ میں واقع ہوئی۔ آپ سے کثیر مخلوق نے روایات نقل کی ہیں۔

باب بھولے بھٹکے اونٹ کا بیان

۲- بَابُ ضَالَّةِ الْإِبِلِ

(۲۴۲۷) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الرحمن بن مہدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، ان سے ربیعہ نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد جبنی رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا۔ اور راستے میں پڑی ہوئی کسی چیز کے اٹھانے کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ۔ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی نشانیاں ٹھیک ٹھیک بتا دے (تو اسے اس کا مال واپس کر دے) ورنہ اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ! ایسی بکری کا کیا کیا جائے جس کے مالک کا پتہ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یا تو تمہاری ہوگی یا تمہارے بھائی (مالک) کو مل جائے گی یا پھر بھیڑیے کا لقمہ بنے گی۔ صحابی نے پھر پوچھا اور اس اونٹ کا کیا کیا جائے جو راستہ بھول گیا ہو؟ اس پر رسول کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اسکے ساتھ خود اس کے کھر ہیں۔ (جن سے وہ چلے گا) اس کا مشکیزہ ہے، پانی پر وہ خود پہنچ جائے گا اور درخت کے پتے وہ خود کھا لے گا۔

۲۴۲۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانٌ عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ فَقَالَ: ((عَرَفَهَا سَنَةً، ثُمَّ اخْفَظْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا))، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذَّنْبِ)). قَالَ: ضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ فَسَمِعَ وَجْهَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا جِذَاؤُهَا وَسِفَاؤُهَا، تَرُدُّ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشُّجْرَ)). (راجع: ۹۱)

عرب میں اونٹوں کو ریگستان کا جہاز کہا جاتا تھا۔ راستوں کے جاننے میں وہ خود بہت ماہر ہوا کرتے تھے گم ہونے کی صورت میں عام طور پر کسی نہ کسی دن خود گھر پہنچ جاتے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ایسا فرمایا۔ یعنی اونٹ کو پکڑنے کی حاجت نہیں۔ اس کو بھیڑیے وغیرہ کا ڈر نہیں، نہ چارے پانی کے لئے اس کو چرواہے کی ضرورت ہے۔ وہ آپ پانی پر جا کر پانی پی لیتا ہے۔ بلکہ آٹھ روز کا پانی اپنے پیٹ میں بیک وقت جمع کر لیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حکم جنگل کے لئے ہے۔ اگر بستی میں اونٹ ملے تو

اسے پڑ لینا چاہیے تاکہ مسلمان کامل ضائع نہ ہو۔ ایسا نہ ہو وہ کسی چور ڈاکو کے ہاتھ لگ جائے۔ اونٹ کے حکم میں وہ جانور بھی ہیں جو اپنی حفاظت آپ کر سکتے ہیں۔ جیسے گھوڑا تیل وغیرہ۔

مترجم کتاب ہے کہ آج کے حالات میں جنگل اور بستی کہیں بھی امن نہیں ہے۔ ہر جگہ چور ڈاکوؤں کا خطرہ ہے، لہذا جہاں بھی کسی بھائی کا گم شدہ اونٹ، گھوڑا نظر آئے، ہتر ہے کہ حفاظت کے خیال سے اسے پڑ لیا جائے اور جب اس کا مالک آئے تو اس کے حوالہ کیا جائے۔ آج عرب اور عجم ہر جگہ چوروں، ڈاکوؤں، لیروں کی کثرت ہے۔ ایک اونٹ ان کے لئے بڑی قیمت رکھتا ہے۔ جب کہ معمولی اونٹ کی قیمت آج چار پانچ سو سے کم نہیں ہے۔

عمر رسالت میں عرب کا ماحول جو تھا وہ اور تھا۔ اس ماحول کے پیش نظر آپ نے یہ حکم صادر فرمایا۔ آج کا ماحول دوسرا ہے۔ پس ہتر ہے کہ کسی گم شدہ اونٹ، گھوڑے وغیرہ کو بھی پکڑ کر بحفاظت رکھا جائے یہاں تک کہ اس کا مالک آئے اور اسے لے جائے۔ الحمد للہ ۱۳۹۰ھ کو کعبہ شریف میں اس پارے کا متن بعد فجر یہاں تک لفظ بہ لفظ غور و تدبر کے ساتھ ان دعاؤں سے پڑھا گیا کہ اللہ پاک اس اہم ذخیرہ حدیث نبوی کو سمجھنے کیلئے توفیق بخشے۔ اور ہر مشکل مقام کے حل کیلئے اپنی رحمت سے رہ نمائی فرمائے۔ اور اس خدمت کو قبول فرما کر قبول عام عطا کرے اور سارے قدر دان حضرات کو شفاعت رسول پاک ﷺ سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔

باب گمشدہ بکری کے بارے میں

۳- بَابُ ضَالَّةِ الْغَنَمِ

(۲۴۲۸) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان تمی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے ان سے منبعث کے غلام یزید نے، انہوں نے زید بن خالد سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے لفظ کے متعلق پوچھا گیا۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ آپ نے فرمایا، اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ یزید بیان کرتے تھے کہ اگر اسے پہچاننے والا (اس عرصہ میں) نہ ملے تو پانے والے کو اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا چاہئے۔ اور یہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہو گا۔ اس آخری ٹکڑے (کہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہو گا) کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے یا خود انہوں نے اپنی طرف سے یہ بات کہی ہے۔ پھر پوچھا، راستہ بھولی ہوئی بکری کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو۔ وہ یا تمہاری ہوگی (جب کہ اصل مالک نہ ملے) یا تمہارے بھائی (مالک کے پاس پہنچ جائے گی) یا پھر اسے بھیڑنا اٹھالے جائے گا۔ یزید نے بیان کیا کہ اس کا بھی اعلان کیا جائے گا، پھر صحابی نے پوچھا، راستہ بھولے ہوئے اونٹ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے

۲۴۲۸- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : ((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ اللَّقْطَةِ فَرَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرَفْهَا سَنَةً يَقُولُ يَزِيدُ : إِنْ لَمْ تُعْرِفْ اسْتَنْفِقْ بِهَا صَاحِبَهَا، وَكَانَ وَدِيعَةً عِنْدَهُ. قَالَ يَحْيَى: فَهَذَا الَّذِي لَا أَدْرِي أَلِي حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ هُوَ أَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهِ. ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذَّئِبِ)) قَالَ يَزِيدُ: وَهِيَ تُعْرِفُ أَيْضًا. ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ؟ فَقَالَ: ((دَعَهَا، فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا، تَرُدُّ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَجِدَهَا رُبُّهَا)). [راجع: ۹۱]

فرمایا کہ اسے آزاد رہنے دو، اسکے ساتھ اسکے کھر بھی ہیں اور اس کا مشکیزہ بھی۔ خود پانی پر پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا۔ اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ جائے گا۔

یحییٰ کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فقرہ کہ اس کے پاس امانت کے طور پر گا۔ حدیث میں داخل ہے۔ اس کو امام مسلم اور اسماعیلی نے نکالا۔ امانت سے مطلب یہ ہے کہ جب اس کا مالک آجائے گا تو پانے والے کو یہ مال ادا کرنا لازم ہوگا۔ بکری اگر مل جائے تو اس کے بارے میں بھی اس کے مالک کا تلاش کرنا ضروری ہے۔ جب تک مالک نہ ملے پانے والا اپنے پاس رکھے۔ اور اس کا دودھ پئے کیونکہ اس پر وہ کھلانے پر خرچ بھی کرے گا۔

۴- بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ
اللَّقْطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فِيهِ لَمَنْ وَجَدَهَا

باب پکڑی ہوئی چیز کا مالک اگر ایک سال تک نہ ملے تو وہ پانے والے کی ہو جائے گی

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ مالک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو تصرف کرنا جائز ہوگا، لیکن جب مالک آجائے تو وہ چیز یا اس کا بدل دینا لازم ہوگا۔ حنفیہ کہتے ہیں اگر پانے والا محتاج ہے، تو اس میں تصرف کر سکتا ہے۔ اگر مالدار ہے تو اس کو خیرات کر دے۔ پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ اس خیرات کو جائز رکھے خواہ اس سے تاوان لے۔

جہاں تک غور و فکر کا تعلق ہے اسلام نے گرے پڑے اموال کی بڑی حفاظت کی ہے اور ان کے اٹھانے والوں کو اسی حالت میں اٹھانے کی اجازت دی ہے کہ وہ خود ہضم کر جانے کی نیت سے ہرگز ہرگز ان کو نہ اٹھائیں۔ بلکہ ان کے اصل مالکوں تک پہنچانے کی نیت سے ان کو اٹھا سکتے ہیں۔ اگر مالک فوری طور پر نہ مل سکے تو موقع بہ موقع سال بھر اس مال کا اعلان کرتے رہیں۔ آج کل اعلان کے ذرائع بہت وسیع ہو چکے ہیں، اخبارات اور ریڈیو کے ذرائع سے اعلانات ہر کس و ناکس تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس طرح متواتر اعلانات پر سال گذر جائے اور کوئی اس کا مالک نہ مل سکے تو پانے والا اپنے مصرف میں اسے لے سکتا ہے۔ مگر یہ شرط اب بھی ضروری ہے کہ اگر کسی دن بھی اس کا اصل مالک آگیا تو وہ مال اسے معذرتاً ادا کرنا ہوگا۔ اگر اصل مال وہ ختم کر چکا ہے تو اس کی جس بالمش ادا کرنی ہوگی۔ یا پھر جو بھی بازاری قیمت ہو ادا کرنی ضروری ہوگی۔ ان تفصیلات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ لفظ کے متعلق اسلام کا قانونی نظریہ کس قدر ٹھوس اور کتنا نفع بخش ہے۔ کاش اسلام کے معاندین ان قوانین اسلامی کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے دلوں کو عناد سے پاک کر کے قلب سلیم کے ساتھ صداقت کو تسلیم کر سکیں۔

(۲۴۲۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے، انہیں منبعث کے غلام یزید نے اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے لفظ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں یاد رکھ کر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ اگر مالک مل جائے (تو اسے دے دے) ورنہ اپنی ضرورت میں خرچ کر۔ انہوں نے

۲۴۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللَّقْطَةِ فَقَالَ: ((اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرَفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا

پوچھا اور اگر راستہ بھولی ہوئی بکری ملے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے بھائی کی ہوگی، ورنہ پھر بھیڑیا اسے اٹھالے جائے گا۔ صحابی نے پوچھا، اور اونٹ جو راستہ بھول جائے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اسکے ساتھ خود اس کا مشکیزہ ہے، اسکے کھرہیں۔ پانی پر وہ خود ہی پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھا لے گا۔ اور اس طرح کسی نہ کسی دن اس کا مالک اسے خود پائے گا۔

[راجع: ۹۱]

فان جاء صاحبها یعنی اگر اس کا مالک آجائے تو اس کے حوالے کر دے۔ جیسے امام احمد اور ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں اس کی صراحت ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی گنتی اور تھیلی اور سر بندھن کو ٹھیک ٹھیک بتلا دے تو اس کو دے دے۔ معلوم ہوا کہ صحیح طور پر اسے پہچان لینے والے کو وہ مال دے دینا چاہیے۔ گواہ شاہد کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اس روایت میں دو سال تک بتلانے کا ذکر ہے اور آگے والی احادیث میں صرف ایک سال تک کا بیان ہوا ہے۔ اور تمام علماء نے اب اسی کو اختیار کیا ہے اور دو سال والی روایت کے حکم کو ورع اور احتیاط پر محمول کیا۔ یوں محتاط حضرات اگر ساری عمر بھی اسے اپنے استعمال میں نہ لائیں اور آخر میں چل کر بطور صدقہ خیرات دے کر اسے ختم کر دیں تو اسے نور علی نور ہی کہنا مناسب ہوگا۔

باب اگر کوئی سمندر میں لکڑی یا ڈنڈا یا اور کوئی ایسی ہی چیز پائے تو کیا حکم ہے؟

۵- بَابُ إِذَا وَجَدَ خَشْبَةً فِي الْبَحْرِ
أَوْ سَوَاطٍ أَوْ نَخْوَةً

۲۴۳۰- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ - فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرَكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا نَاقِصَةٌ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطْبًا، فَلَمَّا حَسِبُوا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ)) [راجع: ۱۴۹۸]

۲۴۳۰- اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک مرد کا ذکر کیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی (جو اس سے پہلے گزر چکی ہے) کہ (قرض دینے والا) باہر یہ دیکھنے کے لئے نکلا کہ ممکن ہے کوئی جہاز اس کا روپیہ لے کر آیا ہو۔ (دریا کے کنارے جب وہ پہنچا) تو اسے ایک لکڑی ملی جسے اس نے اپنے گھر کے ایندھن کے لئے اٹھالیا۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں روپیہ اور خط پایا۔

ثابت ہوا کہ دریا میں سے ایسی چیزوں کو اٹھایا جاسکتا ہے۔ بعد میں جو کیفیت سامنے آئے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اسرائیلی مرد کی حسن نیت کا ثمرہ تھا کہ پانی ہوئی لکڑی کو چیرا تو اسے اس کے اندر اپنی امانت کی رقم مل گئی۔ اسے ہر دو نیک دل اسرائیلیوں کی کرامت ہی کہنا چاہیے، ورنہ عام حالات میں یہ معاملہ بے حد نازک ہے، یہ بھی ثابت ہوا کہ کچھ بدگمان خدا دادی امانت اور عہد کی پاسداری کا کس حد تک خیال رکھتے ہیں۔ اور یہ ہمت ہی کم ہیں۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ و موضع الترجمة قوله فاخذها و هو مبني على ان شرع من قبلنا شرع لنا ما لم يات في شرعنا ما بهما لاسيما اذا ورد بصورة النشاء على فاعله يعني يهاى مقام ترجمة الباب راوى کے یہ الفاظ ہیں۔ فاخذها یعنی اس کو اس نے لے لیا۔ اسی

سے مقدمہ ثابت ہوا۔ کیونکہ ہمارے پہلے والوں کی شریعت بھی ہمارے لئے شریعت ہے۔ جب تک وہ ہماری شریعت کے خلاف نہ ہو۔ خاص طور پر جب کہ اس کے فاعل پر ہماری شریعت میں تعریف کی گئی ہو۔ آنحضرت ﷺ نے ان ہر دو اسرائیلیوں کی تعریف فرمائی۔ ان کا عمل اس وجہ سے ہمارے لئے قابل اقتداء بن گیا۔

باب کوئی شخص راستے میں کھجور پائے؟

(۲۴۳۱) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتمر نے، ان سے طلحہ نے اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی راستے میں ایک کھجور پر نظر پڑی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہے تو میں خود اسے کھا لیتا۔

۶- بَابُ إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ

۲۴۳۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ

أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ قَالَ: ((لَوْ لَا أَنِّي أَخَافُ

أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا)).

[راجع: ۲۰۵۵]

(۲۴۳۲) اور یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا مجھ سے منصور نے بیان کیا، اور زائدہ بن قدامہ نے بھی منصور سے بیان کیا، اور ان سے طلحہ نے، کہا کہ ہم سے انس بن مالک نے حدیث بیان کی (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں ہمام بن منبہ نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں اپنے گھر جاتا ہوں، وہاں مجھے میرے بستر پر کھجور پڑی ہوئی ملتی ہے۔ میں اسے کھانے کے لئے اٹھا لیتا ہوں۔ لیکن پھر یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔ تو میں اسے پھینک دیتا ہوں۔

۲۴۳۲- وَقَالَ يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ

حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ. وَقَالَ زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ

عَنْ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَنْسٌ. ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَعْمَرٌ عَنْ هَمَامِ بْنِ مُنْبِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي

لَأَتَّقِي إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً

عَلَى فِرَاشِي فَأَرْفَعُهَا لِأَكْلِهَا، ثُمَّ أَخْشَى

أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأَلْفِيهَا)).

آپ کو شاید یہ خیال آتا ہو گا کہ شاید صدقہ کی کھجور جس کو آپ تقسیم کیا کرتے تھے، باہر سے کپڑے میں لگ کر چلی آئی ہوگی۔ ان حدیثوں سے یہ نکلا کہ کھانے پینے کی کم قیمت چیز اگر راستے میں یا گھر میں ملے تو اس کا کھا لینا درست ہے۔ اور آپ نے جو اس سے پرہیز کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ صدقہ آپ پر اور سب بنی ہاشم پر حرام تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی حقیر چھوٹی چیزوں کے لئے مالک کا ڈھونڈنا اور اس کا اعلان کرنا ضروری نہیں ہے۔

باب اہل مکہ کے لفظ کا کیا

حکم ہے؟

۷- بَابُ كَيْفَ تُعْرَفُ لَفْظَةُ أَهْلِ

مَكَّةَ؟

مکہ کے لفظ میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا کہ کالفظ ہی اٹھانا منع ہے۔ بعض نے کہا اٹھانا تو جائز ہے لیکن ایک سال کے بعد بھی پانے والے کی ملک نہیں بنتا، اور جمہور مالکیہ اور بعض شافعیہ کا قول یہ ہے کہ مکہ کا لفظ بھی اور ملکوں کے لفظ کی طرح ہے۔ حافظ

نے کہا 'شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مکہ کا لفظ بھی اٹھانا جائز ہے اور یہ باب لا کر انہوں نے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا جس میں یہ ہے کہ حاجیوں کی پڑی ہوئی چیز اٹھانا صحیح ہے۔ (وحیدی)

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَلْتَقَطُ لُقْطَتَهَا إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا)). وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَا تَلْتَقِطُهَا إِلَّا مَعْرُوفٍ)).

اور طاؤس نے کہا، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ کے لفظ کو صرف وہی شخص اٹھائے جو اعلان کر لے، اور خالد حذاف نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مکہ کے لفظ کو اٹھانا صرف اسی کے لئے درست ہے جو اس کا اعلان بھی کرے۔

۲۴۳۳- وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَعْضُدُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُنْفِرُ صِتْدُهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقْطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَلَا يُخْتَلَى خِلَاهَا. فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَالَ: (إِلَّا الْإِذْخِرَ)).

(۲۴۳۳) اور احمد بن سعد نے کہا، ان سے روح نے بیان کیا، ان سے زکریا نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مکہ کے درخت نہ کاٹے جائیں، وہاں کے شکار نہ چھیڑے جائیں، اور وہاں کے لفظ کو صرف وہی اٹھائے جو اعلان کرے، اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! ازخری کی اجازت دے دیجئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازخری کی اجازت دے دی۔

[راجع: ۱۳۴۹]

- مقصد باب یہ ہے کہ لفظ کے متعلق مکہ شریف اور دوسرے مقامات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۴۳۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مَكَّةَ، قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنِ مَكَّةَ الْفَيْلَ وَسَلَطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي

(۲۴۳۴) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو ہریرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ فتح کرا دیا، تو آپ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ سے روک دیا تھا، لیکن اپنے رسول اور مسلمانوں کو اسے فتح کرا دیا۔ دیکھو! یہ مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا تھا (یعنی وہاں لڑنا) اور میرے لیے صرف دن کے تھوڑے سے حصے میں درست ہوا۔ اب میرے بعد کسی کے لئے درست نہیں ہو گا۔ پس

اس کے شکار نہ چھیڑے جائیں اور نہ اس کے کاٹنے کاٹے جائیں۔ یہاں کی گری ہوئی چیز صرف اسی کے لئے حلال ہوگی جو اس کا اعلان کرے۔ جس کا کوئی آدمی قتل کیا گیا ہو اسے دو باتوں کا اختیار ہے۔ یا (قاتل سے) نذیہ (مال) لے لے یا جان کے بدلے جان لے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! ازخراکٹنے کی اجازت ہو۔ کیونکہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اچھا ازخراکٹنے کی اجازت ہے۔ پھر ابو شاہ یمن کے ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! میرے لیے یہ خطبہ لکھو دیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ ابو شاہ کے لئے یہ خطبہ لکھ دو۔ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے کہ ”میرے لئے اسے لکھو دیجئے“ تو انہوں نے کہا کہ وہی خطبہ مراد ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے (مکہ میں) سنا تھا۔

[راجع: ۱۱۲]

روایت میں ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ ہے جو خانہ کعبہ کو ڈھانے کیلئے ہاتھیوں کا لشکر لے آیا تھا۔ جس کا سورہ الم ترکیف الخ میں ذکر ہے۔ اس حدیث سے عمد نبوی میں کتابت حدیث کا بھی ثبوت ملا جو منکرین حدیث کی ہفوات باطلہ کی تردید کے لیے کافی دانی ہے۔

باب کسی جانور کا دودھ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نہ

دوہا جائے

(۲۴۳۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص کسی دوسرے کے دودھ کے جانور کو مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ ایک غیر شخص اس کے گودام میں پہنچ کر اس کا ذخیرہ کھولے اور وہاں سے اس کا غلہ چرالائے؟ لوگوں کے مویشی کے تھن بھی ان کے لیے کھانا یعنی (دودھ کے) گودام ہیں۔ اس لئے انہیں بھی مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے۔

سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَإِنهَا لَا تَجِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، فَلَا يُنْفَرُ صَيْدَهَا، وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا تَجِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ. وَمَنْ قَتَلَ لَهُ قَيْتِلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرِينَ: إِمَّا أَنْ يُفَدَى، وَإِمَّا أَنْ يُقَيَّدَ). فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)). فَقَامَ أَبُو شَاهٍ - رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ - فَقَالَ: اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اَكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ)). قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ اَكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةُ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ).

۸ - بَابُ لَا تُخْتَلَبُ مَاشِيَةٌ أَحَدٍ

بِغَيْرِ إِذْنٍ

۲۴۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يُخْتَلَبُنْ أَحَدٌ مَاشِيَةً أَمْرِيءَ بَغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيْحِبُّ أَحَدَكُمْ أَنْ تُؤْتِي مَشْرَبَتَهُ فَتُكْسَرَ حِرْزَانَتُهُ فَيَسْتَقِلَّ طَعَامُهُ؟ فَإِنَّمَا تَخْرُؤُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعَمَاتِهِمْ، فَلَا يُخْتَلَبُنْ أَحَدٌ مَاشِيَةً أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ)).

اضطراری حالت میں اگر جنگل میں کوئی ریوڑ مل جائے اور مضطر اپنی جان سے پریشان ہو اور بھوک اور پیاس سے قریب المرگ ہو تو وہ اس حالت میں مالک کی اجازت بغیر بھی اس ریوڑ میں سے کسی جانور کا دودھ نکال کر اپنی جان بچا سکتا ہے۔ یہ مضمون دوسری جگہ

بیان ہوا ہے۔

باب پڑی ہوئی چیز کا مالک اگر ایک سال بعد آئے تو اسے
اس کا مال واپس کر دے کیونکہ پانے والے کے پاس وہ
امانت ہے

(۲۴۳۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن عبد الرحمن نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے لقط کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے بندھن اور برتن کی بناوٹ کو ذہن میں یاد رکھ۔ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ اس کا مالک اگر اس کے بعد آئے تو اسے واپس کر دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! راستہ بھولی ہوئی بکری کا کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو، کیونکہ وہ یا تمہاری ہوگی یا تمہارے بھائی کی ہوگی یا پھر بھیڑیے کی ہوگی۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! راستہ بھولے ہوئے اونٹ کا کیا کیا جائے؟ آپ اس پر غصہ ہو گئے اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا (یا راوی نے وجنتاہ کے بجائے) احمر وجہہ کہا۔ پھر آپ نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ خود اس کے کھر اور اس کا مشکیزہ ہے۔ اسی طرح اسے اس کا اصل مالک مل جائے گا۔

باب پڑی ہوئی چیز کا اٹھالینا بہتر ہے
ایسا نہ ہو وہ خراب ہو جائے یا کوئی غیر مستحق
اس کو لے بھاگے۔

مال کی حفاظت کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ کوئی نا اہل اٹھالے جائے گا، اور وہ اسے ہضم کر بیٹھے گا۔ مضمون حدیث سے باب کا مطلب ظاہر ہے کہ تھیلی کے اٹھالینے والے شخص پر آنحضرت ﷺ نے اظہارِ خفگی نہیں فرمایا بلکہ یہ ہدایت ہوئی کہ اس کا سال بھر اعلان کرتے رہو۔ اگر وہ چیز کوئی زیادہ قیمتی نہیں ہے تو اس کے متعلق احمد و ابو داؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قال رخص لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في العشاء والوسط والحبل واشباهه يلتقطه الرجل ينتفع به رواه احمد و ابو داود يعني آنحضرت ﷺ

۹- بَابُ إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللَّقْطَةِ
بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ
عِنْدَهُ

۲۴۳۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ اللَّقْطَةِ قَالَ: ((عَرَفْتُهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وَكَأَمَّا وَعِصَافَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ)). فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَصَالَةَ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((خُذْهَا، فَإِنَّهَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذَّنْبِ)). قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَصَالَةَ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، حَتَّى احْمَرَّتْ وَجنتَاهُ - أَوْ احْمَرَّتْ وَجْهَهُ - ثُمَّ قَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِدَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)). [راجع: ۹۱]

۱۰- بَابُ هَلْ يَأْخُذُ اللَّقْطَةُ وَلَا
يَدْعُهَا تَصْبِيحُ حَتَّى لَا يَأْخُذَهَا مَنْ لَا
يَسْتَحِقُّ؟

نے ہم کو لکڑی ڈنڈے اور رسی اور اس قسم کی معمولی چیزوں کے بارے میں رخصت عطا فرمائی جن کو انسان پڑا ہوا پائے۔ ان سے نفع اٹھائے۔ اس پر امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فیہ دلیل علی جواز الانتفاع بما یوجد فی الطرقات من المحقرات ولا یحتاج الی التعریف و قبل انہ یجب التعریف بہا ثلاثۃ ایام لما اخرجہ احمد و الطبرانی و البیہقی و الجوزجانی (بیل الاوطان) یعنی اس میں دلیل ہے کہ حقیر چیزیں جو راستے میں پڑی ہوئی ملیں ان سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ ان کے لئے اعلان کی ضرورت نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ تین دن تک اعلان کرنا واجب ہے۔ احمد اور طبرانی اور بیہقی اور جوزجانی میں ایسا منقول ہے۔

(۲۴۳۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک جہاد میں شریک تھا۔ میں نے ایک کوڑا پایا (اور اس کو اٹھالیا) دونوں میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ اسے پھینک دے۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے مجھے اس کا مالک مل جائے (تو اس کو دے دوں گا) ورنہ خود اس سے نفع اٹھاؤں گا۔ جہاد سے واپس ہونے کے بعد ہم نے حج کیا۔ جب میں مدینے گیا تو میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھ کو ایک تھیلی مل گئی تھی، جس میں سو دینار تھے۔ میں اسے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، اور پھر حاضر ہوا۔ کہ مالک ابھی تک نہیں ملا، آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اور اعلان کر، میں نے ایک سال تک اس کا پھر اعلان کیا، اور حاضر خدمت ہوا۔ اس مرتبہ بھی آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا پھر اعلان کر، میں نے پھر ایک سال تک اعلان کیا اور جب چوتھی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رقم کے عدد، تھیلی کا بندھن، اور اس کی ساخت کو خیال میں رکھ، اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے دے دے ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے خردی شعبہ سے اور انہیں سلمہ نے یہی حدیث، شعبہ نے بیان کیا کہ پھر اس کے بعد میں مکہ میں سلمہ سے ملا، تو انہوں نے کہا کہ مجھے خیال نہیں (اس حدیث

۲۴۳۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ كَهَيْلٍ قَالَ : سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ : ((كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوحَانَ فِي غَزَاةٍ ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا ، فَقَالَ لِي : أَلْقِهِ ، قُلْتُ : لَا ، وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ . فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا ، فَمَرَرْتُ بِالْمَدِينَةِ ، فَسَأَلْتُ أَبِي بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ : وَجَدْتُ صُرَّةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا مِائَةٌ دِينَارًا ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : ((عَرَفْهَا حَوْلًا)) ، فَعَرَفْتُهَا حَوْلًا . ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ : ((عَرَفْهَا حَوْلًا)) ، فَعَرَفْتُهَا حَوْلًا . ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ : ((عَرَفْهَا حَوْلًا)) ، فَعَرَفْتُهَا حَوْلًا . ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ : ((اعْرِفْ عِدَّتَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا ، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا ، وَإِلَّا اسْتَمْتَعْ بِهَا)) . حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلْمَةَ بِهَذَا ، قَالَ : ((فَلَقِيْتُهُ بَعْدَ بَمَكَّةَ فَقَالَ : لَا أَدْرِي أَثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا)) .

میں سوید نے) تین سال تک بتلانے کا ذکر کیا تھا یا ایک سال کا۔

معلوم ہوا کہ نیک نیتی کے ساتھ کسی پڑی ہوئی چیز کو اٹھالینا ہی ضروری ہے تاکہ وہ کسی غلط آدمی کے حوالہ نہ پڑ جائے۔ اٹھالینے کے بعد حدیث مذکورہ کی روشنی میں عمل درآمد ضروری ہے۔

باب لقطہ کو بتلانا لیکن حاکم کے
سپردہ کرنا

۱۱- بَابُ مَنْ عَرَّفَ اللَّقْطَةَ وَلَمْ
يُدْفَعَهَا إِلَى السُّلْطَانِ

اس باب سے امام اوزاعی کے قول کا رد منظور ہے۔ انہوں نے کہا اگر لقطہ بیش قیمت ہو تو بیت المال میں داخل کر دے۔

(۲۴۳۸) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا ریجہ سے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد بنیہ نے کہا کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، اگر کوئی ایسا شخص آجائے جو اس کی بناوٹ اور بندھن کے بارے میں صحیح صحیح بتائے (تو اسے دے دے) ورنہ اپنی ضروریات میں اسے خرچ کر۔ انہوں نے جب ایسے اونٹ کے متعلق بھی پوچھا، جو راستہ بھول گیا ہو۔ تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ اور اس کے کھر موجود ہیں۔ وہ خود پانی تک پہنچ سکتا ہے اور درخت کے پتے کھا سکتا ہے اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ سکتا ہے۔ انہوں نے راستہ بھولی ہوئی بکری کے بارے میں بھی پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ یا وہ تمہاری ہوگی، یا تمہارے بھائی (اصل مالک) کو مل جائے گی، ورنہ اسے بھیڑا اٹھالے جائے گا۔

۲۴۳۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَبِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ بْنِ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ اللَّقْطَةِ، قَالَ: عَرَّفَهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ بِخَبْرِكَ بِعِفَاصِهَا وَوِكَائِهَا وَإِلَّا فَاسْتَفِقْ بِهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ لَمْ تَمَعَّرْ وَجْهَهُ وَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَجِدَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، دَعَهَا حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ فَقَالَ: هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذَّنْبِ)). [راجع: ۹۱]

باب

۱۲- بَابُ

اس باب میں کوئی ترجمہ مذکور نہیں ہے۔ گویا پہلے باب ہی سے متعلق ہے، اس حدیث کی مناسبت باب اللقطہ سے یہ ہے کہ جنگل میں اس دودھ کا پینے والا کوئی نہ تھا، تو وہ بھی پڑی ہوئی چیز کے مثل ہوا۔ اور چرواہا کو موجود تھا، مگر یہ دودھ اس کی ضرورت سے زائد تھا۔

بعض نے کہا مناسبت یہ ہے کہ اگر لقطہ میں کوئی کم قیمت کھانے پینے کی چیز ملے تو اس کا کھاپی لینا درست ہے جیسے اوپر کھجور کی حدیث گذری، اور یہ دودھ بھی۔ جب اس کا مالک وہاں موجود نہ تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو لیا اور استعمال کیا۔ اسے کھجور پر قیاس کیا گیا ہے۔ گو چرواہا موجود تھا۔ مگر وہ دودھ کا مالک نہ تھا اس وجہ سے گویا اس کا وجود اور عدم برابر ہوا۔ اور وہ دودھ مثل

لقظ کے ٹھہرا، واللہ اعلم۔ (وحیدی)

ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ ابو سعید سے مروی ہے۔ اذا اتیت علی راع فنادہ ثلاث مرات فان اجابک والا فاشرب من غیر ان تفسد و اذا اتیت علی حائط بستان فنادہ ثلاث مرات فان اجابک و الا فکل من غیر ان تفسد یعنی جب تم کسی ریوڑ پر آؤ تو اس کے چرواہے کو تین دفعہ پکارو، وہ کچھ بھی جواب نہ دے تو اس کا دودھ پی سکتے ہو۔ مگر نقصان پہنچانے کا خیال نہ ہو۔ اسی طرح باغ کا حکم ہے۔ طحاوی نے کہا کہ ان احادیث کا تعلق اس عہد سے ہے جب کہ مسافروں کی ضیافت کا حکم بطور وجوب تھا۔ جب وجوب منسوخ ہوا تو ان احادیث کے احکام بھی منسوخ ہو گئے۔

(۲۴۳۹) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو نضر نے خبر دی، کہا کہ ہم کو اسرائیل نے خبر دی ابو اسحاق سے کہ مجھے براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے ابو بکر رضی اللہ عنہما سے خبر دی (دوسری سند) ہم سے عبد اللہ بن رجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا ابو اسحاق سے، اور انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہما سے کہ (ہجرت کر کے مدینہ جاتے وقت) میں نے تلاش کیا تو مجھے ایک چرواہا ملا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے کہا کہ قریش کے ایک شخص کا۔ اس نے قریش کا نام بھی بتایا، جسے میں جانتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا، کیا تمہارے ریوڑ کی بکریوں میں کچھ دودھ بھی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! میں نے اس سے کہا، کیا تم میرے لیے دودھ دو لو گے؟ اس نے کہا، ہاں ضرور! چنانچہ میں نے اس سے دوہنے کے لیے کہا۔ وہ اپنے ریوڑ سے ایک بکری پکڑ لیا۔ پھر میں نے اس سے بکری کا تھن گردوغبار سے صاف کرنے کے لیے کہا۔ پھر میں نے اس سے اپنا ہاتھ صاف کرنے کے لیے کہا۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ ایک ہاتھ کو دوسرے پر مار کر صاف کر لیا۔ اور ایک پیالہ دودھ دوہا۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے میں نے ایک برتن ساتھ لیا تھا۔ جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ میں نے پانی دودھ پر بہلایا۔ جس سے اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر دودھ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دودھ حاضر ہے، یا رسول اللہ! پی لیجئے۔ آپ نے اسے پیا، یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔

۲۴۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ح. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْبَرَاءِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((انطلقت فإذا أنا براعي غنم يسوق غنمه فقلت: لمن أنت؟ قال: لرجل من قریش - فسماه فعرفته - فقلت: هل في غنمك من لبن؟ فقال: نعم. فقلت هل أنت حالب لي؟ قال نعم، فأمرته فأعقل شاة من غنمه، ثم أمرته أن ينفض ضرعها من الغبار، ثم أمرته أن ينفض كفيه فقال هكذا - ضرب إحدى كفيه بالأخرى - فحلب كئبة من لبن، وقد جعلت لرسول الله ﷺ إداوة، على فمها خرقه، فصببت على اللبن حتى برد أسفله، فانتهيت إلى النبي ﷺ فقلت: اشرب يا رسول الله، فشرب حتى رضيت)).

[۳۹۱۷، ۵۶۰۷]

تفسیر

اس باب کے لائنے سے غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی باغ پر سے گزرے یا جانوروں کے گلے پر سے تو باغ کا پھل یا جانور کا دودھ کھا پی سکتا ہے گو مالک سے اجازت نہ لے، مگر جمہور علماء اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بے ضرورت ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور ضرورت کے وقت اگر گزرے تو مالک کو تاوان دے۔ امام احمد نے کہا اگر باغ پر حصار نہ ہو تو ترمیہ کھا سکتا ہے گو ضرورت نہ ہو۔ ایک روایت یہ ہے جب اس کی ضرورت اور احتیاج ہو۔ لیکن دونوں حالتوں میں اس پر تاوان نہ ہو گا۔ اور دلیل ان کی امام بیہقی کی حدیث ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً جب تم میں سے کوئی کسی باغ پر سے گزرے تو کھالے۔ لیکن جمع کر کے نہ لے جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج کل کے حالات میں بغیر اجازت کسی بھی باغ کا پھل کھانا خواہ حاجت ہو یا نہ ہو مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح کسی جانور کا دودھ نکال کر از خود پی لینا اور مالک سے اجازت نہ لینا، یہ بھی اس دور میں ٹھیک نہیں ہے۔ کسی شخص کی اضطراری حالت ہو، وہ پیاس اور بھوک سے قریب المرگ ہو اور اس حالت میں وہ کسی باغ پر سے گزرے یا کسی ریوڑ پر سے، تو اس کے لئے ایسی مجبوری میں اجازت دی گئی ہے۔ یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ بعد میں مالک اگر تاوان طلب کرے تو اسے دینا چاہے۔

۳۶- کتاب المظالم و النصب

کتاب لوگوں پر ظلم کرنے اور مال غصب کرنے کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

لفظ مظالم ظلم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں لوگوں پر ناحق زیادتی کرنا، اور یہ بھی کہ ناحق کسی کا مال مار لینا اور غصب کے معنی کسی کا مال ناحق طور پر ہضم کر جانے کے ہیں۔

حضرت مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اسلوب کے مطابق مظالم اور غصب کی برائی میں آیات قرآنی کو نقل فرمایا، جن کا مضمون ظاہر ہے کہ ظالموں کا انجام دنیا اور آخرت میں بہت برا ہونے والا ہے۔ آیت شریفہ کا حصہ ﴿و ان کان مکروہم لتزول منه الجبال﴾ (اور اللہ کے پاس ان ظالم کافروں کا ٹکڑا لکھا ہوا ہے، اس کے سامنے کچھ نہیں چلے گی) گو ان کے مکر سے دنیا میں پہاڑ سرک جائیں۔ بعض نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ ”مکر سے کہیں پہاڑ بھی سرک سکتے ہیں۔“ یعنی اللہ کی شریعت پہاڑ کی طرح جی ہوئی اور

مضبوط ہے۔ ان کے مکرو فریب سے وہ اکڑ نہیں سکتی۔ اس آیت کو لا کر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت فرمایا کہ پر ایسا مال چھین لینا اور ڈکار جانا ظلم اور غصب ہے جو عند اللہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے۔

باب وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

باب

﴿وَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهُ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ، إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ، مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُؤُسِهِمْ﴾: [سورة إبراهيم: ١٤، ٤٢، ٤٣].

اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم میں فرمایا ”اور ظالموں کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھنا۔ اور اللہ تعالیٰ تو انہیں صرف ایک ایسے دن کے لئے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اور وہ سر اوپر کو اٹھائے بھاگے جا رہے ہوں گے۔ مہنع اور مقمع دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ مجاہد نے فرمایا کہ مہطعین کے معنی برابر نظر ڈالنے والے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مہطعین کے معنی جلدی بھاگنے والے، ان کی نگاہ ان کے خود کی طرف نہ لوٹے گی۔ اور دلوں کے پھلے چھوٹ جائیں گے کہ عقل بالکل نہیں رہے گی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اے محمد! (ﷺ) لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آتے گا جو لوگ ظلم کر چکے ہیں وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! (عذاب کو) کچھ دنوں کے لیے ہم سے اور مؤخر کر دے، تو اب کی بار ہم تیرا حکم سن لیں گے اور تیرے انبیاء کی تابعداری کریں گے۔ جو اب ملے گا کیا تم نے پہلے یہ قسم نہیں کھائی تھی کہ تم پر کبھی ادبار نہیں آئے گا؟ اور تم ان قوموں کی بستیوں میں رہ چکے ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اور تم پر یہ بھی ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دی ہیں۔ انہوں نے برے مکر اختیار کیے اور اللہ کے یہاں ان کے یہ بدترین مکر لکھ لئے گئے۔ اگرچہ ان کے مکر ایسے تھے کہ ان سے پہاڑ بھی بل جاتے (مگر وہ سب بیکار ثابت ہوئے) پس اللہ کے متعلق ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ وہ اپنے انبیاء سے کئے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا۔ بلاشبہ اللہ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔“

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مُهْطِعِينَ﴾ مُدْبِمِي النَّظَرِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: مُسْرِعِينَ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ. ﴿وَأَفْنَدْتَهُمْ هَوَاءً﴾: يَعْنِي جُوفًا: لَا عُقُولَ لَهُمْ.

﴿وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نَّجِبْ دَعْوَتِكَ وَتَتَّبِعِ الرَّسُولَ أُولَمْ تَكُونُوا أَلْسِنَتُمْ مِّن قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّن زَوَالٍ. وَسَكَتُمْ لِي مَسَاكِينِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْأَمْثَالَ. وَقَدْ مَكَرُوا مَكَرُهُمْ، وَعِنْدَ اللَّهِ مَكَرُهُمْ، وَإِنْ كَانَ مَكَرُهُمْ لِتُرْوَلَ مِنْهُ الْجِبَالُ. فَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهُ مُخْلِفًا وَعْدِهِ رُسُلَهُ، إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾. [إبراهيم: ٤٦].

ظالموں کے بارے میں ان آیات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ محتاج وضاحت نہیں ہے۔ انسانی تاریخ میں کتنے ہی ظالم بادشاہوں، امیروں، حاکموں کے نام آتے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں مخلوق خدا پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ اپنی خواہشات کے لئے انہوں نے زیر دستوں کو بری طرح ستایا۔ آخر میں اللہ نے ان کو ایسا پکڑا کہ وہ مع اپنے جاہ و حشم کے دنیا سے حرف غلط کی طرح

(۲۳۴۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا کہ مجھے قتادہ نے خبر دی، ان سے صفوان بن محرز نے بیان کیا، کہا کہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے جا رہا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور پوچھا رسول کریم ﷺ سے آپ نے (قیامت میں اللہ اور بندے کے درمیان ہونے والی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلا لے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور اسے چھپالے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کے گاہاں، اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اسے یقین آجائے گا کہ اب وہ ہلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا۔ اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں۔ چنانچہ اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی۔ لیکن کافر اور منافق کے متعلق ان پر گواہ (ملائکہ، انبیاء اور تمام جن و انس سب) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ہو جاؤ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہوگی۔

۲۴۴۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ : أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرَزٍ الْأَمَازِينِيِّ قَالَ : ((بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا آخِذًا بِيَدِهِ إِذْ عَرَّضَ رَجُلٌ فَقَالَ : كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي النَّجْوَى؟ فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((إِنَّ اللَّهَ يُذَيِّبُ الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَفَّهُ وَيَسْزُهُ فَيَقُولُ : أَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، أَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ أَيُّ رَبِّ حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ : سَتَرْتَهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَعْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطِي كِتَابَ حَسَنَاتِهِ. وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُونَ فَيَقُولُونَ الْأَشْهَادُ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَّبُوا عَلَيَّ رَبِّهِمْ، أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ)).

[أطرافه في: ٤٦٨٥، ٦٠٧٠، ٧٥١٤].

اس حدیث کو کتاب الغیب میں امام بخاری رحمہ اللہ اس لئے لائے کہ آیت میں جو یہ وارد ہے کہ ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے تو ظالموں سے کافر مراد ہیں۔ اور مسلمان اگر ظلم کرے تو وہ اس آیت میں داخل نہیں ہے۔ اس سے ظلم کا بدلہ گو ضرور لیا جائے گا، پر وہ ملعون نہیں ہو سکتا۔

باب کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ کسی ظالم کو اس پر ظلم کرنے دے

۳- بَابُ لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ

(۲۳۴۲) ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری

۲۴۴۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ن سَالَمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا

کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔

يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ
أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ
مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ
كُرْبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا
سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))۔

[طرفہ بی: ۶۹۵۱]۔

باب ہر حال میں مسلمان بھائی کی مدد کرنا وہ ظالم ہو یا مظلوم

۴- بَابُ أَعْنِ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا

اس کی تفسیر خود آگے کی حدیث میں آتی ہے۔ اگر مسلمان بھائی کسی پر ظلم کر رہا ہو تو اس کی مدد یوں کرے، کہ اس کو سمجھا کر باز رکھے کیونکہ ظلم کا انجام برا ہے ایسا نہ ہو وہ مسلمان ظلم کی وجہ سے کسی بڑی آفت میں پڑ جائے۔

(۲۴۴۳) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انیس عابد اللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید طویل نے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

[طرفہ بی: ۲۴۴۴، ۶۹۵۲]۔

۲۴۴۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عُيَيْنَةُ بْنُ أَبِي
بَكْرٍ بْنُ أَنَسٍ وَحَمِيدُ الطَّوِيلِ أَنَّهُ سَمِعَا
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((انصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ
مَظْلُومًا))۔

(۲۴۴۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ نے فرمایا، کہ ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ (یہی اس کی مدد ہے)

۲۴۴۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ
عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((انصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا
أَوْ مَظْلُومًا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا
نَنْصُرُهُ مَظْلُومًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟
قَالَ: تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ))۔ [راجع: ۲۴۴۳]

باب مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے

۵- بَابُ نَصْرِ الْمَظْلُومِ

گو وہ کافر ہی ہو۔ ایک حدیث میں ہے جس کو طحاوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روکا ہے کہ اللہ نے ایک بندے کے لیے حکم دیا، اس کو قبر میں سو کوڑے لگائے جائیں۔ وہ دعا اور عاجزی کرنے لگا، آخر ایک کوڑا رہ گیا، لیکن ایک ہی کوڑے سے اس کی ساری قبر آگ سے بھر پور ہو گئی۔ جب وہ حالت جاتی رہی تو اس نے پوچھا، مجھ کو یہ سزا کیوں ملی؟ فرشتوں نے کہا تو نے ایک نماز بے طہارت پڑھی تھی اور ایک مظلوم کو دیکھ کر اس کی مدد نہیں کی تھی۔ (وحیدی)

معلوم ہوا کہ مظلوم کی ہر ممکن امداد کرنا ہر بھائی کا ایک اہم انسانی فریضہ ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے عن سهل بن حنيف عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من اذل عنده مومن فلم ينصره و هو يقدر على ان ينصره اذله الله عزوجل على دنوس الخلاق يوم القيمة رواه احمد يعني آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے کسی مومن کو ذلیل کیا جا رہا ہو اور وہ باوجود قدرت کے اس کی مدد نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ پاک اسے ساری مخلوق کے سامنے ذلیل کرے گا۔

امام شوکانی فرماتے ہیں وذهب جمهور الصحابة والتابعين الى وجوب نصرالحق و قتال الباغين (نبيل) یعنی صحابہ و تابعین اور عام علمائے اسلام کا یہی فتویٰ ہے کہ حق کی مدد کے لئے کھڑا ہونا اور باغیوں سے لڑنا واجب ہے۔

۲۴۴۵- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُؤَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَبْرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ. فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ، وَتَسْمِيَةَ الْعَاطِسِ، وَرَدَّ السَّلَامِ، وَنَصْرَ الْمَظْلُومِ، وَإِجَابَةَ الدَّاعِي، وَإِبْرَارَ الْمُقْسِمِ)). [راجع: ۱۲۳۹]

(۲۴۴۵) ہم سے سعید بن ربیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اشعث بن سلیم نے بیان کیا، کہ میں نے معاویہ بن سوید سے سنا، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بیان کیا تھا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے سات چیزوں کا حکم فرمایا تھا اور سات ہی چیزوں سے منع بھی فرمایا تھا (جن چیزوں کا حکم فرمایا تھا ان میں) انہوں نے مریض کی عیادت، جنازے کے پیچھے چلنے، چھینکنے والے کا جواب دینے، سلام کا جواب دینے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے (کی دعوت) قبول کرنے، اور قسم پوری کرنے کا ذکر کیا۔

سات مذکورہ کاموں کی اہمیت پر روشنی ڈالنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ اس میں مظلوم کی مدد کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس حدیث کو یہاں درج کیا گیا۔

۲۴۴۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)). وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. [راجع: ۴۸۱]

(۲۴۴۶) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے برید نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے فرمایا، کہ ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ ایک عمارت کے حکم میں ہے کہ ایک کو دوسرے سے قوت پہنچتی ہے اور آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر رکھا۔

کاش! ہر مسلمان اس حدیث نبوی کو یاد رکھتا اور ہر مومن بھائی کے ساتھ بھائیوں جیسی محبت رکھتا تو مسلمانوں کو یہ دن نہ دیکھنے ہوتے جو آج کل دیکھ رہے ہیں۔ اللہ اب بھی اہل اسلام کو سمجھ دے کہ وہ اپنے پیارے رسول ﷺ کی ہدایت پر عمل کر کے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کریں۔

باب ظالم سے بدلہ لینا
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

۶- بَابُ الْإِنْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ،
لِقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ :

”اللہ تعالیٰ بری بات کے اعلان کو پسند نہیں کرتا۔ سو اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو، اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“ (اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ) ”اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ اس کا بدلہ لے لیتے ہیں۔“ ابراہیم نے کہا کہ سلف ذلیل ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب انہیں (ظالم پر) قابو حاصل ہو جاتا تو اسے معاف کر دیا کرتے تھے۔

یعنی ظالم کے مقابلہ پر بڑھوں کی طرح عاجز و ذلیل نہیں ہو جاتے بلکہ اتنا ہی انصاف سے بدلہ لیتے ہیں جتنا ان پر ظلم ہوا۔ ورنہ خود ظالم بن جائیں گے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ظالم سے بقدر ظلم کے بدلہ لینا درست ہے۔ لیکن معاف کر دینا افضل ہے جیسا کہ سلف کا طور طریقہ مذکور ہوا ہے اور آگے حدیث میں آتا ہے۔

باب ظالم کو معاف کر دینا

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اگر تم کھلم کھلا طور پر کوئی نیکی کر دیا پوشیدہ طور پر یا کسی کے برے معاملہ پر معافی سے کام لو، تو خداوند تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا اور بہت بڑی قدرت والا ہے۔ (سورہ شوریٰ میں فرمایا) اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی سے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جو معاف کر دے اور درستی معاملہ کو باقی رکھے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جس نے اپنے پر ظلم کئے جانے کے بعد اس کا (جائز) بدلہ لیا تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ گناہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق فساد کرتے ہیں، یہی ہیں وہ لوگ جن کو دردناک عذاب ہو گا۔ لیکن جس شخص نے (ظلم پر) صبر کیا اور (ظالم کو) معاف کیا تو یہ نہایت ہی بہادری کا کام ہے۔ اور اے پیغمبر! تو ظالموں کو دیکھے گا جب وہ عذاب دیکھ لیں گے تو کہیں گے اب کوئی دنیا میں پھر جانے کی بھی صورت ہے؟

باب ظلم، قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے

یعنی ظالم کو قیامت کے دن نور نہ ملے گا۔ اندھیرے پر اندھیرا، ان اندھیروں میں وہ دھکے کھاتا مصیبت اٹھاتا پھرے گا۔

(۲۴۴۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز ماجشون نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن دینار نے خبر دی، اور انہیں

﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ، وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا. وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ﴾. قَالَ إِبْرَاهِيمُ: كَأَنَّا يَكْفُرُونَ أَنْ يُسْتَدْلُوا، لِإِذَا قَدَرُوا عَفْوًا.

۷- بَابُ عَفْوِ الْمَظْلُومِ. لِقَوْلِهِ تَعَالَى

﴿إِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا أَوْ تَخَفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءِ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفْوًا قَدِيرًا﴾ [النساء: ۱۴۹]. ﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلَهَا، فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ. وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ، إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ، أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ. وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِنْ سَبِيلٍ﴾. [الشورى: ۴۰-۴۴].

۸- بَابُ الظُّلْمِ ظُلُمَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(۲۴۴۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْمَاجِشُونُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔

بُن دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

باب مظلوم کی بددعا سے بچنا

اور ڈرتے رہنا

(۲۴۳۸) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا بن اسحاق مکی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن عبداللہ صیفی نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب (عال بنا کر) یمن بھیجا، تو آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

۹- بَابُ الْاِتِّقَاءِ وَالْحَذَرِ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ

۲۴۴۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مَعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: ((اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ)).

[راجع: ۱۳۹۵]

تشریح یعنی وہ فوراً پروردگار تک پہنچ جاتی ہے اور ظالم کی خرابی ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظالم کو اسی وقت سزا ہوتی ہے بلکہ اللہ پاک جس طرح چاہتا ہے ویسے حکم دیتا ہے۔ کبھی فوراً سزا دیتا ہے کبھی ایک میعاد کے بعد تاکہ ظالم اور ظلم کرے اور خوب پھول جائے اس وقت دفعتاً وہ پکڑ لیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرعون کے ظلم سے تنگ آ کر بددعا کی، چالیس برس کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوا۔ بہر حال ظالم کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہم نے ظلم کیا اور کچھ سزا نہ ملی، خدا کے ہاں انصاف کے لئے دیر تو ممکن ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔

باب اگر کسی شخص نے دوسرے پر کوئی ظلم کیا ہو اور اس سے معاف کرائے تو کیا اس ظلم کو بھی بیان کرنا ضروری ہے

۱۰- بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ؟

کہ میں نے فلاں قصور کیا تھا۔ بعض نے کہا کہ قصور کا بیان کرنا ضروری ہے اور بعض نے کہا ضروری نہیں جملہ اس سے معاف کرا لینا کافی ہے اور یہ صحیح ہے کیونکہ حدیث مطلق ہے۔

(۲۴۳۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی، اس دن کے

۲۴۴۹- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبَرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عَرَضِهِ أَوْ شَيْءٍ

آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا۔ اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہو گا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اسماعیل بن ابی اویس نے کہا سعید مقبری کا نام مقبری اس لیے ہوا کہ قبرستان کے قریب انہوں نے قیام کیا تھا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ سعید مقبری ہی بنی لیث کے غلام ہیں۔ پورا نام سعید بن ابی سعید ہے۔ اور (ان کے والد) ابو سعید کا نام کیسان ہے۔

فَلْيَحْلَلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أَخِذْ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أَخِذْ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلْ عَلَيْهِ). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ: إِنَّمَا سُمِّيَ الْمُقْبَرِيُّ لِأَنَّهُ كَانَ نَزَلَ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَسَعِيدُ الْمُقْبَرِيُّ هُوَ مَوْلَى بَنِي لَيْثٍ، وَهُوَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، وَاسْمُ أَبِي سَعِيدٍ كَيْسَانَ. [طرفہ فی : ۶۵۳۴].

مظلہ ہر اس ظلم کو کہتے ہیں جسے مظلوم ازراہ صبر برداشت کر لے۔ کوئی جانی ظلم ہو یا مالی سب پر لفظ مظلہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ کوئی شخص کسی سے اس کا مال زبردستی چھین لے تو یہ بھی ایک مظلہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ ظالموں کو اپنے مظالم کا فکر دنیا ہی میں کر لینا چاہیے کہ وہ مظلوم سے معاف کرائیں، ان کا حق ادا کر دیں ورنہ موت کے بعد ان سے پورا پورا بدلہ دلایا جائے گا

باب جب کسی ظلم کو معاف کر دیا تو واپسی کا مطالبہ بھی باقی

۱۱- بَابُ إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوعَ فِيهِ

نہیں رہا

(۲۳۵۰) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے (قرآن مجید کی آیت) ”اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے نفرت یا اس کے منہ پھیرنے کا خوف رکھتی ہو۔“ کے بارے میں فرمایا، کہ کسی شخص کی بیوی ہے، لیکن شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں بلکہ اسے جدا کرنا چاہتا ہے۔ اس پر اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں اپنا حق تم سے معاف کرتی ہوں۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۴۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ غُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: «وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَحَلَّتْ: الرَّجُلُ تَكُونَ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْبَرٍ مِنْهَا يُرِيدُ أَنْ يُفَارِقَهَا، فَتَقُولُ: أَجْعَلْكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ، فَتَرَكْتُ هَذِهِ الْآيَةَ فِي ذَلِكَ».

[اطرافہ فی : ۲۶۹۴، ۴۶۰۱، ۵۲۰۶].

یعنی اگر شوہر میرے پاس نہیں آتا تو نہ آ، لیکن مجھ کو طلاق نہ دے، اپنی زوجیت میں رہنے دے تو یہ درست ہے۔ خولود پرست اس کی صحبت کے حقوق ساقط ہو جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت اس باب میں ہے کہ عورت اپنے مرد سے جدا ہو جا رہی ہے۔ اور خولود بیوی دونوں یہ ٹھہرائیں کہ تیسرا یا چوتھے دن مزاجی عورت کے پاس آیا کرے تو یہ درست ہے۔ حضرت سہہ رضی اللہ عنہا

نے بھی اپنی باری آنحضرت ﷺ کو معاف کر دی تھی، آپ ان کی باری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا کرتے تھے۔ (وحیدی)

۱۲- بَابُ إِذَا أُذِنَ لَهُ أَوْ أَحَلَّهُ وَلَمْ يَبِينْ كَمْ هُوَ
 کر دے مگر یہ بیان نہ کرے کہ کتنے کی اجازت اور معافی دی ہے۔

(۲۳۵۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو حازم بن دینار نے اور انہیں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں دودھ پانی پینے کو پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے پیا۔ آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑی عمر والے تھے۔ لڑکے سے آپ نے فرمایا، کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ ان لوگوں کو یہ (پيالہ) دے دوں؟ لڑکے نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ، آپ کی طرف سے ملنے والے حصے کا ہمارے میں کسی پر نہیں کر سکتا۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر رسول کریم ﷺ نے وہ پیالہ اسی لڑکے کو دے دیا۔

۲۴۵۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ - وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاحُ - فَقَالَ لِلْغُلَامِ: ((أَتَأْذُنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟)) فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أُوْزِرُ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا. قَالَ: فَتَلَّهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَدِهِ)).

[راجع: ۲۳۵۱]

کیونکہ اس کا حق مقدم تھا وہ داہنی طرف بیٹھا تھا۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت کے لیے بعض نے کہا کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے وہ پیالہ بوڑھے لوگوں کو دینے کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اجازت مانگی، اگر وہ اجازت دے دیتے تو یہ اجازت ایسی ہی ہوتی جس کی مقدار بیان نہیں ہوئی۔ یعنی یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کتنے دودھ کی اجازت ہے۔ پس باب کا مطلب نکل آیا۔ (وحیدی)

باب اس شخص کا گناہ جس نے کسی کی زمین ظلم سے چھین لی

۱۳- بَابُ إِنْ مَن ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ

(۲۳۵۲) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے طلحہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہیں عبد الرحمن بن عمرو بن سہل نے خبر دی، اور ان سے سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا جس نے کسی کی زمین ظلم سے لے لی، اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق

۲۴۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَمْرٍو بْنَ سَهْلِ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوقَهُ

من سبع أرضين)). [طرفہ فی : ۳۱۹۸]. پہنایا جائے گا۔

زمین کے سات طبقے ہیں۔ جس نے باشت بھر زمین بھی چھینی تو ساتوں طبقوں تک گویا اس کو چھینا۔ اس لیے قیامت کے دن ان سب کا طوق اس کے گلے میں ہو گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ سب مٹی اٹھا کر لانے کا اس کو حکم دیا جائے گا۔ بعض نے کہا، طوق پہنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساتوں طبقے تک اس میں دھنسا دیا جائے گا۔ حدیث سے بعض نے یہ بھی نکالا کہ زمینیں سات ہیں جیسے آسمان سات ہیں۔ (وحیدی)

۲۴۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَنَّاسٍ خُصُومَةٌ، فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ ظَلَمَ قَيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طَوَّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ)). [طرفہ فی : ۳۱۹۵].

ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، ان سے حسین نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ ان کے اور بعض دوسرے لوگوں کے درمیان (زمین کا) جھگڑا تھا۔ اس کا ذکر انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا، تو انہوں نے بتلایا، ابو سلمہ! زمین سے پرہیز کر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی شخص نے ایک باشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے لے لی تو سات زمینوں کا طوق (قیامت کے دن) اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

چونکہ زمینوں کے سات طبقے ہیں۔ اس لیے وہ ظلم سے حاصل کی ہوئی زمین سات طبقوں تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔ زمین کے سات طبقے کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ ان کا انکار کرنے والا قرآن و حدیث کا منکر ہے۔ تفصیلات کا علم اللہ کو ہے۔ ﴿وَمَا يَلْمُكُمْ جُنُودُ رَبِّكَ إِلَّا الْاَهُوَ﴾ (المدثر: ۳۱) امام شوکانی فرماتے ہیں۔ و فیہ ان الارضین السبع اطباق کالسموات و هو ظاهر قولہ تعالیٰ و من الارض مثلنہن خلافا لمن قال ان المراد بقولہ سبع ارضین سبعة اقالیم (نیل) یعنی اس سے ثابت ہوا کہ آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی سات طبقے ہیں جیسا کہ آیت قرآنی و من الارض مثلنہن میں مذکور ہے یعنی زمینیں بھی ان آسمانوں ہی کے مانند ہیں۔ اس میں ان کی بھی تردید ہے جو سات زمینوں سے ہفت اقلیم مراد لیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔

۲۴۵۴- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى بْنِ عَقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خَسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرْضِينَ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِي كِتَابِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، أَمَلَاهُ عَلَيْهِمْ

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، سالم سے اور ان سے ان کے والد (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے ناحق کسی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی لے لیا، تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔ ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مبارک کی اس کتاب میں نہیں ہے جو خراسان میں تھی۔ بلکہ اس میں تھی جسے انہوں نے بصرہ میں اپنے

شاگردوں کو املا کرایا تھا۔

باب جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی چیز کی اجازت دے دے تو وہ اسے استعمال کر سکتا ہے۔

(۲۳۵۵) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جہلہ نے بیان کیا کہ ہم بعض اہل عراق کے ساتھ مدینہ میں مقیم تھے۔ وہاں ہمیں قحط میں مبتلا ہونا پڑا۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کھانے کے لیے ہمارے پاس کھجور بھجوا کر تھے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب ہماری طرف سے گزرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے وقت) دو کھجوروں کو ایک ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اجازت لے لے۔

ظاہر یہ کہ نزدیک یہ نہی تحریمی ہے۔ دوسرے علماء کے نزدیک تنزیہی ہے۔ اور وجہ ممانعت کی ظاہر ہے کہ دوسرے کا حق تلف کرنا ہے اور اس سے حرص اور طمع معلوم ہوتی ہے۔ نووی نے کہا اگر کھجور مشترک ہو تو دوسرے شریکوں کی بن اجازت ایسا کرنا حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث سے اس شخص کا مذہب قوی ہوتا ہے جس نے مجہول کا بہہ جائز رکھا ہے۔

(۲۳۵۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ انصار میں ایک صحابی جنہیں ابو شعیبہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا، کا ایک قصائی غلام تھا۔ ابو شعیبہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کر دے۔ کیونکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار دیگر اصحاب کے ساتھ دعوت دوں گا۔ انہوں نے آپ کے چہرہ مبارک پر بھوک کے آثار دیکھے تھے۔ چنانچہ آپ کو انہوں نے بلایا۔ ایک اور شخص آپ کے ساتھ بن بلائے چلا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ سے فرمایا یہ آدمی بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ کیا اس کے لیے تمہاری اجازت ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں اجازت ہے۔

یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس باب کا مطلب بھی اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ بن بلائے دعوت میں جانا اور کھانا کھانا درست نہیں۔ مگر جب صاحب خانہ اجازت دے تو درست ہو گیا۔ اس حدیث سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت اور

بِأَبْصَرَةٍ. [طرفہ فی : ۳۱۹۶].

۱۴- بَابُ إِذَا أُذِنَ لِنَسَانٍ لِأَخْرَجَ شَيْئًا جَارًا

۲۴۵۵- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ : كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فِي بَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَصَابَنَا سَنَةٌ، فَكَانَ الزُّبَيْرُ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ : ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْإِفْرَاقِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَحَاهُ)). [أُطْرَافُهُ فِي : ۲۴۸۹، ۲۴۹۰، ۵۴۴۶].

ظاہر یہ کہ نزدیک یہ نہی تحریمی ہے۔ دوسرے علماء کے نزدیک تنزیہی ہے۔ اور وجہ ممانعت کی ظاہر ہے کہ دوسرے کا حق تلف کرنا ہے اور اس سے حرص اور طمع معلوم ہوتی ہے۔ نووی نے کہا اگر کھجور مشترک ہو تو دوسرے شریکوں کی بن اجازت ایسا کرنا حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث سے اس شخص کا مذہب قوی ہوتا ہے جس نے مجہول کا بہہ جائز رکھا ہے۔

۲۴۵۶- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ : ((أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ كَانَ لَهُ غُلَامٌ لِحَامًا، فَقَالَ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ : اصْنَعْ لِي طَعَامَ خَمْسَةِ لَعَلِّي أَذْعُو النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةِ - وَأَبْصَرَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ الْجُوعَ! فَدَعَا، فَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَمْ يَدْعُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِنَّ هَذَا قَدْ اتَّبَعَنَا أَتَأْذِنُ لَهُ؟)) قَالَ : (نَعَمْ)). [رَاجِع : ۲۰۸۱]

یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس باب کا مطلب بھی اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ بن بلائے دعوت میں جانا اور کھانا کھانا درست نہیں۔ مگر جب صاحب خانہ اجازت دے تو درست ہو گیا۔ اس حدیث سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت اور

[أطرافه في : ٢٦٨٠، ٦٩٦٧، ٧١٦٩،

٧١٨١، ٧١٨٥.]

یعنی جب تک خدا کی طرف سے مجھ پر وحی نہ آئے میں بھی تمہاری طرح غیب کی باتوں سے ناواقف رہتا ہوں۔ کیونکہ میں بھی آدمی ہوں اور آدمیت کے لوازم سے پاک نہیں ہوں۔ اس حدیث سے ان بے وقوفوں کا رد ہوا جو آنحضرت ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں یا آنحضرت ﷺ کو بشر نہیں سمجھتے بلکہ الوہیت کی صفات سے متعصّب جانتے ہیں۔ قاتلہم اللہ انہی بوفکون (وحیدی)

حدیث کا آخری ٹکڑا تردید کے لیے ہے۔ اس حدیث سے صاف یہ نکلتا ہے کہ قاضی کے فیصلے سے وہ چیز حلال نہیں ہوتی اور قاضی کا فیصلہ ظاہر آئندہ ہے نہ پائنا۔ یعنی اگر مدعی ناحق پر ہوا اور عدالت اس کو کچھ دلا دے تو اللہ اور اس کے درمیان اس کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ جمہور علماء اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کا خلاف کیا ہے۔

لفظ غیب کے لغوی معانی کا تقاضا ہے کہ وہ بغیر کسی کے بتلائے از خود معلوم ہو جانے کا نام ہے اور یہ صرف اللہ پاک ہی کی ایک صفت خاصہ ہے کہ وہ ماضی و حال و مستقبل کی جملہ غیبی خبریں از خود جانتا ہے۔ اس کے سوا مخلوق میں سے کسی بھی انسان یا فرشتے کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا سرا سر نادانی ہے خاص طور پر نبیوں رسولوں کی شان عام انسانوں سے بہت بلند و بالا ہوتی ہے۔ وہ براہ راست اللہ پاک سے شرف خطاب حاصل کرتے ہیں، وحی اور الہام کے ذریعہ سے بہت سی اگلی بچھلی باتیں ان پر واضح ہو جاتی ہیں مگر ان کو غیب سے تعبیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کو عقل و فہم کا کوئی ذرہ بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ اور جو محض اندھی عقیدت کے پرستار بن کر اسلام نہمی سے قطعاً کورے ہو چکے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں ہر دو پہلو روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتے ہیں۔ کتنی ہی دفعہ ایسا ہوا کہ ضرورت کے تحت ایک پوشیدہ امر وحی الہی سے آپ پر روشن ہو گیا اور کتنی ہی دفعہ یہ بھی ہوا کہ ضرورت تھی بلکہ سخت ضرورت تھی مگر وحی الہی اور الہام نہ آنے کے باعث آپ ان کے متعلق کچھ نہ جان سکے اور بہت سے نقصانات سے آپ کو دوچار ہونا پڑا۔ اسلئے قرآن مجید میں آپ کی زبان مبارک سے اور صاف اعلان کرایا گیا۔ لو کنت اعلم الغیب لا مستکثرت من الخیر وما منسی السوء اگر میں غیب جانتا تو بہت سی خیر ہی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو کبھی بھی کوئی برائی نہ چھو سکتی۔ “اگر آپکو جنگ احد کا یہ انجام بد معلوم ہوتا تو کبھی بھی اس گھائی پر ایسے لوگوں کو مقرر نہ کرتے جن کے وہاں سے ہٹ جانے کی وجہ سے کافروں کو پلٹ کر وار کرنے کا موقع ملا۔

خلاصہ یہ کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ جو مولوی عالم اس بارے میں مسلمانوں کو لڑاتے اور سر پھٹول کراتے رہتے ہیں وہ یقیناً امت کے غدار ہیں۔ اسلام کے نادان دوست ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ کے سخت ترین گستاخ ہیں۔ عند اللہ وہ مغضوب اور ضالین ہیں۔ بلکہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر۔ اللہ ان کے شر سے امت کے سادہ لوح مسلمانوں کو جلد از جلد نجات بخشے اور معاملہ نہمی کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باب اس شخص کا بیان کہ جب اس نے جھگڑا کیا تو بد زبانی پر

۱۷- بَابُ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

اتر آیا

(۲۳۵۹) ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم کو محمد نے خبر دی شعبہ سے، انہیں سلیمان نے، انہیں عبد اللہ بن مرہ نے، انہیں مسروق نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و

۲۴۵۹- حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْوَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ

سلم نے فرمایا، چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی وہ ہوں گی، وہ منافق ہو گا۔ یا ان چار میں سے اگر کوئی ایک خصلت بھی اس میں ہے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، جب معاملہ کرے تو بے وفائی کرے، اور جب جھگڑے تو بد زبانی پر اتر آئے۔

اللَّهُ بِنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا، أَوْ كَانَتْ فِيهِ خِصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعٍ كَانَتْ فِيهِ خِصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا حَدَّثَكَ كَذِبًا، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)).

[راجع: ۳۴]

جھگڑا بازی کرنا ہی برا ہے۔ پھر اس میں گالی گلوچ کا استعمال اتنا برا ہے کہ اسے نفاق (بے ایمانی) کی ایک علامت بتلایا گیا ہے۔ کسی اچھے مسلمان کا کام نہیں کہ وہ جھگڑے کے وقت بے لگام بن جائے اور جو بھی منہ پر آئے بکنے سے ڈرانہ شرمائے۔

باب مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ اپنے مال کے موافق اس میں سے لے سکتا ہے

۱۸- بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُومِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهِ

اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اپنا حق برابر لے سکتا ہے۔ پھر انہوں نے (سورہ نحل کی) یہ آیت پڑھی ”اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا تمہیں ستلایا گیا ہو۔“

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: يَقَاصُهُ، وَقَرَأَ: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ لِعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عَاقَبْتُمْ بِهِ﴾ [النحل: ۱۲۶]۔

(۲۳۶۰) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ عقبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہند رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! ابو سفیان رضی اللہ عنہ (جو ان کے شوہر ہیں وہ) بخیل ہیں۔ تو کیا اس میں کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال میں سے لے کر اپنے بال بچوں کو کھلایا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تم دستور کے مطابق ان کے مال سے لے کر کھلاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۴۶۰- حَدَّثَنَا أَبُو أَيْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مَسِيكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أَطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَكَ عِيَالًا؟ فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ عَلَيْكَ إِنْ تُطْعِمِيهِمْ بِالْمَعْرُوفِ)). [راجع: ۲۲۱۱]

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث پر فتویٰ دیا ہے کہ ظالم کا جو مال بھی مل جائے مظلوم اپنے مال کی مقدار میں اسے لے سکتا ہے، متاخرین احناف کا بھی فتویٰ یہی ہے۔ (تفسیر البخاری، پ: ۹/ ص: ۱۳۳۔)

(۲۳۶۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید نے بیان کیا، ان سے ابو الحیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا،

۲۴۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: ((قُلْنَا

آپ ہمیں مختلف ملک والوں کے پاس بھیجتے ہیں اور (بعض دفعہ) ہمیں ایسے لوگوں میں اترنا پڑتا ہے کہ وہ ہماری ضیافت تک نہیں کرتے، آپ کی ایسے مواقع پر کیا ہدایت ہے؟ آپ نے ہم سے فرمایا، اگر تمہارا قیام کسی قبیلے میں ہو اور تم سے ایسا برتاؤ کیا جائے جو کسی مہمان کے لیے مناسب ہے، تو تم اسے قبول کر لو، لیکن اگر وہ نہ کریں تو تم خود مہمانی کا حق ان سے وصول کر لو۔

لِّلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّكَ تَبْعُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَفْرَوْنَا؛ فَمَا تَرَى فِيهِ؟ فَقَالَ لَنَا: ((إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمْرٌ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَأَقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُدُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ))، [طرفہ فی: ۶۱۳۷]۔

مہمانی کا حق میزبان کی مرضی کے خلاف وصول کرنے کے لیے جو اس حدیث میں ہدایت ہے اس کے متعلق محدثین نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ حکم منحصر کی حالت کا ہے۔ بادیہ اور گاؤں کے دور دراز علاقوں میں اگر کوئی مسافر خصوصاً عرب کے ماحول میں پہنچتا تو اس کے لیے کھانے پینے کا ذریعہ اہل بادیہ کی میزبانی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایسا موقع ہو اور قبیلہ والے ضیافت سے انکار کر دیں، ادھر مجاہد مسافروں کے پاس کوئی سامان نہ ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے ان سے اپنا کھانا پینا ان کی مرضی کے خلاف بھی وصول کر سکتے ہیں۔ اس طرح کی رخصتیں اسلام میں منحصر کے اوقات میں ہیں۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ضیافت اہل عرب میں ایک عام عرف و عادت کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے اس عرف کی روشنی میں مجاہدین کو آپ نے ہدایت دی تھی۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرب کے بہت سے قبائل سے معاہدہ کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر ان کے قبیلہ سے گزرے اور ایک دو دن کے لئے ان کے یہاں قیام کرے تو وہ لشکر کی ضیافت کریں۔ یہ معاہدہ حضور اکرم ﷺ کے ان مکاتیب میں موجود ہے جو آپ نے قبائل عرب کے سرداروں کے نام بھیجے تھے اور جن کی تحریخ زہلی نے بھی کی ہے۔ بہر حال مختلف توجیہات اس کی کی گئی ہیں۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے عرف و عادت والے جواب کو پسند کیا ہے۔ یعنی عرب کے یہاں خود یہ بات جانی پہچانی تھی کہ گزرنے والے مسافروں کی ضیافت اہل قبیلہ کو ضرور کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو عرب کے چٹیل اور بے آب و گیاہ میدانوں میں سفر عرب جیسی غریب قوم کے لئے تقریباً ناممکن ہو جاتا اور اسی کے مطابق حضور اکرم ﷺ کا بھی حکم تھا۔ گویا یہ ایک انتظامی ضرورت بھی تھی۔ اور جب دو ایک مسافر اس کے بغیر دور دراز کے سفر نہیں کر سکتے تھے تو فوجی دستے کن طرح اس کے بغیر سفر کر سکتے۔ (تفہیم البخاری)

حدیث باب سے نکلتا ہے کہ مہمانی کرنا واجب ہے۔ اگر کچھ لوگ مہمانی نہ کریں تو ان سے جبراً مہمانی کا خرچ وصول کیا جائے۔ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ یہ وجوب دیہات والوں پر ہے نہ بستی والوں پر اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ مہمانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور باب کی حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو معطر ہوں۔ جن کے پاس راہ خرچ بالکل نہ ہو، ایسے لوگوں کی ضیافت واجب ہے۔

بعض نے کہا یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب لوگ محتاج تھے اور مسافروں کی خاطر داری واجب تھی، بعد اس کے منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ جائزہ ضیافت کا ایک دن رات ہے، اور جائزہ تفضل کے طور پر ہوتا ہے نہ وجوب کے طور پر۔ بعض نے کہا یہ حکم خاص ہے ان لوگوں کے واسطے جن کو حاکم اسلام بھیجے۔ ایسے لوگوں کا کھانا اور ٹھکانا ان لوگوں پر واجب ہے جن کی طرف وہ بھیجے ہیں۔ اور ہمارے زمانے میں بھی اس کا قاعدہ ہے حاکم کی طرف سے جو چڑھایا بھیجے جاتے ہیں ان کی دستک (بیگار) گاؤں والوں کو دینی پڑتی ہے۔ (وحیدی)

باب چوپالوں کے بارے میں

اور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بنو ساعدہ کی چوپال میں بیٹھے تھے۔

(۲۳۶۲) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ کو یونس نے خبر دی کہ ابن شہاب نے کہا، مجھ کو خبر دی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے، انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی تو انصار بنو ساعدہ کے سقیفہ (چوپال) میں جمع ہوئے۔ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمیں بھی وہیں لے چلئے۔ چنانچہ ہم انصار کے یہاں سقیفہ بنو ساعدہ میں پہنچے۔

۱۹- بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ

وَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ.

۲۴۶۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح وَأَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبِيدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ حِينَ تَوَفَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ ﷺ: ((إِنَّ الْأَنْصَارَ اجْتَمَعُوا فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: انْطَلِقْ بِنَا، فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ)).

[أطرافه في : ۳۴۴۵، ۳۹۲۸، ۴۰۲۱،

۶۸۲۹، ۶۸۳۰، ۷۳۲۳].

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد باب یہ ہے کہ بستیوں میں عوام و خواص کی بیٹھک کے لیے چوپال کا عام رواج ہے۔ چنانچہ مدینۃ المنورہ میں بھی قبیلہ بنو ساعدہ میں انصار کی چوپال تھی۔ جہاں بیٹھ کر عوامی امور انجام دیئے جاتے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امارت و خلافت کی بیعت کا مسئلہ بھی اسی جگہ حل ہوا۔

سقیفہ کا ترجمہ مولانا وحید الزماں نے منڈوا سے کیا ہے۔ جو شادی وغیرہ تقریبات میں عارضی طور پر سایہ کے لیے کپڑوں یا پھولوں کے چھپروں سے بنایا جاتا ہے۔ مناسب ترجمہ چوپال ہے جو مستقل عوامی آرام گاہ ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات پر امت کے سامنے سب سے اہم ترین مسئلہ آپ کی جانشینی کا تھا، انصار اور مہاجرین ہر دو خلافت کے امیدوار تھے۔ آخر انصار نے کہا کہ ایک امیر انصار میں سے ہو ایک مہاجرین میں سے۔ وہ اسی خیال کے تحت سقیفہ بنو ساعدہ میں بنجائیت کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات کو بھانپ لیا اور اس بنیادی افتراق کو ختم کرنے کے لئے آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی الانمۃ من قریش پیش کی جس پر انصار نے سر تسلیم خم کر دیا۔ فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کر دیا، اور بلا اختلاف جملہ انصار و مہاجرین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کر لی اور امت کا شیرازہ منتشر ہونے سے بچ گیا۔ یہ سارا واقعہ سقیفہ بنو ساعدہ میں ہوا تھا۔

باب کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے

سے نہ روکے

۲۰- بَابُ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ

يَغْرِزَ خَشْبَهُ فِي جِدَارِهِ

(۲۳۶۳) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے اعرج نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھوئی گاڑنے سے نہ روکے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے، یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس سے منہ پھیرنے والا پاتا ہوں۔ قسم اللہ! میں تو اس حدیث کا تمہارے سامنے برابر اعلان کرتا ہی رہوں گا۔

۲۴۶۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَمْنَعُ جَارَ جَارَهُ أَنْ يَغْرَزَ خَشْبَهُ فِي جِدَارِهِ)). ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُغْرَضِينَ؟ وَاللَّهِ لَأَرْمِينَهَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ.

[طرفاء فی: ۵۶۲۷، ۵۶۲۸].

یا ایک کڑی لگنے سے، کیونکہ حدیث میں دونوں طرح بیضہ جمع اور بیضہ مفرد منقول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حکم استحباباً ہے ورنہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمسایہ کی دیوار پر اس کی اجازت کے بغیر کڑیاں رکھے۔ مالکیہ اور حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد اور اسحاق اور اہل حدیث کے نزدیک یہ حکم وجوباً ہے اگر ہمسایہ اس کی دیوار پر کڑیاں لگانا چاہے تو دیوار کے مالک کو اس کا روکنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں اور دیوار مضبوط ہوتی ہے۔ گو دیوار میں سوراخ کرنا پڑے۔ امام بیہقی نے کہا، شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم یہی ہے اور حدیث کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکتا اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (وحیدی)

آخر حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا ایک خفگی آمیز قول منقول ہے جس کا لفظی ترجمہ یوں ہے کہ قسم اللہ کی میں اس حدیث کو تمہارے مونڈھوں کے درمیان پھینکوں گا۔ یعنی زور زور سے تم کو سناؤں گا۔ اور خوب تم کو شرمندہ کروں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے اس قول سے معلوم ہوا کہ جو لوگ حدیث کے خلاف کسی پیر یا امام یا مجتہد کے قول پر جھٹے ہوئے ہوں ان کو پھینکنا اور حدیث نبوی علیانیہ ان کو بار بار سنانا درست ہے، شاید اللہ ان کو ہدایت دے۔

باب راستے میں شراب کا بہا دینا

درست ہے

(۲۳۶۴) ہم سے ابو یحییٰ محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا، کہا ہم کو عفان بن مسلم نے خبر دی، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ ان دنوں کھجور ہی کی شراب پیا کرتے تھے (پھر جوئی شراب کی حرمت پر آیت قرآنی اتری) تو رسول کریم ﷺ نے ایک منادی سے ندا کرائی کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا (یہ سنتے ہی) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ باہر لے جا کر اس شراب کو بہا دے۔ چنانچہ میں نے باہر نکل کر ساری شراب بہا دی۔

۲۱- بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي

الطَّرِيقِ

۲۴۶۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((كُنْتُ سَاقِي الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، مُنَادِيًا يُنَادِي: ((أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ)). فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَأَهْرِفْهَا،

شراب مدینہ کی گلیوں میں بسنے لگی، تو بعض لوگوں نے کہا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اس حالت میں قتل کر دیئے گئے ہیں کہ شراب ان کے پیٹ میں موجود تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے، ان پر ان چیزوں کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ جو پہلے کھا چکے ہیں۔ (آخر آیت تک)

فَخَرَجَتْ فَهَرَقْتَهَا، فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا﴾ (الآية)).

[أطرافه في : ٤٦١٧، ٤٦٢٠، ٥٥٨٠،

٥٥٨٢، ٥٥٨٣، ٥٥٨٤، ٥٦٠٠،

٥٦٢٢، ٧٢٥٣.]

باب کا مطلب حدیث کے لفظ فحرت فی سبک المدینہ سے نکل رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ راستے کی زمین سب لوگوں میں مشترک ہے مگر وہاں شراب وغیرہ بھاریا درست ہے بشرطیکہ چلنے والوں کو اس سے تکلیف نہ ہو۔ علماء نے کہا ہے کہ راستے میں اتنا بہت پانی بنانا کہ چلنے والوں کو تکلیف ہو منع ہے تو نجاست وغیرہ ڈالنا بطریق اولیٰ منع ہو گا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے شراب کو راستے میں بھادینے کا حکم اس لیے دیا ہو گا کہ عام لوگوں کو شراب کی حرمت معلوم ہو جائے۔ (وحیدی)

باب گھروں کے صحن کا بیان اور ان میں بیٹھنا

۲۲- بَابُ أَفْنِيَةِ الدُّورِ وَالْجُلُوسِ

اور راستوں میں بیٹھنا

فِيهَا، وَالْجُلُوسِ عَلَى الصَّعْدَاتِ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، جس میں وہ نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ مشرکوں کی عورتوں اور بچوں کی وہاں بھیر لگ جاتی اور سب بہت متعجب ہوتے۔ ان دنوں نبی کریم ﷺ کا قیام مکہ میں تھا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَبْتَنِي أَبُو بَكْرٍ مَسْجِدًا بِنَاءِ دَارِهِ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءَ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ.

(۲۳۶۵) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عمر حفص بن میسرہ نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو وہاں بیٹھنے پر مجبور ہیں۔ وہی ہمارے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے کہ جہاں ہم باتیں کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر وہاں بیٹھنے کی مجبوری ہی ہے تو راستے کا حق بھی ادا کرو۔ صحابہ نے پوچھا اور راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، نگاہ نیچی رکھنا، کسی کو ایذا دینے سے بچنا، سلام کا جواب دینا،

۲۴۶۵- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ)). فَقَالُوا: مَا لَنَا بِذَلِكَ، إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا. قَالَ: ((لِإِذَا أَتَيْتُمْ إِلَى الْمَجَالِسِ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا)). قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ؟ قَالَ: ((غَضُّ

الْبَصْرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ)).

[طرفہ فی : ۶۲۲۹].

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بحر طویل میں آداب الطریق کو یوں لقم فرمایا ہے۔

جمعت آداب من رام الجلوس على الطريق من قول خير الخلق انسانا

المش السلام و احسن في الكلام و شمت عاطسا و سلاما رد احسانا

في الحمل عاون و مظلوما اعن و اغث لهفان و اهذ سبيلا و اهد حيرانا

بالعرف مر وانه من انكر و كف اذى و غض طرفا و اكثر ذكر مولانا

یعنی احادیث نبوی سے میں نے اس شخص کے لیے آداب الطریق جمع کیا ہے جو راستوں میں بیٹھنے کا قصد کرے۔ سلام کا جواب دو، اچھا کلام کرو، چھینکنے والے کو اس کے الحمد للہ کہنے پر یرحمک اللہ سے دعا دو۔ احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرو، بوجھ والوں کو بوجھ اٹھانے میں مدد کرو، مظلوم کی اعانت کرو، پریشان حال کی فریاد سنو، مسلمانوں، بھولے بھٹکے لوگوں کی رہ نمائی کرو، نیک کاموں کا حکم کرو، بری باتوں سے روکو اور کسی کو ایذا دینے سے رک جاؤ، اور آنکھیں نیچی کئے رہو اور ہمارے رب تبارک و تعالیٰ کی بکثرت یاد کرتے رہا کرو جو ان حقوق کو ادا کرے اس کے لئے راستوں پر بیٹھنا جائز ہے۔

۲۳- بَابُ الْآبَارِ الَّتِي عَلَى الطَّرِيقِ
إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا

باب راستوں میں کنواں بنانا جب کہ ان سے
کسی کو تکلیف نہ ہو

۲۴۶۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَمِيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا رَجُلٌ بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِنْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَتْ يَأْكُلُ التَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِنْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَفَعَّلَهُ)). قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنْ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لِأَجْرٍ؟ فَقَالَ: ((فِي كُلِّ ذَاتٍ كَبِدٌ رَطْبَةٌ أَجْرٌ)). [راجع: ۱۷۳]

۲۴۶۶- ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابو بکر کے غلام سمی نے، ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص راستے میں سفر کر رہا تھا کہ اسے پیاس لگی۔ پھر اسے راستے میں ایک کنواں ملا اور وہ اس کے اندر اتر گیا اور پانی پیا۔ جب باہر آیا تو اس کی نظر ایک کتے پر پڑی جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی سختی سے کچھڑچٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس وقت یہ کتا بھی پیاس کی اتنی ہی شدت میں مبتلا ہے جس میں میں تھا۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اتر اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر اس نے کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ عمل مقبول ہوا اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا جانوروں کے سلسلے میں بھی ہمیں اجر ملتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، ہر جاندار مخلوق کے سلسلے میں اجر ملتا ہے۔

مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا کہ راستے میں کنواں کھود سکتے ہیں تاکہ آنے جانے والے اس میں سے پانی پئیں اور آرام اٹھائیں بشرطیکہ ضرر کا خوف نہ ہو، ورنہ کھودنے والا ضامن ہو گا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ہر جاندار کو خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، کافر ہو یا مسلمان سب کو پانی پلانا بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔ حتیٰ کہ کتابھی حق رکھتا ہے کہ وہ پیاسا ہو تو اسے بھی پانی پلایا جائے۔

باب راستے میں سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا

۲۴- بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى

اور ہمام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کیا کہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ
صَدَقَةٌ)).

عام گزرگاہوں کی حفاظت اور ان کی تعمیر و صفائی اس قدر ضروری ہے کہ وہاں سے ایک تنکے کو دور کر دینا بھی ایک بڑا کارِ ثواب قرار دیا گیا اور کسی پتھر، کانٹے، کوڑے کو دور کر دینا ایمان کی علامت بتلایا گیا۔ انسانی مفاد عامہ کے لیے ایسا ہونا بے حد ضروری تھا۔ یہ اسلام کی اہم خوبی ہے کہ اس نے ہر مناسب جگہ پر خدمت خلق کو مد نظر رکھا ہے۔

باب اونچے اور پست بالا خانوں میں چھت وغیرہ پر

۲۵- بَابُ الْفُرْقَةِ وَالْعُلْيَةِ الْمَشْرِفَةِ

رہنا جائز ہے نیز جھروکے اور

وَعَبْرِ الْمَشْرِفَةِ فِي السُّطُوعِ

روشندان بنانا

وَعَبْرِهَا

(۲۳۶۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا، ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے۔ پھر فرمایا، کیا تم لوگ بھی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں کہ (مشرق پر) تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہوں گے جیسے ہارش برستی ہے۔

۲۴۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ
عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:
أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَطْمٍ مِنَ أَطَامِ
الْمَدِينَةِ ثُمَّ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟
إِنِّي أَرَى؟ مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ
كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ)). [راجع: ۱۸۷۸]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے اسی سے ترجمہ باب نکلا بشرطیکہ محلے والوں کی بے پردگی نہ ہو۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مدینہ میں بڑے بڑے فتنے اور فسادات ہونے والے ہیں۔ جو بعد کے آنے والے زمانوں میں خصوصاً عہد یزید میں رونما ہوئے کہ مدینہ خراب اور برباد ہوا۔ مدینہ کے بہت لوگ مارے گئے۔ کئی دنوں تک حرم نبوی میں نماز بند رہی۔ پھر اللہ کا فضل ہوا کہ وہ دور ختم ہوا۔ خاص طور پر آج کل عہد سعودی میں مدینہ منورہ امن و امان کا گوارا بنا ہوا ہے۔ ہر ہر قسم کی سولتیس میسر ہیں۔ مدینہ تجارت اور روزگاروں کی منڈی بنتا جا رہا ہے۔ اللہ پاک اس حکومت کو قائم دائم رکھے۔ آمین۔ اور مدینہ منورہ کو مزید درمیزد ترقی اور رونق عطا کرے۔ راقم الحروف نے اپنی عمر عزیز کے آخری حصہ محرم ۱۳۹۰ھ میں مدینہ شریف کو جس ترقی اور رونق پر پایا ہے وہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اللہ پاک اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شرا یک دفعہ اور دکھلائے آمین۔

(۲۳۶۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے اور ان سے ابن شہاب نے کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور نے خبر دی اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ہمیشہ اس بات کا آرزو مند رہتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کی ان دو بیویوں کے نام پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورہ تحریم میں) فرمایا ہے ”اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو (تو بہتر ہے) کہ تمہارے دل بگڑ گئے ہیں۔“ پھر میں ان کے ساتھ حج کو گیا۔ عمر رضی اللہ عنہم راتے سے قضائے حاجت کے لیے بٹے تو میں بھی ان کے ساتھ (پانی کا ایک) چھانگل لے کر گیا۔ پھر وہ قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ اور جب واپس آئے تو میں نے ان کے دونوں ہاتھوں پر چھانگل سے پانی ڈالا۔ اور انہوں نے وضو کیا، پھر میں نے پوچھا، یا امیر المؤمنین! نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں وہ دو خواتین کون سی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ”تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو۔“ انہوں نے فرمایا، ابن عباس! تم پر حیرت ہے۔ وہ تو عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہم میری طرف متوجہ ہو کر پورا واقعہ بیان کرنے لگے۔ آپ نے بتلایا کہ بنو امیہ بن زید کے قبیلے میں جو مدینہ سے ملا ہوا تھا، میں اپنے ایک انصاری پڑوسی کے ساتھ رہتا تھا۔ ہم دونوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کی باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن وہ حاضر ہوتے اور ایک دن میں۔ جب میں حاضری دیتا تو اس دن کی تمام خبریں وغیرہ لاتا (اور ان کو سناتا) اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے۔ ہم قریش کے لوگ (مکہ میں) اپنی عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے۔ لیکن جب ہم (ہجرت کر کے) انصار کے یہاں آئے تو انہیں دیکھا کہ ان کی عورتیں خود ان پر غالب تھیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان کا طریقہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ میں نے ایک دن اپنی بیوی کو ڈانٹا، تو انہوں نے بھی اس کا جواب دیا۔ ان کا یہ جواب مجھے ناگوار معلوم ہوا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میں اگر جواب دیتی ہوں تو تمہیں ناگواری کیوں ہوتی ہے۔ قسم

۲۴۶۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللَّهُ لَهُمَا: ﴿إِنْ تَوْبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَفَتْ قُلُوبُكُمَا﴾، فَحَجَجْتُ مَعَهُ، فَعَدَلْتُ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ، فَتَبَرَّزْتُ، حَتَّى جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَوَضَا. فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مِنَ الْمَرْأَتَانِ مِنَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَانِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا: ﴿إِنْ تَوْبَا إِلَى اللَّهِ﴾ فَقَالَ: وَاعْبَا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ. ثُمَّ اسْتَفْبَلْتُ عُمَرَ الْحَدِيثَ يَسْأَلُهُ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ وَجَارَ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ لِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ - وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ - وَكُنَّا نَسَاوِبُ النَّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْزِلُ هُوَ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلَتْ جُنَّتُهُ مِنْ خَيْرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْأَمْرِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَّ مِثْلَهُ. وَكُنَّا مَعَشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ فَإِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذُنَ مِنْ أَدْبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ، فَصَحْتُ عَلَى أَمْرَائِي، فَرَأَجَعْتَنِي، فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي. فَقَالَتْ:

اللہ کی نبی کریم ﷺ کی ازواج تک آپ کو جواب دے دیتی ہیں اور بعض بیویاں تو آپ سے پورے دن اور پوری رات خفا رہتی ہیں۔ اس بات سے میں بہت گھبرایا اور میں نے کہا کہ ان میں سے جس نے بھی ایسا کیا ہو گا وہ تو بڑے نقصان اور خسارے میں ہے۔ اس کے بعد میں نے کپڑے پٹنے اور حفصہ رضی اللہ عنہا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ام المؤمنین) کے پاس پہنچا اور کہا، اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی نبی کریم ﷺ سے پورے دن رات تک غصہ رہتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! میں بول اٹھا کہ پھر تو وہ چاہی اور نقصان میں رہیں۔ کیا تمہیں اس سے امن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی خفگی کی وجہ سے (تم پر) غصہ ہو جائے اور تم ہلاک ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ چیزوں کا مطالبہ ہرگز نہ کیا کرو، نہ کسی معاملہ میں آپ کی کسی بات کا جواب دو اور نہ آپ پر خفگی کا اظہار ہونے دو، البتہ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو، وہ مجھ سے مانگ لیا کرو، کسی خود فریبی میں مبتلا نہ رہنا، تمہاری یہ پڑوسن تم سے زیادہ جمیل اور نطفیف ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری بھی ہیں۔ آپ کی مراد عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ان دونوں یہ چرچا ہو رہا تھا کہ عثمان کے فوجی ہم سے لڑنے کے لیے گھوڑوں کے نعل باندھ رہے ہیں۔ میرے پڑوسی ایک دن اپنی باری پر مدینہ گئے ہوئے تھے۔ پھر عشاء کے وقت واپس لوٹے۔ آکر میرا دروازہ انہوں نے بڑی زور سے کھٹکھٹایا اور کہا، کیا آپ سو گئے ہیں؟ میں بہت گھبرایا ہوا باہر آیا، انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیا عثمان کا لشکر آ گیا؟ انہوں نے کہا بلکہ اس سے بھی بڑا اور سنگین حادثہ، وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حفصہ تو تباہ و برباد ہو گئی۔ مجھے تو پہلے ہی کھٹکا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے (عمر رضی اللہ عنہ نے کہا) پھر میں نے کپڑے پٹنے۔ صبح کی نماز رسول کریم ﷺ کے ساتھ پڑی (نماز پڑھتے ہی) آنحضرت ﷺ اپنے پٹا خانہ میں تشریف لے گئے اور وہیں تمنا اختیار کر لی۔ میں حفصہ کے

وَلَمْ تَنْكُرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ؟ فَوَ اللَّهُ إِنَّ أَرْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعُنَّهُ، وَإِنْ إِخْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ. فَأَلْزَعَنِي. فَقُلْتُ: خَابَتْ مَنْ لَعَلَّ مِنْهُنَّ بَعْظِيمٍ. ثُمَّ جَمَعْتُ عَلِيَّ نِيَابِي فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ أَيُّ حَفْصَةَ: أَتَغَاضِبُ إِخْدَاكُنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: خَابَتْ وَخَسِرَتْ. أَتَأْمِنُ أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ لِعُضْبِ رَسُولِهِ ﷺ فَتُهْلِكِينَ؟ لَا تَسْتَكْبِرِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَا تُرَاجِعِيهِ لِي شَيْءٌ، وَلَا تَهْجُرِيهِ، وَأَسْأَلُنِي مَا بَدَّ لَكَ. لَا يَغْرُوكَ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكَ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكَ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (يُرِيدُ عَائِشَةَ). وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا أَنَّ عَسَانَ تَنْعَلُ الْبِعَالِ لِيَفْرُونَ، فَنَزَلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوَيْتِهِ، فَرَجَعَ عِشَاءً فَضْرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا وَقَالَ: أَنَأَيْتُمْ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ، وَقَالَ: حَدَّثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قُلْتُ: مَا هُوَ، أَجَاءَتْ عَسَانَ؟ قَالَ: لَا، بَلْ أَغْظَمَ مِنْهُ وَأَطْوَلُ، طَلَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَوْسَاءَهُ. قَالَ: قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ. كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ هَذَا يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ فَجَمَعْتُ عَلِيَّ نِيَابِي، فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَدَخَلَ مَشْرَبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيهَا. فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ، فَإِذَا هِيَ تَبْكِي. قُلْتُ مَا يَنْبِيكَ، أَوَلَمْ أَكُنْ حَلَّتْكَ؟ أَطَلَّقَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَتْ: لَا أُذْرِي

یہاں گیا، دیکھا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا، رو کیوں رہی ہو؟ کیا پہلے ہی میں نے تمہیں نہیں کہہ دیا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ آپ بالا خانہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ پھر میں باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا۔ وہاں کچھ لوگ موجود تھے اور بعض رو بھی رہے تھے۔ تھوڑی دیر تو میں ان کے ساتھ بیٹھا رہا۔ لیکن مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا، اور میں بالا خانے کے پاس پہنچا، جس میں آپ تشریف رکھتے تھے۔ میں نے آپ کے ایک سیاہ غلام سے کہا، (کہ حضرت ﷺ سے کہو) کہ عمر اجازت چاہتا ہے۔ وہ غلام اندر گیا اور آپ سے گفتگو کر کے واپس آیا اور کہا کہ میں نے آپ کی بات پہنچادی تھی، لیکن آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔ چنانچہ میں واپس آ کر انہیں لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس موجود تھے۔ پھر مجھ پر رنج غالب آیا اور میں دوبارہ آیا۔ لیکن اس دفعہ بھی وہی ہوا۔ پھر آ کر انہیں لوگوں میں بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ لیکن اس مرتبہ پھر مجھ سے نہیں رہا گیا۔ اور میں نے غلام سے آ کر کہا، کہ عمر کے لئے اجازت چاہو۔ لیکن بات جوں کی توں رہی۔ جب میں واپس ہو رہا تھا کہ غلام نے مجھ کو پکارا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جس پر کوئی بستر بھی نہیں تھا۔ اس لیے چٹائی کے ابھرے ہوئے حصوں کا نشان آپ کے پہلو میں پڑ گیا تھا۔ آپ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس کے اندر کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور کھڑے ہی کھڑے عرض کی، کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے نگاہ میری طرف کر کے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے آپ کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کہنے لگا۔۔۔۔۔ اب بھی میں کھڑا ہی تھا۔۔۔۔۔ یا رسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب رہتے تھے۔ لیکن جب ہم ایک ایسی قوم میں آگئے جن کی عورتیں ان پر غالب تھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُوبَةِ. فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمُنْبَرِ، فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ بَيْنَكِي بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيلًا. ثُمَّ عَلَيَّ مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُوبَةَ الَّتِي هُوَ فِيهَا، فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدٌ: اسْتَأْذِنْ لِعَمْرٍ. فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ذَكَرْتُكَ لَهُ لَصَمْتِ. فَأَنْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمُنْبَرِ. ثُمَّ عَلَيَّ مَا أَجِدُ فَجِئْتُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ - فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمُنْبَرِ ثُمَّ عَلَيَّ مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعَمْرٍ - فَذَكَرَ مِثْلَهُ - فَلَمَّا وَكَلْتُ مُنْصَرَفًا إِذَا الْغُلَامُ يَذْعُونِي قَالَ: أِذْنُ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالٍ حَصِيرٍ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، قَدْ أَثَرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ، مُتَّكِيًا عَلَى وَسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشَوَهَا لَيْفًا. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ بَصَرَهُ إِلَيَّ فَقَالَ: ((لَا)). ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ اسْتَأْذِنُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ رَأَيْتِي وَكُنَّا مَعَشَرَ قُرَيْشٍ نَعْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ . . . فَذَكَرَهُ. فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ. ثُمَّ قُلْتُ: لَوْ رَأَيْتِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَفْرُوكَ أَنْ كَانَتْ جَارَتِكَ هِيَ أَوْضَأُ مِنْكَ وَأَحَبُّ إِلَيَّ النَّبِيِّ ﷺ، يُرِيدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ أُخْرَى فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ ثُمَّ

تفصیل ذکر کی۔ اس بات پر رسول کریم ﷺ مسکرا دیئے۔ پھر میں نے کہا میں حصہ کے یہاں بھی گیا تھا اور اس سے کہہ آیا تھا کہ کہیں کسی خود فریبی میں نہ مبتلا رہنا۔ یہ تمہاری پڑوسن تم سے زیادہ خوبصورت اور پاک ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب بھی ہیں۔ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ اس بات پر آپ دوبارہ مسکرا دیئے۔ جب میں نے آپ کو مسکراتے دیکھا، تو (آپ کے پاس) بیٹھ گیا اور آپ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بخدا! سوا تین کھالوں کے اور کوئی چیز وہاں نظر نہ آئی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی امت کو کشادگی عطا کر دے۔ فارس اور روم کے لوگ تو پوری فراخی کے ساتھ رہتے ہیں، دنیا انہیں خوب ملی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ آنحضرت ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں ابھی کچھ شبہ ہے؟ (تو دنیا کی دولت کو اچھی سمجھتا ہے) یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ان کے اچھے اعمال (جو وہ معاملات کی حد تک کرتے ہیں ان کی جزا) اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہے۔ (یہ سن کر) میں بول اٹھا یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے۔ تو نبی کریم ﷺ نے (اپنی ازواج سے) اس بات پر علیحدگی اختیار کر لی تھی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حصہ رضی اللہ عنہا نے پوشیدہ بات کہہ دی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس انتہائی خشکی کی وجہ سے جو آپ کو ہوئی تھی، فرمایا تھا کہ میں اب ان کے پاس ایک مہینے تک نہیں جاؤں گا اور یہی موقع ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ کیا تھا۔ پھر جب انتیس دن گزر گئے تو آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں کے یہاں سے آپ نے ابتداء کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے تو عہد کیا تھا کہ ہمارے یہاں ایک مہینے تک نہیں تشریف لائیں گے۔ اور آج ابھی انتیسویں کی صبح ہے۔ میں تو دن گن رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، یہ مہینہ انتیس دن کا ہے اور وہ مہینہ انتیس ہی دن کا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر وہ آیت نازل ہوئی جس میں (ازواج

رَفَعْتُ بَصْرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ شَيْئًا يَزِيدُ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهْبَةِ ثَلَاثَةٍ، فَقُلْتُ: ادْعُ اللَّهَ فَلْيُوسِّعْ عَلَيَّ أُمَّتِكَ، فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ وَسَّعَ عَلَيْهِمْ وَأَعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ. وَكَانَ مُكِنِّئًا فَقَالَ: ((أَوْفَى شَكُّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ أَوْلَيْكَ قَوْمٌ عَجَلْتُمْ لَهُمْ طَيِّبَاتِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا)). فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي. فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْتَنَهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ، وَكَانَ قَدْ قَالَ: مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِمْ شَهْرًا، مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِمْ حِينَ عَاتَبَهُ اللَّهُ. فَلَمَّا مَضَتْ بَسْعٌ وَعِشْرُونَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنَّا أَصْبَحْنَا لِنَسْعَ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَعْدَلْنَا عَدَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الشَّهْرُ بَسْعٌ وَعِشْرُونَ))، وَكَانَ ذَلِكَ الشَّهْرُ بَسْعًا وَعِشْرُونَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَنْزَلَتْ آيَةَ التَّخْيِيرِ، فَبَدَأَ بِي أَوْلَ امْرَأَةٍ فَقَالَ: ((إِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ أَمْرًا، وَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبِيكَ)). قَالَتْ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ أَبَوِي لَمْ يَكُونَا بِأَمْرَانِي بِفِرَاقِهِ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ - إِلَى قَوْلِهِ - عَظِيمًا﴾ قُلْتُ: أَفِي هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبِي، فَإِنِّي أُرِيدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ. ثُمَّ

خَيْرَ نِسَاءٍ. لَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَابِثَةٌ)).

[راجع: ۸۹]

الٹی (کو) اختیار دیا گیا تھا۔ اس کی بھی ابتداء آپ نے مجھ ہی سے کی اور فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اور یہ ضروری نہیں کہ جواب فوراً دو، بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کرلو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ میرے ماں باپ کبھی آپ سے جدائی کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو۔“ اللہ تعالیٰ کے قول عظیمًا تک۔ میں نے عرض کیا، کیا اب اس معاملے میں بھی میں اپنے والدین سے مشورہ کرنے جاؤں گی! اس میں تو کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔

معلوم ہوا اللہ کے رسول ﷺ کو غصہ دلانا اور ناراض کرنا اللہ کو غضب دلانا اور ناراض کرنا ہے۔ آنحضرت ﷺ جب دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات شریف پڑھنے اور سنانے لگے، آپ کا مبارک چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ دوسرے صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملامت کی کہ تم آنحضرت ﷺ کا چہرہ نہیں دیکھتے۔ اس وقت انہوں نے تورات پڑھنا موقوف کیا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری تابعداری کرنی ہوتی۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو صیحت یعنی چاہیے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس پر حدیث شریف سن کر دوسرے مولوی یا امام یا درویش کی بات پر عمل کرتے ہیں اور حدیث شریف پر عمل نہیں کرتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کو ایسی باتوں سے کتنا صدمہ ہوتا ہو گا اور جب آنحضرت ﷺ بھی ناراض ہوئے تو کہاں ٹھکانا رہا۔ اللہ جل جلالہ بھی ناراض ہوا۔ ایسی حالت میں نہ کوئی مولوی کام آئے گا نہ پیر نہ درویش نہ امام۔

اللہ! تو اس بات کا گواہ ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر سے ایسی محبت ہے کہ باپ دادا، پیر مرشد، بزرگ امام مجتہد ساری دنیا کا قول اور فعل حدیث کے خلاف ہم لغو سمجھتے ہیں اور تیری اور تیرے پیغمبر ﷺ کی رضامندی ہم کو کلنی وانی ہے۔ اگر یہ سب تیری اور تیرے پیغمبر ﷺ کی تابعداری میں بالفرض ہم سے ناراض ہو جائیں تو ہم کو ان کی ناراضی کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ یا اللہ! ہماری جان بدن سے نکلے ہی ہم کو ہمارے پیغمبر کے پاس پہنچا دے۔ ہم عالم برزخ میں آپ ہی کی کفش برداری کرتے رہیں اور آپ ہی کی حدیث سنتے رہیں۔ (وحیدی)

حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم کی ایمان افروز تقریر ان محترم حضرات کو بغور مطالعہ کرنی چاہیے جو آیات قرآنی و احادیث صحیحہ کے سامنے اپنے اماموں، مرشدوں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ بہت سے تو صاف لفظوں میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم کو آیات و احادیث سے غرض نہیں۔ ہمارے لیے ہمارے امام کا فتویٰ کلنی وانی ہے۔

ایسے نادان مقلدین نے حضرات ائمہ کرام و مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواح طیبہ کو سخت ایذا پہنچائی ہے۔ ان بزرگوں کی ہرگز یہ ہدایت نہ تھی کہ ان کو مقام رسالت کا مد مقابل بنا دیا جائے۔ وہ بزرگانِ معصوم نہ تھے۔ امام تھے، مجتہد تھے، قتل صد

احترام تھے مگر وہ رسول نہ تھے نہ نبی تھے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مد مقابل نہ تھے۔ غالی مقلدین نے ان کے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے قیامت کے دن یقیناً ان کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ یہی وہ حرکت ہے جسے شرک فی الرسالت ہی کا نام دیا جانا چاہیے۔ یہی وہ مرض ہے جو یہود و نصاریٰ کی تباہی کا موجب بنا اور قرآن مجید کو ان کے لیے صاف کسنا پڑا۔ ﴿إِن تَحْذَرُوا آخِزَابَهُمْ وَ زُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۱) یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوارب قرار دے لیا تھا۔ ان کے اوامر و نواہی کو وہ وحی آسمانی کا درجہ دے چکے تھے۔ اسی لئے وہ عند اللہ مغضوب اور ضالین قرار پائے۔

صد افسوس! کہ امت مسلمہ ان سے بھی دو قدم آگے ہے اور علماء و مشائخ کو یقیناً ایسے لوگوں نے اللہ اور رسول کا درجہ دے رکھا ہے۔ کتنے پیر و مشائخ ہیں جو قبروں کی مجاوری کرتے کرتے خدا بنے بیٹھے ہیں۔ ان کے معتقدین ان کے قدموں میں سر رکھتے ہیں۔ ان کی خدمت و اطاعت کو اپنے لیے دونوں جہاں میں کافی وافی جانتے ہیں۔ ان کی شان میں ایک بھی تنقیدی لفظ گوارا نہیں کر سکتے، یقیناً ایسے غالی مسلمان آیت بالا کے مصداق ہیں۔ حالی مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ ربامی کہی ہے۔

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے نہ ایمان گبڑے نہ اسلام جائے

روایت میں جو واقعہ مذکور ہے مختصر لفظوں میں اس کی تفصیل یہ ہے۔

تمام ازواج کی باری مقرر تھی اور اسی کے مطابق آنحضرت ﷺ ان کے یہاں جایا کرتے تھے۔ ایک دن عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی اور انہیں کے گھر آپ کا اس دن قیام بھی تھا۔ لیکن اتفاق سے کسی وجہ سے آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو وہاں دیکھ لیا اور آکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ باری تمہاری ہے اور آنحضرت ﷺ ماریہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے عہد کر لیا تھا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے علیحدہ رہیں گے اور اس عرصے میں ان کے پاس نہیں جائیں گے۔ اس پر صحابہ میں بہت تشویش پھیلی اور ازواج مطہرات اور ان کے عزیز و اقارب تک ہی بات نہیں رہی بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس فیصلے پر بہت پریشان ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ کے اس عہد کی تعبیر احادیث میں ”ایلاء“ کے لفظ سے آتی ہے اور یہ بہت مشہور واقعہ ہے۔ اس سے پہلے بھی بخاری میں اس کا ذکر آچکا ہے۔

ایلاء کے اسباب احادیث میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تو وہی جو اس حدیث میں ذکر ہے، بعض روایتوں میں اس کا سبب ازواج مطہرات کا وہ مطالبہ بیان ہوا ہے کہ اخراجات انہیں ضرورت سے کم ملتے تھے، تنگی رہتی تھی۔ اس لیے تمام ازواج مطہرات نے حضور اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ انہیں اخراجات زیادہ ملنے چاہئیں۔ بعض روایتوں میں شہد کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اصل میں یہ تمام واقعات پے در پے پیش آئے اور ان سب سے متاثر ہو کر آنحضرت ﷺ نے ایلاء کیا تھا، تاکہ ازواج کو تنبیہ ہو جائے۔ ازواج مطہرات سب کچھ ہونے کے باوجود پھر بھی انسان تھیں۔ اس لیے کبھی سوکن کی رقابت میں، کبھی کسی دوسرے انسانی جذبہ سے متاثر ہو کر اس طرح کے اقدامات کر جایا کرتی تھیں۔ جن سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس باب میں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا کہ اس میں بالا خانے کا ذکر ہے جس میں آپ نے تمنا کی اختیار کی تھی۔

۲۴۶۹- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا
الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : (رَأَى رَسُولَ اللَّهِ
۲۴۶۹) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے مروان
بن معاویہ فزاری نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے
انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کے پاس

ایک مہینہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور (ایلاء کے واقعہ سے پہلے ۵۵ میں) آپ کے قدم مبارک میں موج آگئی تھی۔ اور آپ اپنے بالا خانہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ (ایلاء کے موقع پر) حضرت عمرؓ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ البتہ ایک مہینے کے لیے ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی ہے۔ چنانچہ آپ اسی دن تک بیویوں کے پاس نہیں گئے (اور اسی دن تاریخ کو ہی چاند ہو گیا تھا) اس لیے آپ بالا خانے سے اترے اور بیویوں کے پاس گئے۔

باب مسجد کے دروازے پر جو پتھر رکھے ہوتے ہیں وہاں یا

دروازے پر اونٹ باندھ دینا

(۲۴۷۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عقیل نے بیان کیا، ان سے ابوالموکل ناجی نے بیان کیا کہ میں جابر بن عبد اللہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لیے میں بھی مسجد کے اندر چلا گیا۔ البتہ اونٹ بلاط کے ایک کنارے باندھ دیا۔ آپ سے میں نے عرض کیا کہ حضور! آپ کا اونٹ حاضر ہے۔ آپ باہر تشریف لائے اور اونٹ کے چاروں طرف ٹہلنے لگے۔ پھر فرمایا کہ قیمت بھی لے اور اونٹ بھی لے جا۔

مسجد نبوی سے بازار تک پتھروں کا فرش تھا۔ اسی کو بلاط کہتے تھے۔ اسی جگہ اونٹ باندھنا مذکور ہے اور دروازے کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث کے دوسرے طریق میں مسجد کے دروازے کا بھی ذکر ہے۔ امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب کسی قوم کی کوڑی کے پاس ٹھہرنا

اور وہاں پیشاب کرنا

(۲۴۷۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے ان سے منصور نے، ان سے ابوالوکل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا یا یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے، اور آپ نے وہاں کھڑے ہو

﴿مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، وَكَانَتْ أَنْفَكْتَ قَدَمَهُ، فَجَلَسَ فِي غَلِيَّةٍ لَهُ؛ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ: أَطَلَقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنِّي آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا. فَمَكَثَ بِنِسَاءِ وَعِشْرِينَ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ﴾.

[راجع: ۳۷۸]

۲۶- بَابُ مَنْ عَقَلَ بِعَيْرِهِ عَلَى

الْبَلَاطِ، أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ

۲۴۷۰- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ: هَذَا جَمَلُكَ: فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ قَالَ: ((الْتَمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ)). [راجع: ۴۴۳]

۲۷- بَابُ الْوُقُوفِ وَالْبَوْلِ عِنْدَ

سَبَاطَةِ قَوْمٍ

۲۴۷۱- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حَذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: أَوْ قَالَ: لَقَدْ آتَى النَّبِيُّ

کر پیشاب کیا۔

﴿سُبَّاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَانِمًا﴾.

[راجع: ۲۲۴]

مقصد یہ ہے کہ کوڑی جہاں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے ایک عوامی جگہ ہے جہاں پیشاب وغیرہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسی چیزوں پر جھگڑا بازی درست نہیں بشرطیکہ وہ عوامی ہوں، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ چھینٹوں سے کال طور پر بچا جا سکے۔ اگر ایسا خطرہ ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ آج کل پتلون باز لوگ کرتے رہتے ہیں۔

باب اس کا ثواب جس نے شاخ یا کوئی اور تکلیف دینے

۲۸- بَابُ مَنْ أَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا

والی چیز راستے سے ہٹائی

يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيقِ فَرَمَى بِهِ

(۲۳۷۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیشی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں سہی نے، انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ اس نے وہاں کانٹے دار ڈالی دیکھی۔ اس نے اسے اٹھالیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کی مغفرت کر دی۔

۲۴۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ سَمِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ

غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَذَهُ، فَشَكَرَ

اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ)). [راجع: ۶۵۲]

کیونکہ اس نے خلق خدا کی تکلیف گوارا نہ کی اور ان کے آرام و راحت کے لیے اس ڈالی کو اٹھا کر پھینک دیا، ایسا نہ ہو کسی کے پاؤں میں چبھ جائے۔ اسلیٰ ہمدردی اسی کا نام ہے جو اسلام کی جملہ تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

باب اگر عام راستہ میں اختلاف ہو

۲۹- بَابُ إِذَا اختلفوا فِي الطَّرِيقِ

الْمِيتَاءِ،

اور وہاں رہنے والے کچھ عمارت بنانا چاہیں

وَهِيَ الرُّحْبَةُ تَكُونُ بَيْنَ الطَّرِيقِ، ثُمَّ يُرِيدُ

أَهْلُهَا الْبِنْيَانِ، فُتْرِكَ مِنْهَا لِلطَّرِيقِ سَبْعَةُ

أَذْرَعٍ

توسات ہاتھ زمین راستہ کے لیے

چھوڑ دیں۔

۲۴۷۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَارِثٍ عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ

خَرِيبَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَضَى النَّبِيُّ ﷺ إِذَا

تَشَاجَرُوا فِي الطَّرِيقِ بِسَبْعَةِ أَذْرَعٍ)).

(۲۳۷۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے زبیر بن خریبہ نے اور ان سے عکرمہ نے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا جب کہ راستے (کی زمین) کے بارے میں جھگڑا ہو توسات ہاتھ راستہ چھوڑ دینا چاہیے۔

ایک متمدن ملک کے شہری قوانین میں ہر قسم کے انتظامات کا لحاظ بے حد ضروری ہے۔ شارع عام کے لیے جگہ مقرر کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ طریق بیابان جس کا ذکر باب میں ہے اس کا معنی چوڑا یا عام راستہ۔ بعض نے کہا بیابان سے یہ مراد ہے کہ نا آباد زمین اگر آباد ہو اور وہاں راستہ قائم کرنے کی ضرورت پڑے اور رہنے والے لوگ وہاں جھگڑا کریں تو کم سے کم سات ہاتھ

زمین راستہ کے لیے چھوڑ دی جائے جو آدمیوں اور سواروں کے نکلنے کے لیے کافی ہے۔ قطلانی نے کہا، جو دکاندار راستے پر بیٹھا کرتے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ اگر راستہ سات ہاتھ سے زیادہ ہو تو وہ فالتو حصہ میں بیٹھ سکتے ہیں ورنہ سات ہاتھ کے اندر اندر ان کو بیٹھنے سے منع کیا جائے تاکہ چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

یہ وہ انتظامی قانون ہے جو آج سے چودہ سو برس قبل اسلام نے وضع فرمایا۔ جو بعد میں بیشتر ملکوں کا شہری ضابطہ قرار پایا۔ یہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ خدائی فہم تھا جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ آپ کے عہد مبارک میں گاڑیوں، موٹروں، چھکڑوں، گھیسوں کا رواج نہ تھا۔ اونٹ اور آدمیوں کے آنے جانے کے لیے تین ہاتھ راستہ بھی کفایت کرتا ہے۔ مگر عام ضروریات اور مستقبل کی تمدنی شہری ترقیوں کے پیش نظر ضروری تھا کہ کم از کم سات ہاتھ زمین گذر گاہ عام کے لیے چھوڑی جائے۔ کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جانے اور آنے والی سواروں کی ٹڈ بھیز ہو جاتی ہے۔ تو دونوں کے برابر برابر نکل جانے کے لیے کم از کم سات ہاتھ زمین راستہ کے لیے مقرر ہونی ضروری ہے۔ کیونکہ اتنے راستے میں ہر دو طرف کی سواریاں با آسانی نکل سکتی ہیں۔

باب مالک کی اجازت کے بغیر اس کا کوئی مال اٹھالینا

اور عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کی بیعت کی تھی کہ لوٹ مار نہیں کیا کریں گے۔

(۲۴۷۴) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عدی بن ثابت نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، جو عدی بن ثابت کے نانا تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔

۳۰- بَابُ النَّهْيِ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ وَقَالَ عِبَادَةُ بَايَعْنَا النَّبِيَّ ﷺ أَنْ لَا نَنْتَهَبَ.

۲۴۷۴- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ - وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النَّهْيِ وَالْمِثْلَةِ)). [راجع: ۵۰۱۶]

[طرفہ فی : ۵۰۱۶].

لوٹ مار کرنا، ڈاکہ ڈالنا، چوری کرنا اسلام میں سختی کے ساتھ ان کی مذمت کی گئی ہے اور اس کے لیے سخت ترین سزا تجویز کی گئی کہ چوری کرنے والے کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں، ڈاکوؤں کو اور بھی سنگین سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ تاکہ نوع انسانی امن و امان کی زندگی بسر کر سکے۔ انہی قوانین کی برکت ہے کہ آج بھی حکومت سعودیہ عربیہ کا امن ساری دنیا کی حکومت کے لیے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے جب کہ جملہ مہذب لوگوں میں ڈاکہ زنی مختلف صورتوں میں دن بدن ترقی پذیر ہے۔ چوری کرنا بطور ایک پیشہ کے رائج ہو رہا ہے۔ عوام کی زندگی حد درجہ خوفناکی میں گزر رہی ہے۔ فوج پولیس سب ایسے مجرموں کے آگے لاچار ہیں۔ اس لیے کہ ان کے ہاں قانونی لچک حد درجہ ان کی ہمت افزائی کرتی ہے۔

مثلہ جنگ میں مقتول کے ہاتھ پیر، کان ناک کاٹ کر الگ کر دینا۔ اسلام نے اس حرکت سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔

(۲۴۷۵) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابو بکر بن عبد الرحمن نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زانی مومن رہتے

۲۴۷۵- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ : قَالَ حَدَّثَنِي قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عَقِيلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ

ہوئے زنا نہیں کر سکتا۔ شراب خوار مومن رہتے ہوئے شراب نہیں پی سکتا۔ چور مومن رہتے ہوئے چوری نہیں کر سکتا۔ اور کوئی شخص مومن رہتے ہوئے لوٹ اور غارت گری نہیں کر سکتا کہ لوگوں کی نظرس اس کی طرف اٹھی ہوئی ہوں اور وہ لوٹ رہا ہو، سعید اور ابو سلمہ کی بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روایت ہے۔ البتہ ان کی روایت میں لوٹ کا تذکرہ نہیں ہے۔

[أطرافه في : ٥٥٧٨ ، ٦٧٧٢ ، ٦٨١٠ .]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غارت گری کرنے والا، چوری کرنے والا، لوٹ مار کرنے والا اگر یہ مدعیان اسلام ہیں تو سراسر اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ ایسے افعال کا مرکب ایمان کے دعویٰ میں جھوٹا ہے، یہی حال زنا کاری، شراب خوری کا ہے۔ ایسے لوگ دعویٰ اسلام و ایمان میں جھوٹے مکار فریبی ہیں۔ مسلمان صاحب ایمان سے اگر کبھی کوئی غلط کام ہو بھی جائے تو حد درجہ پشیمان ہو کر پھر ہمیشہ کے لیے تائب ہو جاتا ہے اور اپنے گناہ کے لیے استغفار میں منہمک رہتا ہے۔

باب صلیب کا توڑنا اور

خنزیر کا مارنا

۳۱- بابُ كَسْرِ الصَّلِيبِ وَقَتْلِ

الْحَنْزِيرِ

خلافت اسلامی سے جب غیر قومیں برسرِ پیکار ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کوشاں ہوں اور اللہ پاک مسلمانوں کو غلبہ نصیب کرے تو حربی قوموں کے ساتھ ایسے برتاؤ جائز ہیں۔ اگر وہ عیسائی ہیں تو ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا۔ امن پسند غیر مسلموں اور ذمیوں کی جان مال اور ان کے مذہب کو اسلام نے پوری پوری آزادی عطا فرمائی ہے۔

(۲۳۷۶) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ابن مریم کا نزول ایک عادل حکمران کی حیثیت سے تم میں نہ ہو لے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سوروں کو قتل کر دیں گے اور جزیہ قبول نہیں کریں گے (اس دور میں) مال و دولت کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

۲۴۷۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتَلَ الْحَنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْحَزِيَّةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ

[أحد]. [راجع: ٢٢٢٢]

تشریح | یہ نہایت صحیح اور متصل حدیث ہے اور اس کے راوی سب ثقہ اور امام ہیں۔ اس میں صاف لفظوں میں یہ مذکور ہے کہ

قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ ﷺ دنیا میں نازل ہوں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان کی طرف اٹھایا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

صلیب اور تثلیث نصرانیوں کی مذہبی علامت ہے۔ حضرت عیسیٰ ﷺ آخر زمانہ میں آسمان سے دنیا میں آکر دین محمدی پر عمل کریں گے اور غیر اسلامی نشانات کو ختم کر ڈالیں گے۔ اس باب کو منعقد کرنے اور اس حدیث کے یہاں لانے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی صلیب کو توڑ ڈالے یا سور کو مار ڈالے تو اس پر ضمان نہ ہو گا۔ قسطلانی نے کہا کہ یہ جب ہے کہ وہ حریوں کا مال ہو، اگر ذمی کا مال ہو جس نے اپنی شرائط سے انحراف نہ کیا ہو اور عہد پر قائم ہو تو ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ذمیوں کے مذہبی حقوق اسلام نے قائم رکھے ہیں اور ان کی مال و جان اور مذہب کی حفاظت کے لیے پوری گارنٹی دی ہے۔

۳۲- بَابُ هَلْ تُكْسِرُ الدَّنَانُ النَّبِيَّ
فِيهَا الْخَمْرُ، أَوْ تُحْرَقُ الزَّقَاقُ؟
باب کیا کوئی ایسا مٹکا توڑا جا سکتا ہے یا ایسی مٹک پھاڑی جا
سکتی ہے جس میں شراب موجود ہو؟

اگر کسی شخص نے بت، صلیب یا ستار یا کوئی بھی اس طرح کی چیز جس کی لکڑی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو توڑ دی؟ قاضی شریح رحمہ اللہ کی عدالت میں ایک ستار کا مقدمہ لایا گیا جسے توڑ دیا تھا، تو انہوں نے اس کا بدلہ نہیں دلویا۔

فَإِنْ كَسَرَ صَمًا أَوْ صَلْبًا أَوْ طَبُورًا أَوْ مَا
لَا يُنْتَفَعُ بِخَشْبِهِ وَأَتَى شَرِيحَ فِي طَبُورِ
كَسِيرٍ فَلَمْ يَفْضِ فِيهِ بَشِيءًا.

۲۴۷۷- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضُّحَّاكُ بْنُ
مَخْلَدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عَيْنِيٍّ عَنْ سَلْمَةَ
بِنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ
رَأَى نِيرَانًا تُوْقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ: ((عَلَامَ
تُوْقَدُ هَذِهِ النَّيْرَانُ؟)) قَالُوا عَلَى الْخَمْرِ
الْإِنْسِيَّةِ. قَالَ: ((اَكْسِرُوهَا وَأَهْرِيْفُوهَا)).
قَالُوا: أَلَا نُهْرِيْفُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ:
((اغْسِلُوهَا)).

۲۴۷۷- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضُّحَّاكُ بْنُ
مَخْلَدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عَيْنِيٍّ عَنْ سَلْمَةَ
بِنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ
رَأَى نِيرَانًا تُوْقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ: ((عَلَامَ
تُوْقَدُ هَذِهِ النَّيْرَانُ؟)) قَالُوا عَلَى الْخَمْرِ
الْإِنْسِيَّةِ. قَالَ: ((اَكْسِرُوهَا وَأَهْرِيْفُوهَا)).
قَالُوا: أَلَا نُهْرِيْفُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ:
((اغْسِلُوهَا)).

[أطرافه في : ٤١٩٦، ٥٤٩٧، ٦١٤٨،

٦٣٣١، ٦٨٩١].

پہلے آپ نے سختی کے لیے ہانڈیوں کے توڑ ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر شاید آپ پر وحی آئی اور آپ نے ان کا دھو ڈالنا بھی کافی سمجھا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ حرام چیزوں کے ظروف کو توڑ ڈالنا درست ہے مگر وہ ظروف اگر ذمی غیر مسلموں کے ہیں تو یہ ان کے لیے نہیں ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فان كان الاوعية بحيث يراق مافيهما فاذا غسلت طهرت وانضع بهالم يجز اتلافها والاجاز (نیل) یعنی اگر وہ برتن ایسا ہے کہ اس میں سے شراب گرا کر اسے دھویا جا سکتا ہے اور اس کا پاک ہونا ممکن ہے تو اسے پاک کر کے اس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے اور اگر ایسا نہیں تو جائز نہیں پھر اسے تلف ہی کرنا ہو گا۔

(۲۳۷۸) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی نَجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا، ان سے ابو معمر نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ کے دن جب) مکہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ ان بتوں پر مارنے لگے اور فرمانے لگے کہ ”حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔“

۲۴۷۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثِمِائَةَ وَسِتُونَ نُسْبًا، فَجَعَلَ يَطْعُمُهَا بَعْدَ فِي يَدِهِ وَجَعَلَ يَقُولُ: ((جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ)))). الْآيَةَ.

[طرفاء فی: ۴۲۸۷، ۴۷۲۰].

یہ بت کفار قریش نے مختلف نبیوں اور نیک لوگوں کی طرف منسوب کر کے بنائے تھے، حتیٰ کہ کچھ بت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی طرف بھی منسوب تھے۔ فتح مکہ کے دن اللہ کے رسول ﷺ نے کعبہ شریف کو ان سے پاک کیا اور آج کے دن سے کعبہ شریف ہمیشہ کے لئے بتوں سے پاک ہو گیا۔ الحمد للہ آج چودھویں صدی ختم ہو رہی ہے، اسلام بہت سے نشیب و فراز سے گزرا ہے مگر بفضلہ تعالیٰ تطہیر کعبہ اپنی جگہ پر قائم دائم ہے۔

(۲۳۷۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے عبد الرحمن بن قاسم نے، ان سے ان کے والد قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے اپنے حجرے کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے (جب دیکھا تو) اسے اتار کر پھاڑ ڈالا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) پھر میں نے اس پردے سے دو گدے بنا ڈالے۔ وہ دونوں گدے گھر میں رہتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان پر بیٹھا کرتے تھے۔

۲۴۷۹- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَبِيدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّهَا كَانَتْ اتَّخَذَتْ عَلَى سَهْوَةٍ لَهَا سِرًّا فِيهِ تَمَاثِيلٌ، فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نَمْرُقَتَيْنِ، فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا)).

[أطرافه فی: ۵۹۵۴، ۵۹۵۵، ۶۱۰۹].

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے گھروں میں جاندار تصاویر کے ایسے پردے غلاف وغیرہ نہ رکھیں بلکہ ان کو ختم کر ڈالیں۔ یہ شرعاً و قانوناً بالکل ناجائز ہیں۔

باب جو شخص اپنا مال بچانے کے لیے لڑے

(۲۳۸۰) ہم سے عبد اللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

۳۳- بَابُ مَنْ قَاتَلَ دُونَ مَالِهِ

۲۴۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ - هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ - قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ

نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا، وہ شہید ہے۔

اللَّهُ بْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ)).

کیونکہ وہ مظلوم ہے، نسائی کی روایت میں یوں ہے اس کے لئے جنت ہے۔ اور ترمذی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور جو اپنی جان بچانے میں مارا جائے اور جو اپنے گمراہوں کو بچانے میں مارا جائے یہ سب شہید ہیں۔ آج کل اطراف عالم میں جو صدمہ مسلمان ناحق قتل کیے جا رہے ہیں۔ وہ سب اس حدیث کی رو سے شہیدوں میں داخل ہیں۔ کیونکہ وہ محض مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیے جا رہے ہیں ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

باب جس کسی شخص نے کسی دوسرے کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ دی ہو تو کیا حکم ہے؟

۳۴- بَابُ إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ

(۲۳۸۱) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ امہات مؤمنین میں سے ایک نے وہیں آپ کے لئے خادم کے ہاتھ ایک پیالے میں کچھ کھانے کی چیز بھجوائی۔ انہوں نے ایک ہاتھ اس پیالے پر مارا، اور پیالہ (گر کر) ٹوٹ گیا۔ آپ نے پیالے کو جوڑا اور جو کھانے کی چیز تھی اسے اس میں دوبارہ رکھ کر صحابہ سے فرمایا کہ کھاؤ۔ آپ ﷺ نے پیالہ لانے والے (خادم) کو روک لیا اور پیالہ بھی نہیں بھجوا۔ بلکہ جب (کھانے سے) سب فارغ ہو گئے تو دوسرا اچھا پیالہ بھجوا دیا اور جو ٹوٹ گیا تھا اسے نہیں بھجوا یا۔ ابن ابی مریم نے بیان کیا کہ ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، ان سے حمید نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ نے۔

۲۴۸۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ يَدَهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ وَقَالَ: ((كُلُّوْا)). وَحَسَّ الرَّسُولُ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَعُوا، فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ وَحَسَّ الْمَكْسُورَةَ)). وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمٍ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ۵۲۲۵].

ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ اور دار قطنی اور ابن ماجہ کی روایت میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے اور طبرانی کی روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اور ابن حزم کی روایت میں زینب رضی اللہ عنہا کا۔ احتمال ہے کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا ہو۔ حافظ نے کہا کہ مجھ کو اس لوٹنی کا نام معلوم نہیں ہوا۔ حدیث اور باب کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کا کوئی پیالہ کوئی توڑ دے تو اس کو اس کی جگہ دوسرا صحیح پیالہ واپس کرنا چاہیے۔

باب اگر کسی نے کسی کی دیوار گرا دی تو اسے وہ ویسی ہی بنوانی ہوگی

۳۵- بَابُ إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنَ مِثْلَهُ

اس مسئلہ میں مالکیہ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ دیوار کی قیمت دینی چاہیے۔ مگر امام بخاری نے جس روایت سے دلیل لی وہ اس پر مبنی ہے کہ اگلی شریعتیں ہمارے لیے حجت ہیں جب ہماری شریعت میں ان کے خلاف کوئی حکم نہ ہو اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

(۲۳۸۲) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن

حازم نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ

نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بنی اسرائیل میں ایک صاحب تھے جن

کا نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور انہیں

پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز

پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور (غصے میں) بددعا کر گئیں، اے اللہ!

اسے موت نہ آئے جب تک کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔

گریج اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے۔ ایک عورت نے (جو جریج

کے عبادت خانے کے پاس اپنے مویشی چرایا کرتی تھی اور فاحشہ تھی)

کہا کہ جریج کو قنہ میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ ان کے

سامنے آئی اور گفتگو کرنی چاہی۔ لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ

ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔

آخر لڑکا پیدا ہوا، اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا لڑکا

ہے۔ قوم کے لوگ جریج کے یہاں آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ

دیا۔ انہیں باہر نکالا اور گالیاں دیں۔ لیکن جریج نے وضو کیا اور نماز

پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا بچے!

تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ (خدا کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا! (قوم

خوش ہو گئی اور) کہا کہ ہم آپ کے لئے سونے کا عبادت خانہ بنا

دیں۔ جریج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔

حدیث جریج حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہما کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے مختلف مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ یہاں آپ یہ ثابت فرمانے کے لیے یہ حدیث لائے کہ جب کوئی شخص یا اشخاص کسی کی دیوار ناحق گرا دیں تو ان کو وہ دیوار پہلی ہی دیوار کے

مشعل بنانی لازم ہوگی۔

جرج کا واقعہ مشہور ہے۔ ان کے دین میں ماں کی بات کا جواب دینا بحالت نماز بھی ضروری تھا، مگر حضرت جریج نماز میں مشغول

رہے، حتیٰ کہ ان کی والدہ نے خفا ہو کر ان کے حق میں بددعا کر دی، آخر ان کی پاک دامنی ثابت کرنے کے لیے اللہ پاک نے اسی

ولد اثرا بچے کو گویائی دی۔ حالانکہ اس کے بولنے کی عمر نہ تھی۔ مگر اللہ نے حضرت جریج کی دعا قبول کی اور اس بچے کو بولنے کی طاعت

بخشی۔ قطلانی نے کہا کہ اللہ نے چھ بچوں کو کم سنی میں بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ ان میں حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دینے

والا پچہ اور قرعون کی بیٹی کی مغلانی کا لڑکا اور حضرت عیسیٰ ﷺ اور صاحب جریج اور صاحب اخدود اور بنی اسرائیل کی ایک عورت کا بیٹا جس کو وہ دودھ پلا رہی تھی۔ اچانک ایک شخص جاہ و حشم کے ساتھ گذرا اور عورت نے بچے کے لئے دعا کی کہ اللہ میرے بچے کو بھی ایسی ہی قسمت والا بناؤ۔ اس شیر خوار بچے نے فوراً کہا، الہی! مجھے ایسا نہ بناؤ۔ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ ﷺ نے بھی کم سنی میں باتیں کی ہیں۔ تو کل سات بچے ہوں گے۔

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ حضرت جریج نے اپنا گھر مٹی ہی کی پہلی حالت کے لائق بنوانے کا حکم دیا۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ ماں کی دعا اپنی اولاد کے لیے ضرور قبول ہوتی ہے۔ ماں کا حق باپ سے تین حصے زیادہ ہے۔ جو لڑکے لڑکی ماں کو راضی رکھتے ہیں وہ دنیا میں بھی خوب بچھلتے پھولتے ہیں اور آخرت میں بھی نجات پاتے ہیں اور ماں کو ناراض کرنے والے ہمیشہ دکھ اٹھاتے ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ سے اس کا بہت کچھ ثبوت موجود ہے۔ جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ماں کے بعد باپ کا درجہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں عبادت الہی کے لئے حکم صادر فرمانے کے بعد ﴿وَابِلْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (البقرہ: ۸۳) کے لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یہاں تک کہ ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا نَهْرٌ ۚ هُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَأَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ ۚ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِی صَغِيرًا﴾ (بنی اسرائیل: ۲۴) یعنی ماں باپ زمرہ موجود ہوں تو ان کے سامنے آف بھی نہ کرو اور نہ انہیں ڈانٹو ڈپٹو بلکہ ان سے نرم نرم میٹھی میٹھی باتیں جو رحم و کرم سے بھر پور ہوں کیا کرو اور ان کے لیے رحم و کرم والے بازو بچھا دیا کرو وہ بازو جو ان کے احترام کے لیے عاجزی انکساری کے لیے ہوئے ہوں اور ان کے حق میں یوں دعائیں کیا کرو کہ پروردگار! ان پر اسی طرح رحم فرمائو جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھ کو اپنے رحم و کرم سے پروان چڑھایا۔

ماں باپ کی خدمت، اطاعت، فرمانبرداری کے بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن کا نقل کرنا طوالت ہے۔ خلاصہ یہی ہے کہ اولاد کا فرض ہے کہ والدین کی نیک دعائیں ہمیشہ حاصل کرے۔

حضرت جریج کے واقعہ میں اور بھی بہت سی عبرتیں ہیں۔ سمجھنے کے لیے نور بصیرت درکار ہے، اللہ والے دنیا کے بھیلوں سے دور رہ کر شب و روز عبادت الہی میں مشغول رہنے والے بھی ہوتے ہیں اور وہ دنیا کے بھیلوں میں رہ کر بھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتے۔ نیز جب بھی کوئی حادثہ سامنے آئے صبر و استقلال کے ساتھ اسے برداشت کرتے اور اس کا نتیجہ اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔ ہماری شریعت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز کی نیت باندھے ہوئے ہو اور حضرت رسول کریم ﷺ اسے پکاریں تو وہ نماز توڑ کر خدمت میں حاضری دے۔ آج کل اولاد کے لیے یہی حکم ہے۔ نیز بیوی کے لیے بھی کہ وہ خاوند کی اطاعت کو نفل نمازوں پر مقدم جانے۔ وہاں اللہ التوفیق۔

۴۷- کتاب الشَّرْكَةِ

کتاب شراکت کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب کھانے اور سفر خرچ اور اسباب میں
شراکت کا بیان

اور جو چیزیں ناپی یا تولی جاتی ہیں تخمینے سے باٹھایا مٹھی بھر بھر کر تقسیم کر لینا، کیونکہ مسلمانوں نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خیال کیا کہ مشترک زاد سفر (کی مختلف چیزوں میں سے) کوئی شریک ایک چیز کھا لے اور دوسرا دوسری چیز، اسی طرح سونے چاندی کے بدل بن تولے ڈھیر لگا کر بانٹنے میں، اسی طرح دودھ کھجور اٹھا کر کھانے میں۔

(۲۳۸۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں وہب بن کیسان نے اور انہیں جابر بن عبد اللہ بن جابر نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (رجب ۷ھ میں) ساحل بحر کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ اور اس کا امیر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما کو بتایا۔ فوجیوں کی تعداد تین سو تھی اور میں بھی ان میں شریک تھا۔ ہم نکلے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہو گیا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ تمام فوج اپنے توشے (جو کچھ بھی باقی رہ گئے ہوں) ایک جگہ جمع کر دیں۔ سب کچھ جمع کرنے کے بعد کھجوروں کے کل دو تھیلے ہو سکے اور روزانہ ہمیں اسی میں سے تھوڑی تھوڑی کھجور کھانے کے لئے ملنے لگی۔ جب اس کا بھی اکثر حصہ ختم ہو گیا تو ہمیں صرف ایک ایک کھجور ملتی رہی۔ میں (وہب بن کیسان) نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بھلا ایک کھجور سے کیا ہوتا ہو گا؟ انہوں نے بتلایا کہ اس کی قدر ہمیں اس

۱- بَابُ الشَّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ
وَالغُرُوضِ

وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يَكَاؤُ وَيُوزَنُ؟ مَجَازِفَةٌ
أَوْ قَبْضَةٌ قَبْضَةٌ، لِمَا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي
النَّهْدِ بَأْسًا أَنْ يَأْكُلَ هَذَا بَعْضًا وَهَذَا
بَعْضًا. وَكَذَلِكَ مَجَازِفَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ،
وَالْقِرَانِ فِي التَّمْرِ.

۲۴۸۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ
جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ
قَالَ: ((بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْثًا قَبَلَ
السَّاحِلِ، فَأَمَرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ
الْجُرَّاحِ، وَهُمْ ثَلَاثِمِائَةٍ وَأَنَا فِيهِمْ،
فَخَرَجْنَا. حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَبَيَّ
الزَّادِ، فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِالزَّوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ
فَجَمَعَ ذَلِكَ كُلَّهُ، فَكَانَ مِزْوَدِي تَمْرًا،
فَكَانَ يَفُوتُنَاهُ كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتَّى
فِي، فَلَمْ يَكُنْ يُصَيِّتُنَا إِلَّا تَمْرَةً تَمْرَةً، -
فَقُلْتُ: وَمَا تُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا

وقت معلوم ہوئی جب وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آخر ہم سمندر تک پہنچ گئے۔ اتفاق سے سمندر میں ہمیں ایک ایسی مچھلی مل گئی جو (اپنے جسم میں) پہاڑ کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ سارا لشکر اس مچھلی کو اٹھارہ تنک کھاتا رہا۔ پھر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی دونوں پسلیوں کو کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اونٹوں کو ان کے تیلے سے چلنے کا حکم دیا۔ اور وہ ان پسلیوں کے نیچے سے ہو کر گزرے۔ لیکن اونٹ نے ان کو چھوا تک نہیں۔

فَقَدْهَا حِينَ فَنَيْتَ - قَالَ: ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ، فِإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرْبِ، فَأَكَلَّ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِي عَشْرَةَ لَيْلَةً. ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عَبِيدَةَ بِضَلْعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَا، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَوَجَلَّتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا، فَلَمْ تُصَيِّبَهُمَا)).

[أطرافه في : ٢٩٨٣، ٤٣٦٠، ٤٣٦١،

٤٣٦٢، ٥٤٩٣، ٥٤٩٤.]

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ساری فوج کا توشہ ایک جگہ جمع کرا لیا۔ پھر اندازے سے تھوڑا تھوڑا سب کو دیا جانے لگا۔ سو سفر خرچ کی شرکت اور اندازے سے اس کی تقسیم ثابت ہوئی۔

(٢٣٨٣) ہم سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبیدہ نے اور ان سے سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (غزوہ ہوازن میں) لوگوں کے توشے ختم ہو گئے اور فقر و محتاجی آ گئی، تو لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت لینے (تاکہ انہیں کے گوشت سے پیٹ بھر سکیں) آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ان سے ہو گئی تو انہیں بھی ان لوگوں نے اطلاع دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اونٹوں کو کاٹ ڈالو گے تو پھر تم کیسے زندہ رہو گے۔ چنانچہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا، یا رسول اللہ! اگر انہوں نے اونٹ بھی ذبح کر لیے تو پھر یہ لوگ کیسے زندہ رہیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اچھا، تمام لوگوں میں اعلان کر دو کہ ان کے پاس جو کچھ توشے بچ رہے ہیں وہ لے کر یہاں آجائیں۔ اس کے لئے ایک چمڑے کا دسترخوان بچھادیا گیا۔ اور لوگوں نے توشے اسی دسترخوان پر لا کر رکھ دیئے۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ اٹھے اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ اب آپ نے پھر سب لوگوں کو اپنے اپنے برتنوں کے ساتھ بلایا۔ اور سب نے دونوں ہاتھوں سے توشے اپنے برتنوں میں بھر لیے۔ جب سب لوگ

٢٤٨٤ - حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ مَرْحُومٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلْمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَفَّتْ أَرْوَاحُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوا، فَأَتُوا النَّبِيَّ ﷺ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ فَأَذِنَ لَهُمْ، فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ؟ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَادِي فِي النَّاسِ يَأْتُونَ بِفَضْلِ أَرْوَاحِهِمْ)). فَبَسِطَ لِذَلِكَ نَطْعًا وَجَعَلُوهُ عَلَى النَّطْعِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَبَرَكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ فَأَخْتَى النَّاسُ حَتَّى فَرَعُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ)). [طرفه في : ٢٩٨٢.]

بھر چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے

سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔“

تشریح اس حدیث میں ایک اہم ترین معجزہ نبوی کا ذکر ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت کی ایک عظیم نشانی اپنے پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر کی۔ یا تو وہ توشہ اتنا کم تھا کہ لوگ اپنی سواریاں کانٹے پر آمادہ ہو گئے۔ یا وہ اس قدر بڑھ گیا کہ فراغت سے ہر ایک نے اپنی خواہش کے موافق بھر لیا۔ اس قسم کے معجزات آنحضرت ﷺ سے کئی بار صادر ہوئے ہیں۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آپ نے سب کے توشے اکٹھا کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر ہر ایک نے یوں ہی اندازے سے لے لیا، آپ نے قول ماپ کر اس کو تقسیم نہیں کیا۔

حدیث اور باب کی مطابقت کے سلسلہ میں شارحین بخاری لکھتے ہیں۔ و مطابق للرحمة توخذ من قوله فباتون بفضل ازوادهم و من قوله فدعا و برک علیہ فان فیہ جمع ازوادهم و هو فی معنی النهد و دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہا بالبرکة۔ (یعنی حدیث اور باب میں مطابقت لفظ فباتون الخ سے ہے کہ ایسے مواقع پر ان سب نے اپنے اپنے فالتو توشے لاکر جمع کر دیئے اور اس قول سے کہ آنحضرت ﷺ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ یہاں ان کے توشے جمع کرنا مذکور ہے اور وہ نهد کے معنی میں ہے یعنی اپنے اپنے حصے برابر برابر لاکر جمع کر دیا۔ اور اس میں آنحضرت ﷺ کا برکت کے لیے دعا فرمانا۔ لفظ نهد یا نهد آگے بڑھنا، نمودار ہونا، مقابل ہونا، ظاہر ہونا، بڑا کرنا کے معنی میں ہے۔ اسی سے لفظ تناهد ہے۔ جس کے معنی سفر کے سب رفیقوں کا ایک معین روپیہ یا راشن توشہ جمع کرنا کہ اس سے سفر کی خوردنی ضروریات کو مساوی طور پر پورا کیا جائے یہاں ایسا ہی واقعہ مذکور ہے۔

۲۴۸۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَّاشِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ فَنَنَحِرُ جُزُورًا فَنُقَسِّمُ عَشْرَ قِسْمٍ، فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ)).

۲۴۸۵) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوالنجاشی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر اونٹ ذبح کرتے، انہیں دس حصوں میں تقسیم کرتے اور پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہم اس کا پکا ہوا گوشت بھی کھا لیتے۔

تشریح اس حدیث سے نکلتا ہے کہ آپ ﷺ عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھا کرتے تھے ورنہ دو مثل سایہ پر جو کوئی عصر کی نماز پڑھے گا تو اتنے وقت میں اس کے لیے یہ کام پورا کرنا مشکل ہے۔ اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ اونٹ کا گوشت یونہی اندازے سے تقسیم کیا جاتا تھا۔ (وحیدی)

۲۴۸۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أَسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْأَشْعَرِيَّيْنَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي نَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ

۲۴۸۶) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن اسامہ نے بیان کیا، ان سے برید نے، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قبیلہ اشعر کے لوگوں کا جب جہاد کے موقع پر توشہ کم ہو جاتا یا مدینہ (کے قیام) میں ان کے بال بچوں کے لیے کھانے کی کمی ہو جاتی تو جو کچھ بھی ان کے پاس توشہ ہوتا ہے وہ ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں۔ پھر آپس میں ایک

بَيْنَهُمْ فِي إِيَّاءِ وَاحِدٍ بِالسُّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ)).

برتن سے برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔

یعنی وہ خاص میرے طریق اور میری سنت پر ہیں۔ اور میں ان کے طریق پر ہوں۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ سفیریا حضرت میں توشوں کا ملا لینا اور برابر برابر بانٹ لینا مستحب ہے۔ باب کی حدیث سے مطابقت ظاہر ہے۔ و مطابقتہ للترجمة توخذ من قوله جمعوا ما كان عندهم في ثوب واحد ثم اقتسموه بينهم (عمدة القاری)

باب جو مال دو ساجھیوں کے سانجھے کا ہو وہ زکوٰۃ میں ایک

دوسرے سے برابر برابر مجرا کر لیں

(۲۳۸۷) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن ثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے فرض زکوٰۃ کا بیان تحریر کیا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کر رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جب کسی مال میں دو آدمی ساجھی ہوں تو وہ زکوٰۃ میں ایک دوسرے سے برابر برابر مجرا کر لیں۔

۲- بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيَطَيْنِ فَإِنَّهُمَا

يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسُّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ

۲۴۸۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

الْمُنْتَنِي قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي

ثُمَّامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا

حَدَّثَهُ: ((أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ

لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ

ﷺ قَالَ: وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيَطَيْنِ فَإِنَّهُمَا

يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسُّوِيَّةِ)).

[راجع: ۱۴۴۸]

جب زکوٰۃ کا مال دو یا تین ساجھیوں میں مشترک ہو۔ یعنی سب کا ساجھا ہو اور زکوٰۃ کا تحصیل دار ایک ساجھی سے کل زکوٰۃ وصول کر لے تو وہ دوسرے ساجھیوں کے حصے کے موافق ان سے مجرا لے اور زکوٰۃ کے اوپر دوسرے خرچوں کا بھی قیاس ہو سکے گا۔ پس اس طرح سے اس حدیث کو شرکت سے تعلق ہوا۔

باب بکریوں کا بانٹنا

(۲۳۸۸) ہم سے علی بن حکم انصاری نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسروق نے، ان سے عبادیہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ان کے دادا (رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام ذوالحلیفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ لوگوں کو بھوک لگی۔ ادھر غنیمت میں (اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ لشکر کے پیچھے کے لوگوں میں تھے۔ لوگوں نے جلدی کی اور (تقسیم سے پہلے ہی) اذن کر کے ہانٹیاں چڑھا دیں۔ لیکن بعد میں نبی کریم ﷺ نے

۳- بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ

۲۴۸۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ

الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيدِ

بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ

بْنِ خَدِيجٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ

ﷺ بِبَيْدِ الْخَلِيفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ،

فَأَصَابُوا إِبِلًا وَغَنَمًا قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ

فِي أُخْرِيَاتِ الْقَوْمِ، فَعَجَلُوا وَذَبَحُوا

وَنَصَبُوا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقُدُورِ

حکم دیا اور وہ ہانڈیاں اوندھادی گئیں۔ پھر آپ نے ان کو تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ ایک اونٹ اس میں سے بھاگ گیا تو لوگ اسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن اس نے سب کو تھکا دیا۔ قوم کے پاس گھوڑے کم تھے۔ ایک صحابی تیر لے کر اونٹ کی طرف چھپے۔ اللہ نے اس کو ٹھہرا دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح سرکشی ہوتی ہے۔ اس لیے ان جانوروں میں سے بھی اگر کوئی تمہیں عاجز کر دے تو اس کے ساتھ تم ایسا ہی معاملہ کیا کرو۔ پھر میرے دادا نے عرض کیا کہ کل دشمن کے حملہ کا خوف ہے، ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں (تلواریں سے زنج کریں تو ان کے خراب ہونے کا ڈر ہے جب کہ جنگ سامنے ہے) کیا ہم بانس کے کچی سے زنج کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو چیز بھی خون بہا دے اور ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا گیا ہو۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ سوائے دانت اور ناخن کے۔ اس کی وجہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن جھیشیوں کی چھری ہے۔

فَأَكْفَيْتَ، ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشْرَةَ مِنَ الْغَنَمِ بَعِيرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرًا، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَأَهْوَى رَجُلٌ مِنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللَّهُ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا عَلَيْكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا. فَقَالَ جَدِّي: إِنَّا نَرْجُوا - أَوْ نَخَافُ - الْعَدُوَّ غَدًا، وَلَيْسَتْ مُدَيٌّ، أَنْذَبُحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ: مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكَلُوهُ، لَيْسَ السِّنُّ وَالظَّفَرُ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعِظْمٌ، وَأَمَّا الظَّفَرُ فَمُدَيُّ الْحَبَشَةِ)).

[أطرافه في: ٢٥٠٧، ٣٠٧٥، ٥٤٩٨،

٥٥٠٣، ٥٥٠٦، ٥٥٠٩، ٥٥٤٣،

[٥٥٤٤]

وہ ناخن ہی سے جانور کاٹتے ہیں، تو ایسا کرنے میں ان کی مشابہت ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ناخن خواہ بدن میں لگا ہوا ہو یا جدا کیا ہوا ہو، پاک ہو یا نجس کسی حال میں اس سے زنج جائز نہیں۔ ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر کیا۔ ہانڈیوں کو اس لیے اوندھا کر دیا گیا کہ ان میں جو گوشت پکایا جا رہا تھا وہ ناجائز تھا۔ نئے کھانا مسلمانوں کے لیے حلال نہ تھا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا گوشت ضائع کرا دیا۔ دیوبندی حنفی ترجمہ بخاری میں یہاں لکھا گیا ہے کہ ”ہانڈیوں کے الٹ دینے کا مطلب یہ کہ (یعنی تقسیم کرنے کیلئے ان سے گوشت نکال لیا گیا)۔ (دیکھو تقسیم البخاری دیوبندی ص ۳۲ پ ۹)

یہ مفہوم کتنا غلط ہے۔ اس کا اندازہ حاشیہ صحیح بخاری شریف مطبوعہ کراچی جلد اول ص ۳۳۸ کی عبارت ذیل سے لگایا جا سکتا ہے۔ محشی صاحب جو غالباً حنفی ہی میں فرماتے ہیں۔ فَاكْفَيْتَ اى اقلبت ورميت واريق ما فيها و هو من الاكفاء قبل اما امر بالاكفاء لانهم ذبحوا الغنم قبل ان يقسم فلم يطب له بذلك ليعني ان هانڈیوں کو الٹا کر دیا گیا، گرا دیا گیا اور جو ان میں تھا وہ سب بہا دیا گیا۔ حدیث کا لفظ اکفنت مصدر اکفاء سے ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کے گرانے کا حکم اس لیے صادر فرمایا کہ انہوں نے بکریوں کو مال غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے ہی زنج کر ڈالا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ فعل پسند نہیں آیا۔ اس تشریح سے صاف ظاہر ہے کہ دیوبندی حنفی مذکورہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۴- بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ بَيْنَ

باب دودو کھجوریں ملا کر کھانا کسی شریک کو جائز نہیں جب

تک دوسرے ساتھ والوں سے اجازت نہ لے

(۲۳۸۹) ہم سے خلاص بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا ہم سے جلد بن حکیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں کو اجازت کے بغیر (دستر خوان پر) دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر کھائے۔

(۲۳۹۰) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جلد نے بیان کیا کہ ہمارا قیام مدینہ میں تھا اور ہم پر قحط کا دور دورہ ہوا۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں کھجور کھانے کے لیے دیتے تھے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گذرتے ہوئے یہ کہہ جایا کرتے تھے کہ دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر نہ کھانا کیونکہ نبی کریم نے اپنے دوسرے ساتھی کی اجازت کے بغیر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

الحمد للہ نواں پارہ ختم ہوا۔

الشُّرَكَاءَ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ

۲۴۸۹- حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُهَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْرَنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَيْنِ جَمِيعًا حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ)). [راجع: ۲۴۵۰]

۲۴۹۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: ((كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَأَصَابَتْنا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ: لَا تَقْرَنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَحَاهُ)).

[راجع: ۲۴۵۰]